هو الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

الجزء الثاني

من كتاب

حجة الله البالغة

تصنيف الاوحد

الاجل المحقق المدقق الاكمل ولى عصره وقطب دهره الفاضل

الامجد مولانا الشيخ احمد المعروف بشاه ولى الله المحدث الدهلوى

المخلص فى مقصده الاخروى نفعنا الله به

فى الدارين بجاه سيد المرسلين

صلى الله عليه وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القبلة

لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینة صلی الی بیت المقدس ستة او سبعة عشر شهرا ثم امران یستقبل الکعبة فاستقر الامر علی ذلك اقول السر فی ذلك انه لما کان تعظیم شعائر اللہ وبیوته واجبا لاسیما فیما هو اصل ارکان الاسلام وام القربات واشهر شعائر الدین وکان التوجه فی الصلوة الی ما هو مختص باللہ بطلب رضا اللہ بالتقرب منه اجمع للخاطر واحث علی صفة الخشوع واقرب لحضور القلب لانه یشبه مواجهة الملك فی مناجاته اقتضت الحکمة الالهیة ان یجعل استقبال قبلة ما شرطا فی الصلوة فی جمیع الشرائع وکان ابراهیم واسمعیل علیهما السلام ومن تدین بدینهما یستقبلون الکعبة وکان اسرائیل علیه السلام وبنوه یستقبلون بیت المقدس هذا هو الاصل المسلم فی الشرائع فلما قدم النبی صلی اللہ علیه وسلم وتوجهت العنایة الی تالیف الاوس والخزرج وحلفائهم من الیهود وصار واهم القائمین بنصرته والامة التی اخرجت للناس وصارت مضر وما والاها اعدی اعادیه وابعد الناس عنه اجتهد وحکم باستقبال بیت المقدس اذ الاصل ان یراعی فی اوضاع القربات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴿ اس فصل میں امور ہیں جن میں قبلہ کا بیان ہوتا ہے

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا فرمائی تھی کہ بعدہ دائمی قبلہ کعبہ ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے گھروں اسکے نشانات کی تعظیم لوگوں پر واجب تھی خصوصاً اس میں جو اسلام کے ارکانوں اور عبادتوں میں اصل ہو دین کے نشانات میں مشہور نشان ہو اور نماز میں توجہ کرنی ایسی اشیاء کی طرف کہ جن کو خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی خصوصیت ہو بسبب طلب رضا خداوندی اور قرب حاصل کرنے کے جامع تر واسطے خاطر پریشانہ اور باعث پیدا کرنے صفت خشوع اور قریب کرنے والی حضور قلب کیلئے تھی۔ کیونکہ یہ حالت بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر گذارش کے مشابہ ہے۔ حکمت خداوندی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ تمام شریعتوں میں نماز کی حالت میں کسی نہ کسی قبلہ کیطرف استقبال کرنے کو شرط قرار دیا جائے۔ اور ابراہیمؑ واسماعیلؑ اور جو انکے دین پر چلتے تھے کعبہ شریف کی طرف کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے تھے اور یعقوبؑ اور انکی اولاد بیت المقدس کیطرف نماز ادا کرتے تھے اور یہ اصل تمام شریعتوں میں مقبول ہے۔ پس جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو قبیلہ اوس اور خزرج اور انکے ہم عہد یہود نے آپکی امداد کی اور یہی اولی امت قرار پائے تھے اور لوگوں کو نفع حاصل ہوا۔ اور قبیلہ مضر اور ان کے دوست آپ کے تمام دشمنوں سے زیادہ دشمن ہوگئے اور تمام لوگوں سے زیادہ دوری حاصل کی تو آپ نے اپنے اجتہاد سے انکی تالیف قلوب کیلئے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس لئے کہ عبادتوں کی یہ دلیل بنیاد ہے۔ کہ

حال الأمة التي بعث الرسول فيها وقامت بنصرته وصارت شهداء على الناس وهم الأوس والخزرج ومنهم وكانوا أخضع شيء لعلوم اليهود بيّنه ابن عباس رضي الله عنه في تفسير قوله تعالى فأتوا حرثكم أنّى شئتم حيث قال إنما كان هذا الحي من الأنصار وهم أهل وثن مع هذا الحي من اليهود وهم أهل الكتاب فكانوا يرون لهم فضلا عليهم في العلم فكانوا يقتدون بكثير من فعلهم الحديث وأيضا الأصل أن تكون الشرائع موافقة لما عليه الملل الحقة ما لم تكن من تحريفات القوم وتعمقاتهم ليكون أتم لإقامة الحجة عليهم وأشد لطمأنينة قلوبهم واليهود هم القائمون برواية الكتاب السماوي والعمل بما فيه ثم أحكم الله آياته وأطلع نبيه على ما هو أوفق بالمصلحة من هذا وأقعد بقوانين التشريع بالنفث في روعه[1] أولا فكان يتمنى أن يؤمر باستقبال الكعبة وكان يقلب وجهه في السماء طمعا أن يكون جبرائيل نزل بذلك وبما أنزل في القرآن العظيم ثانيا وذلك لأن النبي صلى الله عليه وسلم بعث في الأميين الآخذين بالملة الإسماعيلية وقد علم الله في سابق علمه أنهم هم القائمون بنصرة دينه وهم شهداء الله على الناس من بعده وهم خلفاؤه في أمته وأن اليهود لا يؤمن منهم إلا شرذمة قليلة والكعبة من شعائر الله عند العرب أذعن لها أقاصيهم وأدانيهم وجرت السنة عندهم باستقبالها شائعة ذائعة فلا معنى للعدول عن ذلك ولما كان استقبال

جس امت میں کوئی رسول بھیجا جائے اور وہ امت اسکی امداد کے لئے کھڑی ہوئی ہو اور لوگوں پر گواہ بن گئی ہو تو ایسی امت کے دستوروں اور طریقوں کا خیال کیا جائے۔ اور اسوقت یہ قبیلہ اوس اور خزرج کا تھا اور یہود کے علم کو اسوقت بہت تسلیم کرتے تھے جیسے کہ ابن عباس رضنے اس آیۃ فأتوا حرثکم الخ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ یہ انصار کا قبیلہ بت پرست تھا اور جن لوگوں کے ساتھی تھے وہ یہود یعنی کتابی کافر تھے۔ اور وہ انصار علم کے لحاظ سے یہود کو افضل سمجھتے تھے اور انکے بہت سے افعال کی پیروی کرتے۔ اور نیز یہ اصل بھی مسلم ہے۔ کہ تمام شرائع حق دین کے موافق ہوں۔ جب تک ان میں قوم نے اپنی طرف سے تغیر اور جعلی باتیں نہ بنائی ہوں تاکہ انپر پورے طریق سے دلیل غلبہ قائم ہوسکے اور ان کے قلوب کیلئے ذریعہ اطمینان بن سکے اور یہود آسمانی کتاب کی روایتیں بیان کیا کرتے تھے اور (کچھ) عمل بھی کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو محکم کیا۔ اور اپنے نبی کے قلب میں اولاً ایسی بات کا القا کرکے جو کہ مصلحت کے لحاظ سے زیادہ موافق اور قوانین شرع کے لحاظ سے زیادہ تر محکم تھی آگاہ کیا۔ پھر اسی وجہ سے آپکو آرزو پیدا ہوئی کہ کعبہ کی طرف استقبال کا حکم کیا جائے اور جبرائیل علیہ السلام کے نزول کی آرزو میں ہمیشہ آپ آسمان کیطرف دیکھا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوبارہ حکم نازل فرمایا۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایسی امت میں بھیجا جو کہ ان پڑھ اور دین اسماعیلیہ کو پکڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ پہلے ہی سے مقدر تھا کہ یہی لوگ نبی علیہ السلام کے دین کی امداد کے لئے کھڑے ہوں گے اور رسول کے بعد خدا تعالیٰ کے گواہ بنکر لوگوں پر گواہی دینگے اور یہی لوگ امت میں خلیفہ ہوں گے اور یہود میں سے تھوڑے سے لوگ ایمان لائینگے۔ اور کعبہ شریف تمام عرب کے نزدیک خدا تعالیٰ کی (عبادت کے) نشانوں میں ایک نشان تھا۔ اور جس کی عزت ان سب بڑے چھوٹے جی میں بھری ہوئی تھی اور ان کے نزدیک کعبہ شریف کے استقبال کا طریقہ مشہور رہا۔ اور بہت مدت سے جاری تھا۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ اس کی طرف سے منہ پھیر کر دوسری طرف منہ کیا جائے۔ چونکہ کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا

[1] ای قلبہ ۱۲

القبلة شرطا انما اريد به تكميل الصلوة وليس شرطا لايتأتى اصل فائدة الصلوة الابه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيمن تحرى فى ليلة مظلمة وصلى لغير القبلة قوله تعالى فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ يومى الى ان صلاتهم جائزة للضرورة ۔

السُّتْرَة قوله صلى الله عليه وسلم لو يعلم المار بين يدى المصلى ماذا عليه لكان ان يقف اربعين خيراله من ان يمر بين يديه **اقول** السر فى ذلك ان الصلوة من شعائر الله يجب تعظيمها ولما كان المنظور فى الصلوة التشبه بقيام العبيد بين يدى مواليهم ومتوليهم بين ايديهم كان من تعظيمها ان لايمر المار بين يدى المصلى فان المرور بين السيد وعبيده القائمين اليه سوء ادب وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان احدكم اذا قام فى الصلوة فانما يناجى ربه وان ربه بينه وبين القبلة الحديث وضم مع ذلك ان مروره ربما يؤدى الى تشويش قلب المصلى ولذلك كان له حق فى درئه وهو قوله صلى الله عليه وسلم فليقاتله فانه شيطان قوله صلى الله عليه وسلم تقطع الصلوة المرأة والحمار والكلب الاسود **اقول** مفهوم هذا الحديث ان من شروط صحة الصلوة خلوص ساحتها عن المرأة والحمار والكلب

تکمیل نماز کی شرط تھی اور یہ اس طرح کی شرط نہیں کہ بغیر اسکے اصل فائدہ نماز کا حاصل نہیں ہوتا اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بابت جس نے اندھیری رات میں اپنی اٹکل اور فکر سے قبلہ مقرر کرکے نماز ادا کی مگر حقیقت میں اس طرف کعبہ نہ تھا یہ آیت پڑھی فاینما تولوا الخ تو اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کیوقت اس کی نماز جائز ہے ۔

فصل سُترے کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لو یعلم المار الخ یعنے جو شخص کہ نمازی کے آگے سے گذرتا ہے اگر اسکو یہ معلوم ہوتا کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے میں کتنا گناہ اور عذاب ہو تو چالیس یعنے چالیس سال تک کھڑے ہونے کو بہتر سمجھتا اسکے آگے گذرنے سے ۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ وجہ ہے کہ نماز خدا تعالی کے ان شعائر میں سے ہے کہ جن کی تعظیم کرنی ضروری ہے ۔ اور نماز کی حالت کو غلاموں کی حالت کے ساتھ مشابہ کرنا منظور تھا جو اپنے مالک کی خدمت کے لئے اسکے روبرو بہ آرام اور چپکے کھڑے ہیں اور ان غلاموں اور ان کے مالک کے درمیان سے کسی غیر کے گذرنے میں بے ادبی لازم آتی ہے تو نماز کی تعظیم کی وجہ سے یہ ضرور ہوا کہ نمازی کے سامنے سے کوئی شخص نہ گذرے ۔ اور اس کا ثبوت اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب نمازی نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو گویا اپنے رب سے عرض و گذارش کرتا ہے ۔ اور اس نمازی اور قبلہ کے درمیان خدا تعالی کے (نور کے تجلیات) ظاہر ہوتے ہیں تا آخر حدیث تک اور نیز یہ وجہ بھی ہے کہ نماز ادا کرتے وقت خیالات پریشانہ کو نکالکر خدا تعالی کے روبرو کھڑا ہونا چاہیئے) تو کسی چیز کے سامنے سے گذرنے میں نمازی کے دل میں تشویش واقع ہو جائیگی ۔ اسی واسطے نبی علیہ السلام نے اس شخص کو اجازت دی ہے (کہ جب نماز پڑھتا ہو اور اسکے اور سترہ کے درمیان سے کوئی شخص گذرنا چاہے) تو اسکو اشارہ سے ہٹائے اور اگر پھر بھی نہ ہٹے تو اسکے ساتھ قتل و قتال بھی کرے کیونکہ یہ شیطان ہے ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کو تین چیزیں توڑ دیتی ہیں یعنی جب نمازی کے سامنے سے یہ تین چیزیں گذریں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے وہ یہ ہیں ۔ عورت ۔ گدھا ۔ سیاہ کتا ۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز کی صحت کی شرطوں میں سے ایک یہ شرط بھی ہے کہ (وہ مکان کہ جس جگہ نمازی نماز ادا کرتا ہے) ان تینوں مذکورہ چیزوں سے خالی ہو ۔

والسر فیہ ان المقصود من الصلوۃ ھو المناجاۃ والمواجھۃ مع رب العلمین واختلاط النساء والتقرب منھن والصحبۃ معھن مظنۃ الالتفات الی ما ھو ضد ھذہ الحالۃ والکلب شیطان لما ذکرنا لاسیما الاسود فانہ اقرب الی فساد المزاج وداء الکلب والحمار ایضا بمنزلۃ الشیطان لانہ کثیرا ما یسافد بین ظھرانی بنی آدم ویتشھر ذکرہ فتکون رؤیتہ ذلک مخیلۃ بما ھو بصددہ لکن لم یعمل بہ حفاظ الصحابۃ وفقھاؤھم منھم علی وعائشۃ وابن عباس وابو سعید وغیرھم رضی اللہ عنھم وراوہ منسوخا وان کان فی استدلالھم علی النسخ کلام وھذا احد المواضع التی اختلف فیھا طریقا التلقی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل مؤخرۃ[1] الرحل فلیصل ولا یبال من وراء ذلک **اقول** لما کان فی ترک المرور حرج ظاھر امر بنصب السترۃ لتتمیز ساحۃ الصلوۃ بادی الرای فیلحق بالمرور من بعد[3]:

الامور التی لابد منھا فی الصلوۃ

اعلم ان اصل الصلوۃ ثلثۃ اشیاء ان یخضع للہ تعالی بقلبہ ویذکر اللہ بلسانہ ویعظمہ غایۃ التعظیم بجسدہ فھذہ الثلثۃ اجمع الامۃ علی انھا من الصلوۃ وان اختلفوا فیما سوی ذلک وقد رخص النبی علیہ السلام عند الاعذار فی غیر ھذہ الثلثۃ ولم یرخص فیھا

کیونکہ نماز میں خدا تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا اور عرض معروض کرنا مقصود ہے اور عورتوں کے ساتھ اختلاط اپنے کی حالت اور مجلس در قرب ہونگی حالت میں اس مقصود کے خلاف حالت پیدا ہو جاتی ہے اور کتے کی شیطان ہونے کی وجہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔ خصوصاً کالا کتا کہ اس کی طبیعت سب کتوں سے زیادہ خراب ہوتی ہے اور گدہا بھی شیطان کی طرح ہے کہ بہت مرتبہ ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنی مادہ سے قربت کرنے لگتا ہے اور کبھی خود بخود بھی اس کی آلت ہلتی رہتی ہے پس ایسی حالت دیکھنے کے وقت نمازی کی وہ حالت نہیں رہتی جو نماز میں مقصود تھی۔ مگر بہت سے فقیہ وحفاظ صحابہ رضہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جن میں سے حضرت علی رضہ اور حضرت عائشہ رضہ اور ابن عباس رضہ اور ابوسعید وغیرہم رضی اللہ عنہم ہیں اور انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اگرچہ جن استدلالوں سے انہوں نے منسوخ قرار دیا ہے ان میں کلام ہے یہ ان مواقع سے ایک موقع ہے کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے میں مختلف طرق ہوگئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (کہ جب نمازی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے) تو اپنے سامنے اونٹ کے کجاوے کی پشت کے برابر کوئی چیز کھڑی کرے پھر نماز پڑھے اور اس سے پرلی طرف سے گذرنے والے کا کوئی خیال نہ کرے۔ میں کہتا ہوں اس میں یہ وجہ ہے کہ بالکل گذر منع کرنے سے ظاہراً بہت حرج واقع ہونا تھا اس لئے سترہ کھڑا کرنے کا حکم کیا گیا تاکہ ظاہر میں نمازی کی زمین اور زمین سے الگ ہو کر اور اسکے آگے گذرنے کو دور جیسا سمجھا جائے۔

نماز کی ضروری باتوں کا بیان

جاننا چاہیئے۔ کہ نماز میں تین چیزیں اصل ہیں (اول یہ ہے) کہ دل سے اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع اور عاجزی کرے (دوسری یہ ہے) کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (تیسری یہ ہے) کہ اپنے جسم سے اللہ تعالیٰ کی انتہا درجہ کی تعظیم کرنا۔ سو یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں کہ تمام امت نے اتفاق کیا ہے کہ انکا نماز میں ہونا ضروری ہے اور ان کے علاوہ اور میں اختلاف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے وقت ان تینوں کے علاوہ اور میں رخصت دی ہے۔ مگر ان میں رخصت نہیں دی۔

[1] بتقدیم میم وکون ہمزہ وکسر خاء معجمہ لغۃ فی آخرۃ الرحل وھی التی یستند الیہا الراکب ۱۲ [2] ای المرور ۳

[3] وراء الساحۃ یعد کالمرور من بعید فی الصحراء ۱۲

وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في الوتر ان لم تستطع فاومِ ايماء وارادالنبي صلى الله عليه وسلم ان يشرع لهم في الصلوة حدّين ..... حدًّا لايخرج من العهدة باقل منه وحدًّا هو الاتم الاكمل المستوفى لفائدة الصلوة والحد الاول يشتمل على ما يجب اعادة الصلوة بتركه وما يحصل بها نقص بتركه ولا يجب الاعادة وما يلام على تركه اشد الملامة من غير جزم بالنقص والفرق بين هذه المراتب الثلاث صعب جدًّا وليس فيه نص صريح ولا اجماع الا في شئ يسير ولذلك قوى الخلاف بين الفقهاء في ذلك والاصل فيه حديث الرجل المسئ في صلوته حيث قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ارجع فصل فانك لم تصل مرتين او ثلاثا ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا قمت الى الصلوة فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر ثم اقرأ بما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع رأسك حتى تستوى قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا ثم افعل ذلك في صلوتك كلها وفي رواية الترمذي فاذا فعلت ذلك فقد تمت صلوتك وان انتقصت منها انتقصت من صلوتك قال كان هذا اهون عليهم من الاولى انه من انتقص من ذلك شيئا انتقص من صلوته ولم تذهب كلها

چنانچہ آپ نے وتر کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ اگر تم قیام اور رکوع و سجود کی طاقت نہ رکھو تو اشارہ سے پڑھ لو۔ اس سے نبی علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ امت کیلئے نماز میں دو حد و دمعین کریں۔ ایک حد یہ ہے۔ کہ جس میں کوتاہی کرنے سے نماز کی ذمہ داری سے باہر نہ نکل سکے۔ دوسری یہ ہے کہ جس کے کرنے سے نماز کا جو فائدہ اتم اور کامل ہے حاصل ہو۔ اور پہلی حد چند امور پر مشتمل ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جن کی ترک سے نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے چھوڑنے سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے لوٹانا ضروری نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے چھوڑنے سے اسکے تارک کو بہت ہی ملامت کیا جاتا ہے اگرچہ نماز میں نقصان کا یقین نہ ہو۔ اور ان تینوں مرتبوں میں فرق کرنا بہت سخت ہے۔ کیونکہ ان کے فرق میں نہ کوئی نص صریح آئی ہے اور نہ کوئی اجماع ہے۔ اسی واسطے اس مسئلہ میں فقہا میں سخت اختلاف پڑگیا ہے۔ اور اصل اس میں یہ حدیث ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہ جس نے اپنی نماز کو بری طرح سے ادا کیا تھا۔ فرمایا کہ فارجع الخ یعنے نماز پھر سے پڑھ کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی۔ آپ نے دوبار فرمایا یا تین بار۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اذا قمت الی الصلوۃ الخ یعنے جب تو نماز کا ارادہ کرے تو اچھی طرح سے کامل وضو کرکے قبلہ کے رخ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ۔ پھر جو کچھ تم کو قرآن مجید سے یاد ہو اسکو پڑھ۔ پھر رکوع کر دو آنحال کہ رکوع میں ٹھہرنے والا ہو پھر رکوع سے سر اٹھا اتنا قدر کہ بالکل سیدھا ہو جا پھر سجدہ اتنی دیر تک کر کہ تمام اعضاء اپنے اپنے ٹھکانے ہو جائیں۔ پھر سجود سے سر اٹھا کر بہ آرام بیٹھ کر اپنی تمام نماز میں اسی طرح کے افعال کر۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں اسکے بعد یہ لفظ آئے ہیں۔ فاذا فعلت ذلك فقد تمت صلوتك وان انتقصت منها انتقصت من صلوتك یعنے جب تم نے یہ تمام افعال پورے طریق سے ادا کئے تو تیری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کسی افعال کے ادا کرنے میں کوتاہی کی تو تیری نماز میں نقصان واقع ہوگیا۔ اور صاحب ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے کہ جس میں یہ زیادتی واقع ہے یہ معلوم ہوا کہ ان افعال کے نقصان کرنے میں نماز باطل نہیں ہوتی۔ بلکہ نماز میں نقصان ہو جاتا ہے اور منجملہ ان امور کے جو حد اول میں داخل ہیں ایک یہ ہے

له الرواية الثانية ١٢

وما ذكره النبي صلى الله عليه وسلم بلفظ الركنية كقوله صلى الله عليه وسلم لا صلوة الا بفاتحة الكتاب وقوله صلى الله عليه وسلم لا تجزى صلوة الرجل حتى يقيم ظهره في الركوع والسجود وما سمى الشارع الصلوة به فانه تنبيه بليغ على كونه ركنا في الصلوة كقوله صلى الله عليه وسلم من قام رمضان وقوله صلى الله عليه وسلم فليركع ركعتين وقوله تعالى واركعوا مع الراكعين وقوله تعالى وادبار السجود وقوله تعالى وقران الفجر وقوله تعالى وقوموا لله قانتين وما ذكره بما يشعر بانه لا بد منه كقوله صلى الله عليه وسلم تحريمها التكبير وتحليلها التسليم وقوله صلى الله عليه وسلم في كل ركعتين التحية وقوله صلى الله عليه وسلم في التشهد اذا فعلت ذلك تمت صلوتك ونحو ذلك وما لم يختلف فيه المسلمون انه لا بد منه في الصلوة

ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب

کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی نماز کا اصلی رکن ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ یعنی بغیر الحمد شریف پڑھنے کے نماز نہیں ادا ہوتی اور جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ لا تجزی صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود یعنے جب تک نمازی اپنی پیٹھ کو رکوع و سجدہ میں سیدھی نہ کرے اسکی نماز پوری نہیں ہوتی۔ اور دوسری چیز جو حد اول میں داخل ہے وہ ہے کہ جس پر شارع نے نماز کا اطلاق کیا ہو۔ اور جس فعل کو شارع نے لفظ رکنیت سے تعبیر فرمایا ہے اور جس فعل کو خود نماز سے تعبیر کیا ہے تو اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں نماز میں اصلی رکن ہیں۔ جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام رمضان الخ یعنے جس نے رمضان شریف میں نماز ادا کی۔ اس جگہ نماز کو قیام سے یعنے کھڑا ہونے سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور فرمایا۔ ان السہر جہد وثقل فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین یعنے رات کا جاگنا بہت مشکل ہے۔ جب تم وتر پڑھ لو تو دو رکعتیں نماز ادا کر لیا کرو اسجگہ نماز کو رکوع سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور قول باری تعالیٰ کا وارکعوا مع الراکعین یعنی رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اسجگہ بھی رکوع سے مراد نماز لی ہے۔ اور قول اللہ تعالیٰ کا وادبار السجود۔ کہ سجدوں کے بعد۔ اسجگہ سجدہ سے مراد نماز لی ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا وقران الفجر۔ یعنے فجر کے قرآن پڑھنے کو لازم پکڑو اسجگہ قرآن مجید سے فجر کی نماز مراد ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا وقوموا للہ قانتین۔ یعنی اللہ کے آگے ادب سے کھڑے ہوا کرو۔ اسجگہ قیام سے مراد نماز ہے۔ اور نیز وہ باتیں جن کو شارع نے اس طریق سے بیان فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں کا بھی نماز میں ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم۔ یعنے تمام چیزوں کو حرام کرنے والی تکبیر ہے۔ یعنے نماز کے اندر تکبیر کہنے سے تمام چیزیں جو نماز کے مناسب نہیں ہیں حرام ہوتی ہیں۔ اسجگہ تکبیر کو ایسے رکن قرار دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ یعنے ہر دو رکعت میں تشہد ہے۔ یعنے التحیات کیلئے بیٹھنا اور التحیات پڑھنا۔ اس سے تشہد کا ہونا ضروری معلوم ہوا۔ اور نبی علیہ السلام کا فرمانا تشہد کے بارے میں اذا فعلت اور مثل اسکے اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور نیز وہ امور بھی حد اول میں داخل ہیں کہ جن کا نماز میں ضروری ہونا تمام مسلمانوں نے بلا خلاف تسلیم کیا ہو۔

وتوارثوه فيما بينهم وتلاوموا على تركه وبالجملة فالصلوة على ما تواتر عنه صلى الله عليه وسلم وتوارثه الامة ان يتطهر ويستر عورته ويقوم ويستقبل القبلة بوجهه ويتوجه الى الله بقلبه ويخلص له العمل ويقول الله اكبر بلسانه ويقرأ فاتحة الكتاب ويضم معها الا فى ثالثة الفرض ورابعته سورة من القرآن ثم يركع و ينحنى بحيث يقتدر على ان يمس ركبتيه برؤس اصابعه حتى يطمئن راكعا ثم يرفع رأسه حتى يطمئن قائما ثم يسجد على الآراب[له] السبعة اليدين والرجلين والركبتين والوجه ثم يرفع رأسه حتى يستوى جالسا ثم يسجد ثانيا كذلك فهذه ركعة ثم يقعد على رأس كل ركعتين ويتشهد فان كان آخر صلوته صلى على النبى صلى الله عليه وسلم ودعا احب الدعاء اليه وسلم على من يليه من الملائكة والمسلمين فهذه صلوة النبى صلى الله عليه وسلم لم يثبت انه ترك شيئا من ذلك قط عمدا من غير عذر فى فريضة وصلوة الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين وهى التى توارثوا انها مسمى الصلوة وهى من ضروريات الملة ثم اختلفت الفقهاء فى احرف منها هل هى اركان الصلوة لا يعتد بها بدونها او واجبات لها التى تنقص بتركها او ابعاض يلام على تركها وتجبر بسجدة السهو والاصل فى ذلك ان خضوع القلب لله وتوجهه اليه تعظيما ورغبة ورهبة امر خفى لا بد له من ضبط فضبطه النبى صلى الله عليه وسلم بشيئين ان يستقبل القبلة بوجهه وبدنه

اور برابر وہ کام موجود رہے ہوں اور ان کے تارک کو ملامت کرتے رہے ہوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بہ تواتر ثابت ہے اور امت میں بھی برابر جاری ہے یہ ہیں کہ نمازی کا کپڑا پاک ہو۔ اور ستر عورت کا کرنا اور کھڑا ہونا قبلہ کی طرف رُخ کرکے اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی اور خالصاً للہ عمل کرنا۔ اور زبان سے اللہ اکبر کہنا۔ اور الحمد شریف کا پڑھنا اور تمام فرضوں کی دو دو رکعت میں سورۃ کا ملانا پھر رکوع کرنا۔ اور اس قدر جھک جانا کہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو مس کرسکے یہاں تک کہ آرام سے رکوع کرے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑے ہو جانا پھر سات اعضا پر سجدہ کرنا۔ وہ اعضا یہ کہ دو ہاتھ اور دو پیر اور دو گھٹنے اور ایک ماتھا ہے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھے بیٹھ جانا پھر دوسرا سجدہ بھی اسی طرح سے کرنا یہ ایک رکعت ہوگئی۔ پھر دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا اور التحیات پڑھنا پھر آخری رکعت کے التحیات کے بعد حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا اور جو دعا کہ اسکو اچھی آتی ہو اُسکا پڑھنا اور پھر جو اسکے قریب مسلمان نمازی اور فرشتے ہیں انکو سلام کہنا حضور علیہ السلام کی یہ نماز ہے۔ اور آج تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز فرائض میں بغیر عذر کے ان کاموں سے کسی کو چھوڑا ہو۔ اور سب صحابہ رضؓ اور تابعین رحؒ اور جو ان کے بعد مسلمان امام گذرے ہیں ان کی نماز یہی ہے اور تمام لوگ انہی افعال کو نماز اور ضروریات دین سے سمجھتے آئے ہیں اور فقہاء کا البتہ ان امور میں اس بات کا اختلاف ہوگیا ہے کہ کیا یہ امور ارکان نماز سے ہیں کہ جن کے ترک کرنے سے نماز کا کچھ اعتبار نہیں رہتا یا واجبات سے ہیں۔ کہ جن کے چھوڑنے سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے یا نماز کے اجزا میں سے ہیں جن کے چھوٹنے سے وہ شخص ملامت کیا جاتا ہے سجدہ سہو سے اسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے

اصل اسکی یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی وانکساری کرنی اور اسکے طرف بطور تعظیم اور خوف اور محبت کے متوجہ ہونا یہ ایک پوشیدہ امر ہے اسکے لئے خارج میں کسی امر کا مقرر ہونا ضروری تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو امر مقرر فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ نمازی اپنا منہ اور بدن قبلہ کیطرف کرکے

له لے الاعضاء ۱۲

وان يقول بلسانه الله اكبر وذلك لان من جبلة الانسان انه اذا استقر فى قلبه شئ جرى حسب ذلك الاركان[1] واللسان وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان فى جسد ابن ادم مضغة الحديث[2] نفعل اللسان والاركان اقرب مظنة وخليقة لفعل القلب ولا يصلح للضبط الا ما يكون كذلك ولما كان الحق متعاليا عن الجهة نصب التوجه الى بيته واعظم شعائره مقام التوجه اليه وهو قوله صلى الله عليه وسلم مقبلا الى الله بوجهه وقلبه ولما كان التكبير افصح عبارة عن انقياد القلب للتعظيم لم يكن لفظ احق ان ينصب مقام توجه القلب منه وفيها وجوه اخرى منها ان استقبال القبلة واجب من جهة تعظيم بيت الله ووقت بالصلوة ليكمل كل واحد بالاخر ومنها انه اشهر علامات الملة الحنيفية التى يتميز بها الناس عن غيرها فلا بد من ان ينصب مثله علامة للدخول فى الاسلام فوقت باعظم الطاعات واشهرها وهو قوله صلى الله عليه واله وسلم من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا واكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذى له ذمة الله وذمة رسوله ومنها ان القيام لا يكون تعظيما الا اذا كان مع استقبال ومنها انه لا بد لكل حالة تباين سائر الحالات فى الاحكام من ابتداء وانتهاء وهو قوله صلى الله

کھڑا ہو رہے دوسرا یہ کہ نمازی اپنی زبان سے اللہ اکبر کہے زبان کو دل کے موافق ہونے کی یہ وجہ ہے کہ انسان کی طبیعت وجبلت میں یہ داخل ہے کہ جس وقت اسکے دل میں کوئی بات قرار پکڑتی ہے تو اسکی زبان اور تمام اعضا اسکے موافق چلتے اور حرکت کرتے ہیں (اسکا ثبوت اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے) جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی جسد ابن آدم مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الخ یعنے انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست رہتا ہے تو تمام جسم درست رہتا ہے۔ الخ پس زبان اور باقی اعضاء کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قریب اور قائم مقام ہوگیا ہے۔ ایسے ہی طریقے سے دل کی حالت کا انضباط ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت جہت وغیرہ سے پاک اور بہت متعال ہے اسواسطے اسکے گھر کی طرف اور اسکی طرف جو اسکا بڑا شعار ہے منہ کرکے کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہی کھڑا ہونے کے قائم مقام ہوگیا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مقبلا الی اللہ بوجھہ وقلبہ الخ یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف دل اور منہ سے متوجہ ہونا چاہئے۔ اور جب اللہ اکبر کا لفظ دل کی تابعداری اور دل کی تعظیم پر صاف اور اچھی طرح سے دلالت کرتا تھا اسلئے اسکے علاوہ کوئی اور لفظ دلی توجہ کے قائم مقام کرنے کے لئے مناسب نہیں تھا۔ اور قبلہ کی طرف استقبال کرنے کی اور بھی چند وجوہات ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے اسکی طرف منہ کرنا واجب ہوا ہے پھر خاص کرکے نماز کے وقت اسکی طرف منہ کرنا اسواسطے مقرر کیا گیا ہے تاکہ نماز کا کامل ہونا اس سے ہو جائے اور اسکا کامل ہونا نماز سے ہو جائے۔ اور نیز یہ وجہ بھی ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کرنا دین حنیفیہ کی بڑی مشہور علامت ہے کہ جس کی وجہ سے اور لوگوں سے فرق ہو سکتا ہے پس ضرور ہوا کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ایسی چیز کو علامت مقرر کیا جائے پس ہر طرح مشہور نامی طاعت کے ساتھ اسکو مقرر کیا جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلّی صلاتنا واستقبل قبلتنا الخ یعنے جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوا۔ اور ہماری ذبح کی ہوئی چیز کو کھایا پس یہ شخص مسلمان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی ذمہ میں داخل ہوگیا ہے۔ اور یہ وجہ بھی ہے کہ جو احکام میں اسکی ہر حالت کو ابتدا اور انتہا کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مخالف ہونا ضروری ہے۔ جیسے کہ نبی صلی اللہ

[1] ای الاعضاء ۱۲ [2] تمامہ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الخ ۱۲

علیہ وآلہ وسلم تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم؛ اما التعظیم فالاصل فیہ ثلاث حالات القیام بین یدیہ والرکوع والسجود واحسن التعظیم ما جمع بین الثلاث وکان التدریج من الادنی الی الاعلی انفع فی تنبیہ النفس للخضوع من غیرہ وکان السجود اعظم التعظیم یظن انہ المقصود بالذات وان الباقی طریق الیہ فوجب ان یؤدی حق ھذہ الشبہ وذلک بتکرارہ؛ واما ذکر اللہ فلا بد من توقیتہ ایضاً فان التوقیت اجمع لشملہم والطوع لقلوبہم وابعد من ان یذھب کل احد الی ما یقتضیہ رأیہ حسناً کان او قبیحاً وانما تفوض الیہم الادعیۃ النافلۃ التی یخاطب بمثلہا السابقون علی انہا ایضاً لم یترکہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر توقیت ولو استحباباً واذا تعین التوقیت فلا احق من الفاتحۃ لانہا دعاء جامع انزلہ اللہ تعالیٰ علی السنۃ عبادہ یعلمہم کیف یحمدون اللہ ویثنون علیہ ویقرون لہ بتوحید العبادۃ والاستعانۃ وکیف یسألونہ الطریقۃ الجامعۃ لانواع الخیر ویتعوذون بہ من طریقۃ المغضوب علیہم والضالین واحسن الدعاء اجمعہ ولما کان تعظیم القرآن وتلاوتہ واجباً فی الملۃ ولا شیٔ من التعظیم مثل ان ینوہ بہ فی اعظم

علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم نماز میں تمام چیزوں کو حرام کرنے والی اللہ اکبر ہے۔ اور اس سے باہر آنا سلام پھیرنے سے ہے جسمانی تعظیم میں تین چیزیں اصل ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا۔ دوسرا رکوع کرنا تیسری سجدہ کرنا۔ اور سب سے بہتر تعظیم وہ ہے جو کہ ان تینوں تعظیموں کو جامع ہو۔ اور تعظیم کی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف بتدریج انتقال کرنا نفس میں خضوع پیدا کرنے اور نفس کو متنبہ کرنے کیلئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور سجدہ میں اعلیٰ درجہ کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصود بالذات سجدہ ہی ہے اور باقی جو احکام ہیں وہ اسکی طرف پہنچانے کا سبب ہیں اس لئے ضروری ہوا کہ اسکو کما حقہ ادا کیا جائے اسکی صورت اس طرح سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ دو مرتبہ ادا کیا جائے (اور منجملہ ان چیزوں کے کہ جنکا نماز کیلئے ہونا ضروری ہے) اذکار الٰہی ہیں اور اذکار کا مقرر کرنا اور ان کے مقام کا مقرر کرنا بھی ضروری تھا تاکہ ہر ایک شخص اپنی رائے کے مطابق خواہ اسکی رائے صحیح ہو یا غلط ایسے اذکار میں نہ مشغول ہو جائے جو کہ آپس میں فتنہ و فساد کا موجب ہوں (اور نیز یہ وجہ ہے) کہ اذکار کی تعیین اور ان کے اپنے اپنے مقام کی تعیین سے لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح سے جمعیت حاصل ہو جاتی ہے اور اچھی طرح سے لوگوں کے دل اسکو مان لیتے ہیں۔ (اور یہ اذکار وہ ہیں کہ جنکو شارع نے مقرر کیا ہے اور انکا پڑھنا فرض قرار دیا ہے) اور لوگوں کے سپرد فقط ان اذکار اور دعاؤں کو کیا ہے کہ جنکے پڑھنے سے فائدہ ہو اور ان کی ترک پر گرفت نہ ہو۔ اور نیز ان نافلہ دعاؤں کے وہ لوگ مخاطب ہیں جو لوگ کہ سبقت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور تمام لوگ مخاطب نہیں ہیں اور باوجود یہ بات کے پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفلیہ دعاؤں میں تعیین اذکار اور تعیین اوقات کے متعلق فرمایا ہے اگرچہ یہ تعیین مستحب ہی ہے۔ اور جب ذکر کا معین کرنا اور اسکے وقت کا مقرر کرنا ضروری ٹھہرا (تو نماز میں سب سے پہلے وقت اور مقام میں ایسے ذکر و دعا کا مقرر ہونا چاہیئے جو کہ تمام ذکروں اور دعاؤں کا جامع ہو) اور وہ دعا فقط فاتحہ شریف ہی ہے کیونکہ اس جامع دعا کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر بندوں کو یہ سمجھایا ہے کہ میری صفت اور ثنا اس طرح سے کریں اور میری عبادت کا اقرار اسطرح سے کریں اور مجھ سے استعانت و مدد اسطرح سے طلب کریں اور ایسے طریقے کو جو نیکی کے تمام اقسام کو جامع ہو اسطرح سے طلب کریں اور مغضوب اور گمراہوں اور ان لوگوں کے طریقوں سے جن پر غضب جاری ہوا ہے اسطرح پناہ مانگیں اور بہتر دعا وہی ہوتی ہے جو جامع ہو۔ اور جبکہ قرآن کی تعظیم اور اسکی تلاوت دین اسلام میں ہر شخص پر ضروری تھی اور نماز کے سوا ایسی کوئی صورت نہ تھی کہ جس میں اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہو کیونکہ نماز کا تمام عبادتوں کی اصل

ركنا [illegible] وتلاوته [illegible] كاملة تكميل الصلاة
ثم شرع لهم قراءة سورة من القرآن لأن السورة كلام تام تحدى النبي صلى الله عليه وسلم به
المنكرين لنبوته ولأن لها مبدأ ومقطعا [illegible] ولكل منها أسلوب [illegible]
من الشارع قراءة بعض السورة في بعض الأحيان جعلوا في معنى السورة ثلاث آيات قصار أو
آية طويلة ولما كانت [illegible] أفراده فمنهم من يقوم مطرقا ومنهم من [illegible]
محنيا ويعد جميع ذلك من العبادة ومست الحاجة إلى ضبط الانحناء المقصود [illegible]
فضبط بالركوع وهو الانحناء المفرط الذي تصل به رؤوس الأصابع إلى الركبتين
ولما لم يكن الركوع ولا السجود تعظيما إلا أن يلبث على تلك الهيئة زمانا [illegible]
العالمين ويستشعر لتعظيمه قلبه وتلك كحالة [illegible] ذلك ركنا لازما وما كان السجود
الاستلقاء على البطن وسائر الهيئات القريبة منه متبركة [illegible]
والأوثن [illegible] في مست الحاجة إلى أن نضبط [illegible]
على سبعة أعظم[1] حديث [illegible] كان كل من يهوي إلى السجود [illegible] من الانحناء [illegible]

اور ارکان اسلام [illegible] قرآن شریف کا پڑھنا
مقرر کیا گیا ہے اور قرآن کی تلاوت خود مستقل عبادت تھی [illegible]
قرآن شریف کی کسی سورۃ کا نماز میں پڑھنا ضروری مقرر کیا گیا ہے [illegible]
کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر جو نبوت کا انکار کرتے تھے غالب آئے تھے [illegible]
کہ ہر سورۃ دوسری سورۃ سے اپنے ابتداء اور انتہا کے لحاظ سے جدا ہے اور ہر سورت کا جدا طریقہ ہے
اور کبھی کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز میں سورت کے کچھ ٹکڑے کو بھی پڑھا ہے تین چھوٹی
آیتیں اور ایک بڑی آیت کو اسی کے حکم میں داخل کیا گیا ہے اور چونکہ تعظیم ہر ایک قسم کی ہے [illegible]
دوسرے کے خلاف ہے بعض تو نیچے کو سر ڈال کر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض جھک کر اور یہ تمام صورتیں [illegible]
شمار کی جاتی ہیں تو اس لئے ایسے جھکنے کی حاجت پڑی جو کہ کھڑے ہونے کی حالت سے جدا ہو اور [illegible]
لہذا رکوع کے ساتھ اسکو جدا کر دیا گیونکہ رکوع اس قدر جھکنے کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے انگلیوں کے پورے گھٹنوں تک
پہنچ سکیں۔ اور رکوع و سجود تعظیم پر اسوقت دلالت کر سکتے ہیں جب آدمی کچھ دیر اس حالت پر ٹھہرے [illegible]
خدا تعالیٰ کے دربار میں اپنی پستی ظاہر کرنے اور ایسی حالت میں اسکا دل تعظیم سے خبردار ہو جائے اس لئے
اسکو نماز میں ضروری رکن قرار دیا گیا ہے۔ اور جب سجدہ کرنے اور پیٹ پر لیٹنے اور باقی [illegible]
سب میں زمین پر سر رکھنا پایا جاتا ہے۔ اور تعظیم فقط سجدہ میں ہی پائی جاتی ہے اس لئے اسبات کی ضرورت
پڑی کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق کرنے والی چیز ضرور ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھ کو
حکم ہوا ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کروں۔ اور جب ہر آدمی کے لئے جو سجدہ کریگا [illegible]
سے جھکنا ضروری تھا۔

[1] [illegible] فی روایۃ الصحیحین سبعۃ اعظم [illegible] الجبہۃ والیدین والرکبتین واطراف القدمین ولا نکفت الثیاب والشعر [illegible]

ومن ذلك ركوع ابن هو صريح في التعظيم مست الحاجة الى التفريق بين الركوع والسجود بفعل اجنبي يتميز به كل من الآخر ليكون كل واحد طاعة مستقلة يقصد بها معنا نفا فتتنبه النفس لثمرة كل واحد بانفراده وهو القومة ولما كان السجدتان لا تصيران اثنين الا بفعل اجنبي شرعت الجلسة بينهما ولما كانت القومة والسجدة بدون الطمانينة طيشا ولعبا مناقضا للطاعة امر بالطمانينة فيهما وما كان الخروج من الصلاة بنقض الطهارة او غير ذلك من موانع الصلاة مفسدا لها قبيحا منكرا منافيا للتعظيم ولا بد من فعل تنتهي به الصلوة ويباح به ما حرم في الصلاة ولو لم ينضبط لذهب كل واحد الى هواه وجب ان لا يكون الخروج الا بكلام هو احسن كلام الناس اعني السلام واوجب ذلك وهو قوله صلى الله عليه وآله وسلم تحليلها التسليم وكان الصحابة استحبوا ان يقدموا على السلام قولهم السلام على الله قبل عباده السلام على جبرئيل السلام على فلان فغير رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك بالتحيات وبين سبب التغيير حيث قال لا تقولوا السلام على الله فان الله هو السلام يعني ان الدعاء بالسلامة انما يناسب من لا يكون سلامة من العدم وتوابعه ذاتيا له

اور چونکہ رکوع میں ہے بلکہ صرف سجدہ تک پہنچنے کے لیے ایک وسیلہ ہے اس لیے اس کی ضرورت پیش آئی کہ کوئی اجنبی فعل جو ان دونوں کو جدا جدا کر دے تاکہ ہر ایک مستقل عبادت ہو جائے اور ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ معنی مقصود ہو جائیں تاکہ نفس ہر ایک کے ثمرہ کو جدا جدا معلوم کرلے اور وہ تیسرا فعل قومہ ہے اور دونوں سجدوں کا دو ہونا بھی اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ کوئی تیسرا فعل جو ان سے جدا ہو درمیان میں لایا جائے اسلئے دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور جب قومہ اور سجدہ کا بغیر اطمینان کے ہونا ایک عبث فعل اور مشابہ کھیل کے تھا جو کہ عبادت کے منافی ہے اسلئے ان دونوں میں بھی کچھ دیر ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا ہے اور جب طہارت دور کر کے نماز سے باہر آنا یا ایسا فعل کر کے نماز سے باہر آنا جو کہ نماز کو باطل یا فاسد کرتا ہو ایک بری اور قبیح اور تعظیم نماز کے منافی تھا اور ایسے فعل کا ہونا بھی ضروری تھا کہ جس پر نماز کا خاتمہ ہو جائے اور وہ چیزیں کہ جو نماز کی حالت میں حرام تھے مباح اور حلال ہو جائیں اور اگر کوئی خاص طور پر فعل مقرر نہ کیا جاتا تو ہر ایک شخص اپنی اپنی خواہش پر چلنے لگ جاتا اسلئے ضروری ہوا کہ نماز سے باہر آنے کے وقت ایسی کلام سے باہر آئیں جو کہ لوگوں کی کلاموں میں بہتر کلام ہو۔ وہ بہتر کلام سلام ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحلیلھا التسلیم۔ اور سلام کا لفظ واجب قرار دیا گیا ہے یعنی نماز سے باہر آنا سلام پھیرنے سے ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سلام پھیرنے سے پہلے اپنی زبانوں سے ان قول کا کہنا۔ السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل۔ السلام علی فلان اچھا سمجھتے تھے۔ یعنی تمام بندوں سے پہلے اللہ تعالیٰ پر سلام ہو پھر جبرائیل پر سلام ہو پھر فلانے پر سلام ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کو تحیات میں بدل فرمادیا۔ اور بدلنے کا سبب بھی بیان فرمایا۔ کہ لا تقولوا السلام علی اللہ هو السلام یعنی یہ مت کہو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام ہو۔ کیونکہ سلام تو خود خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے اور سلامتی کی دعا اس شخص کے واسطے مناسب ہے۔ کہ جس کی ذات عدم اور اس کے متعلقات سے سالم نہ رہ سکے۔

ثم اختار بعده السلام على النبي تنويهاً بذكره وإثباتاً للإقرار برسالته وأداءً لبعض حقوقه ثم عمم بقوله السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين قال فاذا قال ذلك اصاب كل عبد صالح في السماء والارض ثم امر بالتشهد لانه اعظم الاذكار ثم قال ثم ليتخير من الدعاء اعجبه اليه وذلك لان وقت الفراغ من الصلوة وقت الدعاء لانه تغشى بغاشية عظيمة من الرحمة وحينئذ يستجاب الدعاء ومن ادب الدعاء تقديم الثناء على الله والتوسل بنبي الله ليستجاب ثم تقرر الامر على ذلك وجعل التشهد ركناً لامر لولا هذه الامور ولان الفراغ من الصلوة مثل فراغ المعرض او النادم وهنالك وجوه كثيرة بعضها خفي المأخذ وبعضها ظاهر لم نذكره اكتفاء بما ذكرنا وبالجملة من تأمل فيما ذكرنا وفي القواعد التي اسسناها علم قطعاً ان الصلوة بهذه الكيفية هي التي ينبغي ان تكون وانه لا يتصور العقل احسن منها ولا اكمل وانما هي الغنيمة الكبرى للمغتنم ولما كان القليل من الصلوة لا يفيد فائدة معتداً بها والكثير يحرج العامة اقتضت حكمة الله ان لا يشرع لهم اقل من ركعتين فالركعتان اقل الصلوة ولذلك قال في كل ركعتين التحية وههنا سر دقيق وهو ان سنة الله

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ اس کے بعد نبی پر سلام پڑھو تاکہ نبی کی یادداشت کو دلوں سے نہ بھولیں اور نبی کی رسالت کا اقرار کرتے رہیں اور کچھ نہ کچھ نبی کا حق بھی ادا کرتے رہیں پھر یہ قول السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین یعنے ہم پر سلام ہو اور خدا تعالیٰ کے تمام صالح بندوں پر سلام، عام فرمادیا۔ اور فرمایا کہ جس وقت نمازی اپنی زبان سے یہ کلمے نکالتا ہے تو جو آسمان اور زمین میں تمام نیک بندے ہیں سب کو پہنچ جاتا ہے پھر تشہد یعنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کرنے کا اور رسول کی رسالت کے اقرار کا امر فرمایا کیونکہ تمام ذکروں سے افضل ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے بعد جو دعا مناسب سمجھے اس کو پڑھے یہ اس لئے کہ نماز سے فارغ ہونے کا وقت دعا کا وقت ہے کیونکہ نمازی پر وقت نماز پڑھنے کے رحمت اللہ کا نزول ہوتا ہے اور رحمت الٰہیہ اسکو ڈھانپ لیتی ہے اور ایسے وقت میں دعا منظور ہوتی ہے۔ اور دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ پکڑا جائے۔ تاکہ دعا مقبول ہو جاوے۔ پھر یہ امر مقرر ہوگیا اور تشہد کو نماز کا رکن قرار دیا گیا۔ اور اگر یہ امور نماز کے فارغ ہونے کے وقت نہ پائے جاتے تو اس نمازی کی حالت وقت فارغ ہونے نماز سے ایسے آدمی کے ساتھ مشابہ ہوتی جو اپنے کلام تمام کرکے اس سے اعراض کرتا ہے اور یا جو تمام کرکے نادم ہوتا ہے اور اس مقام کے متعلق اور بھی بہت سی وجہ ہیں بعض ظاہر اور بعض پوشیدہ جنکا ذکر ہم نے نہیں کیا۔ اور ان مذکورہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو باتیں کہ ہم نے ذکر کی ہیں اور جو قواعد کہ پہلے بیان کئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی شخص فکر کرے تو یقیناً معلوم کرے گا کہ نماز کو ایسی ہی کیفیت مناسب تھی اور اسکے علاوہ اور کوئی عمدہ طریقہ اور کمل وجہ عقل کے نزدیک متصور نہیں ہو سکتی تھی اور غنیمت حاصل کرنے والے کے لئے یہی نماز بڑی بھاری غنیمت ہے۔ اور چونکہ تھوڑی سی نماز میں کچھ معتد بہا فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا تھا اور بہت سی نماز کا ادا کرنا لوگوں پر بہت مشکل ہو جاتا تھا اسلئے حکمت خداوندی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ کم سے کم دو رکعتیں انکے لئے مقرر فرمادے پس کم درجہ نماز میں دو رکعت ہیں اسی واسطے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ یعنی ہر دو رکعت میں التحیات ضرور پڑھنا چاہیئے اور اس مقام میں ایک پوشیدہ راز ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تمام حیوانات اور نباتات کے اشخاص و افراد کے پیدا کرنے میں اللہ

تعالى في خلق الافراد لا تخلو من حيوان ونبات ان يكون هنالك شقان يضم كل واحد بالآخر
ويجعلان شيئاً واحداً وهو قوله تعالى والشفع والوتر اما الحيوان فشقاه معلومان وربما تعرض
الآفة بشق دون شق كالفالج اما النبات ففي النواة والحبة فيهما شقان واذا نبت الخامة فانما
تنبت وزوجان كل ورقة منهما بازاء احد شقي النواة والحبة ثم يتحقق النمو على ذلك النمط فنقلت
هذه السنة من باب الخلق الى باب التشريع في حظيرة القدس لان التدبير فرع الخلق وانعكس
من هنالك في قلب النبي صلى الله عليه وسلم فجعل الصلوة هي ركعة واحدة وشرع اقتران ركعتين
في عامة الصلوة وضمت كل واحدة بالاخرى وصارتا شيئاً واحداً قالت عائشة رضي الله عنها فرض
الله الصلوة حين فرضها ركعتين ركعتين في الحضر والسفر فاقرت صلوة السفر وزيد في صلوة
الحضر وفي رواية الا المغرب فانها كانت ثلاثاً **اقول** الاصل في عدد الركعات ان الواجب الذي
لا يسقط بحال هو احدى عشرة ركعة وذلك لانه اقتضت حكمة الله ان يشرع في اليوم والليلة
عدداً مباركاً متوسطاً لا يكون كثيراً جداً يتعسر اقامته على المكلفين جميعاً ولا قليلاً جداً لا يفيد
فائدة الصلوة وقد علمت فيما سبق ان الاحد عشر من بين الاعداد اشبهها بالوتر الحقيقي

تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے کہ ہر شخص اور ہر فرد کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں اور دونوں ٹکڑے ملا کر ایک کر دئے ہیں۔ جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ والشفع والوتر یعنے قسم ہے جوڑے کی اور طاق کی اور حیوانات میں دو ٹکڑوں کا ہونا تو ہر ایک
کو معلوم ہے۔ کیونکہ بعض وقت واقعہ پیش آتا ہے۔ کہ ایک طرف کچھ بھاری لگتا ہے اور دوسری طرف صحیح سلامت ہوتی
ہے جیسے فالج وغیرہ کی بیماری۔ اور نباتات میں یہ شکل ہے کہ بیج اور دانہ دونوں کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور جب شروع
میں نباتات کا کوئی پودا اگتا ہے تو اسکے دو پتے ہی ہوتے ہیں اور ہر ایک پتہ بیج اور گٹھلی کی ایک طرف کا وارث ہوتا
ہے پھر اسی طریق سے بڑھتا رہتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ حظیرۃ القدس کے اندر باب خلق سے عالم تشریع کیطرف
منتقل ہو گیا کیونکہ تدبیر جو ہے یہ بھی پیدائش کی فرع ہے پھر حظیرۃ القدس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں
منعکس ہو کر نقش ہو گیا۔ پس اصل نماز ایک رکعت تھی اور تمام نمازوں میں دو رکعت سے کم نماز نہیں رکھی گئی۔ اور ہر
رکعت دوسری کے ساتھ ملا کر ایک چیز بنا دی گئی ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔ فرض اللہ الصلوۃ حین فرضھا
کہ اللہ تعالیٰ نے جب مقیم پر اور مسافر پر نماز کو مقرر فرمایا ہے تو دو دو رکعت مقرر فرمایا ہے۔

پھر اقامت کی حالت میں اور اضافہ کیا گیا ہے۔ اور سفر کی حالت والی پہلی حالت پر رکھی گئی ہے۔ اور ایک روایت
میں الا المغرب یعنے سوا مغرب کے کہ اس میں تین ہی رکعت فرض آیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عدد رکعات میں اصل
یہ ہے کہ جو رکعتیں فرض ہیں اور کسی حال میں ساقط (یعنی چھوٹ) نہیں سکتیں۔ وہ گیارہ رکعتیں ہیں۔ اور یہ اسواسطے کہ حکمت
حق تعالیٰ ہی اسبات کی مقتضی ہوئی کہ رات اور دن کے اندر عدد مبارک متوسط درجہ کا مقرر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر لوگوں
پر بہت سی رکعات کا پڑھنا مقرر کیا جاتا تو لوگوں پر انکا ادا کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔ اور اگر تھوڑی رکعات ان پر
مقرر کی جاتیں تو نماز سے فائدہ مقصود تھا وہ نہ حاصل ہوتا۔ اس لئے نماز کی رکعات متوسط درجہ کی مقرر
کی گئی ہیں۔ اور تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ تمام عددوں سے گیارہ کا عدد وتر حقیقی (یعنے خدائے تعالیٰ کے
وتر ہونے) کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

ثم لما هاجر النبي صلى الله عليه وسلم واستقر الاسلام وكثر اهله وتوفرت الرغبات في الطاعة زيدت ست ركعات وابقيت صلوة السفر على النمط الاول وذلك لان الزيادة ينبغي ان تتصل الى مثل الشيء او كره وكان من السنن ان يجعل نصف الاصل لكن ليس لاحد عشر نصف بغير كسر فبلغ العدد الى خمسة عشر وسبعة عشر بالخمسة يصير عدد الركعات شفعا غير وتر فحفظنا السنة واما توزيع الركعات على الاعداد فمبني على اسرار سنبين على ما يذكر في الاخبار روايته في المغرب آخر الصلوة من وجه لان العرب يتعشون قبل الايام فناسب ان يكون الواحد الموتر للركعات فيها ووقتها ضيق فلا يناسب زيادة مزيدها واما وقت الفجر فوقت نوم وكسل فلم يزد في عدد الركعات وزيد فيها استحباب طول القراءة مرة وهو قوله تعالى وقرآن الفجر ان قرآن الفجر كان مشهودا والله اعلم ؛

اذكار الصلوة وهيئاتها المندوب اليها

اعلم ان عند الصلوة ... فالكم ... والكيف ... اما الكيف فالمراد الاذكار والهيئات ومؤاخذة الانسان نفسه بان يصلي لله كانه يراه ولا يحدث فيها نفسه وان يحترز من هيئات مكروهة

جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اسلام قائم ہو گیا اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور عبادت کی طرف لوگوں کے دلوں میں رغبت پیدا ہو گئی تو چھ رکعت اور زیادہ کی گئیں اور نماز سفر پہلی حالت پر رکھی گئی اور چھ رکعت کے زیادہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ اگر کوئی چیز کسی اصل چیز پر زیادہ کی جاوے تو چاہئے کہ وہ اصل چیز کے برابر ہو ورنہ اس سے بڑھ جاوے اور مناسب یہ تھا کہ اصل کے نصف کو زیادہ کیا جائے لیکن گیارہ کا نصف یعنی گیارہ رکعت کا پورا عدد نہیں۔ خاص کر اگر دو رکعت بڑھا دی جاتی یا چھ اور پانچ رکعت بڑھانے سے رکعات کا عدد جفت ہو جاتا اسلئے ضروری ہوا کہ چھ رکعات بڑھا دی جاویں تاکہ وتر حقیقی کی سنت محفوظ رہے۔

اور ان رکعات کا ان پانچ اوقات میں تقسیم کرنا بعض اسرار کے اوپر مبنی ہے جیسے کہ بعض اخبار میں مذکور ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ مغرب کی نماز ایک وجہ سے تمام نمازوں سے آخر کی نماز ہے کیونکہ عرب کے لوگ رات کو دن سے پہلے شمار کرتے تھے اسواسطے مناسب ہوا کہ وہ عدد جو رکعتوں کو طاق بنا دیتا ہے اس میں زیادہ کیا جاوے اور اسکا وقت بھی تنگ ہوتا ہے اسلئے اور رکعت کی اس میں زیادتی مناسب نہیں تھی اور فجر کا وقت سستی اور نیند کا وقت ہوتا ہے اسلئے اس میں بھی اور رکعتیں زیادہ نہیں کی گئیں۔ اور جو شخص طاقت رکھتا ہے اسکے واسطے لمبی قرأت کا پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا ؛

نماز کے ذکروں اور اسکی مستحب شکل کا بیان ؛

جاننا چاہیے کہ نماز کے لئے دو حدیں ہیں۔ ایک وہ حد ہے کہ جس کا ادا کرنا ضروری ہے اور دوسری وہ حد ہے کہ جس سے نماز کامل ہوتی ہے اور نماز کا پورا پورا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس حد ثانی کو پہلی حد پر دو طریقے سے زیادتی ہے۔ کیف کے لحاظ سے اور کمیت کے لحاظ سے۔ اور کیف سے ہماری مراد نماز کے ذکر اور اسکی ہیئت ہے اور نمازی کا اپنے نفس کو اس بات پر مجبور کرنا کہ ایسے حضور قلب سے نماز ادا کرے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور برے خیال کو اپنے پاس نہ آنے دے

[1] ... [2] ...

ونحو ذلك وأما الكم فصلوات يتنفلون بها وسيأتيك ذكر النوافل من بعد ان شاء الله تعالى والاصل في الاذكار حديث علي رضي الله عنه في الجملة وابي هريرة وعائشة وجبير بن مطعم وابن عمر وغيرهم رضي الله عنهم في الاستفتاح وحديث عائشة وابن مسعود وابي هريرة وثوبان وكعب بن عجرة رضي الله عنهم في سائر المواضع وغير هؤلاء مما نذكره تفصيلا والاصل في الهيآت حديث ابي حميد الساعدي الذي حدث في عشرة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فصدقوه وحديث عائشة ووائل بن حجر رضي الله عنهما في الجملة وحديث ابن عمر في رفع اليدين وغير هؤلاء مما سنذكره والهيآت امور وجهه ترجع الى معان منها تحقيق الخشوع وضم الاطراف والتنبيه للنفس على مثل الحالة التي تعتري السوقة عند مناجاة الملوك من هيبة والدهش كصف القدمين ووضع اليمنى على اليسرى وقصر النظر وترك الالتفات ومنها محاكاة ذكر الله وايثاره على من سواه باصابعه ويده وما يعقد بجنانه ويقوله بلسانه كرفع اليدين والاشارة بالمسبحة ليكون بعض الامر معاضدا للبعض ومنها اختيار هيآت الوقار ومحاسن العادات والاحتراز عن الطيش والهيآت التي يذمها اهل الراي وينسبونها الى غير ذوي العقول كنقر الديك[1] و

مثل ان کے اور صفات لیے میں پیدا کرے ان وجوہ مذکورہ سے کمیت کے لحاظ سے مطلق نماز پر زیادتی ہوتی ہے، جو نمازی کی دوسری زیادتی کمیت سے یہ مراد ہے کہ نماز فریضہ کے ساتھ اور نوافل زیادہ کئے جائیں۔ اور ہم عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ نوافل کا ذکر کریں گے منجملہ ان حدیثوں کے کہ جس میں اذکار کا ذکر ہے۔ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی ہے اور یہ حدیث منجملہ اور حدیثوں کے بیش ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ اور حضرت عائشہ اور جبیر بن مطعم اور ابن عمر وغیرہم رضؓ کی حدیثیں استفتاح یعنی قرآن مجید کی آیتیں پڑھنے سے پہلے دعاؤں پڑھنے کیلئے جس میں اور باقی مقامات میں حضرت عائشہ رضؓ اور ابن مسعود رضؓ اور ابو ہریرہؓ اور ثوبانؓ اور کعب بن عجرہ رضؓ سے حدیثیں مروی ہیں، اور اور لوگوں سے بھی مروی ہیں جنکا ہم مفصل ذکر کریں گے اور نماز کی صورت اور ہیئت کے بیان میں ابی حمید ساعدیؓ کی اصل ہے کہ انہوں نے دس صحابہ کے روبرو بیان فرمایا تو صحابہؓ نے انکی تصدیق کی اور بعض ہیئت کا بیان حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اور وائل بن حجرؓ کی حدیث میں بھی ہے۔ اور ابن عمر رضؓ کی حدیث رفع یدین کے بیان میں ہے۔ ان کے علاوہ اور لوگوں سے بھی احادیث مروی ہیں جن کا عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ اور نماز کی پسندیدہ صورت اور مستحب ضرورت تب ہی مبنی ہے کہ اس میں چند باتوں کا لحاظ کیا جائے ایک یہ کہ خضوع اور پستی کے معنے کا متحقق ہونا۔ اور اللہ تعالےٰ کے دربار میں تمام بدن کو ملا کر کھڑا ہونا۔ اور نفس کو ایسی حالت پر مجبور کرنا جیسی کہ ادنیٰ آدمی کو بادشاہ کے روبرو عرض معروض کرنے کے وقت حالت خوف و دہشت کی پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ مثلاً یہ حالت ہے کہ دونوں قدموں کو ملا کر کھڑا ہونا اور دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا اور نظر کو پست کرنا اور ادھر ادھر دیکھنے کو ترک کرنا اور ایک یہ ہے کہ اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے اس ذکر کی حکایت کرتی ہو کہ دل پر گذرتا ہے اور زبان جو کہتا ہے جیسے تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور تشہد کے بیچ اشارہ انگلی سے کرنا تاکہ ایک دوسرے کا مددگار ہو جائے۔ اور ایک یہ ہے کہ آرام و سکون۔ عمدہ عادت کو اختیار کرنا اور غضب یا ایسی ہیئت اور شکل سے پرہیز کرنا جس کو صاحب عقل ناپسند کریں۔ اور اس ہیئت کو غیر ذوی العقل کی طرف منسوب کریں جیسے مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنا۔ اور

[1] نقر الديك كناية عن تخفيف السجدة ولا قدار ان يضع اليتيه على الارض وينصب ركبتيه والاختصار والاعتماد والاجتماع في السجود والبروك ان يضع ركبتيه قبل يديه وهو منهي عنه لحديث ابي هريرة عند مالك واحمد وغيره في رواية لكن عند جمهور الائمة هو الاصل عملا بحديث وائل بن حجر وهذا الحديث اثبت من حديث ابي هريرة فهذا الفعل ليس كما زعم المصنف [illegible] ١٢

اقعاء الکلب حفار الثعلب وبروک البعیر وافتراش السبع والتی تکون للمتجبرین واھل البلاء کالاختصار
ومنھا ان تکون الطمانینۃ وسکون وعلی ھیئۃ کجلسۃ الاستراحۃ ونصب الیمنی وافتراش الیسری
فی القعدۃ الاولی لانہ ایسر للقیام والقعود علی الورک فی الثانیۃ لانہ اکثر راحۃ واما الاذکار وترجیح
ومعانیھا [illegible] النفس لتتنبہ للخشوع [illegible] وضعہ [illegible] کاذکار الرکوع والسجود ومنھا
ان یذکر اللہ [illegible] منھا القوم ما یقال [illegible] من رکن الی رکن [illegible] عند کل خفض ورفع ومنھا
ان لا یخلو حالہ فی الصلوۃ من ذکر کالتکبیرات وکاذکار القومۃ و [illegible] واذا کبر رفع یدیہ ابداءً
بانہ عرض عما سوی اللہ [illegible] ورجل فی حیز [illegible] ومکیسہ وکل ذلک سنۃ
ووضع الید الیمنی علی الیسری وصف [illegible] وقصر البصر الی محل [illegible] وجمعا لاطراف
البدن وجمع الخاطر و [illegible] دعاء الاستفتاح تمھید الحضور القلب [illegible] فی المناجاۃ
وقد صح فی ذلک صیغ منھا اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین
المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من
الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد۔

کے کیطرح بیٹھنا اور لومڑی کی طرح زمین پر بیٹ جانا اور اونٹ کی طرح بیٹھنا اور درندوں کیطرح زمین پر
بانہہ بچھا دینا اور ایسے ہی ان ہیئتوں سے احتراز کرنا جو متکبر لوگ کرتے ہیں یا وہ کرتے ہیں کہ جن پر عذاب نازل ہوتا
ہے۔ جیسے کمر پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا اور ایک یہ ہے کہ نماز کو اطمینان اور آرام اور آسانی سے ادا کرنا جیسے دونوں سجدوں
کے بعد جلسہ استراحت کا کرنا اور قعدہ اولی کے وقت داہنے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا کیونکہ اس حالت
کے بعد کھڑا ہونا آسان ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے قعدے میں چوتڑ پر بیٹھنا کیونکہ اس میں زیادہ آرام رہتا ہے۔ اور ا
[illegible] ذکروں کے ہونے کی بھی چند وجوہ ہیں ایک یہ کہ نفس کا [illegible] بیٹھنا [illegible] خضوع کے
[illegible] کے لئے فعل وضع کیا ہے۔ جیسے رکوع و سجود کے [illegible] ایک یہ کہ [illegible] ذکر [illegible] ادا کرنا تاکہ مقتدیوں
[illegible] امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کیطرف منتقل ہونا معلوم ہوجائے جیسے ہر دفعہ جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر
کا آواز بلند کہنا اور ایک یہ ہے کہ نماز کی کوئی حالت خدا تعالے کے ذکر سے خالی نہ رہے۔ جیسے تکبیریں اور قومہ و جلسہ
کے اذکار۔ اور جب نمازی اللہ اکبر کہے تو منہ دونوں ہاتھوں کو بھی اوپر اٹھائے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ نمازی اللہ تعالے
کے بغیر ہر شئی سے دست بردار ہوکر ایک مرض معروض کے ماتحت داخل ہوگیا ہے اور کانوں تک ہاتھوں کا
اٹھانا یا مونڈھوں تک اٹھانا یہ دونوں سنت ہیں۔ اور داہنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا اور پاؤں کا ملانا یعنے برابر برابر
رکھنا اور تعظیم کیلئے نظر کو مقام سجدہ تک بند رکھنا اسلئے ہے تاکہ ظاہری بدن کا اجتماع جمیعت دل کے موافق ہوجائے
اس کے بعد دعا استفتاح واسطے حضور قلب کے پڑھے تاکہ اس کے دل میں مناجات کی طرف شوق پیدا ہوجائے
اور دعا استفتاح کے لئے کئی طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ اللھم باعد
بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب
الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد (اے اللہ تو مجھ کو گناہوں سے اتنا دور رکھ
جتنا کہ مغرب مشرق سے دور ہے اے میرے پروردگار مجھ کو گناہوں سے ایسا صاف کر جیسے کہ میلا کچیلا کپڑا دھو کے
صاف ہوکر سفید ہوجاتا ہے۔ اے میرے پروردگار میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولے سے دھو ڈال۔

اقول الغسل بالثلج والبرد كناية عن تكفير الخطايا مع ايجاد الطمانينة وسكون القلب والعرب تقول برد قلبه اى سكن واطمان واما والثلج اى اليقين ومنها وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين وفى رواية وانا من المسلمين ومنها سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك الله اكبر كبيرا ثلاثا والحمد لله كثيرا ثلاثا و سبحان الله بكرة واصيلا ثلاثا ثم يتعوذ لقوله تعالى فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم **اقول** السر فى ذلك ان من اعظم ضرر الشيطان ان يوسوس له فى معانى كتاب الله ما ليس بمرضى او يصده عن التدبر وفى التعوذ صيغ منها اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ومنها استعيذ بالله من الشيطان الرجيم ومنها اعوذ بالله من الشيطان من نفخه ونفثه وهمزه ثم يبسمل سرا لانه ... الله لنا من تقديم التبرك باسم الله على القراءة ولان فيه احتياطا اذ قد اختلفت الرواية هل هى آية من الفاتحة ام لا وقد صح عن النبى صلى الله عليه وسلم انه كان يفتتح الصلوة بالقراءة بالحمد لله رب العالمين ولا يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم **اقول** ولا يبعد ان يكون جهرها

میں کہتا ہوں برف اور اولے سے دھونے کی یہ بات گناہوں کا دور کرنا ساتھ حصول اطمینان اور سکون دل کے ہیں۔ کیونکہ عرب کا محاورہ ہے برد قلبہ یعنی اسکے قلب میں سکون اور اطمینان آگیا ہے۔ اور ثلج کہتے ہیں اسکو یقین آگیا۔ اور ایک یہ ہے وجہت وجہی۔ اور ایک روایت میں وانا من المسلمین ہے۔ اور ایک یہ الفاظ آئے ہیں سبحانک اللھم آخر تک۔ اللہ اکبر کبیرا تین دفعہ والحمد للہ کثیرا تین دفعہ اور سبحان اللہ بکرۃ واصیلا تین دفعہ۔ پھر اسکے بعد اعوذ پڑھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ کہ تلاوت کرتے وقت اعوذ باللہ الخ پڑھ لیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ راز ہے کہ شیطان ہمیشہ دین کے ضرر دینے کے درپے ہوتا ہے۔ اور سب سے زیادہ آدمی کو اسکا یہ ضرر پہنچتا ہے کہ آدمی کے دل میں خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اسکی کتاب کی تاویلات کا وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کتاب کے مطالب کے اندر غور کرنے سے روکتا ہے اور اعوذ کے متعلق حدیثوں میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ ایک یہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور ایک یہ ہے استعیذ باللہ الخ اور ایک یہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن من نفخہ الخ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے ایسے شیطان کے وسواس سے جو کہ تکبری اور سحر کی طرف پہنچانیوالے ہیں۔ پھر اسکے بعد بسم اللہ شریف آہستہ سے پڑھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف پڑھنے سے پہلے اپنے نام کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور نیز اس کے پڑھنے سے اس اختلاف سے بچ جاتا ہے۔ جو کہ فقہاء نے آپس میں کیا ہے۔ کہ بسم اللہ شریف سورہ فاتحہ کی آیتوں میں سے ہے۔ یا علیحدہ آیت ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح اس طرح مروی ہے۔ کہ آپ نماز کو سورہ فاتحہ شریف سے شروع فرماتے۔ اور بسم اللہ شریف کو ظاہر کرکے نہیں پڑھتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو کبھی بسم اللہ شریف ظاہر کرکے پڑھی ہے۔ وہ

ہے المراد ... الموذى الى ... والسحر والنزاو سوس ... نفخه الكبر ونفثه الشعر وهمزه المؤتة ... [illegible]

فی بعض الاحیان لیعلمهم سنۃ الصلوٰۃ والظاهر انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخص بتعلیم هذہ الاذکار الخواص من اصحابہ ولا یجعلها شیئا یؤاخذ بها العامۃ ویلامون علی ترکہ وهذا تأویل قول مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عندی وهو مفهوم قول ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسکت بین التکبیر وبین القراءۃ اسکاتۃ فقلت بابی وامی اسکاتک بین التکبیر والقراءۃ ما تقول فیہ ثم یرتل سورۃ الفاتحۃ وسورۃ من القرآن ترتیلا یمد الحروف ویقف علی رؤوس الآی[1] یخافت فی الظهر والعصر ویجهر الامام فی الفجر واولیی المغرب والعشاء وان کان ماموما وجب علیہ الانصات والاستماع فان جهر الامام لم یقرأ الا عند الاسکاتۃ وان خافت فلہ الخیرۃ فان قرأ فلیقرأ الفاتحۃ قراءۃ لا یشوش علی الامام وهذا اولی الاقوال عندی وبہ یجمع بین احادیث الباب والسر فیہ ما نبہ علیہ من ان القراءۃ مع الامام تشوش علیہ وتفوت التدبر وتخالف تعظیم القرآن ولم یعزم علیهم ان یقرؤا سرا لان العامۃ منهم اذا ارادوا ان یصححوا الحروف باجمعهم کانت لهم لجبۃ مشوشۃ فسجل فی النهی عن التشویش ولم یعزم علیهم ما یؤدی الی اللجبۃ وابقی خیرۃ لمن استطاع وذلک غایۃ الرحمۃ بالامۃ والسر فی مخافتۃ الظهر والعصر انهما مظنۃ الصخب واللغط فی الاسواق والدور

تعلیم دیتے تاکہ لوگوں کو نماز کی سنت سکھانے کے لئے پڑھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اذکار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھائے تھے اور یہ نہیں ہوتا تھا کہ ان اذکار کا تمام لوگوں سے مطالبہ کیا جاتا اور ان کے ترک کرنے پر ان کو ملامت کیا جاتا۔ اور میرے نزدیک مالک رحمہ اللہ کے قول کی یہی تاویل ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کان النبی علیہ السلام یسکت الخ سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے۔ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأت اور تکبیر کے درمیان کسی قدر سکوت فرماتے تھے اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ کہ آپ جو قرأت اور تکبیر کے درمیان کسی قدر سکوت فرماتے ہیں اس میں کیا پڑھتے ہیں پھر سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ قرآن مجید کی ترتیل سے یعنی آہستہ پڑھے۔ اور جس جگہ مد کا موقع ہے اس جگہ مد کرے اور جس جگہ آیت ختم ہو وہاں ٹھہر جائے۔ اور ظہر اور عصر کے وقت خواہ امام ہو یا مقتدی قرآن شریف آہستہ پڑھے اور امام ہی فجر مغرب اور عشاء کے وقت بلند آواز سے پڑھے اور اگر مقتدی ہے تو اس پر واجب ہے کہ خاموش ہو کر کھڑا رہے اور قرأت کو سنتا رہے۔ اور اگر امام بلند آواز سے پڑھتا ہے تو امام کے چپ ہونے کے وقت پڑھ لے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے کہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ اگر پڑھے تو سورہ فاتحہ کو پڑھے اور ایسے طریق سے پڑھے کہ امام کو خلل نہ ہو۔ اور یہ قول میرے نزدیک تمام قولوں سے بہتر ہے اور تمام احادیث اس طریقے سے آپس میں مطابق ہو جاتی ہیں اور اس میں یہ راز ہے جو کہ بیان کیا گیا ہے کہ مقتدی کی بلند قرأت پڑھنے کی وجہ سے امام پر تشویش واقع ہوگی اور قرآن میں تدبر نہ ہو سکیگا جو کہ قرآن مجید کی تعظیم کے خلاف ہے اور شارع نے آہستہ پڑھنے کا حکم کسی کو نہیں دیا کیونکہ جس وقت تمام لوگ صحیح صحیح حروف پڑھنے کی کوشش کریں گے تو تمام لوگوں کی آواز ملکر ایک شور برپا ہوگا تو امام کو قرآن مجید کا پڑھنا دشوار ہو جائیگا اسواسطے آپ نے تشویش پیدا کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے لوگوں کو اس چیز کی ترغیب نہیں دی جو کہ منع کا سبب بنجائے اور ان کو اختیار دیدیا ہے کہ جس سے ہو سکے کرے یہ امت کے ساتھ انتہا درجہ کی رحمت ہے اور ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ دن کے وقت میں بازاروں اور گھروں میں شور و شغب ہوتا رہتا ہے۔

[1] جمع آیۃ ۱۲ منہ اے الشارع الرشد اے صوت ۱۲

وما فيها من التدبر وقراءة ... أقرب إلى تذكر القوم واتعاظهم ❊ قوله صلى الله عليه وسلم إذا أمن الإمام فأمنوا فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه **أقول** الملائكة يحضرون الذكر رغبة منهم فيه ويؤمنون على دعائهم لأجل ما يترشح عليهم من الملأ الأعلى وفيه إظهار التأسي بالإمام وإقامة لسنة الاقتداء ويروى سكتتان سكتة بين التكبير والقراءة ليتحرم القوم بأجمعهم فيما بين ذلك فيقبلوا على استماع القراءة بجزيمة وسكتة بين قراءة الفاتحة والسورة قيل ليتيسر لهم القراءة من غير تشويش وترك إنصات **أقول** الحديث الذي رواه أصحاب السنن ليس بصريح في السكتات التي يفعلها الإمام لقراءة المأمومين فإن الظاهر أنها للتلفظ بآمين عند من يسر بها وسكتة لطيفة تميز بين الفاتحة وآمين لئلا يشتبه غير القرآن بالقرآن عند من يجهر بها وسكتة لطيفة ليرد إلى القارئ نفسه وعلى التنزل فاستغراب القرن الأول إياها يدل على أنها ليست سنة مستقرة ولا مما عمل به الجمهور والله أعلم ويقرأ في الفجر ستين آية إلى مائة لتدارك قلة ركعاته بطول قراءته ولأن دين الأشغال المعاشية لم يستحكم بعد فيغتنم الفرصة لتدبر القرآن وفي العشاء سبح اسم ربك الأعلى والليل

کو بلند پڑھنے سے تدبر اور تفکر بہتر طریق سے نہیں ہو سکتا اور ان دونوں وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں اور آوازوں میں سکون ہوتا ہے اور لوگوں کو نصیحت اور وعظ بلند آواز پڑھنے میں زیادہ حاصل ہوتی ہے اس لئے ان کو جہر پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا امن الامام یعنی جس وقت امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ہوگی تو اس کے پہلے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ وجہ ہے کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے وہاں فرشتے بڑے شوق سے حاضر ہوتے ہیں کیونکہ ان کو ذکر سننے کا بڑا شوق رہتا ہے اور جس وقت لوگ دعا مانگتے ہیں تو وہ فرشتے آمین کہے جاتے ہیں اس واسطے کہ اوپر والی جماعت کی طرف سے ان کو اجابت کا القا ہوتا ہے اور اس میں امام کے ساتھ اقتدا کرنا ظاہر ہوتا ہے اور اقتدا کا طریقہ قائم ہوتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکتہ مروی ہیں۔ ایک سکتہ تکبیر اور قرأت کے درمیان تاکہ تمام لوگ اس وقت میں تکبیر تحریمہ کہہ لیں اور ارادہ سے قرآن شریف کے سننے کی طرف متوجہ ہو جائیں اور ایک سکتہ فاتحہ شریف کے ختم اور سورہ پڑھنے کے درمیان ہے۔ اور بعض نے اس سکتہ کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ مقتدیوں پر بغیر تشویش اور ترک انصات کے قرأت پڑھنی آسان ہو جائے یعنی نہ ان پر تشویش واقع ہو اور نہ اس آیت اور حدیث کے معارض ہو کہ جس میں چپ رہنے کا حکم آیا ہے میں کہتا ہوں کہ جو حدیث اصحاب سنن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سکتہ کے بیان کرنے کے متعلق روایت کی ہے اس سے یہ امر اشارۃً ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ امام کا خاموش ہونا مقتدیوں کی قرأت پڑھنے کے لئے ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک امام کو آمین آہستہ سے کہنی چاہیئے یہ سکوت اس آمین کہنے کے لئے تھا اور جن لوگوں کے نزدیک آمین بلند آواز سے کہنے کا حکم ہے ان کے نزدیک یہ سکتہ لطیفہ ہے واسطے فرق کرنے کے درمیان فاتحہ شریف اور آمین کے تاکہ جہر کے وقت غیر قرآن کا قرآن کے ساتھ اشتباہ نہ ہو جائے اور یا یہ سکتہ لطیفہ اس واسطے تھا تاکہ قاری کا دم اپنے ٹھکانے آجائے اور علی سبیل التنزل . . . ہم کہتے ہیں کہ پہلے قرن کا اس کو ایک نئی بات سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سکتہ سنت مقررہ نہیں ہے اور نہ اس پر جمہور صحابہؓ اور نہ جمہور تابعین کا عمل ہے واللہ اعلم بالصواب اور فجر کی نماز میں ساٹھ آیت سے لیکر سو آیت تک پڑھنا مستحب ہے تاکہ قرأت کے طول ہونے سے رکعت کی کمی پوری ہو جائے۔ اور یہ اس واسطے کہ ابھی تک دل میں معیشت کے شغل کی کدورت مضبوط نہیں ہوئی تو اس وقت قرآن مجید کے اندر تدبر اور فکر کرنے کو سمجھے۔ اور عشاء میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور واللیل۔

لہ غیر مجد نجران الثانیۃ ۱۲

او اذا يغشى ومثلها وقصة معاذ وما ذكره النبي صلى الله عليه وسلم من تنفير القوم مشهورة وحمل الظهر على الفجر والعصر على العشاء في بعض الروايات والظهر على العشاء والعصر على المغرب في بعضها وفي المغرب بقصار المفصل لضيق الوقت وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطول ويخفف على ما يرى من المصلحة الخاصة بالوقت وانما امر الناس بالتخفيف لان فيهم الضعيف والسقيم وفيهم ذا الحاجة وقد اختار رسول الله صلى الله عليه وسلم بعض السور في بعض الصلوات لفوائد من غير حتم ولا طلب مؤكد فمن اتبع فقد احسن ومن لا فلا حرج كما اختار في الاضحى والفطر ق واقتربت لبديع اسلوبهما وجمعهما لعامة مقاصد القرآن في اختصار واليٰ ذلك حاجة عند اجتماع الناس وسبح اسم وهل اتاك للتخفيف واسلوبهما البديع وفي الجمعة سورة الجمعة والمنافقين للمناسبة والتحذير لان الجمعة تجمع من المنافقين واشباههم من لا يجمعه غير الجمعة وفي الفجر يوم الجمعة الم تنزيل وهل اتى تذكيرا للساعة وما فيها والجمعة يكون فيها قيامها فينبغي ان تكون الساعة وكذلك ينبغي لبني آدم ان يكونوا فزعين منه وامر بالتدبر على سبح اسم ربك الاعلى قال سبحان ربي الاعلى ومن قرأ أليس الله باحكم الحاكمين فليقل بلى وانا على ذلك من الشاهدين

یا ان کی مثل دو سورتیں جو ہیں پڑھے۔ اور حضرت معاذ رضی کا قصہ اور لوگوں کی متنفر ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا مشہور ہے اور بعض روایت کے لحاظ سے ظہر تو فجر پر محمول ہے اور عصر عشاء پر اور بعض روایت کے لحاظ سے ظہر عشاء پر اور عصر مغرب پر محمول ہے اور نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھنا چاہیے بوجہ تنگی وقت کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی وقت میں لمبی قرأت پڑھتے تھے اور کبھی کسی وقت میں چھوٹی پڑھتے تھے بوجہ کسی مصلحت خاص کے اور لوگوں کو اسواسطے تھوڑی قرأت پڑھنے کا حکم دیا کہ ان میں کوئی بیمار ہوتے ہیں اور کوئی ضعیف ہوتے ہیں کوئی ضعیف ہوتے ہیں۔ کوئی ضروری کام والے ہوتے ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض وقتوں میں بعض سورتوں کو پسند فرمایا ہے بوجہ کسی حکمت کے مگر انکو لازم اور ضروری نہیں قرار دیا بلکہ جو اسطرح پڑھے تو اچھا ہے اور جو بطرح سے پڑھے ملامت کا مستحق نہیں اور نہ کچھ حرج ہے جیسے آپنے عید الفطر اور عید الضحیٰ میں سورت قٓ پڑھی اور اقترب للناس پڑھی۔ کیونکہ انکا اسلوب یعنی انکی آیات کی طرز بہت ہی عجیب ہیں اور باوجود مختصر ہونے کے عام مقاصد قرآن کی جامع ہیں اور لوگوں کے جمع ہونے کے وقت ایسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی تخفیف کے ارادے سے آپنے سبح اسم وهل اتاك بھی پڑھی ہے اور نیز انکا طرز بیان بھی عجیب ہی ہے اور جمعہ کی نماز میں سورت جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان سورتوں میں مناسبت اور خوف دلانا پایا جاتا ہے۔ اسلئے کہ جمعہ کے دن منافق اور ہر قسم کے لوگ جمع ہوتے تھے جو باقی نمازوں میں نہیں آتے تھے۔ اور جمعہ کی فجر میں اکثر الم تنزیل اور هل اتی پڑھا کرتے تھے۔ بوجہ قیامت اور اسکے واقعات کے یاد دلانے کے۔ اور جمعہ کے روز چارپائے قیامت کی انتظاری کے لئے کان کھڑے رکھتے ہیں۔ پس اسی واسطے آدمی کو بھی چاہیئے کہ اس دن کے آنے سے ڈرتے رہیں اور جب قرآن پڑھنے والا سبح اسم ربك الاعلى پڑھے خود اسکو بھی۔ اور جب أليس الله باحكم الحاكمين پڑھے تو خود پڑھنے والا اور سننے والا بھی لفظ بلى وانا على ذلك من الشاهدين کہے۔

سلہ مذكورة في الصحيح عن جابر ابن ... مما روي عنه صلى الله عليه وآله وسلم يوم الجمعة ما من دابة الا هي مسيخة ان تكون الساعة اي مصغية مستمعة ويروى بالصاد ايضا ١٢

ومن قرأ أليس ذلك بقادر على أن يحيي الموتى فليقل بلى ومن قرأ فبأي حديث بعده يؤمنون فليقل آمنا بالله ولا يخفى ما فيه من الأدب والمسارعة إلى الخير فإذا أراد أن يركع رفع يديه حذو منكبيه أو أذنيه وكذلك إذا رفع رأسه من الركوع ولا يفعل ذلك في السجود أقول السر في ذلك أن رفع اليدين فعل تعظيمي ينبه النفس على ترك الأشغال المنافية للصلوة والدخول في حيز المناجاة فشرع ابتداء كل فعل من التعظيمات الثلاث به لتنتبه النفس لثمرة ذلك الفعل مستأنفا وهو من الهيئات فعله النبي صلى الله عليه وسلم مرة وتركه مرة والكل سنة وأخذ بكل واحد جماعة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهذا أحد المواضع التي اختلف فيها الفريقان أهل المدينة والكوفة ولكل واحد أصل أصيل والحق عندي في مثل ذلك أن الكل سنة ونظيره الوتر بركعة واحدة أو بثلاث والذي يرفع أحب إلي ممن لا يرفع فإن أحاديث الرفع أكثر وأثبت غير أنه لا ينبغي للإنسان في مثل هذه الصور أن يثير على نفسه فتنة عوام بلده وهو قوله صلى الله عليه وسلم لولا حدثان[1] قومك بالكفر لنقضت الكعبة ولا يبعد أن يكون ابن مسعود ظن أن السنة المتقررة آخرا هو تركه لما تلقن من أن مبنى الصلوة على سكون الأطراف

اور جو شخص أليس ذلك بقادر على أن يحيي الموتى پڑھے تو کہے بلیٰ اور جو شخص فبأي حديث بعده يؤمنون پڑھے تو آمنا بالله پڑھے اور ظاہر ہے کہ اس میں ادب اور مسارعت الی الخیر پائی جاتی ہے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں تک اٹھائے اور اسی طرح جب رکوع سے سر اٹھائے اور سجدہ میں اس طرح نہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ راز ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا فعل تعظیمی ہے کہ جس کی وجہ سے نفس ان اشغال و افعال کی ترک پر جو نماز کے منافی ہیں متنبہ ہو جاتا ہے اور حیز مناجات میں داخل ہو جاتا ہے اس لئے تعظیمات ثلثہ کے ہر فعل کے شروع میں رفع یدین مقرر کیا گیا ہے تاکہ سرے سے اس فعل کے ثمرہ سے نفس متنبہ ہوتا رہے اور یہ منجملہ ان ہیئات کے ہے کہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہیئت سے نماز پڑھی ہے اور کبھی نہیں پڑھی اور ہر ایک سنت اور ہر ایک ہیئت پر صحابہ رضو اور تابعین اور تبع تابعین نے عمل کیا ہے اور رفع یدین کا مسئلہ منجملہ ان مسائل کے ہے کہ جس میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ مختلف ہیں۔ اور ہر ایک کے قول کے لئے دلیل ہے۔ اور ایسے مسائل میں میرے نزدیک یہ حق ہے کہ ہر ایک سنت ہے۔ جیسے وتر کے اندر ایک رکعت پڑھنا یا تین رکعت پڑھنا سنت ہے۔ اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے پسندیدہ ہے جو رفع یدین نہیں کرتا۔ کیونکہ جو حدیث رفع یدین پر دلالت کرتی ہیں وہ بہت ہیں اور صحیح بھی ہیں۔ اور جس جگہ ایسے امور کرنے سے فتنہ فساد کا خوف ہو تو اس جگہ چھوڑ دینا بہتر ہے جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضہ کو فرمایا تھا کہ لولا حدثان قومك بالكفر الخ (یعنی اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر رکھ دیتا باوجود اس بات کے کہ قریش کی بنیاد آپ کو پسند نہ تھی مگر پھر بھی کعبہ شریف کو منہدم نہیں کیا بوجہ خوف فساد کے) اور اس میں بعید نہیں ہے کہ ابن مسعود رضہ نے یہ خیال کیا ہو کہ رفع یدین کے متعلق جو اخیری حکم اور فعل ہے وہ ترک کا حکم ہے۔ اس خیال سے کہ نماز کا دار و مدار سکون اور آرام پر ہے۔

[1] الحدثان بالكسر بمعنى الحدوث يعني قرب العهد والخطاب لعائشة رضي الله عنها والمراد لولا قرب عهدهم بالكفر والخروج منه الى الاسلام لهدمت الكعبة وجعلتها على اساس ابراهيم فلو هدمت الآن ربما نفروا منه ۱۲

ولم يجعله ركنا لأنه فعل تعظيمي ولذلك ينبغي أن يفرق بين الصلوة وما سواها من أنه فعل ينبئ عن ترك
الالتفات لكونه في أثناء الصلوة ولم يجعله لأن تجديد التنبيه لترك ما سوى الله عند كل فعل أصل
من الصلوة مطلوب والله أعلم قوله لا يفعل ذلك في السجود **أقول** القومة شرعت فارقة بين
الركوع والسجود في رفعه مع رفع للسجود ثم معنى التكرار ويكبر في كل خفض ورفع للتنبيه المذكور
وليسمع جماعة المنتهي للانتقال ومن هيئات الركوع أن يضع راحتيه على ركبتيه ويفرج أصابعه
منها من ذلك كالقابض ويجافي مرفقيه ويعتدل فلا يصبي رأسه ولا يقنع **ومن أذكاره**
سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي وقد عمل بقوله تعالى فسبح بحمد ربك
واستغفره ومنها سبوح قدوس ربنا ورب الملائكة والروح ومنها سبحان ربي العظيم
ثلاثا ومنها اللهم لك ركعت وبك آمنت ولك أسلمت خشع لك سمعي وبصري ومخي وعظمي و
عصبي ومن هيئات القومة أن يستوي قائما حتى يعود كل فقار مكانه وأن يرفع يديه **و**
من أذكارها سمع الله لمن حمده ومنها اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا
فيه وجاء زيادة ملء السموات وملء الأرض وملء ما شئت من شيء بعد وزاد في رواية

اور اس کو یہ بات معلوم نہ ہوئی ہو کہ رفع یدین بھی ... حصہ نہیں ہے۔ اسی واسطے اس کی ... کی
ہے ... سمجھا ہو کہ رفع یدین ایسا فعل ہے جس کے چھوڑ دینے سے ترک رغبت کی ... ہے۔ اس سے
... درمیان ... مناسب ہے اور شاید ... تحریمہ ... کے ...
کے شروع میں ... ترک ما سوی اللہ ...
رفع یدین کا عمل نہیں ہوتا تھا) واللہ اعلم ... اور سجدہ کی طرف ... رفع یدین نہ
کرنے کی یہ وجہ ہے کہ قومہ اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ رکوع اور سجدہ کے درمیان فرق کردے۔ تو قومہ
کے لئے رفع یدین کرنا ... رفع یدین ... ہے تو پھر رفع یدین کرنے ...
اور ہر مرتبہ اٹھتے اور جھکتے کے وقت تکبیر کہنی چاہیے تاکہ ... اور ... مقتدی لوگ امام
کی تکبیر سے امام کے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونے کو معلوم کرلیں۔ اور رکوع کرنے کی
یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ کر گھٹنوں کو اس طرح پکڑے کہ جیسے کوئی چیز
ہاتھ میں پکڑتا ہے اور اپنی کہنیوں کو بدن سے دور رکھے اور برابر اپنے بدن کو رکھے اور نہ اپنے سر کو
اونچا کرے اور نہ نیچے کو جھکاوے۔ اور رکوع کے اذکار میں سبحانک اللہم ربنا وبحمدک اللہم اغفرلی
اور اس ذکر کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے اس قول فسبح بحمد ربک واستغفرہ پر عمل ہوتا ہے۔ اور
یہ بھی ہے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح۔ اور یہ بھی ہے سبحان ربی العظیم
تین مرتبہ اور یہ بھی ہے اللہم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری و
مخی وعظمی وعصبی۔ اور قومہ کی یہ صورت ہے کہ رکوع کرنے سے سیدھا کھڑا ہو جاوے اس طرح پر کہ تمام
اعضا اپنی سکون کی حالت پر ہو جاویں اور رفع یدین کرے۔ اور قومہ کے وقت کا ذکر سمع اللہ
لمن حمدہ ہے۔ اور یہ ذکر بھی ہے اللہم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ اور یہ لفظ اور وہ
بھی آئے ہیں ملء السموت وملء الارض وملء ما شئت من شیء بعد اور ایک روایت میں یہ لفظ بھی آئے ہیں

اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وكلنا لك عبد اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد[1] ومنها اللهم طهرني بالثلج والبرد[2] والماء البارد اللهم طهرني من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس واختلفت الاحاديث ومذاهب الصحابة والتابعين في قنوت الصبح وعندي ان القنوت وتركه سيان ومن لم يقنت الا عند حادثة عظيمة او كلمات يسيرة اخفاء قبل الركوع احب الي لان الاحاديث شاهدة على ان الدعاء على رعل وذكوان[3] كان اولا ثم ترك وهذا وان لم يدل على نسخ مطلق القنوت لكنها تومئ الى ان القنوت ليس سنة مستقرة او نقول ليس وظيفة راتبة وهو قول الصحابي اي بني محدث[4] يعني المواظبة عليه وكان النبي صلى الله عليه وسلم وخلفاؤه اذا نابهم امر دعوا للمسلمين وعلى الكافرين بعد الركوع وقبله ولم يتركوه بمعنى عدم القول عند النائبة ومن هيئات السجود ان يضع ركبتيه قبل يديه ولا يبسط ذراعيه انبساط الكلب ويجافي يديه حتى يبدو بياض ابطيه ويستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة ومن اذكاره سبحان ربي الاعلى ثلاثا ومنها سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي ومنها اللهم لك سجدت وبك امنت ولك اسلمت۔

اهل الثناء والمجد الخ اور ایک روایت میں ہے اللهم طهرني الخ اور صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے کے متعلق مختلف احادیث اور قول صحابہ رضو اور تابعین کے آئے ہیں۔ اور میرے نزدیک پڑھنا قنوت کا اور نہ پڑھنا اسکا دونوں برابر ہیں اور کسی حادثہ عظیم کے وقت پڑھنا یا رکوع سے پہلے تھوڑے کلمات آہستہ سے پڑھنے میرے نزدیک بہتر ہے کیونکہ حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ ذکوان اور رعل پر بددعا کرنے کے لیے قنوت پہلے چند دن پڑھی گئی تھی پھر ترک کی گئی ہے اس سے اگرچہ مطلق قنوت کا منسوخ ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر اتنا اشارہ تو ضرور نکلتا ہے کہ قنوت کا پڑھنا سنت مقررہ نہیں ہے اور یا میں کہتا ہوں کہ قنوت ہمیشہ کا وظیفہ نہیں ہے۔ اسکا ثبوت صحابی رضہ کے قول سے ہوتا ہے کہ جس وقت ابو مالک رضہ نے اپنے باپ سے قنوت کے متعلق سوال کیا تو اسکے باپ نے جواب دیا کہ اے بیٹے یہ نئی بات ہے یعنی میرے بیٹے ہمیشہ قنوت کا پڑھنا یہ ایک نئی بات ہے پہلے نہ تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تو مسلمانوں کے لیے دعا اور کفار کے لیے بددعا کرتے تھے کبھی رکوع کے بعد اور کبھی رکوع سے پہلے اور یہ قنوت ہر حادثہ میں پڑھتے تھے۔ اور سجدہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے اور کتے کی طرح اپنے بازو زمین پر نہ بچھاوے اور اپنے دونوں بازوؤں کو بغل سے دور رکھے تاکہ بغلوں کی سفیدی نظر آسکے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کیطرف سیدھا کرے۔ اور سجود کے یہ اذکار ہیں سبحان ربی الاعلی۔ پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے اعلیٰ ہے۔ اور یہ بھی ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ربنا وبحمدك اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك اسلمت الخ اے اللہ میں تیرے لئے سجدہ کیا اور تیرا ایمان لایا۔

---

[1] لا ينفع صاحب الغنى منك غناه بل ينفعه العمل بطاعتك ۱۲

[2] الثلج والبرد معروفان وخصا لانهما ماءان لم تمسهما الايدي ولم تخلطهما الارجل ۱۲

[3] قوله رعل وذكوان هو قبيلتان من بني سليم ۱۲

[4] قاله والد ابي مالك الاشجعي لما سأله عن القنوت ۱۲

سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره فتبارك الله احسن الخالقين ومنها سبوح قدوس رب الملائكة والروح ومنها اللهم اغفرلي ذنبي كله دقه وجله واوله وآخره وعلانيته وسره ومنها اللهم اني اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك وانما قال صلى الله عليه وسلم فاعني على نفسك بكثرة السجود لان السجود غاية التعظيم فهو معراج المؤمنين ووقت خلوص ملكيته من اسر البهيمية ومن مكن من نفسه للغاشية الالهية فقد اعان مفيض الخير قوله صلى الله عليه وسلم امتي يوم القيامة غر من السجود محجلون من الوضوء **اقول** عالم المثال مبناه على مناسبة الامر والشبح كما ظهر منع الصائمين عن الاكل والجماع بالختم على الافواه والفروج ومن هيئات ما بين السجدتين ان يجلس على رجله اليسرى وينصب اليمنى ويضع راحتيه على ركبتيه **ومن اذكاره** اللهم اغفرلي وارحمني واهدني وعافني وارزقني ومن هيئات القعدة ان يجلس على رجله اليسرى وينصب اليمنى وروي في الاخيرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته وان يضع يديه على ركبتيه وفي رواية يلقم كفه اليسرى ركبته وان يعقد ثلاثا وخمسين واشارة بالسبابة

اور بر مشتمل ہو یعنی میرے چہرے نے اسی کے لیے سجدہ کیا جس نے پیدا کر کے اسی کو صورت بخشی ہے اور آنکھ میں دیکھنے کی قوت پیدا کی ہے اور کانوں میں سننے کی قوت پیدا کی اور یہ ذکر بھی ہے سبوح قدوس الخ اور یہ بھی ہے اللہم اغفرلی الخ اور یہ بھی ہے اللہم انی اعوذ الخ (ترجمہ) اے اللہ تیری رضا کا خواستگار ہوں اور یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھ پر ناراضگی نہ فرمائیں اور اپنے عذاب سے مجھے بچائیں اور تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور جیسی تعریف کا تو مستحق ہے ایسی تعریف کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود یہ ہے کہ ربیعہ بن کعب کا واقعہ ہے کہ یہ رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذارتے اور آپ کا وضو اور پانی وغیرہ لا دیتے ایک دن فرمایا کہ مانگو میں سوال کرتا ہوں کہ جنت میں آپ کے رفیق ہونے کا سوال کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا فاعنی الخ یعنی اپنے نفس کی اصلاح کے لیے کثرت سے سجدے کیا کر اور میری اس بات پر عمل کر آپ کی بات پر عمل کیا گویا میری امداد کرنا ہے اسلئے کہ انتہا درجہ کی تعظیم سجدہ میں پائی جاتی ہے اور یہ سجدہ ہی مومنوں کا معراج ہے اور یہی وہ وقت ہے کہ ملکیت کو بہیمیت کی قید سے نجات پاتی ہے اور جس نے اپنے نفس کو رحمت خداوندی کے نزول کا مستحق بنا دیا ہے تو گویا اس نے خدا تعالیٰ کی امداد کی ہے۔ تو اس حدیث سے بھی سجدوں کی فضیلت ثابت ہوئی اور نیز ایک اور حدیث سے بھی سجدوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم میری امت کے چہرے سجدوں کے سبب اور ہاتھ پاؤں وضو کے سبب قیامت کے روز روشن ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ عالم مثال معنی اور روح کے مثال کی مناسبت پر ہے جیسے روزہ دار کھانے پینے وجماع سے اسطرح روکا جاتا ہے کہ اسکے منہ وفرج پر مہر لگا دیجاتی ہے۔

اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی یہ صورت ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرکے بائیں کو بچھا کر اسپر بیٹھے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے اور اسجگہ کا یہ ذکر ہے اللہم اغفرلی وارحمنی الخ اور قعدہ میں بیٹھنے کی بھی یہی صورت ہے اور ایک روایت میں دوسرے قعدہ میں بیٹھنے کی یہ صورت آئی ہے کہ بائیں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر دائیں پاؤں کو کھڑا کرکے چوتڑ پر بیٹھ جائے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے گھٹنے کو لقمہ کی طرح پکڑے اور ترپن کی علامت بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے

حاشیہ: [illegible] قال صلی اللہ علیہ وسلم لربیعۃ بن کعب سل [illegible]

ورد ی قبض ثنتین وحلق حلقۃ والسر فی رفع الاصبع الاشارۃ الی التوحید لیتعاضد القول و الفعل ویصیر المعنی متمثلا متصورا ومن قال ان مذھب ابی حنیفۃ رح ترک الاشارۃ بالمسبحۃ فقد اخطأ ولا یعضدہ روایۃ ولا درایۃ قالہ ابن الھمام نعم لم یذکرہ محمد رحمہ اللہ فی الاصل وذکرہ فی الموطا ووجدت بعضھم لا یمیز بین قولنا لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب وقولنا ظاھر المذھب انھا لیست ومفاسد الجھل والتعصب اکثر من ان تحصی وجاء فی التشھد صیغ اصحھا تشھد ابن مسعود رضی اللہ عنہ ثم تشھد ابن عباس وعمر رضی اللہ عنھما وھی کاحرف القرآن کلھا شاف کاف واصح صیغ الصلوۃ اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انک حمید مجید واللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی اٰل ابراھیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی اٰل ابراھیم انک حمید مجید وقد ورد فی صیغ الدعاء فی التشھد اللھم انی اعوذبک من عذاب جھنم واعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من شر المسیح الدجال واعوذبک من فتنۃ المحیا والممات وورد اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ چھوٹی انگلی اور اسکے ساتھ والی کو ہتھیلی کیطرف جوڑ لے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھا کا حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور انگلی کے اٹھانے میں یہ راز ہے کہ انگلی کے اٹھانے میں توحید کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور فعل قول کے موافق ہو جاتا ہے اور توحید کا معنی آنکھوں کے سامنے نظر آجاتا ہے۔ اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے مذہب میں اشارہ کرنا منع ہے وہ غلطی پر ہے کیونکہ اس قول پر نہ کوئی عقلی دلیل اور نہ کوئی نقلی دلیل دلالت کرتی ہے۔ جیسے کہ ابن ہمام رح نے کہا ہے۔ فقط یہ بات ہے کہ امام محمد رح نے مبسوط میں ذکر نہیں کیا اور موطا میں ذکر کیا ہے۔ اور میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جو قول لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب اور اس قول ظاہر المذہب انھا لیست میں تمیز نہیں کر سکتے اور جہالت اور تعصب کے مفاسد شمار میں نہیں آ سکتے۔ اور تشہد کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں مگر سب سے صحیح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جیسے کہ احناف پڑھتے ہیں پھر ابن عباس اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں التحیات المبارکات الصلوٰۃ الخ روایت کیا ہے اسکو مسلم نے۔

ان دونوں تشہدوں میں جونسا پڑھا جاوے وہی قرآن مجید کے حروف کیطرح کافی شافی ہے اور درود شریف کے الفاظ بھی کئی طرح مختلف آئے ہیں سب سے بہتر یہ الفاظ ہیں۔ اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد الخ اور یہ بھی ہیں اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ الخ اور تشہد اور درود کے بعد مختلف دعائیں آئی ہیں۔ ایک یہ ہے اللھم انی اعوذبک من عذاب جھنم الخ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ برکت نام تیرے کے عذاب دوزخ اور عذاب قبر اور فتنہ دجال سے اور فتنہ زندگی اور موت سے اور ایک یہ ہے اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر بڑا بھاری ظلم کیا ہے اور تیرے بغیر اور کوئی بخشنے والا نہیں ہے اس لئے تو مجھے بخش دے۔

ملہ المختصر والمبسوط الخ ۱۲ ۔ سلہ بالوسطے والابہام ۱۲ ۔ سلہ کما یقرء الاحناف فی صلوتہم وتشہد ابن عباس رواہ مسلم ہکذا التحیات المبارکات الصلوۃ الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ

من عندك وارحمني انك انت الغفور الرحيم وقوله اللهم اغفر لي ما قدمت وما اخرت وما
اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت و
من اذكار ما بعد الصلوة استغفر الله ثلاثا واللهم انت السلام ومنك السلام تباركت
يا ذا الجلال والاكرام ولا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير
اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد ولا اله الا الله ولا نعبد
الا اياه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون
اللهم اني اعوذ بك من الجبن واعوذ بك من البخل واعوذ بك من ارذل العمر واعوذ بك من
فتنة الدنيا وعذاب القبر وثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة واربع وثلاثون
تكبيرة وروي من كل ثلاث وثلاثون وتمام المائة لا اله الا الله وحده لا شريك له وروي
من كل خمس وعشرون والرابع لا اله الا الله وروي يسبحون في دبر كل صلوة عشرا ويحمدون
عشرا ويكبرون عشرا وروي من كل مائة والادعية كلها بمنزلة حروف القرآن من قرأ منها شيئا
فاز بثواب الموعود والاولى ان ياتي بهذه الاذكار قبل الرواتب فانه جاء في بعض الاذكار

ان محمد رحم کر کیونکہ تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یہ بھی ہے اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت
وما اسررت وما اعلنت، یعنی جو اگلے پچھلے گناہ اور پوشیدہ اور ظاہر گناہ اور جو حد سے
زیادہ میں نے کئے ہیں جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور وہ عیوب بھی کہ جن کو تو ہی جانتا ہے تو ہی پہلے تھا اور بعد
میں بھی تو ہی ہوگا تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بہت سے وظائف اور
وظیفے آئے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے استغفر اللہ تین مرتبہ پڑھنا اور پھر پڑھنا اللھم انت السلام
ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام، اور نیز یہ ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت
ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور یہ بھی ہے لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه وله النعمة وله
الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون اور نیز
یہ بھی ہے اللھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل العمر
واعوذ بک من فتنة الدنیا وعذاب القبر اور اس کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ
الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا آیا ہے۔ اور ایک روایت میں تینوں مرتبہ تینتیس تینتیس بار پڑھنا
آیا ہے اور سو کے پورا کرنے کے واسطے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وهو
علی کل شیء قدیر پڑھے۔ اور ایک روایت میں ان تینوں کا پچیس پچیس مرتبہ پڑھنا آیا ہے۔
اور چوتھا کلمہ لا الہ الا اللہ آیا ہے۔ اور ایک روایت میں نماز کے بعد دس مرتبہ تکبیر کا پڑھنا اور دس مرتبہ
الحمد للہ کا پڑھنا اور دس مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا آیا ہے اور ایک روایت میں ہر ایک کا پڑھنا سو سو مرتبہ آیا
اور یہ تمام دعائیں بمنزلہ قرآن شریف کے حروف کے ہیں جس قدر پڑھ سکیں اتنا ہی ثواب موعود ملے گا۔ اور
بہتر یہ ہے کہ ان اذکار کو سنت اور نوافل سے پہلے پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں بعض اذکار کے متعلق آیا ہے۔

ف یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنت کے پڑھنے سے پہلے حکم فرمایا ہے۔ ۱۲

ما يدل على ذلك نصاً كقوله من قال قبل ان ينصرف ويثني رجليه من صلوٰة المغرب والصبح لا اله الا الله[1] وكقول الراوي كان اذا سلم من صلوته يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله[2] وقال ابن عباس كنت اعرف انقضاء صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير وفي بعضها ما يدل ظاهراً كقوله دبر كل صلوٰة واما قول عائشة كان اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام فيحتمل وجوهاً منها انه كان لا يقعد بهيئة الصلوٰة الا هذا القدر ولكنه كان يتيامن او يتياسر او يقبل على القوم بوجهه فيأتي بالاذكار لئلا يظن الظان ان الاذكار من الصلوٰة ومنها انه كان حيناً بعد حين يترك الاذكار غير هذه الكلمات يعلمهم انها ليست فريضة وانما مقتضى كان وجود هذا الفعل كثيراً لا مرة ولا مرتين لا المواظبة والاصل في الرواتب ان يأتي بها في بيته والسر في ذلك كله ان يقع الفصل بين الفرض والنوافل بما ليس من جنسهما وان يكون فصلاً معتداً به يدرك بادي الرأي وهو قول عمر رضي الله عنه لمن اراد ان يشفع بعد المكتوبة اجلس فانه لم يهلك اهل الكتاب الا انه لم يكن بين صلوٰتهم فصل فقال النبي صلى الله عليه وسلم اصاب الله بك يا ابن الخطاب[3] وقوله صلى الله عليه وسلم اجعلوها في بيوتكم والله اعلم ۔

جیسے آپ کے قول میں ہے کہ جو کوئی صبح کی نماز اور مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی ہیئت بدلنے سے پہلے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی و یمیت وھو علی کل شیء قدیر دس مرتبہ پڑھے تو ہر ایک کے عوض میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں ۔ اور جیسے کہ راوی نے بیان کیا ہے کہ آپ نوافل سے پہلے پڑھتے تھے کہ کان اذا سلم من صلوتہ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے لا الہ الا اللہ پڑھتے ۔ اور نیز ابن عباس رضہ کی روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا مجھکو آپ کی تکبیر پڑھنے سے معلوم ہو جاتا تھا ۔ اور بعض حدیث کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔ جیسے آپ کے قول فی دبر کل صلوٰۃ سے یعنی ہر نماز کے پیچھے ۔ اور جو حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فقط اس دعا اللھم انت السلام الخ پڑھنے کی مقدار بیٹھتے تھے ۔ اس حدیث کے چند احتمال نکل سکتے ہیں ۔ ایک یہ ہے کہ نماز کی شکل پر اتنا قدر ہی بیٹھتے تھے پھر داہنی یا بائیں طرف پھر جاتے تھے یا قوم کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے پھر باقی وظیفے پڑھا کرتے تھے تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرلے کہ یہ وظیفے بھی نماز میں داخل ہیں ۔ اور ایک یہ ہے ۔ کہ آپ کبھی کبھی ان کلمات کے سوا اور ذکر کو چھوڑ دیا کرتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کا پڑھنا فرض نہیں ہے ۔ اور راوی کے لفظ کان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکثر پڑھا کرتے تھے اور سنت اور نوافل کا گھر میں پڑھنا بہتر ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرض اور نوافل میں فصل مستحب ہے ۔ تو اسلئے مناسب ہوا کہ فرض اور نوافل کے درمیان ایسی چیز کا فصل واقع ہو جو کہ انکی جنس سے نہ ہو اور وہ فصل قابل اعتبار بھی ہو جو کہ ظاہرا معلوم ہو سکے اور وہ حدیث یہ ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نماز فرض پڑھ کر نوافل ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جا ۔ کہ اہل کتاب بھی اس واسطے ہلاک کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے فرائض اور نوافل میں فصل نہیں کیا کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصاب اللہ بک یا ابن خطاب یعنی تم کو اے ابن خطاب اللہ تعالی خطا سے بچاتا ہے ۔ اور نیز یہ حدیث ہے کہ فرمایا آپ نے اجعلوا فی بیوتکم یعنی نماز نوافل اپنے گھروں میں پڑھا کرو واللہ اعلم ؛ ۔

[1] ای من مکان جلوسہ ۔ [2] ای یضیف ۔ [3] تمامہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد بیدہ الخیر یحیی و یمیت و ہو علی کل شیء قدیر ۱۲

مَا لَا يَجُوزُ فِي الصَّلٰوةِ وَسُجُودُ السَّهْوِ وَالتِّلَاوَةِ

واعلم ان مبنى الصلوة على خشوع الاطراف وحضور القلب وكف اللسان الا عن ذكر الله وقراءة القرآن فكل هيئة تباين الخشوع وكل كلمة ليست بذكر الله فان ذلك ينافي الصلوة ولا تتم الصلوة الا بتركه والكف عنه لكن هذه الاشياء متفاوتة وما كل نقصان يبطل الصلوة والتمييز بين ما يبطلها بالكلية وبين ما ينقصها في الجملة تشريع موكول الى نص الشارع وللفقهاء في ذلك كلام كثير وتطبيق الاحاديث الصحيحة عليه عسير واوفق المذاهب بالحديث في هذا الباب ... ولا شك ان العمل الكثير الذي يتبدل به المجلس والقول الكثير الذي يسكت به ناقض فمن الاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم ان هذه الصلوة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس انما هي التسبيح والتكبير وقراءة القرآن وتعليله صلى الله عليه وسلم ترك رد السلام بقوله ان في الصلوة لشغلا وقوله صلى الله عليه وسلم في الرجل يسوي التراب حيث يسجد ان كنت فاعلا فواحدة ونهيه صلى الله عليه وسلم عن الخصر وهو وضع اليد على الخاصرة فانه راحة اهل النار يعني هيئة اهل بلاء

یہ باب سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت اور ان افعال کے بیان میں جن کا نماز میں کرنا ناجائز ہے

جاننا چاہیئے کہ حقیقت میں نماز وہ ہے کہ جس میں خشوع اعضاء اور حضور قلب اور زبان کو قرآن مجید اور ذکر اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے روکنا پایا جاوے۔ پس جو ایسی صورت ہو کہ خشوع کی صفت کے مخالف ہو اور جو ایسا کلمہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے خلاف ہے، جب تک اس کو چھوڑا نہ جائے تب تک نماز پوری اور کامل نہیں ہو سکتی۔ اور ان اشیاء مذکورہ میں فرق ہے۔ کیونکہ بعض ایسی صورتیں ہیں کہ جن کے کرنے سے نماز میں نقصان آتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور فرق کرنا درمیان اس چیز کے کہ جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور درمیان اس چیز کے کہ جس سے نماز میں نقصان ہوتا ہے نص شرعی سے ہو سکتا ہے اس مقام میں فقہا کا بہت سا اختلاف ہے اور احادیث صحیحہ کی تطبیق ان کی مذہب کے لحاظ سے مشکل ہے اور اس باب میں سب سے زیادہ موافق حدیث کے وہ مذہب ہے کہ جس میں بہت گنجائش ہو اور اس میں شک نہیں کہ فعل کثیر کہ جس سے مجلس بدل جائے اور قول کثیر کہ جو بہت زیادہ ہو نماز کو توڑ دیتا ہے۔ اور قول کثیر سے نماز کا ٹوٹ جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شیء الخ یعنی اس نماز میں سوائے تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن کے اور لوگوں کی بول چال جائز نہیں ہے۔ اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ کما قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا کہ جس وقت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہم آپ پر سلام کہتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے تو آپ نے سلام کے جواب نہ دینے کی وجہ فرمائی ان فی الصلوٰۃ لشغلا یعنی نماز میں ایسی مشغولی ہے کہ اور کام ہو نہیں سکتا اور ایک شخص اپنے سجدہ کی جگہ کی مٹی برابر کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا ان کنت فاعلا فواحدۃ یعنی اگر تم کو مٹی برابر کرنے کی ضرورت ہو تو ایک مرتبہ کر لے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصر سے منع فرمایا ہے اور خصر کہتے ہیں کہ کمر پر ہاتھ رکھنے کو۔ یہ اس واسطے منع ہے تاکہ دوزخیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو کیونکہ جو لوگ مصیبت زدہ اور مدہوش ہوتے ہیں

[illegible]

متغيرين المذمومين وعن الالتفات فانه اختلاس يختلسه الشيطان من صلوة العبد يعني ينقص الصلوة وينافي كمالها وقوله صلى الله عليه وسلم اذا تثاءب احدكم في الصلوة فليكظم ما استطاع فان الشيطان يدخل في فيه **اقول** يريد ان التثاؤب مظنة لدخول ذباب او نحوه مما يشوش خاطره ويصده عما هو بسبيله وقوله صلى الله عليه وسلم اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يمسح الحصى فان الرحمة تواجهه وقوله صلى الله عليه وسلم لا يزال الله تعالى مقبلا على العبد وهو في صلوته ما لم يلتفت فاذا التفت اعرض عنه **اقول** هذا اشارة الى ان جود الحق عام وانما تتفاوت النفوس فيما بينها باستعدادها الجبلي او الكسبي فاذا توجه الى الله فتح له باب من جوده واذا اعرض حرمه بل استحق العقوبة باعراضه صلى الله عليه وسلم العطاس والنعاس والتثاؤب في الصلوة والحيض والقيء والرعاف من الشيطان **اقول** يريد انها منافية معنى الصلوة ومباعدة. اما الاقوال فان النبي صلى الله عليه وسلم قد فعل اشياء في الصلوة بيانا للمشروع وقرر على اشياء فدل ذلك وما دونه لا يبطل الصلوة والحاصل من الاستقراء ان القول اليسير مثل ألعنك بلعنة الله ثلاثا ويرحمك الله وما تأخرت امامه وما لكم تنظرون الى

وہ بطور کے ... ہیں اور اسی طرح ... جب ... ہیں گے تو ... شخص کے ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ... ادھر دیکھنے سے ... شیطان بندے کی نماز سے ... ایک لیتا ہے یعنی اس ... نماز میں نقصان پیدا کرتا ہے اور ... کے کمال کو منافی ہے ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاءب احدکم یعنی تم ... جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے روکو ... کیونکہ منہ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے میں کہتا ہوں کہ ... جمائی کے وقت مکھی وغیرہ کے منہ میں پڑ جانیکا فکر ہو جاتا ہے جس سے دل میں تشویش پیدا ہو جاتی ہے اور ... کے ... ہوتا ہے اس سے اعراض ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذا قام احدکم یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں شروع ہو جائے تو کنکریوں کو صاف نہ کرے یعنی نماز کے پڑھنے کے وقت کنکریوں وغیرہ کے ساتھ نہ کھیلے کیونکہ نزول رحمت کا وقت ہے اور ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ... بندہ ... جب تک نماز ہی کی حالت میں ادھر ادھر نہ دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول اس پر ہوتا رہتا ہے اور جس وقت ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے تو رحمت کا نزول بند ہو جاتا ہے اور یہی بیان اس حدیث کا ہے جو کہ بندہ کو نماز پڑھنے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان مذکورہ حدیثوں سے یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اپنی مخلوق پر بے حساب ہے پھر انسانوں کے نفسوں کا آپس میں متفاوت ہونا بوجہ پیدائشی اور کسبی استعداد کے ہے تو جس وقت انسان خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا دروازہ بھی کھلتا ہے اور جو قسمت سے اعراض کرتا ہے تو عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ نماز کی حالت میں چھینک آنا اور اونگھ اور جمائی اور حیض اور قے اور نکسیر کا آنا شیطان کیطرف سے ہے میں کہتا ہوں اس سے یہ مراد ہے کہ یہ اشیاء مذکورہ نماز کے معنے اور منشاء میں خلل ڈالتی ہیں۔ اور فعل کثیر کا یہ بیان ہے کہ اگر نبی علیہ السلام نے نماز کے اندر لوگوں کو سکھانے کے لئے جو باتیں کی ہیں اور یا جو فعل نماز کے اندر لوگ کرتے تھے آپ نے ان کو دیکھ کر منع نہیں فرمایا یہ مذکورہ فعل یا اور جو فعل کہ ایسے کم درجہ میں ہیں ان سے نماز نہیں ٹوٹتی خلاصہ کلام یہ ہے کہ احادیث کے تلاش کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ تھوڑی کلام اور تھوڑا فعل نماز کو باطل نہیں کرتا مثال اول کی یہ ہے کہ کسی شخص نے کہا العنک بلعنۃ اللہ یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تین مرتبہ کہا۔ اور مار ... جنگ ... ہو ... پایا ... تو یہ لفظ کہے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

لہ ... [illegible] ۱۲ لہ العمل الکثیر ۱۲

والبطش اليسير مثل وضع صبية من العاتق ورفعها وغمز الرجل ومثل فتح الباب والمشي اليسير كالنزول من درج المنبر الى مكان يتأتى منه السجود في اصل المنبر والتأخر من موضع الامام الى الصف والتقدم الى الباب المقابل ليفتح والبكاء خوفا من الله والاشارة المفهمة وقتل الحية والعقرب والالتفات يمينا وشمالا من غير لي العنق لا يفسد وان علق القذر بجسده او ثوبه اذا لم يكن بفعله او كان لا يعلمه لا يفسد هذا والله اعلم بحقيقة الحال۔

وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما اذا قصر الانسان في صلوته ان يسجد سجدتين تداركا لما فرط ففيه شبه القضاء وشبه الكفارة والمواضع التي ظهر فيها النص اربعة **الاول** قوله صلى الله عليه وسلم اذا شك احدكم في صلاته ولم يدر كم صلى ثلاثا او اربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم يسجد سجدتين قبل ان يسلم فان كان صلى خمسا شفعنا له صلاته وان كان صلى تماما لاربع كانتا ترغيما للشيطان اي زيادة في غيره في معناه الشك في الركوع والسجود **الثاني** انه صلى الله عليه وسلم صلى الظهر خمسا فسجد سجدتين بعد ما سلم وفي معناه زيادة الركعة زيادة لا تكون **الثالث** انه صلى الله عليه وسلم سلم في ركعتين ثم قيل له في ذلك فصلى ما ترك ثم سجد سجدتين وايضا روي انه سلم وقد بقي عليه ركعة فسجد وفي معناه ان يفعل سهوا

سطح یعنی معمولی فعل جیسے بچہ کو گردن سے اتار دینا یا اٹھا لینا یا پاؤں کو دبا دینا یا دروازہ کھولنا اور منبر کی سیڑھی کو سجدہ کی جگہ تک اترنا تاکہ جب اپنی جگہ سجدہ ہو سکے اور امام کی جگہ سے ہٹ کر صف میں آجانا اور جو دروازہ سامنے ہو اسے کھولنے کے لئے چلنا اور اللہ کے خوف سے رونا اور سمجھ میں آنے والا اشارہ کرنا اور سانپ بچھو کا مار ڈالنا اور بغیر گردن موڑنے کے دائیں بائیں دیکھنا اور ایسے ہی اس وقت بھی نماز نہیں ٹوٹتی جب کہ نمازی کے جسم یا کپڑے کے ساتھ کسی پلیدی کا لگنا اسکے فعل سے نہ ہو یا پلیدی کے لگنے کا اسکو علم نہیں ہے واللہ اعلم۔

سجدہ سہو کا بیان: جب نماز میں کچھ نقصان ہو جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نقصان کے بدلے دو سجدے کرنے کا حکم دیا اس میں قضا کی مشابہت بھی ہے اور کفارہ کی بھی مشابہت ہے اور وہ مقام کہ جن میں نص سے سجدہ سہو کا ثابت ہوتا ہے وہ چار ہیں۔ پہلا مقام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا شک احدکم یعنی جب تم کو نماز میں یہ شک ہو جائے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو جس پر یقین ہو اسی پر بنا کرے اور پھر اخیر میں سلام سے پہلے دو سجدے کرے اور اگر حقیقت میں پانچ پڑھ لی ہے تو ان سجدوں کی وجہ سے یہ شفعہ ہو گئی اور اخیر میں دو سجدے کرے اور اگر اس کی صحیح چار رکعتیں پوری ہو گئی ہیں تو یہ دونوں سجدے زیادتی حسنات اور رسوائی شیطان کا سبب ہوتے ہیں۔ اور رکوع اور سجدہ میں اگر شک ہو تو ان کی بھی یہی صورتیں ہیں۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھیں تو آپ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے۔ اور رکعت کی زیادتی بھی اسی کے معنی میں داخل ہے۔ تیسرا مقام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا تھا پھر آپ کو یاد دلایا گیا تو پھر باقی نماز پڑھی اور دو سجدے کئے۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ آپ نے سہوا سلام پھیر دیا تھا۔ اور ایک رکعت آپ کی باقی تھی۔ پھر یاد دلائے جانے پر دو سجدے کئے تھے اور اس سے معلوم ہوا کہ جس فعل کے نماز میں عمداً کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے (خواہ وہ فعل کثیر ہو) اگر وہ فعل نماز میں سہواً کرے تو نماز باطل نہیں ہوتی (مگر بعد سلام کے دو سجدہ سہو کرکے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے)

الرابع انه صلى الله عليه وسلم قام في الركعتين لم يجلس حتى اذا قضى الصلوة سجد سجدتين قبل ان يسلم و في معناه ترك التشهد في القعود قوله صلى الله عليه وسلم اذا قام الامام في الركعتين فان ذكر قبل ان يستوى قائما فليجلس وان استوى قائما فلا يجلس ويسجد سجدتى السهو **اقول** وذلك انه اذا قام فات موضعه فان رجع لا احكم ببطلان صلاته وفي الحديث دليل على ان من كان قريب الاستواء ولما يستو فانه يجلس خلافا لما عليه العامة ❊ **وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم** لمن قرأ آية فيها امر بالسجود او بيان ثواب من سجد وعقاب من ابى عنه ان يسجد تعظيما لكلام ربه ومسارعة الى الخير وليس منها مواضع سجود الملائكة لآدم عليه السلام لان الكلام في السجود لله تعالى والآيات التي ظهر فيها النص اربع عشرة آية او خمس عشرة وبين عمر رضي الله عنه انها مستحبة وليست بواجبة على رأس المنبر فلم ينكر السامعون وسلموا له وتاويل حديث سجد النبي صلى الله عليه وسلم بالنجم وسجد معه المسلمون والمشركون والجن والانس عندى ان في ذلك الوقت ظهر الحق ظهورا بينا فلم يكن لاحد الا الخضوع والاستسلام فلما رجعوا الى طبيعتهم كفر من كفر واسلم من اسلم ولم يقبل شيخ من قريش تلك الغاشية الالهية لقوة ختم على قلبه الا بان رفع التراب الى الجبهة فجعل تعذيبه بان قتل ببدر ومن اذكار سجدة التلاوة سجد وجهي للذي خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته

چوتھا مقام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر نہ بیٹھے تھے بلکہ کھڑے ہو گئے تھے پھر نماز ختم کر کے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے اور قعدہ کے اندر تشہد کا بھول جانا بھی اسی کے معنے میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ امام ہو یا غیر دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت کیلئے سیدھا کھڑا ہو گیا ہے تو پھر اسکو تشہد کا پڑھنا یاد آیا ہے تو اس وقت وہ پیچھے کو نہ لوٹے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے یاد آگیا تو بیٹھ جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ جب بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا ہے تو اسکا قعدہ فوت ہو گیا ہے۔ اور وہ شخص پیچھے کو لوٹ بھی آئے تو میرے نزدیک اسکی نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بالکل سیدھا کھڑا نہیں ہوا بلکہ قریب سیدھا کھڑا ہونے کے ہے تو بیٹھ جائے مگر عام فقہاء کے نزدیک نماز باطل ہو جاتی ہے

سجدۂ تلاوت کا بیان۔ جو آیت شریف کہ جس کے معنے میں سجدہ کرنے کا حکم ہے یا اس آیت میں سجدہ کرنے والے کیلئے ثواب اور اس سے انکار کرنے والے کیلئے عذاب کا ذکر ہے تو اگر کوئی شخص ان آیات کو پڑھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے حکم فرمایا ہے کہ سجدۂ تلاوت کرے۔ کلام خداوندی کی تعظیم کیلئے اور نیکی کی طرف جلدی کرنے کے لئے اور وہ آیات کہ جن میں ملائکہ کا سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کے لئے مذکور ہے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ یہاں تو اس سجدہ کا ذکر ہے جو خاص خدا تعالیٰ کے لئے ہو۔ اور چودہ یا پندرہ آیات ہیں حدیث صریح سے سجدہ کرنا ثابت ہے۔ اور حضرت عمر رضی نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ان آیات کے پڑھتے وقت سجدہ کرنا مستحب ہے واجب نہیں تو کسی سننے والے نے انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان کے قول کو تسلیم کر لیا اور جس حدیث شریف میں آیا ہے کہ سورۂ نجم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مسلمانوں، و مشرکوں اور جنوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا تو میرے نزدیک اسکی یہ تاویل ہے کہ اس خاص وقت میں ایسا حق ظاہر اور روشن ہو گیا تھا کہ کسی شخص کو بغیر انکساری اور عاجزی کے کوئی چارہ نہ تھا۔ پھر اپنی حالت پر لوٹنے کے بعد کوئی مسلمان ہو گیا اور کوئی کافر رہا۔ اور ایک بوڑھے قریشی کے سخت دل ہونے کی وجہ سے اس پر رحمت الٰہیہ کا کچھ اثر نہ ہوا فقط اس نے مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی کے ساتھ لگائی اسکے بعد بہت جلدی ہی جنگ بدر میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گیا۔ اور سجدۂ تلاوت کا یہ ذکر ہے سجد وجهي للذي خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته

ومنها اللهم اكتب لي بها عندك اجرا وضع بها عني وزرا واجعلها لي عندك ذخرا وتقبلها كما تقبلتها من عبدك داوٗد ؛

النوافل ما كان من الرحمة المرعية في الشرائع ان يبين لهم ما لا بد منه وما يحصل به فائدة الطاعة كاملة ليأخذ كل انسان حظه وبحسب المشغول والمقبل على الارتفاقات بما لا بد منه ويؤدي الفارغ المقبل على تهذيب نفسه واصلاحه اخروه الكامل توجهت العناية التشريعية الى بيان صلوات يتنفلون بها وتوقيتها باسباب واوقات تليق بها وان يحث عليها ويرغب فيها ويفصح عن فوائدها والى ترغيبهم في الصلوة النافلة غير الموقتة اجمالا الا عند امر لا يوافق اقامتها

فمنها رواتب الفرائض والاصل فيها ان الاشتغال الدنيوية لما كانت منسية ذكر الله صادة عن تدبر الاذكار وتحصيل ثمرة الطاعات خلفها تورث اخلادا الى البهيمية وقسوة ودهشا استيجب ان يشرع لهم مصقلة يستعملونها قبل الفرائض ليكون الدخول فيها على حين صقالة القلب وجمع الهمة وكثيرا ما لا يحصل للانسان بحيث يستوفي فائدة الصلوة وهو المشار اليه في قوله صلى الله عليه وسلم كم من مصل ليس له من صلاته الا نصفها ثلثها ربعها فوجب ان يسن بعدها صلوة تكملة للمقصود واكدها عشر ركعات او ثنتا عشرة ركعة متوزعة على الاوقات وذلك انه

اور یہ بھی ہے اللھم اکتب لی بھا عندک اجرا الخ

یہ باب نفلوں کے بیان میں ہے چونکہ دارومدار شریعت محمدیہ کا رحمت پر ہے اسلئے ضروری ہوا کہ لوگوں کے لئے ایسی باتیں بھی بیان کی جائیں کہ جنکا کرنا انکو ضروری ہے اور ایسی بھی کہ جن سے طاعت میں کمال درجہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ تاکہ ہر ایک انسان ان میں سے اپنا حصہ لے سکے اور جو شخص کہ اپنے کاروبار میں مشغول ہے تو وہ ضروری باتوں کو پکڑے اور جو شخص کہ فارغ ہے وہ اپنے نفس کی تہذیب اور اصلاح میں آخرت کی طرف کامل طریقے سے متوجہ ہو جائے تو شریعت کی عنایت اس طرف متوجہ ہوئی کہ لوگوں کے لئے نماز نوافل اور انکے اوقات اور اسباب جو انکے لائق ہیں بیان کرے اور انکو رغبت دے اور انکو ابھارے اور انکے فوائد بیان کرے اور نیز ایسی نماز کی اجمالا انکو ترغیب دے کہ جنکا وقت کوئی مقرر نہیں ہے۔ بغیر ان اوقات کے جن میں نماز کا پڑھنا ہے تو یہ نوافل دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو فرائض کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ فرض کے ساتھ پڑھنے کی یہ وجہ ہے۔ کہ دنیاوی کاروبار خدا تعالیٰ کے ذکر کو بھلا دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ذکروں میں تدبر کرنے اور عبادت کے فائدہ حاصل کرنے سے مانع ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان اشغال دنیویہ کی وجہ سے قوت بہیمیہ میں طاقت اور جماؤ پیدا ہوتا ہے اور قوت ملکیہ پر ایک قسم کا دباؤ اور قساوت واقع ہوتا ہے۔ اسلئے ضروری ہوا کہ فرائض کے ادا کرنے سے پہلے ایسی چیز کا استعمال کریں جس سے وہ قساوت اور کدورت دور ہو جائے اور فرضوں میں ایسے وقت شروع ہووے کہ تمام اشغال سے اسکا دل صاف اور خاطر جمع ہو اور بہت مرتبہ انسان ایسی نماز پڑھتا ہے۔ کہ جس سے اسکو فائدہ کامل طور پر نہیں حاصل ہوتا۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کم من مصل الخ یعنے بہت نمازی ایسے ہیں۔ کہ جنکو نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ ثواب ملتا ہے اسے ضروری ہوا کہ فرضوں کے بعد بھی کچھ نماز مقرر کیجائے تاکہ نقص پورا ہو جائے — اور تمام نوافل سے زیادہ موکد دس رکعتیں یا بارہ رکعتیں ہیں اور یہ نیز اپنے اپنے اوقات میں منقسم ہیں۔ یہ اس لئے کہ شارع رحمۃ اللہ علیہ نے

أراد أن يزيد بعدد الركعات الأصلية وهي إحدى عشرة لكنها الشفع فاختار أحد العددين قوله
صلى الله عليه وسلم بني له بيت في الجنة[1] **أقول** هذا إشارة إلى أنه مكن من نفسه لحظ عظيم
من الرحمة قوله صلى الله عليه وسلم ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها **أقول** إنما كانتا خيرا منها
لأن الدنيا فانية ونعيمها لا يخلو عن كدر النصب والتعب وثوابهما باق غير كدر قوله صلى الله
عليه وسلم من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة
وعمرة **أقول** هذا هو الاعتكاف الذي سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم كل يوم وقد مر
فوائد الاعتكاف قوله صلى الله عليه وسلم في أربع قبل الظهر تفتح لهن أبواب السماء وقوله صلى
الله عليه وسلم إنها[2] ساعة تفتح فيها أبواب السماء فأحب أن يصعد لي فيها عمل صالح وقوله صلى الله
عليه وسلم ما من شيء إلا يسبح في تلك الساعة **أقول** قد ذكرنا من قبل أن المتعالي عن الوقت له
تجليات في الأوقات وأن الروحانية تنتشر في بعض الأوقات فراجع هذا الفصل وإنما سن
أربعا بعد الجمعة لمن صلاها في المسجد وركعتان بعدها لمن صلاها في بيته

ارادہ کیا ہے کہ رکعات اصلیہ کے عدد کے موافق ہو جائے لیکن یہ اشفاع میں ہیں دو عددوں میں ایک کو اختیار کیا ہے نیز اسوجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (جس نے دن رات میں بارہ رکعت پر مداومت کی (ہمیشہ پڑھیں) تو اسکے لئے جنت میں گھر تیار کیا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ ان رکعات کے پڑھنے والے شخص نے اپنے نفس کے لئے رحمت کا بڑا حصہ حاصل کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رکعتا الفجر الخ یعنے فجر کے دو نفل کا پڑھنا دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اسکی نعمتیں بھی مصیبت اور کدورت سے خالی نہیں۔ اور ان نوافل کا ثواب بغیر کدورت کے باقی رہنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، من صلے الفجر الخ یعنے جو شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا کر کے سورج کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا ہو پھر دو رکعت نماز ادا کی ہو اسکو حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہ اعتکاف ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دن کے لئے سنت فرمایا ہے۔ اور اعتکاف کے فضائل پہلے ذکر ہو چکے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفتح لهن الخ یعنے جس نے ظہر سے پہلے چار نوافل پڑھے تو اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (یعنے دربار الٰہی میں منظور ہو جاتے ہیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انها الخ یعنے زوال کے بعد ایسی ساعت ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ مجھے یہ پسند آتا ہے کہ ایسی گھڑی میں میرے نیک اعمال آسمان کی طرف جائیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو اس وقت میں تسبیح نہ کہتی ہو میں کہتا ہوں کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مکان و زمان وغیرہ سے پاک ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ کی ذات کے تجلیات بعض اوقات میں ظاہر ہوتے ہیں اور بے شک بعض اوقات میں روحانیت پھیل جاتی ہے۔ تو اسکی یہی وجہ ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے تجلیات ظاہر ہوتی ہے اور جو شخص جمعہ کے بعد مسجد میں نماز پڑھے اسکے لئے چار رکعت مسنون ہیں اور جو گھر میں جا کر پڑھے اُس کے لئے دو رکعت مسنون ہیں۔

[1] الحديث ما رواه الترمذي عن أم حبيبة أنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى في يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة بني له بيت في الجنة أربعا قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل صلوة الفجر ١٢ [2] الضمير لما بعد الزوال ١٢

لئلا یحصل مثل الصلوٰۃ فی وقتہا ومکانہا فی اجتماع عظیم من الناس فان ذلک یفتح علی العوام ظن الاعراض عن الجماعۃ ونحو ذلک من الاوہام وہو امرہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یوصل صلوٰۃ بصلوٰۃ حتی یتکلم او یخرج وتروی اربع قبل العصر وست بعد المغرب ولم یسن بعد الفجر لان السنۃ فیہ الجلوس فی موضع الصلوٰۃ الی صلوٰۃ الاشراق فیحصل المقصود ولان الصلوٰۃ بعدہ تفتح باب المشابہۃ بالمجوس ولا بعد العصر للمشابہۃ المذکورۃ ؛

ومنہا صلوٰۃ اللیل۔ اعلم انہ لما کان اٰخر اللیل وقت صفاء الخاطر عن الاشتغال المشوشۃ وجمع القلب وھدء الصوت ونوم الناس وابعد من الرؤیاء والسمعۃ وافضل اوقات الطاعۃ ما کان فیہ الفراغ واقبال الخاطر وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوا باللیل والناس نیام وقولہ تعالیٰ ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا ان لک فی النہار سبحا طویلا وایضا فذلک الوقت وقت نزول الرحمۃ الالٰھیۃ واقرب ما یکون الرب الی العبد فیہ وقد ذکرناہ من قبل

اس لئے کہ یہ دن جمعہ کا لوگوں کے اجتماع کا دن ہے اور بعد جمعہ کے اسی جگہ اور اسی وقت اور دو رکعت پڑھنے سے جمعہ کے ساتھ مماثلت (یعنے برابری ہو جاتی ہے) تو یہ خیال عام لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ہٹا دیتا ہے اور اسی طرح اور خیال پیدا ہو جاتے ہیں (یعنے جب جمعہ کے بعد اسی جگہ اور اسی وقت میں دو رکعت نفل پڑھے تو لوگوں کے دل میں یہ خیال آجائیگا کہ جمعہ کی بھی دو رکعت ہیں اور یہ بعد میں بھی دو رکعت ہی ہیں تو جب دو رکعت ہی پڑھنی ہیں تو گھر میں ہی پڑھ لیں گے جماعت کی کیا ضرورت ہے اس وہم کے دفع کرنے کے لئے دو رکعت کے پڑھنے کا حکم گھر میں فرمایا۔ اور اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک نماز کے ساتھ اسی وقت دوسری نماز نہ ملاوے جب تک کہ ان دونوں کے درمیان کلام نہ کر لے یا باہر چلا جائے اور ایک روایت میں عصر سے پہلے چار پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اور مغرب کے بعد چھ پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اور ایک روایت میں بیس پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اور بعد نماز فجر کے اور کسی نفل کے پڑھنے کا ذکر نہیں آیا کیونکہ فجر کی نماز پڑھ کر اشراق کی نماز تک بیٹھے رہنا سنت ہے۔ تو جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا۔ اور نیز یہ وجہ ہے۔ کہ فجر کے بعد نماز پڑھنے سے مجوس کے ساتھ مشابہت آتی ہے اور عصر کے بعد بھی نفل پڑھنے مسنون نہیں ہیں بوجہ مشابہت مجوس کے۔ کیونکہ مجوس یعنے آتش پرست ان دونوں وقتوں میں اپنی عبادت کرتے ہیں اور منجملہ ان نوافل کے صلوٰۃ اللیل ہے یعنے نماز تہجد۔

جاننا چاہیئے۔ کہ سب سے افضل عبادت کیلئے وہ وقت ہے۔ کہ جس میں انسان کا دل تمام کاروبار سے فارغ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکے۔ ایسا وقت رات کا اخیری حصہ ہے۔ کیونکہ اس وقت میں دل کو تمام کاروبار پریشانہ سے فراغت حاصل ہو کر صفائی اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ اور نیز یہ وقت آرام اور سکوت اور لوگوں کی نیند کا ہے۔ کہ اس وقت میں ریا اور دکھلاوے کا شبہ نہیں پڑ سکتا۔ چنانچہ اسکا ثبوت اس حدیث سے ہی ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ صلوا باللیل الخ یعنے ایسے وقت میں نماز پڑھو جس وقت کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ نیز اس آیت شریف سے بھی نماز تہجد کی فضیلت ثابت ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان ناشئۃ اللیل الخ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو سخت کچلنے والا ہے اور قول کو زیادہ درست کرنے والا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ تیرے لئے دن میں مباشغل ہے اور نیز یہ بات ہے کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

سے ناشئۃ اللیل القیام بعد النوم وطأ اشد وطأ ای مرفقۃ اسمع للقلب تعلم القرآن فی ھذا الوقت ۔ اشد وطأ واقوم قیلا ای ابین قولا وقیل سبحا طویلا ای تصرفا فی اشغالک لا تجد فرصۃ لتلاوۃ القرآن ۱۲

وایضا فذلك الوقت وقت نزول الرحمة الالهية واقرب ما يكون الرب الى العبد فيه وقد ذكرناه
من قبل وايضا فللسهر خاصية عجيبة فى اضعاف البهيمية وهو بمنزلة الترياق ولذلك جربها
طوائف الناس انهم اذا ارادوا تسخير السباع وتعليمها الصيد لم يستطيعوه الا من قبل السهر
والجوع وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان هذا السهر جهد وثقل الحديث كانت العناية بصلاة التهجد
اكثر فبين النبى صلى الله عليه وسلم فضائلها وضبط آدابها واذكارها قوله صلى الله عليه وسلم
يعقد الشيطان على قافية راس احدكم اذا هو نام ثلاث عقد الحديث اقول الشيطان يلذ اليه النوم
ويوسوس اليه ان الليل طويل ووسوسته تلك اكيدة شديدة لا تنفصم الا بتدبير بالغ يدفع برأسها
ويفتح به باب من التوجه الى الله فاحسن ان يذكر الله اذا هب وهو يمسح النوم عن وجهه ثم
يتوضأ ويتسوك ثم يصلى ركعتين خفيفتين ثم يطول بالآداب والاذكار ما شاء وانى جربت تلك
العقد الثلاث وشاهدت ضربها وتأثيرها وعلمت حينئذ بانه من الشيطان وذكرى هذا
الحديث قوله صلى الله عليه وسلم رب كاسية فى الدنيا اى باصناف اللباس عارية فى الآخرة اى
جزاء وفاقا لخلو نفسها عن الفضائل النفسانية قوله صلى الله عليه وسلم ماذا انزل الليلة

ہے کہ اسکی وجہ سے قوت بہیمیہ ضعیف ہوجاتی ہے۔ یہ رات کا جاگنا بمنزلہ تریاق کے ہے اسی وجہ سے شکاری لوگ اگر کسی درندہ جانور کو مطیع اور سکھانا
چاہتے ہیں تو اسکو بیدار اور بھوکا رکھتے ہیں اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ھذا السھر الخ کہ بیشک رات کا جاگنا بڑا مشکل ہے گراں ہے
اس لئے شارع نے تہجد کی نماز کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور اسکے فضائل اور طریقے اور اذکار بیان فرمائے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا یعقد الخ یعنی جسوقت انسان رات کیوقت سوتا ہے تو شیطان اسکی گدی پر تین گرہ لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر تھپکی دیکر کہتا ہے کہ
ابھی بڑی رات ہے سو جا الخ میں کہتا ہوں کہ انسان کے دل پر شیطان نیند کی لذت ڈالتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی بڑی رات
ہے اور اسکا یہ وسوسہ ایسا مستحکم ہے کہ بغیر ایسی محکم تدبیر کے کہ جس سے نیند زائل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونیکا دروازہ کھل جائے
زائل نہیں ہو سکتا اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت کوئی آدمی نیند سے بیدار ہو تو اپنا منہ ملتا ہوا اللہ تعالیٰ کا ذکر
کرے پھر مسواک اور وضو کرکے ہلکی سی دو رکعت نماز پڑھے پھر جتنا ہو سکے اذکار وغیرہ پڑھے۔ اور میں نے خود ان تینوں گرہوں
کا تجربہ کیا ہے اور شیطان کی تھپکی اور اسکی تاثیر کا مشاہدہ کیا ہے اور مجھ کو اسوقت معلوم ہوگیا کہ یہ شیطان کی طرف
سے ہیں اور نیز اسی وجہ سے یہ حدیث مذکور ہو گئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رب کاسیۃ فی الدنیا کہ
بہت عورتیں جو دنیا میں قسم قسم کے لباس پہننے والی تھیں وہ قیامت کے روز ننگیاں ہونگی۔ اس لئے کہ جو انہوں نے
اپنے نفس کیلئے فضائل حاصل کرنے تھے وہ حاصل نہ کئے اور نفس خالی رہا۔ تاکہ مساوات ہو جائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ سبحان اللہ ماذا انزل الخ

لہ تمامہ ماذا [illegible] رکعتین فان قام من الليل [illegible] قيام الليل
سکہ تمامہ يضرب على كل عقدة عليك ليل طويل فارقد فان استيقظ فذكر الله انحلت عقدة فان توضأ انحلت عقدة فان صلى انحلت عقدة
فاصبح نشيطا طيب النفس والا اصبح خبيث النفس كسلان ١٢ سکہ استيقظ ١٢ لطلقہ عدم النوم ١٢

اقول هذا دليل واضح على تمثل المعاني ونزولها إلى الأرض قبل وجودها المحسوس **قوله** صلى الله عليه وسلم ينزل ربنا تبارك وتعالى إلى السماء الدنيا الحديث أقول هذا كناية عن تهيؤ النفوس لاستنزال رحمة الله من جهة هدوء الأصوات الشاغلة عن الحضور وصفاء القلب عن الاشتغال المتوسطة والبعيدة من أوراده وعندي أنه مع ذلك كناية عن شيء متجدد يستحق أن يعبر عنه بالنزول وقد أشرنا إلى شيء من هذا وهذين سرين **قال** النبي صلى الله عليه وسلم أقرب ما يكون الرب من العبد في جوف الليل الآخر وقال إن في الليل لساعة لا يوافقها عبد مسلم يسأل الله فيها خيرا إلا أعطاه **وقال** عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم وهو قربة لكم إلى ربكم ومكفرة للسيئات منهاة عن الإثم قد ذكرنا أسرار التكفير والتنوير ونحوهما **قوله** صلى الله عليه وسلم من أوى إلى فراشه طاهرا يذكر الله حتى يدركه النعاس لم ينقلب ساعة من الليل يسأل الله شيئا من خير الدنيا والآخرة إلا أعطاه **اقول** معناه من نام على حالة الإحسان الجامع بين التشبه بالملكوت والتطلع للجبروت لم يزل طول ليله على تلك الحالة وكانت نفسه راجعة إلى الله في عباده المقربين۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ معانی کی صورت بن سکتی ہے اور پہلے وجود حسی کے ان کا نزول زمین پر ہو سکتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے ینزل ربنا الخ یعنی جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا پروردگار آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ کوئی ہے کہ مجھ سے کچھ طلب کرے تو میں اس کی مراد پوری کروں الخ علماء نے اس حدیث کے یہ معنے کئے ہیں کہ نفس اس بات کے قابل ہو جاوے کہ رحمت الہیہ کے نزول کو برداشت کر سکے۔ اور میرے نزدیک ایک اور معنے بھی ہیں کہ وہ یہ ہے کہ دل کے اندر کوئی نئی چیز پیدا ہو جاوے جس کو نزول کے ساتھ ہی تعبیر کر سکتے ہیں۔ یا یہ معنے ہیں کہ وہ رحمت نازل کرنے کے (ذات تعالیٰ) قریب ہو جاتا ہے۔ اور ہم پہلے کچھ اسکا ذکر کر چکے ہیں۔ ان دونوں رازوں کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرب ما یکون الرب الخ یعنی بندے کا خدا کے ساتھ سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا وقت پچھلی رات کا حصہ ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت میں جو مسلمان سوال کرتا ہے تو اسکا سوال خیر اللہ تعالیٰ پورا کر دیتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بقیام اللیل یعنی تم رات کے وقت اٹھنے کو لازم پکڑ لو کیونکہ نیک لوگ جو تم سے پہلے گذرے ہیں ان کا یہی طریقہ تھا۔ اور نیز یہ کہ تم کو اپنے رب کی طرف نزدیک کرنے کا سبب ہے اور گناہوں سے دور کرنے والا اور گناہوں کے مٹانے والا ہے۔ اور گناہوں سے دور کرنے اور باز رکھنے کے راز ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس جگہ دیکھ لیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اپنے بستر پر باوضو خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا لیٹ گیا۔ پھر اسکو نیند آ گئی تو رات کی کسی گھڑی میں اپنی کروٹ بدلتا ہوا اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سوال کو پورا کر دیتا ہے (میں کہتا ہوں) کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ جو شخص ایسی عمدہ حالت پر سوئے جو کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے اور فرشتوں کے ساتھ مشابہ ہونے کے جامع ہو اور تمام رات اسی حالت پر رہا ہو تو اسکا نفس خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف ایسا رجوع کر رہا ہے جیسے کہ مقربین کا گروہ، تو جیسے انکا سوال اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے ویسے ہی اسکا بھی پورا کرتا ہے۔

له تمام حدیث ... حین [illegible] ویقول من یدعونی فاستجیب له من یسألنی فاعطیه من یستغفرنی فاغفر له ... [illegible]
... ان لہ ذیل من صفات الاجسام [illegible] ۱۲ سکہ [illegible] ۱۲

ومن سنن التهجد أن يذكر الله إذا قام من النوم قبل أن يتوضأ وقد ذكر فيه صيغ منها اللهم لك الحمد أنت قيم السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت نور السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت ملك السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت الحق ووعدك الحق ولقاؤك حق وقولك حق والجنة حق والنار حق والنبيون حق ومحمد حق والساعة حق اللهم لك أسلمت وبك آمنت وعليك توكلت وإليك أنبت وبك خاصمت وإليك حاكمت فاغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت ولا إله غيرك **ومنها** أن يكبر الله عشرا ويحمد الله عشرا وقال سبحان الله وبحمده عشرا وقال سبحان الملك القدوس عشرا واستغفر الله عشرا وهلل الله عشرا ثم قال اللهم إني أعوذ بك من ضيق الدنيا وضيق يوم القيمة عشرا **ومنها** لا إله إلا أنت سبحانك اللهم وبحمدك أستغفرك لذنبي وأسألك رحمتك اللهم زدني علما ولا تزغ قلبي بعد إذ هديتني وهب لي من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب **ومنها** تلاوة إن في خلق السموات والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولي الألباب إلى آخر السورة ثم يتسوك ويتوضأ ويصلي إحدى عشرة ركعة أو ثلاث عشرة ركعة منها الوتر **ومن آداب صلوة الليل** أن يواظب على الأذكار التي سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم في أركان الصلوة وأن يسلم على كل ركعتين ثم يرفع يديه يقول يا رب يا رب يبتهل في الدعاء. وكان في دعائه صلى الله عليه وسلم اللهم اجعل

اور تہجد کے طریقہ مسنون یہ ہیں کہ جب انسان نیند سے بیدار ہو تو وضو کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس ذکر کے کئی الفاظ حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے اللهم لك الحمد انت قيم السموات والارض سے لیکر لا اله الا انت ولا اله غيرك تک۔ اور ایک یہ ہے کہ الله اكبر اور الحمد لله دس دس مرتبہ کہے اور سبحان الله وبحمده دس مرتبہ کہے اور سبحان الملك القدوس اور استغفر الله اور لا اله الا الله دس دس مرتبہ کہے اور پھر اللهم انى اعوذ بك من ضيق الدنيا وضيق يوم القيمة دس مرتبہ کہے اور ایک یہ ہے۔ کہ لا اله الا انت سبحانك اللهم وبحمدك استغفرك لذنبي واسألك رحمتك۔ اللهم زدني علما ولا تزغ قلبي اذ هديتني وهب لي من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔ اور ایک یہ ہے کہ ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لاولي الالباب الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانك فقنا عذاب النار ربنا انك من تدخل النار آخر سورہ آل عمران تک۔ پھر مسواک کرکے وضو کرے اور گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت پڑھے اور ایک رکعت ان میں وتر کی ہے اور **تہجد کے آداب یہ ہیں** کہ جن اذکار کو نبی علیہ السلام نے نماز کے ارکان میں مسنون فرمایا ہے ان پر مواظبت کرے یعنی ان پر ہمیشگی کرے، پھر ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہوا تضرع سے دعائیں مانگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی ہے۔ اللهم اجعل

---

[1] ای الدائم القائم بتدبیرہا ۱۲ [2] ای منور ۱۲ [3] ای رجعت [4] ای بحجتک و قوتک خاصمت الاعداء [5] و حاکمت ای رفعت امری ۱۲ [6] ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

فی قلبی نوراً وفی بصری نوراً وفی سمعی نوراً وعن یمینی نوراً وعن یساری نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً وامامی نوراً وخلفی نوراً واجعل لی نوراً وقد صلاها النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی وجوہ والکل سنۃ والاصل ان صلوۃ اللیل ہو الوتر وہو معنی قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ امدکم بصلوۃ ہی الوتر فصلوہا ما بین العشاء الی الفجر وانما شرعہا النبی صلے اللہ علیہ وسلم وتراً لان الوتر عدد مبارک وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اہل القرآن لکن ما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان القیام لصلوۃ اللیل جہد لا یطیقہ الا من وفق لہ لم یشرعہ تشریعاً عاماً ورخص فی تقدیم الوتر اول اللیل ورغب فی تاخیرہ وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یوتر آخرہ فلیوتر آخرہ فان صلوۃ اللیل مشہودۃ وذلک افضل والحق ان الوتر سنۃ ہو اوکد السنن بینہ علی وابن عمر و عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہم قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ امدکم بصلوۃ ہی خیر لکم من حمر النعم اقول ہذا اشارۃ الی ان اللہ تعالی لم یفرض علیہم الا مقداراً یتأتی منہم ففرض علیہم اولاً احدی عشرۃ رکعۃ ثم اکملہا بما فی الرکعات فی الحضر وامدہا بالوتر للمحسنین منہم صلی اللہ علیہ وسلم ان المستعدین بلا حساب ان یحتاجوا الی مقدار زائد فجعل الوتر ذا عدد زائد [illegible]

(اور میرے) دل میں اور [illegible] نور کر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد کئی طریقوں سے پڑھی ہے اور سب سنت ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ رات کی نماز وتر ہے۔ جیسے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ امدکم الخ بے شک اللہ تعالیٰ نے زیادہ دی تم پر ایسی نماز کہ اسکا نام وتر ہے اسکو عشاء اور فجر کے درمیان پڑھا کرو۔ اور اس نماز تہجد کا وتر نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے رکھا ہے کہ وتر مبارک عدد ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ وتر یحب الوتر یعنی اللہ تعالیٰ طاق ہے یعنی ایک ہی اور طاق عدد کو محبوب سمجھتا ہے۔ پس تم اے قرآن مجید کے ماننے والو وتر رکعتیں پڑھا کرو اور رات کے وقت نرم بستر سے اٹھ کر عبادت کرنے میں بڑی مشقت ہے اور اس عبادت کو وہی شخص ادا کر سکتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو اسی واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام لیل کو تمام امت پر لازم نہیں کیا بلکہ پہلی رات میں وتر پڑھنے کی اجازت بھی فرمادی ہے اور اخیر رات میں وتر پڑھنے کی ترغیب بھی دیتے رہے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے من خاف الخ یعنی جو آدمی آخر حصہ رات میں نہ اٹھ سکے تو اسکو چاہیے کہ اول حصہ رات میں وتر ادا کرے اور جسکو رات کے اخیر حصہ میں وتر پڑھنے کا طمع ہو تو اسکو چاہیے کہ آخر میں وتر ادا کرے کیونکہ رات کی نماز دربار الٰہی میں حاضر کی جاتی ہے اور یہ افضل ہے اور حق بات یہ ہے کہ وتر سنت ہیں اور یہ وتر تمام سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں۔ بیان کیا ہے اسکو حضرت علی و ابن عمر و عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم نے۔ اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ امدکم الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک ایسی نماز بڑھا دی ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے (میں کہتا ہوں) یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اتنی قدر نماز فرض کی ہے کہ جسکو وہ ادا کر سکیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رات دن میں گیارہ رکعتیں فرض کی تھیں پھر ان گیارہ کے ساتھ باقی رکعات اور حضر کی رکعات کو مکمل کر دیا ان لوگوں کیلئے جو اپنے گھروں میں مقیم ہیں پھر ان محسنین کے لئے وتر ادا بڑھا دیا گیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھا کہ جو لوگ مرتبہ احسان کے حاصل کرنے کو دوڑ رہے ہیں انکو اور زیادہ مقدار کی حاجت ہوگی پس

لہ وتر کی نماز اور [illegible]

[illegible]

احدیٰ عشرۃ رکعۃ وہو قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ لاعرابی لیس لک ولا لاصحابک ومن اذکار الوتر
کلمات علمها النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی رضی اللہ عنہ فکان یقولہن فی قنوت الوتر اللہم اہدنی
فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما
قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت
ربنا وتعالیت ومنہا ان یقول فی اٰخرہ اللہم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک
من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ومنہا ان یقول
اذا سلم سبحان الملک القدوس ثلاث مرات یرفع صوتہ فی الثالثۃ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذا صلاہا ثلاثا یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلٰی وفی الثانیۃ بقل یا ایہا الکافرون وفی
الثالثۃ بقل ہو اللہ احد والمعوذتین ومنہا قیام شہر رمضان واسر فی مشروعیتہ ان المقصود
من رمضان ان یلحق المسلمون بالملائکۃ ویتشبہوا بہم فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک
علی درجتین درجۃ العوام وہی صوم رمضان والاکتفاء علی الفرائض ودرجۃ المحسنین وہی
صوم رمضان وقیام لیالیہ وتنزیہ اللسان مع الاعتکاف وسنۃ المعتکف فی العشر الاواخر وقد علم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جمیع الامۃ لا یستطیعون الاخذ بالدرجۃ العلیا ولا بد من ان یفعل

مانند کے برابر ہوگئیں اس رکعت وما وہ نو دی گئیں۔ اور یہ دس رکعتیں ہیں کہ ہے اسی واسطے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی
(یعنی گاؤں کے بسنے والے کو) فرمایا کہ یہ نماز تیرے اور تیرے دوستوں کے لئے نہیں ہے وتر کے وظائف کیلئے حدیثوں
میں کئی قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ منجملہ ان وظائف کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائے ہیں
اور حسن رضی اللہ عنہ قنوت وتر میں پڑھتے تھے یہ ہیں کہ اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت
وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت
اور یہ الفاظ بھی ہیں اور بہتر یہ ہے کہ پہلے اذکار کے بعد یہ پڑھے اللہم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ
بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور ایک یہ
وظیفہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سبحان الملک القدوس تین مرتبہ کہے اور تیسری مرتبہ بلند آواز سے پڑھے
اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے تو پہلی رکعت میں سورۃ سبح اسم ربک الاعلی
اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
پڑھتے تھے اور نوافل مسنونہ سے نوافل رمضان بھی ہیں (یعنی نماز تراویح) اس نماز کے شروع
ہونے میں یہ راز ہے کہ شارع کو رمضان سے یہ مقصود تھا کہ مسلمان اس مہینہ میں عمدہ اوصاف پیدا کر کے
فرشتوں کے مشابہ ہوں اور انکے ساتھ ملحق ہو جائیں۔ تو اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے دو درجے بنا دیئے۔
ایک درجہ عوام کیلئے کہ وہ رمضان کے روزے ہیں کہ عام لوگ رمضان کے روزے اور باقی فرائض کو ادا
کریں اور ایک درجہ خواص کے لئے ہے یعنی محسنین کیلئے کہ وہ رمضان کے روزے بھی رکھیں اور رمضان کی راتوں
میں نماز بھی پڑھیں اور باوجود اعتکاف کرنے کے اپنی زبانوں کو بیہودہ باتوں سے بھی روکیں اور اخیر عشرہ کے
عبادت کیلئے خوب مستعد ہو جائیں اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ میری تمام امت بڑے بڑے مرتبہ حاصل
کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور ہر ایک کو اپنی طاقت کے مقدار عمل کرنا ضروری ہی تھا۔

كل واحد مجهوده. قوله صلى الله عليه وسلم ما زال بكم الذي رأيت من صنيعكم حتى خشيت أن يكتب عليكم ولو كتب عليكم ما قمتم به أقول إن العبادات لا تتوقف عليهم إلا بما صارت به نفوسهم فخشي النبي صلى الله عليه وسلم أن يعتاد ذلك أوائل الأمة فتطمئن به نفوسهم ويجدوا في نفوسهم عند التقصير فيها التفريط في جنب الله أو يصير من شعائر الدين فيفرض عليهم وينزل القرآن فيثقل على أواخرهم وما خشي ذلك حتى تفرس من الرحمة التشريعية تريد أن تخصهم بالتشبه بالملكوت وأن لا يبعد أن ينزل القرآن لأدنى تشهير فيهم واطمئنانهم وعضهم عليه بالنواجذ ولقد صدق الله فراسته نفثت في قلوب المؤمنين من بعده أن يعضوا عليه بالنواجذ. قوله صلى الله عليه وسلم من قام رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه وذلك لأنه بالأخذ بهذه الدرجة أمكن من نفسه نفحات الرب المقتضية لظهور الملكية وتكفير السيئات وزادت الصحابة ومن بعدهم في قيام رمضان ثلاثة أشياء الاجتماع له في مساجدهم وذلك لأنه يفيد التيسير على خاصتهم وعامتهم وأداؤه في أول الليل مع القول بأن صلاة آخر الليل مشهودة وهي أفضل كما نبه عمر رضي الله عنه لهذا التيسير الذي أشرنا إليه وعدده عشرون ركعة وذلك أنهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم شرع للمحسنين إحدى عشرة ركعة في جميع السنة فحكموا أنه لا ينبغي أن يكون حظ المسلم في رمضان عند قصده الاقتحام في لجة التشبه بالملكوت أقل من ضعفها.

اسواسطے دو درجہ بنادیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ما زال بکم الذی رأیتہ مجھے ہمیشہ تمہارے اس عمل کو دیکھ کر خطرہ ہوا کہ مبادا یہ قیام رمضان تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر فرض ہو گیا تو تم اسے تمام نہ رہو گے۔ یہ معلوم ہوا کہ قیام رمضان سنت ہے واضح ہو کہ عبادت وہی مقرر ہوتی ہے جس سے نفوس مطمئن ہوں تو حضور علیہ السلام ڈرے کہ متقدمین انکی عادات ڈالکر مطمئن ہو جائیں گے وقت کوتاہی میں جانب اللہ تفریط سمجھیں یا وہ تو او بیجز دین کے مفروضہ احکام سے ہو جائے تو سب پر فرض ہو کر موجب دقت ہو کہ قرآن بھی نازل ہو رہا ہے اور پچھلوں پر فرضیت بھاری گذرے۔ آپ اس ڈر سے پہلے معلوم کر چکے تھے کہ رحمت شرعیہ اس تکلیف سے انہیں ملائکہ سے مشابہ بنانا چاہتی ہے۔ اور کوئی دور نہیں کہ ادنی شہرت کیلئے ان میں نزول قرآن کا ہو جس سے وہ مطمئن ہو کر مضبوطی سے عمل کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپکی فراست کی تصدیق رکھ کر مومنوں کے دلوں میں احکام الٰہی کی پابندی ڈالدی۔ قوله علیہ السلام من قام رمضان الخ حدیث ہے جس شخص نے بوجہ ایمان اور طلب ثواب کے رمضان شریف میں نماز تراویح ادا کی تو تمام اگلے گناہ اسکے معاف ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اس درجہ کے پکڑنے کے باعث اپنے آپ کو الٰہی رحمتوں کے برداشت کے قابل بنا کر صفات ملکیہ کے نزدیک ہو کر گناہوں سے دوری اختیار کر رہا ہے۔ اور صحابہ رضی اور تابعین رح نے قیام رمضان میں تین چیزیں زیادہ کی ہیں۔ ایک یہ کہ مساجد میں نماز تراویح کے لیے اجتماع کرنا۔ اسواسطے تاکہ عوام و خواص کو اس عمل کے ادا کرنے میں آسانی ہو جائے دوسری یہ کہ نماز تراویح کو اول رات میں ادا کرنا باوجود اسبات کے کہ اخیر رات کے وقت نماز پڑھنے کو افضل جانتے ہیں اور اسی آسانی مذکورہ پر حضرت عمر رضی نے آگاہ کیا ہے۔ تیسری یہ کہ نماز تراویح کی مقدار بیس رکعت مقرر کرنا یہ اسلئے کہ جب صحابہ رضی نے دیکھا کہ حضور رضی نے سب مومنین کیلئے سال بھر میں گیارہ رکعت مقرر کی ہیں تو صحابہ رضی نے کہا کہ رمضان شریف کا اہتمام اس سے زیادہ کرے جو ملکیت کے قریب مشابہ کرنے کا موجب ہے اسلئے باقی مہینوں سے دگنی یعنی بیس رکعت نماز نفل تراویح ہونی چاہیے۔

ومنها الضحى. وسرها ان الحكمة الالهية اقتضت ان لا يخلو كل ربع من ارباع النهار من صلاة تذكره ما ذهل عنه من ذكر الله لان الربع ثلاث ساعات وهي اول كثرة المقدار المستعمل عندهم في اجزاء النهار عربهم وعجمهم ولذلك كانت الضحى سنة الصالحين قبل نبينا صلى الله عليه وسلم ولان اول النهار وقت ابتغاء الرزق والسعي في المعيشة فسن في ذلك الوقت صلوة ليكون ترياقا لسم تغلغل في الدنيا بمنزلة ما سن النبي صلى الله عليه وسلم للداخل في السوق من ذكر لا اله الا الله وحده لا شريك له. وللضحى ثلاث درجات ادناها ركعتان وفيها انها تجزى عن الصدقات الواجبة على كل سلامى[1] من ابن آدم وذلك ان بقاء كل مفصل على صحته المناسبة له نعمة عظيمة تستوجب الحمد بازاء الحسنات لله والصلوة اعظم الحسنات تتأتى بجميع الاعضاء الظاهرة والقوى الباطنة وثانيها اربع ركعات وفيها عن الله تعالى يا ابن آدم اركع لي اربع ركعات من اول النهار اكفك آخره **اقول** معناه انه نصاب صالح من تهذيب النفس وان لم يعمل عملا مثله الى آخر النهار وثالثها ما زاد عليها كثماني ركعات وثنتي عشرة واكمل اوقاته حين يترحل النهار وترمض[2] الفصال **ومنها صلوة الاستخارة** وكان اهل الجاهلية اذا عنت لهم حاجة من سفر او نكاح او بيع استقسموا بالازلام فنهى عنه النبي صلى الله

ومنجملہ نوافل کے نماز چاشت ہے۔ اور اسکے مقرر کرنے میں یہ وجہ ہے کہ حکمت خداوندی اسبات کی مقتضی ہے کہ دن کا کوئی چہارم حصہ نماز سے خالی نہ جائے جس میں ذکر اللہ سے غافل ہے چونکہ چہارم حصہ تین گھنٹے ہوتے ہیں۔ اور یہ مقدار عرب وعجم کے نزدیک مستعمل ہے۔ اس لئے چاشت کی نماز حضور علیہ السلام سے پہلے صالحین کی سنت تھی نیز شروع دن میں مزدوری اور روزی رزق کی تلاش اور کاروبار کیا جاتا ہے تو اسوقت یہ نماز بھی مسنون ہوئی کہ دنیا میں منہمک ہونے کی زہر کا تریاق ہو جیسے حضور علیہ السلام نے بازار داخل ہونے والے کیلئے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کا ذکر مسنون فرمایا۔ اور نماز چاشت کے تین درجے ہیں۔ سب سے کم درجہ دو رکعتیں ہیں اس میں یہ راز ہے کہ انسان پر ہر ایک جوڑ کے عوض میں صدقہ واجب ہے اور یہ دو رکعات ان تمام صدقات کے برابر ہو سکتی ہیں اور صدقہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا انسان کے ہر جوڑ کو اور اس صحت کے جو اسکے مناسب ہو باقی رکھنا ایک بڑی نعمت ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا ساتھ ادا کرنے حسنات کے ضروری ہے۔ اور نماز تمام حسنات سے عظیم ہے اسلئے کہ یہ تمام ظاہری اعضا اور قوائے باطنی سے حاصل ہوتی ہے دوسرا درجہ چار رکعات ہیں۔ اس میں یہ نقطہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ابن آدم ارکع لی اربع رکعات" اے اولاد آدم میرے لئے اول دن میں چار رکعات پڑھ جو میں تیرے لئے اخیر دن تک کافی ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار تہذیب نفس کے لئے کافی ہے اگرچہ اسکی مثل اخیر رات تک اور کوئی عمل نہ کرے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ان چار رکعت پر زائد ہوں خواہ آٹھ ہوں یا بارہ ہوں۔ اور کامل وقت نماز چاشت کا یہ ہے کہ جب اچھی طرح سے سورج اوپر کو چڑھ گئے اور اونٹ گرم ریت پر نہ چل سکیں اور منجملہ نوافل کے نماز استخارہ ہے۔ اور نماز استخارہ شروع ہونے کی یہ وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اہل جاہلیت میں کسی کام کے کرنے کے وقت وہ کام سفر کا ہو یا نکاح یا بیع شراء کا یہ طریقہ جاری تھا کہ تیر ڈالنے سے قسمت آزمایا کیا کرتے تھے تو منع فرمایا نبی صلی اللہ

[1] جمع سلامیۃ وہے الانملۃ من انامل الاصابع وقیل سلامی کل عظم مجوف وقیل ہے کل عضو من الاعضاء ۱۲
[2] ترمض تحمی الرمضاء وہی الرمل فتبرک الفصال من شدۃ الحر واحراق اخفافہا ۱۲

علیہ وسلم لانہ غیر معتمد علی اصل وانما ھو محض اتفاق ولانہ افتراء علی اللہ بقولھم امرنی ربی ونھانی ربی فعوضھم من ذلک الاستخارۃ فان الانسان اذا استمطر العلم من ربہ وطلب منہ کشف مرضاتہ فی ذلک الامر ولج قلبہ بالوقوف علی بابہ لم یتراخ من ذلک فیضان سر الٰہی وایضا فمن اعظم فوائدھا ان یفنی الانسان عن مراد نفسہ وتنقاد بہیمیتہ لملکیتہ ویسلم وجہہ للہ فاذا فعل ذلک صار بمنزلۃ الملائکۃ فی انتظارھم لالہام اللہ فاذا الھموا سعوا فی الامر بداعیۃ الٰہیۃ لا بداعیۃ نفسانیۃ وعندی ان اکثار الاستخارۃ فی الامور تریاق مجرب لتحصیل شبہ الملائکۃ وضبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم آدابہ ودعاءہ فشرع رکعتین ودعاء اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واٰجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واٰجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ قال ویسمی حاجتہ و منھا صلوٰۃ الحاجۃ والاصل فیھا ان الابتغاء من الناس وطلب الحاجۃ منھم مظنۃ ان یری اعانۃ ما من غیر اللہ تعالیٰ فیخل بتوحید الاستعانۃ فشرع لھم صلاۃ ودعاء لیدفع عنھم ھذا الشر و

علیہ وسلم نے حبات سے کہ یہ تو بے بنیاد چیز ہے یہ تو فقط اتفاقی چیز ہے۔ اور اس لیے منع فرمایا کہ وہ لوگ تیر پرستان باندھ کر کہتے تھے کہ ہم کو اللہ نے اس بات کے کرنے کا حکم کیا ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عوض میں استخارہ کا حکم فرمادیا کہ جب انسان کو خدا سے علم کا فیضان ہو کر رضاء الٰہی کا طالب اس امر میں ہوتا ہے تو اس دل کو اسی دروازے پر کھڑا کرنے کا مجبور کرتا ہے تو راز الٰہی اسرار کے عوض ابر نزول کرنے لگتے ہیں۔ نیز ایک بڑا بڑا فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنی نفس کی خواہش کو بالکل ترک کر کے صفات حیوانیہ سے جدا ہو کر ملکیہ صفت حاصل کرتا ہے اور اپنے آپ کو سپرد خدا کر دیتا ہے تو اس وقت ملائکہ کی طرح ہو جاتا ہے جیسے وہ الہام الٰہی کے منتظر ہوتے ہیں جب انہیں الہام ہو جاتے ہیں تو فوراً انہیں عمل میں بحکم الٰہی دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور میرے نزدیک استخارہ کی کثرت جملہ امور میں نہایت مجرب تریاق ہے، ملائکہ کی مشابہت کے حصول کا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیفیت دعائیں اور آداب مقرر فرمادیے ہیں دو رکعت کا پڑھنا مشروع کردیا ہے اور یہ دعا سکھائی ہے اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واٰجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واٰجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ اور ھذا الامر کے مقام پر اپنی حاجت کا ذکر کرے اور منجملہ نوافل کے صلوٰۃ الحاجت ہے۔ نماز حاجت کے شروع ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ آدمی کو لوگوں سے مدد چاہنے اور حاجت طلب کرنے سے احتمال گمان ہو جاتا تھا کہ وہ شخص غیر خدا سے امداد طلب کرتا ہے اور مدد فقط اللہ واحد ہی سے طلب کرنی ضروری ہے تو غیر سے طلب کرنا ایک حد تک استعانت کو منقوض کر دیتا ہے اس لیے ان کے لیے دعا اور نماز شروع کی گئی تاکہ ان سے یہ شر دور ہو جائے اور

ے ای فقدرہ لہ امر

يصير وقوع الحاجة مؤيدا له فيما هو بسبيله من الاحسان فسن لهم ان يركعوا ركعتين ثم يثنوا على الله ويصلوا على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يقولوا لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم والحمد لله رب العلمين اسألك موجبات رحمتك[1] وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لي ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هي لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين ومنها صلوة التوبة والاصل فيها ان الرجوع الى الله لا سيما عقيب الذنب قبل ان يترسخ في قلبه رين الذنب مكفر مزيل عنه السوء ومنها صلوة الوضوء وفيها قوله صلى الله عليه وسلم لبلال رضي الله عنه اني سمعت دف نعليك بين يدي[2] في الجنة اقول وسرها ان المواظبة على الطهارة والصلوة عقيبها نصاب صالح من الاحسان لا يأتي الا من ذي حظ عظيم وقوله صلى الله عليه وسلم بم سبقتني الى الجنة اقول معناه ان السبق في هذه الواقعة شبح التقدم في الاحسان والسر في تقدم بلال على امام المحسنين[3] صلى الله عليه وسلم ان بازاء كل كمال من شعب الاحسان تدليا هو مكشاف حاله ومنه يفيض على قلبه معرفة ذلك الكمال ذوقا ووجدانا ونظير ذلك من المألوف ان زيدا الشاعر الحاسب ربما يحضر في ذهنه كونه شاعرا

وقوع اُن کا مؤید ہو جائے کہ یہ احسان اُنکی ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے دو رکعت نماز مسنون فرمائی کہ دو رکعت نماز پڑھ کر خدا تعالیٰ کی ثنا بیان کریں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں۔ پھر یہ کلمات لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمد للہ رب العلمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین پڑھیں۔ اُن میں سے توبہ کی نماز بھی ہے جس کی اصل رجوع بہ خدا ہے خصوصاً گناہ کے بعد دل میں گناہ کا زنگ پکا ہو جانے سے پہلے کہ وہ نماز اس گناہ کو زائل کر دیتی ہے اور من جملہ نوافل کے صلوٰۃ وضو بھی ہے جس کی فضیلت اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ میرے پاس وہ عمل بیان کر کہ جو تو نے اسلام میں داخل ہو کر کیا ہے کیونکہ میں نے جنت میں داخل ہوتے وقت اپنے سامنے تیری جوتیوں کی آواز سنی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا یہ راز ہے۔ کہ ہمیشہ طہارت کو لازم پکڑنا اور اسکے بعد نماز پڑھنا۔ پھر درجے احسان کے لئے کافی اور پوری مقدار ہے اور یہ ہمیشہ التزام طہارت بڑا صاحب نصیب آدمی حاصل کر سکتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول بم سبقتنی الی الجنۃ کس وجہ سے تو مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس واقعہ میں سابقت احسان میں تقدم کی طرح ہے اور بلال رضی اللہ عنہ کے تقدم کا راز یہ ہے۔ کہ مقابلہ ہر کمال کامل کے لئے احسان کا ایک لطف ہوتا ہے جو اسکے حال کا کاشف ہوتا ہے۔ جس سے اسکے دل پر اس کمال کی معرفت کا نزول ہوتا ہے جس کی یہ نظیر ہے کہ مثلاً ایک شخص شاعر اور حساب دان بھی ہو تو کا ہے اسکے ذہن میں اپنا شاعر ہونا ہوتا ہے۔

[1] له الاعمال التي توجب لي رحمتك وقوله عزائم مغفرتك اي الاعمال التي تتأكد بها لي مغفرتك وقوله بر اي طاعة ۱۲

[2] قوله حدثني يا بلال بارجى عمل عملته في الاسلام فاني سمعت الخ وقوله دف اي صوت ۱۲

[3] اي بلال الخ وقوله امام المحسنين اي النبي صلى الله عليه وسلم ۴ سه اي تعطفا وتقربا وقوله وسه اي التدلي ۱۱

وانه فی منزلة من الشعر فيذهل عن الحساب وربما يحضر فی ذهنه كونه محاسبا فيستغرق فی وجهتها ويذهل عن الشعر والانبياء عليهم السلام اعرف الناس بتدلی الايمان المعنوی لان الله تعالی اراد ان يبينوا حقيقته بالذوق فيسنوا للناس سنتهم فيما ينوبهم فی تلك المرتبة وهذا سر ظهور الانبياء عليهم السلام من استيفاء اللذات الحسية وغيرها فی صورة عامة المؤمنين. فرای رسول الله صلی الله عليه وسلم تدلی الايمان فی تقدمة بلال فعرف رسوخ قدمه فی الاحسان **ومنها صلوة التسبيح** وسرها انها صلوة ذات حظ جسيم من الذكر بمنزلة الصلوة التامة الكاملة التی سنها رسول الله صلی الله عليه وسلم باذكارها للمحسنين فتلك تكفی عنها لمن لم يحظ بها ولذلك بين النبی صلی الله عليه وسلم عشر خصال فی فضلها **ومنها صلوة الايات كالكسوف والخسوف والظلمة** والاصل فيها ان الايات اذا ظهرت انقادت لها النفوس والتجأت الی الله وانفكت عن الدنيا نوع انفكاك فتلك الحالة غنيمة المؤمن ينبغی ان يبتهل فی الدعاء والصلوة وسائر اعمال البر وايضا فانها وقت قضاء الله الحوادث فی عالم المثال ولذلك يستشعر فيها العارفون الفزع وفزع رسول الله صلی الله عليه وسلم عندها لاجل ذلك وهی اوقات سريان الروحانية فی الارض فالمناسب للمحسن ان يتقرب الی الله فی تلك الاوقات وهو قوله صلی الله عليه وسلم فی الكسوف حديث

حسابدان ہونے سے اسے ذہول و غفلت ہو جاتی ہے. کبھی اسکے ذہن میں حسابدان ہونا متصور ہوتا ہے اور شاعر ہونے سے ذہول کر جاتا ہے اور انبیاء تو سب لوگوں سے زیادہ وہاں عرف ہوتے ہیں لطف و تقرب ایمان کے لحاظ سے چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میری حقیقت انبیاء ذوق سے بیان کریں تاکہ لوگ انبیاء کی اس سنت کی اتباع کرکے اس مرتبے پر پہنچیں انبیاء پر حسی وغیرہ لذات کے استیفاء کے ظاہر کرنے کا یہی راز ہے کہ عام مومنوں کی صورت میں ظاہر کی جاتی ہے. تو حضور م نے ذوق ایمان بلال کے تقدم کے باعث معلوم کر لیا کہ ان کا رسوخ قدم اور احسان کیا۔ اور منجملہ نوافل کے **صلوۃ التسبیح** ہے کہ مشروع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی نماز ہے کہ جس میں خداتعالیٰ کی یاد داشت کا ایک بڑا حصہ پایا جاتا ہے. اور یہ نماز بمنزلہ اس نماز کامل کے ہے کہ جسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بمعہ تمام اذکار کے اپنی امت کے نیک لوگوں کے لئے مسنون قرار دیا ہے پس یہ نماز تسبیح اس شخص کے لئے جو اس نماز کامل سے حصہ نہیں لے سکتا کافی ہو جاتی ہے. اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت میں دس فضلیتیں بیان فرمائی ہیں. جیسے کہ حدیث ابو داؤد و ترمذی میں مذکور ہیں[1] منجملہ نوافل کے **صلوۃ الآیات** ہیں جیسے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن اور اندھیری کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ اور ان کے پڑھنے میں یہ نکتہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نشانات سے کسی نشان کا ظہور ہوتا ہے تو اس نشان کے سبب لوگوں کے نفس خداتعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ اور ملتجی ہو جاتے ہیں اور اس وقت ان نفسوں کو دنیا سے ایک قسم کی علیحدگی ہو جاتی ہے پس اس وقت کو مومن غنیمت سمجھ کر نماز اور دعا اور تمام اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں کوشش کرے. نیز یہ اوقات عالم مثال کے حوادثات پر احکام الٰہی کے ورود کا وقت ہوتا ہے. اس لئے اس وقت عارفوں پر گھبراہٹ کے آثار طاری ہوتے ہیں اور حضور م کا گھبراہٹ بھی اسی وجہ سے ہوتا تھا۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ یہ ایسے اوقات ہیں کہ جن میں زمین پر روحانیت سرایت کر جاتی ہے تو اس لئے نیک آدمی کو مناسب ہے کہ ان اوقات میں خداتعالیٰ کے ساتھ تقرب حاصل کرے اسکا ثبوت اس حدیث سے ہوتا ہے۔

[1] کما ہی مذکورۃ فی حدیث ابی داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲

نعمان بن بشير فإذا تجلى الله لشيء من خلقه خشع له **وأيضاً** فالكفار يسجدون للشمس والقمر فكان من حق
المؤمن إذا رأى آية عدم استحقاقهما العبادة أن يتضرع إلى الله ويسجد له وهو قوله تعالى لا تسجدوا للشمس
ولا للقمر واسجدوا لله الذي خلقهن ليكون شعاراً للدين وجواباً مسكتاً لمنكريه وقد صح عن النبي صلى
الله عليه وسلم قام قيامين وركع ركوعين فحملا على السجدة في موضع الآية بمآل فإنه خضوع
منهما فينبغي تكرارها وأنه صلاها جماعة وأمر أن ينادى بها أن الصلاة جامعة وجهر بالقراءة
فمن اتبع فقد أحسن ومن صلى صلاة معتداً بها في الشرع فقد عمل بقوله عليه السلام فإذا رأيتم
ذلك فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا **ومنها صلاة الاستسقاء** وقد استسقى النبي
لأمته مرات على أنحاء كثيرة لكن الوجه الذي سنه لأمته أن خرج بالناس إلى المصلى متبذلاً متواضعاً
متضرعاً فصلى بهم ركعتين جهر فيهما بالقراءة ثم خطب واستقبل فيها القبلة يدعو ويرفع يديه
وحول رداءه وذلك لأن لاجتماع المسلمين في مكان واحد راغبين في شيء واحد بأقصى هممهم
واستغفارهم وفعلهم الخيرات أثراً عظيماً في استجابة الدعاء والصلاة أقرب أحوال العبد من الله
ورفع اليدين حكاية عن التضرع التام والابتهال العظيم تنبه النفس على التخشع وتحويل رداءه

حضرت نعمان بن بشیر نے کسوف کی حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا تجلی اللہ یعنی جس وقت اللہ
کی تجلیات کا ظہور کسی مخلوق پر ہوتا ہے تو وہ چیز اس کے دربار میں جھک جاتی ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ کفار لوگ چاند
اور سورج کو سجدہ کرتے ہیں پس ایسی علامت کے دیکھنے کے وقت جس کی وجہ سے وہ چیزیں عبادت کے مستحق نہیں ہیں
ایمان دار پر لازم ہے کہ اللہ کے دربار میں گریہ زاری کرتا ہوا نماز میں مشغول ہو جائے اسکا بیان اس آیت سے ثابت
ہوتا ہے قول اللہ تعالی لا تسجدوا للشمس الخ یعنے نہ سورج اور نہ چاند کو سجدہ کرو بلکہ اس ذات کے سامنے سجدہ کرو
جس نے انکو پیدا کیا ہے تاکہ یہ سجدہ کرنا دین کا شعار ہو جائے اور منکروں کے لئے ساکت کرنے والا جواب بنجائے اور
صحیح طریق سے نماز کسوف کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اس نماز میں دو قیام اور دو
رکوع کئے ہیں ان دونوں کے مقام کو سجدہ پر قیاس کیا ہے کیونکہ ہیبت اور خوف کے وقت ان دونوں میں
بھی صفت خشوع کے مثل سجدہ کے پائی جاتی ہے تو انکا تکرار کرنا بھی ضرور ہوا اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے
اس نماز کو جماعت سے ادا کیا ہے اور الصلوۃ جامعۃ کے ندا کرنے کا حکم بھی فرمایا تھا یعنی یہ فرمایا تھا کہ بلند آواز سے
یہ ندا کرو کہ الصلوۃ جامعۃ اور قرأت بھی آپ نے بلند آواز سے پڑھی تھی پس جس نے تابعداری کی تو اسنے
درجہ احسان کا حاصل کیا اور جس نے ایسی نماز پڑھی کہ جس کا شرع میں اعتبار ہے تو اسنے نبی صلی اللہ کے اس قول پر عمل کیا
فاذا رأیتم الخ یعنے جب تم ایسی حالت کو دیکھو تو اللہ تعالی کو پکارو اور اللہ اکبر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو
اور منجملہ نوافل کے صلوۃ الاستسقاء ہے اور نبی ؐ نے اپنی امت کیلئے کئی مرتبہ مختلف طریقوں سے اللہ تعالی کی دربار سے بارش
کیلئے دعا فرمائی ہے مگر مسنون طریقہ جو آپ نے اپنی امت کیلئے فرمایا ہے یہ ہے کہ امام لوگوں کو لیکر عیدگاہ کی طرف نیازمندی اور عاجزی
اور گریہ زاری کرتا ہوا نکلے پھر انکو دو رکعت نماز پڑھائے اور قرأت بلند آواز سے پڑھے پھر خطبہ پڑھے اور خطبہ میں قبلہ کی طرف پھر کر
دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگے اور اپنی چادر کو پھرا دے اور یہ ہو اسلئے ہے کہ مسلمانوں کے ایک جگہ اور ایک ہی چیز کی طلب کیلئے
نہایت اہتمام اور گناہوں سے تائب ہو کر نیک افعال کرنے کیلئے جمع ہونیکو قبولیت دعا میں بڑا اثر ہے اور بندے کو تمام عبادات سے بڑھ کر نماز میں خدا
تعالی کے ساتھ زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے اور نہایت نیازمندی اور تضرع کی صورت بنانے کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا مقرر کیا گیا ہے

* رواہ ابوداؤد والنسائی عن النعمان بن بشیر ۱۲

حکایۃ عن تفلت احوالہم کما یفعل المستغیث بحضرۃ الملوک وکان من دعائہ علیہ السلام اذا استسقی اللہم اسق عبادک وبہیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت ومنہ ایضا اللہم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل ومنہا صلوٰۃ العیدین وسیأتیک بیانہا ومنہا سجود الشکر عند مجیء امر یسرہ او اندفاع نقمۃ او عند علمہ باحد ہٰذین الامرین لان الشکر نعمۃ لا بد لہ من شبح فی الظاہر یتقصد بہ ولان النعم بطرا فیعالج بالتذلل للمنعم فہٰذہ ہی الصلوات التی سنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمستعدین للاحسان والسبق من امتہ زیادۃ علی الواجب المحتوم علی خاصتہم وعامتہم ثم الصلوٰۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منہا فلیفعل غیر انہ نہی عن خمسۃ اوقات ثلاث منہا اوکد نہیا عن الباقیین وہی الساعات الثلاث اذا طلعت الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل وحین تتضیف للغروب حتی تغرب لانہا اوقات صلوٰۃ المجوس وہم قوم حرفوا الدین جعلوا یعبدون الشمس من دون اللہ واستحوذ علیہم الشیطان وہٰذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہا تطلع حین تطلع بین قرنی الشیطان وحینئذ یسجد لہا الکفار

(۱) حکایت (۲) ... (۳) ... (۴) شبہ (۵) ... (۶) انعبہ (۷) ... (۸) ... (۹) ... (۱۰) ... (۱۱) ... (۱۲) ... (۱۳) ...

ملک کے حضور میں خشوع، سجدہ اور عاجزی وزاری پر جیسے ہو جانے اور چادر الٹنے سے ان کے متغیر حالات سے حکایت کرنی مقصود ہے جیسے کہ فریادی شخص بادشاہ کے حضور میں اپنی متغیر حالات پیش کرتے ہیں۔ وہ استسقاء کے متعلق ہیں۔ آپ سے چند دعائیں منقول ہیں۔ ایک یہ ہے اللہم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل۔ الٰہی ہم کو ایسی بارش سے سیراب کر جو سیر کرنے والی ہو اور جس کا انجام اچھا ہو اور گھاس وغیرہ اگانے والی ہو اور تکلیف دینے والی نہ ہو۔ اور جلدی آنے والی ہو دیر کے ساتھ آنے والی نہ ہو اور ایک یہ ہے کہ اللہم اسق عبادک وبہیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت۔ اے پروردگار اپنے بندوں اور حیوانات کو سیراب فرما اور اپنی رحمت پھیلا دے اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر۔ اور منجملہ نوافل کے صلوٰۃ العیدین ہے عنقریب ان کا بیان آئیگا اور نوافل کے متعلقات سے سجدہ شکر بھی ہے جو کہ بوجہ حصول کسی خوشی یا بوجہ دور ہونے کسی تکلیف کے یا بوقت معلوم کرنے کسی ایک کے ان دونوں میں سے سجدہ شکر کیا جاتا ہے اس واسطے کہ شکر تو فعل قلبی ہے۔ اور اس کے لئے ظاہر میں بھی کوئی علامت ضرور ہونی چاہیے۔ تاکہ ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ ملکر قوت حاصل ہو جائے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ جس آدمی کو نعمت حاصل ہو جائے اس کے دل میں ایک قسم کا تکبر پیدا ہوجاتا ہے اس کے دور کرنیکا علاج یہ ہے کہ منعم کے روبرو اپنے آپ کو ذلیل اور عاجز بنادے اور یہ وہ نمازیں ہیں جن کو نبی علیہ السلام نے اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے مسنون قرار دیا ہے جو درجہ احسان کی قابلیت رکھتے ہیں اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنی چاہتے ہیں اور یہ نمازیں ان فرض نمازوں سے زیادہ ہیں جو کہ امت کے تمام لوگوں پر خواہ خاص ہوں یا عام ہوں لازم ہیں۔ پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نماز انسان کی بھلائی اور فائدہ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اپنی طاقت کے موجب کثرت سے نماز پڑھنا چاہیے۔ مگر پانچ اوقات ممنوعہ میں نہ پڑھے۔ اور ان میں سے تین اوقات میں نماز پڑھنا زیادہ منع ہے۔ ایک یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے وقت۔ دوسرا یہ ہے کہ عین دوپہر کے وقت۔ تیسرا یہ ہے کہ سورج کے غروب ہونے کے وقت ان اوقات میں اس واسطے منع ہے کہ یہ مجوس کی عبادت کا وقت ہے اور یہ ایسی قوم ہے کہ جس نے اپنے دین کو بدلا کر بغیر خدا تعالیٰ کے سورج کی پرستش کرتے ہیں اور ان پر شیطان نے تصرف کر لیا ہے اور یہی معنی ہیں حضور علیہ السلام کے اس قول فانہا تطلع الخ کے یعنی جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار سورج کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تو اس واسطے ضرور ہوا کہ وقت کے لحاظ سے بھی اس عبادت سے جو کہ تمام عبادتوں سے افضل ہے

اوجب ان يميز ملة الاسلام وملة الكفر فى اعظم الطاعات من جهة الوقت ايضا واما الاخريان فقوله صلى الله عليه وسلم لا صلوة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب **اقول** انما نهى عنهما لان الصلاة فيهما تفتح باب الصلاة فى الساعات الثلاث ولذلك صلى فيهما النبى صلى الله عليه وسلم تارة لانه مامون ان يهجم عليه المكروه وقد روى استثناء نصف النهار يوم الجمعة واستنبط وجه فى اباحة الاوقات الثلاث فى المسجد الحرام من حديث يا بنى عبد مناف من ولى منكم من امر الناس شيئا فلا يمنعن احدا طاف بهذا البيت وصلى اى ساعة شاء من ليل او نهار وعلى هذا فالسر فى ذلك انه وقت ظهور شعائر الدين ومكانه فعارضا المانع من الصلوة ؛

الاقتصادُ فى العمل

اعلم ان دواء الداء فى الطاعات ملال النفس فانها اذا ملت لم تنتبه لصفة الخشوع وكانت تلك المشاق خالية عن معنى العبادة وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان لكل شئ شرة وان لكل شرة فترة وبهذا السر كان احب الحسنة عند الله ان يداوم صاحبها وظهور التهاون فيها مضاعفا

پس چاہیے کہ مسلمانوں اور کافروں میں تمیز ہو۔ اور دو وقت رہے جن میں عبادت منع ہے یہ ہیں کہ نبی ؐ نے فرمایا ہے۔ لا صلوٰۃ بعد الصبح الخ یعنے نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہو کر دھوپ ظاہر ہونے سے پہلے کوئی نماز نہیں۔ اور عصر کی نماز کے بعد غروب ہونے سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے ؛ میں کہتا ہوں کہ ان میں منع کرنے کی یہ وجہ ہے۔ کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے کی وجہ سے عوام لوگ باقی تین اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنی شروع کر دیتے۔ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خوف نہ تھا تو آپ نے کبھی کبھی ان دو اوقات میں نماز پڑھی ہے اور ایک روایت میں دوپہر کے وقت ممنوعہ سے جمعہ کے دن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور مسجد حرام کے اندر ان تینوں اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنے کا جواز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا بنی عبد مناف الخ اگر تم میں سے کوئی شخص مسلمانوں پر رات دنوں میں خلیفہ ہو جائے تو جو شخص جس وقت بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہے یا جس وقت نماز پڑھنا چاہے تو اس کو منع نہ کریں۔ اس میں یہ نکتہ ہے۔ کہ یہ شعائر دین کے ظاہر کرنے کا وقت ہے۔ اور بیت الحرام شعائر دین کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے پس یہ دونوں مانع صلوٰۃ کو عوارض ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب ۔۔

یہ باب ہے اعمال کے اعتدال کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ عبادت کے اندر سب سے بڑی بیماری جو ہے وہ آدمی کے نفس کا گھبرانا ہے کیونکہ جب انسان کے نفس میں ملال پیدا ہو گیا تو وہ نفس خشوع کی صفت پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکیگا تو یہ تکلیف اور مشقت عبادت کے معنے سے خالی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ عبادت سے یہ مقصود ہے۔ کہ انسان کے نفس میں صفت خشوع کی پیدا ہو اسکا ثبوت اس حدیث سے پایا جاتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان لکل شئ الخ یعنے ہر چیز کی حرص ہوتی ہے۔ اور ہر حرص کو ضعف ہوتا ہے یعنے ہر عابد پہلے پہل عبادت میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ پھر اسکی تیزی سرد ہو جاتی ہے اور اس عبادت میں کوتاہی کرنے لگجاتا ہے ؛ اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک عمل صالح اس وقت کرے کہ جس وقت اسکے عمل کرنے کا رواج دور ہو جائے اور اسکے کرنے میں لوگوں کے دلوں میں سستی ظاہر ہو جائے تو اس شخص کو اس صالح عمل کا

سلہ ۔ خلافت ۱۲ سلہ بالجمعۃ والمسجد الحرام ۱۲ سلہ بفتحتین شدۃ الحرص وبکسر شین وتشدید الراء النشاط والفترۃ الضعف والمعنی ان العابد یبالغ فی العبادۃ وکل مبالغ یفتر ویکسل ۱۲

اضعافاً كثيرة لانها والحالة هذه لا تنجع الا من تنبه سديد وتدبير مؤكد وهذا جعل الشارع للطاعات قدراً كمقدار الدواء في حق المريض لا يزاد ولا ينقص وايضاً فالمقصود هو تحصيل صفة الاحسان على وجه لا يفضي الى اهمال الارتفاقات اللازمة ولا الى غمط حق من الحقوق وهو قول سلمان رضي الله عنه ان لعينك عليك حقاً وان لزوجك عليك حقاً فصدقه النبي صلى الله عليه وسلم انا اصوم وافطر واقوم وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني وايضاً فالمقصود من الطاعات هو اصلاح النفس ودفع اعوجاجها لا الاحصاء فانه كالمتعذر في حق جمهورهم وهو قوله صلى الله عليه وسلم استقيموا ولن تحصوا واتوا من الاعمال بما تطيقون والاستقامة تحصل بمقدار معين ينبه النفس للذاتها الملكية وتألمها من خسائس البهيمية ويبصرها كيفية انقياد البهيمية للملكية فلو انه [illegible] استحسنها فلو تنبه [illegible] وايضاً من المقاصد الجليلة في تقدير الطاعات سد باب التعمق في الدين لئلا يعضوا عليها بنواجذهم فيأتي من بعدهم قوم فيظنوا انها من الطاعات السماوية المفروضة عليهم ثم تأتي طبقة اخرى فيصير الظن عندهم يقيناً والمحتمل مطمئناً به فيظل الدين محرّفا

[illegible] سے شمار [illegible] ہے کیونکہ ایسی حالت میں [illegible] عمل [illegible] تنبیہ کرنے [illegible] مقدار دے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے شارع نے عبادات کے لئے مقدار مقرر کر دی ہے جیسے کسی مریض کے لئے دوا کی مقدار مقرر کی جاتی ہے کہ اس میں نہ کمی کی جاتی ہے نہ زیادتی۔ نیز مقصد ہے کہ عبادت سے صفت احسان کو ایسے طریق سے حاصل کرنا مقصود ہے کہ جس کی وجہ سے تدبیر منزل وغیرہ کا ترک لازم نہ آئے اور حقوق میں سے کوئی حق تلف ہو چنانچہ سلمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو فرمایا ان لعینک علیک حقا یعنے تیری آنکھوں کا بھی حق ہے اور تیری عورت کا بھی حق ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق فرمائی۔ اور نیز اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا اصوم وافطر یعنے میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں سو جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ میرے گروہ سے نہیں ہے۔ اور نیز یہ بات ہے کہ عبادت سے مقصود یہ ہے کہ نفس [illegible] اور اس کی کجی دور ہو جائے یہ مقصود نہیں کہ عبادات کے تمام اقسام کو عمل میں لاوے۔ کیونکہ عام مخلوق کے لحاظ سے یہ بات بہت مشکل ہے۔ اسکا اشارہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے استقیموا ولن تحصوا الخ یعنے درستی سے سیدھے راستے پر چلو کیونکہ تمام اقسام کی عبادات کو تم ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے اور اپنی طاقت کے مقدار عمل کرو۔ اور استقامت ایک مقدار معین سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ جسکی وجہ سے نفس لذات ملکیہ کی کسی لذت پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور خسائس بہیمیہ کی تکلیف پر بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور قوت بہیمیہ کو قوت ملکیہ کے تابع ہونے کی کیفیت کو معلوم کر سکتا ہے۔

اور اگر کسی شخص نے کثرت سے عبادت کی تو اسکا نفس اس عبادت کا عادی ہو جاتا ہے [illegible] اس وقت عبادت کے ثمرات پر آگاہ نہیں ہو سکتا۔ اور نیز یہ بات ہے کہ شریعت کا یہ مقصد ہے کہ لوگوں [illegible] کرنے کا دروازہ کو بند کیا جائے تاکہ یہ لوگ [illegible] عبادات [illegible] فرض ہیں پھر انکے بعد [illegible] فرض [illegible] ہو جاتا ہے

[illegible] ۱۲

وهو قوله تعالى رهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم ومنها ظن من نفسه وإن أقر بخلاف ذلك بلسانه
أن الله لا يرضى إلا بتلك الطاعات الشاقة وأنه مقصر في حقها فقد وقر بينه وبين تهذيب نفسه
حجاب عظيم وأنه فرط في جنب الله فيؤاخذ بما ظن ويطالب بالخروج عن التفريط في جنب الله
حسب اعتقاده وإذا قصر ثقلت علومه عليه ضارة مظلمة فلم تقبل طاعاته طمأنينة في نفسه وهو
قوله صلى الله عليه وسلم إن الدين يسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه ولهذا المعنى عزم النبي صلى الله عليه وسلم
على أمته أن يقتصدوا في العمل وأن لا يعادوا زوال الجد يفضي إلى الملال والاشتباه في الدين أو إهمال الانتفاع
وبين تلك المعاني تصريحا أو تلويحا قوله صلى الله عليه وسلم أحب الأعمال إلى الله أدومها وإن قل
وذلك لأن إدامتها والمواظبة عليها أمارة كونه راغبا فيها ... فالنفس لا تقبل أثر الطاعة ولا تشرب فائدتها
إلا بعد مدة ومواظبة واطمئنان بها وبحيث أوقات تصادف من النفس فراغا بمنزلة الفراغ الذي يكون سبب الانطباع
العلم من الملأ الأعلى في رؤياه وذلك غير معلوم القدر فلا سبيل إلى تحصيل ذلك إلا الإدامة والإكثار وهو قول لقمان
وعود نفسك كثرة الاستغفار فإن لله ساعة لا يرد فيها سائلا وقوله صلى الله عليه وسلم خذوا من الأعمال

چنانچہ اللہ تعم نے فرمایا ہے رهبانیۃ الخ دنیا کا ترک کرنا ہی جسکو خود انہوں نے اپنی طرف سے نکالا ہے اور فرض نہیں کیا
اور نیز یہ وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں یہ بات جانے اگرچہ زبان سے اسکے خلاف اقرار کرتا ہو کہ بغیر عبادات
مشکلہ کے اختیار کرنے کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل نہیں ہوتی اور اگر ان عبادات کے حقوق میں نے کچھ کمی کی تو میرے
اور میرے نفس کی تہذیب کے درمیان ایک بڑا پردہ واقع ہو جائیگا۔ اور میں خدا تعالیٰ کا مجرم بن جاؤنگا۔ پس وہ شخص موافق
اپنے اعتقاد و قول کے گرفتار کیا جائیگا اور ان عبادات میں قصور کرنے کی وجہ سے اس سے مطالبہ کیا جائیگا پس جب اس
عبادات میں اس نے کوتاہی کی تو اسکے علم اس کے لئے سبب ضرر اور سبب ظلمت کے بن جائیں گے اور اسکی سستی کی وجہ سے باقی
عبادات بھی منظور نہ ہونگی اسوجہ سے شریعت نے اعمال میں متوسط درجہ کا حکم فرمایا ہے اسکا ثبوت اس حدیث سے معلوم
ہوتا ہے قال النبی صلعم ان الدین یسر الخ یعنی بے شک دین میں بڑی آسانی ہے جو شخص دین میں سختی اختیار کریگا تو اسکا بوجھ
اسپر پڑیگا۔ اسی مقصود کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی آسانی کے لئے یہ فرمایا ہے کہ اعمال میں میانہ روی اختیار
کرو اور ایسی خو نہ اختیار نہ کرو کہ جس کی وجہ سے تمہارے نفسوں پر دشواری واقع ہو جائے اور دین میں اشتباہ نہ پڑ جائے
یا ثمرہ نافع بیکار ہو جائیں ان معانی کا بیان اشارتاً یا صریحاً اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے قال النبی صلعم احب الاعمال الی اللہ الخ
اور اللہ تعم کے نزدیک وہ اعمال زیادہ بہتر ہیں جو کہ ہمیشہ کئے جائیں اگرچہ مقدار میں کم ہی ہوں (یا کم ہوں) اسکی یہ وجہ
ہے کہ کسی اعمال پر ہمیشگی کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دل میں بڑی محبت اور رغبت ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ نفس
عبادات کا اثر اسوقت ہی قبول کر سکتا ہے اور اسوقت ہی فائدہ حاصل کر سکتا ہے جب کہ ہمیشہ اطمینان سے کچھ عرصہ
تک اس عبادت کو ادا کرتا رہا ہو اور ایسے اوقات پائے جائیں کہ نفس کو ان اعمال کے کرنے سے فراغت ہو۔ اس فراغت
کی طرح جو فرشتوں سے فیضان علوم کا سبب ہوتا ہے خواب وغیرہ میں جسکی مقدار نامعلوم ہے جسکا حصول دوام
اور کثرت اذکار کے سوائے متحقق نہیں ہوتا۔ اسکا ثبوت لقمان علیہ السلام کے قول سے ہوتا ہے قال وعود الخ اپنے نفس میں
کثرت سے استغفار کرنے کی عادت ڈال کیونکہ اللہ تعم کے نزدیک دن اور رات کے اوقات میں بعض ایسی ساعتیں
ہیں کہ جن میں کوئی سائل سوال کرتا ہے تو اسکا سوال اللہ تعم رد نہیں کرتا اور نبی صلعم نے فرمایا ہے خذوا من الاعمال

لہ ۔ لن یشاد من المشادۃ احد الا عجز عن العمل ۱۲

ما تطيقون فإن الله لا يمل حتى تملوا أي لا يترك الإثابة إلا عند ملالكم فأطلق الملال مشاكلة. قوله صلى الله عليه وسلم إن أحدكم إذا صلى وهو ناعس لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه. أقول يريد أنه لا يميز بين الطاعة وغيرها وهو مظنة الملال فكيف يتنبه بحقيقة الطاعة. قوله صلى الله عليه وسلم فسددوا يعني خذوا الطريقة السداد وهي التوسط الذي يمكن مراعاته والمواظبة عليه وقاربوا يعني لا تظنوا أنكم بعداء لا تصلون إلا بالأعمال الشاقة وأبشروا يعني حصلوا الرجاء والنشاط واستعينوا بالغدوة والروحة وشيء من الدلجة هذه الأوقات أوقات نزول الرحمة وصفاء لوح القلب من أحاديث النفس وقد ذكرنا من ذلك فصلا. قوله صلى الله عليه وسلم من نام عن حزبه وعن شيء منه فقرأه فيما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كأنما قرأه من الليل. أقول السبب الأصلي في القضاء شيئان أحدهما أن لا تسترسل النفس بترك الطاعة فيعتاده ويعسر عليه التزامها من بعد والثاني أن يخرج عن العهدة ولا يضمر تفريطا في جنب الله فيؤاخذ عليه من حيث علم ولا علم

ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا یعنی ان اعمال کو اختیار کرو جن کے ادا کرنے کی تم کو طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رنجیدگی تمہاری رنجیدگی کے بعد ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی عمل پر ثواب اسوقت بند کرتا ہے جب لوگ اس عمل کے کرنے پر ماخوذ ہوں۔ اور لفظ ملال کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنا بوجہ مشاکلت کے ہے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ان احدکم اذا صلی الخ یعنی بعض آدمی تم میں سے بعض کیفیات میں نماز پڑھتے ہیں اور یہ انکو سمجھ نہیں رہتی کہ اپنے نفس کے لئے بخشش طلب کر رہے ہیں یا اسکے لئے بددعا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ سخت گھبراہٹ کے وقت نفس طاعت اور غیر طاعت کی تمیز نہیں کر سکتا تو عبادت کی حقیقت پر جو مقصود ہے کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔ فسددوا (یہ حدیث پہلی حدیث ان الدین یسر کا تتمہ ہے) یعنی درمیانہ طریقہ اختیار کرو کہ جس کی حفاظت ہو سکے اور ہمیشہ اسکو ادا کر سکو وقاربوا یعنی ایسا خیال دل میں مت جاؤ کہ تم کو اللہ تعالیٰ سے اسقدر دوری ہے کہ بغیر اعمال شاقہ کے حاصل کرنے کی اسکے تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی وابشروا یعنی امید اور خوشی حاصل کرو واستعینوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة یعنی صبح و شام و رات کے اخیر حصہ میں خدائے تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اسی سے امداد طلب کرو۔ کیونکہ ان اوقات میں خدائے تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور دل کا ٹکڑا نفس کے وسواس سے خوب صاف ہوتا ہے۔ اسکے متعلق ہم نے ایک فصل پہلے ذکر کی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من نام عن حزبہ الخ یعنی اگر کوئی آدمی اپنے تمام ورد وظائف کے ادا کرنے سے یا اسکے کچھ حصے ادا کرنے سے پہلے سو گیا ہو۔ پھر اسکو نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لیا ہو تو اسکے لئے رات کے پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے (میں کہتا ہوں) کہ قضا کے بارے میں دو باتیں اصل ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ نفس کو ترک عبادت پر ایسا بے پرواہ نہ بنا دیا جائے کہ جس کی وجہ سے عبادت کا ترک کرنا اس کی عادت ہو جائے اور اسکے بعد اس عبادت کا لازم پکڑنا اسپر مشکل ہو جائے۔ دوسری یہ ہے کہ اس عبادت کو ادا کر کے اسکی ذمہ داری سے فارغ ہو جائے اور یہ خیال دل میں نہ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں اس نے کوتاہی کی ہے۔ پس اس کی علمی و لاعلمی حالت کے لحاظ سے اس سے مواخذہ کیا جائے۔

۱ لعله الشريف

۲ أي أراد وهو ناعس وهو لا يعقل فيريد يدعو على نفسه

۳ هو تتمة حديث أبي هريرة الذي مر من قبل يعني إن الدين يسر ... وشيء من الدلجة آخر الحديث

صَلٰوۃُ الْمَعْذُوْرِیْنَ

ولما كان من تمام التشريع أن يبين لهم الرخص عند الأعذار ليأتي المكلفون من الطاعة بما يستطيعون ويكون قدر ذلك مفوضا إلى الشارع ليراعي فيه التوسط إليهم فيفرطوا أو يفرطوا اعتنى رسول الله صلى الله عليه وسلم بضبط الرخص والأعذار ومن أصول الرخص أن ينظر إلى أصل الطاعة حسبما تأمر به الحكمة ويبعث عليها التوجه على كل حال وينظر إلى حدود وضوابط شرعها الشارع فيهم لا أخذ بالبر فيتصرف فيها إسقاطا وإبدالا حسبما تؤدي إليه الضرورة فمن الأعذار السفر وفيه من الحرج والاحتياج إلى ما شرع رسول الله صلى الله عليه وسلم رخصا منها القصر فأبقى أصل أعداد الركعات وهي إحدى عشرة ركعة وأسقط ما زيد بشرط الطمأنينة والحضر ولما كان هذا العدد فيه شائبة العزيمة لم يكن من حقه أن يقدر بقدر الضرورة ويضيق في ترخيصه كل التضييق فلذلك بين رسول الله صلى الله عليه وسلم أن شرط الخوف في الآية[1] لبيان الفائدة وليس مفهوما له فقال صدقة

فصل معذوروں کی نماز کے بیان میں

اور چونکہ شریعت کے مکمل کرنے کے لئے یہ بات ضروری تھی کہ لوگوں کے لئے ایسی رخصتیں بیان کی جائیں جو کہ انکو عذر پیش آنے کے وقت کام آویں تاکہ مکلفین لوگ عبادت کو مقدار اپنی طاقت کے ادا کرسکیں اور ان رخصتوں کی مقدار بیان شارع پر موقوف کی جاوے۔ تاکہ اس میں توسط کا لحاظ ہوسکے کیونکہ اگر رخصتوں کا اندازہ لوگوں کے سپرد ہوتا تو کبھی حد سے زیادہ کمی کر دیتے اور کبھی حد سے زیادہ بڑھا دیتے۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذروں اور رخصتوں کے لئے ایک پیمانہ اور قانون مقرر فرمایا۔ اور رخصتوں کے قواعد سے یہ بات ہے کہ جس عبادت کو اس حالت کے موافق دیکھا جاوے کہ حکم کرتی ہے ساتھ اس کے حکمت کی اور ہر حال میں اس حالت کو کوشش اور مطبوعی سے پکڑلے۔ اور جن قواعد اور حدود کو شارع نے مقرر کیا ہے انکا لحاظ کرے تاکہ نیکی کو وہ لوگ آسانی سے اختیار کریں اور ضرورت کے وقت بعض کو ساقط کرسکیں اور بعض کو بعض سے بدل کرسکیں۔ اور منجملہ عذروں کے عذر سفر کا ہے اور سفر میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے اسکا بیان کرنا بے فائدہ ہے۔ تو اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے چند رخصتیں بیان فرمائی ہیں ایک تو قصر ہے (یعنی نماز میں کمی) تو سفر کی حالت میں وہ گیارہ رکعات جو اصلی تعداد تھی وہ باقی رکھیں اور باقی رکعات کو ساقط فرمادیا۔ اور تمام زائد رکعات کے لئے یہ شرط کردی کہ اقامت اور اطمینان کی حالت ہو۔ اور چونکہ ان رکعات کے عدد میں شائبہ عزیت کا تھا اسواسطے یہ مناسب نہ تھا کہ ان کے حق میں بقدر ضرورت کے اندازہ کیا جاوے۔ اور اسکی رخصت دینے میں حد سے زیادہ تنگی کیجاوے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول فاذا ضربتم (الخ) میں خوف کی شرط جو ہے یہ فقط فائدہ کے بیان کے لئے ہے اسکے لئے تو مفہوم نہیں ہے۔ پس آپ (یعنی نبی علیہ السلام نے) فرمایا صدقۃ الخ یعنی یہ قصر تمہارے پر اللہ تعالیٰ نے

---

[1] یعنی قول تعالیٰ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الآیۃ ۱۲ ۱۲ ۱۲

تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقته والصدقة لا يحسن فيها أهل المروات إلا بالقبول وواظب رسول الله صلى الله عليه وسلم على القصر وثبت جواز الإتمام في الجملة فهو سنة مؤكدة ولا اختلاف بين ما ذكرنا من جواز الإتمام وبين قوله ركعتين في السفر تماما غير قصر لأنه يمكن أن يكون الواجب الأصلي هو ركعتين ومع ذلك يكون الإتمام مجزئا بالأولى كالمريض والعبد يصليان الجمعة فيسقط عنهم الظهر وكالذي وجب عليه بنت مخاض فتصدق بالكل ولذلك كان من حقه أن يدار حكمه على مظنة إطلاق اسم المسافر جاز له القصر إلى أن يزول عنه هذا الاسم بالكلية لا يمنع في ذلك وجود الحرج ولا عدم القدرة على الإتمام لأنه وظيفة من هذا شأنه ابتداء وهو قول ابن عمر رضي الله عنه سن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة السفر ركعتين وهما تمام غير قصر واعلم أن السفر والإقامة والزنا والسرقة وسائر ما دار الشارع عليه الحكم أمور يستعملها أهل العرف في مظانها ويعرفون معانيها ولا سبيل إلى حده بجامع مانع إلا بضرب من الاجتهاد والتأمل ومن طريقة معرفة مثل ذلك فنحن نعلم قطعا أن في السفر دخول هو معلوم بالقسمة والمثال بعلم جميع أهل اللسان أن الخروج من مكة إلى المدينة ومن المدينة إلى خيبر سفر لا شك فيه ومن طريق فعل النبي ﷺ وكلامهم أن الخروج من مكة إلى جدة وإلى الطائف وإلى عسفان وسفر ما يكون مقصده على أربعة برد سفر يطلق

صدقہ کی بے تو اس صدقہ کو قبول کرو۔ اور صدقہ میں شریف لوگ کمی نہیں کرتے۔ اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز قصر کو ہی پڑھا فرمایا ہے۔ اگرچہ پوری نماز پڑھنے کو بھی کسی قدر جائز فرمایا ہے لیکن بہرحال دونوں کے نماز قصر سنت موکدہ ہو گئی اور حدیث میں جو یہ ہے کہ پوری نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حدیث میں کہ جس میں ذکر ہے کہ سفر کی حالت میں دو رکعت پوری نماز بغیر قصر کے ہیں، کوئی خلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اصل دو رکعت ہی واجب ہوں اور باوجود اسکے پوری نماز کا پڑھنا بطریق اولی کافی ہو جیسے مریض اور غلام جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو انکے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ یا جیسے وہ شخص کہ جس کے ذمہ زکوٰۃ میں بنت مخاض واجب ہوئی تھی تو اس نے اپنا تمام مال خیرات کر دیا۔ اور اسی واسطے قصر کے حق میں یہ ہے کہ جب تک مکلف پر مسافر کا اطلاق ہے اسکے لئے نماز قصر جائز ہے اور اگر اس سے مسافر کا اطلاق بالکل دور ہو جائے تو پھر قصر جائز نہیں۔ اور قصر میں کسی تکلیف کے پائے جانے کا یا اتمام کرنے پر قدرت نہ پانے کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ سفر کا شروع سے ہی دو رکعت کا وظیفہ مسافر کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضہ نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے دو دو رکعت ہی مقرر فرمائی ہیں۔ اور یہ دو رکعتیں فی ذاتہ پوری اور کامل ہیں۔ ان میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ جاننا چاہیئے کہ سفر اور اقامت اور زنا اور چوری اور باقی امور کہ جن پر شارع نے حکم کا دارومدار رکھا ہے۔ ایسے امور ہیں کہ جنکو اہل عرف اپنے محاورے میں استعمال کرتے ہیں اور انکے معانی سمجھتے ہیں۔ مگر انکی جامع مانع تعریف بغیر اجتہاد اور غور اور فکر کے نہیں ہو سکتی۔ اور اجتہاد کا طریقہ معلوم کرنا بھی بہت مشکل ہے ہم نے سفر کی حالت کا کچھ نمونہ معلوم کیا ہے یعنی ہم کہتے ہیں کہ سفر ایسی چیز ہے جو کہ تقسیم سے اور مثال سے ہی معلوم ہو سکتی ہے اور تمام اہل زبان جانتے ہیں کہ مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تک اور مدینہ شریف سے خیبر تک جانا یہ لامحالہ سفر ہے اور صحابہ رضہ کے افعال اور اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرات مکہ شریف سے جدہ تک اور طائف تک اور عسفان تک جانے کو اور ان کے علاوہ اور ایسے مقامات کی طرف جانے کے جن کے درمیان اڑتالیس میل کا فاصلہ ہو سفر شمار کرتے تھے۔

لہ ... [illegible] ... بنت مخاض ... [illegible]

ایضا ان الخروج من الوطن علی اقسام تردد الی المزارع والبساتین وهیمان بدون تعیین مقصد وسفر
ویعلمون ان اسم احد هذه لا یطلق علی الآخر وسبیل الاجتهاد ان یستقرئ الامثلة التی یطلق علیها
الاسم عرفا وشرعا وان یسبر الاوصاف التی بها یفارق احدها قسیمه فیجعل اعمها فی موضع
الجنس واخصها فی موضع الفصل فعلمنا ان الانتقال من الوطن جزء نفسی اذ من کان ثاویا فی محل
اقامته لا یقال له مسافر وان الانتقال الی موضع معین جزء نفسی اذ من کان ثاویا فی محل اقامته
لا یقال له مسافر وان الانتقال الی موضع معین جزء نفسی والا کان هیمانا لا سفرا وان کون ذلك
الموضع بحیث لا یمکن له الرجوع منه الی محل اقامته فی یومه واوائل لیلته جزء نفسی والا کان مثل
التردد الی البساتین والمزارع ومن لازمه[1] ان یکون مسیرة یوم تام وبه قال سالم لکن مسیرة
اربعة برد متیقن وما دونه مشکوك وتحقق هذا الاسم یکون بالخروج من سور البلد او حلة القریة
او بیوتها بقصد موضع هو علی اربعة برد وزوال هذا الاسم انما یکون بنیة الاقامة مدة صالحة
یعتد بها فی بلدة او قریة ومنها الجمع بین الظهر والعصر والمغرب والعشاء والاصل فیه
ما اشرنا ان الاوقات الاصلیة ثلاثة الفجر والظهر والمغرب وانما اشتق العصر من الظهر و

اور نیز یہ بھی جانتے ہیں کہ وطن سے باہر جانے کی کئی قسمیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ اپنی کھیتی اور باغ کی طرف آنا جانا۔
اور ایک یہ ہے کہ کسی طرف بغیر مقصود معین یا بغیر ارادہ سفر کے چل پھرنا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک کا نام دوسری
پر نہیں بولا جاتا۔ اور اجتہاد کا طریقہ یہ ہے کہ ایسی مثالیں تلاش کی جائیں کہ جن پر عرفاً اور شرعاً ایک ہی نام بولا
جاتا ہے اور ایسی اوصاف کی جانچ پڑتال کیجئے کہ جن کی وجہ سے ایک قسم دوسری قسم سے جدا ہو جائے پس عام کو
قائم مقام جنس کے رکھا جائے اور خاص کو قائم مقام فصل کے رکھا جائے اور بیان مذکورہ بالا سے ہم نے معلوم کیا
کہ سفر کا ایک جزو ذاتی یہ ہے کہ شخص اپنے مکان سے باہر کسی طرف چلا جائے کیونکہ جو کوئی اپنے مکان کے اردگرد چکر لگاتا
پھرے اسکو مسافر نہیں کہا جاتا اور نیز یہ معلوم ہوا کہ سفر کے اجزاء ذاتی سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے مکان سے نکل کر
کسی مکان معین کیطرف جائے (جیسے کسی خاص مکان کیطرف جائے) ورنہ اسکا چلنا پھرنا بیہودہ اور بیکار سمجھا جائیگا
اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اجزاء ذاتی سے یہ بھی ہے کہ وہ مکان خاص اتنے فاصلے پر واقع ہو کہ وہ شخص اسی روز اول رات
تک اپنے محل اقامت کی طرف واپس نہ ہو سکے ورنہ اسکا جانا ایسا سمجھا جائیگا جیسا کہ اپنی کھیتی یا باغ کی طرف آنا
جانا ہے اور نیز سفر کے لوازمات سے یہ بھی ہے کہ ایک پورے دن کا راستہ ہو۔ اور سالم نے یہی کہا ہے اور سفر کے لئے
اڑتالیس[2] میل کا ہونا تو یقینی امر ہے اور اس سے کم مسافت میں تردد ہے اور جو کوئی سفر کا ارادہ کرتا ہے اس پر اسوقت مسافر
کا اطلاق صحیح ہے جب شہر کی دیواروں اور گاؤں کے مکانوں اور احاطے سے نکل کر ایسے خاص مقام کیطرف جائیگا
اور جو کہ اڑتالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہو اور مسافر کا نام اس شخص سے تب دور ہو جاتا ہے جب کہ کسی شہر
یا گاؤں میں ایک کافی مدت اور معتد بہ مدت کے ٹھہرنے کا ارادہ کرلے۔ اور ان رخصتوں سے جمع بین الصلوتین ہے یعنی
سفر کی رخصتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ظہر و عصر کو و مغرب و عشا کو جمع کرکے پڑھا جائے۔ اصل بات یہ
ہے جس کا ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ نماز کے اصلی وقت تین ہی ہیں۔ فجر اور ظہر اور مغرب۔ پھر عصر کو
ظہر سے اور

[1] ملتقی ۱۲
[2] السفر ۱۲

العشاء من المغرب لئلا تكون مدة الطويلة فاصلة بين المذكورين ولئلا يكون النوم على صفة الغفلة فشرع لهم جمع التقديم والتأخير لكنه لم يواظب عليه ولم يعزم عليه مثل ما فعل في القصر ومنها ترك السنن فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم لا يسبحون الا سنة الفجر والوتر ومنها الصلوة على الراحلة حيث توجهت به يومي ايماء وذلك في النوافل وسنة الفجر والوتر لا الفرائض ومن الاعذار الخوف وقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الخوف على انحاء كثيرة منها ان رتب القوم صفين فصلى بهم فلما سجد سجد معه صف وحرس صف فلما قاموا سجد من حرس ولحقوه وسجد معه في الثانية من حرس اولا وحرس الآخرون فلما جلس سجد من حرس وتشهد بالصفين وسلم والحال التي تقتضي هذا النوع ان يكون العدو في جهة القبلة ومنها ان صلى مرتين كل مرة بفرقة[1] والحال التي تقتضي هذا النوع ان يكون العدو في غيرها وان يكون توزيع الركعتين عليهم متوسطا ولا يختلطوا باجتماعهم بكيفية الصلوة ومنها ان وقفت فرقة في وجهه وصلى بفرقة ركعة فلما قام للثانية ثبت قائما واتموا لانفسهم ثم ذهبوا وجاه العدو وجاء الواقفون فاقتدوا به فصلى بهم الثانية

عشاء کو مغرب سے موخر کیا ہے تاکہ دو ذکروں کے درمیان یعنی دو نمازوں کے درمیان زیادہ فاصلہ واقع ہو جائے اور غفلت کی حالت میں لوگوں کی نیند نہ واقع ہو۔ تو اسواسطے نبی علیہ السلام نے لوگوں کے لئے تقدیم اور تاخیر کے جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہمیشہ نہیں کیا اور نہ اسکے جمع کرنے کی تاکید فرمائی ہے جیسے کہ قصر کے بارے میں تاکید فرمائی ہے اور خود بھی قصر کرتے تھے۔ اور نیز سفر کی رخصتوں میں سے ایک یہ ہے کہ سنت کا ترک کر دینا چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ و عثمان رضؓ بجز سنت فجر اور وتر کے اور نوافل و سنت کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ اور نیز سفر کی رخصتوں میں سے ایک یہ ہے کہ سواری پر اشارے سے نماز پڑھے خواہ سواری کسی طرف کو متوجہ ہو۔ اور سواری پر نوافل اور سنت فجر اور وتر کا پڑھنا جائز ہے اور فرضوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور عذروں میں سے ایک عذر خوف جان و مال کا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف کئی طرح سے پڑھی ہے ایک یہ ہے کہ اپنی قوم کی دو صفیں بنائیں۔ ایک صف حفاظت کیلئے کھڑی کی اور ایک کو پیچھے کھڑی کرکے اسکو ایک رکعت پڑھائی پھر جب ایک رکعت پڑھ کے کھڑے ہوگئے تو وہ دوسری صف جو حفاظت کیلئے کھڑی تھی وہ آپکے ساتھ مل گئی اور دوسری رکعت مع دونوں سجدے کے ادا کی اور پہلی صف حفاظت کیلئے کھڑی ہوگئی پھر جب آپ بیٹھ گئے تو جو صف حفاظت کے لئے کھڑی تھی اسنے سجدہ کیا۔ اور پھر آپ نے دونوں صفوں کے ساتھ التحیات پڑھا اور سلام پھیرا اس طریقے سے نماز پڑھنی مناسب ہے جبکہ دشمن قبلہ کی طرف ہو۔ اور نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپنے دو مرتبہ نماز پڑھائی۔ ایک مرتبہ ایک جماعت کو اور ایک مرتبہ ایک جماعت کو جیسے کہ جابر رضؓ سے شرح السنہ میں روایت ہے اور یہ طریقہ اسوقت مناسب ہے جبکہ دشمن قبلہ کی جانب مخالف میں ہو۔ اور رکعتوں کی تقسیم سے لوگوں میں پریشانی واقع ہوتی ہو اور تمام لوگ نماز کی اسطرح کی کیفیت سے واقف نہ ہوں۔ اور نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے کہ تمام قوم کی ایک جماعت تو دشمن کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور آپنے ایک جماعت کو ایک رکعت پڑھائی پھر جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو جماعت آپ سے علیحدہ ہو کے دوسری رکعت تمام کرکے دشمن کے مقابلہ پر جا کھڑی ہوئی اور وہ پہلی جماعت جو دشمن کے مقابلہ پر کھڑی تھی آئے اور آپ کے پیچھے اقتدا کی تو آپ نے انکو دوسری رکعت پڑھائی۔

[illegible] شرح السنہ [illegible]

[1] کما ہو مروی فی الصحیحین [illegible] ۱۲

فلما جلس للتشهد قاموا فأتموا لأنفسهم ويجمع وسلم بهم والحالة المقتضية لهذا النوع أن يكون العدو في غير القبلة ولا يكونوا
آمنين لو كبروا عليهم جميعا ومنها أنه صلى بطائفة منهم وأقبلت طائفة على العدو فركع بهم ركعة ثم انصرفوا مكان
الطائفة التي لم تصل وجاء أولئك فركع بهم ركعة ثم أتم هؤلاء وهؤلاء ومنها أن يصلي كل واحد كيف أمكن راكبا
أو ماشيا القبلة أو غيرها رواها ابن عمر رضي الله عنه والحالة المقتضية لهذا النوع أن يشتد الخوف أو يلتحم القتال وبالجملة
فكل ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم فهو جائز ويفعل الإنسان ما هو أخف عليه وأوفق
بالمصلحة حينئذ ومن الأعذار المرض وفيه قوله صلى الله عليه وسلم صل قائما فإن لم تستطع
فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب وقال صلى الله عليه وسلم في النافلة من صلى قائما فهو أفضل
ومن صلى قاعدا فله نصف أجر القائم **أقول** لما كان من حق الصلوة أن يكثر منها وأصل الصلوة
يتأتى قائما وقاعدا أيضا وإنما وجب القيام عند التشريع وما لا يدرك كله لا يترك كله اقتضت
الرحمة أن يسوغ لهم تحصيل النافلة قاعدا وبين لهم ما بين الدرجتين وقد وردت صلوة
الطالب وصلوة المطر وصلوة الوحل ولم يترخص أحد من الصحابة في الضوابط والتحديدات
من ضرورة.

۱ـ كما أخرجه البخاري عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه ۱۲

۲ـ أخرجه البخاري عنه من ابن عمر رضي الله تعالى عنه ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

پس جب آپ التحیات کیلئے بیٹھے تو یہ جماعت جو دوسری رکعت میں آکے شریک ہوئی تھی کھڑی ہوگئی۔ اور اپنی دوسری رکعت
کو تمام کر کے آپ کے ساتھ مل گئے اور آپ نے اس جماعت کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ اور نیز یہ حالت اسوقت مناسب ہے کہ دشمن قبلہ کی
طرف نہ ہو اور رکعتوں کی تقسیم کی وجہ سے لوگوں کا دل بھی پریشان نہ ہو۔ اور نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ نے تمام لشکر کے
دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑے کو آپ نے نماز پڑھائی ایک رکعت اور دوسرا ٹکڑا دشمن کے مقابلہ پر کھڑا رہا پھر یہ ٹکڑا اسکی جگہ چلا گیا
جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی پھر وہ ٹکڑا آیا آپ نے اسکو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر اس ٹکڑے نے اور اسنے جو دشمن
کے سامنے پر کھڑی ہوئی اپنی اپنی نماز تمام کی۔ اور ایک طریقہ یہ ہے کہ جس طرح سے ہر ایک کو قدرت ہو سوار
ہو کر یا پیدل قبلہ کی جانب یا غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھ لے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا ہے
مگر اس طریقے سے نماز کا پڑھنا اسوقت مناسب ہے جبکہ زیادہ خوف ہو اور جنگ شروع ہوگئی ہو۔ **خلاصہ یہ ہے**
کہ جو طریقہ نماز خوف کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ جائز ہے۔ اور انسان کے لیے یہ مناسب
ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرے کہ جس کو آسانی سے کر سکے اور اسوقت کی مصلحت کے موافق ہو۔ اور عذروں میں سے ایک
مرض ہے۔ اسکے بارے میں آپ نے فرمایا ہے صل قائما الخ یعنے نماز کھڑے ہو کر پڑھنی چاہیئے اگر کھڑے ہو کر نماز نہ
پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر اتنی طاقت بھی نہیں تو کروٹ پر لیٹ کر پڑھ۔ اور نماز نوافل کے بیان میں آپ نے فرمایا ہے
من صلی قائما فہو افضل الخ یعنے نفل نماز کو کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے۔ اور جو کوئی بیٹھ کر پڑھے گا اسکو نصف ثواب
ملے گا۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ جس کو کثرت سے ادا کرنا چاہیئے اور اصل نماز کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر کے بھی ادا
ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے لیکن شارع نے تو قیام یعنی کھڑا ہونا واجب کیا ہے۔ اور یہ بھی مناسب نہیں کہ جو پوری نہ حاصل ہو سکے
اسکو بالکل چھوڑ ہی دیا جائے۔ لہٰذا اسلئے رحمت خداوندی کا یہ مقتضا ہوا کہ لوگوں کیلئے نماز نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا جائز کر دیا جائے اور کھڑے
ہو کر نفل کے پڑھنے کا درجہ اور بیٹھ کر پڑھنے کا درجہ بھی ہم نے بیان فرمایا ہے۔ اور صلوۃ الطالب وصلوۃ المطر وصلوۃ الوحل کا ذکر بھی
حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور اگر کسی صحابی نے بھی ہم سے ضوابط اور حدود میں کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جو آدمی کو مجبور کرتی ہے۔

لا تجد منها بد بل غير شك [illegible] وقوله صلى الله عليه وسلم
[illegible] كلمة جامعة [illegible]

الجماعة

أعلم [illegible] الرسوم من [illegible]
[illegible] والباد [illegible]
[illegible]
[illegible]
فيما بينهم والاجتماع [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] المنكر ويعرف منها [illegible]

[illegible] اور اس اجازت میں انکار اور سستی کا شائبہ نہ ہو [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان [illegible]
[illegible]

فصل جماعت کے بیان میں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

وخالصتها وايضاً فالاجتماع المسلمين راغبين في الله راجين راهبين منه مسلمين وجوههم اليه خاصية عجيبة في نزول البركات وتدلي الرحمة كما بينا في الاستسقاء والحج وايضاً فمراد الله من نصب هذه الامة ان تكون كلمة الله هي العليا وان لا يكون في الارض دين اعلى من الاسلام ولا يتصور ذلك الا بان يكون سنتهم ان يجتمع خاصتهم وعامتهم وحاضرهم وباديهم وصغيرهم وكبيرهم لما هو اعظم شعائره واشهر طاعاته فلهذه المعاني انصرفت العناية التشريعية الى شرع الجمعة والجماعات والترغيب فيها وتغليظ النهي عن تركها ولان الاشاعة اشاعتان اشاعة في الحي واشاعة في المدينة والاشاعة في الحي تتيسر في كل وقت صلوة والاشاعة في المدينة لا تتيسر الا غب طائفة من الزمان كالاسبوع اما الاولى فهي الجماعة وفيها قوله صلى الله عليه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرين درجة وفي رواية بخمس وعشرين درجة وقد صرح النبي صلى الله عليه وسلم بوجوه من المرجحات اذا توضأ فاحسن وضوءه ثم توجه الى المسجد لا ينهزه الا الصلوة كان مشيه في حكم الصلوة وخطواته مكفرات لذنوبه وان دعوة المسلمين تحيط بهم من ورائهم وان في انتظار الصلوات معنى الرباط والاعتكاف الى غير ذلك ثم انه نوه باحد العددين المذكورين

اور اس عبادت کے کھڑے ہونے کی بجائے اور یہ وجہ ہے کہ مسلمان لوگ یہی حالت میں جمع ہوں جب کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے اور امید رکھنے والے اور اپنی جانوں کو اس کے حوالے کرنے والے ہوں برکات کے نازل ہونے کے لئے اور رحمت الٰہی کے چھا جانے اور قریب ہونے کے لئے عجیب خاصیت ہے جس کو ہم استسقاء اور حج میں بیان کر آئے ہیں۔ اور نیز یہ کہ اس امت کے قائم کرنے سے خدا تعالیٰ کی یہ مراد تھی کہ خدا تعالیٰ کا کلمہ یعنی خدا تعالیٰ کا دین سب دینوں پر بلند ہے اور تمام روئے زمین پر اسلام سے اعلیٰ کوئی دین نہ ہو۔ اور یہ اسی وقت ہی متصور ہو سکتا ہے جبکہ ان کے لئے ایک ایسا طریقہ مقرر کیا جائے کہ جس میں خاص اور عام اور شہری اور دیہاتی اور چھوٹے اور بڑے ایسی عبادت کے ادا کرنے کے لئے جمع ہوں جو تمام عبادات سے زیادہ مشہور اور دین کے اعظم شعائر سے ہو ان معانی مذکورہ کی عنایت شرعی اس طرف متوجہ ہوئی کہ جمعہ اور جماعت کو مقرر فرما دیوے اور ان کے ادا کرنے کی ترغیب دے اور ان کے چھوڑ دینے پر سخت ممانعت فرمائے۔ اور اشاعت (یعنی کسی حکم کا پھیلانا) دو قسم کا ہے ایک اشاعت اپنے قبیلہ میں اور ایک اشاعت تمام شہر میں۔ اور اپنی قوم اور قبیلہ میں تو اشاعت ہر نماز کے وقت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اور تمام شہر میں بغیر کچھ دن وقفہ دینے کی اشاعت آسان نہیں۔ جیسے ہفتہ۔ اور قوم کے اندر اشاعت کرنے کے لئے جماعت مقرر کی گئی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلوٰۃ الجماعۃ الخ یعنے جماعت کی نماز ستائیس درجہ اور ایک روایت میں ہے پچیس درجہ اکیلے نماز پڑھنے سے فضیلت میں بڑھی ہوئی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا صریحاً ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نماز کو ترجیح دینے والی یہ چیزیں ہیں کہ جس شخص نے اچھی طرح سے وضو کیا اور پھر مسجد کی طرف فقط نماز پڑھنے کے لئے چلا۔ تو اس کا چلنا بھی نماز ہی کے حکم میں ہے۔ اور اس کے قدم اس کے گناہوں کے دور کرنے کے سبب بن جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی دعا ان کو پیچھے سے گھیر لیتی ہے۔ اور نمازوں کی انتظار کے لئے بیٹھنے میں معنے رباط اور اعتکاف کے پائے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح کے اور مرجحات حدیثوں میں پائے گئے ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو عددوں مذکورہ سے ایک کے ساتھ فضیلت کے درجوں کی تعین کی ہے۔

إلا لنكتة بليغة تمثلت عنده صلى الله عليه وسلم وقد ذكرناها من قبل فراجعه ولعمري إن الدين لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه بحرف يوجه من الوجوه وقوله صلى الله عليه وسلم ما من ثلاثة في قرية ولا بدو لا تقام فيهم الصلوة إلا قد استحوذ عليهم الشيطان[1] أقول هو إشارة إلى أن تركها يفتح باب التهاون وقوله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده لقد هممت أن آمر بحطب فيحطب الحديث[2] أقول الجماعة سنة مؤكدة تقام اللائمة على تركها لأنها من شعائر الدين لكنه صلى الله عليه وسلم رأى من بعض من هنالك تأخرا واستبطاء وعرف أن سببه ضعف النية في الإسلام فشدد النكير عليهم وأخاف قلوبهم ثم لما كان في شهود الجماعة حرج للضعيف والسقيم وذي الحاجة اقتضت الحكمة أن يرخص في تركها عند ذلك ليتحقق العدل بين الإفراط والتفريط ومن أنواع الحرج ليلة ذات برد ومطر ويستحب عند ذلك قول المؤذن ألا صلوا في الرحال ومنها حاجة يعسر الصبر عنها كالعشاء إذا حضر فإنه ربما تتشوف النفس إليه وربما يضيع الطعام وكذلك الأخبثان

اس میں بڑا بلیغ ایک نکتہ ہے جو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو منکشف ہوا تھا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس جگہ سے تلاش کرلیں اس دین حق میں کسی قسم کا باطل داخل ہونے نہیں پاتا اور نہ پیچھے الگ ہی کام رہتا ہے۔ اندریں بابت کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من ثلاثۃ الخ یعنی کسی گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہ اس میں باجماعت نماز ادا نہیں کی تو ان پر شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ جماعت کے ترک کرنے سے سستی کا دروازہ دین میں کھلتا ہے یعنی دین کے کاموں میں ازحد درجہ کی سستی واقع ہو جاتی ہے) اور نیز جماعت کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ الخ یعنے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں نے لکڑیاں جمع کرانے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ لوگوں کو امر کروں کہ لکڑیاں جمع کردیں پھر نماز کے لیے اذان دی جائے پھر کسی اور آدمی کو امام بنا کر میں ان لوگوں کی تلاش کے لئے جاؤں جو جماعت کے ساتھ حاضر نہیں ہوتے پھر ان کے گھروں کو جلادوں الخ میں کہتا ہوں کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اسکے چھوڑنے والے ملامت کے مستحق ہیں کیونکہ دین کے شعائر سے ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ کہ بعض لوگوں میں تاخیر اور دیر لگانا ملاحظہ فرمایا اور معلوم کرلیا کہ جماعت میں حاضر ہونے کا سبب ان کے اسلام کا ضعف ہے اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر سخت انکار اور دھمکی فرمائی اور ان کے دلوں کو خوف دلایا پھر جب بیمار ور ضعیف اور حاجت والے آدمی کو جماعت میں حاضر ہونے کی وجہ سے ایک قسم کی تکلیف لاحق ہوتی ہے تو حکمت خداوندی کا مقتضا ہوا کہ لوگوں کو ایسی حالت میں جماعت کے چھوڑنے کی اجازت دیدی جائے تاکہ افراط اور تفریط میں اعتدال ہو جائے۔ اور حرج کی قسموں سے ایک قسم یہی ہے کہ بارش اور سردی کی رات ہو۔ اور ایسے اوقات میں مؤذن کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ اذان کے بعد یہ آواز دے الا صلوا فی الرحال۔ یعنے اے لوگو خبردار ہو جاؤ۔ اور اپنی اپنی جگہ میں نماز پڑھ لو۔ اور اس حرج کی قسم سے ایک ایسی حاجت بھی ہے کہ اس پر صبر کرنا مشکل ہو۔ جیسے رات کا کھانا جب سامنے رکھا جائے کیونکہ بہت مرتبہ ایسے واقع پیش آتے ہیں کہ نفس رات کے کھانے کی طرف میں رہتا ہے اور کئی مرتبہ کھانے کے ضائع ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے اور نیز حرج کی قسم سے پاخانہ کی حاجت اور پیشاب کی بھی ضرورت ہے۔

[1] آتوالی وتمام الحدیث فعلیک بالجماعۃ فانما یاکل الذئب القاصیۃ ۱۲
[2] تمامہ ثم آمر بالصلوٰۃ فیؤذن لہا ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال لا یشہدون الصلوٰۃ فاحرق علیہم بیوتہم ۱۲ منہ سلمہ ۱۲

[illegible] ولا اختلاف بين حديث الصلوة مختصرة [illegible]
[illegible] حديث ابو هريرة ومعنى دالمر دى حرب
[illegible] ودينا كمرسل وحصر
النساء وعدم [illegible] صياغ وعدم مراد لم يكن ذلك
ما خوذ من [illegible] كامرأة اصابت بخور ولا اختلاف بين قوله عليه السلام
اذا استاذنت امرأة احدكم الى المسجد فلا يمنعها [illegible] من الصحابة من منعهن اذ الغيرة
[illegible] وذلك قول صلى الله عليه وسلم الغيرة
[illegible] حديث وحديث عائشة [illegible] ومنها الخوف والمرض والاصول [illegible]
قال النبي صلى الله عليه وسلم للاعمى اتسمع النداء بالصلوة قال نعم قال فاجب الى سؤاله كان في العزيمة فلم يرخص له

[illegible] ہوگا تو اسکا مدعا ارکان نسل [illegible] حدیث الصلوۃ
[illegible] مرض کوئی اختلاف [illegible] ان کے علاوہ
[illegible] یہ حدیث [illegible] ہم محمول کرتے ہیں اس لیے کہ [illegible]
نالی ہیں [illegible] ہوتی ہے وہ [illegible] کرنے [illegible] ہوتی ہے جیسے طعام کا [illegible] واجب نہیں
گھر لی عورت کے [illegible] کیے اور [illegible] ہر شخص کا وظیفہ جو گھر الی عورت کی [illegible] ہوا یا
جیسے [illegible] نماز کی تاخیر [illegible] جب [illegible] کو
کھانے کا شوق [illegible] ہو اور [illegible] ہونے کا خوف ہو اور جب یہ باتیں نہ ہوں تو [illegible] کی
جاتیں [illegible] کے دل سے [illegible] کی [illegible] کسی فتنہ کا
خوف ہو جیسے عورت [illegible] خوشبو لگا کر جماعت میں حاضر ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اذا استاذنت
یعنی اگر تم میں سے کسی کی بیوی [illegible] اجازت طلب کرے تو اسکو روکنا نہ چاہیئے۔ [illegible]
جمہور صحابہ رض کے قول میں کہ انہوں نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ کوئی اختلاف نہیں۔
کیونکہ وہ غیرت منع سے جو کہ تکبر اور غرور سے پیدا ہو۔ اسکا ثبوت اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الغیرۃ ۔ غیرتان الخ یعنی غیرت کی دو قسمیں ہیں اور حدیث
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو کہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے [illegible]
احدثن [illegible] کی قسموں میں سے ایک خوف اور ایک مرض ہے۔ اور ان میں حرج کا ہونا ظاہر
ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں کہ جو آپ نے ایک نابینے کو فرمائے تھے۔
اتسمع النداء بالصلوۃ قال نعم قال فاجب۔ کیا تو بانگ کے آواز سنتا ہے۔ تو
اُنے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ۔ تو آپنے فرمایا۔ اس کی اجابت کر۔ یعنے جماعت کے لیے حاضر ہو۔ یہ
معنے ہیں کہ اسکا سوال عزیمت میں تھا یعنی کس کام میں درجہ ہے، اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس کو رخصت نہیں دی۔

[illegible] الحديث الثاني [illegible] الصلوة ١٢ [illegible] من الغيرة [illegible] بغضها الله [illegible]
[illegible] الغيرة في غير ريبة ١٢ [illegible] انواع الحرج [illegible] رخصة في ترك الجماعة ١٢

تقرر بعد ... بما يلحق بالإمامة وكيفية الاجتماع ووصية الأمر بحسب ... موصى
ان يتواطئ بأتباعه وقصة معاذ رضي الله عنه في الإطالة مشهورة فيه. هذه المعاني ... وجه ... قوله
يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله فإن كانوا في القراءة سواء فأعلمهم بالسنة فإن كانوا في السنة سواء
فأقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فأقدمهم سنا ولا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه ... سبب
تقديم الأقرأ أنه صلى الله عليه وسلم حد للعلم حدا معلوما لما ... وكان أول ما هنالك
كتاب الله لأنه أصل العلم ولأنه من شعائر الله ... تعظيمه وينوه
بشأنه ... ذلك داعيا إلى التنافس فيه وليس كما يظن ... سبب ... مصلحة ...
فقط ولكن الأصل حملهم على المنافسة فيها وإنما ... سبب
الصلاة ما اعتبار المنافسة احتياجه إلى القراءة فليتدبر من بعد هذه معرفة السنة ... الكتاب
وبها تقام الملة وهي ميراث النبي صلى الله عليه وسلم في قومه ... الهجرة ...
... عليه الصلاة والسلام عظم أمر الهجرة ورغب فيها ...
والتنويه ... [illegible]

... امام ... وصیت ... [illegible]
امام کی تابعداری ... اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قصہ نماز کے طول کرنے میں مشہور ہے ... [illegible]
مذکورہ ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے ... [illegible]
... وہ شخص زیادہ امامت کا ... [illegible]
... [illegible]
برابر ہوں ... [illegible]
... اور کوئی شخص ... [illegible]
... نبی صلی اللہ علیہ وسلم ... علم ...
مقرر فرمادی ہے جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور ... [illegible]
نیز ... قرآن ... شعائر خداوندی ... [illegible]
اس کی تعظیم کیجائے ... لوگوں کے دلوں میں قرآن مجید ... [illegible]
قاری کے مقدم ... یہ وجہ نہیں جو کہ بعض نے بیان کی ہے ... [illegible]
بلکہ اصل وجہ قاری کے مقدم کرنے کی یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ... اور قرأت ...
سیکھیں اور ... شوق اور حرص کی ... فضیلت ... ہے۔

بعد ... حدیث کی معرفت ... قرآن ... اور ... اسلام ...
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ... علم حدیث ہی ... [illegible]
اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کو ... عظیم الشان ... بڑی رغبت دلائی ... [illegible]
گیا ہے ... ہجرت کی ترغیب اور تنویہ کے ... [illegible]
میں ہجرت کا شوق پیدا ہوا اور ہجرت کو دین کے امور میں سے ایک ... [illegible]

ثم زيادة السن اذ السنة الماضية في الملل جميعها توقير الكبير ولانه اكثر تجربة واعظم حلما وانما نهى عن التقدم على ذي سلطان في سلطانه لانه يشق عليه ويقدح في سلطانه فشرع ذلك ابقاء عليه قوله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم للناس فليخفف فان فيهم السقيم والضعيف والكبير واذا صلى احدكم لنفسه فليطول ما شاء اقول الدعوة الى الحق لا تتم فائدتها الا بالتيسير والتنفير يخالف الموضوع والشيء الذي يكلف به جمهور الناس من حقه التخفيف كما صرح النبي صلى الله عليه وسلم حيث قال ان منكم منفرين قوله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه فاذا ركع فاركعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد واذا سجد فاسجدوا واذا صلى جالسا فصلوا جلوسا اجمعين وفي رواية واذا قال ولا الضالين فقولوا آمين اقول بدء الجماعة ما اجتهد معاذ رضي الله عنه برأيه فقرره النبي صلى الله عليه وسلم واستصوبه وانما اجتهد لانه به تصير صلاتهم واحدة ومن دون ذلك انما هو اتفاق في المكان دون الصلوة وقوله صلى الله عليه وسلم اذا صلى جالسا فصلوا جلوسا منسوخ بدليل امامة النبي صلى الله عليه وسلم في آخر عمره جالسا والناس قيام والسر في هذا النسخ ان جلوس الامام وقيام القوم يشبه فعل الاعاجم في افراط تعظيم

بھاری ہوگا تعجب رہے۔ یہ کہ تمام دینوں میں یہ طریقہ جاری ہے کہ بڑوں کی عزت کرتے ہیں۔ نیز یہ وجہ ہے کہ بڑے عمر کے آدمی تجربہ اور بردباری میں جوانوں سے بڑھے ہوتے ہیں۔ اور جو شخص کہ اپنی سلطنت پر قائم ہو تو وہی بڑا اور شخص اگر آگے کھڑا ہو جائے اسکی ممانعت آپنے اس وجہ سے کی ہے کہ پہلے شخص کو یہ بات ناگوار گذرے گی اور اس کی سلطنت میں نقصان واقع ہوگا پس یہ امر آپنے فرمایا کہ وہ شخص اپنی سلطنت پر قائم رہے اور اپنی سلطنت کو قائم رکھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذا صلے احدکم الخ یعنے تم میں سے اگر کوئی آدمی لوگوں کا امام بنے تو ہلکی نماز پڑھے۔ کیونکہ مقتدیوں میں بیمار اور ضعیف اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔ اور جب اکیلا پڑھے تو جتنی قدر چاہے نماز میں درازی کرے (میں کہتا ہوں۔ کہ حق کی طرف بلانے کا فائدہ پورے طریق پر اسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ بلانا اور دعوت میں آسانی ہو اور نفرت میں ڈالنا عبادت کے موضوع کے مخالف ہے۔ اور جس عبادت کے ادا کرنے کی تمام مخلوق کو تکلیف دیجائے انکے حق میں یہ ضروری بات ہے کہ اسمیں تخفیف کیجائے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے متعلق صراحتاً ارشاد فرمایا ہے ان منکم منفرین یعنی تم میں سے بعض ایسے آدمی ہیں کہ لوگوں کو عبادت سے نفرت دلاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما جعل الامام الخ یعنے امام تو اسلئے ہوتا ہے کہ اسکی اقتدا کیجائے پس اسکی مخالفت نہ کرو جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب سمع اللہ من حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو (میں کہتا ہوں۔ کہ جماعت ابتدا حضرت معاذ رض کے اجتہاد سے ہوئی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو برقرار رکھا اور حضرت معاذ رض کی رائے کو درست رکھا۔ اور حضرت معاذ رض نے یہ عقلی اجتہاد اسواسطے کیا کہ اس جماعت کیوجہ سے تمام لوگوں کی ایک جماعت ہو جاتی ہے اور بغیر جماعت کے اگرچہ لوگوں کا اجتماع ایک جگہ مسجد میں تو ہو جاتا ہے مگر نماز میں تو اجتماع نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایک کی جدا جدا نماز ہوتی ہے اور نبی صلعم کا یہ قول اذا صلے جالسا الخ منسوخ ہے ساتھ اس دلیل کے کہ آپنے اخیر عمر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور تمام مقتدی کھڑے تھے اور اس قول کے منسوخ ہونے میں یہ راز ہے کہ امام کی بیٹھنے کی حالت اور قوم کی کھڑے ہونے کی حالت میں عجمیوں کی حالت کے ساتھ مشابہت لازم آتی تھی کیونکہ وہ اپنے

ملوكهم كما صرح به في بعض روايات الحديث ثم استقرت الأصول الإسلامية وظهرت المخالفة مع
الأعاجم في كثير من الشرائع رجح قياس آخر وهو أن القيام ركن الصلوة فلا يترك من غير عذر والمقتدي
قوله صلى الله عليه وسلم ليلني منكم أولو الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثلاثا وإياكم وهيشات
الأسواق **أقول** ذلك ليتقرر عندهم توقير الكبراء وليتنافسوا في عادة أهل السؤدد و
لئلا يشق على أولي الأحلام تقدم من دونهم عليهم وتحرم عن هيشات الأدب وليتمكنوا من
تدبر القرآن وليتشبهوا بقوم يناجون الملك قوله صلى الله عليه وسلم ألا تصفون كما تصف الملائكة
عند ربها **أقول** لكل ملك مقام معلوم ومرتبة وجدوا عليها بمقتضى الترتيب العقلي في الاستعدادات
فلا يمكن أن يكون هنالك فرجة قوله صلى الله عليه وسلم إني لأرى الشيطان يدخل من خلل
الصف كأنها الحذف **أقول** قد جربنا أن التراص في حلق الذكر سبب جمع الخاطر ووجدان
الحلاوة في الذكر وسد الخطرات وتركه يفتح من هذه المعاني والشيطان يدخل كل ما فيه شيء
من هذه المعاني ورأى ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم متمثلا بهذه الصورة وإنما رأى في هذه
الصورة لأن دخول الحذف أقرب ما يرى في العادة من نحو شيء في المضائق مع السواد المشعر بقبح السريرة

بادشاہوں کی عادت زیادہ تعظیم کرنے کی ہے، جیسے کہ بعض حدیثوں میں اس کی صراحت ہے پھر جب قواعد اسلامیہ مستحکم ہوگئے اور
بہت سے احکام میں عجمیوں کے ساتھ مخالفت ظاہر ہوگئی تو اس اجتہاد پر دوسرے قیاس کو ترجیح دی گئی وہ یہ کہ کھڑا ہونا نماز کا رکن ہے
کہ اس کا چھوڑنا بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور مقتدی جو ہیں ان کو کوئی عذر نہیں ہے (اسواسطے کہ امام جو بوجہ عذر کے
بیٹھ جائے تو مقتدی کھڑے رہیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیلنی منکم الخ یعنی تم میں سے جو عقل والے
اور دانا ہیں وہ میرے نزدیک کھڑے ہوں پھر ان کے متصل وہ لوگ ہوں جو ان کی دانائی و فہم کے قریب ہوں تین مرتبہ
یہ الفاظ آپ نے فرمائے ہیں اور بازاروں کے شور وغل سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ میں کہتا ہوں کہ اس وجہ سے فرمایا ہے تاکہ لوگوں
کے دلوں میں بڑوں کی عزت کا اقرار و جماؤ ہوجائے اور بڑوں اور شریفوں کی عادت سیکھنے کیلئے حریص ہوجائیں اور کم درجہ
کے لوگوں کے مقدم ہونے سے عقلاء کو ناگواری نہ گذرے اور شور وغل سے منع فرمایا واسطے ادب سکھلانے کے تاکہ
قرآن مجید اچھی طرح سے فکر اور سوچ کرسکیں اور تاکہ ایسے لوگوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرسکیں جو کہ اپنے بادشاہ کی دربار میں
عرض معروض کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا تصفون الخ یعنی جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے
روبرو صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں تم اسطرح صفیں کیوں نہیں بناتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ وہ کس طرح کھڑے
ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ پہلی صف کو پوری کرتے ہیں اور اسمیں کوئی خالی جگہ نہیں چھوڑتے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر فرشتے کے
لئے ایک درجہ معلوم ہے اور ترتیب عقلی کے موافق ان میں استعداد پیدا کی ہے۔ اسلئے یہ ممکن نہیں کہ ان کے درمیان کوئی فرجہ
(یعنی فاصلہ) واقع ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی لاری الخ یعنی میں شیطان کو دیکھ رہا ہوں کہ صفوں کے خلل میں داخل ہوتا ہے
گویا کہ بھیڑ کا سیاہ بچہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقہ میں مل کر بیٹھنے سے دل کو اچھی طرح جمعیت
حاصل ہوتی ہے اور ذکر میں خوب لذت آتی ہے اور خیالات پریشان دور ہوجاتے ہیں اور اس اتصال کے چھوڑنے کی وجہ
سے ان تمام معانی میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور جب ان معانی میں سے کسی میں کمی واقع ہوئی تو شیطان کا دخل ہوجاتا ہے
پس یہ وہی بات ہے کہ آپ نے شیطان کو ایسی صورت میں دیکھا اور اس خاص صورت کو دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بھیڑ کے بچے کی عادت جیسا کہ دیکھا
گیا ہے کہ وہ تنگ جگہوں میں داخل ہوجاتا ہے بھیڑ سیاہ کے دیکھنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اسکی خلقت بری ہے

فيتخللها الشيطان [illegible] قوله صلى الله عليه وسلم لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم قوله صلى الله عليه وسلم اما يخشى الذى يرفع راسه قبل الامام ان يحول الله راسه راس حمار **اقول** كان النبى صلى الله عليه وسلم امرهم [illegible] والاتباع فتهاونوا وعجل بعضهم فلم ينزجر فغلظ التهديد [illegible] فان امر [illegible] عاقبة [illegible] او منابذة التكليفات الالهية حالبة للعن والمسخ [illegible] ووقوع الخلاف بينهم والنكتة فى خصوص [illegible] تمثل فى [illegible] والاهانة كذلك [illegible] العاصى غلب عليه البهيمة والحمق وفى خصوص المخالفة للوجوه انهم اساؤا الادب فى الاسلام لوجه الله فجوزوا فى العضو الذى اساؤا به كما فى [illegible] الوجوه او اختلفوا صورة [illegible] والاخر [illegible] وابالاختلاف معنى والمنافسة [illegible] صلى الله عليه وسلم اذا جئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة **اقول** [illegible] الركوع اقرب شيها بالقيام فمن ادرك الركوع فكانه ادرك [illegible] السجدة اصل اصول الصلوة والقيام والركوع تمهيد له وتوطئة قوله

[illegible] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لتسون صفوفکم یعنی تم صفوں کو برابر کیا کرو ورنہ [illegible] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اما یخشی الذی [illegible] یعنی جو شخص [illegible] امام سے پہلے سر اٹھا لیتا ہے اس کو اس بات کا خوف نہیں کہ اس کے سر کو اللہ تعالیٰ گدھے کے سر [illegible] میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انکو صفوں کے برابر کرنے اور امام کی تابعداری کا حکم فرمایا مگر انہوں نے اس میں کوتاہی کی تو آپ نے انکو تنبیہ اور تہدید کی پھر بھی باز نہ آئے تو آپ نے بڑی شدت سے [illegible] اور مخالفت پر اصرار کرو گے تو تم پر لعنت کی سب وارد ہوگی کیونکہ خدا تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنا سبب لعنت کا ہے [illegible] کسی کو غیر سے زیادہ یا کسی کی صورت تبدیل ہو جاتی ہے [illegible] واقع ہو جاتی ہے اور گدھے کے ساتھ خاص کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ اس جیسا اور کوئی حیوان بیوقوف اور [illegible] ہے اور ایسے ہی [illegible] بھی حیوانیت اور بیوقوفی غالب آگئی اور چہروں کی مخالفت کیلئے خاص ہونے میں [illegible] تابعداری کرنے کے وقت بے ادبی کی ہے پس [illegible] اعضا کو سزا دی جاتی ہے کہ جنہوں نے [illegible] منہ بدل جانے کی سزا دی [illegible] اختلاف اور آپس میں جھگڑنے [illegible] سزا دی گئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جئتم الی الخ یعنی جب تم نماز پڑھنے کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور اس سجدہ کو نماز کے کسی رکن میں نہ سمجھو اور جس نے میرے ساتھ رکوع کو پا لیا تو اس نے رکعت کو پا لیا اور جس نے رکعت کو پا لیا اسکی نماز پوری ہو گئی۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ رکوع کو قیام کے ساتھ مشابہت بہت ہے یعنی رکوع بھی قیام کے قریب ہے اگرچہ آدمی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا ہے تو گویا وہ قیام میں شریک ہو گیا ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ سجدہ جو ہے یہ نماز کا اصل اصول ہے اور قیام اور رکوع اس کے [illegible] اور ذریعہ ہیں

لے یعنی [illegible] او یستحا علی صورۃ بعض الحیوانات ۱۲ ؎ الرکوع ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ[1] اقول ذلک لئلا یعد تارک الصلوۃ بانہ صلی فی بیتہ فیمتنع الانکار علیہ لئلا تتفرق کلمۃ المسلمین ولو بادی الرای ؏

الجمعـــة

الاصل فیھا انہ لما کانت اشاعۃ الصلوۃ فی البلد بان یجتمع اھلھا متعذرۃ کل یوم وجب ان یعین لھا حد لا یسرع دورانہ جدا فیتعسر علیھم ولا یبطؤ جدا فیفوتھم المقصود وکان الاسبوع مستعملا فی العرب والعجم واکثر الملل وکان صالحا لھذا الحد فوجب ان یجعل میقاتھا ذلک ثم اختلف اھل الملل فی الیوم الذی یوقت بہ فاختار الیھود السبت والنصاری الاحد لمرجحات ظھرت لھم وخص اللہ تعالی ھذہ الامۃ بعلم عظیم انتشر اولا فی صدور اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اقاموا الجمعۃ فی المدینۃ قبل مقدمہ صلی اللہ علیہ وسلم وکشفہ علیہ ثانیا بان اتاہ جبرئیل بمرأۃ فیھا نقطۃ سوداء فعرف ما ارید بھذا المثال فعرف وحاصل ھذا العلم ان احق الاوقات باداء الطاعات ھو الوقت الذی یتقرب فیہ اللہ الی عبادہ ویستجاب فیہ ادعیتھم لانہ ادنی ان تقبل طاعتھم وتؤثر فی صمیم النفس وتنفع نفع عدد کثیر من الطاعات وان للہ وقتا دائرا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا صلیتما فی رحالکما الخ یعنی جب تم نے اپنی اپنی جگہ پر نماز پڑھ لی ہو پھر ایسی مسجد کی طرف آؤ کہ جس میں جماعت ہوتی ہو تو تم پھر جماعت کے ساتھ بھی نماز پڑھ لو۔ یہ تمہارے لئے نفل ہو جائیگی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے ہے کہ تارک نماز یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ میں تو نماز گھر پر پڑھ آیا ہوں پس اسکو انکار سے منع کیا جائے اور تاکہ ظاہر میں مسلمانوں کے کلمہ میں فرق نہ پڑ جائے ؏

فصل جمعہ کے بیان میں ہے

جمعہ کے مقرر کرنے میں اصل وجہ یہ ہے۔ چونکہ نماز کی اشاعت ہر روز شہر میں اس طریقے پر کرنی کہ شہر کے تمام لوگ اسکے لئے جمع ہوں مشکل تھی۔ اس سے ضروری ہوا۔ کہ اس اشاعت کیلئے ایک ایسی حد مقرر کیجائے کہ نہ جلدی سے اسکا دوران آجائے تاکہ لوگوں پر دشواری نہ ہو جائے اور نہ بہت مدت کے بعد آئے تاکہ لوگوں کا مقصود نہ فوت ہو جائے اور ہفتہ کی مقدار کا استعمال تمام عرب اور عجم اور اکثر ملتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور ہفتہ اس حد بنانے کے لائق بھی ہے۔ پس واجب ہوا کہ اشاعت کا وقت یہ ہفتہ ہی مقرر کیا جائے پھر تمام اہل ملت نے اس بات میں اختلاف کیا کہ اشاعت کا دن کونسا مقرر ہونا چاہیئے تو یہود نے ہفتہ کا دن اور نصاری نے اتوار کا دن بوجہ کسی مرجحات کے جو انکو پسند آئے مقرر کر لئے اور اللہ تعالی نے اس امت کو علم عظیم کے ساتھ خاص کیا۔ کہ پہلے اس علم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلب میں القا فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ شریف میں جمعہ قائم کیا۔ پھر دوسری مرتبہ کشف کے ذریعہ سے نبی علیہ السلام کو دکھایا گیا وہ یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ایک شیشہ کہ اسمیں سیاہ نقطہ تھا لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اس مثال سے جو مقصود تھا وہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتلایا۔ اور آپ نے معلوم کر لیا اور اس علم کا حاصل یہ ہے۔ کہ عبادت کے ادا کرنے کے لئے سب سے بہتر وہ وقت ہے کہ جس میں خداتعالی کو اپنے بندوں کے ساتھ تقرب ہوتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے کیونکہ انکی عبادات ایسے وقت میں جلدی قبول ہوتی ہیں۔ اور صمیم نفس میں اثر کرتی ہیں اور ایک عبادت سی عبادات کا نفع بخشتی ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالی کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔

[1] قالہ لرجلین لم یصلیا معہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالھما فقالا انا صلینا فی رحالنا قال فلا تفعلا اذا صلیتما الخ وقولہ فی رحالکما ای منازلکما ۱۲

بدوران الاسبوع تقرب فيه الى عباده وهو الذي تجلى فيه لعباده في جنة الكثيب وان اقرب
ظنه لهذا الوقت هو يوم الجمعة فانه وقع فيه امور عظام وهو قوله صلى الله عليه وسلم خير يوم
طلعت عليه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه ادخل الجنة وفيه اخرج منها ولا تقوم الساعة
الا يوم الجمعة والبهائم تكون فيه مسيخة يعني فزعة مرعوبة كالذي ماله صوت شديد وذلك
لما يترشح على نفوسهم من الملاء السافل ويترشح عليهم من الملاء الاعلى حين تفزع اولا لنزول القضاء
وهو قوله صلى الله عليه وسلم كسلسلة على صفوان حتى اذا فزع عن قلوبهم الحديث[1] وقد حدث
النبي صلى الله عليه وسلم بهذه النعمة كما امره ربه فقال (نحن الآخرون السابقون يوم القيامة) يعني
في دخول الجنة او العرض للحساب (بيد انهم اوتوا الكتاب من قبلنا واوتيناه من بعدهم) يعني غير هذه
الخصلة فان اليهود والنصارى تقدموا علينا (ثم هذا يومهم الذي فرض عليهم) يعني اليوم المنتشر
الصلاة [illegible] في جمعة او سبت او احد في حقهم (فاختلفوا فيه فهدانا الله له) اي لهذا اليوم كما
هو عند الله وبالجملة فهذه فضيلة خص الله بها هذه الامة واليهود والنصارى لم يفتهم اصل
[illegible] في الشرع

زیادہ تر بندوں کے ساتھ قریب ہوتا ہے اور وہ وقت جمعہ کے دن کی طرح گردش کرتا ہے اور اس
دن میں اپنے بندوں کے لئے جنت کثیب میں تجلی فرماتا ہے اور غالب اور قریب گمان یہ ہے کہ وہ وقت جمعہ کا دن
ہے کیونکہ اس جمعہ کے دن بڑے بڑے امور واقع ہوتے ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر یوم
طلعت یعنی بہتر وقت ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے بہتر دن جمعہ کا دن ہے اسمیں حضرت آدم علیہ السلام کی
پیدائش ہوئی ہے۔ اور اسی دن میں جنت میں داخل کئے گئے ہیں اور اسی دن جنت سے نکالے گئے ہیں اور قیامت بھی
جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی اور چوپائے جمعہ کے دن گھبرا جاتے ہیں اور پریشان اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں جیسے کہ کوئی
[illegible] آواز سے ڈرتی ہے۔ اور یہ اسلئے ہے کہ ان کے نفوس پر عالم سفلی سے ٹپکا ہوتا ہے اور ان پر عالم علوی سے اول وہ
قضا ہی سے کانپتے ہیں اور وہ دن ایسے ہیں کہ جیسے کسی چٹان پر زنجیر لگنے کی طرح ہے یہانتک کہ جب ان کے دل
کانپنے دور ہو جاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی اس نعمت کو بیان فرمایا ہے فرمایا (نحن الآخرون الخ)
یعنی ہم دنیا میں پیچھے آئے ہیں اور قیامت کے روز جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے یا یہ کہ حساب کتاب سب سے پہلے ہوگا۔
صرف انکو کتاب پہلے دی گئی ہے اور بجز کتاب کے ہر بات میں یہود و نصاری ہم سے مقدم ہیں پھر اس دن کی عبادت جو کہ ہفتہ
کے دنوں میں گردش کرتا ہے اور جو صلوۃ ہے ان پر فرض کی گئی تو اس میں انہوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالی نے ان کے لئے
ہفتہ اور اتوار کو مقرر فرما دیا۔ اور ہم کو اللہ تعالی نے جمعہ کے دن کی ہدایت کی جیسا کہ خدائے تعالی کو منظور تھا
اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس امت کو اس فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور جو چیز کہ
شریعت میں اصل ہے اس سے یہود اور نصاری بھی محروم نہیں کئے گئے۔

[1] والحديث بتمامه رواه البخاري عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال ان نبي الله
صلى الله عليه وسلم قال اذا قضى الله تعالى الامر في السماء ضربت الملائكة
عليهم السلام باجنحتها خضعانا لقوله كانه سلسلة على صفوان اي سمعوا صوتا كجر سلسلة على حجارة
فاذا فزع عن قلوبهم اي كشف عنهم الفزع قالوا ماذا قال ربكم الحديث ١٢

وکذلک الشرائع السماویۃ لا تخلو عن قوانین تشترک فیہا وان امتاز بعضہا ببعض زیادۃ ونوّہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند هذه الساعۃ وعظّم شأنها فقال لا یوافقها عبد مسلم یسأل اللہ فیها خیرا الا اعطاه ایاه ثم اختلفت الروایۃ فی تعیینها **فقیل** هی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلوٰۃ لانها ساعۃ تفتح فیها ابواب السماء ویکون المؤمنون فیها راغبین الی اللہ فقد اجتمع فیها برکات السماء والارض **وقیل** بعد العصر الی غیبوبۃ الشمس لانه وقت نزول القضاء وفی بعض الکتب الالٰهیۃ ان فیه خلق آدم وعندی ان الکل بیان اقرب مظنۃ ولیس بتعیین ثم مسته الحاجۃ الی بیان وجوبها والتأکید فیه فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لینتهین اقوام عن ودعهم الجمعات او لیختمن اللہ علی قلوبهم ثم لیکونن من الغافلین **اقول** هذا اشارۃ الی ان ترکها یفتح باب التهاون ویستحوذ الشیطان وقال صلی اللہ علیہ وسلم تجب الجمعۃ علی کل مسلم الا امرأۃ او صبی او مملوک وقال صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ علی من سمع النداء **اقول** هذا رعایۃ العدل بین الافراط والتفریط وتخفیف لذوی الاعذار والذین یشق علیهم الوصول الیها ویکون فی حضورهم مشقۃ واما استحباب التنظیف بالغسل والسواک والتطیب ولبس الثیاب فلانها من مکملات الطهارۃ ... لحل الطاقۃ وهو قوله صلی اللہ علیہ وسلم

کیونکہ تمام آسمانی شریعتوں کا یہ حال ہے کہ شریعت کے قانون ان میں متحد ہوتے ہیں اور کوئی قانون چھوڑا نہیں جاتا۔ اگرچہ بعض کو بعض پر کسی زیادہ خصوصیت کی وجہ سے امتیاز ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ساعت کے بڑے درجے اور مراتب بیان فرمائے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے لا یوافقها مسلم الخ یعنی وہ ایسی گھڑی ہے کہ اس ساعت میں اگر کوئی مسلمان اپنی نیک حاجت کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے پھر اس ساعت کی تعیین میں مختلف روایات آئی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس ساعت کا وقت امام کے بیٹھنے سے لیکر نماز سے فارغ ہونے تک کا ہے کیونکہ یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور مومن بھی اسوقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوتے ہیں تو اسوقت میں دونوں برکتیں آسمان وزمین کی جمع ہو جاتی ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عصر کے بعد سے لیکر سورج کے غروب ہونے تک اس ساعت کا وقت ہے کیونکہ اسوقت میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے ہیں اور بعض خداوندی کتب میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی اسی ساعت میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ آتا ہے کہ مذکورہ بالا جو باتیں منقول ہیں اندازے بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی اس ساعت کی تعیین نہیں ہے پھر اس بات کی ضرورت پڑی کہ جمعہ کی تاکید کی جائے اور اسکو لوگوں پر واجب قرار دیا جائے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لینتهین اقوام یعنی لوگوں کو چاہئے کہ جمعہ پڑھنا نہ چھوڑیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہریں لگا دیگا پھر وہ غافل ہو جائینگے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ جمعہ کی ترک کرنے سے دین میں سستی کرنے کا دروازہ کھلتا ہے اور اس وجہ سے شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجب الجمعۃ علی کل مسلم الخ یعنی جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر واجب ہے بجز عورت اور لڑکے اور غلام کے اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجمعۃ علی من سمع النداء یعنی جمعہ کی نماز اس شخص پر واجب ہے جو اذان کی آواز سنتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان مذکورہ بالا حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے افراط اور تفریط کے درمیان عدل کی رعایت فرمائی ہے اور نیز معذورین کیلئے اور ان کے لئے جنکو جمعہ تک پہنچنے میں تکلیف ہوتی ہے یا ان کے حاضر ہونے میں دقت کا خوف ہے آپ نے تخفیف فرما دی ہے پھر اس کی ضرورت پڑی کہ لوگوں کیلئے نہانا اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانی اور عمدہ کپڑے پہننے مستحب کئے جائیں کیونکہ طہارت کے ان امور سے کامل ہوتی ہے اور بعض ان کے بعض کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرنے کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی آپ نے فرمایا ہے

لولا ان اشق على امتی لامرتهم بالسواك ولانه لابد لهم من يوم يغتسلون [illegible] يتطيبون لان ذلك من محاسن ارتفاقات بنی آدم ولما لم يتيسر كل يوم امر بذلك يوم الجمعة لان [illegible] تحص عليه ويكمل الصلوة وهو قوله صلى الله عليه وسلم حق على كل مسلم ان يغتسل فی كل سبعة ايام يوما يغسل فيه رأسه وجسده و لانهم كانوا عملة انفسهم وكان لهم اذا اجتمعوا ريح كريح الضأن فامروا بالغسل ليكون دافعا للسبب المنفر ادعى للاجتماع جبيه ابن عباس وعائشة رض والى الامر بالانصات والدنو من الامام وترك اللغو والتبكير ليكون ادنى الى استماع الموعظة والى [illegible] بالمشي وترك الركوب لانه اقرب الى التواضع و التذلل لربه ولان الجمعة تجمع المملق والمثری فلعل من لا يجد المركوب يستحی فاستحب سد هذا الباب والى استحباب الصلوة قبل الخطبة لما بينا فی سنن الرواتب فاذا جاء والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما رعاية لسنة الراتبة وادب الخطبة جميعا بقدر الامكان ولا تغتر فی هذه المسئلة بما يلهج به اهل بلدك فان الحديث صحيح واجب اتباعه والى النهی عن التخطی و التفريق بين اثنين واقامة احد ليخالفه الى مقعده لانها مما يفعله الجهال كثيرا ويحصل بها فساد ذات البين وهی بذر الحقد

لولا ان اشق الخ	[illegible] علیہ نے [illegible]	

پر تکلیف پڑنے کا خوف نہ ہوتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم کردیتا۔ اور نیز لوگوں کے لئے یہ بات بھی ضروری تھی کہ ان کے لئے ایسا دن مقرر ہوتا ہے کہ اس میں غسل کرنے اور خوشبو لگاتے کیونکہ یہ بھی بندوں کی اچھی عادات میں داخل ہیں اور جب کہ ہر روز ایسے کام کرنے مشکل ہے۔ اسلئے جمعہ کے دن ان امور کے کرنے کا حکم کیا۔ کیونکہ جمعہ کے دن ان باتوں کا مقرر کرنا جمعہ کا شوق پیدا کرتا ہے اور نماز بھی کامل ہوتی ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حق علی کل مسلم الخ یعنے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہر ہفتے کے ایک دن میں غسل کیا کرے اور اپنے تمام جسم اور سر کو دھویا کرے اور نیز یہ وجہ ہے جیسے کہ ابن عباس رض اور عائشہ رض نے بیان فرمایا ہے۔ کہ یہ حکم ضروری اس لئے کیا گیا تھا۔ کہ وہ لوگ اپنے نفسوں کے لئے خود آپ ہی کاروبار کرتے تھے اور پسینہ ان کے بدنوں پر جمع ہوجاتا تھا جب وہ تمام ایک جگہ آکر جمع ہوتے تھے تو ان کے بدنوں سے بھیڑوں کی بدبو کی طرح بدبو نکلتی تھی۔ اس لئے یہ غسل وغیرہ کا حکم ضروری ہوا تھا۔ تاکہ نفرت کا سبب دور ہوجائے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھ سکیں اور یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ لوگوں کو چپ کرنے اور امام کے قریب ہونے اور بیہودہ باتیں کے چھوڑ دینے اور سویرے آنے کا حکم کیا جائے تاکہ اچھے طریق سے وعظ نصیحت سن سکیں۔ اور اچھی طرح سے تدبر بھی کرسکیں اور نیز اسبات کی بھی ضرورت پڑی کہ جمعہ کے لئے پیدل چلنے کا حکم کیا جائے کیونکہ یہ عاجزی اور انکساری کے قریب ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ جمعہ کے لئے تمام لوگ خواہ امیر ہو یا غریب ہو سب جمع ہوتے ہیں پس شاید جس آدمی کو سواری نہ ملے وہ شرم کے مارے جمعہ میں حاضر نہ ہو تو اس لئے مناسب ہوا کہ ایسا دروازہ ہی بند کیا جائے اور نیز اسبات کی بھی ضرورت پڑی کہ خطبے سے پہلے کچھ نماز بھی مقرر کیجائے جس کی وجہ ہم پہلے سنت مؤکدہ میں بیان کرچکے ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی اسوقت جمعہ میں حاضر ہو جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو دو رکعت نماز ہلکی سی پڑھ لے۔ تاکہ موافق طاقت کے سنت مؤکدہ کی بھی رعایت اور خطبہ کے ادب کی بھی رعایت ہوجائے اور اس مسئلہ میں اپنے شہر کے لوگوں کے شور وغل کرنے کی وجہ سے دھوکہ میں نہ آجائیں کیونکہ اسکے حق میں حدیث صحیح وارد ہوئی ہے جس کا بجا لانا واجب ہے اور نیز اسبات کی ضرورت ہوئی کہ لوگوں کو پھلانگ کر دوسرے کی گردن پھلانگنے سے اور دو آدمیوں کے درمیان تفرق کرنے سے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر دوسرے آدمی کو بٹھانے سے منع کیا جائے کیونکہ جاہل آدمی اس قسم کی حرکت بہت کرتے ہیں جس کے ذریعہ آپس میں فساد پیدا ہوتا اور حسد کینہ پیدا ہوجاتا ہے۔

[illegible] میں بیان [illegible] قوله تم [illegible] اما [illegible] اي الفقير المثري [illegible] ملحد [illegible]

ثم بين رسول الله صلى الله عليه وسلم ثواب من ادى الجمعة كاملة موفرة بآدابها انه يغفر له ما بينه و بين الجمعة الاخرى وذلك لانه مقدار صالح للحلول في لجة انوار ودعوة المؤمنين وبركات صحبتهم وبركة الموعظة والذكر وغير ذلك وبين درجات التبكير وما يترتب عليها من الاجر بما ضرب من مثل البدنة والبقرة والكبش والدجاجة وتلك الساعات ازمنة خفيفة من وقت وجوب الجمعة الى قيام الخطبة **واعلم** ان كل صلوة تجمع الاقاصي والاداني فانما تشرع واحد لئلا تشق عليهم وان فيهم الضعيف والسقيم وذا الحاجة ويجهر فيها بالقراءة ليكون امكن لتدبرهم في القرآن وانوه بكتاب الله ويكون فيه خطبة ليعلم الجاهل ويذكر الناسي وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الجمعة خطبتين يجلس بينهما ليتوفر المقصود مع استراحة الخطيب وتطرية نشاطه ونشاطهم وسنة الخطبة ان يحمد الله ويصلي على نبيه ويتشهد ويأتي بكلمة الفصل وهي اما بعد ويذكر ويأمر بالتقوى ويحذر عذاب الله في الدنيا والآخرة ويقرأ شيئا من القرآن ويدعو للمسلمين وسبب ذلك انه جمع مع التذكير التنويه بذكر الله ونبيه وبكتاب الله لان الخطبة من شعائر الدين فلا ينبغي ان تخلو منها كالاذان وفي الحديث

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے جس نے کامل طریقہ کے ساتھ مع تمام آداب کے جمعہ کو ادا کیا ہے ثواب بیان فرمایا ہے کہ اسکے گناہ اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک بخش دیئے جاتے ہیں یہ بخشش اسلئے ہے کہ جمعہ کا ان تمام صفات کے ساتھ ادا ہونا ایسی کافی مقدار ہے کہ جس کی وجہ سے وہ آدمی خدا تعالیٰ کے نور کے دریا اور مسلمانوں کی دعا اور ان کی مجلس کی برکت اور وعظ نصیحت کی برکت کے دریا میں داخل ہو سکتا ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے درجات بیان فرمائے جو اول وقت میں آتا ہے۔ اور جو اسکو اجر حاصل ہوتا ہے وہ بھی بیان فرمایا۔ اور اونٹ اور گائے اور دنبہ اور مرغی کی مثال دیکر سمجھایا یعنی جو سب سے پہلے آتا ہے اسکو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے کہ اس نے ایک اونٹ خدا تعالیٰ کے نام پر قربانی کیا ہے دوسرے کو گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے الخ اور ان ساعات کا تھوڑا سا وقت ہے۔ وہ یہ ہے کہ وجوب جمعہ سے امام کے خطبہ کے لئے کھڑے ہونے تک ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ جس نماز میں تمام اعلیٰ اور ادنیٰ لوگ جمع ہوں وہ دو رکعت مقرر کی گئی ہے تاکہ انکو بوجھ معلوم نہ ہو اور نیز یہ وجہ ہے کہ لوگوں میں ضعیف اور بیمار اور مسافر وغیرہ بھی ہوتے ہیں اور ان نمازوں میں قرآن مجید کے بلند آواز سے پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے تاکہ قرآن مجید میں تدبر کرنے پر قادر ہو جائیں اور قرآن شریف کی شان بھی ظاہر ہو جائے اور ایسی نمازوں میں خطبہ بھی مقرر کیا گیا ہے تاکہ جاہل آدمی علم حاصل کرلیں اور جو مسائل کو بھول گئے ہیں انکو پھر یاد آ جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خطبے مسنون فرمائے ہیں اور ان دونوں کے درمیان بیٹھنے کا بھی حکم فرمایا ہے تاکہ مقصود بھی پورا ہو جائے اور خطبہ پڑھنے والے کو آرام بھی حاصل ہو جائے اور نیز یہ وجہ ہے کہ خطیب اور سننے والوں کو نئے سرے سے خوشی حاصل ہو جائے اور خطبہ میں یہ مسنون ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی تحمید کی جائے پھر نبی علیہ السلام پر درود پڑھا جائے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت کی شہادت ادا کرے۔ پھر فصل کے لئے یہ کلمہ کہے اما بعد پھر لوگوں کو وعظ نصیحت کرے اور پرہیزگاری حاصل کرنے کا حکم کرے اور خدا تعالیٰ کے عذاب دنیاوی اور اخروی سے ڈرا دے اور کچھ آیات قرآن شریف کی پڑھے اور مسلمانوں کے لئے دعا مانگے اور خطبہ کے اس طریقے کے پڑھنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی اور نبی علیہ السلام کا نام ذکر کیا جائے جیسے اذان میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے۔

لہ ای المجئ فی اول الوقت ١٢

کالخطبۃ لیس فیہا تشہد فہی کالید الجذماء وقد تلقت الامۃ تلقیا معنویا من غیر سبق لفظ انہ یشترط فی الجمعۃ الجماعۃ ونوع من التمدن وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاؤہ رضی اللہ عنہم والائمۃ المجتہدون رحمہم اللہ تعالیٰ یجمعون فی البلدان ولا یؤاخذون اہل البدو بل ولا یقام فی عہدہم فی البدو ففہموا من ذلک قرنا بعد قرن وعصرا بعد عصر انہ یشترط لہ الجماعۃ والتمدن **اقول** ولما کان حقیقۃ الجمعۃ اشاعۃ الدین فی البلد وجب ان ینظر الی تمدن وجماعۃ والاصح عندی انہ یکفی اقل ما یقال فیہ قریۃ روی من طرق شتی یقوی بعضہا بعضا خمسۃ لا جمعۃ علیہم وعد منہم اہل البادیۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ علی الخمسین رجلا **اقول** الخمسون تتقری بہم قریۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ واقل ما یقال فیہ جماعۃ حدیث الانفضاض والظاہر انہم[1] لم یرجعوا واللہ اعلم فاذا حصل ذلک وجبت الجمعۃ ومن تخلف عنہا فہو آثم ولا یشترط اربعون وان الامراء احق باقامۃ الصلوۃ وہو قول علی کرم اللہ وجہہ اربع الی الامام الخ ولیس وجود الامام شرطا واللہ اعلم بالصواب۔

کہ جس خطبہ میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت کی شہادت مذکور نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کے مانند ہے۔ اور امت کے لوگوں کو معنے کے لحاظ سے یہ بات حاصل ہوئی ہے اگرچہ لفظ موجود نہیں ہیں کہ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا اور ایک قسم کا شہر ہونا شرط ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے شہروں میں جمعہ پڑھتے اور دیہاتیوں پر گرفت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے زمانے میں کسی گاؤں میں جمعہ قائم ہی نہیں ہوا اس وجہ سے پچھلے لوگوں نے یہ سمجھا کہ جمعہ کے لئے جماعت اور شہر کا ہونا شرط ہے۔

(میں کہتا ہوں) کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے مقرر کرنے کی یہ غرض ہے کہ شہر میں دین کی اشاعت کی جائے اس لئے ضروری ہوا کہ شہر اور جماعت کا اعتبار کیا جائے۔ اور میرے نزدیک یہ بہتر ہے۔ کہ جس بستی پر کم از کم قریہ کا اطلاق آتا ہو وہ جمعہ کے ادا کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ کئی طریقے سے حدیثیں مروی ہیں جو بعض بعض کی تقویت کرتی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ فرض نہیں اور گاؤں کے رہنے والے کو بھی ان قسموں میں ذکر فرمایا ہے۔ اور نیز آپ نے فرمایا کہ جمعہ پچاس آدمی پر فرض ہے۔

(میں کہتا ہوں) کہ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ پچاس آدمی سے قریہ بن جاتا ہے۔ اور قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ واجبۃ الخ یعنے ہر قریہ پر جمعہ واجب ہے۔ یعنے کم سے کم جس پر جماعت کا اطلاق آسکے۔ حدیث انفضاض اس پر دلالت کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ وہ لوگ متفرق ہو کر پھر جمعہ کی طرف نہیں لوٹے واللہ اعلم بالصواب اور جس وقت شروع میں جماعت پائی جائے تو پھر جمعہ پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور جو جمعہ پڑھنے سے علیحدہ رہا وہ گناہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اور تعداد چالیس آدمی کی کوئی شرط نہیں ہے اور نماز جمعہ کی قائم کرنے کے لئے حاکم زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اربع الی الامام الخ یعنے امام کے سپرد چار چیزیں ہیں۔ اور امام کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

---

[1] ای المتفرقین لم یرجعوا ای الی الجمعۃ بعد ما ذہبوا ۱۲

العیدان

الاصل فیهما ان کل قوم لهم یوم یتجملون فیه ویخرجون من بلادهم بزینتهم وتلك عادة لا ینفك عنها احد من طوائف العرب والعجم وقدم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة ولهم یومان یلعبون فیهما فقال ما هذان الیومان قالوا کنا نلعب فیهما فی الجاهلیة فقال قد ابدلکم الله بهما خیرا منهما یوم الاضحی ویوم الفطر قیل هما النیروز والمهرجان وانما بدلا لانه ما من عید فی الناس الا وسبب وجوده تنویه بشعائر دین او موافقة ائمة مذهب او شیء مما یضاهی ذلك فخشی النبی صلی الله علیه وسلم ان ترکهم وعادتهم ان یکون هنالك تنویه بشعائر الجاهلیة او ترویج سنة اسلافها فابدلهما بیومین فیهما تنویه بشعائر الملة الحنیفیة وضم مع التجمل فیهما ذکر الله وابوابا من الطاعة لئلا یکون اجتماع المسلمین بمحض اللعب ولئلا یخلو اجتماع منهم من اعلاء کلمة الله احدهما یوم فطر صیامهم واداء نوع من زکاتهم فاجتمع الفرح الطبیعی من قبل تفرغهم عما یشق علیهم واخذ الفقیر الصدقات والعقلی من قبل الابتهاج بما انعم الله علیهم من

یہ فصل عید فطر و بقر عید کے بیان میں ہے

اور دو عیدوں کے مقرر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ایسا دن مقرر ہے کہ جس میں اپنے شہروں سے نکل کر بناؤ میں وہ زیب و زینت کے ساتھ اپنی شہرت ظاہر کرتے ہیں اور یہ ایسی رسم اور عادت ہے کہ اس سے کوئی ملک بھی خواہ عرب ہو یا عجم ہو خالی نہیں ہے۔ اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ گروہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے اور باقی لوگوں کے لئے دو دن مقرر ہیں۔ کہ جن میں لہو و لعب کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا یہ کیسے دن ہیں۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ یہ وہ دن ہیں۔ کہ اسلام لانے سے پہلے ہی ہم ان دونوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ان دو دنوں کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اور دو دن مقرر فرما دیئے ہیں جو ان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ وہ دو دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن ہے اور بعض نے کہا ہے وہ دو دن نیروز اور مہرجان کے تھے۔ اور یہ دن اس لئے بدل دیئے گئے۔ کہ لوگوں کے اپنے لئے خوشی کے دن مقرر کرنے کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اس میں اپنے دین کے شعائر کا اظہار کریں اور اپنے مذہب کے پیشواؤں کی موافقت کریں اور یا اپنے معبود وغیرہ کا اظہار کریں تو دین حنیفیہ میں اس کا خوف ہوا۔ اگر ان کو اسی حالت پر اور انکی عادات پر چھوڑ دیا گیا تو شاید جاہلیت کی رسم رائج ہو جائے اور ان کے پہلے لوگوں کے طریقے کا رواج ان میں بدستور پایا جائے تو ان کے عوض میں ایسے دو دن تبدیل فرما دیئے کہ جن میں ملت حنیفیہ کے شعائر کی عظمت پائی جائے اور زیب و زینت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ذکر اور ایک قسم کی عبادت بھی ملا دی گئی تاکہ ان کا اجتماع فقط لہو و لعب کے واسطے نہ ہو۔ بلکہ ان کے اجتماع میں خدا تعالیٰ کے کلمہ کی بلندی کی صفت بھی پائی جائے۔ اور پہلا وہ دن ہے کہ جس روز مسلمان اپنے روزوں سے فارغ ہو اور ایک قسم کی زکوٰۃ فطرانہ ادا کرتے ہیں پس ان کو دو خوشیاں حاصل ہوئی ہیں ایک طبعی اور ایک عقلی طبعی اس واسطے کہ وہ لوگ روزوں کی تکلیف سے فارغ ہوئے ہیں اور فقراء کو صدقات ملتے ہیں اور عقلی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام کیا ہے۔

توفيق اداء ما افترض عليهم واسبل عليهم من ابقاء رؤس الاهل والولد الى سنة اخرى والثاني يوم ذبح
ابراهيم ولده اسمعيل عليهما السلام وانعام الله عليهما بان فداه بذبح عظيم اذ فيه تذكر حال ائمة
الملة الحنفية والاعتبار بهم في بذل المهج والاموال في طاعة الله وقوة الصبر وفيه تشبه بالحاج
وتنويه بهم وشوق لما هم فيه ولذلك سن التكبير وهو قوله تعالى ولتكبروا الله على ما هداكم
يعني شكرا لما وفقكم للصيام ولذلك سن الاضحية والجهر بالتكبير ايام منى واستحب ترك الحلق لمن
قصد التضحية وسن الصلوة والخطبة لئلا يكون شيء من اجتماعهم بغير ذكر الله وتنويه شعائر
الدين وضم معه مقصدا آخر من مقاصد الشريعة وهو ان كل ملة لا بد لها من عرضة يجتمع فيها
اهلها لتظهر شوكتهم وتعلم كثرتهم ولذلك استحب خروج الجميع حتى الصبيان والنساء
وذوات الخدور والحيض ويعتزلن المصلى ويشهدن دعوة المسلمين ولذلك كان النبي صلى الله
عليه وسلم يخالف في الطريق ذهابا وايابا ليطلع اهل كلتا الطريقين على شوكة المسلمين ولما
كان اصل العيد الزينة استحب حسن اللباس والتقليس[1] ومخالفة الطريق والخروج الى المصلى و
سنة صلوة العيدين ان يبدأ بالصلوة من غير اذان ولا اقامة يجهر فيها بالقراءة يقرأ عند

کہ انکو فرض ادا کرنے کی توفیق دی اور ان کے بال بچوں کو آئندہ سال تک باقی رکھنے کا فضل کیا ہے۔
اور دوسرا وہ دن کہ جس دن میں حضرت ابراہیم ؑ اپنے بیٹے اسمعیل ؑ کو ذبح کے لئے لے گئے تھے۔ اور
اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ اسمعیل علیہ السلام کی جگہ بہشت کا دنبہ حاضر کیا گیا اور ابراہیم ؑ نے بجائے اس دنبہ کو
ذبح کیا، اور یہ دن اس لئے مقرر ہوا تاکہ ملت حنیفیہ کی حالات کی یادداشت آ جائے۔ اور ان کے خدا تعالیٰ کے
رستہ میں جان و مال خرچ کرنے سے اور نہایت درجہ کے صبر کرنے کی وجہ سے انکو نصیحت دینی مقصود ہے۔ اور
نیز یہ وجہ ہے کہ اس حالت سے حاجیوں کے ساتھ مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور ان کی عظمت ہو جاتی ہے۔ اور
جو افعال حاجی لوگ کرتے ہیں انکا شوق حاصل ہو جاتا ہے اسی واسطے تکبیروں کا پڑھنا مسنون ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ
نے فرمایا ہے ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم۔ یعنی جو خدا تعالیٰ نے تمکو ہدایت کی ہے اسکے عوض میں خدا تعالیٰ کی عظمت بیان
کرو یعنی جو نیک کام کی تم کو اللہ نے توفیق دی روزوں اور قربانی کی اسکا شکر ادا کرو) اسی سبب سے ان دنوں میں قربانی کا
کرنا اور تکبیروں کا بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے اور جس آدمی کا کہ قربانی کرنے کا ارادہ ہو اسکے لئے یہ مستحب ہے کہ سر نہ
منڈوائے۔ اور نماز اور خطبہ کا پڑھنا بھی مسنون کیا گیا ہے۔ تاکہ جماعت کا ایسا اجتماع ہو جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر اور شعائر دین کی عظمت
ضرور پائی جائے اور نیز اسکے ساتھ شریعت کے مقصودوں سے شارع نے اور ایک مقصود بھی ملایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر ایک دین
میں ایک ایسا دن مقرر ہے کہ وہ تمام لوگ اس دن اپنے شہر سے باہر نکل کر ایک میدان میں جمع ہوتے ہیں تاکہ اپنی کثرت
اور شان و شوکت دکھائیں۔ تو اسواسطے شریعت اسلام میں بھی یہ بات مستحب ہے کہ تمام مخلوق مرد اور بچے اور پردہ دار عورتیں
اور حیض اور نفاس والی عورتیں بھی عیدگاہ کی طرف جائیں مگر حیض و نفاس والی عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ ہو کر بیٹھ جائیں
اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہو جائیں اور اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے جانے کے وقت رستہ تبدیل کر دیتے
تھے تاکہ ان دونوں رستوں کے لوگ نیز مسلمانوں کی شوکت و شان ظاہر ہو جائے اور چونکہ عید کے اصل معنی زینت کے
معنے بلائے جاتے ہیں اسلئے عمدہ لباس پہننا اور ایک قسم کا دف بجانا اور مختلف رستوں سے عیدگاہ کیطرف آنا جانا مستحب قرار دیا ہے
اور عیدین کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے بغیر نماز شروع کی جائے اور قرأت بلند آواز سے پڑھی جائے۔ اور　｜ مطلعہ مختار ۱۲

[1] ای التقلیس ضرب الدفوف واللعب عند قدوم الملوک علی سبیل استقبالہم ۱۲

ارادة التخفيف بسبح اسم ربك الاعلى وهل اتاك وعند الاتمام ق واقتربت الساعة ويكبر في الاولى
سبعا قبل القراءة والثانية خمسا قبل القراءة وعمل الكوفيين ان يكبر اربعا كتكبير الجنائز
في الاولى قبل القراءة وفي الثانية بعدها وهما سنتان وعمل الحرمين ارجح ثم يخطب
يأمر بتقوى الله ويعظ ويذكر وفي الفطر خاصة ان لا يغدو حتى يأكل تمرات ويأكلهن
وترا وحتى يؤدي زكاة الفطر اعتناء للفقراء في مثل هذا اليوم ليشهد الصلوة فارغ القلب
وليتحقق مخالفة عادة الصوم عند ارادة التنوير بانقضاء شهر الصيام وفي الاضحى خاصة ان لا يأكل
حتى يرجع فيأكل من اضحيته اعتناء بالاضحية ورغبة فيها وتبركا بها ولا يضحي الا بعد الصلوة لان
الذبح لا يكون قربة الا بتشبه الحاج وذلك بالاجتماع للصلوة والاضحية مسنة[1] من معز وجذع
من ضأن في كل اهل بيت وقاسوها على الهدي فاقاموا البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة
مقامها ولما كانت الاضحية من باب بذل المال لله تعالى وهو قوله تعالى لن ينال الله لحومها
ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم كان تسمينها واختيار الجيد منها مستحبا لدلالته على
صحة رغبته في الله فلذلك

[1] لا بد كل عليها سنة كاملة والجذع ما تم عليه ستة اشهر ۱۲

اور تخفیف کے ارادے کے وقت سورہ سبح اسم ربک وھل اتاک پڑھے اور جب بھی قرات پڑھنی مقصود
ہو تو سورۃ ق اور سورۃ اقتربت الساعۃ پڑھے اور پہلی رکعت میں قرات سے پہلے سات تکبیریں کہے اور دوسری
رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں پڑھے اور کوفیوں (یعنی احناف) کے نزدیک جنازہ کی طرح چار تکبیریں پڑھے
پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد۔ اور دونوں طرح کی تکبیریں پڑھنی
سنت ہیں۔ اور جو عمل حرمین شریفین کے لوگ کرتے ہیں اسکو ترجیح ہے۔ پھر خطبہ پڑھے اور لوگوں کو پرہیزگاری
حاصل کرنے کا حکم کرے اور انکو وعظ ونصیحت کرے۔ اور عید الفطر کے دن صبح سویرے بغیر چند کھجوریں
کھانے کے جو کہ طاق ہوں اور بغیر صدقہ فطر ادا کرنے کے عیدگاہ کی طرف نہ جانے۔ تاکہ ایسے وقت میں فقیروں
کی حاجت پوری ہو جائے تو وہ خوراک وغیرہ کے فکر سے فارغ ہو کر نماز عید میں شریک ہو جائیں۔ اور تاکہ
مہینہ رمضان کے ختم ہونے کی اطلاع ان چیزوں سے کی جائے جو کہ روزوں کی عادت کے مخالف ہیں۔ اور
عید الضحیٰ میں خاص کر اس بات کا لحاظ کیا جائے کہ عید کی نماز پڑھنے سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ بلکہ واپس ہو کر اپنی قربانی
کے گوشت سے کھائیں۔ اس سے قربانی کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور اسکی طرف رغبت پائی جاتی ہے۔ اور اسکا
متبرک ہونا معلوم ہوتا ہے اور حیوان قربانی کو بعد نماز کے ذبح کرے کیونکہ حاجیوں کی مشابہت کی وجہ سے
حیوان کے ذبح کرنے میں قربت اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور نماز کے لئے جمع ہونے کے وقت ان کے
ساتھ مشابہت حاصل ہوتی ہے اور قربانی کے لئے گھر کے ایک آدمی کی طرف سے سال بھر کی بکری اور
چھ مہینے کا دنبہ و بھیڑ کافی ہو سکتی ہے۔ اور قربانی کو ہدیہ پر قیاس کر کے گائے اور اونٹ کو سات کی قربانی کی جگہ
پر جائز رکھا ہے (یعنی سات آدمی مل کر ایک گائے یا ایک اونٹ کو قربانی کے لئے ذبح کر سکتے ہیں۔) اور چونکہ قربانی
اس قبیل سے ہے کہ جس میں اپنا مال خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لن ینال اللہ الخ یعنی
اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اسکو تو تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے اسواسطے قربانی کے جانور کا موٹا کرنا اور عمدہ جانور کا
اختیار کرنا بہتر اور مستحب ہوا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی صحیح طریق سے حاصل کرنے میں اس شخص کو بڑی رغبت ہے اور اسی واسطے

نهى من التضحية بالعرجاء البين ظلعها والعوراء البين عورها والمريضة البين مرضها والعجفاء
التي لا تنقي ونهى عن اعضب القرن والاذن وامر ان نستشرف العين والاذن وان لا نضحي بمقابلة
ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء وضحى بكبش اقرن فحيل الاقرن الذي ينظر في سواد ويبرك في سواد
ويطأ في سواد كان ذلك تماما للشباب والعز ومن دعاء التضحية اني وجهت وجهي للذي فطر
السموات والارض الآية اللهم منك واليك وذلك من الله والله اكبر۔

الجنائز

اعلم ان عيادة المريض وتمسكه بالرقى المبركة والرقية بالمختصر وتكفين الميت ودفنه والاحسان
اليه والبكاء عليه وتعزية اهله وزيارة القبور امور تتداولها طوائف العرب والعجم وترد عليها او على
نظائرها اصناف العجم وتلك عادات لا يبعث اهل الامزجة السليمة ولا يخلو هم ان ينفكوا
عنها فبحث النبي صلى الله عليه وسلم نظر فيما عندهم من العادات فاصلحها وصحح السقيم
منها والمصلحة المرعية ما راجعة الى نفس الميت من حيث الدنيا او من حيث الآخرة او الى اهله
... الى الحنيفين او الى المله والمريض يحتاج في حياته الدنيا الى تنفيس كربه بالتسلية والرفق

چار قسم کی قربانی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کہ ایسی قربانی کرنے سے منع آپ نے کیا ہے ایک یہ کہ ایسا حیوان جو لنگڑا ہو
اور قربانی نہ کرے اور دوسرا وہ حیوان کہ جس کی آنکھ صاف پھوٹی ہوئی ہو اور تیسرا وہ حیوان جو ایسا مریض ہو کہ
اور چوتھا اس لاغر حیوان جس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہا ہو اور جس حیوان کے کان اور سینگ کاٹے ہوئے ہوں اسکی
قربانی کرنی منع ہے آنکھ اور کان کا دیکھنا مسنون ہے اور جس حیوان کا سامنے سے کان کٹا ہوا ہو پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا ہو
یا کان چرا ہوا ہو یا کان میں سوراخ ہو اسکی قربانی کرنی منع ہے اور ایسے بڑے سینگ والے دنبہ کی جس کی آنکھیں اور پیٹ
اور سینہ اور پاؤں سیاہ ہوں قربانی کرنی مسنون ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں اسکی جوانی پر دلالت کرتی ہیں اور جانور کا
قربانی کرتے وقت پڑھتے ہیں یہ ہے۔ انی وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفا وما
انا من المشركين ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين لا شريك له وبذلك امرت وانا من
المسلمين۔ اللهم منك ولك بسم الله والله اكبر۔

یہ فصل ہے جنازوں کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ مریض کی بیمار پرسی کرنی
اور متبرک تعویذوں سے علاج کرنا اور موت کے وقت اس کے ساتھ نرمی اور پیار سے باتیں کرنی اور
اسکے کفن اور دفن میں شریک ہونا اور اسکے ساتھ نیکی کرنی اور پھر رونا اور اسکے اہل عیال کو تسلی دینی یہ ایسے امور اور
رسوم ہیں کہ جن کو تمام اہل عرب بجا لایا کرتے ہیں اور یہ رسوم بالکل مانند ان رسوم کے ہیں جو عجم کے لوگ بھی کرتے
ہیں۔ اور یہ ایسی عادتیں ہیں کہ ان سے کوئی سمجھدار آدمی نہیں چھوڑ سکتا اور ان رسوم کا ان لوگوں سے چھڑانا بھی
مناسب نہیں ہے۔ پس جس وقت پیغمبر نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر کر کے دنیا کی طرف بھیجا تو آپ نے انکی رسوم
اور عادات کا ملاحظہ فرمایا اور ان کی درستی کی اور ان رسوم میں جو نقصان تھا اسکو دور فرمایا اور ان مصلحت کی رعایت کی دنیا و آخرت
کے لحاظ سے یا ایسا ہے کہ مریض کو جو تکلیف ہو اس کے رفع کرنے کے لئے یا اسکے اہل و عیال کی طرف کے لحاظ سے مریض اسکا محتاج
ہوتا ہے کہ اسکی تکلیف و مصیبت کی حالت میں اسکو تسلی دی جائے اور اسکی دل جوئی کی جائے یہ علاج ہے اسکو اللہ دے اور

... سواد میں دیکھ فی سواد ای اسود ... خوب دیکھ ... بدن میں ...

وإذا مرض أحد من المسلمين فيما بعد عمره ولا تتحقق إلا أن تكون العيادة سنة لازمة في إخوانه
وأهل مدينته وفي آخرته يحتاج إلى الصبر وأن يتمثل الشدائد عنده بمنزلة الدواء المر يعاف
طعمها ويرجو نفعها لئلا يكون سبب الغوص في الحياة الدنيا والحب بها والتمرد بل موته
في حط ذنوبه مع تحمل أجر امتحنته ولا يتحقق إلا بأن يبحث على فوائد الصبر ومنافع الأمراض
والمحتضر في آخر يوم من أيام الدنيا وأول يوم من أيام الآخرة فوجب أن يحث على ذكر الله
والتوجه إلى الله ليتدارك نفسه وهي في غاشية من الإيمان فيجد ثمرتها في معاده ولابد أن يعد
سلاماً مزاجه كما جبل على حب المال والأهل كذلك جبل على حب أن يذكره الناس بخير
في حياته وبعد مماته وإن لا تظهر مساويه لهم حتى إن أشد الناس رأياً من كان نفسه يجب
أن يبذل أموال الأحصر في بناء شامخ يبقى به ذكره ويحمل على المهالك ليقال لمن بعده إنه جرى
على عمل ثروته مما يقول الناس هو ذو حظ عظيم في حياته وبعد موته وحتى إن الحكماء قالوا إن
كان ذكره حياً في الناس فكأنه بعيد وكان ذلك أمراً يحققون عليه ويموتون معه كان صنيعهم
وإيفاء وعد هم نوعاً من الإحسان إليهم بعد موتهم وأيضاً إن الروح إذا فارق الجسد بقيت

ہی حاصل ہوتی ہیں کہ جس وقت اس مریض کی بلندی اور شہر والوں میں مریض کی بیماری کی خبر... اور دیکھا جائے
اور آخرت کے لحاظ سے اسکو صبر کی ضرورت ہے کہ صبر اختیار کرے اور بیماری کی مصیبتوں کو کڑوی دوا کی طرح
سمجھے اگرچہ اسکا ذائقہ برا ہے مگر اس سے نفع کی امید ہوتی ہے تاکہ یہ مرض اسکے لئے دنیا کی طرف محبت کرنے اور حد سے
دور رہنے کا سبب ہو نہ بلکہ یہ مرض اسکے گناہوں کی کمی کا سبب ہو جائے اور ... ... بھی حاصل ہوتے ہیں
اور صبر وغیرہ تب ہی حاصل ہوسکتا ہے جب صبر کے فائدے اور مصیبتوں کے منافع سوچنا ہے ... اور جو شخص
قریب الموت ہوتا ہے تو اسکے لیے یہ دن دنیا کا آخری دن اور قیامت کا پہلا دن ہوتا ہے تو ... ... یہی ہے
کہ اسکو اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کیطرف شوق دلایا جائے تاکہ اسکا روح ایسی حالت میں نکلے کہ ایمان
کا لباس پہنا ہوا ہو اور اسکا ثمرہ آخرت میں پائے اور جو آدمی صحیح مزاج ہو اسکی پیدائش میں یہ بات داخل ہے کہ جس طرح
مال اور اہل و عیال کی بڑی محبت ہوتی ہے ویسے اس بات کی محبت بھی اسکے وجود میں داخل ہے کہ اسکی زندگی میں اور
اس کی موت کے بعد بھی لوگ اسکو نیکی اور بھلائی سے یاد کریں اور اسکا کوئی عیب ظاہر ہو یہاں تک کہ ... ...
دانا اور ہوشیار لوگوں نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ زر کثیر خرچ کرکے ایک عالیشان مکان بنا کر جائے ... ...
ذریعہ سے اسکا نام باقی رہے اور اسکے مرنے کے بعد اسکی یادگار رہے اس لئے کہ ... ...
عمارت میں خرچ کر دیتے ہیں اور بعض لوگ اسباب کی وصیت کر جاتے ہیں کہ میری قبر پر ... ...
بات کہی جیسا کہ وہ دنیا میں صاحب نصیب تھا ویسا ہی مرنے کے بعد بھی صاحب نصیب ہے ... ... کا قول
ہے کہ جس کا نام لوگوں میں موجود ہے وہ مردہ نہیں ہے اور چونکہ یہ ایسا امر تھا کہ جس پر انکی پیدائش ہوئی ہے ... ...
میں تو مرنے کے بعد ان کے خیال کی تصدیق کرنی اور ان کے وعدوں کو پورا کرنا یہ بھی ایک قسم کا ان کے ساتھ
احسان کرنا ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ جس وقت روح جسم سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو باقی ...

ملہ یعنی حقیقت بعد الموت ۱۲

حس ابتدمد رکتہ بالحس المشترک وغیرہ[1] وبقیت علی علومہا وظنونہا التی کانت معہا فی الحیاۃ الدنیا ویترشح علیہا من فوقہا علوم یعذب بہا او ینعم وھم الصالحون من عباد اللہ ترتقی الی حظیرۃ القدس فاذا الحوافی الدعاء للمیت او عانوا بصدقۃ عظیمۃ الاجلا وقع ذلک بتدبیر اللہ نافعا للمیت وصادف الفیض النازل علیہ من ھذہ الحظیرۃ فاعقلوا فاھیتہ حالہ واھل المیت قد اصابہم حزن شدید فمصلحتہم من حیث الدنیا ان یعزوا ویخفف ذلک عنہم بعض ما یجدون وان یعانوا علی دفن میتہم وان یھیأ لہم ما یشبعہم فی یومہم ولیلتہم ومن حیث الاخرۃ ان یرغبوا فی اجر الجزیل لیکون سدا لخوضہم فی القلق وفتحا لباب التوجہ الی اللہ وان ینھوا عن النیاحۃ وشق الجیوب وسائر ما یذکر[2] الاسف والموجدۃ ویتضاعف بہ الحزن والقلق لانہم حینئذ بمنزلۃ المریض یحتاج ان یداوی مرضہ لا ینبغی ان یمد فیہ وکان اھل الجاھلیۃ ابتدعوا امورا تفضی الی الشرک باللہ فمصلحۃ الملۃ ان یسد ذلک الباب اذا علمت ھذا امکن ان نشرع فی شرح الاحادیث الواردۃ فی الباب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الا حط اللہ بہ سیأتہ کما تحط الشجرۃ ورقہا اقول قد ذکرنا المعانی الموجبۃ لتکفیر الخطایا

تعلق حس مشترک وغیرہ کا ساتھ حس مدرکہ (یعنی ادراک کرنے والی) کے اور جو علوم اور خیال اس مدرکہ کے ساتھ زندگی کی حالت میں تھے وہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور نیز اس حساسہ مدرکہ پر عالم بالا سے اور علوم نازل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے میت کو عذاب یا ثواب ملتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے صالح بندے جب میت کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں اور بڑا صدقہ دیکر اسکی امداد کرتے ہیں تو ان لوگوں کے ارادے اور ہمتیں عالم قدس کی طرف چڑھ جاتی ہیں سو اس وجہ سے وہ چیزیں خدا تعالیٰ کے حکم سے میت کے لئے نافع بن جاتی ہیں اور اسپر عالم قدس سے جو فیض نازل ہوتا ہے اسکے ساتھ ہو کر میت کی درستی کی حالت کا سبب بن جاتا ہے۔ اور میت کے اہل عیال کو اسکے مرنے کی وجہ سے سخت غم اور رنج لاحق ہوتا ہے اور دنیا کے اعتبار سے ان کے ساتھ یہ بھلائی کہ ان کو آ کر تسلی دیں تاکہ انکا کچھ غم وغیرہ کم ہو اور میت کے دفن کرنے میں ان کو امداد دیں اور ان کے لیے رات دن کا کھانا تیار کرائیں اور آخرت کے لحاظ سے ان کے ساتھ یہ بھلائی ہے کہ بڑے اجر کی ان کو ترغیب دلائی جائے تاکہ ان کو پریشانی میں داخل ہونے سے روکے اور تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا دروازہ کھل جائے اور چلا چلا کر رونے سے اور گریبان پھاڑنے سے اور باقی ان چیزوں سے تکلیف اور رنج یاد آتا ہے منع کیا جائے۔ اور ان چیزوں سے بھی منع کیا جاوے کہ جس سے غم اور رنج زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اسوقت بمنزلہ بیمار کے ہیں۔ ان کو اس بات کی حاجت ہے کہ انکی بیماری کا علاج کیا جائے۔ اور یہ مناسب نہیں کہ ان کی بیماری اور زیادہ بڑھادی جائے۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے لوگوں نے کچھ رسمیں اپنی طرف سے تجویز کرلی تھیں جن کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا لازم آتا تھا بس دین وملت کی مصلحت کا یہ مقتضی ہوا کہ ایسی رسموں کا دروازہ ہی بند کیا جائے اور جب تم نے ان تمام باتوں کو معلوم کرلیا ہے۔ تو اب ان حدیثوں کی شرح بیان کرنا چاہتا ہوں جو باب الجنازہ میں وارد ہوئی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم الخ یعنے جس مسلمان کو کوئی بیماری یا کسی قسم کی تکلیف لاحق ہو جائے تو اسکے سبب سے اللہ تعالیٰ اسکے گناہ دور کر دیتا ہے جیسے کہ درخت کے پتے گر پڑتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان معانی کو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ جن کی وجہ سے گناہ دور ہوتے ہیں۔

[1] یعنے الخیال ۱۲ [2] الواحد من اہل المصیبۃ ۱۲

منها انكسار حجاب النفس وتحلل النسمة البهيمية الحاملة للملكات السيئة وان صاحبها يعرض عن الاطمئنان بالحياة الدنيا نوع اعراض قوله صلى الله عليه وسلم مثل المؤمن كمثل الخامة ومثل المنافق كمثل الارزة الحديث اقول السر في ذلك ان لنفس الانسان قوتين قوة بهيمية وقوة ملكية وان من خاصيته انه قد تكمن بهيميته وتبرز ملكيته فيصير في اعداد الملائكة وقد تكمن ملكيته وتبرز بهيميته فيصير كانه من البهائم لا يعبأ به ولم وعند الخروج من سورة البهيمية الى سلطنة الملكية احوال تتجاذبان فيها تنال هذه منها وتلك من هذه وتلك مواطن المجازاة في الدنيا وقد ذكرنا لمية المجازاة من قبل فرحم قوله صلى الله عليه وسلم اذا مرض العبد او سافر كتب له بمثل ما كان يعمل صحيحا مقيما اقول الانسان اذا كان جامع الهمة على الفعل ولم يمنع عنه الا مانع خارجي فقد اتى بوظيفة القلب وانما التقوى في القلب وانما الاعمال شروح ومؤكدات عليها بعض عند الاستطاعة ويهمل عند العجز قوله صلى الله عليه وسلم الشهداء خمسة او سبعة الحديث اقول المصيبة الشديدة التي ليست بصنعة العبد تعمل عمل الشهادة في تكفير الذنوب وكونه مرحوما قوله صلى الله عليه وسلم ان المسلم اذا عاد اخاه المسلم لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع

اور منجملہ ان معانی کے ایک یہ ہے کہ مرض کی وجہ سے نفس کے پردوں میں کمزوری آجاتی ہے اور حیوانیہ زندگی جس نے بُرے اخلاق کو اٹھا رکھا ہے وہ تحلیل ہوجاتی ہے اور انسان زندگی دنیا کے آرام سے ایک قسم کا اعراض کرتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل المؤمن الخ یعنی مومن کی مثال اس سبزی کے پودہ کی مثال ہے جو نئی نکال زمین سے اگا ہے۔ اور منافق مانند درخت صنوبر کے ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس میں یہ راز ہے۔ کہ انسان کے نفس میں دو قوتیں موجود ہیں۔ ایک قوت بہیمیہ اور ایک قوت ملکیہ۔ اور انسان کی یہ خاصیت ہے کہ کبھی اسکی قوت بہیمیہ دب جاتی ہے اور قوت ملکیہ ظاہر ہوجاتی ہے۔ تو اس وقت یہ انسان فرشتوں کے گروہ میں شمار کیا جاتا ہے اور کبھی قوت ملکیہ دب جاتی ہے اور قوت بہیمیہ ظاہر ہوجاتی ہے تو وہ انسان ایسے حیوانوں کے گروہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ کہ جنکا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ قدر ہی نہیں ہے اور جس وقت آدمی قوت بہیمیہ کے قبضہ سے نکل کر قوت ملکیہ کی سلطنت کیطرف آنا چاہتا ہے تو اسوقت مختلف حالات پیش آتے ہیں اور ان حالات میں وہ دونو قوتیں آپسمیں مقابلہ کرتی ہیں۔ کبھی ملکیہ غالب آجاتی ہے کبھی بہیمیہ غالب آجاتی ہے اور دنیا میں جزا سزا دینے کے یہی مواقع ہیں اور جزا سزا کی علت اور حقیقت ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اسجگہ دیکھ لیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا مرض العبد الخ یعنے جسوقت خدا کا بندہ بیمار ہوجاتا ہے یا سفر اختیار کرتا ہے تو اسکے لئے ان اعمال کے برابر درجہ لکھا جاتا ہے جو کہ صحت کیحالت اور اقامت کیحالت میں کرتا تھا میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے۔ کہ جب انسان کسی کام کے کرنے پر پختہ دل سے ہمت باندھ لیتا ہے اور اس کام کو بجز اسکے کسی خارجی مانع کے اور کوئی چیز نہیں روکتی۔ تو جو دل کا مقصد اور کام تھا وہ حاصل ہوگیا کیونکہ تقویٰ اور پرہیزگی دل کے اعمال سے ہے اور باقی جو اعمال ظاہری ہیں وہ تقویٰ کے بیان کرنے والے اور اسکی تاکید کرنیوالے ہیں۔ طاقت کے وقت ان اعمال کا کرنا ضروری ہے اور مجبوری کیحالت میں چھوڑ دیے جاتے ہیں اور نبی ام نے فرمایا ہے الشہداء خمسۃ الخ یعنے شہید دو قسم کے پانچ قسمیں ہیں اور ایک روایت میں سات قسمیں آئی ہیں میں کہتا ہوں کہ ایسی سخت مصیبت جو کہ بندہ کے فعل سے نہو اس بندہ کے گناہ دور کرنے میں اور اسپر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل کرنے میں شہادت کا کام دیتی ہے اور نبی ام نے فرمایا ہے ان المسلم الخ یعنے کوئی مسلمان جس وقت اپنے بھائی مسلمان کی بیمار پرسی کیواسطے جاتا ہے تو اسوقت سے لیکر اسکے لوٹنے کے وقت تک اس شخص کو اسقدر ثواب ملتا ہے گویا کہ بہشت میں میوہ توڑ رہا

اقول تألف اهل المدينة فيما بينهم لا يمكن الا بمعونة ذوی الحاجات والله تعالى يحب ما فيه صلاح بينهم والعياذ ذ سعت ص لحولا فى مترلسالف عن الله تعالى يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنى **اقول** هذا تجلى مثله بالنسبة الى الروح الاعظم المذكور فى قوله تعالى الملائكة والروح مثل الصورة الظاهرة فى رؤيا الانسان بالنسبة الى ذلك الانسان فكما ان اعتقاد الانسان فى ربه وحكمه ورضاه وحق هذا التحجر يتمثل فى رؤياه بربه تعالى ولذلك كان من حق المؤمن الكامل ان يراه فى فى احسن صورة كما رأى النبى صلى الله عليه وسلم وكان تعبير من يراه يلطمه فى دهليز بابه انه فرط فى جنب الله فى ذلك الدهر فكذلك يتمثل حق الله وحكمه ورضاه وتدبيره وقيوميته لافراد الانسان وكونه مبدأ نعمهم ومبلغ اعتقاد افراد الانسان فى ربهم عند صحة مزاجهم وسقمه عوسهم حسبما تعطيه الصورة النوعية فى افراد الانسان فى المعاد بصور كثيرة كما بينه النبى صلى الله عليه وسلم وهذا التجلى انما هو للروح الاعظم الذى هو جامع افراد الانسان ومنتهى كثرتهم ومبلغ رقيهم فى ... وانا اخوى ان بذلك ان هنالك لله تعالى شأنا كلما بحسب قيوميته وحكمه ... وهو الذى يراه الناس فى المعاد عيانا ثم بقلوبهم واحيانا بعينهم

تک بھرتہ میں کہتا ہوں اہل مدینہ سب شہروں کی تبہ میں محبت اسوقت ہی قائم ہو سکتی ہے جبکہ حاجت کیوقت ایک دوسرے کی امداد کریں اور اللہ تعالی بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جس میں ان کے سہولی بھلائی ہو عبارت جو ہے لعت ... ضیعت ... قیامت کے دن فرمائیگا یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی[1] یعنی ... میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی وہ کہیگا کہ تو رب العالمین ہی ہے میں تیری کیسے کرتا ... کہتا ہوا کیا تجھے معلوم نہیں کہ فلاں بندہ میرا بیمار ہوا تھا تو نے اسکی خبر نہ لی اگر کرتا تو مجھے اسکے پاس پاتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس تجلی کی مثال نسبت روح اعظم کے مذکورہ ہی ہیں۔ صورت کے ... ظاہری صورت کی حالت انسان خواب میں اس انسان کی ... اس کے رب ... کے حکم ... رضا ... کے حق ... کی خواب میں ... اس ... کامل مومن کے حق ... ہے کہ ذات ... کو عمدہ ترین صورت میں متصور کیطرح دیکھے جس کی تعبیر اس طرح ہے کہ ... شخص ذات باری کو اپنے دروازہ کی ڈیوڑھی میں طمانچہ ملتے دیکھے تو ہو سکتا ہے کوئی کوتاہی کی ہوگی اس ڈیوڑھی میں ایسے ہی الہی احکام اور رضا اور تدبیر وغیرہ انسانی افراد کے سامنے متشکل ہوتی ہے یا ہونا اسکے ... کے کمال کا اور جیسے انسانی افراد ان کے اعتقاد ربی کے لحاظ سے مرض اور نفس درست ٹھیک ہونے ہر اسکے مطابق جیسے صورت نوعیہ نے عطا کر لی ہے معاد میں کئی صورتوں سے جیسے حضور نے بیان فرمایا ہے اور یہ تجلی وہ عظم روح ہے جو انسانی افراد کو جامع ہے اور ان کی کثرت کا اور ان کی دینی دیوی ترقی کی انتہا۔ اس سے میری یہ مراد ہے کہ وہاں شان الہی کلب ہے اپنے قیوم و حاکم ہونے کے لحاظ سے جسے قیامت میں لوگ سامنے ہمیشہ دلوں سے دیکھیں گے اور کبھی اپنی آنکھوں سے بھی جب کہ ان کی

---

[1] ... یا رب کیف اعودک وانت رب العالمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعده اما علمت انک لو عدته لوجدتنی عنده الحدیث ۱۲

بصورة منسبكة بأبصارهم وبالجملة فقد دلت كل هذه التجلي وكشف بحكم الله وحقه في أفراد
الإنسان من حيث تعطيها الصورة النوعية مثل ما يتعاملون فيه بينهم ويحصل بها الأثر
المختص بالنوع وإقامة المصلحة المرضية فيهم ووجب أن يحسب ما اتخذوه لنفسه هدرة لعلاقة
ومن النبي صلى الله عليه وسلم بالرقى ما لم تكن شركا فيها ذكر الله ولاسيما بما يريد رحمتهم غاشية
من رحمة الله فيه فهم بذلك [illegible] وأن يكبحهم عما كانوا يفعلون في الجاهلية من الاستعانة بالشياطين
ويعوضهم عن ذلك بأحسن عوض منها فمن الرقى وهو يمسح بيمينه اذهب الباس
رب الناس واشف أنت الشافي لا شفاء إلا شفاؤك شفاء لا يغادر سقما وقوله باسم الله
أرقيك من كل شيء يؤذيك من كل نفس وعين حاسد الله يشفيك باسم الله أرقيك وقوله أعيذك بكلمات
الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة وقوله سبع مرات أسأل الله العظيم رب العرش
العظيم أن يشفيك ومنها النفث بالمعوذات والمسح وأن يضع يده على الذي تألم من جسده ويقول بسم الله
ثلاثا وسبع مرات أعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما أجد وأحاذر وقوله باسم الله الكبير أعوذ بالله العظيم من شر
كل عرق نعار ومن شر حر النار وقوله ربنا الله الذي في السماء تقدس اسمك أمرك في السماء

بیان کی صورت متشکل ہے متشکل ہوگی حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تجلی [illegible] کی [illegible]
ہے اس لئے کہ ایسی صورت نوعیہ دی گئی ہے جس کی مرتب میں [illegible]
کی تخصیص کے باعث اور پسندیدہ مصالح قائم کرنے کے لئے ان میں [illegible] نسبت کیا جائے
قوم کی بابت ان کی اپنی طرف سے علاقہ کے باعث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منتروں کا فرمایا
ہے جو کہ کامل اور تام ہوں اور ان میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو [illegible] خدا سے مدد طلب کرنے
کے الفاظ ہوں ایسے منتر پڑھنے کی اجازت فرمائی ہے اور آپ نے ایسے منتروں کے پڑھنے کی اس لئے اجازت
دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لے اور ان کی مصیبتوں کو ان سے دور فرما دے اور لوگ
جاہلیت کے زمانہ میں اپنے جنوں سے مدد طلب کرتے تھے ان کو اس بات سے روکا جائے اور ان کے بدلے
یہ منتر ان کو سکھائے گئے ہیں بعض منتر یہ ہیں کہ پڑھنے والا اپنا داہنا ہاتھ مریض پر پھیرتا جائے اور یہ
پڑھے۔ اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي لا شفاء الا شفاؤك شفاء
لا يغادر سقما اور ایک یہ ہے باسم الله ارقيك من كل شيء يؤذيك من شر كل نفس يا فرمایا
او عین حاسد کہ الله يشفيك باسم الله ارقيك اور ایک یہ ہے اعيذك بكلمات الله التامة
من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة اور ایک یہ ہے کہ سات مرتبہ یہ الفاظ
پڑھے۔ اسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك اور ایک یہ ہے کہ
قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کرے اور جس جگہ تکلیف
ہو اس پر ہاتھ پھیرتا جائے اور بسم اللہ تین مرتبہ اور اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر
سات مرتبہ پڑھے اور ایک یہ ہے بسم الله الكبير اعوذ بالله العظيم من شر كل عرق نعار ومن
شر حر النار اور ایک یہ ہے ربنا الله الذي في السماء تقدس اسمك امرك في السماء

ف ۱ [illegible] [illegible] جس جگہ تکلیف ہو

والارض كما رحمتك في السماء فاجعل رحمتك في الارض اغفرلنا حوبنا وخطايانا انت رب الطيبين انزل رحمة من رحمتك وشفاء من شفائك على هذا الوجع قوله صلى الله عليه وسلم لا يتمنين احدكم الموت الحديث[1] اقول من ادب الانسان في جنب ربه ان لا يجترئ على طلب سلب نعمة والحياة نعمة كبيرة لانها وسيلة الى كسب الاحسان فانه اذا مات انقطع اكثر عمله ولا يترقى الا ترقيا طبيعيا وايضا فذلك تهور وتضجر[2] وهما من اقبح الاخلاق قوله عليه السلام من احب لقاء الله احب الله لقاءه ومن كره لقاء الله كره الله لقاءه اقول معنى لقاء الله ان ينتقل من الايمان بالغيب الى الايمان عيانا وشهادة وذلك ان تنقشع عنه الحجب المغلظة البهيمية فيظهر نور الملكية فيترشح عليه اليقين من حظيرة القدس فيصير ما وعد على لسان التراجمة بمرأى منه ومسمع والعبد المؤمن الذي لم يزل يسعى في ردع بهيميته وتقوية ملكيته يشتاق الى هذه الحالة اشتياق كل عنصر الى حيزه وكل ذي حس الى ما هو لذة ذلك الحس وان كان بحسب نظام جسده يتألم ويتنفر من الموت واسبابه والعبد الفاجر الذي لم يزل يسوف تغلظ بهيميته يشتاق الى الحياة الدنيا ويميل اليها لذلك وحب الله وكراهيته من باب المشاكلة

والارض كما رحمتك فى السماء فاجعل رحمتك فى الارض اغفرلنا حوبنا وخطايانا انت رب الطيبين انزل رحمة من رحمتك وشفاء من شفائك على هذا الوجع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یتمنین احدکم الموت الخ یعنی تم میں سے کوئی آدمی موت کی آرزو نہ کرے میں کہتا ہوں، کہ دربار الٰہی کے لائق انسان کو اس ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اسکو عنایت فرمائی ہے اسکے دور کرنے کا سوال اللہ تعالیٰ سے نہ کرے اور زندگی بڑی بھاری نعمت ہے کیونکہ یہی نیک اعمال کرنے کا وسیلہ ہے۔ کیونکہ جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے اکثر اعمال ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی ترقی بغیر طبعی ترقی کے نہیں حاصل کر سکتا۔ اور نیز یہ بات ہے کہ موت کی طلب کرنے سے انسان کی پریشانی اور بے باکی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں بری خصلتیں ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ الخ یعنے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو پسند نہیں کرتا میں کہتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ جس شخص کا ایمان بالغیب تھا اب ایمان بالمشاہدہ کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے کہ جس وقت انسان سے قوت بہیمیہ کے گاڑھے اور سخت پردے دور ہوجاتے ہیں اور نور ملکیت کا ظہور ہوتا ہے تو عالم قدس سے اسکے اوپر یقین کے درجات کا ترشح اور ظہور ہوجاتا ہے اور جن باتوں کا وعدہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا ہے اسکو خود دیکھتا ہے اور مومن بندہ جو ہمیشہ قوت بہیمیہ کے دفع کرنے اور قوت ملکیہ کی تقویت کی کوشش میں رہتا ہے وہ ایسی حالت کی طرف ایسا مشتاق ہوتا ہے جیسے کہ ہر عنصر اپنے طبعی مکان کا مشتاق ہوتا ہے اور جیسے ہر ذی حس ان چیزوں کی طرف مشتاق ہوتا ہے جنسے اس حس کو لذت حاصل ہوتی ہے اگرچہ بدن کے لحاظ سے اسکو تکلیف ہوتی ہے اور اسکے اسباب سے اسکو تنفر اور رنج ہوتا ہے اور جو نافرمان آدمی ہے وہ ہمیشہ قوت بہیمیہ کو موٹے کرنے کی کوشش میں رہتا ہے اور دنیا کی زندگی کا بڑا مشتاق رہتا ہے اور دنیا کی طرف ہی اسکو میلان رہتا ہے اور جو حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی کراہیت کا ذکر آیا ہے وہ مشاکلت کے لحاظ سے ذکر ہوا ہے

[1] تمام متن یہ ہے فان کان لا بد فاعلا فلیقل اللہم احینی ما کانت الحیاۃ خیرا لی و توفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی ۱۲

[2] اضطراب ۱۲

والمراد اعداد ما ينفعه او يؤذيه وتهيئته وكونه بمرصاد من ذلك ولما اشتبه على عائشة رضي الله تعالى عنها احد الشيئين بالآخر نبهها رسول الله صلى الله عليه وسلم على معنى لم تدركه وصرح حالات الحب امتزجت من فوقه الذى لا شتبه بالآخر وهي حالة ظهوره للابد فقال صلى الله عليه وسلم لا يموتن احدكم الا وهو يحسن الظن بربه اعلم انه ليس محل هذا الحديث ان يعتقد في الله انه ليس يغفر له ذنوبه ... الا بعوض عنه اعنى اداء الفرائض والاجتناب من الكبائر ... سبحانه من رحمته بعبده ... الهمة القوية في كونه معدا لنزول رحمة الله والحذر من ... من الحجب الغليظة البهيمية والسبعية ووساوس الشيطان كما ان الرجل الذي ليس يحذق في ... يستعمل فيصيب نفسه كذلك الذي ليس يحذق في تهذيب النفس ربما يستعمل الخوف في غير محله فيتهم جميع اعماله الحسنة بالعجب والرياء ونحو ذلك حتى يحسب ان ... جميع صغائره وكبائره ... لا محالة ... عليه ... فكان ذلك سببا ...

گرم اداس سے تمام یا بعض کی چیزوں کا موجود و مہیا کرنا ہے ... گمان میں ہوتا ہے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر دونوں چیزیں باہم مشتبہ تھیں اس لیے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت کے حالات میں سے زیادہ نزدیک حال کا جس کا علم بالا سے فیضان ہوتا ہے اور جس کو دوسرے حال سے اشتباہ نہیں ہوتا یعنی موت کی حالت بیان فرما کر اس کی مراد متنبہ کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ... اپنے رب سے حسن ظن ... انسان کی ... اور وہ درستی ... یعنی فرائض کی بجا آوری اور کبائر سے اجتناب ... اس کو زیادہ ... کوئی ... نہیں ... کہ خدا تعالیٰ ... کی امید ... خدا تعالیٰ ... بہتری کی امید ... نزول رحمت الٰہی کے سبب ہونے میں بمنزلہ ہمت مضبوط کے ... اور ... کرنے کے ... خوف الٰہی ... بات ... ہے جیسے ... قوت شہوانیہ اور قوت سبعیہ ... وساوس شیطان ... میں ... کیا جاتا ہے اور جس طرح کوئی شخص ... کی ... نہیں ... کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ... تو وہ تلوار الٹی اُسی کے لگتی ہے اسی طرح جو آدمی اپنے نفس کے تہذیب کرنے کا کمال نہیں رکھتا ایسا ... خوف الٰہی کو بے موقع استعمال کرتا ہے اور وہ اپنے تمام اعمال صالحہ کو عجب و ریا اور ہر طرح کے بہت سے عیوب ... سے خود بخود متہم کر لیتا ہے یہاں تک کہ اپنے گمان میں خدا تعالیٰ کے ہاں اپنے اعمال کو رائگاں سمجھنے لگتا ہے اور اُس سے جو گناہ صغیرہ اور کبیرہ ... میں ہو جاتی ہیں ... یقینی ... اور جب ... تو اُس کے گمان میں وہ گناہ اس کو کاٹتے رہتے ہیں۔ اور ان خیالی صورتوں ہی اس کے سبب سے قوۃ مثالیہ کا فیضان ہو جاتا ہے۔

وتمثلت له في تلك النفس خيالية فيعذب نوعا من العذاب ولم ينتفع بحسناته من اجل تلك الشكوك والظنون انتفاعاً معتدا به، وهو قوله صلى الله عليه وسلم عن الله تبارك وتعالى انا عند ظن عبدي بي، ولما كان الانسان في مرضه وضعفه كثيرا ما لا يتمكن من استعمال سيف الخوف في محله ويشتبه عليه كانت السنة في حقه ان يكون رجاؤه اكثر من خوفه.

قوله صلى الله عليه وسلم اكثروا ذكر هادم اللذات **اقول** لانه انفع في كسر حجاب النفس وردع الطبيعة عن خوضها في لذة الحيوة الدنيا من ذكر الموت فانه يمثل بين عينيه سورة الانفكاك عن الدنيا وهيئة لقاء الله وهذا التمثل له تأثير عجيب وقد ذكرنا شيئا من ذلك فراجع.

قوله صلى الله عليه وسلم من كان آخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة **اقول** ذلك لان مؤاخذة النفس وقد احاط بنفسه بذكر الله تعالى دليل صحة ايمانه ونجوع بشاشة القلب وايضا فذكره مظنة انصباغ نفسه بصبغ الاحسان فمن مات وهذه حالته وجبت له الجنة.

قوله صلى الله عليه وسلم لقنوا موتاكم لا اله الا الله، وقوله صلى الله عليه وآله وسلم اقرؤوا على موتاكم يس **اقول** هذه تتمة الاحسان بالمحتضر بحسب صلاح معاده وانما خص لا اله الا الله لانه افضل

سبب سے وہ ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان شکوک اور خیالات کی وجہ سے اس شخص کو اپنے اعمال صالحہ سے معتد بہ نفع نہیں پہنچتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالیٰ فرمایا ہے انا عند ظن عبدی بی یعنی میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو اس کو میرے ساتھ ہے اور چونکہ انسان اپنی مرض اور ضعف کی حالت میں خوف کی تلوار کو اس کے موقع پر بسا اوقات استعمال نہیں کرتا یا اسکو استعمال کرنے کی تمیز نہیں رہتی لہٰذا اسکے حق میں یہ مسنون کیا گیا کہ بہ نسبت خوف کے اس کو امید زیادہ رکھنا چاہیے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اکثروا ذکر ہادم اللذات یعنی جو چیز لذتوں کو توڑنے والی ہے اسکا ذکر کیا کرو میں کہتا ہوں حجاب نفسانی کے دور کرنے اور طبیعت کو لذائذ دنیا سے باز رکھنے میں موت سے زیادہ کوئی چیز نافع نہیں ہے موت کے یاد کرنے سے دنیا سے مفارقت اور خدا تعالیٰ سے ملنے کی صورت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اور اسکا عجیب اثر ہوتا ہے اسکا بیان ہم تھوڑا سا پہلے کر چکے ہیں اسکو وہاں دیکھ لینا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ جسکا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں گیا میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایسے وقت میں جو اسکی جان بدن سے نکل رہی ہے خدا کی یاد کو اپنے دل سے اس نے نہیں بھولنے دیا یہ اسکے ایمان کی صحت اور اسکے دل میں ایمان کی محبت کے سرایت کر جانے کی دلیل ہے اور نیز اسکا مرتے وقت یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ احسان کی صفت کے ساتھ اسکا دل رنگا ہوا ہے پس جو شخص ایسی حالت پر مر گیا لامحالہ جنت اسکے لیے واجب ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو اور فرمایا اقرؤا علی موتاکم یس یعنی اپنے مردوں پر یس پڑھا کرو میں کہتا ہوں مرنے کے حق میں باعتبار اسکی آخرت کی درستی کے یہ بہت بڑا احسان ہے اور لا الہ الا اللہ کو اسلیے خاص کیا ہے کہ وہ افضل الذکر اور توحید اور

الذكر مشتمل على التوحيد ونفي الإشراك وأتوه أذكار الإسلام ويس لأنه قلب القرآن وسياقه لأمر مفسر صالح للعظة قوله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما أمره الله إنا لله وإنا إليه راجعون اللهم أجرني في مصيبتي وأخلف لي خيرا منها إلا أخلف الله له خيرا منها **أقول** ذلك لأنه يذكر المصاب ما عند الله من الأجر وما الله قادر عليه من أن يخلف عليه خيرا فيخفف وجده قوله صلى الله عليه وسلم إذا حضرتم الميت فقولوا خيرا كقوله صلى الله عليه وسلم اللهم اغفر لأبي سلمة وارفع درجته الحديث **أقول** كان من عادة الناس في الجاهلية أن يدعوا على أنفسهم وعسى أن يتفق ساعة الإجابة فيستجاب فبدل ذلك بما هو أنفع لهم دنيا وأخرى وهو نص في الأولى فسن هذا الدعاء ليكون وسيلة إلى توجه سقاء الله قال النبي صلى الله عليه وسلم في ابنته اغسلنها وترا ثلاثا أو خمسا أو سبعا بماء وسدر واجعلن في الآخرة كافورا وقال ابدأن بميامنها ومواضع الوضوء منها **أقول** الأصل في غسل الموتى أن يجعل على غسل الأحياء لأنه هو الذي كان يستعمل في حياته وهو الذي يستعمله المتفسون في تعظيم تعظيم مثل هذا لا يكون ميت

اور نفی شرک پر مشتمل ہے اور تمام اذکار اسلام میں اس کو فضیلت ہے اور سورہ یٰس کے مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ نصیحت کے لیے بہت کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ما من مسلم تصیبہ مصیبۃ الخ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ اس پر کوئی مصیبت پڑے اور خدا تعالےٰ کے حکم کے موافق وہ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا پڑھے مگر خدا تعالےٰ اسکے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرماتا ہے میں کہتا ہوں اس میں یہ رمز ہے کہ مصیبت زدہ شخص کو اسکے پڑھنے سے مصیبت کا ثواب اور خدا تعالےٰ کا اس سے بہتر عطا فرمانے پر قادر ہونا یاد آجائے اور اسکا رنج کم ہوجائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا حضرتم المیت فقولوا خیرا مردہ کے پاس جب تم جاؤ تو کلمۂ خیر اسکے حق میں کہو جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے اللہم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ الخ میں کہتا ہوں ایام جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اپنے اوپر بددعا کیا کرتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ گھڑی قبولیت کی ہوتی تھی اور ان کو وہ لگ جاتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے لیے عورتوں سے ارشاد فرمایا اغسلنہا وترا یعنی اس کو طاق طاق نہلاؤ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ پانی اور بیر کے پتوں سے اور اخیر مرتبہ میں کافور لگاؤ اور فرمایا کہ اسکے داہنے اعضاء سے شروع کرو میں کہتا ہوں کہ مردے کے نہلانے میں اصل یہ ہے کہ زندہ کے غسل پر قیاس کیا جائے کیونکہ وہ خود اپنی زندگی میں بھی ایسے ہی غسل کرتا تھا۔ اور نہلانے والے خود بھی ایسے ہی نہاتے ہیں اس لیے میت کی تعظیم کے لیے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہلانے کی

سدر وتعاهده بسدر وزيادة الغسلات لأن المرض مظنة الأوساخ والرياح المنتنة وإنما أمر بالكافور في الآخرة لأن من خاصيته أن لا يسرع التغير فيما استعمل ويقال من فوائده أنه لا يقرب منه حيوان مؤذ وإنما بدأ بالميامن ليكون غسل الموتى بمنزلة غسل الأحياء وليحصل إكرام هذه الأعضاء وإنما جرت السنة في الشهيد أن لا يغسل ويدفن في ثيابه ودمه تنويهاً بما فعل وليتمثل صورة بقاء عمله بادي الرأي ولأن النفوس البشرية إذا فارقت أجسادها بقيت حساسة عالمة بأنفسها ويكون بعضهم مدركاً لما تفعل بها فإذا أبقي أثر عمله هذه كانت إعانة في تذكر العمل وتمثل عندها وهذا قوله صلى الله عليه وسلم جرحهم يدمى اللون لون دم والريح ريح مسك وصح في المحرم أيضاً كفنوه في ثوبيه ولا تمسوه بطيب ولا تخمروا رأسه فإنه يبعث يوم القيامة ملبياً فوجب المصير إليه وإلى هذه النكتة أشار النبي صلى الله عليه وسلم بقوله الميت يبعث في ثيابه التي تموت فيها والأصل في التكفين أشبه بحال النائم المسجى بثوبه كاملاً في الرجل إزار وقميص وملحفة أو حلة وفي المرأة هذه مع زيادة ما لأنها يناسبها

نہیں ہے اور بیری کے پتے اور کئی مرتبہ بدن کو دھونیکا اسلئے حکم دیا کہ مرض کے اندر اکثر اوقات بدن پر میل ہو جاتا ہے اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور خیر مرتبہ میں کافور لگانے کا اسلئے حکم دیا کہ جس چیز کو کافور لگایا کرتے ہیں وہ چیز جلد نہیں بگڑتی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ کافور لگانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کوئی موذی جانور اسکے قریب نہیں آتا اور داہنی طرف سے شروع کرنیکا اسلئے حکم دیا تاکہ مردوں کا غسل بمنزلہ زندوں کے غسل کے ہو اور تاکہ ان اعضاء کی عزت معلوم ہو اور شہید کے نہ غسل دینے اور انکے کپڑوں اور خون کے ساتھ دفن کرنے کی سنت جاری ہے اسکا سبب یہ ہے کہ لوگوں کو انکا شہید ہونا معلوم ہو اور تاکہ بظاہر ان کے عمل کی صورت متمثل ہو جائے اور دوسرے یہ کہ نفوس بشریہ جب اپنے ابدان کو چھوڑتے ہیں تو ان کو حس اور اپنی جانوں کا علم باقی رہتا ہے بلکہ بعض کو ان چیزوں کا بھی ادراک ہو جاتا ہے جو انکے ساتھ کی جاتی ہیں پس جب ایسے عمل کا اثر یعنی خون چھوڑ دیا جائے تو ضرور انکو اسکے سبب سے اپنا عمل یاد رہتا ہے اور انکے سامنے وہ عمل متمثل ہو جاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے جرحہم تدمی اللون لون دم والریح ریح مسک انکے زخموں سے خون جاری ہوگا رنگ تو خون کا سا اور خوشبو مشک کی سی اس سے یہی مراد ہے اور محرم کے باب میں بھی حدیث صحیح وارد ہے کفنوا فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا رأسہ فانہ یبعث یوم القیمۃ ملبیا یعنے اسکے دونوں کپڑوں میں سے کفن دو اور اسکے خوشبو مت لگاؤ اور اسکے سر کو مت ڈھکو اسلئے کہ قیامت کے دن وہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا پس اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے یہی نکتہ ہے کہ جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قول سے اشارہ فرمایا المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت فیہا یعنے جن کپڑوں میں وہ مرتا ہے انہیں میں وہ مردہ اٹھتا ہے اور اصل کفن پہنانے میں کپڑا اوڑھ کر سونیوالے کے ساتھ مشابہت کا ہونا ہے مرد کا پورا پورا کفن تہبند اور کرتا اور چادر لپیٹنے کی یا صرف دو کپڑے ہیں اور عورت کیلئے انسے کچھ زیادہ ہیں

زیادة له. قوله صلی اللہ علیه وآله وسلم لا تغالوا فی الکفن فانه یسلب سلبا سریعا اقول المراد التعدیل بین الافراط والتفریط وان لا ینتحلوا عادة الجاهلیة فی المغالاة. قوله صلی اللہ علیه وسلم اسرعوا بالجنازة فان تك صالحة الخ **اقول** السبب فی ذلك ان الابطاء مظنة فساد جثة المیت وقلق الاولیاء فانهم متی ما رأوا المیت اشتدت موجدتهم واذا غاب عنهم اشتغلوا عنه وقد اشار النبی صلی اللہ علیه وسلم الی کلا السببین فی کلمة واحدة حیث قال لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله. قوله علیه السلام فان کانت صالحة الخ **اقول** هذا عندنا محمول علی حقیقته وبعض النفوس اذا فارقت اجسادها تحس بما یفعل بجسدها وتتکلم بکلام روحانی یفهم من التأثیر علی النفوس دون ما یقرع الناس من الاصوات بالاذن وذلك قوله صلی اللہ علیه وسلم الا الانسان. قوله صلی اللہ علیه وآله وسلم من اتبع جنازة مسلم ایمانا واحتسابا الخ **اقول** السر فی تشریع الاتباع اکرام المیت وجبر قلوب الاولیاء لیکون طریقا الی اجتماع امة صالحة من المؤمنین بالدعاء له وتعرضا للمعاونة للاولیاء فی الدفن ولذلك رغب فی

زیادہ بہتر مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلبا سریعا یعنی زیادہ قیمتی کفن مت دو کیونکہ وہ بہت جلد اس سے جدا ہو جائیگا میں کہتا ہوں افراط و تفریط میں اعتدال مقصود ہے اور یہ کہ جاہلیت کی عادت کو قیمتی کفن دینے میں اختیار نہ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اسرعوا بالجنازة الخ یعنی جنازہ کے لیجانے میں جلدی کرو میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ دیر کرنے میں مردے کے بدن کے بگڑ جانیکا اندیشہ ہے دوسرے قرابت والوں کو اسکو دیکھنے سے بیقراری ہوتی ہے کیونکہ جب وہ میت کو دیکھتے ہیں تو اضطراب زیادہ ہو جاتا ہے اور جب انکی نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے تو ان کو خیال نہیں رہتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سبب کی صرف ایک ہی کلمہ سے اشارہ فرمایا ہے لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله یہ بات مناسب نہیں ہے کہ کسی مسلمان کی نعش اسکے گھر والوں کے روبرو رکھی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے فان کانت صالحة الخ کہ اگر وہ جنازہ نیک ہے میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک یہ اپنے معنے حقیقی پر محمول ہے نفوس جب اپنے بدن کو چھوڑتے ہیں تو انکے بدن کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے اسکی حس ہوتی ہے اور روحانی کلام کے ساتھ کلام کرتے ہیں وہ انکے نفوس پر مترشح ہونے سے سمجھا جاتا ہے انکا کلام معمولی نہیں ہوتا جو کانوں سے سنا جائے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے الا الانسان یعنی بجز انسان کے انکی آواز کو ہر ایک چیز سنتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع جنازة مسلم ایمانا واحتسابا الخ یعنے جو شخص ایمان واحتساب کے ساتھ مسلمان کے جنازہ کا پیچھا کرے اور اسکی نماز پڑھے اور دفن سے بھی فارغ ہو کر واپس آجاوے تو دو قیراط کے برابر ثواب لیکر آتا ہے میں کہتا ہوں جنازہ کے ساتھ جانیکا اسلیئے حکم دیا گیا کہ اسمیں میت کی عزت اور اسکے پسماندوں کے دل شکنی کی تسلی ہے اور تاکہ اس ذریعہ سے مومنین صالحین کا ایک گروہ اسکے لیئے دعا کرنے اور دفن کرنے میں معاونت کے لیئے شریک ہو جاوے لہذا آپ نے دفن کے وقت تک ٹھہرنے کی رغبت دلائی ہے۔ اور جب

تعالى ان تفرغ من الدفن ونهى عن القعود حتى توضع قوله صلى الله عليه وآله وسلم ان الموت فزع فاذا رأيتم الجنازة فقوموا **اقول** لما كان ذكر هاذم اللذات والاتعاظ من انقراض حياة الاخوان مطلوبا وكان امرا خفيا لا يدري العامل به من التارك له ضبط بالقيام لها ولكنه صلى الله عليه وآله وسلم لم يعزم عليه ولو لم يكن سنة قائمة وقيل منسوخ وعلى هذا فالسر في النسخ انه كان اهل الجاهلية يفعلون افعالا شبيهة بالقيام فخشي ان يحمل ذلك على غير محمله فيفتح باب الممنوعات والله اعلم وانما شرعت الصلوة على الميت لان اجتماع امة من المؤمنين شافعين للميت له تاثير بليغ في نزول الرحمة عليه وصفة الصلوة عليه ان يقوم الامام بحيث يكون الميت بينه وبين القبلة ويصطف الناس خلفه ويكبر اربع تكبيرات يدعو فيهن للميت ثم يسلم وهذا ما تقرر في زمان عمر رضي الله عنه واتفق عليه جماهير الصحابة ومن بعدهم وان كانت الاحاديث مختلفة في الباب ومن السنة قراءة فاتحة الكتاب لانها خير الادعية واجمعها علمها الله تعالى عباده في محكم كتابه ومما حفظ من دعاء النبي صلى الله عليه وسلم على الميت اللهم اغفر

جب تک جنازہ اتار کر رکھا نہ جاوے لوگوں کو بیٹھنے سے منع کیا ہے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان الموت فزع فاذا رأیتم الجنازۃ فقوموا کہ البتہ موت پریشانی کی چیز ہے پس جب تم کسی جنازہ کو دیکھو کھڑے ہو جایا کرو۔ میں کہتا ہوں چنانچہ لذتوں کو دور کرنیوالی کا ذکر اور عزیز و آشنا کے انتقال سے نصیحت پکڑنا منظور تھا اور یہ ایک باطنی امر تھا کہ اسکے کرنے والے اور نہ کرنے والے میں تمیز نہ ہو سکتی تھی اس لیے شارع نے اسکے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ اس مطلوب کا انضباط ہو جاوے مگر آپ نے اسکو لوگوں پر واجب نہیں کیا ورنہ وہ سنت قائمہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور اگر منسوخ ہے تو اسکے منسوخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت ایسے امور کیا کرتے تھے جو کھڑے ہونے کے مشابہ تھے اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیال ہوا کہ یہ کھڑا ہونا بیمحل کیا جائے کہ جس سبب سے ممنوعات کا دروازہ مفتوح ہو جائے اور جنازہ کی نماز اس لیے مقرر کی گئی کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لیے شریک ہونا اسپر رحمت الٰہی نازل ہونے میں بڑا کامل اثر رکھتا ہے اور نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام اس طرح پر کھڑا ہو کہ جنازہ اسکے اور قبلے کے مابین ہو اور امام کے پیچھے قوم صف باندھ کر کھڑی ہو اور امام چار تکبیریں کہے اور میت کے لیے دعا کرے اور اسکے بعد سلام پھیر دے یہ طریقہ ایسا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قائم رہا اور تمام صحابہؓ اور تابعینؒ کا اتفاق رہا اگرچہ احادیث اس باب میں طریقہائے مختلفہ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی اس نماز میں سنت ہے کیونکہ وہ سب دعاؤں سے بہتر اور سب سے زیادہ جامعیت رکھتی ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں بندوں کو اسکی تعلیم فرمائی ہے آنحضرت صلعم سے میت پر جو دعا ماثور ہے

لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ اللھم ان فلان ابن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القبر وعذاب النار وانت اھل الوفاء والحق اللھم غفر لہ وارحمہ انک انت الغفور الرحیم واللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار وفی روایۃ وقہ فتنۃ القبر وعذاب النار وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ ینورھا لھم بصلوتی وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ وفی روایۃ یصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ **اقول** لما کان نثو ترھو الدعاء ممن لہ بال عند اللہ بخرق دعاءہ الحجب وبعد نزول الرحمۃ بمنزلۃ الاستسقاء وحسان رغب فی احد الامرین ان

لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اللہم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ اللہم ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القبر وعذاب النار وانت اہل الوفاء والحق اللہم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واہلا خیرا من اہلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار اور ایک روایت میں وقہ فتنۃ القبر وعذاب النار آیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان ہذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اہلہا وان اللہ ینورہا لہم بصلاتی یہ قبریں اہل قبور پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور میری دعا سے اللہ پاک ان قبروں کو نورانی کر دیتا ہے اور فرمایا ہے ما من مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئا الا شفعہم اللہ فیہ وفی روایۃ یصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کوئی مسلمان ایسا نہیں مرتا کہ اسکے جنازہ پر چالیس لوگ کھڑے ہوں جو خدائے تعالے کے ساتھ کسیکو شریک نہیں کرتے مگر اللہ تعالے اس میت کے حق میں انکی سفارش قبول فرماتا ہے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ سو مسلمانوں کا گروہ اس پر نماز پڑھے میں کہتا ہوں چونکہ ان لوگوں کی دعاؤں کا پورا پورا اثر ہوتا ہے کہ جن کی خدا تعالی کے ہاں عزت ہے وہ دعا پردوں کو پھاڑ کر اس شخص کو نزول رحمت الٰہی کے قابل بنا دیتی ہے جس طرح استسقاء میں اس لئے ضروری ہوا کہ دو امروں میں ایک طرف رغبت دلائی جائے۔ یا تو نفس اس رحمہ

يكون من بين عامة بعد امة من الناس او جماعة عظيمة قوله صلى الله عليه وسلم اثنيتم عليه خيرا وجبت له الجنة الحديث **اقول** ان الله تعالى اذا احب عبدا احبه الملأ الاعلى ثم ينزل القبول في الملأ السافل ثم الى الصالحين من الناس واذا ابغض عبدا انزل البغض كذلك فمن شهد له جماعة من صالحي المسلمين بالخير من صميم قلوبهم من غير رياء ولا موافقة عادة فذلك آية كونه ناجيا واذا اثنوا عليه شرا فذلك آية كونه هالكا ومعنى قوله صلى الله عليه وآله وسلم انتم شهداء الله في الارض انهم مورد الالهام وتراجمة الغيب قوله صلى الله عليه وسلم لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا **اقول** لما كان سب الاموات سبب غيظ الاحياء وتأذيهم ولا فائدة فيه وان كثيرا من الناس لا يعلم حالهم الا الله نهى عنه وقد بين النبي صلى الله عليه وآله وسلم هذا السبب في قصة سب جاهلي وغضب عباس. لا حد في هل يمشي امام الجنازة او خلفها وهل يحملها اربعة واثنان وهل يسل من قبل رجليه او من القبلة والمختار ان الكل واسع وانه قد صح في الكل حديث او اثر قوله صلى الله عليه وآله وسلم اللحد لنا والشق لغيرنا

اس درجہ کا ہونا چاہیے کہ وہ تنہا بمنزلہ ایک گروہ شمار کیا جاوے یا ایک بڑی جماعت ہونا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اثنیتم علیہ خیرا وجبت لہ الجنۃ الحدیث تم نے اسکی بھلائی بیان کی اسلئے یہ جنت واجب ہوگئی میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کو بندہ سے محبت ہوتی ہے ملاء اعلیٰ کو بھی اسکے ساتھ محبت ہوتی ہے پھر ملاء سافل میں اسکی قبولیت نازل ہوتی ہے سب بندوں کے دل میں اسکی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اسی طرح جب خدا تعالیٰ کو کسی بندہ سے نفرت ہوتی ہے تو ان سب کو اس سے نفرت ہوتی ہے پس جس بندہ کے لئے صلحاء کا ایک گروہ اپنے خالص دل سے بلا ریا و بغیر اتفاق عادت کے اسکی نیکی کی گواہی دے تو وہ اس شخص کے ناجی ہونے کی دلیل ہے اور جب کسی کو وہ دل سے برا جانتے تو اس شخص کے ہلاک ہونے کی علامت ہے اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم خدا کے گواہ ہو زمین میں اسکے یہ معنے ہیں کہ تم مورد الہام اور ترجمان غیب ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا مردوں کو برا مت کہو کیونکہ جو وہ کرگئے تھے اس کو پہنچ گئے میں کہتا ہوں چونکہ مردوں کو برا کہنا زندوں کی رنجیدگی اور اذیت کا سبب ہے اور یہ لغو کام ہے اور نیز بہت سے لوگوں کا حال بجز خدا تعالے کے کوئی نہیں جانتا اس لئے مردوں کے برا کہنے سے نہی کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبب کو اہل جاہلیت کی ایک مردہ کو برا کہنے اور حضرت عباسؓ کے اسکے سبب سے رنجیدہ ہونے کے قصہ میں بیان کیا ہے اب یہ بات کہ جنازہ کے آگے چلنا چاہیے یا پیچھے اور اس کو چار آدمی اٹھاویں یا دو اور اسکو پیروں کی طرف سے اتاریں یا قبلہ کی طرف سے سو اس میں قول مختار یہ ہے کہ ان سب باتوں میں گنجائش ہے اور ہر ایک حدیث صحیح یا اثر صحابہ وارد ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللحد لنا والشق لغیرنا یعنے ہم لوگوں کیلئے قبر ہو اور لوگوں کیلئے شق ہے

اقول ذلك لان اللحد اقرب من اكرام الميت واهالة التراب على وجهه من غير ضرورة سوء ادب وانما بعث النبي صلى الله عليه وسلم عليا رضي الله تعالى عنه ان لا يدع تمثالا الا طمسه ولا قبرا مشرفا الا سواه ونهى ان يجصص القبر وان يبنى عليه وان يقعد عليه وقال لا تصلوا اليها لان ذلك ذريعة ان يتخذها الناس معبودا وان يفرطوا في تعظيمها بما ليس بحق فيحرفوا دينهم كما فعل اهل الكتاب وهو قوله صلى الله عليه وسلم لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد ومعنى ان يقعد عليه قيل ان يلازمه المزورون وقيل ان يطؤا القبور وعلى هذا فالمعنى اكرام الميت فالحق التوسط بين التعظيم الذي يقارب الشرك وبين الاهانة وترك الموالاة به. والبكاء على الميت والحزن عليه طبيعة لا يستطيعون ان يخلوا عنها فلا يجوز ان يكلفوا بتركه وهو ناشئ من رقة الجنسية وهي محمودة التي تتألف اهل المدينة فيما بينهم عليها وايضا مقتضى سلامة مزاج الانسان وهو قوله صلى الله عليه وسلم انما يرحم الله من عباده الرحماء وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يعذب بدمع العين ولا بحزن القلب ولكن يعذب بهذا واشار الى لسانه او يرحم وقوله صلى الله عليه وسلم ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية فان ذلك تهييج

میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ لحد کی وجہ سے میت کی عزت باقی رہتی ہے اور اسکے منہ پر بغیر ضرورت کے مٹی ڈالنے میں ایک قسم کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اور نبی صلعم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کیلئے روانہ فرمایا ہے کہ جو تصویر دیکھیں مٹا ڈالیں اور جو اونچی قبر دیکھیں اسکو گرا کر برابر کر دیں اور قبروں کے پختہ بنانے اور ان پر گنبد وغیرہ کے بنانے اور ان پر بیٹھنے سے اور انکی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان کی طرف نماز پڑھنا اسبات کا ذریعہ بنجائیگا کہ انکی لوگ پرستش کرنے لگیں گے اور حد سے زیادہ انکی تعظیم کرنے لگجائیں گے تو اپنے دین کو تحریف کرلیں گے جیسے کہ اہل کتاب نے اپنے دین کو تحریف کر دیا ہے اسکا بیان اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے لعن اللہ الیہود والنصاریٰ الخ یعنے یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا ہے یعنی ان قبروں کی طرف سجدے کرتے ہیں اور نبی صلعم کے قول ان یقعد علیہ کے بعض نے یہ معنے کئے ہیں کہ زیارت کرنے والے اس قبر پر آ کر ٹھہریں اور بعض نے یہ مراد لیا ہے کہ قبروں کو پاؤں سے پائمال کرنا۔ اس معنی کی بنا پر میت کی تعظیم کے واسطے یہ حکم جاری کیا گیا ہے پس حق یہ ہے کہ مردہ کی تعظیم اور اسکی اہانت میں توسط کا خیال رکھے یعنے نہ ایسی تعظیم کرے کہ جس سے شرک کے قریب ہو جائے اور نہ اسکو ذلیل کرے اور نہ اسکے ساتھ عداوت رکھے اور چونکہ میت پر رونا اور اسپر غم کرنا ایک طبعی امر ہے۔ لوگوں کو اس بات کی طاقت نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ دیں تو اس لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے ترک پر ان لوگوں کو تکلیف دیجائے کس طرح ان سے دور ہو سکے کیونکہ اپنے ہم جنس کی رقت کی وجہ سے یہ رونا اور غم پیدا ہوا ہے اور یہ عمدہ صفت ہے کیونکہ شہر والوں کی آپس میں محبت اسی صفت پر موقوف ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ انسان کی سلیم مزاج کا یہی مقتضے ہے جیسے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے انما یرحم اللہ الخ یعنے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے جو کہ آپس میں رحم دل ہیں اور نبی صلعم نے فرمایا ہے ان اللہ لا یعذب الخ یعنے آنکھوں سے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے کی وجہ سے اللہ عذاب نہیں دیتا بلکہ زبان سے بیہودہ باتیں بکنے کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم کر دیتا ہے اور نبی صلعم نے فرمایا ہے لیس منا الخ یعنے جو آدمی کہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتوں کا اظہار اور قصد کرے تو وہ ہمارے گروہ سے نہیں ہے۔ اس لیے [illegible]

فيهيج الغم، إنما المصيبة بالأكل بمنزلة المرض فلا بد أن يتعالج بما يتيسر ولا ينبغي أن يسعى في تضاعف وجعه وكذلك المصيبة يسعى عند تجدده ولا ينبغي أن يخوض بمقصده وأيضاً فيعمل هيجان القلق بكونه سوء الظن بالقضاء وأيضاً فكان أهل الجاهلية يراءون الناس بالنهار للتفجع وتلك عادة خبيثة ضارة فنهوا عنها وقوله صلى الله عليه وسلم في النائحة تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب أقول إنما كان كذلك لأنها أحاطت بها الخطيئة فجوزيت بتمثل خطيئتها ملتصقة بجسدها وقد تقدم تشبيه الأولى [illegible] عند النوحة قوله صلى الله عليه وسلم أربع في أمتي من أمر الجاهلية [illegible] أقول إنما نطق النبي صلى الله عليه وسلم بذلك لأن ذلك مقتضى إفراط الطبيعة البشرية بمنزلة الشبق [illegible] في الأنساب [illegible] بالأموات تستدعي النياحة ورصد [illegible] الاستسقاء بالنجوم [illegible] لن ترى [illegible] من البشر من عربهم وعجمهم إلا وهذه سنة فيهم وقوله صلى الله عليه وسلم في [illegible] تتبعن الجنازة ارجعن مأزورات غير مأجورات أقول إنما نهين عن ذلك لأن حضورهن مظنة الصخب والنياحة وعدم الصبر وانكشاف العورات قوله عليه السلام

[illegible] جس طرح آدمی ہو کوئی بیماری ہو جاتا ہے تو وہ بمنزلہ بیماری کے ہو جاتا ہے جو کہ قابل علاج ہے تو اسکا علاج کیا جائے تاکہ اس کی [illegible] میں کمی واقع ہو اور یہ مناسب نہیں کہ کسی مرض بڑھانے میں کوشش کیجائے اور اسی طرح وہ [illegible] ہے اب اسکو مناسب نہیں ہے کہ قصداً اس مصیبت میں [illegible] بس قدر سبب بے قراری کے بڑھنے میں یہ احتمال ہے کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کے حکم پر [illegible] ہے کہ میت کے نام کے لوگ بے درد کو ظاہر کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے رویا کرتے تھے اور [illegible] والی عادت ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سخت منع کر دیا ہے وغیرہ [illegible] عورت کے بارے میں جو جلد بدل کر روتی ہے فرمایا ہے نقامر یوم القیامۃ یعنی وہ عورت قیامت کے روز کھڑی کی جائیگی اور اسکو گندھک کا کرتہ پہنایا جائیگا اور ایک قمیص جرب کی رہنے سے اسکے اعضاء میں خارش کی بیماری پیدا ہو گی اور پھر گندھک میں رنگا ہوا کرتہ پہنایا جائیگا تاکہ جلدی سے آگ لگ جائے)

میں کہتا ہوں کہ یہ سزا اسلئے ہوگی کہ اسکے گناہوں نے اسکو گھیر لیا ہے جو کہ گناہوں کی ہر بولی شکل میں سزا دی گیا جو اسکے بدن کو محیط ہو اور کھڑی اسواسطے کی جائیگی تاکہ لوگوں میں اسکی شہرت ہو اسواسطے کہ وہ کھڑی ہو کر نوحہ کرتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اربع فی امتی الحدیث جاہلیت کے زمانہ کی چار باتیں میری امت میں ایسی موجود ہیں کہ جن کو نہ چھوڑینگے ایک تو اپنی ذات کے لحاظ سے فخر کرنا دوسری کسی کی نسب پر طعنہ مارنا تیسری ستاروں کے ذریعہ بارش طلب کرنی چوتھی نوحہ کرنا میں کہتا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے ان باتوں کا نہ چھوڑنا اسوجہ سے معلوم ہوا کہ جس وقت انسان کی طبع حد سے بڑھ جاتی ہے تو یہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسے کہ شہوت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ نفسوں میں ایک قسم کی بڑائی ہے جو کہ نسبوں میں ظاہر ہوتی ہے اور مردوں کی محبت انسان کو رونے پیٹنے پر برانگیختہ کرتی ہے اور ایک قسم کے آدمی کی جہالت کی وجہ سے ستاروں کی بارش طلب کرتے ہیں اور اسی وجہ سے انسانوں کے ایک گروہ میں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے ہوں یہ باتیں پائی جاتی ہیں اور نبی علیہ السلام نے ان عورتوں کے حق میں فرمایا ہے جو کہ جنازہ کے ساتھ جاتی تھیں ارجعن الحدیث یعنی تم گناہ حاصل کر کے لوٹو ثواب [illegible] میں کہتا ہوں کہ انکو ساتھ جانے سے اسواسطے منع کیا گیا ہے کہ انکے حاضر ہونے سے شور و غل نوحہ بے صبری اور ستر کھل جانے کا گمان ہے

[illegible] قمیص [illegible] مرادہ بحذف الاحسات [illegible] لاستسقاء بالنجوم والنياحة [illegible]

لا يموت لمسلم ثلاثة من الولد فيلج النار أقول ذلك لجهاده نفسه بالاحتساب ومعاناة
ذكرناها فراجع قوله صلى الله عليه وسلم من عزى مصابا فله مثل أجره أقول ذلك
لسببين أحدهما أن الحاضر ... والثاني ... لمعنى
التضامن ... الشكل صورة الشكر ... قوله صلى الله عليه وسلم اصنعوا
لآل جعفر طعاما فقد أتاهم ما يشغلهم أقول ... مواساة
وحفظهم من أن يتضرروا بالجوع قوله صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها
أقول كان نهى عنها لأنها تفتح باب العبادة لها فلما استقرت الأصول الإسلامية و
اطمأنت نفوسهم على تحريم العبادة لغير الله أذن فيها وعلل ... وهي
تذكر الموت وانها سبب صالح للاعتبار بتقلب الدنيا ومن دعاء ... السلام
عليكم يا أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله بكم للاحقون نسأل الله لنا
ولكم العافية وفي رواية السلام عليكم يا أهل القبور يغفر الله لنا ولكم وأنتم سلفنا ونحن
بالأثر- والله أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب-

فرمایا ہے لا یموت لمسلم یعنے جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوگئے ہوں تو وہ دوزخ میں نہیں داخل ہوگا۔ میں کہتا ہوں ...
... کرنے کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا ... یہی تو معنی ہیں ہم ذکر کرچکے ہیں ...
... فرمایا ہے من عزی الخ یعنے جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کو تسلی دی تو تسلی دینے والے کو بھی اسکے برابر ثواب
ملے گا۔ میں کہتا ہوں اسکی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص تسلی دینے کے لئے حاضر ہوتا ہے ...
... ہے جیسے کہ ... مصیبت والے آدمی کے ... موجود ہے۔ دوسری وجہ ...
کہ ... ظاہر ہوئے ... مصیبت والے آدمی کو تسلی دے کی ...
مصیبت کی صورت ظاہر ہوتی ہے تو اس کے برابر ... دیا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
اصنعوا لآل جعفر یعنے جعفر کے اہل وعیال کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ایسی حالت پیش آگئی ہے کہ
جس کی وجہ سے اور کام نہیں کرسکتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس طریقے سے مصیبت زدہ کے ساتھ ...
کی شفقت ہوجاتی ہے اور بھوک کے ضرر سے بچ جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
نہیتکم یعنے میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اب ان کی زیارت کیا کرو۔ میں کہتا ہوں
پہلے پہلے قبروں کی زیارت کرنے سے اس واسطے منع کیا گیا تھا کہ زیارت کی وجہ سے ... کا
دروازہ کھلتا تھا۔ پس جس وقت اسلامیہ قواعد منضبط ہوچکے اور ان کے نفسوں کو اس بات کا پورا اطمینان ہو
چکا کہ خدا تعالیٰ کی پوجا کے سوا اور کسی کی پرستش کرنی حرام ہے تو اس لئے ان کو زیارت کی اجازت دی گئی۔ اور
اس اجازت کی علت بھی بیان فرمادی کہ زیارت میں بڑا فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ موت یاد آجاتی ہے اور ...
عبرت دنیا کے تغیر وتبدل سے ہوتی ہے اور جو آدمی کہ قبروں کی زیارت کیلئے جاوے اسکے لئے یہ دعا پڑھنی آئی ہے۔
السلام علیکم یا اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون نسأل اللہ
لنا ولکم العافیۃ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم
سلفنا ونحن بالاثر۔ واللہ اعلم۔

مِنْ اَبْوَابِ الزَّکٰوۃ

اعلم ان عمدة ما روعي في الزكوة مصلحتان مصلحة ترجع الى تهذيب النفس وهي انها احضرت الشح والشح اقبح الاخلاق ضار بها في المعاد ومن كان شحيحا فانه اذا مات قلبه متعلقا بالمال وعذب بذلك ومن تمرن بالزكوة وازال الشح من نفسه كان ذلك نافعا له وانفع الاخلاق في المعاد بعد الاخبات لله تعالى هو سخاوة النفس فكما ان الاخبات يعد للنفس هيئة التطلع الى الجبروت فكذلك السخاوة تعد لها البراءة عن الهيئات الخسيسة الدنيوية وذلك لان اصل السخاوة قهر الملكية البهيمية وا[illegible] الملكية هي [illegible] البهيمية منصبغة [illegible]
والصبر على الشدائد [illegible] بان [illegible] عليه [illegible] بالآخرة فامر النبي صلى الله عليه وسلم بكل ذلك وضبط اعظمها وهو بذل المال بحدود وقرنت بالصلوة والايمان في مواضع كثيرة من القرآن وقال تعالى حكاية عن اهل النار لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين

یہ فصل زکوۃ کے بیان میں ہے

جاننا چاہیے کہ [illegible] مصلحتوں کا زکوۃ میں لحاظ کیا ہے ان سب میں سے دو مصلحتیں عمدہ ہیں ایک مصلحت یہ ہے کہ [illegible] نفس کو تہذیب حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس کے اندر بخل کی صفت پائی جاتی ہے اور بخل تمام خصلتوں سے بری خصلت ہے آخرت میں اس شخص کو ضرر دینے والا ہے اور جس وقت بخیل مر جاتا ہے تو اسکے [illegible] مال کی محبت باقی رہتی ہے اور اس وجہ سے اس کو عذاب ہوتا ہے اور جس نے زکوۃ دینے کی عادت [illegible] اور بخل کی [illegible] کو اپنے نفس سے دور کر دیا تو یہ اسکو فائدہ پہنچائیگا۔ اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بعد قیامت کے روز تمام اخلاق سے زیادہ فائدہ مند دل کی سخاوت ہے۔ پس جیسے اطاعت خداوندی سے نفس اس قابل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت کبریائی پر مطلع ہو جائے تو اسی طرح سخاوت کی وجہ سے نفس اپنے آپ کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ دنیا کی صفات بد سے پاک ہو جائے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حقیقت میں سخاوت اس صفت کا نام ہے جو کہ قوت ملکیہ قوت بہیمیہ پر زبردستی کرے اور قوت ملکیہ اسپر غالب ہو جائے اور قوت بہیمیہ قوت ملکیہ کے رنگ میں رنگی جائے اور اسکے حکم کو اخذ کر لے اور ان اوصاف کے موجود ہونے کے وقت نفس کو ان باتوں کی تنبیہ ہوتی ہے کہ اپنے مال کو باوجود اپنی ضرورت کے خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرے اور جس نے اسپر ظلم کیا ہے اسکو معاف کر دے اور جو سخت حوادثات پیش آئیں انپر صبر کرے اس طریقے سے کہ قیامت پر یقین کرنے کی وجہ سے اسپر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں تو اس لئے نبی صلعم نے ان باتوں کا حکم فرمایا ہے اور ان خصلتوں میں جو اعظم خصلت تھی اسکے احکام [illegible] فرمائیے وہ اعظم خصلت مال کو خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرنا ہے اور یہ اعظم خصلت اسلئے ہے کہ مال کا خرچ کرنا نفس پر بڑا شاق گذرتا ہے اور زکوۃ کے بیان کو قرآن مجید میں بہت سی جگہ پر ایمان اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس حال کو جو قیامت کے روز دوزخی لوگ کہیں گے حکایتاً بیان فرمایا ہے لم نک من المصلین الخ یعنے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور فقراء مساکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے اور لغو گویوں کے ساتھ لغو کیا کرتے تھے۔

ا۔ تلک الخصال ۱۲ [illegible] ای بذل المال من اعظم الخصال [illegible] شدة علاج النفس بہ ۱۲ [illegible] الزکاۃ

وأيضاً فإذا عنت لمسكين حاجة شديدة واقتضى تدبير الله أن يسد خلته بأن يهم الإنفاق
عليه في قلب رجل فكان هو ذلك انبسط فيه للإلهام وتحقق له بذلك انشراح روحاني وصار
معداً لرحمة الله ونافعاً جداً في تهذيب نفسه والإلهام الجمعي المتوجه إلى الناس في الشرائع تلو
الإلهام التفصيلي في فوائده [illegible] محمدة عليه
يتوقف كثير من الأخلاق [illegible] وحسن المعاملة مع الناس فمن [illegible] لم يجب عليه
سد [illegible] وأيضاً فالصدقات تكفر الخطيئات وتزيد في الدرجات على ما بينا فيما سبق ومنها
ترجع إلى المدينة وهي أن المدينة تجمع لا محالة الضعفاء وذوي الحاجة والحوادث تغدو على
قوم وتروح على آخرين فلو لم تكن السنة بينهم مواساة الفقراء وأهل الحاجات لهلكوا وماتوا
جوعاً وأيضاً فنظام المدينة يتوقف على مال يكون به قوام معيشة الحفظة الذابين عنها و
المدبرين السائسين لها ولما كانوا عاملين للمدينة عملاً نافعاً مشغولين به عن اكتساب كفافهم
وجب أن يكون قوام معيشتهم عليها والإنفاقات المشتركة لا تسهل على البعض أو لا يقدر عليه
البعض فوجب أن تكون جباية الأموال من الرعية سنة

اور نیز یہ وجہ ہے کہ جس وقت کسی مسکین کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی ہے تو اور خداوند تعالیٰ کا یہ مقتضیٰ ہوتا ہے کہ کسی انسان کے دل میں اس مسکین پر خرچ کرنے کا الہام ڈال کر اس کی حاجت روائی کردے پس اسی طرح ہوتا ہے کہ اسکا دل الہام [illegible] ہوجاتا ہے اور اس کے سبب اسکے ایک روحانی مسرت حاصل ہوجاتی ہے اور وہ خرچ خداتعالیٰ کے نزول رحمت کے لئے سبب بنجاتا ہے اور اسکے نفس کی تہذیب کے لئے بہت درجہ کا فائدہ دیتا ہے اور جو مجمل الہام لوگوں کی طرف احکام شرعیہ میں متوجہ ہوتا ہے وہ فوائد کے لحاظ سے الہام تفصیلی کے درجہ میں ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ جو شخص خلق [illegible] ہو اسکی خلقت میں یہ بات داخل ہے کہ اپنی جنس کے ساتھ ہمدردی کرے اور یہ ایسی خصلت ہے کہ جس پر اکثر اخلاق موقوف ہیں کہ جن کی وجہ سے لوگوں کا آپس میں حسن سلوک ہوتا ہو اور جس شخص میں یہ صفت ہمدردی نہ ہو وہ بڑے نقصان میں ہے تو اس شخص پر ضروری ہے کہ اس نقصان کو دور کرے اور یہ وجہ ہے کہ صدقات کی وجہ سے گناہ دور ہوتے ہیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں چنانچہ انکا بیان ہم پہلے کرچکے ہیں۔ اور دوسری مصلحت کا تعلق شہر وقصبہ وغیرہ کے ساتھ ہے اسکا بیان یہ ہے کہ شہر ایسی جامع چیز ہے کہ اسمیں ہر قسم کے لوگ ضعیف اور حاجتمند وغیرہ ضروری ہوتے ہیں۔ اور یہ حوادث آج ایک قوم پر ہوتے ہیں اور کل دوسری قوم پر ہو جاتے ہیں اور اگر لوگوں کے درمیان فقراء اور حاجتمندوں کی ہمدردی کا طریقہ جاری نہ ہوتا تو وہ لوگ بھوک وغیرہ سے ہلاک ہوجاتے اور نیز یہ وجہ ہے کہ شہر کا انتظام ایسے مال پر موقوف ہے جو شہر کے محافظین اور اسکے مدبرین پر جو کہ اسکا انتظام کرنے میں خرچ کیا جاوے اور چونکہ یہ لوگ اس شہر کی [illegible] کے لئے کاروبار کرتے ہیں اور اسکے کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہی روزی نہیں حاصل کرسکتے اسلئے یہ ضروری ہوا کہ ان لوگوں کا خرچ اخراجات اس شہر سے حاصل کیا جاوے اور جو مشترکہ خرچ ہوتا ہے وہ فقط بعض ہی آدمی برداشت نہیں کرسکتے اور بعض آدمی ان میں سے خرچ برداشت ہی نہیں کرسکتے۔ رعیت پر یہ بات مقرر کی جاوے کہ ان کے مال میں سے کچھ حصہ دیا جاویگا۔

سلہ کالتوراۃ ۱۲

ولم يكن شیء اسهل ولا اوفق بالمصلحة من ان تجعل احدى المصلحتين مضمومة بالاخرى فادخل الشرع احداهما فی الاخرى ثم مست الحاجة الى تعيين مقادير الزكوة اذ لولا التقدير لفرط المفرط ولاعتدى المعتدى ويجب ان يكون غير يسيرة لا يجدون بها بالا ولا تنجع من بخلهم ولا ثقيلة يعسر عليهم اداؤها والى تعيين مدة تجبى فيها الزكوات ويجب ان لا تكون قصيرة يسرع دورها فتعسر اقامتها فيها وان لا تكون طويلة لا تنجع من بخلهم ولا تدر على المحتاجين والحفظة الا بعد انتظار شديد ولا اوفق بالمصلحة من ان يجعل القانون فی الجباية ما اعتاده الناس فی جباية الملوك العادلة من رعاياهم لان التكليف بما اعتاده العرب والعجم وصار كالضرورى الذى لا يجدون فی صدورهم حرجا منه والمسلم الذى اذهبت الالفة عنه الكلفة اقرب من جانب قومهم واوفق للرحمة بهم والابواب التى اعتادها طوائف الملوك الصالحين من اهل الاقاليم الصالحة وهو غير ثقيل عليهم وقد تلقتها العقول بالقبول اربعة: الاول ان تؤخذ من حواشی اموال نامية فانها احوج الاموال الى الذب عنها لان النماء لا يتم الا بالتردد خارج البلاد ولان اخراج الزكوة اخف عليهم لما يرون من التزايد كل حين فيكون الغرم بالغنم

اور چونکہ کوئی سی مصلحت کے موافق اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہ تھا کہ ایک مصلحت کو دوسری کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس لیے شارع نے ایک کو دوسری میں داخل کر دیا۔ پھر اس بات کی حاجت ہوئی کہ ہر قسم کے مال سے زکوۃ کا اندازہ مقرر کیا جائے۔ کیونکہ اگر زکوۃ کا اندازہ مقرر نہ کیا جاتا تو کم دینے کا ارادہ کرنے والا کم دے سکتا تھا اور جو زیادہ لینے کا ارادہ کرتا وہ زیادہ لے سکتا تھا اور یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ اس کی مقدار اتنی بھی کم نہ کی جائے کہ جس کے ادا کرنے میں کسی قسم کی پرواہ نہ ہو اور جس کی وجہ سے ان کے بخل کے اندر کسی قسم کا فائدہ نہ ہو اور نہ اس قدر زیادہ ہو کہ اس کا ادا کرنا مشکل ہو جائے اور نیز اس زکوۃ کے ادا کرنے کے لیے ایک مدت بھی معین کی جائے تاکہ اس معین مدت میں مال زکوۃ کا جمع ہو سکے اور نیز یہ بھی ضروری ہوا کہ وہ عرصہ اتنا قلیل بھی نہ ہو جس کا دورہ بہت جلدی جلدی آ جائے تو اس کا ادا کرنا بہت مشکل ہو جائے۔ اور اتنا دور دراز بھی وہ عرصہ نہ ہو کہ ان کے بخل کے اندر تاثیر نہ کر سکے اور محتاج اور محافظین لوگوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے میں ایک سخت انتظار کرنی پڑے اور مصلحت کے موافق اس سے زیادہ بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہے کہ زکوۃ کے لینے میں ایسا قانون مقرر کیا جائے جیسے کہ عادل بادشاہ نے اپنی رعیت سے مال لینے کا قانون مقرر کر دیا ہے، اور لوگ اسکے عادی ہو گئے ہیں کیونکہ جس تکلیف کے عرب اور عجم عادی ہو گئے ہیں وہ تکلیف ضروری چیز کے مانند ہو گئی ہے کہ جس کی وجہ سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے خصوصاً مسلمان کہ اسکی محبت نے اس سے تکلیف کو دور کر دیا ہے، کہ اپنی قوم کی حاجت روائی کرنے کے لیے زیادہ قرب رکھتا ہے اور ان پر رحم کرنے کے لیے زیادہ لائق ہے۔ اور جن اقسام میں بادشاہ عادلوں نے ہی اپنی رعیت سے لینے کی عادت ڈال لی ہے۔ وہ ان پر دشوار نہیں ہے اور صحیح عقل نے ان کو تسلیم بھی کر لیا ہے وہ چار قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ بڑھنے والے مال سے زکوۃ لی جائے کیونکہ یہ مال حفاظت کا زیادہ حاجتمند ہے اور یہ تب ہی بڑھ سکتے ہیں جبکہ شہر کے اندر باہر انکی آمد و رفت ہو ...... اور انکی زکوۃ دینی بھی ان پر آسان ہے کیونکہ ہر وقت ان کو بڑھتا دیکھتے رہتے ہیں پس غرم غنم کے باعث ہوا۔

[1] [illegible]

والاموال النامیۃ ثلاثۃ اصناف الماشیۃ المتناسلۃ السائمۃ والزروع والتجارۃ، وثانیہا
ان تؤخذ من اہل الدثور والکنوز لانہم احوج الناس الی حفظ المال من السراق وقطاع
الطریق وعلیہم النفقات لا یعسر علیہم ان تدخل الزکوۃ فی تضاعیفہا، والثالث ان تؤخذ
من الاموال النافعۃ التی ینالہا الناس من غیر تعب کدفائن الجاہلیۃ وجواہر المعادن فانہا
بمنزلۃ المجان یخف علیہم الانفاق منہ؛ والرابع ان تلتزم ضرائب علی رؤس الکاسبین فانہم
عامۃ الناس واکثرہم واذا جبی من کل منہم شیء یسیر کان خفیفا علیہم عظیم الخطر فی نفسہ
ولما کان دوران التجارات من البلدان النائیۃ وحصاد الزروع وجداد الثمار وتکامل نسل
وہی معظم انواع الزکوۃ قدر بحول فانہا تجمع فصولا مختلفۃ الطبائع وہی مظنۃ
النماء وہی مدۃ صالحۃ لمثل ہذہ التقدیرات والاسہل والاوفق بالمصلحۃ ان لا تجعل
الزکوۃ الا من جنس تلک الاموال فتؤخذ من کل صرمۃ من الابل ناقۃ ومن کل قطیع من
البقر بقرۃ ومن کل ثلۃ من الغنم شاۃ مثلا ثم وجب ان یعرف کل واحد من ہذہ المثال
والقسمۃ والاستقراء لیتخذ ذلک ذریعۃ الی معرفۃ الحد والجامعۃ المانعۃ واکثر ما یسمی کنز
البلدان الابل والبقر والغنم

اور جو بڑھنے والے مال ہیں وہ تین قسم کے ہیں ایک وہ مال ہے جو کہ جنگل میں
چرتے ہیں اور ان کی نسلیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں، اور دوسری قسم وہ ہے جو کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں
تیسری جو تجارت کے لئے ہیں، اور دوسری قسم یہ ہے کہ مالداروں اور صاحب خزانہ سے زکوۃ لی جائے کیونکہ انکو
اسباب کی سخت ضرورت ہے کہ انکا مال چوروں اور ڈاکوؤں سے بچایا جائے اور انپر اور خرچ اخراج بھی پڑتے
رہتے ہیں تو اس لئے انپر کچھ مشکل نہیں ہے تاکہ انکے خرچ کے اندر زکوۃ کو داخل کیا جائے۔ تیسری قسم وہ
ہے کہ اس مال سے زکوۃ لی جائے جو کہ لوگوں کو بغیر مشقت کے حاصل ہوا ہے جیسے وہ خزانہ جو کہ جاہلیت کے زمانہ
کے مدفون تھے، اور وہ معدنی جواہرات جو دشمنوں سے حاصل ہوئے ہیں کیونکہ یہ مال اس چیز کے مانند ہیں جو کہ
مفت حاصل ہوئی ہے۔ اور ایسی چیز سے لوگوں کو خرچ کرنا آسان ہوتا ہے اور چوتھی قسم یہ ہے کہ کسب
والوں پر محصول مقرر کیا جائے کیونکہ یہ لوگ کثرت سے ہوتے ہیں، اور جب ان کے ہر ایک آدمی سے تھوڑا تھوڑا
مال لیا جائیگا تو انپر دشوار نہیں گذرے گا اور حقیقت میں وہ مال کثرت سے جمع ہو جائیگا۔ چونکہ دور دور شہروں سے
تجارت کا جاری رکھنا اور کھیتی باڑی کا کاٹنا اور پھلوں کا توڑنا ایک سال کی مدت میں حاصل ہو سکتا ہے اور
یہ قسمیں زکوۃ کی اعلیٰ قسم میں سے ہیں اس لئے زکوۃ کے ادا کرنے کے لئے ایک سال کا عرصہ مقرر کیا گیا ہے اور نیز یہ
وجہ ہے کہ ہر ایک قسم کی فصل جن کی طبیعتیں مختلف ہیں ایک سال میں جمع ہوتی ہیں اور نیز یہ وجہ ہے کہ ایک
سال میں مال بڑھنے کا بھی گمان ہوتا ہے اور ایسے اندازوں کے لئے ایک سال کی مدت کافی ہے اور مصلحت کے
لحاظ سے یہ بات آسان اور موافق ہے کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم کی زکوۃ لی جائے چنانچہ اونٹوں کی جماعت میں سے
اونٹنی لی جائے اور گائے بیلوں کے گلے سے گائے لی جائے اور بکریوں کے ریوڑ سے بکری لی جائے۔
پھر یہ بات لازم ٹھری کہ ان تمام اقسام کو مثال اور تقسیم اور استقراء سے معلوم کیا جائے کہ جس کی وجہ سے
ان کی جامع مانع تعریف ہو سکے اور اکثر شہروں میں چرنے والے حیوان اونٹ اور گائے اور بکریاں ہوتی ہیں۔

؎ ای الاموال ۱۲ ؎ ای وسطہا ۱۲ ؎ ای جماعۃ ۱۲

ويجمعها اسم الانعام واما الخيل فلا تكثر صرمها ولا تناسل نسلا وافرا الا في قطار يسيرة كتركستان والزرع عبارة عن الاقوات والثمار الباقية سنة كاملة وما دون ذلك يسمى بالخضراوات والتجارة عبارة عن ان يشتري شيئا يريد ان يربح فيه اما من ملك بهبة او ميراث وانفق ان باعه فربح لا يسمى تاجرا والكنز عبارة عن مقدار كثير من الذهب والفضة محفوظ مدة طويلة ومثل عشرة دراهم وعشرين درهما لا يسمى كنزا وان بقي سنين وسائر الامتعة لا تسمى كنزا وان كثرت والذي يغدو ويروح ولا يكون مستقرا لا يسمى كنزا . . . .

. . . . فهذه المقدمات تجري مجرى الاصول المسلمة في باب الزكوة ثم اراد النبي صلى الله عليه وسلم ان يضبط المبهم منها بحدود معروفة عند العرب مستعملة عندهم في كل باب .

فصل في فضل الانفاق وكراهية الامساك

ثم مست الحاجة الى بيان فضائل الانفاق والترغيب فيه ليكون رغبة وسخاوة نفس وهي روح الزكوة وبها قوام المصلحة الراجعة الى تهذيب النفس الى بيان مساوي الامساك والتزهيد فيه اذ الشح هو ما

اور انعام کا لفظ ان تمام پر بولا جاتا ہے اور گھوڑوں کا گلہ بہت جگہ نہیں ہوتا اور انکی نسل بھی کثرت سے نہیں ہوتی بغیر چند مقامات کے جیسے ترکستان۔ اور کھیتی کا لفظ اناجوں اور پھلوں پر بولا جاتا ہے جو پورے ایک سال تک باقی رہ سکے اور جو پورا سال بھر باقی نہ رہ سکے انکو سبزیاں اور ترکاریاں کہتے ہیں اور تجارت اس کا نام ہے کہ ایک چیز کو اس ارادے سے خریدے کہ اس میں نفع کی امید ہو تو جو شخص کسی مال کا بذریعہ ہبہ کے یا وراثت کے مالک ہوا ہو پھر اسکے فروخت کرنے کی اسکو ضرورت پڑی تو فروخت کر دیا اور اسکو منافع حاصل ہو گیا تو اسکو تاجر نہ کہینگے اور خزانہ چاندی اور سونے کی کثیر مقدار کو کہتے ہیں جو کہ بہت مدت تک حفاظت میں رہا ہو۔ اور دس یا بیس درہم کو خزانہ نہ کہا جائے گا اگرچہ کئی سال تک پڑا رہے اور ان کے علاوہ باقی سامان اگرچہ کثرت سے ہو اسکو خزانہ نہ کہا جائے گا۔ اور جو مال صبح شام آتا جاتا ہے مگر قرار نہیں پکڑتا اسپر بھی خزانہ کا اطلاق نہیں آتا پس یہ ایسے مقدمات ہیں کہ جن کو زکوۃ کے باب میں قواعد مسلمہ کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا۔ کہ جن چیزوں میں ابہام تھا ان کی ایسی تعریف کریں کہ جو عرب کے نزدیک مشہور ہے اور ان کو ہر باب میں استعمال کرتے ہیں۔

پھر فصل سخاوت اور اسکی بزرگی اور بخیل کی برائی کے بیان میں،

پھر اسبات کی ضرورت پڑی کہ خرچ کرنیکی فضیلت بیان کی جائے اور اسکی طرف رغبت دلائی جائے تاکہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں مال کا خرچ ہونا رغبت اور دل کی سخاوت سے ہو اور نفس الحقیقت زکوۃ کا روح بھی یہی ہے اور اسی رغبت اور سخاوت پر اس مصلحت کا دار و مدار ہے کہ جس سے نفس کو تہذیب حاصل ہوتی ہے اور نیز اسبات کی حاجت ہوئی کہ کنجوسی کی برائیاں اور دنیا سے بچنے کا حال بیان کیا جائے کیونکہ بخل کی صفت ہی زکوۃ کے دینے کو مانع ہوتی ہے اور نقصان دینے کی جڑ بھی یہی بخل ہے۔

تقرر ما نعم الركود وذلك اما في الدنيا وهو قول ملك منهم اعط منفقا خلفا والآخر اللهم اعط ممسكا تلفا وقوله صلى الله عليه وسلم اتقوا الشح فان الشح اهلك من قبلكم الحديث وقوله صلى الله عليه وسلم ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وقوله صلى الله عليه وسلم ان الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار وقوله صلى الله عليه وسلم فان الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها الحديث. **اقول** سره ان دعوة الملأ الاعلى في اصلاح حال بني آدم والرحمة بمن يسعى في اصلاح المدينة او في تهذيب نفسه تنصرف الى هذا المنفق فتورث تلقي علوم للملأ السافل وبني آدم ان يحسنوا اليه ويكون سببا لمحو خطاياه ومعنى يتقبلها ان يتمثل صورة العمل في المثال منسوبة الى صاحبها فتنشبح هنالك بدعوات الملأ الاعلى ورحمته او في الآخرة وهو قوله صلى الله عليه وسلم ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها الا اذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح وقوله صلى الله عليه وسلم مثل له شجاعا اقرع وقوله صلى الله عليه وسلم في الابل والبقر والغنم قريبا من ذلك

سو نقصان دین کے لحاظ سے یہ ہو کہ خدا کا فرشتہ اس شخص کیلئے جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرتا ہے دعا کرتا ہے کہ اللھم اعط الخ یعنی اے پروردگار جو آدمی تیرے رستہ میں خرچ کرتا اسکو اسکے عوض میں اور زیادہ عنایت فرما اور جو آدمی بخل کرتا ہے اسکے لئے وہ فرشتہ بد دعا کرتا ہے کہ اللھم اعط الخ یعنی کہ اے پروردگار بخل کے مال کو ضائع کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا الشح الخ یعنی کنجوسی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ کنجوسی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور نبی ع م نے فرمایا ہے ان الصدقة الخ یعنی صدقہ خدا تعالیٰ کے غضب کو دور کر دیتا ہے اور نبی ع م نے فرمایا ہے ان الصدقة الخ یعنی صدقہ گناہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے (یعنی دور کر دیتا ہے) جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور نبی ع م نے فرمایا ہے فان الله یتقبلها الخ یعنی صدقہ کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے پھر اسکو اسکے دینے والے کیلئے پالتا رہتا ہے (اور تمام حدیث یہ ہے من تصدق الخ جو شخص اپنی حلال کمائی سے ایک چھوہارے کے برابر اللہ تعالیٰ کے رستہ میں صدقہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے تو اس صدقہ کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لیکر قبول فرماتا ہے پھر اسکے دینے والے کیلئے اسکی پرورش کرتا رہتا ہے جیسے کہ تم گھوڑے کے بچے کو پالتے ہو یہاں تک کہ پہاڑ کے مانند ہو جاتا ہے) میں کہتا ہوں کہ ان تمام میں راز یہ ہو کہ فرشتوں کی دعا جو کہ انسانوں کے حال کی اصلاح کیلئے کرتے ہیں اور رحمت خداوندی اس شخص کی طرف متوجہ کرتی ہے جو شہر کی اصلاح اور اپنے نفس کی تہذیب کی اصلاح میں کوشش کرتا ہے پھر ملاء سافل کی جماعت اور بنی آدم کے دلوں میں اسکا الہام ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ احسان کریں اور وہ رحمت اسکے گناہوں کی مغفرت کیلئے سبب بن جاتی ہے اور یتقبلها کے یہ معنی ہیں کہ عالم مثال میں اس عمل کی ایک صورت بنا دی جاتی ہے کہ جس کی نسبت اس شخص کی طرف ہوتی رہتی ہے پھر اس جگہ وہ صورت فرشتوں کی دعا اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے نشو و نما پاتی رہتی ہے اور آخرت کے لحاظ سے اسکا نقصان یہ ہو کہ نبی ع م نے فرمایا ہے ما من صاحب الخ یعنی مسلم شریف میں روایت ہے کہ جو شخص سونے کا مال رکھتا ہو اور اس نے اسکا حق ادا نہیں کیا یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے روز اسکے لئے آگ کے تختے تیار کئے جاتے ہیں اور نبی ع م نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے دنیا میں زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اسکا مال قیامت کے روز گنجا سانپ بنا دیا جائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں اور گائے اور بکریوں کے متعلق بھی اسکے قریب قریب ہی بیان فرمایا ہے۔

۱ سیاتی هذا فی الصفحة الثانية ۱۲ ۲ والحديث بتمامه هكذا من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولا يقبل الله الا الطيب فان الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها كما يربي احدكم فلوه حتى تكون مثل الجبل ۱۲ ۳ اى تم هذه ۴ رواه مسلم في حديث طويل ۱۲

۵ رواه البخاري وقد مر من قبل ۱۲ ۶ اى كما جاء في حديث مسلم ۱۲

اقول السبب الباعث على كون جزاء مانع الزكوة على هذه الصفة شيئان احدهما اصل والثاني كالمؤكد له وذلك انه كما ان الصورة الذهنية تجلب صورة اخرى كسلسلة احاديث النفس الجاذب بعضها بعضا وكما ان حضور صورة متضائفة في الذهن يستدعي حضور صورة متضايف اخر كالبنوة والابوة وكما ان امتلاء اوعية المني به وثوران بخاره في القوى الفكرية يجر النفس لمشاهدة صور النساء في الحلم وكما ان امتلاء الاوعية ببخار ظلماني يجر في النفس صور الاشياء المؤذية الهائلة كالفيل مثلا فكذلك المدارك تقتضي بطبيعتها اذا فيضت قوة مثالية على الصور ان يتمثل بخله بالاموال ظاهرا سابغا وان يجلب ذلك تمثيل ما بخل به وتعانى في حفظه واهتمت قواه الفكرية به ايصالا ظاهرا سابغا مؤلما حسبما جرت سنة الله ان يتألم بها بذلك فمن الذهب والفضة الكي ومن الابل الوطء والعض وعلى هذا القياس والثاني ان الملأ الاعلى علموا ذلك وانعقد فيهم وجوب الزكاة عليهم وتمثل عندهم تأذي النفوس البشرية بها فكان ذلك احد المعدات لفيضان هذه الصورة في موطن الحشر والفرق بين تمثله شجاعا وتمثله صفائح ان الاول فيما يغلب عليه حب المال اجمالا ويتمثل في نفسه

میں کہتا ہوں زکوٰۃ نہ دینے والے کی اس قسم کی سزا ہونے کی دو وجہ ہے ایک تو اصلی سبب ہے اور دوسرا سبب اس کی تاکید کرنے والا ہے اور یہ سبب اسطرح ہے کہ جو صورت ذہن میں پیدا ہو وہ دوسری صورت کو کھینچ لیتی ہے جیسے کہ نفس میں باتوں کے خیال کا سلسلہ ہو پھر اس سے اور خیال پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں یا جس طرح کہ ذہن میں ایک صورت کا تصور حاضر ہو تو یہ تصور دوسری صورت کے تصور کے حاضر کرنے کو مستلزم ہے جیسے بیٹے کا اور باپ کا ہونا، اور چنانچہ منی کے برتنوں کا منی سے بھر جانا اور اسکے بخاروں کا قوی فکریہ میں چڑھ جانا نفس کو اسبات پر ابھار دیتا ہے کہ نیند میں عورتوں کی صورتوں کا مشاہدہ کرے اور جیسے دماغ کے پردوں میں ظلمانی بخاروں کے بھر جانے سے نفس میں ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو کہ تکلیف دینے والی اور خوفناک ہوتی ہیں جیسے ہاتھی کی صورت مثلاً پس اسی طرح جس وقت قوۃ مثالیہ کا فیضان نفس پر ہو جاتا ہے تو مدارک اپنے حقیقت ہبات کے مقتضی ہوتے ہیں کہ اسکی بخل کی صفت کو ظاہر مال کی صورت بنا دیا جاوے پھر یہ صورت اس مال کی صورت کو پیدا کر دے کہ جس کی حفاظت میں انہوں نے رنج اٹھایا ہے اور اسکو خداتعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کیا تھا۔ اور اسکے قوی فکریہ بھی اسکے ساتھ بھر جاتے ہیں اسکے جسم کو ان چیزوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اسی طرح جاری ہے کہ ان لوگوں کو اسی طرح تکلیف پہنچائے۔ سو سونے چاندی سے اس طرح تکلیف دینی مقرر کیگئی ہے۔ کہ انکو گرم کر کے اسکو داغ دیا جاویگا اور اونٹوں سے اسطرح کہ انکو اپنے پاؤں کے نیچے روندیں گے اور کاٹیں گے۔ اور علی ہذا القیاس۔ اور چونکہ فرشتوں کی جماعت کو یہ معلوم تھا کہ انپر زکوٰۃ کا فرض ہونا مقرر ہو چکا ہے اور بوقت عدم ادائے زکوٰۃ کے نفوس بشریہ کی تکلیف کی صورت ان کے پاس متمثل ہو چکی ہے تو اس لیے یہ علم حشر کے میدان میں اس صورت کے فیضان کے سبب ہو جائے گا۔ اور اس مال کی سانپ کی صورت بنانے اور پتروں کی صورت بنانے میں یہ فرق ہے کہ سانپ کی صورت اس شخص کے لئے بنائی جائے گی۔ کہ جس کے دل پر مال کی محبت کا اجمالاً غلبہ ہے تو وہ مال اس

ایک چیز کی

[1] یعنی اس شخص کے ادراک کرنے والے اعضاء ۱۲

صورة مال شيئا واحدا وتمثل حافظها بالنفس تطوق وتأذى النفس به بسم الحية
بالغة في السم اقصى الغايات وتتأذى في قلب عليه حب من هو بين يديه حيا فها
يتفانى في حفظها وعملت قواه الفكرية بصورها فتمثل تلك الصور كاسلة تامة مؤلمة
قوله صلى الله عليه وسلم السخي قريب من الله قريب من الجنة قريب من الناس بعيد من النار و
البخيل بعيد من الله بعيد من الجنة بعيد من الناس قريب من النار ولجاهل سخي احب
الى الله من عابد بخيل **اقول** قربه من الله كونه مستعد المعرفته وكشف الحجاب عنه
وقربه من الجنة ان يكون مستعدا طرح الهيآت الخسيسة التي تنافي الملكية فتكون البهيمية
غاسلة هابلون الملكية وقربه من الناس ان يحبوه ولا ينافسوه لان اصل منافستهم
الشح وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الشح اهلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا
دماءهم واستحلوا محارمهم وانما كان الجاهل السخي احب من العابد البخيل لان طبيعة
اذا سمحت بشئ كان اثرها اوفر مما يكون بالعسر -
قوله صلى الله عليه وسلم مثل البخيل والمتصدق كمثل رجلين عليهما

صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور اسکے دل کے اندر لگے رہنے کی وجہ سے ایک طوق کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اس کے دل کو
ایسی تکلیف پہنچے گی جیسے کہ بڑے سخت زہر دار سانپ کے ڈسنے سے تکلیف پہنچتی ہے اور ان کی صورت اس شخص
کے لیے جو ہر وقت اس کے دل میں ہو وہ بعینہ زہر اور دنیا کی محبت غالب ہے اور انکی حفاظت میں تکلیف اٹھاتا
رہا ہے اور قوی فکریہ انکی صورت کے ساتھ بھرے رہتے تھے تو یہ صورتیں کامل صورتوں کی شکل میں ظاہر ہوکر
تکلیف دینے کا سبب ہونگی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے السخی قریب من اللہ الخ یعنی سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے
قریب ہے اور جنت اور لوگوں کے بھی قریب ہے اور دوزخ کی آگ سے دور ہے اور بخیل آدمی اللہ تعالیٰ اور
جنت سے دور ہے اور لوگوں سے بھی دور ہے اور دوزخ کی آگ کے نزدیک ہے اور اللہ تعالیٰ کو جاہل
سخی عابد بخیل سے زیادہ پیارا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی
معرفت حاصل کرنے اور نفسانی پردوں کی دور کرنے کی استعداد اور طاقت رکھتا ہے اور جنت کے نزدیک ہونے کا
یہ مطلب ہے کہ وہ شخص خصائل رذیلہ کو دور کرکے جو کہ قوت ملکیہ کے منافی ہیں ایسی طاقت پیدا کرے کہ قوت
بہیمیہ کو باوجود اسباب کے یہ قوت ان صفات کاملہ سے قوت ملکیہ کے رنگ میں رنگ دے۔ اور لوگوں
کے قریب ہونے سے یہ مراد ہے کہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس سے حسد نہیں کرتے کیونکہ جھگڑے وغیرہ
کی بنیاد بخل ہی ہے۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان الشح اہلک من کان الخ
یعنی اس بخل ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے اس بخل نے ہی ان کو اس پر آمادہ کیا کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل
کر دیا اور انہوں نے ایک دوسرے کے محارم کو حلال سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل سخی عابد بخیل
سے اس واسطے پیارا ہے کہ جس وقت انسان کی طبیعت اپنے ارادہ سے کچھ چیز اللہ تعالیٰ کے راستہ میں
خرچ کرے تو اس میں بڑا اثر ہوتا ہے بہ نسبت اس طبیعت کے جبر خرچ کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جائے۔
اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مثل البخیل والمتصدق الخ یعنے بخیل اور
صدقہ دینے والے کا حال ان دو شخصوں کے حال کی طرح ہے کہ جنہوں نے لوہے کی

جنتان[1] الحديث **أقول** فيه إشارة إلى حقيقة الإنفاق والإمساك ووجههما أن الإنسان إذا خطرت بباله مقتضيات الإنفاق وأراد أن يفعله يحصل له إن كان سخي النفس سمحها انشراح روحاني وصولة على المال ويتمثل المال بين يديه حقيرا ذليلا ويكون نقصه عنده هينا بل يستريح بذلك وتلك الخصلة هي العمدة في نقض النفس علاقاتها بالهيئات الخسيسة البهيمية المنطبعة فيها وإن كان شحيحا غاصت نفسه في حب المال ويتمثل بين عينيه حسنه وملك عليه فلم يستطع منه محيصا وتلك الخصلة هي العمدة في لجاج النفس بالهيئات الدنية واشتباكها بها ومن هذا التحقيق ينبغي أن تعلم معنى قوله صلى الله عليه وسلم لا يدخل الجنة خب ولا بخيل ولا منان وقوله صلى الله عليه وسلم لا يجتمع الشح والإيمان في قلب عبد أبدا قوله صلى الله عليه وسلم للجنة أبواب ثمانية فمن كان من أهل الصلوة الحديث[2] **أقول** اعلم أن الجنة حقيقتها راحة النفس بما يترشح عليها من فوقها من الرضا والموافقة والطمأنينة وهو قوله تعالى ففي رحمة الله هم فيها خالدون

وہ زرہ پہنی ہوئی ہیں اور سینے دونوں ہاتھ پستان اور ہنسلیوں کی طرف سکڑے ہوئے ہیں۔ پس جب صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کی کڑیاں اور تنگ ہو جاتی ہیں الخ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں سخاوت اور بخل کی حقیقت اور ان کے روح کی طرف اشارہ ہے یہ اس طرح ہے کہ جس وقت انسان کو خرچ کرنے کے اسباب گھیر لیتے ہیں اور خرچ کرنے کا ارادہ بھی کرتا ہے تو اگر وہ آدمی سخی اور دلیر ہے تو اس کو روحانی انکشاف اور دل کے خرچ کرنے پر سرور حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مال اس کے سامنے ذلیل اور حقیر ہو جاتا ہے تو اس کا چھوڑنا اس پر آسان ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے چھوڑنے سے ایک قسم کی اس کو راحت ہوتی ہے اور یہی ایک عمدہ خصلت ہے کہ نفس کو ان تعلقات سے چھڑا سکتی ہے جو کہ قوت بہیمیہ کے صفات رذیلہ کے ساتھ نفس کو تعلق ہے اور نفس کو جو قوت بہیمیہ کے صفات رذیلہ کے ساتھ تعلقات ہیں اور وہ صفات اس کے اندر منقش بھی ہو چکے ہیں تو نفس کو ان تعلقات سے چھڑانے کے لئے یہی ایک اعلیٰ خصلت ہے اور اگر وہ آدمی بخیل ہے تو اس کا دل مال کی محبت میں غرق ہو جاتا ہے اور اس کے سامنے ایک عمدہ صورت بن کر متمثل ہوتا ہے اور اس کے دل کو دبا لیتا ہے تو اس وقت وہ شخص اس سے چھوٹ نہیں سکتا اور یہ خصلت نفس کو صفات دنیہ سے دخل کرنے اور ان کی طرف الجھانے کے لئے بڑا قوی سبب ہے اور اس تحقیق ما قبل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول لا يدخل الجنة خب الخ یعنی جنت میں نہ چغل خور اور نہ بخیل اور نہ احسان جتانے والا داخل ہوگا۔ کے معنے سمجھ لینے چاہئیں۔ اور نیز اس فرمان کے معنی بھی لا يجتمع الشح والإيمان في قلب عبد أبدا یعنی کسی بندے کے دل میں ایمان اور بخل کبھی بھی جمع نہ ہوگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے للجنة أبواب ثمانية الخ یعنی جنت کے آٹھ دروازے ہیں جو نمازی ہوگا تو وہ باب صلوٰۃ سے بلایا جائیگا۔ اور جو مجاہد ہے وہ باب جہاد سے پکارا جائیگا الخ میں کہتا ہوں کہ جاننا چاہیے کہ جنت حقیقت میں اس راحت کا نام ہے جو کہ نفس کو عالم بالا سے رضامندی خدا تعالیٰ اور موافقت اور تسلی کے نزول ہونے کے وقت راحت کا فیضان ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ففي رحمة الله الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہمیشہ داخل رہیں گے۔

[1] أي ... [illegible] جنتان من حديد قد اضطرت أيديهما إلى ثديهما وتراقيهما فجعل المتصدق كلما تصدق بصدقة انبسطت عنه وجعل البخيل كلما هم بصدقة قلصت وأخذت كل حلقة بمكانها ١٢ [illegible] أي ضاع نمام ١٢ [2] تمامه دعي من باب الصلوة ومن كان من أهل الجهاد دعي من باب الجهاد ومن كان من أهل الصدقة دعي من باب الصدقة ومن كان من أهل الصيام دعي من باب الريان ١٢

وقوله تعالى في حقّ هؤلاء اولئك عليهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعين خالدين فيها وطريق خروج النفس اليها من ظلمات البهيمية انما يكون من الخلق الذي جبلت النفس على ظهور الملكية فيه وانقهار البهيمية فمن النفوس من تكون مجبولة على قوة ملكية في خلق الخشوع والتنظف ومن خاصيتها ان تكون ذات حظ عظيم من الصلوة او في خلق السماحة ومن خاصيتها ان تكون ذات حظ عظيم من الصدقات والعفو عن ظلم وخفض الجناح للمؤمنين مع كبر النفس او في خلق الشجاعة فينفث تدبير الحق لاصلاح عباده فيه فيكون اول ما يقبل النفث منه هو شيء عنه فتكون ذات حظ عظيم من الجهاد او يكون من ان النفس المتجاذبة فيه لدى ما الالهام وتجربة على نفسها ان كسر البهيمية بالصوم والاعتكاف منقذ لها من ظلماتها فيتلقى ذلك بجمع قبول واجتهاد من صميم قلبه فيما زى جزاء وهذه هي الابواب التي صرح بها النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الحديث ويشبه ان يكون منها باب العلماء الراسخين وباب اهل البلايا والمصائب والفقر وباب العدالة وهو قوله صلى الله عليه وسلم في سبعة يظلهم الله في ظله امام عادل ويشبه ان يكون عظيم السعي في التاليف بين الناس وباب التوكل وترك الطيرة وفي كل باب من هذه الابواب احاديث كثيرة مشهورة وبالجملة فهذه اعظم ابواب خروج النفس الى رحمة الله ووجب في حكمة الله ان يكون للجنة التي خلقها الله لعباده ايضا ثمانية ابواب بازائها

اور ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اولئک الخ یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت برستی ہے اور وہ لوگ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ اور اس کی طرف نکلنے کا طریقہ حیوانی اندھیروں سے خروج صرف اسی پیدائش کے ذریعہ ہوتا ہے جس پر نفس پیدا کیا گیا ہے یعنے ملکیت کے ظہور اور حیوانی اخلاق سے دوری اور بعض نفس قوت ملکیہ پر ہی پیدا کئے جاتے ہیں خشوع پیدا ہونے میں۔ اس کی خاصیت سے یہ ہے کہ بڑی ذات ہو نماز سے یا سخاوت کی پیدائش پر اور اس کی خاصیت سے ہے کہ صدقات ہوں اور ظلم کی معافی اور مومنوں سے نرمی و عاجزی کا برتاؤ مع نفس کی بڑائی کے یا شجاعت کی پیدائش میں جب حق کی تدبیر بندوں کی اصلاح پر ہوتی ہے سب سے اول جو چیز اس سے کمال حاصل کرتی ہے وہ شجاعت ہے جو بڑی چیز ہوتی جہاد سے یا جذب کنندہ نفوس سے ہوگی جیسے الہام یا تجربہ راہ نمائی کریگا کہ حیوانی اخلاق روزہ سے سید ھے ہوتے ہیں اور اعتکاف اندھیروں سے اسے چھڑانے والا ہے جو مقبول ہو جاتا ہے اور پختہ دل سے جس پر پوری ایمانی جزا دی جاتی ہے۔ انہی ابواب کی حضور نے اس حدیث میں تصریح کی ہے۔ اور اسی کے مشابہ ہے کہ اس سے ہو پکے علماء کا باب بھی اور بیماروں و مصیبت والوں کا اور فقر اور عدالت کا باب کہ حضور کا ارشاد ہے سات بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں رکھیں گے ایک شاہ عادل جس کی یہ عادت ہے کہ لوگوں کو باہم ملانے میں بہت کوشش کرے۔ اور توکل اور بدفال کے ترک کا باب اور ہر باب میں ان میں احادیث ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ یہ سب رحمت الٰہی کی طرف نفس کے نزدیک کرنے کا باعث ہے اور الٰہی حکمت میں واجب ہے کہ جنت کے بھی جو جنتیوں کے لئے بنائی آٹھ دروازے ہوں ان کے مقابلہ میں۔

والكمل من السابقين يفتح عليهم الاحسان من بابين وثلاثة واربعة فيدعون يوم القيامة منها وقد وعد بذلك ابوبكر الصديق رضي الله عنه ومعنى قوله صلى الله عليه وسلم من انفق زوجين[1] انه يدعى من بعض ابوابها انما خصه بالذكر زيادة لاهتمامه ؛

مقادير الزكوة

قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس فيما دون خمسة اوسق من التمر صدقة وليس فيما دون خمس اواق[2] من الورق صدقة وليس فيما دون خمس ذود من الابل صدقة **اقول** انما قدر من الحب والتمر خمسة اوسق لانها تكفي اقل اهل بيت الى سنة وذلك لان اقل البيت الزوج والزوجة وثالث خادم او ولد بينهما وما يضاهي ذلك من اقل البيوت وغالب قوت الانسان رطل او مد من الطعام فاذا اكل كل واحد من هؤلاء ذلك المقدار كفاهم لسنة وبقيت بقية لنوائبهم او ادامهم وانما قدر من الورق خمس اواق لانها مقدار يكفي اقل اهل بيت سنة كاملة اذا كانت الاسعار موافقة في اكثر الاقطار

اور کامل سابقین پر احسان کے دو اور تین اور چار دروازے کھولے جائیں گے جن سے انہیں پکارا جائیگا قیامت کے دن بعض ان میں سے جو ابوبکر رضی سے وعدہ کیا گیا۔ آخر حدیث میں جو ہی تذکرہ ہے اور حضور علیہ السلام کے اس قول کا مطلب من انفق زوجین الخ جو گذشتہ حدیث کا سرا ہے اُس تمام حدیث یہ ہے کہ جو آدمی تمام کام کرے تو جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائیگا کہ بعض دروازوں سے بلایا جائیگا لے صرف زیادہ وشاندار ہونے کے باعث خاص کیا ہے۔

زکوۃ کی مقدار کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیس فیما دون خمسۃ اوسق الخ یعنے اگر کھجوریں پانچ وسق سے کم ہوں تو ان میں زکوۃ نہیں ہے اور جو چاندی پانچ اوقیہ سے کم ہوں تو اس میں بھی زکوۃ نہیں ہے۔ اور اگر پانچ اونٹوں سے کم ہوں تو ان پر بھی زکوۃ نہیں ہے میں کہتا ہوں۔ کہ غلہ اور کھجوروں میں پانچ وسق کی مقدار اسواسطے مقرر کیگئی ہے۔ کہ یہ مقدار ایک سال کے لئے چھوٹے کنبے والے کے واسطے کافی ہے اور یہ اسواسطے کہ ایک گھر میں کم سے کم ایک مرد اور ایک اسکی بیوی اور ایک خادم یا انکا ایک بچہ ہوتا ہے اور جو اسکے قریب ہو وہ بھی چھوٹے کنبے میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور غالب ایک آدمی کی ایک دن میں خوراک ایک رطل یا ایک مد ہوتی ہے پس جسوقت اس مقدار کے لحاظ سے اس کنبے کے ہر ایک آدمی نے خوراک کھائی تو ان سب کے لئے ایک سال تک کافی ہے اور کچھ حصہ ان کے وقت بے وقت کے کھانے کے لئے اور ناشتے کے لئے بھی باقی رہجاتا ہے اور چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ اسواسطے مقرر کی گئی ہیں کہ یہ ایسی مقدار ہے چھوٹے کنبے والوں کے لئے ایک پورے سال تک کافی ہے جس وقت کہ اکثر ملکوں میں غلہ کا نرخ ایک دوسرے کے قریب ہو

[1] له في آخر الحديث الذي مر من قبل ۱۲

[1] هو اول الحديث الذي مر انه او تمام من شئ من الاشياء في سبيل الله دعي من ابواب الجنة ۱۲

[2] اواق جمع اوقية وهي اربعون درهما وهي اوقية الحجاز واهل مكة. واوسق جمع وسق وهي ستون صاعا والصاع اربعة امداد والمد رطل وثلث رطل والذود من الابل مابين اثنين الى تسع وقيل مابين الثلاث الى عشر ۱۲

واستقریء عادات البلاد المعتدلة فی الرخص والغلاء تجد ذلک وانما قدر من الابل خمس ذود وجعل زکوتہا شاة وان کان الاصل ان لا تؤخذ الزکوة الا من جنس المال وان یجعل النصاب عدداً له بال لان الابل اعظم المواشی جثة واکثرها فائدة یمکن ان تذبح وترکب وتحلب ویطلب منها النسل ویستدفأ باوبارها وجلودها وکان بعضهم یقتنی نجائب قلیلة تکفی کفایة الصرمة وکان البعیر یسوی فی ذلک الزمان بعشر شیاه وبثمان شیاه واثنتی عشرة شاة کما ورد فی کثیر من الاحادیث فجعل خمس ذود فی حکم ادنی نصاب من الغنم وجعل فیها شاة۔ قوله صلی الله علیه وسلم لیس علی المسلم صدقة فی عبده ولا فی فرسه[1] اقول ذلک لانه لم تجر العادة باقتناء الرقیق للتناسل وکذا الخیل فی کثیر من الاقالیم لا تکثر کثرة یعتد بها فی جنب الانعام فلم یکونا من الاموال النامیة لهم الا باعتبار التجارة وقد استفاض من روایة ابی بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعلی ابن ابی طالب وابن مسعود وعمرو بن حزم وغیرهم بل صار متواترا بین المسلمین ان زکوة الابل فی کل خمس شاة

اور ان شہروں کی عادات تلاش کی جائیں جو کہ ارزانی اور گرانی میں معتدل ہیں تو یہ بھی طرح سمجھ میں آ جائیگا اور اونٹوں کی مقدار پانچ مقرر کی گئی ہے اور ان کی زکوۃ میں ایک بکری واجب کی گئی ہے اگرچہ یہ چاہیے کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم کی زکوۃ لی جائے اور یہ کہ زکوۃ کا نصاب ایک معتدبہ مقدار مقرر کیا جائے یہ اس لئے ہے کہ اونٹ تمام حیوانوں میں عظیم جثے والا ہے اور بڑا نفع پہنچاتا ہے کہ اسکو ذبح کرکے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور سواری کے کام بھی آسکتا ہے اور دودھ کے کام بھی آسکتا ہے اور اس سے نسل بھی حاصل ہو سکتی ہے اور اسکے چمڑے اور بال سے بھی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور بعض لوگ تھوڑی سی اونٹنیاں پال لیتے تھے اور ان سے اتنا کام لیتے تھے جیسے کہ اونٹوں کی ایک جماعت سے کام لیا جاتا ہے اور اس زمانہ میں ایک اونٹ دس یا آٹھ یا بارہ بکریوں کے برابر سمجھا جاتا تھا جیسے کہ بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے پس پانچ اونٹوں کو بکریوں کے کم درجہ کے نصاب کے حکم میں قرار دیا ہے اور ان میں ایک بکری مقرر کی گئی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لیس علی المسلم صدقة الخ یعنی کسی مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ غلاموں کو اس لئے پالنا کہ انکی نسل بڑھ جائے عرب میں یہ عادت جاری نہیں تھی۔ اور اسی طرح گھوڑوں کی اکثر ملکوں میں اس طرح کثرت نہیں ہوتی تھی کہ ان کا باقی حیوانوں کی طرح اعتبار کیا جائے۔ تو یہ دونوں قسمیں بڑھنے والے مالوں سے نہ شمار کئے گئے اور اگر تجارت کے لئے پالے گئے تو اسوقت انپر زکوۃ لازم آئے گی۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ اور حضرت عمرو بن حزم وغیرہم کے روایات سے ثابت ہوتا ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے پے در پے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری لازم آتی ہے پچیس ۲۵ تک۔

---

[1] کما رواه البخاری عن انس رضی الله تعالی عنه فی حدیث طویل ۱۲

فاذا بلغت خمسا وعشرين الى خمس وثلاثين ففيها بنت مخاض[1] فاذا بلغت ستا وثلاثين الى خمس واربعين ففيها بنت لبون واذا بلغت ستا واربعين الى ستين ففيها حقة فاذا بلغت واحدة وستين الى خمس وسبعين ففيها جذعة فاذا بلغت ستا وسبعين الى تسعين ففيها بنتا لبون فاذا بلغت احدى وتسعين الى عشرين ومائة ففيها حقتان فاذا زادت على عشرين ومائة ففي كل اربعين بنت لبون وفي كل خمسين حقة **اقول** الاصل في ذلك انه اراد توزيع النوق على الصرم فجعل الناقة الصغيرة للصرمة الصغيرة والكبيرة للكبيرة رعاية للانصاف ووجد الصرمة لا تطلق في عرفهم الا على اكثر من عشرين فضبط بخمس وعشرين ثم جعل في كل عشرة زيادة سن من الاسنان المرغوب فيها عند العرب غاية الرغبة فجعل زيادتها في كل خمسة عشر وقد استفاض من ايام ايضاً في زكوة الغنم انه اذا كانت اربعين الى عشرين ومائة ففيها شاة فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين ففيها شاتان فاذا زادت على مائتين الى ثلثمائة ففيها ثلاث شياة فاذا زادت على ثلاث مائة ففي كل مائة شاة اقول. الاصل فيه ان قلة من الشاة تكون كثيرة وقلة منها تكون قليلة والاختلاف فيها يتفاحش لانها يسهل اقتناؤها وكل يقتني بحسب التيسير فضبط النبي صلى الله عليه وسلم

اور پچیس سے لیکر پینتیس تک ایک بنت مخاض واجب ہے (یہ اونٹنی کا دو سالہ بچہ ہے) اور چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون واجب ہے (یہ اونٹنی کا بچہ جو تیسرے برس میں داخل ہو) اور جس وقت چھیالیس کو پہنچ جائیں تو اس سے لیکر ساٹھ تک ایک حقہ واجب ہے (یہ وہ اونٹ ہے جو چوتھے برس میں داخل ہو) جب اکسٹھ ہو جائیں تو اس سے لے کر پچھتر تک ایک جذعہ واجب ہے (یہ وہ اونٹ ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو) اور جب چھہتر ہو جائیں تو نوے تک دو بنت لبون واجب ہیں۔ اور جب اکانوے ہو جاویں تو ایک سو بیس تک دو حقے واجب ہیں۔ اور جب ایک سو بیس پر اور زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ واجب ہوگا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اصل اس میں یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اونٹنیوں کو اونٹوں کے گلہ پر تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو چھوٹی اونٹنی کو چھوٹے گلے کے لئے اور بڑی اونٹنی کو بڑے گلے کے لئے مقرر فرمایا۔ تاکہ انصاف کی رعایت ہو جائے اور عرب کی عرف میں صرمہ کا (یعنی گلہ کا) لفظ بیس سے زیادہ پر بولا جاتا تھا تو اس لئے پچیس پر حکم منضبط ہو چکا پھر ہر دہاکہ پر عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ عمر کا زیادہ ہونا عرب کے نزدیک بڑا مرغوب ہے تو زیادتی کا لحاظ ہر پندرہ میں کیا گیا۔ اور نیز صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ان میں ایک بکری واجب ہے۔ ایک سو بیس تک جب اس پر ایک ہی زیادہ ہو جائے دو سو تک تو دو بکریاں واجب ہوں گی اور جب اس پر زیادہ ہو جائیں۔ تین سو تک تو تین بکریاں زکوۃ میں دینی واجب ہیں۔

اور جب تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سو میں ایک بکری ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اصل اس میں یہ ہے کہ کبھی بکریوں کا گلہ بہت بھی ہوتا ہے اور کبھی انکا گلہ تھوڑا بھی ہوتا ہے اور ان میں بہت فرق واقع ہو سکتا ہے کیونکہ انکا پالنا آسان ہے اور ہر ایک آدمی اپنی طاقت کے مقدار پال سکتا ہے تو اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] هي التي دخلت في السنة الثانية وبنت اللبون هي التي طعنت في الثالثة والحقة هي التي طعنت في الرابعة والجذعة هي الطاعنة في الخامسة ١٢

بل ثلثة بأربعين وعظم ثلثه بثلاث رعيات فجعل في كل ثلاثين تبيع في الحساب وصح من حديث معاذ رضي الله عنه في البقر في كل ثلاثين تبيع وتبيعة وفي كل أربعين مسن ومسنة وذلك لأنها متوسطة بين الإبل والغنم فروعي فيها شبههما وشذ عن بعض. أن زكوة الرقة ربع العشر فإن لم تكن إلا تسعين ومائة فليس فيها شيء وذلك لأن تكون النصاب المال مضروب يتعامل به مقدار يكثير منها من حق زكوته أن تكون أخف الزكوات والذهب محمول على الفضة وكان في ذلك الزمان صرف دينار بعشرة دراهم فصار نصابه عشرين مثقالا وفيما سقت السماء والعيون أو كان عثريا العشر وما سقي بالنضح نصف العشر لأن التي هو أقل تعبا وأكثر ريعا أحق بزيادة الضريبة والتي هو أكثر تعبا وأقل ريعا أحق بتخفيفها. قوله صلى الله عليه وسلم في الخرص دعوا الثلث فإن لم تدعوا الثلث فدعوا الربع **أقول** السر في مشروعية الخرص دفع التجني عن [illegible]

ہوئے لگتا ... کے ساتھ مقرر فرمایا ہے ... اسکے بیس گنا زیادہ کے ساتھ مقرر فرمایا ہے پھر ساٹھ کی ... کے لئے ہر سو میں ایک بکری مقرر فرمادی ہے اور گائے کی زکوۃ کے بارے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ جس وقت گائے بیل تیس ہو جائیں تو ایک تبیع یا تبیعہ یعنے ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکوۃ میں دینی واجب ہے، اور پھر ہر چالیس میں ایک مسنہ یا مسن یعنے دو سال کی بچھی یا بچھڑا دینا واجب ہے یہ اس لئے کہ گائے بیل کی جنس اونٹ اور بکری کے درمیان میں واقع ہیں تو اس سے ان میں دونوں مشابہتوں کا لحاظ کیا گیا ہے اور نیز یہ بھی حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کی زکوۃ میں چالیسواں حصہ دینا پڑتا ہے اور اگر فقط ایک سو نوے درہم چاندی ہو تو پھر زکوۃ واجب نہیں ہے یہ اسلئے کہ سونے چاندی کا مال تمام مالوں سے زیادہ تر ہے اگر کثیر مقدار کے خرچ کرنے کا حکم کیا جاتا تو لوگوں کو نقصان اور ضرر پہنچتا پس اس کے حق کے لئے یہ مناسب ہوا کہ تمام قسم کے مالوں سے اس میں زکوۃ کم مقرر کی جائے اور سونا چاندی پر محمول ہے۔ اور اس زمانہ میں ایک دینار کو دس درہم کے عوض میں توڑا یا جاتا تھا تو اس سے اسکا نصاب بیس مثقال مقرر کیا گیا (اور ایک مثقال ۴ ماشہ کا ہوتا ہے) اور جن اناجوں کو آسمان کے پانی یا چشمے کے پانی سے ... یا عشری ہے تو ان میں دسواں حصہ زکوۃ دینی واجب ہے اور جن کو ڈول سے پانی دیا جاتا ہے ان میں بیسواں حصہ زکوۃ میں دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ جن اناجوں میں مشقت تھوڑی کرنی پڑے اور پیداوار زیادہ ہو تو ان میں یہ سزاوار ہے کہ ان کا لگان زیادہ ہو اور جس میں مشقت بہت کرنی پڑے اور پیداوار کم ہو تو اسکے لگان میں تخفیف کرنی مناسب ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں اور کھجوروں کے اندازہ کرنے کے متعلق فرمایا ہے دعو الثلث الخ یعنے جو انگوروں اور کھجوروں کے درختوں پر پھل ہے اسکا تیسرا حصہ چھوڑ دو اور اگر تیسرا حصہ نہ چھوڑو تو چوتھا حصہ ہی چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ راز ہے کہ اہل زراعت کی حیف دور کرنے کے لئے اپنے پھلوں کے اندازہ مقرر کرنے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ بھی کچے اور بھی پکے پھلوں کے کھانیکا ارادہ کرتے تھے۔

لہ ... عليه السنة ودخل في الثانية ... ما مضى عليه حولان ودخل في الثالثة ... الرقة الفضة ١٢

لہ ... ومائتي درهم ... النضح ... الغفة ... الخرص في الكرم والنخل ... عليهما [illegible]

عن المحتاجين لا يخص بعضهم ان يقطع عن اهله لانه يسق الاعم وما كان اخفى من ذلك بمنزلة الزكوة من حيث النحو ... لم يعرف ... بحد ... لكونه ... القيمة فوجب ان يحمل على زكاة النقد وفي الركاز الخمس لانه يشبه الغنيمة من وجه ويشبه بها ان تجمعت زكوته خمسا، وفرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين وفي رواية او صاعا من اقط او صاعا من زبيب وانما قدر بصاع لانه يشبع اهل بيت فعنده غنية معتد بها للفقير ولا يتضرر الانسان بانفاق هذا القدر غالبا وجعل في بعض الروايات نصف صاع من قمح على صاع من شعير لانه كان غاليا في ذلك الزمان لا ياكله الا اهل التنعم ولم يكن من ماكل المساكين قاله زيد بن ارقم في قصة السرقة وقال علي رضي الله عنه اذا وسع الله عليكم فاوسعوا ... ووقت بعيد الفطر ... فاراد ان يكون من شعائر الله وان فيها طهرة للصائمين وتكميلا لصومهم بمنزلة السنن الرواتب في الصلوة ؛

وهل في الحلي زكوة الاحاديث فيه متعارضة واطلاق الكنز عليه بعيد ومعنى الكنز حاصل والخروج من الاختلاف احوط۔

اور نرمد ... حصول کرنے والوں ... تخفیف ... پوشیدہ ہوں ... کی حفاظت کرنی بڑی مشکل ہے اور چونکہ اندر ... کی ... کا احتمال ہے اور زکوٰۃ کے حق میں ... اسمیں تخفیف کا ... کیجائے۔ تو اسلئے آپ نے تیسرے حصے یا چوتھے حصے کے چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور جو چیز کہ کسی چیز کے لئے تبع کیجی ... اسکا تخمینہ بغیر قیمت کے نہیں معلوم ہوتا تو واجب ہوا کہ اسکو سونے چاندی کی زکوٰۃ پر محمول کیا جائے ... اگر دفن کیا ہوا مال ملجائے تو اس میں پانچواں حصہ ہے کیونکہ ایک وجہ سے اسکو مال غنیمت کے ساتھ مشابہت ہے اور ایک وجہ سے مال ... میں داخل ہے تو ... اس میں پانچواں حصہ واجب ہوا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد اور عورت اور حر اور غلام اور چھوٹے اور بڑے پر صدقہ فطر کے کھجوروں یا جو کی ایک صاع مقرر فرمائی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک صاع اقط ہے، اور یا ایک صاع منقے کی دیجائے اور ہر آدمی کے ذمہ ایک صاع ... لئے مقرر کیا گیا ہے کہ ایک صاع ایک گھر کے آدمیوں کی خوراک کیلئے کافی ہوسکتا ہے تو اس میں فقیر کی اچھی طرح غرض پوری ہوجاتی ہے اور غالب یہ بات ہے کہ اسقدر خرچ کرنے سے کسی آدمی کو ضرر بھی نہیں پہنچتا۔ اور بعض روایات میں گندم کے نصف صاع کو جو کہ ایک صاع کے عوض میں مقرر فرمایا ہے اسلئے کہ ... زمانہ میں گیہوں مہنگی ہوتی تھی امیر لوگ ... کھاتے تھے اور مساکین آدمی اسکو خرید کر نہیں کھاسکتے تھے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرقہ کے قصہ میں اسکا بیان فرمایا ہے اور پھر علی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اذا وسع اللہ فوسعوا یعنے جسوقت اللہ تعالیٰ تمپر رزق کی کشادگی کرے تو تم بھی کشادگی کرو اور اس صدقہ کو عید الفطر کے ساتھ چند امور کی وجہ سے مقرر فرمایا ہے ایک یہ ہے کہ صدقہ کیوجہ سے عید الفطر کا شعائر الٰہی میں ہونا ثابت ہوجائے دوسرے یہ ہے اس صدقہ کیوجہ سے روزہ داروں کے گناہ دور ہوتے ہیں اور ان کے روزے درجہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسے کہ نماز فرائض کے لئے سنت موکدہ کا مقرر کرنا۔

اور زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق مختلف حدیثیں مروی ہیں اور کنز کا اسپر اطلاق بعید ہے لیکن ... کنز کے معنی حاصل ہیں اور بہتر یہ ہے کہ زیور کی زکوٰۃ ادا کرے اس اختلاف سے علیحدہ ہوجانا چاہیے۔

لطف بادا ... ۱۲

المصارف

اعلم أن في مصارف البلاد نوعين منها ما ... لا يساكنهم أحد من سائر الملل ومن حقها أن تخلف ... جمع رجال ونصب قتال وكثيرا ما يخرج منها من بين ... مسترزقة ... صديق لما وعد الله من أجر المحسنين وبه كفاف في ... ونحو من مثل ذلك وسهامها فيه جماعات ... ومن حقها ... وفيها ذلك قوله تعالى أشداء على الكفار رحماء بينهم وهي محتاجة إلى جنود كثيرة و... قوية ونحو ذلك أن يعطى كل عامل ... ويكون معيشته في بيت المال فجعل النبي صلى الله عليه وسلم لكل من هذين سنة وجعل الجباية بحسب المصارف وسيأتي مباحث الغنائم في كتاب الجهاد وسائر ... الخاصة بالمسلمين ... مختص فيها ... نوعين من المصرف نوع هو المال الذي زال عنه يد ... كتركة الميت لا وارث له وضوال من البهائم لا مالك لها ... أخذها أعوان بيت المال وعرفت فلم يعرف من هي وأمثال ذلك ومن حقها أن تصرف إلى المنافع المشتركة مما ليس في تمليك أحد ...

جن لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے اُن کا بیان

مصارف میں یہ ہے کہ شہر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو ایسے شہر ہوتے ہیں کہ جن میں خالص مسلمان ہی ہوتے ہیں اور باقی ملتوں کا کوئی آدمی بھی ان کے ساتھ مخلوط نہیں ہوتا اور ایسے شہروں کا حق ہے کہ ... جائے ایسے کہ ایسے شہروں کو لوگوں کے جمع کرنے اور جہاد کے لیے قائم کرنے کی حاجت نہیں ہوتی اور بہت مرتبہ یہ واقع ہوتے جاتے ہیں کہ ایسے شہروں میں بہت آدمی موجود ہوتے ہیں کہ مشترکہ کام کے کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں جن سے شہر کو حق پہنچتا ہے اور ثواب کی تصدیق کے لیے جس کا اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کے لیے وعدہ فرمایا ہے اور ان لوگوں کے خرچ اخراج کے لیے ... کافی ہوتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کی بڑی جماعت میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں اور بعض ایسے شہر ہوتے ہیں کہ جن میں ... کے لوگ موجود ہوتے ہیں تو ان کے حق میں یہ مناسب ہے کہ ... کیا جائے اس کا ثبوت اس آیت شریف سے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (یعنے وہ لوگ کفار پر سختی کرنے والے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں) تو ایسے شہروں کو بڑے لشکر اور قوی ... کی حاجت ہے اور نیز ایسے لوگوں کے مقرر کرنے کی بھی حاجت ہے جو ایسے کام کریں کہ اس شہر کو ان سے نفع پہنچے اور ان کے خرچ اخراج کا کفیل بیت المال ہو تو اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شہروں کے لیے علیحدہ علیحدہ طریقہ جاری فرمایا ہے اور مصارف کے لحاظ سے ... مقرر فرمایا ہے اور دوسری قسم کے شہروں کا بیان باب الجہاد میں عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا اور جن شہروں میں فقط مسلمان ہی رہتے ہیں ان میں سے جو مال عمدہ حاصل ہوتے وہ دو قسم پر ہے بمقابلہ مصارف کے ایک تو وہ مال ہے کہ جو مالک کے ہاتھ سے خارج ہو گیا ہو جیسے میت کا ترکہ کہ اسکا وارث کوئی بھی نہ ہو اور وہ حیوان کہ مالک سے گم ہو گیا ہو اور اسکے مالک کا پتہ بالکل نہ لگتا ہو اور کوئی لقطہ کہ بیت المال کے اہلکاروں کو ملا ہو اور اسکو مشہور بھی کیا گیا ہو مگر پھر بھی اسکے مالک کا کوئی پتہ نہ ملا ہو اور اور مال جو انکی مثل ہوں اور ایسے اموال کو مناسب ہے کہ انکو ایسی جگہ خرچ کیا جائے کہ جس سے عام لوگ منافع حاصل کریں ... کسی کی ملکیت ... ہو جیسے نہروں کے کھدوانے

وبناء القناطر والمساجد وحفر الآبار والعيون وأمثال ذلك ونوع هو صدقات المسلمين جمعت في بيت المال ومصرفه ما فيه تمليك لأحد وفي ذلك قوله تعالى إنما الصدقات للفقراء والمساكين الآية والجملة في ذلك أن الحاجات من هذا النوع وإن كانت كثيرة جدا لكن العمدة فيها ثلاثة المحتاجون وضبطهم الشارع بالفقراء والمساكين وابناء السبيل والغارمين في مصلحة أنفسهم والحفظة وضبطهم بالغزاة والعاملين على الجبايات والثالث مال يصرف إلى دفع الفتن الواقعة بين المسلمين أو المتوقعة عليهم من غيرهم وذلك إما أن يكون بمواساة ضعيف النية في الإسلام بالكفار أو برد الكافر عما يريد من المكيدة بالمال ويجمع ذلك اسم المؤلفة قلوبهم أو المشاجرات بين المسلمين وهو الغارم في حمالة يحملها وكيفية التقسيم عليهم وأنه بمن يبدأ وكم يعطى مفوض إلى رأي الإمام و عن ابن عباس يعتق من زكاة ماله ويعطي في الحج وعن الحسن مثله ثم تلا إنما الصدقات للفقراء في أيها أعطيت أجزأت وعن أبي لاس حملنا النبي صلى الله عليه وسلم على إبل الصدقة للحج وفي الصحيح وأما خالد فإنكم تظلمون خالدا وقد احتبس أدراعه وأعتده في سبيل

اور پل اور مسجد کے بنانے اور کنویں اور چشمے کے کھودنے پر خرچ کیا جائے اور ان کے مثل اور کوئی مقام ہو۔ اور دوسری قسم مال کی مسلمانوں کی زکوٰۃ کا مال ہے۔ جو کہ بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے اور اس مال کا یہ حق ہے کہ ایسی جگہ خرچ کیا جائے کہ جس کا کوئی مالک بن سکے اسکا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتا ہے۔ اِنَّمَا الصدقات الخ مجمل اسکا ذکر یہ ہے۔ کہ اگرچہ اس قسم کی حاجات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ مگر ان حاجات میں تین ضروری حاجتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ محتاج لوگوں کا ہونا تو شارع نے انکو فقیروں اور مسکینوں اور مسافروں اور قرضداروں میں منحصر کر دیا ہے تاکہ ان کے نفسوں کی اصلاح ہو جائے۔ دوسری حاجت محافظین کی ہے۔ انکو شارع نے مجاہدین اور چندہ ولگان وصول کرنے والے گروہ میں منحصر کر دیا ہے اور تیسری یہ حاجت ہے کہ اس مال کو ان فتنوں کے دور کرنے میں خرچ کیا جائے جو کہ آپس میں مسلمانوں کے درمیان واقع ہیں یا اس فتنے کے دور کرنے میں خرچ کیا جائے جو دوسرے لوگوں سے مسلمانوں پر واقع ہونیکا گمان ہے اس جگہ مال کے خرچ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ ضعیف الاسلام ہونے میں وہ کفار کے ساتھ محبت پیدا کر لیتے ہیں یا کوئی کافر مسلمانوں کو فریب دینا چاہتا ہے تو ان باتوں سے روکنے کے لیے انکو مال دیا جاتا ہے اور مؤلفۃ القلوب کے لفظ میں یہ دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں یا مسلمانوں کے آپس میں جھگڑے کے موقعہ پر خرچ کیا جاتا ہے وہ تاوان بردار ہوتا جو باہمی مصالحت کے لیے اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ اور ان پر تقسیم کرنے کا طریقہ اور کسکو پہلے دیا جائے یا کس قدر دیا جائے امام کے رائے پر موقوف ہے اور ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ اپنے زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر کے آزاد کر سکتا ہے اور حج میں بھی دے سکتا ہے اور امام حسن رض سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے اس آیت کو پڑھا انما الصدقات الخ اور فرمایا ان اقسام میں جسکو زکوٰۃ کا مال دیا جائے کافی ہے اور ابو لاس رضی سے مروی ہے کہ ہمکو نبی علیہ السلام نے حج کے ادا کرنے کیلئے صدقہ کی اونٹ پر سوار فرمایا ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے وَاَمَّا خَالِدٌ الخ یعنے خالد پر تم ظلم کرتے ہو کیونکہ خالد نے تو اپنی زرہ اور تمام اسباب گھوڑے وغیرہ خدا کی راہ میں وقف کر

لله وغير شيء من جواز أن يعطى مكان شيء شيئاً إذا كان أنفع للفقراء وأن يحبس يجزئ عن الصدقة فقد
ثبت وعلى هذا فالحصر في قوله تعالى إنما الصدقات إضافي بالنسبة إلى ما طلبه المنافقون
في صرفها فيما يشتهون على ما يقتضيه سياق الآية والسر في ذلك أن الحاجات غير محصورة
وليس في بيت المال في البلاد التي أصلها للمسلمين غير الزكوة كثير مال فلا بد من توسعة
لتكفي نوائب المدينة والله أعلم قوله صلى الله عليه وسلم إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ
الناس وإنها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد **أقول** إنما كانت أوساخاً لأنها تكفر الخطايا و
تدفع البلاء وتقع فداء عن العبد في ذلك فيتمثل في مدارك الملأ الأعلى أنها هي كما
يتمثل في الصورة الذهنية واللفظية والخطية هي وجودات للشيء الخارجي التي ترجمته
بإزائه وهذا يسمى عندنا بالوجود التشبيهي فمن ذلك بعض النفوس العالية أن فيها ظلمة و
ينزل الأمر إلى بعض الأحيان أنها ذلة وقد يشاهد أهل المكاشفة تلك الظلمة أيضاً وكان
سيدي الوالد قدس سره يحكي ذلك من نفسه كما قد يكره أهل الصلاح ذكر الزنا و ذكر
الأعضاء الخبيثة ويحبون ذكر الأشياء الجميلة ويعظمون اسم الله ويخففون الذي يأخذ

ہیں۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ ایک چیز کے عوض میں دوسری کسی چیز کا دینا جائز ہے
کہ جس میں فقراء کو زیادہ نفع حاصل ہوتا ہو۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں وقف کر دینا صدقہ کی جگہ
قائم مقام ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان معنوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے قول انما الصدقات الخ میں حصر
اضافی ہے۔ یعنے منافقین اپنی خواہش سے جن لوگوں کو زکوٰۃ کا مصرف جانتے تھے ان کی نسبت کے یہ حصر
ہے۔ جیسے کہ سیاق آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ راز اس میں یہ ہے کہ ضروریات بے شمار ہیں۔ اور جو خاص
مسلمانوں کے شہر میں بیت المال ہوتا ہے اس میں فقط زکوٰۃ کا مال ہی ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کثیر مال
نہیں ہوتا تو اس لیئے اس میں وسعت کرنی ضروری ہے تاکہ شہر کے ضروریات کے لیئے کافی ہو سکے واللہ
اعلم بالصواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان ھذہ الصدقات الخ یعنی یہ صدقات جو ہیں لوگوں کی
میل ہیں اور انکا کھانا محمد اور محمد کی اولاد پر ناجائز ہے اور میں کہتا ہوں کہ صدقات کا میل ہونیکا یہ مطلب ہے کہ صدقات
جو ہیں وہ لوگوں کے گناہوں اور مصیبتوں کو دور کرتے ہیں تو ان کے گناہوں اور مصیبت کے عوض میں واقع
ہو جاتے ہیں۔ اور فرشتوں کے ادراک میں ان صدقات کی صورت میل کی صورت بن جاتی ہے۔
جیسے کہ صورت ذہنیہ اور لفظیہ اور خطیہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ ان خارجی چیزوں کے وجود
ہیں۔ کہ جن کے مقابلہ میں واقع ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اسکا نام وجود تشبیہی ہے۔ تو اس سے بعض
عالی نفسوں کو اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ ان صدقوں میں ایک قسم کی تاریکی ہے۔ اور کبھی
سفلی مکانوں کیطرف بھی اس قسم کے امر نازل ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اہل کشف بھی ان تاریکیوں کو دیکھتے ہیں۔
چنانچہ میرے والد صاحب قدس سرہ نے اپنے نفس کا ایک واقعہ بیان فرمایا تھا۔ جس طرح نیک لوگ
زنا کے ذکر اور برے اعضاء کے ذکر کو مکروہ سمجھتے ہیں اور عمدہ چیزوں کے ذکر کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور
اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہ بات یہ جو ہے کہ جس مال کو

سلہ لے الصدقات ۱۲

[illegible] عن [illegible] ولم [illegible] لزومها له وكيف لعب حبل [illegible]
[illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible] خير من اليد السفلى فلا جرم [illegible]
[illegible] وفي هذا الحكم [illegible] وهو انه
صلى الله عليه وسلم [illegible] ان اخذها المفسد [illegible] يكون [illegible]
[illegible] ويقول المنافقون في حقهم ليس بحق فاراد ان [illegible]
بالكلية [illegible] وانما تؤخذ من اغنيائهم وترد على فقرائهم رحمة بهم
[illegible] والفاقة من [illegible] وما كانت مسئلة [illegible] وتخويف
في [illegible] حلق [illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible] لا يجد منها
[illegible] ولم يستنكف الناس عنها وصاروا يستكثرون اموالهم بها
[illegible] وتقليلها وتعييبها على اهل [illegible] بغير حق
[illegible] الاستنكاف منها بين اعينهم لئلا يقدم عليها احد الا عند الاضطرار
قوله صلى الله عليه وسلم من سأل الناس [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] عورت میں [illegible]
[illegible] ایک قسم کی [illegible] اور [illegible]
[illegible] دوسرے فرمایا [illegible] خیر من الید [illegible]
[illegible] کسبوں سے [illegible] جو کہ [illegible] لوگوں اور بزرگان
دین کے [illegible] لائق نہیں [illegible] اور اس [illegible] ہیں [illegible] کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] لوگوں کے حق کا [illegible]
[illegible] طرح طرح کے [illegible] ہو جاتے اور آپ کے
[illegible] بالکل لائق نہیں ہیں۔ تو اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس [illegible] کو بالکل
[illegible] صدقات کے منافع ان لوگوں کو بھی حاصل ہوتے ہیں کہ ان کے امیروں
سے لیکر ان کے فقراء کو واپس دیئے جاتے ہیں اور اس وجہ سے ان کے حق میں بڑی رحمت اور مہربانی ہوتی ہے۔
اور [illegible] اور چونکہ سوال کرنے کی وجہ سے ذلت حاصل ہوتی
ہے اور [illegible] اور انسان میں [illegible] پیدا ہو جاتا ہے تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال
[illegible] بغیر ضرورت کے سوال نہ کیا جائے اور نیز [illegible] وجہ ہے کہ جس وقت لوگوں
میں زکوۃ لینے کی عادت [illegible] ہو جائے اور زکوۃ کے لینے سے لوگوں کو کچھ شرم نہ حاصل ہو اور اس وجہ سے
اپنے [illegible] رہیں تو [illegible] کے چھوڑنے کے لئے سبب بنے گا یا کسبوں میں [illegible]
لازم آ جائیگی اور [illegible] تنگی آ جائے گی۔ تو اس لئے حکمت شرعیہ کا یہ منشا ہوا کہ سوال سے
جو بے حیائی حاصل ہوتی ہے اسکے نقشہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا جائے تاکہ بغیر ضرورت کے کوئی آدمی سوال نہ کرے
چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من سأل الناس الخ یعنے جو کوئی اپنا مال زیادہ کرنیکے لئے لوگوں سے سوال کرتا

[illegible] **اقول** السر [illegible]

[illegible] وما جرت العادة بأن يتحصل [illegible]

[illegible]

[illegible] **مستغن** [illegible]

[illegible] خمسون [illegible]

[illegible]

واحد كسب [illegible] مأخوذ في العلوم إباحة [illegible]

المدن لا مأخوذ في علم تهذيب النفس [illegible]

الحرفة [illegible]

على جهاد [illegible] أصحاب رسول الله صلى الله عليه

[illegible] وخمسون درهما [illegible]

[illegible] ما يغديه ويعشيه:

[illegible]

[illegible] سخت تھی [illegible]

[illegible]

[illegible] اور جس آدمی کا تمام مال [illegible]

[illegible] مال حاصل کرنے کے لئے سوال کرنے کی [illegible]

[illegible]

[illegible] اور ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ جس کے پاس [illegible]

موجود ہو [illegible] احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ [illegible]

مختلف ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے علیحدہ [illegible] ہوتا ہے کہ اسکو اسکے چھوڑنے کا امکان نہیں

اور اس امکان سے وہ امکان مراد ہے جس کی عموم [illegible]

ہے جس کی بحث عموم تہذیب نفس میں ہوتی ہے [illegible]

کسب کے سامان موجود نہ ہوں تو وہ کسب کرنے سے لاچار ہے اور جو شخص کھیتی باڑی [illegible]

کھیتی کرنے کے سامان موجود نہ ہوں تو وہ لاچار ہے، اور جو شخص تجارت کرتا ہے اسکے پاس جب [illegible] مال نہ

ہو تو وہ تجارت سے لاچار ہے اور جو شخص کہ جہاد میں مصروف ہو اور اسکا صبح وشام کا کھانا بیت المال میں

جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض تھے تو یہ اقسام مذکورہ تب غنی شمار ہوتے ہیں کہ جب ان کے پاس ایک

اوقیہ یا پچاس درہم موجود ہوں، اور جو شخص کہ شہروں میں [illegible] کسب کرتا ہے یا باہر سے لکڑیاں لاکر فروخت

کرنیکا کسب کرتا ہے [illegible] اور کام کرتا ہے تو اسکے لئے غنی ہونیکا [illegible] ایک وقت کا کھانا موجود ہو۔

لہ [illegible]

قوله صلى الله عليه وآله وسلم لا تلحفوا في المسألة فوالله لا يسألني أحد منكم شيئاً فتخرج له مسألته مني شيئاً وأنا له كاره فيبارك له فيما أعطيته[1] أقول سره أن النفوس اللاحقة بالملأ الأعلى يكون لصورة إلحاح صاحبه فيها من الكراهية والرد بمنزلة الدعاء المستجاب قوله صلى الله عليه وسلم إن هذا المال خضر حلو فمن أخذه بسخاوة نفس بورك له فيه ومن أخذه بإشراف نفس لم يبارك له فيه فكان كالذي يأكل ولا يشبع أقول البركة في الشيء على أنواع منها طمأنينة النفس وانثلاج الصدر فيه كرجلين عندهما عشرون درهماً أحدهما يخشى الفقر والآخر مصروف الخاطر عن الخشية غلب عليه الرجاء ثم زيادة النفع كرجلين مقدار مالهما واحد صرف أحدهما إلى ما يجب وينفع وألهم التدبير الصالح في صرفه والآخر أضاعه ولم يقتصد في التدبير وهذه البركة تجلبها هيئة النفس بمنزلة جلب الدعاء قوله عم من يستعفف يعفه الله الحديث[2] أقول هذا إشارة إلى أن هذه الكيفيات النفسانية في تحصيلها أثر عظيم بجمع الهمة وتأكد العزيمة

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تلحفوا فی المسئلۃ الخ یعنے سوال کرنے میں بہت اصرار کرو قسم ہے اللہ کی اگر تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہارے سوال کو ایسی حالت میں پورا کروں کہ میرا دل ناخوش ہے تو اس میں برکت نہ ہوگی میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ جو نفوس اوپر والی جماعت کے ساتھ ملحق ہوجاتے ہیں تو ان کے ذہن میں جو کراہیت اور ناراضگی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے وہ بمنزلہ دعا مستجاب کے ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان ھذا المال الخ یعنے یہ مال بڑا سرسبز اور لذت دار ہے سو جس کسی نے اپنے دل کی خوشی سے بہت دل اس مال میں برکت دیجائیگی اور اگر دل کی حرص کیوجہ سے لیلے تو اس میں برکت نہ ہوگی تو اس آدمی کا حال اس آدمی کے مانند ہوجائیگا جو کہ طعام کھاتا ہے مگر اسکا پیٹ نہیں بھرتا - میں کہتا ہوں کہ کسی چیز میں برکت کا پایا جانا کئی قسم پر ہے . ایک تو وجہ یہ ہے کہ اس سے دل کو تسلی حاصل ہوجائے اور دل کو بے فکری ہوجائے جیسے کہ دو آدمی ہیں کہ ان کے پاس بیس درہم ہیں ایک تو فقر سے خوف کرتا ہے اور دوسرے کو تنگدستی کا بالکل خوف نہیں ہے . بلکہ اسکے دل میں امید غالب ہے پھر برکت کی وہ قسم ہے کہ اس چیز سے زیادہ نفع حاصل ہو جیسے کہ دو آدمی ہیں ان کا مال برابر برابر رہے . ایک نے تو اپنی ضروریات کی جگہ اور منافع کی جگہ خرچ کیا اور اچھی جگہ خرچ کرنے کا اسکو الہام بھی ہوگیا . اور دوسرے نے اس مال کو ضائع کردیا اور اچھی تدبیر سوچنے میں اس نے خیال نہ کیا اور اس برکت کو ہیئۃ نفس کی اس طرح کھینچتی ہے جیسے کہ دعا کھینچ لیجاتی ہے . نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے . من یستعفف یعفہ اللہ الخ یعنے جو کوئی اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچیگا . تو اللہ تعالے بھی اسکو بچاوے گا . میں کہتا ہوں . کہ اس حدیث سے یہ اشارہ نکلتا ہے . کہ ان کیفیات نفسانیہ کے حاصل کرنے کو بڑا اثر ہے واسطے مجتمع ہونے ارادہ اور پختہ ہونے ارادے کے ۔

[1] ای [illegible] [2] تمامه ومن يستغن يغنه الله ومن يتصبر يصبره الله وما أعطي أحد عطاء هو خير وأوسع من الصبر ۱۲

أمور تتعلق بالزكوة

ثم مست الحاجة إلى وصية الناس ان يؤدوا الصدقة الى المصدق بسخاوة نفس وفيها قوله صلى الله عليه وسلم اذا أتاكم المصدق فليصدر عنكم وهو عنكم راض وذلك لتحقق المصلحة الراجعة الى النفس واراد ان يسد باب اعتذارهم في المنع بالجور وهو قوله صلى الله عليه وسلم فان عدلوا فلانفسهم وان ظلموا فعليها ولا اختلاف بين هذا الحديث وبين قوله صلى الله عليه وسلم فمن سئل فوقها فلا يعط اذ الجور نوعان نوع ظاهر النص حكمه وفيه لا يعط ونوع فيه للاجتهاد مساغ وللظنون تعارض وفيه سد باب الاعتذار والى وصية المصدق ان لا يعتدي في اخذ الصدقة وان يتوقى كرائم اموالهم وان لا يغل ليتحقق الانصاف وتتوفر المقاصد وسر قوله صلى الله عليه وآله وسلم والذي نفسي بيده لا يأخذ منه شيئا الا جاء به يوم القيامة يحمله على رقبته ان كان بعيرا له رغاء يتضح من مراجعة ما بينا في مانع الزكوة

اس فصل میں ان باتوں کا بیان ہے جو کہ زکوٰۃ دینے لینے کے متعلق ہیں:-

پھر اس بات کی حاجت پڑی کہ لوگوں کو اس بات کی وصیت کی جائے کہ صدقہ جمع کرنیوالوں کو خوشی سے صدقہ کا مال دیدیا کریں۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا أتاکم المصدق الخ یعنی جس وقت تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والے پہنچیں تو چاہیے کہ تمہارے پاس سے راضی ہو کر واپس ہوویں۔ اس میں یہ وجہ تھی کہ اس مصلحت کا تحقق ہو جائے کہ جس کا رجوع نفس کی طرف ہے (یعنی نفس میں اصلاح پیدا ہو جائے) اور آپ نے لوگوں کے اس عذر کے دروازہ کو بند کرنے کا ارادہ فرمایا جو کہ ان پر ظلم کرنے کی وجہ سے زکوٰۃ نہ دینے سے عذر کر سکتے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فان عدلوا فلانفسہم الخ یعنی صدقہ وصول کرنے والے اگر انصاف کرینگے تو اسکا فائدہ انکو پہنچیگا اور اگر ظلم کرینگے تو اسکا عذاب ان کے نفسوں کو ملے گا اور اس حدیث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں فمن سئل الخ یعنی اگر کسی آدمی سے زکوٰۃ کی مقدار سے زیادہ مانگا جائے تو مت دے۔ کوئی خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے کہ جس کا حکم حدیث شریف نے ظاہر کر دیا ہے تو اس میں یہ حکم جاری ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار سے زیادہ نہ دے اگر زیادہ لیگا تو یہ ظلم ہوگا اور ایک وہ قسم ہے کہ جس جگہ اجتہاد کا دخل ہے اور خیال مختلف واقع ہو سکتے ہیں۔ تو اسمیں عذر کا دروازہ بند کرنے کے لیے آپ نے ارشاد فرمایا ہے فان عدلوا الخ۔ اور صدقہ جمع کرنیوالے کیلئے اس بات کی حاجت پڑی کہ اسکو یہ وصیت کیجائے کہ صدقہ کے جمع کرنے میں ظلم نہ کرے اور لوگوں کے عمدہ مال نہ لے اور صدقہ کے مال میں خیانت نہ کرے تاکہ انصاف پایا جائے اور بہت سے مقصود حاصل ہو سکیں اور نبی ؐ کے اس فرمان والذی الخ یعنی مجھکو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ جس شخص نے صدقہ کے مال سے کسی چیز کو خود بخود لے لیا تو وہ آدمی قیامت کے روز اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے حاضر ہوگا اگر اونٹ ہے تو وہ بھی اسکی گردن پر بلبلاتا ہوا ہوگا۔ یعنے اس کا راز اس طرف رجوع کرنے سے جو ہم نے زکوٰۃ کے مانع کے

والى سد مكايد اهل الاموال وفيه لا يجمع بين متفرق ولا يفرق بين مجتمع خشية الصدقة
قوله صلى الله عليه وسلم لأن يتصدق المرء في حياته بدرهم خير له من ان يتصدق بمائة
عند موته وقال صلى الله عليه وسلم مثله كمثل الذي يهدي اذا شبع **اقول** سره
ان انفاق ما لا يحتاج اليه ولا يتوقع الحاجة اليه لنفسه ليس بمعتمد على سخاوة يعتد
بها ثم ان النبي صلى الله عليه وسلم عد الخصال مما يفيد ازالة البخل او تهذيب النفس
او تألف الجماعة فجعلها صدقات تنبيها على مشاركتها الصدقات في الثمرات وهو قوله
صلى الله عليه وسلم يعدل بين اثنين صدقة ويعين الرجل على دابته صدقة والكلمة
الطيبة صدقة وكل خطوة يخطوها الى الصلوة صدقة وكل تهليلة وتكبيرة وتسبيحة
صدقة وامثال ذلك. قوله صلى الله عليه وسلم ايما مسلم كسا مسلما ثوبا على عري الحديث
اقول قد ذكرنا مرارا ان الطبيعة المثالية تقتضي ان لا يكون تجسد المعاني الا
بصورة هي اقرب شبه من الصور وان الاطعام مثلا فيه صورة الطعام ولذلك عبرة
بالمنامات والواقعات وتمثل المعاني بصور الاجسام ومن هنالك ينبغي ان تعرف

متعلق بیان کیا ہے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور نیز مسبحات کی حاجت تھی کہ مال داروں کے فریب کے دروازہ بند کئے جائیں
اور اسکے متعلق حکم صادر ہوا ہے کہ جو مال علیحدہ علیحدہ ہیں انکو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے۔ وہ جو جمع ہیں انکو جدا
جدا نہ کیا جاوے صدقہ کے خوف کی وجہ سے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لان یتصدق المرء الخ یعنے
جو شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کردے تو یہ موت کے وقت سو درہم کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مثل الذی یتصدق الخ یعنے جو شخص موت کے وقت صدقہ کرتا ہے
یا غلام کو آزاد کرتا ہے تو اسکی مثال اس شخص کے مانند ہے کہ جو آدمی کھانا کھا کر پیٹ بھر چکا ہے پھر کسی کو صدقہ دیتا ہے
میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ اس چیز کا خرچ کرنا کہ جس کی اسکو ضرورت نہیں رہی یا اپنے نفس کے لئے اس سے
فائدہ اٹھانے کی امید ہی نہیں رہی اور کامل سخاوت پر محمول نہیں ہو سکتا۔ پھر نبی علیہ السلام نے ایسے اخلاق کے بیان
کرنے کا ارادہ فرمایا جو کہ بخل کے دور کرنے اور نفس کی تہذیب دینے اور باہم محبت کے پیدا کرنے کے لئے مفید
ہوں اور انکا نام بھی صدقات رکھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ بھی ثمرات کے لحاظ سے باقی صدقات کے
ساتھ مشابہت رکھتے ہیں چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعدل الخ یعنے دو شخصوں کے درمیان
انصاف کرنا یہ بھی ایک صدقہ ہے ویعین الرجل الخ یعنے کسی شخص کو اس کی سواری پر سوار کرنے میں مدد دینا
یہ بھی صدقہ ہے والکلمۃ الطیبۃ الخ اور زبان سے عمدہ بات کا کہنا یہ بھی ایک صدقہ ہے وکل خطوۃ الخ۔ اور
ہر قدم جو نماز کی طرف جانے کے لئے رکھتا ہے یہ بھی صدقہ ہے اور ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ
اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے اور ان کے مثل اور باتیں بھی حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ السلام نے
فرمایا ہے ایما مسلم الخ یعنے جس مسلمان نے ننگے بدن والے مسلمان کو کپڑا پہنایا تو اسکو جنت کا سبز لباس
پہنایا جائیگا الخ میں کہتا ہوں کہ ہم بہت مرتبہ ذکر کر چکے ہیں کہ طبیعت مثالیہ اسبات کو چاہتی ہے کہ معانی کی صورت ظاہری
صورت کے مشابہ ہو کر ظاہر ہو اور کھانا کھلانے میں مثلاً طعام کی صورت ظاہری ہوتی ہے اور خوابات کے دیکھنے اور واقعات کے پیش
آنے اور معانی کے جسموں کی صورت میں ظاہر ہونے میں تمکو کوئی عبرت حاصل ہو سکتی ہے۔

سلہ مثلہ الذی یتصدق عند موتہ او یعتق کالذی یہدی اذا شبع

سلہ عن ابی سعید ... ایما مسلم کسا مسلما ثوبا علی عری کساہ اللہ من خضر الجنۃ وایما مسلم سقی مسلما علی ظمأ سقاہ اللہ من الرحیق المختوم ۱۲

لو رأى النبي صلى الله عليه وسلم وباء المدينة بصورة امرأة سوداء ثم كان من الناس من يترك اهله واقاربه ويتصدق على الاباعد وفيه اهمال من رعاية اوجب وسوء التدبير وترك تألف الجماعة القريبة منه فمست الحاجة الى سد هذا الباب فقال النبي صلى الله عليه وسلم دينار انفقته في سبيل الله ودينار انفقته في رقبة الحديث ولا اختلاف بين قوله خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى وابدأ بمن تعول وحديث قيل اي الصدقة افضل قال جهد المقل وابدأ بمن تعول لتنزيل كل على محمل او جهة فالغنى ليس هو المصطلح عليه وانما هو غنى النفس او كفاية لاهل او نقول صدقة الغني اعظم بركة في ماله وصدقة المقل اكثر ازالة لبخله وهو كعد بقوانين الشرع قوله صلى الله عليه وسلم الخازن المسلم الامين الحديث اقول لما يكون نفاذ ما وجب به وليس له ان يمتنع عنه الا بمعصية وكان المعين [illegible] بحسب الخاطر والتوقير وملاحة صدر صدقته [illegible] كان متصدقا فيجعل المتصدق الحقيقي ولا اختلاف بين حديث اذا انفقت المرأة من كسب زوجها من غير امره

اور جو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وبا مدینہ کو ایک سیاہ عورت کی صورت پر دیکھا ہے۔ اس سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے پھر بعض لوگ ایسے ہے جو کہ اپنے خویش اور اقارب کو چھوڑ کر غیر لوگوں کو صدقہ دیتے تھے اور اس کے اندر لوگوں کی رعایت باقی نہیں رہتی تھی کہ جن کی رعایت کرنی بہت ضروری ہے اور تدبیر کے بھی خلاف ہے اور اس کے خویش اقارب کی محبت بھی اس سے دور ہو جاتی ہے تو اس دروازہ کے بند کرنے کی حاجت پڑی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دینار انفقتہ الخ یعنی ایک تو وہ دینار ہے کہ جسکو تم نے اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کیا ہے اور ایک وہ ہے کہ جسکو کسی غلام کے چھوڑنے میں خرچ کیا ہے اور ایک وہ ہے جو کہ کسی مسکین پر صدقہ کیا ہے اور ایک وہ دینار ہے کہ جسکو تم نے اپنے اہل عیال پر خرچ کیا ہے اور سب سے بڑھکر ثواب اس دینار میں ہے جو کہ تم نے اپنے اہل عیال پر خرچ کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول خیر الصدقۃ الخ یعنی وہ صدقہ بہتر ہے جو کہ غنا کے ساتھ ہو اور پہلے خویش اقارب سے دینا شروع کرے۔ اور اس حدیث میں کہ آپ سے کسی شخص نے سوال کیا ای الصدقۃ افضل الخ یعنی کونسا صدقہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا جہد المقل الخ یعنی وہ صدقہ افضل ہے جو کہ تنگی کی حالت میں دیا جائے اور اپنے اہل عیال سے دینا شروع کرے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک حدیث کی جدا جدا وجہ ہے اور ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ معنے ہیں غنا سے اصطلاحی معنے مراد نہیں ہے بلکہ نفس کا غنا مراد ہے یا اپنے اہل عیال کے دینے کا کافی ہونا مراد ہے یا ہم کہتے ہیں۔ غنی کا صدقہ اس لیے افضل ہے کہ اسکی وجہ سے اس کے مال میں برکت ہو جاتی ہے اور تنگدست کا صدقہ اسواسطے افضل ہے کہ اسکی وجہ سے بخل اچھی طرح سے دور ہو جاتا ہے اور یہ شرع کے قانون کے زیادہ لائق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخازن المسلم الخ یعنے جو مسلمان امانت دار خزانچی لوگوں کو ایسی چیز جسکا مالک نے حکم کیا ہے کامل اور پورے طور پر اور دل کی خوشی سے دیتا ہے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں شمار ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ بسا اوقات اس حکم کا اجرا کرنا ہی اس پر واجب ہوتا ہے اور کوئی اس سے اسکو منع کر سوا بھی نہ دو تو اس حکم کے جاری کرتے وقت اس کے دل میں خوشی اور تسلی اور سینہ کی کشادگی پیدا ہوتی ہے اس سے اسکے دل کی سخاوت پہچانی جاتی ہے تو اسی واسطے حقیقی صدقہ دینے والے کے بعد اس شخص کو بھی صدقہ دینے والوں میں شمار کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اذا انفقت المرأۃ الخ یعنے جو وقت عورت اپنے خاوند کی کمائی سے بغیر اسکی اجازت کے

سے ای [illegible] دینار تصدقت بہ فی سبیل دینار رفقتہ علی اہلک [illegible] الذی انفقتہ علی اہلک [illegible]

فله نصف الأجر وبين قوله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع لا تنفق امرأة شيئا من بيت زوجها إلا بإذنه قيل ولا الطعام قال ذلك أفضل أموالنا وحديث قالت امرأة إنا كلّ على أبنائنا وآبائنا وأزواجنا فما يحل لنا من أموالهم قال الرطب تأكلنه وتهدينه لأن الأول فيما أمره عموما أو دلالة ولم يأمر خصوصا ولا صريحا ويكون الزوج لا يبدأ بالصدقة فلما بدأت المرأة سلم ذلك منها وإنما يجوز التصرف في ماله بما هو معروف عندهم وفيه إصلاح ماله كالرطب لو لم يعده لفسد وضاع ولا يجوز غير ذلك وإن كان من الطعام. قوله صلى الله عليه وآله وسلم لا تعد في صدقتك فإن العائد في صدقته كالعائد في قيئه. أقول سبب ذلك أن المتصدق إذا أراد الاشتراء يسامح في حقه أو يطلب هو المسامحة فيكون نقصا للصدقة في ذلك القدر لأن روح الصدقة نقض القلب تعلقه بالمال وإذا كان في قلبه ميل إلى الرجوع إليها بسامحة لم يتحقق كمال النقض وأيضا فتوفير صورة العمل مطلوب وفي الاسترداد نقض لها وهو سر كراهية الموت في أرض هاجر منها والله أعلم۔

صدقہ دے تو اس کو آدھا ثواب ملتا ہے۔ اور اس فرمان میں جو آپ نے حجۃ الوداع میں فرمایا ہے لا تنفق امرأۃ شیئاً الخ یعنے عورت اپنے خاوند کے گھر سے اسکی اجازت کے بغیر کوئی چیز بھی نہ خرچ کرے تو آپ سے دریافت کیا گیا ولا الطعام یعنے طعام بھی کسی کو نہ دے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے مالوں میں سے افضل چیز ہے اور اس حدیث میں کہ قالت امرأۃ الخ یعنے کہ ایک عورت نے عرض کی کہ ہم تو اپنی اولاد اور والدین اور خاوند پر بوجھ ہوتے ہیں ہم کو ان کے مال سے کتنی چیز خرچ کرنی حلال ہے تو آپ نے فرمایا الرطب یعنے تر چیزیں کہ تم خود بھی کھا سکتی ہو اور کسی کو ہدیہ اور صدقہ بھی دے سکتی ہو۔ ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں یہ مراد ہے کہ جس وقت مرد نے اپنی عورت کو عام چیز کی اجازت دی ہو یا دلالۃً اجازت دی ہو اور کسی خاص چیز کی اجازت نہ دی ہو اور نہ صراحۃً اجازت دی ہو اور اسکا خاوند صدقہ نہ دیتا ہو۔ پس چونکہ عورت نے صدقہ نکالا ہے تو اس لیے اسکی طرف سے تسلیم کیا جائے گا۔ اور جس قدر لوگوں میں تصرف کرنے کا طریقہ جاری ہے اسقدر عورت اپنے خاوند کے مال میں تصرف کر سکتی ہے اور جس چیز کے خرچ کرنے سے خاوند کے مال کی اصلاح ہوتی ہے جیسے تر چیزیں کہ اگر یہ کسی کو نہ دی جائیں تو خراب ہو جاتی ہیں اور بے کار ہو جاتی ہیں (ان میں بھی تصرف کر سکتی ہے) اسکے علاوہ اور کسی چیز کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ غلہ کی قسم سے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تعد فی صدقتک الخ یعنے صدقہ دے کر پھر اسکو واپس نہ کر کیونکہ جو شخص صدقہ کو لوٹاتا ہے وہ اُس شخص کی مانند ہے جو کہ قے کر کے پھر اسکو نگلتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ صدقہ کرنے والا اس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے حق میں رعایت کی جاتی ہے یا خود وہ رعایت طلب کرتا ہے پس جس قدر رعایت کی گئی ہے تو اسی قدر صدقہ کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ کیونکہ صدقہ کی روح یہ ہے کہ دل کو مال کے تعلق سے علیحدہ کر لینا اور جس وقت اسکے دل میں رعایت سے واپس کرنے کا میلان باقی رہے تو کامل طریق سے دل کا اپنے سے علیحدہ ہونا نہ پایا گیا نیز شارع کا یہ مقصد ہے کہ صورت عمل کی کامل ہو جائے اور واپس کرنے سے اس صورت میں نقصان آجاتا ہے اور جو شخص کسی ملک سے ہجرت کر گئے آجائے پھر اس کا اس جگہ جانا مکروہ ہے اس کے مکروہ ہونے کی یہی وجہ ہے۔

۱؎ ای قبیل قوله ولا دلالة ای الحدیث الاول ۱۲

مِنْ اَبْوَابِ الصَّوْمِ

لما كانت البهيمية الشديدة مانعة عن ظهور أحكام الملكية وجب الاعتناء بقهرها ولما كان سبب شدتها وتراكمها وتغززها هو الأكل والشرب والانهماك في اللذات الشهوية فهو يفعل ما لا يفعله قبل الأكل والعد وجب أن يكون طريق القهر تقليل هذه الأسباب ولذلك اتفق جميع من يريد ظهور أحكام الملكية على تقليلها وسنها مع اختلاف مذاهبهم وتباعد أقطارهم وأيضاً فالمقصود إذعان البهيمية للملكية بأن تتصرف حسب وحيها وتنصبغ بصبغها وتمنع الملكية منها بأن لا تقبل الرذائل لديها ولا تنطبع فيها نقوشها الخسيسة كما تنطبع نقوش الخاتم في الشمعة ولا سبيل إلى ذلك إلا أن تشتهي الملكية شيئاً من ذاتها وتوجهه إلى البهيمية وتقترحه عليها فتنقاد ولا تتأبى عليها ولا تمنع منها ثم تقتضي أيضاً وتنقاد هذه أيضاً . . . . ثم وثم حتى تعتاد ذلك وتتمرن ومن هذه الأشياء التي تقتضيها هذه من ذاتها وتنقاد البهيمية لها على رغم أنفها إنما يكون من جنس ما فيه انشراح هذه وانقباض تلك

اُن احادیث کا بیان جو کہ روزوں کے متعلق وارد ہوئی ہیں

اور جب قوت بہیمیہ شدید قوت تھی اور قوت ملکیہ کے احکام کو ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی اس لئے ضروری ہوا کہ اسکی قوت کو توڑ دیا جائے۔ اور جب کہ اس قوت کا قوی ہونا کھانے اور پینے اور لذات شہوانیہ میں داخل ہونے کے سبب تھا اور اس لذات شہوانیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے اس انسان سے ایسے فعل صادر ہوتے ہیں جو کہ کھانے پینے کی فراغت سے حاصل ہونے کے وقت بھی نہیں صادر ہوتے تو اسکے مغلوب کرنے کے لئے اس طریقہ کا ہونا ضروری ہوا کہ ان اسباب میں کمی کی جائے۔ اور اسی وجہ سے تمام لوگوں نے جو کہ قوت ملکیہ کے احکام کے ظاہر ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ مذہبوں میں مختلف ہیں اور دور دور ملکوں میں رہتے ہیں۔ ان اسباب کے توڑ دینے اور کم کرنے میں اتفاق کیا ہے اور نیز یہ مقصود ہے کہ قوۃ بہیمیہ قوۃ ملکیہ کے تابع ہو اسطرح کہ اسکے حکم کے موافق تصرف کرے اور اسکے رنگ میں رنگی جائے۔ اور قوۃ ملکیہ اسکے اخلاق ردیہ سے اپنے آپ کو بچائے اور اسکے نقوش رذیلہ کو اپنے میں منقش نہ ہونے دے جیسے کہ مہر کے نقش موم میں منقش ہو جاتے ہیں۔ اور اسکا نتیجہ بغیر اس طریقے کے نہیں ہو سکتا کہ قوۃ ملکیہ فی نفسہ ایک چیز کا ارادہ کرے اور پھر اس چیز کی وحی قوۃ بہیمیہ کی طرف کرے اور پھر اس کے سامنے پیش کرے پس وہ قوت بہیمیہ اس کا حکم مان لے اور اس کا مقابلہ نہ کرے اور اس کام کرنے سے رُکے پھر ارادہ کرے اور یہ قوت بہیمیہ پھر اس کی تابعداری کرے پھر اسطرح سلسلہ جاری رہے۔ یہاں تک کہ قوت بہیمیہ کو تابعداری کرنے کی عادت پڑ جائے۔ اور یہ چیزوں کہ جن کے ظاہر کرنے کا قوت ملکیہ ارادہ کرتی ہے۔ اور قوت بہیمیہ پر انکا کرنا دشوار ہے۔ اس قبیلے سے ہیں۔ کہ جن کے ظاہر ہونے سے قوۃ ملکیہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور قوت بہیمیہ کو تنگی لاحق ہوتی ہے۔

وذلك كالتشبه بالملكوت والتطلع للجبروت فانهما خاصيتا الملكية بعيدة عنهما البهيمية غاية البعد او ترك ما تقتضيه البهيمية وتستلذه وتشتاق اليه في غلوائها وهذا هو الصوم ولما لم تكن المواظبة على هذه من جمهور الناس ممكنة مع ما هم فيه من الارتفاقات المهمة ومعافسة الاموال والازواج وجب ان يلتزم بعد كل طائفة من الزمان مقدارا يعرف حالة ظهور الملكية وابتهاجها بمقتضياتها ويكفر ما فرط منه قبلها ويكون مثله كمثل حصان طوله مربوط بآخية يستن يمينا وشمالا ثم يرجع الى آخيته وهذه مداومة حقيقية ثم وجب تعيين مقداره لئلا يفرط احد فيستعمل منه ما لا ينفعه ولا ينجع فيه او يفرط مفرط فيستعمل منه ما يوهن اركانه ويذهب نشاطه وينهك نفسه ويزيره القبور وانما الصوم ترياق يستعمل لدفع السموم النفسانية مع ما فيه نكاية بمطية اللطيفة الانسانية ومنصتها فلا بد من ان يتقدر بقدر الضرورة ثم ان تقليل الاكل والشرب له طريقان احدهما ان لا يتناول منهما الا قدرا يسيرا والثاني ان تكون المدة المتخللة بين الاكلات زائدة على القدر المعتاد والمعتبر في الشرائع هو الثاني لانه يخفف وينفس ويذيق بالفعل مذاق الجوع والعطش ويلحق البهيمية حيرة ودهشة

اسکی مثال یہ ہے جیسے فرشتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی اور خدا تعالے کی کبریائی پر مطلع ہونا یہ دونوں باتیں قوۃ ملکیہ کے ساتھ خاص ہیں اور قوت بہیمیہ ان سے بہت دور ہے یا کسی ایسی چیز کا چھوڑ دینا کہ جس کا قوت بہیمیہ تقاضا کرتی ہے اور اس سے اس کو مزہ حاصل ہوتا ہے اور جس وقت اپنی حد سے تجاوز کر جائے تو اس وقت اس چیز کا شوق پیدا ہوتا ہے اور ان چیزوں میں سے کہ جن سے قوت ملکیہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے ایک روزہ ہے اور چونکہ ان امور کا ہمیشہ التزام کرنا تمام لوگوں سے ممکن نہ تھا کیونکہ لوگوں کو امور ضروریہ اور مال اور اہل کے ساتھ بھی مخالفت ضروری ہے اس واسطے یہ واجب ہوا کہ کچھ حصہ زمانہ کے گذرنے کے بعد ہر فرد اس بات کا التزام کرنا چاہئے کہ کچھ مدت مقرر کی جائے کہ جس میں قوت ملکیہ کے ظاہر ہونیکی حالت اور اس کی خواہش کے موافق اس کا سرور معلوم ہوسکے اور جو پہلے زمانہ میں نقصان ہوا ہے اس کا کفارہ ہوسکے اور اس کی مثال اس گھوڑے کی مثال ہے کہ جسکی دونوں پچھلی ٹانگوں میں رسی ڈال رکھو نتے کے ساتھ باندھ رکھا ہو وہیں دائیں بائیں کود کر پھر اپنی جگہ پر آجاتا ہے اور اس مواظبت کا درجہ مواظبت حقیقی کے بعد ہے پھر اس مدت کا اندازہ مقرر کرنے کی حاجت پڑی تاکہ کوئی شخص اس میں اسقدر کمی نہ کرلے کہ جس کے عمل میں اس کا نفع نہ ہو اور اسکو پورے طریق سے نفع حاصل ہو اور نہ اسکے لئے کافی ہو اور نہ اس قدر اس میں زیادتی اختیار کرلے کہ جس کی وجہ سے اسکے ارکان میں سستی پیدا ہوجائے اور اسکی خوشی چلی جائے اور اپنے نفس کو تکلیف میں ڈال کر قبروں میں داخل ہوجائے اور روزہ ایک قسم کا تریاق ہے کہ نفس کے زہروں کے دفع کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مگر باوجود اس بات کے انسان کے مقام لطیفہ اور اس کے ظاہر ہونیکی جگہ کو بھی اس روزہ سے ایک قسم کی تکلیف ہوتی ہے تو اس لئے یہ لازم ہوا کہ بقدر ضرورت اس کا اندازہ مقرر کیا جائے پھر کھانے پینے کے کم کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ کھانا پینا کم کردے دوسرا یہ ہے کہ جو عادت کے موافق کھانے پینے کے لئے مدت مقرر ہے اس میں دیری کردے اور شریعت میں اس دوسری قسم کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ایک قسم کا ضعف اور تکلیف پیدا ہوتی ہے اور انسان اسوقت بھوک اور پیاس کی حالت کو معلوم کرلیتا ہے اور قوت بہیمی کو ایک قسم کی حیرت اور پریشانی لاحق ہوجاتی ہے

[illegible] ۱۲

التمه بالماء الاتعاب والاعياء وقوله نكاية اے جراحة وعقوبة ۱۲

وياتي عليهما اياما محسوسا والاول انه يضعف ضعفا يسيرا ولا يجد بالا حتى يدنفه وايضا فذلك لا يدخل
تحت التشريع العام الا بجهد فان الناس على منازل مختلفة جدا ياكل الواحد منهم رطلا والاخر رطلين
والذي يحصل به وفاء الاول هو اجحاف الثاني اما المدة المتخللة بين الاكلات فالعرب والعجم و
سائر اهل الامزجة الصحيحة متفقون فيها وانما طعامهم غداء وعشاء او اكلة واحدة في اليوم
والليلة ويحصل مذاق الجوع بالكف الى الليل ولا يمكن ان يفوض المقدار اليسير الى
المبتلين المكلفين فيقال مثلا ليأكل كل واحد منكم ما تنهر به بهيمته لانه يخالف موضوع
التشريع ومن المثل السائر من استرعى الذئب فقد ظلم وانما يسوغ مثل ذلك في الاحسانيات ثم يجب
ان تكون تلك المدة المتخللة غير مجحفة ولا مستأصلة كثلاثة ايام بلياليها لان ذلك خلاف
موضوع الشرع ولا يعمل به جمهور المكلفين ويجب ان يكون الامساك فيها متكررا ليحصل التمرن و
الانقياد والا فجوع واحد اي فائدة يفيد وان قوي واشتد ووجب ان يذهب في ضبط الانهار
الغير المجحف وضبط تكرارها الى مقادير مستعملة عندهم لا تخفى على الجاهل والنبيه الحاضر والبادي والى يستعمله اولا
طوائف عظيمة من الناس لتذهب شهرتها وتسليمها باغاليز التعب منهم وايضا فذلك ملاحظ في ضبط الصوم

اور یہ باتیں اسکو ظاہر معلوم ہونے لگتی ہیں اور پہلی قسم سے انسان کا ضعف بڑھتا رہتا ہے تو انسان کو اسکی کچھ پرواہ
نہیں ہوتی یہاں تک کہ اسکو ہلاک کر دیتا ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ پہلی قسم شریعت کے عام حکم کے ماتحت بغیر مشقت کے
داخل نہیں ہو سکتی کیونکہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کسی کی خوراک ایک رطل ہوتی ہے اور کسی کی دو
رطلیں اور جس مدت کا فصل کھانے کے اندر ہوتا ہے سو تمام عرب اور عجم اور صحیح المزاج لوگوں کا اسپر اتفاق
ہے کہ دن رات میں دو دفعہ کھاتے ہیں (یعنی صبح کے وقت اور شام کے وقت) یا رات دن میں یک مرتبہ کھاتے ہیں
اور رات تک کھانا نہ کھانے سے بھوک کی کیفیت اچھی طرح حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تھوڑے مقدار
کو مکلفین کے سپرد کیا جاتا پس اگر مثلاً کہا جاتا کہ ہر ایک تم میں سے اس قدر کھانا کھایا کرے کہ جس سے قوت بہیمی کمزور رہے
کیونکہ یہ بات شریعت کے قانون کے خلاف ہے کیونکہ یہ مثل مشہور ہے کہ جس شخص نے اپنی بکریوں کا چرواہا بھیڑیا بنایا
تو اس نے ظلم کیا اور ایسی صورتوں کا اعمال حسنہ میں لحاظ کرنا ممکن ہے پھر یہ بات لازم ہے کہ اس مدت کا اتنا فصل نہ واقع
ہو جس سے جان ہلاک اور برباد ہو جائے جیسے تین دن اور تین رات کا فصل کیونکہ یہ بات بھی قانون شرعی کے خلاف ہے
اور تمام مکلف لوگ اسپر عمل بھی نہیں کر سکتے اور نیز امساک کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ بار بار انکو بھوکا رہنے کا حکم کیا جائے
تاکہ تابعداری و فرمانبرداری کا حال معلوم اور حاصل کر سکیں کیونکہ ایک مرتبہ بھوکے رہنے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا
اگرچہ بڑی سخت درجہ کی بھوک ہو نیز یہ بات بھی واجب تھی کہ فصل پر غیر مہلک تہر کیا جائے اور ان کے پاس کی استعمال کردہ
اندازوں سے اسکے تکرار کا ضبط ہو چنانچہ نادان و دانا اور شہری و دیہاتی پر ظاہر ہے کہ جسپر رواج ہو یا اسکی
نظیر پر لوگوں کی جماعت بڑی کار ہو تاکہ اسکی شہرت اور تسلیم نہایت تک پہنچ جائے اور یہ امر بھی واجب
ہوئیں کہ روزہ میں

سلہ لے صفحہ ۱۲

بالامساك عن الطعام والشراب والجماع يوماً كاملاً الى شهر كامل فان ما دون اليوم هو من باب تاخير الغداء وامساك الليل معتاد لا يجدون له بالاً والاسبوع والاسبوعان مدة يسيرة لا تؤثر و الشهران تغور فيهما الاعين وتنفه النفس وقد شاهدنا ذلك مرات لا تحصى وضبط اليوم بطلوع الفجر الى غروب الشمس لانه هو حساب العرب ومقدار يومهم والمشهور عندهم في صوم يوم عاشوراء والشهر برؤية الهلال لانه هو شهر العرب وليس حسابهم على الشهور الشمسية واذا وقع التصدي للتشريع عام واصلاح جماهير الناس وطوائف العرب والعجم وجب ان لا يخير في ذلك الشهر ليختار كل واحد شهراً يسهل عليه صومه ان في ذلك فتحاً لباب الاعتذار والانسلال وسداً لباب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واخمالاً لما هو من اعظم طاعات الاسلام وايضاً فان اجتماع طوائف عظيمة من المسلمين على شيء واحد في زمان واحد يرى بعضهم بعضاً معونة لهم على الفعل ميسر عليهم ومشجع اياهم وايضاً فان اجتماعهم هذا لنزول البركات الملكية على خاصتهم وعامتهم وادنى ان ينعكس انوار كملهم على من دونهم وتحيط دعوتهم من وراءهم واذا وجب تعيين ذلك الشهر فلا احق من شهر نزل فيه القرآن وارتسخت فيه الملة المصطفوية وهو مظنة ليلة القدر على ما سنذكره ثم لا بد

کھانے پینے اور جماع کی چیزوں سے بندش کیجائے پورا مہینہ تمام دن بھر۔ چونکہ دن بھر سے کم روزہ یعنے صبح کی روٹی بارہ بجے یا اس سے اوپر کچھ زیادت کو نہ کھانا یہ تو مروج ہے جس میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور ہفتہ دو ہفتے کم مدت ہے جو مؤثر نہیں ہوتی اور دو ماہ زیادہ مدت ہے جس میں آنکھیں گر پڑ جاتی اور بدن پر تکان آجاتا جسکا کئی بار تجربہ کیا گیا ہے۔ اور دن کی تعیین صبح صادق سے غروب سورج تک مقرر کیگئی ہے۔ چونکہ یہ عرب کا حساب اور ان کے دن کی مقدار ہے اور ان سے عاشورا وغیرہ ماہ میں روزہ ہلال دیکھنے سے دوسرے ہلال دیکھنے تک کیلئے ہی عرب ماہ کہتے ہیں۔ اور انکا حساب شمسیہ نہیں جبکہ شرعی کام عام لوگوں کی اصلاح عربی عجمی جماعتوں کے لئے تھا۔ تو لازم ہوا کہ یہ مہینہ غیر معین نہ ہو۔ کہ جو جسے آسان خیال کرے ماہ رمضان قرار دیدے ہوسستی اور اتباع ہوائے نفسانی کا عبادت میں شمول ہو گیا۔

نیز مسلمانوں کی بڑی جماعتوں کا کسی ایک چیز پر ایک ہی وقت زمانہ میں ایک دوسرے کے اس کام کے کرنے پر امداد دیتی اور مستعد اور آسان کر دیتی ہے۔

نیز انکا اجتماع ملکی برکتوں کے سب خاصوں عاموں پر نزول کا سبب جس سے ادنیٰ درجہ یہ کہ ان کے کاملین کے نور کم درجہ پر چمکیں اور ان کی دعائیں سب کو محیط ہو جاتی ہیں جب اس ماہ کا مقرر کرنا ضروری ہوا۔ تو پھر اس کام کیلئے سوائے اس ماہ کے جس میں قرآن نازل ہوا ہے کسی دوسرے کا مقرر کرنا ٹھیک نہیں۔

لہذا ماہ رمضان برملت مصطفی (صلے اللہ علیہ وسلم) مستحکم ہو گئی جس میں لیلۃ القدر کے ہونے کا گمان بھی ہے جیسے آئندہ اس کا ہم ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ)

پھر اس مرتبہ کا بیان بھی ضرور ہوا۔

بیان المرتبة التی لابد منها لکل عامل ونبیه وفارغ ومشغول وهی ان احد ما اصل المشروع
والمرتبة المکملة التی هی مشرع المحسنین ومورد السابقین فالاولی صوم رمضان والاتیان
بالفرائض الخمس فورد من صلی العشاء والصبح فی جماعة فکانما قام اللیل والثانیة زائدة
علی الاولی کما وکیفا وهی قیام لیالیه وتنزیه اللسان والجوارح وستة من شوال وثلاثة
من کل شهر وصوم یوم عاشوراء ویوم عرفة والعشر الاواخر من رمضان والمقدمات
التی مجری الاصول فی باب الصوم فاذا مهدت هذا فان اشتغل بشرح احادیث الباب۔

فضل الصوم

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنة وفی روایة ابواب الرحمة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشیاطین
اقول اعلم ان هذا الفضل انما هو بالنسبة الی جماعة المسلمین فان الکفار فی رمضان اشد عمها واکثر ضلالا منهم فی غیره لتمادیهم فی هتک شعائر الله ولکن المسلمین اذا صاموا وقاموا
انغمس کلهم فی لجة الانوار واحاطت دعوتهم من ورائهم وانعکست اضواؤهم علی من دونهم
وشملت برکاتهم جمیع نتهم وتقرب کل حسب استعداده من المنجیات وتباعد من المهلکات

مرتبہ اول ورانا۔ فارغ ومشغول سب کے لیے ضروری ہے اور جس نے اس سے خلل کیا اس نے اصل مشروع کی
کمی کی اور مکمل مرتبہ جو نیکوں کا مشروع اور سابقین کا مورد ہے۔ پس بہتر روزے رمضان اور پانچ فرائض نماز ہیں
تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھے تو اس نے رات بھر عبادت کی اور دوسرا پہلے
سے زیادہ اندازہ وکیفیت کے لحاظ سے اور وہ راتوں کی عبادت اور زبان کی پاکی اور اعضاء کی اور چھ روزے
شوال کے اور تین ہر ماہ کے اور عاشورا وعرفہ کا روزہ اور آخری دس دن رمضان کا اعتکاف جو یہ مقدمات اصول
کے قائم مقام ہیں روزے کے باب میں تو اس تمہید کے بعد اس باب کی احادیث کے بیان کرنے میں مشغول ہوتی

اس فصل میں وہ احادیث وارد ہیں جن میں روزوں کی فضیلت کا بیان ہے

قال الرسول صلی الله علیه وسلم اذا دخل رمضان الخ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رمضان
کا مہینہ داخل ہو جاتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں ابواب
الرحمة الخ یعنی رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور شیطان
زنجیروں کے ساتھ جکڑے جاتے ہیں میں کہتا ہوں کہ معلوم کرنا چاہیئے کہ رمضان کے مہینہ میں اس قسم کی
فضیلت فقط مسلمانوں کے واسطے ہے کیونکہ کفار اس رمضان کے مہینے میں اسقدر اندھے اور گمراہ ہو جاتے ہیں کہ جس
قدر اور مہینوں میں نہیں ہوتے کیونکہ شعائر خداوندی کی از حد درجہ کی ہتک کرتے ہیں مگر مسلمان جس وقت روزے
رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور کامل لوگ نور کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور ان کی دعا
باقی لوگوں کو گھیر لیتی ہے اور انکی روشنی کی چمک اپنے کم درجے لوگوں پر پڑ جاتی ہے اور انکی برکت تمام مسلمانوں کو شامل ہو
جاتی ہے اور ہر ایک آدمی اپنی طاقت کے موافق عبادت کے اور کرنے سے قرب حاصل کرتا ہے اور جو چیز کہ دور ہوتا ہے جو کہ ہلاک کرنے والی ہیں یہ باعث

أن أبواب الجنة تفتح عليهم وأن أبواب جهنم تغلق عنهم لأن أصلها الرحمة واللعنة ولأن اتفاق أهل الأرض في صفة تجلب ما يناسبها من جود الله كما ذكرنا في الاستسقاء والحج وصدق أن الشياطين تسلسل عنهم وأن الملائكة تنتشر فيهم لأن الشيطان لا يؤثر إلا فيمن استعدت نفسه لأثره وإنما استعداده لغلواء البهيمية وقد انقهرت وأن الملك لا يقرب الأمر استعد بظهور الملكية وقد ظهرت وأيضا فرمضان مظنة الليلة التي يفرق فيها كل أمر حكيم فلا جرم أن الأنوار المثالية والملكية تنتشر حينئذ وأن أضدادها تنقبض **قوله** صلى الله عليه وآله وسلم من صام شهر رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه **أقول** وذلك لأنه مظنة غلبة الملكية ومغلوبية البهيمية ويصاب ساعة من الخوض في لجة الرضا والرحمة فلا جرم أن ذلك مغير للنفس من لون إلى لون **قوله** صلى الله عليه وآله وسلم من قام ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه **أقول** وذلك لأن الطاعة إذا وجدت في وقت انتشار الروحانية وظهور سلطنة المثال أثرت في صميم النفس

تو ان کے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں کیونکہ جنت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نام ہے اور دوزخ خدا تعالیٰ کے غضب کا نام ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ زمین کے لوگوں کا ایک صفت سے حال کرنے پر اتفاق کرنا خدا تعالیٰ کی بخشش کو کھینچ لاتا ہے جو اس کے مناسب ہے جیسے کہ ہم نے استسقاء اور حج میں ذکر کیا ہے اور یہ بات بھی صادق آگئی کہ شیطانوں کو زنجیروں کے ساتھ دور کیا گیا اور فرشتوں کو ان میں پھیلا دیا کیونکہ شیطان کا اثر اس آدمی کے بدن میں ہوتا ہے کہ جس کا نفس اس اثر کے قبول کرنے کے لیے مستعد ہو اور اس نفس میں اثر قبول کرنے کی قابلیت تب ہوتی ہے کہ جس وقت قوت بہیمی غالب ہو اور روزہ کی حالت میں تو وہ کمزور ہو جاتی ہے اور فرشتے اس شخص کے قریب ہوتے ہیں کہ جس میں ان کے اثر قبول کرنے کی قابلیت ہو اور قوت ملکیہ کے ظاہر ہونے کے سبب سے اس میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے اور روزہ کی حالت میں یہ قوت ظاہر ہو چکی ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ رمضان میں اس رات کے ہونے کا بھی احتمال ہے کہ ہر بات جو ہونے والی ہے اسی رات میں فیصل کی جاتی ہے تو ضروری اس وقت میں انوار مثالیہ اور ملکیہ کا انتشار ہوتا ہے اور جو ان کے دشمن ہیں وہ روک دیئے جاتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام رمضان الخ یعنے جس شخص نے بسبب ایمان کے طلب ثواب کے لئے رمضان کے روزے رکھے تو اسکے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے قوت ملکیہ کے غالب ہونے کا اور قوت بہیمی کے کمزور ہونے کا گمان ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور رضامندی کے دریا میں داخل ہونے کے لئے یہ کافی مقدار ہے تو لامحالہ رمضان کے روزوں کی وجہ سے نفس ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف متغیر ہو جاتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من قام لیلۃ القدر الخ یعنے جو شخص بوجہ ایمان کے ثواب کے ارادہ کے لیے لیلۃ القدر کی رات میں عبادت کے ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کے پہلے کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ عبادت کا ایسے وقت میں ادا کرنا کہ جس وقت روحانیت پھیل رہی ہو اور عالم مثال کی سلطنت ظاہر ہو نفس میں اسقدر اثر پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت کے علاوہ اور اوقات میں

ما لا يؤثر اعدادها في غيره **قوله** صلى الله عليه وآله وسلم كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف قال الله تعالى الا الصوم فانه لي وانا اجزي به يدع شهوته وطعامه من اجلي **اقول** سر مضاعفة الحسنة ان الانسان اذا مات وانقطع عنه مدد بهيميته وادبر عن اللذات الملائمة لها ظهرت الملكية ولمع انوارها بالطبيعة وهذا هو سر المجازاة فان كان العمل خيرا فقليله كثير حينئذ لظهور الملكية ومناسبته بها وسر استثناء الصوم ان كتابة الاعمال في صحائفها انما تكون بتصوير صورة كل عمل في موطن من المثال مختص بهذا الرجل بوجه يظهر منها صورة جزائه متهيئة عليه عند تجرده عن غواشي الجسد وقد شاهدنا ذلك مرارا وشاهدنا ان الكتبة كثيرا ما تتوقف في مقدار جزاء العمل الذي هو من قبيل مجاهدة شهوات النفس وفي ابدائه دخل لمعرفة مقدار خلق النفس الصادر هذا العمل منه وهم لم يطلعوا ... ولم يعطوه وجدانا وهو سر اختصامهم في الكفارات والدرجات ... ويوحي الله اليهم حينئذ ان التفويض كما هو ...

ترجمہ: ... کی عبادت کرتے تھے وہ اثر نہیں پیدا ہوتا ہے۔ **قولہ** نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل عمل ابن آدم ... یعنی آدمی کا ہر نیک عمل کہ ... دس گنے سے سات سو گنے تک ... الا الصوم ... یعنی بغیر روزہ کے وہ فقط میرے لیے ہے ... کو اور کھانے کو میرے ہی لیے چھوڑتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیکیوں کے بڑھ جانے میں یہ راز ہے کہ جس وقت انسان مرتا ہے تو اس سے قوت بہیمی کی مدد دور ہو جاتی ہے ... لذت کہ اس کے مناسب تھیں ... اپنے آپ کو دور کر لیتا ہے تو اس وقت فرشتہ پنا ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کے نور طبعی میں وہ روشن ہو جاتے ہیں اور ... بھی یہی ہے ... ایسے وقت میں اگر نیک عمل تھوڑا بھی ہو تو وہ بہت سا ہو جاتا ہے کیونکہ قوت ملکیہ کا ظہور ہو رہا ہے اور ... عمل کی اس کے ساتھ مناسبت بھی ہے۔ روزے کے ... عملوں کا ... لکھا جانا ... تصور صورت ہر عمل کا مثال کی جگہ پر ہوتا ہے جو اس شخص سے ظاہری طور پر خاص ہے کہ جس سے اس کی جزا ... کی صورت ظاہر ہوتی ہے بدن کے پردوں سے مجرد ہو کر جس کو بارہا مشاہدہ کیا ہے اور یہ بھی مشاہدہ ہم نے کیا ہے کہ کرام کاتبین عمل کی جزا ... اکثر توقف کرتے ہیں جو نفسانی شہوات کے مجاہدہ کے قبیل سے ہے چونکہ اس کے ظاہر کرنے میں ... شناخت مقدار پیدائش نفس کی جس سے یہ عمل صادر ہوتا ہے اور وہ اس کی ذوق ... نہیں جانتے ہیں یہی وجہ ... راز ان کے بارے میں جھگڑنے کا ہے کفارات و درجات ... حدیث شریف میں ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو وحی کرتے ہیں کہ ... عمل ... اور ان کی ... میرے سپرد کر دو۔

اور **قول** نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ حدیث قدسی میں اللہ پاک نے فرمایا ... فانہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی یعنی میرا بندہ ... اپنی شہوت اور طعام کو میری خاطر ترک کرتا ہے اس میں اس بات کی طرف

سعادة لأنه من الكفارات التي لها نكاية في نفسه البهيمية وهذا الحديث بطن آخر قد اشرنا إليه في اسرار الصوم فراجع قوله صلى الله عليه وسلم للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه فالأولى طبيعية من قبل وجدان ما تطلبه نفسه والثانية هيئة من قبل تهيئه لظهور اسرار التنزيه عند تجرده عن غواشي الجسد وترشح اليقين عليه من فوقه كما ان الصلوة تورث ظهور اسرار التجلي التبوي وهو قوله صلى الله عليه وسلم فلا تغلبوا على صلاة قبل الطلوع وقبل الغروب وههنا اسرار يضيق هذا الكتاب عن كشفها قوله صلى الله عليه وسلم لخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك **اقول** سره ان آثار الطاعة محبوبة بحب الطاعة متمثلة في عالم المثال مقام الطاعة فجعل النبي صلى الله عليه وسلم اثر ... ملائكة بسببه ورضا الله عنه في كفة وانشراح نفوس بني آدم عند استنشاق رائحة المسك في كفة لتريهم ذلك الغيب راي عين قوله صلى الله عليه وآله وسلم الصيام جنة **اقول** ذلك لأنه يقي من الشيطان والنفس ويباعد الانسان من تأثيرهما ويخالفه عليهما فلذلك كان من حقه تكميل معنى الجنة بتنزيه لسانه عن الاقوال والافعال الشهوية واليه الاشارة في قوله

سره ۱۲ رائحة ۱۲ ملائكة وقاية ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

اشارہ ہے کہ روزہ ان کفارات میں سے ہے جن کے ادا کرنے سے نفس بہیمی کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس حدیث کے اور مطالب بھی ہیں جن کا اشارہ ہم نے فصل اسرار الصوم میں کیا ہے اسجگہ دیکھ لیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے للصائم فرحتان الخ یعنے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت خوشی ہوتی ہے اور ایک اس روز ہوگی کہ جس وقت خدا تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کریگا۔ پہلی تو طبعی خوشی ہے کیونکہ روزہ کے افطار کرنے کی وجہ سے نفس کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ ملجاتی ہے۔ دوسری روحانی خوشی ہے کہ جسوقت روزہ دار اپنے جسم کے حجابوں سے علیحدگی حاصل کرلیتا ہے اور اسپر عالم بالا سے علم یقین کا فیضان ہوتا ہے تو اسکے وجود میں یہ قابلیت پیدا ہوجاتی ہے کہ خداوندی اسرار اسپر ظاہر ہوں جیسے کہ نماز کی وجہ تجلی کے اسرار کا ظہور ہوتا ہے۔

اسکا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ہوتا ہے فلا تغلبوا الخ یعنی طلوع اور غروب کے پہلے تم کسی نماز پر غلبہ نہ کرو اور اسجگہ میں اور بہت سے معانی ہیں جن کے ظاہر کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لخلوف الخ یعنے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے میں کہتا ہوں اسکا راز یہ ہے کہ عبادت کی محبت کیوجہ سے اس کا اثر بھی محبوب ہو جاتا ہے اور عالم مثال میں اس طاعت کی جگہ پر اس کے اثر کو متمثل کردیا جاتا ہے تو اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے سبب سے فرشتوں کی خوشی پیدا ہونیکو اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو ایک پلہ میں اور بنی آدم کے نفسوں کی خوشی کو جو ان کو کستوری کی خوشبو سونگھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے ایک دوسرے پلہ میں رکھا تاکہ وہ لوگ اس غیبی اسرار کو اپنے سامنے ظاہر دیکھ لیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصیام جنۃ الخ یعنے روزے ڈھال ہیں میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ روزے انسان کو شیطان کی شر اور نفس کی شر سے بچا لیتے ہیں اور انسان کو ان کے اثر سے دور کردیتے ہیں اور روزہ کیوجہ سے آدمی کو ان کے ساتھ مخالفت ہو جاتی ہے تو اس واسطے ضروری ہوا کہ اس میں ڈھال کے معنے پورے طریق سے پائے جائیں اسکا یہ طریقہ ہے کہ اپنی زبان کو برے قول اور افعال شہویہ کے کرنے پر ترغیب دینے سے نگاہ رکھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے

فلا يرفث والسبعبة واليه الاشارة فى قوله ولا يصخب والى الاقوال بقوله سابه الى الافعال بقوله قاتله قوله صلى الله عليه وسلم فليقل انى صائم قيل بلسانه وقيل بقلبه وقيل بالفرق بين الفرض والنفل والكل واسع ؛

احكام الصوم

قال النبى صلى الله عليه وسلم لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له **وفى رواية** فاكملوا العدة ثلاثين **اقول** لما كان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمرى باعتبار رؤية الهلال وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب فى صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل **وايضا** مبنى الشرائع على الامور الظاهرة عند الاميين دون التعمق والمحاسبات النجومية بل الشريعة واردة باخمال ذكرها وهو قوله صلى الله عليه واله وسلم انا امة امية لا نكتب ولا نحسب قوله صلى الله عليه واله وسلم شهرا عيد لا ينقصان رمضان وذوالحجة

١١ ١٢ ١٢

فلا یرفث یعنے اپنی زبان سے بیہودہ باتیں نہ نکالے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور لو کی جیسے کے افعال سے بھی محفوظ رکھے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے فلا یصخب یعنے روزہ دار کو چاہیے کہ شور و غل نہ کرے اور اقوال کی طرف آپ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے سابہ یعنے اگر اسکو کوئی گالی گلوچ دے اور افعال کی طرف آپ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے قاتلہ یعنے اگر روزہ دار سے کوئی لڑائی وغیرہ کرے تو آپ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو چاہیے کہ یہ بات کہے فلیقل انی امرء صائم میں روزہ دار آدمی ہوں) بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ زبان سے کہے اور بعض نے کہا ہے کہ دل میں کہے اور بعض نے کہا ہے کہ نفلی روزوں اور فرضی روزوں میں فرق ہے اور ہر ایک میں وسعت ہے -

اس فصل میں روزوں سے متعلق احکام وارد ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصوموا الخ یعنی چاند دیکھنے کے بغیر روزہ مت رکھو اور بغیر دیکھنے کے افطار بھی مت کرو اور اگر ابر میں پوشیدہ ہو جائے اور تم اسکو نہ دیکھ سکو تو اس مہینے کا اندازہ کرو اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں فاکملوا العدۃ شعبان ثلثین - یعنے شعبان کے تیس دن پورے کرکے روزہ رکھو - اور اسی طرح اگر رمضان کا چاند ابر میں دکھائی نہ دے تو فاکملوا العدۃ ثلثین یعنی تیس روزے پورے کرو - میں کہتا ہوں چونکہ روزے کے زمانہ کا تعلق مہینے قمری کے ساتھ ہے اور قمری مہینے کا اعتبار ہلال کے دیکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ ہلال کبھی تیس دن میں دکھائی دیتا ہے اور کبھی انتیس دن میں تو اسواسطے ضروری ہوا کہ شبہ کی حالت میں اسی اصل کی طرف رجوع کیا جائے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ احکام شرعی کی بنا ان امور پر ہے کہ جو ان پڑھوں پر بخوبی ظاہر ہوں اور ان کا دارومدار باریک بینی اور نجومیوں کے حساب پر نہیں ہے بلکہ شریعت تو ان کے ذکروں کے بتانے کے لیے آئی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا امۃ امیۃ یعنے ہم ان پڑھ امت ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا جانتے ہیں اور نبی صلی اللہ نے فرمایا ہے شہرا عید الخ یعنے رمضان شریف اور ذی الحجہ کہ عیدوں کے دو مہینے ہیں کم نہیں ہوتے

وقيل لا ينقصان معاً وقيل لا يتفاوت اجرهما ثلاثين وتسعة وعشرين وهذا الاخير اقعد بقواعد التشريع كأنه سد ان يحيك في قلب احد ذلك **واعلم** ان من المقاصد المهمة في باب الصوم سد ذرائع التعمق ورد ما احدثه فيه المتعمقون فان هذه الطاعة كانت شائعة في اليهود والنصارى ومتحنثي العرب **ولما** رأوا ان اصل الصوم هو قهر النفس تعمقوا وابتدعوا اشياء فيها زيادة القهر وفي ذلك تحريف دين الله وهو اما بزيادة الكم او الكيف فمن الكم قوله صلى الله عليه وسلم لا يتقدمن احدكم رمضان بصوم يوم او يومين الا ان يكون رجل كان يصوم صوماً فليصم ذلك اليوم ونهيه عن صوم يوم الفطر ويوم الشك وذلك لانه ليس بين هذه وبين رمضان فصل فلعله ان اخذ ذلك المتعمقون سنة فيدركه منهم الطبقة الاخرى وهلم جرا يكون تحريفاً واصل التعمق ان يؤخذ موضع الاحتياط لازماً ومنه يوم الشك ومن الكيف النهي عن الوصال والترغيب في السحور والامر بتأخيره وتقديم الفطر فكل ذلك تشدد وتعمق من صنيع الجاهلية والاختلاف بين قوله صلى الله عليه وآله وسلم اذا انتصف

بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک سال میں یہ دونوں مہینے انتیس انتیس کے نہیں ہوتے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کا اجر کم نہیں ہوتا اگرچہ ایک انتیس اور ایک تیس کا ہو بلکہ اجر ان کا پورا پورا ہوتا ہے اور یہ اخیر والا معنی قواعد شریعت کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے گویا کہ آپ نے اس خیال کو جو کسی کے دل میں آ سکتا ہے ہی دور فرما دیا ہے اور جاننا چاہئے کہ روزے کے باب میں لازمی مقصود یہ ہے کہ تعمق کے یعنی باریک بینی کے اسباب بند کئے جائیں اور جو باریک بین لوگوں نے اس میں نئے نئے ایجاد کر لئے ہیں ان کو رد کیا جائے کیونکہ روزہ کا عبادت ہونا اہل کتاب یہود اور نصاری اور عرب کے ان لوگوں میں جنہوں نے اہل کتاب کا دین پسند کیا ہوا تھا جاری تھا اور شائع تھا اور جس وقت انہوں نے معلوم کیا کہ روزے کے اصل معنے یہ ہیں کہ نفس کو مغلوب و کمزور کرنا تو انہوں نے اپنے ہی خیال دوڑا دوڑا کر اور نئی نئی باتیں اس روزے میں ایجاد کر لیں کہ جن سے نفس اور زیادہ کمزور ہوتا ہے اور اس وجہ سے حق تعالیٰ کے دین میں تغیر و تبدل لازم آتا تھا اور وہ چیزیں زیادہ ہیں کہ کسی لحاظ سے بڑھی ہوئی تھیں یا کیف کے لحاظ سے تو کمیت کی زیادتی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے رد فرمایا ہے لا یتقدمن احدکم یعنی رمضان سے پہلے ایک یا دو روزہ کوئی شخص بنیت رمضان کی سلامتی کے لیے مگر وہ شخص رکھ سکتا ہے جو کہ ہمیشہ سے کسی خاص دن کا روزہ رکھتا رہتا ہے اور نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور شک کے دن میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ ان روزوں اور رمضان کے درمیان کوئی چیز فاصل نہیں ہے پس شاید کہ اگر متعمق یعنی وہمی لوگ ان دنوں میں روزہ رکھنا اختیار کر لیتے تو جو طبقہ ان کے بعد آتا وہ ان کو دیکھ کر وہی عمل کرنے لگتا اسی طرح سلسلہ جاری ہو جاتا تو دین خداوندی میں تحریف آ جاتی ہے اور تعمق کی اصل یہ ہے کہ کسی احتیاط کے مقام کو اپنے اوپر لازم کر لینا شک کا دن اسی قبیل سے ہے اور کیف کی زیادتی سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح منع فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ روزہ وصال کے مت رکھو اور سحری کے کھانے کی ترغیب دی ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ سحری دیر سے کھانی چاہیے اور افطار جلدی سے کرنا چاہیے اور یہ تمام باتیں جاہلیت کے افعال سے ہیں کہ جن میں تشدد اور تعمق کرتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اذا انتصف

شعبان فلا تصوموا وحديث عائشة رضي الله عنها ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان لان النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعل في نفسه ما لا يأمر به القوم واكثر ذلك ما هو من باب سد الذرائع وضرب مظنات كلية فانه صلى الله عليه وسلم مأمون من ان يستعمل الشئ في غير محله او يجاوز الحد الذي امر به الى اضعاف المزاج وملال الخاطر وغيره ليس بمأمون فيحتاجون الى ضرب تشريع وسد تعمق ولذلك كان صلى الله عليه وسلم ينهاهم ان يجاوزوا ادنى نسوة وكان احل لهم ... فما وقف الا عند الصوم الا ... يفضي الى وجود الهلال ثبت بشهادة مسلم عدل او مستور بمرة وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم في كلتا الصورتين جاء اعرابي فقال اني رأيت الهلال قال اتشهد الحديث واخبر ابن عمر انه رآه فصام وكذلك الحكم في كل ما كان من امور الملة فانه يكفيه ... وقال صلى الله عليه وآله وسلم تسحروا فان في السحور بركة **اقول** فيه بركة من احد اطرافها راجعة الى صلاح البدن فان لا تسنه ولا يضعفه الامساك يوما

شعبان آدھا گزر جائے تو روزہ مت رکھو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث میں ہے کہ ما رأيت النبي صلی اللہ علیہ وسلم کہ شعبان اور رمضان کے علاوہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی مہینے کے پے در پے روزے رکھے ہوں کوئی اختلاف نہیں ہے اس واسطے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسے اعمال کرتے تھے کہ جن کا امت کو حکم نہیں فرماتے تھے اور اکثر افعال اس قسم سے ہیں کہ جن سے اسباب کے دروازوں کو بند کرنا اور احتمالات کو بالکل دور کرنا مقصود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے مامون تھے کہ کسی چیز کو غیر محل میں استعمال فرماویں کہ اس حد سے آپ تجاوز کر جائیں گے کہ جس تک آپ کو حکم ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کو ضعف جسمانی اور ملال خاطر ہو اور آپ کے علاوہ اور کوئی شخص مامون نہیں ہو سکتا تو اس لئے لوگوں کو اس بات کی حاجت ہے کہ ان کے لیے قانون شرعی مقرر کیا جائے اور تعمق کا دروازہ بھی بند کیا جائے اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو چار عورتوں سے زیادہ رکھنا منع فرمایا ہے اور آپ کے لئے نو یا اس سے بھی زیادہ حلال تھیں کیونکہ منع کرنے کی علت یہ ہے تاکہ ایسے ظلم نہ ہو اور آپ سے ظلم کا ہونا متصور ہی نہیں ہو سکتا تھا چاند کے دیکھنے کے لیے ایک مسلمان عادل کی گواہی یا مستور الحال کی گواہی کہ اس طرح سے وہ کہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے کافی ہے۔ اور ان دونوں صورتوں کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عربی دیہات کا رہنے والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کہا ہاں پھر فرمایا کہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کا رسول ہے اس نے کہا ہاں تو آپ نے حضرت بلال کو فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ صبح کو رمضان کا روزہ رکھیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے چاند کے دیکھنے کی خبر دی تو آپ نے روزہ رکھا۔ تمام ملت کے امور میں یہی حکم ہے انکا حال مثل حدیث کے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسحروا الخ سحری کے وقت کھانا کھایا کرو کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو بدن کی اصلاح کے لحاظ سے ہے وہ یہ کہ سحری کھانے کی وجہ سے انسان کے نفس کو سستی اور ضعف نہیں لاحق ہوگا کیونکہ روزہ کا پورا وقت یہ ہے کہ تمام دن بدن کو

كالملة نصاب فلا يضاعف والثانية راجعة الى تدبير الملة ان لا يتعمقوا فيها فلا يدخلها تحريف وتغيير وقوله عليه السلام لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر وقوله عليه السلام فصل ما بين صيامنا وصيام اهل الكتاب اكلة السحر وقال الله تعالى احب عبادي الي اعجلهم فطرا **اقول** هذا اشارة الى ان هذه مسئلة دخل فيها التعمق من اهل الكتاب فيجب مخالفتهم ورد تحريفهم قيام الملة ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوصال فقيل انك تواصل قال وايكم مثلي اني ابيت يطعمني ربي ويسقيني **اقول** النهي عن الوصال انما هو لامرين احدهما ان لا يصل الى حد الاجحاف كما بينا والثاني ان لا تحرف الملة **وقد** اشار النبي صلى الله عليه وسلم الى انه لا يأتيه الاجحاف لانه مؤيد بقوة ملكية نورية هو مأمون ولا اختلاف بين قوله صلى الله عليه وسلم من لم يجمع الصوم قبل الفجر فلا صيام له وبين قوله عليه الصلوة والسلام حين لم يجد طعاما اني اذا صائم لان الاول في الفرض والثاني في النفل والمراد بالنفي نفي الكمال وقوله صلى الله عليه وسلم اذا سمع النداء احدكم الحديث **اقول** المراد بالنداء هو نداء خاص اعني نداء بلال وهذا الحديث مختصر حديث ان بلالا ينادي بليل

کھانے پینے کی اشیاء سے روکا جائے۔ پس اسراف اور زیادتی نہ کرنی چاہیے دوسری بات دین کی تدبیر سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ اس میں وہ تعمق نہ کرنے لگ جائیں اور اس میں تحریف تغیر نہ داخل کردیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یزال الناس بخیر یعنی ہمیشہ لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فصل ما بین صیامنا الخ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فقط سحری کے کھانے کا فرق ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے احب عبادی الی اعجلھم فطرا یعنی مجھے وہ بندہ زیادہ محبوب ہے جو کہ افطار کرنے میں جلدی کرے میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اہل کتاب نے اس مسئلہ میں تحریف داخل کر دی تھی اور ملت اسلامیہ تب ہی قائم ہو سکتی ہے کہ ان کی مخالفت کی جائے اور ان کی تحریف کو دور کیا جائے اور جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزہ وصال (یعنی روزہ پر روزہ رکھنا کہ ان کے درمیان رات کے وقت افطار نہ واقع ہو) سے منع فرمایا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ تو روزے وصال کے رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا وایکم مثلی الخ یعنے تم میں سے کونسی میری مثل ہے مجھکو تو میرا پروردگار رات کے وقت کھلا پلا دیتا ہے میں کہتا ہوں کہ صوم وصال سے منع کرنے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ ہے تا کہ یہ صوم وصال انسان کے بدن کے ہلاک کرنے کا سبب نہ بن جائے جیسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور دوسرا یہ ہے تاکہ دین اسلام میں تحریف نہ واقع ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف آپ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے انہ لا یاتیہ الخ یعنے میرے لئے یہ صوم وصال ہلاکت کا سبب نہیں بن سکے کیونکہ مجھکو قوۃ ملکیہ نوریہ سے تائید ملتی رہتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام قباحتوں سے محفوظ ہیں) اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان من لم یجمع الصوم الخ یعنی جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی تو اسکا روزہ نہیں ہے اور اس فرمان میں کہ جس وقت کھانے کی چیز نہ ملتی تو آپ فرماتے تھے انی صائم۔ کہ میں روزہ دار ہوں۔ کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ کا پہلا فرمان فرضی روزے کے متعلق ہے اور دوسرا نفلی روزہ کے متعلق ہے اور نفی سے مراد نفی کمال کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سمع النداء الخ یعنی جس وقت تم بانگ کی آواز سنو اور تمہارے ہاتھ میں پانی کھانے کا برتن ہو تو اسکو بغیر اپنی حاجت پوری کرنے کے نہ رکھو میں کہتا ہوں کہ اس آذان سے وہ آذان خاص مراد ہے جو کہ بلال رضی اللہ تعالے دیتے تھے اور یہ حدیث اس حدیث کا کہ جس میں یہ الفاظ ہیں ان بلالا ینادی بلیل۔ ایک ٹکڑا ہے۔

وقوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانہ طہور **اقول** الحلو یقبل علیہ الطبع لا سیما بعد الجوع ویحبہ الکبد والعرب یمیل طبعہم الی التمر والمیل فی مثلہ اثرہ انہ یصرف فی المحل المناسب من البدن وھذا نوع من البرکۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من فطر صائماً او جہز غازیاً فلہ مثل اجرہ **اقول** من فطر صائما لانہ صائم یستحق التعظیم فان ذلک صدقۃ وتعظیم للصوم وصلۃ باھل الطاعات فاذا تمثلت صورتہ فی الصحف کان متقمصا معنی الصوم من وجہ فجوزی بذلک ؛ ومن اذکار الافطار ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ وفیہ بیان الشکر علی الحالات التی یستطیبھا الانسان بطبیعتہ او عقلہ معا ومنھا اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت وفیہ تاکید الاخلاص فی العمل والشکر علی النعمۃ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ او یصوم بعدہ وقولہ لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ الحدیث **اقول** السر فیہ شیئان احدھما سد التعمق لان الشارع لما خصہ بطاعات وبین فضلہ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا افطر احدکم الخ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص افطار کرنا چاہے تو کھجور سے روزہ کھولے کیونکہ اسمیں ایک قسم کی برکت ہے۔ اگر کھجور نہ ہو تو پانی سے روزہ کھول لے کیونکہ یہ پاک ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ میٹھی چیز کی طرف طبیعت زیادہ متوجہ ہوتی ہے خاص کر اسوقت میں جب کہ انسان کا دل بھوکا ہو اور اسکو جگر بھی اچھا سمجھتا ہے اور عرب کے لوگوں کی طبیعت کھجوروں کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ اور طبیعت کے میلان کو اپنے مناسب چیز میں یہ اثر ہوتا ہے کہ ضرور اسکو وہ ایسی جگہ پر خرچ کرتی ہے جو کہ بدن کے مناسب ہوں یہ ایک قسم کی برکت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من فطر صائماً الخ یعنی جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کے لیے جہاد کا سامان تیار کیا تو اس شخص کو اس روزہ دار اور مجاہد کے برابر ثواب ملیگا میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ جس شخص نے اس غرض سے روزہ افطار کرایا کہ وہ روزہ دار تعظیم کے لائق ہے تو یہ روزہ افطار کرانا ایک قسم کا صدقہ ہے اور روزہ کی تعظیم اور اہل عبادات کے ساتھ ایک قسم کا سلوک کرنا ہے پھر جسوقت اس عمل کی صورت اس کے اعمال نامہ میں متمثل ہو جاتی ہے تو وہ صورت کسی طرح سے روزہ کے معنی کو شامل ہو جاتی ہے تو اسواسطے اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جاتا ہے اور جن کلمات کا ذکر احادیث میں افطار کرنے کے وقت آیا ہے ایک تو یہ ہے ذھب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ۔ ان کلمات میں ان حالات پر شکر کرنے کا بیان ہے کہ جنکو آدمی کی طبیعت پسند کرتی ہے یا طبیعت و عقل دونوں اچھا سمجھتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت ان کلمات میں اخلاص کی تاکید ہے کہ عمل خالص للہ کیا جائے اور خدا تعالے کی نعمت پر شکر کیا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یصوم احدکم الخ یعنی تم میں سے کوئی شخص فقط جمعہ کے دن کے روزہ رکھنے کو خاص نہ کرلے مگر یہ کہ ایک روزہ اس سے پہلے رکھے یا اس کے بعد رکھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تختصوا الخ یعنی تمام راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے واسطے خاص کرو میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ راز ہے کہ اس کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ ہے کہ تعمق کے دروازہ کا بند کرنا مقصود ہے کیونکہ جب شارع نے جمعہ کے لیئے خاص خاص عبادات مقرر فرما دی ہیں اور اسکی فضیلت بیان فرما دی ہے

كان مظنة أن يتعمق المتعمقون فيلحقون بها صوم ذلك اليوم وثانيهما تحقيق معنى العيد فإن العيد يشعر بالفرح واستيفاء اللذة وفي جعله عيدا أن يتصور عندهم أنها من الاجتماعات التي يرغبون فيها من طبائعهم من غير قسر قوله صلى الله عليه وسلم لا صوم في يومين الفطر والأضحى وقوله صلى الله عليه وسلم لا صوم في يومين الفطر والأضحى وقوله صلى الله عليه وسلم أيام التشريق أيام أكل وشرب وذكر الله أقول فيه تحقيق معنى العيد وكبح عنانهم عن التنسك اليابس والتعمق في الدين قوله صلى الله عليه وسلم لا يحل لمرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه أقول وذلك لأن صومها مفوت لبعض حقه ومنغص عليه تمتعها وفكاهتها ولا اختلاف بين قوله عليه السلام الصائم المتطوع أمير نفسه إن شاء صام وإن شاء أفطر وقوله عليه الصلوة والسلام لعائشة وحفصة رضي الله عنهما اقضيا يوما آخر مكانه إذ يمكن أن يكون المعنى إن شاء أفطر مع التزام القضاء وأمرها بالقضاء لا سيما بعد أن أوقعا ما التزما أنجح للصدر أو كان أمرا لهما خاصة حين رأى في صدرهما حرجا من ذلك كقول عائشة رضي الله عنها رجعوا بحج وعمرة ورجعت بحجة فأعمرها من التنعيم قوله

تو احتمال تھا کہ متعمق لوگ عید کے روزہ کو ان عبادات کے ساتھ لاحق کر دیتے، دوسری یہ وجہ ہے کہ اس میں عید کے معنے ثابت کرنے مقصود ہیں کیونکہ عید میں یہ مقصود ہوتا ہے کہ خوشی حاصل ہو اور لذات حاصل ہوں اور اس کے عید بنانے کی یہ وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس بات کا خیال رہے کہ اس عید میں ایسے عبادات مجتمع ہیں کہ جن کی طرف ان کی طبیعتیں خود بخود راغب ہو جاتی ہیں اور بغیر جبر نہیں کیا جاتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صوم فی یومین یعنی فطر و اضحی کے دونوں دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور نیز فرمایا ہے ایام التشریق یعنی جو تشریق کے دن ہیں وہ کھانے اور پینے اور خدا تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں یعنی ان دنوں میں بھی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے یہ ثابت ہو کہ ان دنوں میں عید کے معنے ثابت کرنے مقصود ہیں اور ان کی طبیعتوں کو خشک عبادت کے کرنے سے اور دین کے اندر تعمق کرنے سے پھیرنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یحل لمرأۃ یعنی کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے خاوند کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے روزہ رکھے، میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ اس عورت کے روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کے خاوند کے بعض حق فوت ہو جاتے ہیں اور اس عورت کے ساتھ خوش طبعی اور دل لگی کرنی اس پر تنگ ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ جاننا چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان الصائم المتطوع یعنی نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ رکھ لے اگر چاہے تو افطار کرلے اور اس فرمان میں جو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا ہے **اقضیا یوما آخر** اس کی جگہ اور دن میں قضا کرلینا کوئی اختلاف نہیں ہے، اس واسطے کہ یہ ممکن ہے کہ پہلے قول کے یہ معنی ہوں کہ اگر روزہ دار روزہ توڑنا چاہے تو اپنے لئے قضا کو لازم کرلے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے ان دونوں کو روزے کے قضا کا استحباباً حکم فرمایا ہو کیونکہ جس چیز کو لازم کر لیا ہو اس کے پورے کرنے سے ہی دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے یا آپ نے ان کے دل میں کسی قسم کی گھبراہٹ دیکھ کر ان دونوں کے لئے خاص کرکے یہ حکم فرمایا ہو جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھبراہٹ کے وقت یہ الفاظ فرمائے تھے رجعوا بحجۃ وعمرۃ یعنی تمام لوگ حج اور عمرہ کرکے واپس ہوئے ہیں اور میں فقط حج ہی ادا کیا ہے تو آپ نے پھر تنعیم سے عبد الرحمن کے ساتھ واپس کرکے ان کو عمرہ کرایا۔

صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم فأکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ اقول انما عذر[۱] بالنسیان فی الصوم دون غیرہ لان الصوم لیس لہ ھیئۃ مذکرۃ بخلاف الصلوۃ والاحرام فان لھما ھیئات من استقبال والتجرد عن المخیط فکان احق ان یعذر فیہ قولہ علیہ السلام من وقع علی امرأتہ فی نھار رمضان اعتق رقبۃ الحدیث[۲] اقول لما ھجم علی ھتک حرمۃ شعائر اللہ وکان مبدؤہ افراطا طبیعیا وجب ان یقابل بایجاب طاعۃ شاقۃ غایۃ المشقۃ لیکون بین یدیہ مثل تلک فیزجرہ عن غلواء نفسہ ولا اختلاف بین حدیث تسوکہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لخلوف فم الصائم اطیب الحدیث فان مثل ھذا الکلام لا یراد بہ ظاھرہ کانہ قال انہ محبوب حتی لو کان لہ خلوف لکان محبوبا ولا اختلاف بین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس من البر الصیام فی السفر ذھب المفطرون بالاجر وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من کانت لہ حمولۃ تأوی الی شبع فلیصم رمضان حیثما ادرکہ لان الاول فیما اذا کان شاقا علیہ مفضیا الی الضعف والغشی کما ھو مقتضی قول الراوی قد ظلل علیہ او کان بالمسلمین حاجۃ لا تنجبر الا بالافطار وھو قول الراوی فسقط الصوامون[۳]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من نسی الخ یعنے جس شخص نے روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا تو اپنے روزہ کو پورا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اسکو کھلا پلا دیا ہے میں کہتا ہوں کہ فقط روزہ کی حالت میں بھول چوک کی وجہ سے آدمی معذور سمجھا گیا ہے باقی کسی عبادت میں بھولنے کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جاتا اس کی یہ وجہ ہے کہ روزہ کے اندر کوئی ایسی صورت نہیں پائی جاتی کہ اسکو روزہ یاد دلائے بخلاف نماز اور احرام کے کیونکہ ان کے اندر ایسی صورتیں پائی جاتی ہیں کہ جن سے ان کی یاد داشت آجاتی ہے جیسے قبلہ رخ نماز میں کھڑا ہونا اور احرام کے اندر بلا سلا ہوا کپڑا پہننا ہے تو اسلئے روزہ میں یہ مناسب ہے کہ اس شخص کو معذور سمجھا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں فرمایا تھا کہ جس نے رمضان شریف کے مہینے میں دن کے وقت اپنی عورت سے جماع کر لیا تھا اعتق رقبۃ یعنی ایک غلام آزاد کر میں کہتا ہوں اس کی یہ وجہ ہے کہ جب اس شخص نے شعائر الٰہی کی عزت کو توڑ دیا اور عزت کے توڑنے کا سبب اس کی طبعی افراط ہوا تو اسلئے یہ واجب ہوا کہ اس کے مقابلہ میں ایسی چیز مقرر کی جائے جو کہ اس کے نفس پر بہت شاق گذرے تاکہ اس کے سامنے وہ مشکل موجود رہے اور نفس کے غالب ہونے پر اس شخص کو ایسا کام باز رکھے اور اس حدیث میں کہ جس میں نبی علیہ السلام کے مسواک کرنے کا ذکر ہے اور آپ کے اس فرمان میں لخلوف فم الصائم الخ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی کلام سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے گویا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ روزہ دار اللہ تعالیٰ کو اسقدر محبوب ہے کہ اگر اس کے منہ سے بو آئے تو وہ بو بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نبی صلعم کے اس فرمان میں لیس من البر الخ یعنے سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے جنہوں نے روزہ نہیں رکھا وہ ثواب لے گئے ہیں اور اس فرمان میں من کانت لہ الخ یعنے جس آدمی کے پاس سواری ہو اور اطمینان سے منزل مقصود تک بغیر مشقت اور تکلیف کے پہنچا دے تو اسکو جس جگہ پر رمضان کا مہینہ واقع ہو جائے روزہ رکھنے کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث سے یہ مراد ہے کہ جس وقت روزہ رکھنا اسپر مشکل ہو کہ جس کی وجہ سے پر ضعف و غشی کی حالت طاری ہو جیسے کہ راوی کے اس قول سے قد ظلل علیہ یعنے اسکے سر پر سایہ کیا گیا معلوم ہوتا ہے یا یہ مراد ہو کہ مسلمانوں کو کوئی ایسی حاجت پیش آئی ہو کہ بغیر افطار کرنیکے وہ حاجت پوری نہیں ہو سکتی ہے کہ یہی قول ہے راوی کا فسقط الصوامون یعنے روزہ دار گر پڑے۔

[illegible]

وقام مقام ... وكان يرى في نفسه كراهة للرخص في مظانه فذلك من الآثام. والثاني فيما اذا كان السفر خاليا عن المشقة التي يعتد بها والاسباب التي ذكرناها ولا اختلاف بين قوله عليه السلام من مات وعليه صوم صام عنه وليه وقوله عليه الصلوة والسلام فيه ايضا فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا اذ يجوز ان يكون كل من الامرين مجزئا والسر في ذلك شيئان احدهما راجع الى الميت فان كثيرا من النفوس المفارقة اجسادها تدرك ان وظيفة من الوظائف التي يجب عليها وتؤاخذ بتركها فاتت منها فتتألم ويفتح ذلك بابا من الوحشة فكان الحدب[1] عليه ان يقوم اقرب الناس منه واولاهم به فيعمل عمله على قصد ان يقع عنه فان همته لذلك تفيد كما في القرابين او يفعل فعلا آخر مثله وكذلك حال من مات قد اجمع على صدقة تصدق عنه وليه وقد ذكرنا في الصلوة على الميت ما اذا عطف على صدقة الاحياء للاموات انعطف والثاني راجع الى الملة وهو التاكيد البالغ ليعلموا ان الصوم لا يسقط بحال حتى الموت ؛

[1] اي الشفقة ١٢

اور بے روزہ کھولنا برا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ اس شخص کے لئے ہے جو کہ اپنے دل میں اس رخصت کو مکروہ خیال کرتا ہے اور اس قسم کے اور اسباب بھی ہیں اور دوسری حدیث سے یہ مراد ہے کہ اس سفر میں کوئی قابل اعتبار تکلیف نہ ہو اور اسباب مذکورہ سے بھی خالی ہو اور اس حدیث میں ومن مات وعلیہ صوم الخ یعنے اگر ایسا آدمی مرجائے۔ کہ جس کے ذمہ روزے باقی ہیں تو اسکی طرف سے اسکا وارث روزہ رکھے۔ اور اس حدیث میں جو آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمائی ہے فلیطعم عنہ الخ یعنے اسکے وارث کو چاہیئے۔ کہ ہر دن کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسواسطے کہ یہ جائز ہے۔ کہ ان دونوں باتوں میں سے ہر ایک بھی کافی ہو۔ اسمیں دو راز ہیں۔ ایک میت کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اکثر ارواح کو۔ کہ جس وقت اپنے جسموں میں سے جدا ہوتے ہیں اسبات کا ادراک رہتا ہے۔ کہ جو عبادات ہم پر واجب تھیں اور جن کی ترک سے ہمسے مواخذہ کیا جائے گا۔ وہ ہم سے فوت ہوگئی ہیں۔ سو وہ ارواح تکلیف میں رہتے ہیں۔ اور اس رنج کی وجہ سے انپر گھبراہٹ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پس ایسے وقت میں ان کے حق میں یہ شفقت ہے۔ کہ لوگوں میں سے جو زیادہ اس میت کا قریبی ہے وہ اس میت کی مانند عمل کرے اور ارادہ یہ کرے کہ یہ عمل اس کی طرف سے کرتا ہوں۔ تو اس ارادے سے وہ عمل کرنا اس میت کیلئے فائدہ پہنچاتا ہے۔ جیسے کہ دنیا میں ایک کا کام دوسرے قریبی کو فائدہ پہنچاتا ہے یا اس کی مثل اور کوئی کام کرتا ہے۔ اور ایسا ہی حال اس شخص کا ہے جو کہ صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا تھا مگر پھر وہ فوت ہوگیا اور صدقہ نہ ادا کرسکا۔ تو اسکے وارث کو یہ چاہیئے۔ کہ اسکی طرف سے صدقہ ادا کردے۔

اور جس بات کو ہم نے نماز جنازہ میں بیان کیا ہے اس اسبات کو اسجگہ محمول کیا جائے کہ زندہ لوگ مردوں کی طرف سے صدقہ دیں تو ہوسکتا ہے ؛

دوسرا راز دین کے لحاظ سے ہے وہ یہ ہے کہ اس سے بڑی تاکید ثابت ہوتی ہے تاکہ لوگ معلوم کرلیں روزہ کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی ساقط نہیں ہوتا ؛

امور تتعلق بالصوم

اعلم ان كمال الصوم انما هو تنزيهه عن الافعال والاقوال الشهوية والسبعية والشيطانية فانه تذكر النفس الاخلاق الخسيسة وتهيجها هيآت فاسدة والاحتراز عما يفضي الى الفطر ويدعو اليه فمن الاول قوله صلى الله عليه وسلم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل اني صائم وقوله صلى الله عليه وسلم من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه ومن الثاني ... ومن سر في افطر الحاجم والمحجوم ان المحجوم يتعرض للافطار من الضعف والحاجم لانه لا يأمن من ان يصل شيء الى جوفه من المص والقبلة والمباشرة وكان الناس قد افرطوا وتعمقوا وكادوا ان يجعلوه من مرتبة الركن فبين النبي صلى الله عليه وآله وسلم قولا وفعلا انه ليس مفطرا ولا منقصا للصوم واشعر بانه ترك الاولى في حق غيره بلفظ الرخصة۔ واما هو فكان مامورا ببيان الشريعة فكان هو الاولى في حقه

اس فصل میں اُن امور کا بیان ہے جو کہ روزے کے متعلق ہیں

جاننا چاہیئے کہ روزہ کامل اسوقت ہی ہوتا ہے کہ جس وقت انسان اپنے آپ کو سوائے نفسانی و درندگی و شیطانی سے محفوظ رکھے کیونکہ ان امور کی وجہ سے نفس کو برے اخلاق یاد آتے رہتے ہیں اور یہ امور نفس کو برے اوصاف کی طرف اکساتے ہیں۔ اور نیز روزہ کامل تب ہوتا ہے جب کہ اسکو ان باتوں سے بچایا جائے جو کہ روزہ توڑنے کے لئے سبب اور واسطہ ہوتے ہیں۔ ان باتوں کے متعلق آپ نے فرمایا ہے فلا یرفث فلا یصخب الخ یعنی جس روز کہ تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو اسکو چاہیئے کہ زبان سے فحش کلام نہ نکالے اور شور و غل نہ کرے پس اگر کوئی آدمی اسکو گالی دے یا اسکے ساتھ لڑنے کا ارادہ کرے تو روزہ دار کو چاہیئے کہ اسکو یہ کہے کہ میں روزے دار ہوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لم یدع الخ یعنے جو آدمی جھوٹ بولنے اور اسپر عمل کرنے کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اسکے کھانے پینے کو چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اسجگہ نفی سے مراد نفی کمال کی گئی تھی اور دوسرے امر کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے افطر الحاجم والمحجوم یعنے پچھنے لگانے والا ضعف کی وجہ سے افطار کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور لگانے والے کا اسواسطے کہ سینگی کے چوسنے کی وجہ سے اسکے پیٹ میں کسی چیز کے داخل ہونے کا گمان ہے۔ اور بوسہ اور مباشرت کرنی بھی اسی طرح ہے۔ اور لوگوں نے اسکے اندر زیادہ تجاوز کر لیا تھا اور قریب تھا کہ اسکو رکن کے مرتبہ میں داخل کر دیتے۔ تو اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات سے اپنے قول اور فعل سے اسبات کا بیان فرما دیا۔ کہ بوسہ لینے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ روزے میں کسی قسم کا نقصان آتا ہے اور آپکے رخصت کے لفظ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے علاوہ اور لوگوں کیلئے ان افعال مذکورہ کا ارتکاب کرنا مکروہ ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شریعت کے بیان کرنے کا حکم تھا تو اسواسطے آپکے لئے ان افعال کا کرنا اولیٰ تھا۔

وكذا سائر ما تنزل فيه عن درجة المحسنين إلى درجة عامة المؤمنين والله أعلم.

واختلف سنن الأنبياء عليهم السلام في الصوم فكان نوح عليه السلام يصوم الدهر وكان داود عليه السلام يصوم يوما ويفطر يوما وكان عيسى عليه السلام يصوم يوما ويفطر يومين أو أياما وكان النبي صلى الله عليه وسلم في خاصة نفسه يصوم حتى يقال لا يفطر ويفطر حتى يقال لا يصوم ولم يكن يستكمل صيام شهر إلا رمضان وذلك أن الصيام ترياق والترياق لا يستعمل إلا بقدر المرض وكان قوم نوح عليه السلام شداد الأمزجة حتى روي عنهم ما روي وكان داود عليه السلام ذا قوة ورزانة وهو قوله صلى الله عليه وسلم وكان لا يفر إذا لاقى وكان عيسى عليه السلام ضعيفا في البدن فارغا لا أهل له ولا مال فاختار كل واحد ما يناسب الأحوال وكان نبينا صلى الله عليه وسلم عارفا بفوائد الصوم والإفطار مطلعا على مزاجه وما يناسبه فاختار بحسب على مزاجه وما يناسبه فاختار بحسب مصلحة الوقت ما شاء واختار لأمته صيام منها يوم عاشوراء والسر في مشروعيته أنه وقت نصر الله تعالى موسى عليه السلام على فرعون وقومه وشكر موسى بصوم ذلك اليوم وصار سنة بين أهل الكتاب والعرب فأقره رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنها صوم عرفة والسر فيه أنه تشبه بالحاج وتشوق إليهم وتعرض لرحمة الله

اور ایسے ہی تمام ان چیزوں کا حال ہے جن میں محسنین کے درجے سے عام مومنین کے درجہ کی طرف نزول فرمایا ہے واللہ اعلم۔

روزہ کے اندر انبیاء علیہ السلام کے طریقے مختلف رہے ہیں نوح علیہ السلام تو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے لیکن داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے اور عیسیٰ ایک دن روزہ رکھتے اور دو روز یا کئی روز نہ رکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود کبھی اسقدر رکھتے ہے کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ کبھی نہ چھوڑینگے اور کبھی اسقدر چھوڑتے تھے کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ روزہ نہ رکھینگے مگر بجز ماہ رمضان کے پورے کسی مہینہ کے نہ رکھتے تھے۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ روزہ فی الواقع ایک تریاق ہے اور تریاق کا استعمال مرض کی مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ نہایت مضبوط ہوتے تھے چنانچہ انکے بڑے بڑے حالات مروی ہیں۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی نہایت قوی اور مضبوط آدمی تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **وکان لا یفر** الخ یعنے جب کسی سے بھڑ جاتے تھے تو بھاگتے نہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضعیف البدن اور فارغ البال تھے اور نہ انکا گھر تھا اور نہ ان کے پاس کچھ مال تھا انہیں سے ہر ایک نے جو صورت حال کے مناسب دیکھی اُسکو پسند کرلیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے فوائد سے خوب واقف تھے اور اپنے حال اور اُسکے مناسب افعال سے خوب واقف تھے لہذا مصلحت کیوقت اعتبار سے جو آپنے مناسب سمجھا اُسکو اختیار کیا۔ اور اپنی امت کے لئے بھی درمیان کے چند روزے پسند کئے از انجملہ عاشورہ کا روزہ اور اُسکے مشروعیت میں یہ رمز ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرعون اور اُسکی قوم کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی ہے۔ اور اس روز موسے علیہ السلام نے اُسکے شکر میں روزہ رکھا ہے اور اس روز کا اہل کتاب اور عرب میں دستور رہتا۔

لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسکو برقرار رکھا۔ اور ایک عرفہ کا روزہ ہے اُسمیں یہ رمز ہے کہ اس روزے سے حاجیوں کے ساتھ مشابہت اور اُن کی طرف شوق پیدا ہوتا ہے جس رحمت کا

تدل الهم وسر فضله على صوم يوم عاشوراء ثم خوض فى لجة الرحمة النازلة ذلك اليوم واتفاق تعرض للرحمة التى نعتت والتفتت فعمد النبى صلى الله عليه وسلم فى ثمرة الخوض فى لجة الرحمة وهى كفارة للذنوب السابقة والتوقى عن الذنوب ـ حقيقة بان لا يقبلها صعيم قلبه فجعلها لصوم عرفة ولم يصمه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حجه ما ذكرنا فى التضحية وصلوة العيد من ان هذه كلها للتشبه بالحاج ولما المتشبهون غيرهم **ومنها** ستة الشوال قال صلى الله عليه وسلم من صام رمضان فاتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر كله وأسّها فى مشروعيتها انها بمنزلة السنن الرواتب فى الصلوة تكمل فائدتها بالنسبة الى امزجة لم تتأثر فائدتها بهم وانما خص فى بيان فضله التشبه بصوم الدهر لان من القواعد المقررة ان الحسنة بعشر امثالها وبهذه الستة يتم الحساب **ومنها** ثلاثة من كل شهر لانها بحساب كل حسنة بعشر امثالها تصاهى صيام الدهر ولان الثلاثة اقل حد الكثرة وفيما اختلفت الروايات فى اختيار تلك الايام فورد يا ابا ذر اذا صمت من الشهر الثلاثة فصم ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة **وورد** [illegible]

روزل انزاد ہوتے اور مرحکی اس کی توجہ ہو جاتی ہے اور عاشورہ کے روز پر اس روزہ کو فضیلت حاصل ہونے کا یہ سبب ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھنا فی الحقیقت اس رحمت الٰہی کے دریا میں غرق ہو جانا ہے جو اس روز بندوں پر نازل ہوتی ہے اور عاشورہ کے روزے اس رحمت کا اپنی طرف متوجہ کرنا معلوم ہوتا ہے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رحمت الٰہی کے دریا میں غرق ہونے کے ثمرہ کی طرف ملاحظہ کیا جس کی وجہ سے گناہ سابق کو ہو جاتے ہیں اور گناہ لاحق سے بچ جاتا ہے بالیقین کہ آدمی کا دل اس کو قبول نہیں کرتا تو عرفہ کے روزے میں مقرر کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں عرفہ کا روزہ نہیں رکھا اس کی وجہ وہی ہے جو قربانی اور عید کی نماز میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان سب میں حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی ہے اور مشابہت انھیں لوگوں کو پیدا کرنی چاہیے جو حجاج نہیں ہیں۔ اور ایک شوال کے چھ روزے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام صیام الخ جو شخص رمضان کے روزے رکھ کر اس کے بعد شوال کے چھ روزے اور رکھ لیا کرے تو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ان روزوں کی مشروعیت میں بھید یہ ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کیں جن کی وجہ سے ان ... کے فائدہ کی تکمیل ہو جاتی ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ نہیں حاصل کرتے اور ان روزوں کی خصوصیت میں ... کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے اس واسطے مخصوص کیے گئے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہو سکتا ہے جیسے تیس اور چھ مل کر چھتیس دہائی تین سو ساٹھ ہوتے ہیں جو ایک سال کے دن ہیں اور ایک ہر ماہ میں تین روزوں کا رکھنا کیونکہ وہ بھی اسی حساب سے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں اور تین کی مقدار کثرت کا ادنیٰ درجہ ہے اب اس بات میں روایت مختلف ہے کہ کون سے تین دنے رکھنے چاہئیں ایک روایت میں تو آیا ہے کہ اے ابوذر اگر مہینے میں تو تین روزے رکھے تو مہینے کی تیرھویں اور چودھویں اور پندرھویں کو رکھا کر اور ایک روایت میں آیا ہے ...

كان يصوم من الشهر السبت والاحد والاثنين ومن الشهر الآخر الثلاثاء والاربعاء والخميس

وورد انه امر ام سلمة رض بثلاثة اولها الاثنين والخميس ولكل وجه **واعلم** ان ليلة

القدر ليلتان احدهما ليلة يفرق فيها كل امر حكيم وفيها نزل القرآن جملة واحدة ثم

نزل بعد ذلك نجما نجما وهي ليلة في السنة ولا يجب ان تكون في رمضان نعم رمضان

مظنة غالبة لها واتفق انها كانت في رمضان عند نزول القرآن والثانية يكون فيها نوع

من انتشار الروحانية ومجئ الملائكة الى الارض فيتفق المسلمون فيها على الطاعات

فتتعاكس انوارهم فيما بينهم ويتقرب منهم الملائكة ويتباعد منهم الشياطين ويستجاب منهم

ادعيتهم وطاعاتهم وهي ليلة في كل رمضان في اوتار العشر الاواخر تتقدم وتتاخر فيها و

لا تخرج منها فمن قصد الاولى قال هي في كل السنة ومن قصد الثانية قال هي في العشر

الاواخر من رمضان وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارى رؤياكم قد تواطأت[1] في

السبع الاواخر فمن كان متحريها فليتحرها في السبع الاواخر وقال اريت هذه الليلة ثم

انسيتها وقد رأيتني اسجد في ماء وطين فكان ذلك[2] في ليلة احدى وعشرين و

کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے میں ہفتہ اور اتوار اور پیر کے دن اور دوسرے مہینے میں منگل بدھ جمعرات کے دن روزے رکھا کرتے تھے دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ سے بھی تین دن روزے رکھنا ایک روایت میں آیا ہے اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ کو تین دن کے روزے رکھنے کو فرمایا جن کا پہلا دن پیر یا جمعرات ہے اور ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ سبب ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ شب قدر کی دو راتیں ہیں۔ ایک تو وہ رات جس میں تمام امور حکیمہ کی تقسیم ہوتی ہے اور اسی رات میں پورا قرآن شریف سے آسمان پر اترا ہے بعد ازاں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا تھا یہ شب سال بھر میں ایک رات ہوتی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ماہ رمضان المبارک ہی میں ہو البتہ رمضان کے مہینے میں اس کے پائے جانے کا احتمال قوی ہے۔ اور جس سال قرآن اترا ہے تو اس سال یہ رات رمضان کے مہینے میں ہوئی تھی اور دوسری شب وہ ہے جس میں روحانیت کا عالم کے اندر پھیلاؤ ہوتا ہے اور اس شب میں ملائکہ مقربین زمین کی طرف نزول ہوتا ہے اور مسلمان لوگ اتفاق سے اس شب میں عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں اور باہم ان کے انوار کا ایک دوسرے پر پڑتا ہے تو ملائکہ سے ان کو قرب ہو جاتا ہے اور شیاطین ان سے دور ہو جاتے ہیں اور انکی دعائیں اور عبادتیں مقبول ہوتی ہیں اور یہ شب رمضان کے اخیر عشرہ میں طاق تاریخوں میں مقدم و موخر ہوتی رہتی ہے لیکن عشرہ اخیرہ سے باہر نہیں ہوتی تو جو شخص شب قدر سے پہلی شب مراد لیتا ہے اس کا یہ قول ہے کہ شب قدر سال بھر میں کبھی نہ کبھی ہوتی ہے اور جو شخص شب قدر سے دوسری شب قدر مراد لیتا ہے اس کا یہ قول ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ میں ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں تمہارے خوابوں کو ستائیسویں شب میں متفق پاتا ہوں اور جس شخص کو اس شب کی تلاش ہو تو وہ ستائیسویں رات میں تلاش کرے اور آپ نے فرمایا مجھکو یہ رات دکھائی گئی پھر مجھے بھلا دی گئی اور میں نے اسکی صبح کو اپنے آپ کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا اور یہ بات اکیسویں شب میں دیکھی گئی ہے اکیسویں شب کی صبح کو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا اثر دیکھا اور

سلہ اولرات رجالا من اصحاب النبی علیہ السلام لیلۃ القدر فی المنام فی السبع الاواخر ۱۲ سلہ ای توافقت ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

سلہ ای اثر الماء والطین علی جبہتہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤی فی صبیحۃ احد وعشرین ۱۲

اختلاف الصحابة فيها مبني على اختلافهم في وجدانها. ومن ادعيتها من وجدها اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني وانما كان الاعتكاف في المسجد سببا لجمع الخاطر وصفاء القلب والتفرغ للطاعة والتشبه بالملائكة والتعرض لوجدان ليلة القدر اختاره النبي صلى الله عليه وسلم في العشر الاواخر وسنه للمحسنين من امته قالت عائشة رضي الله عنها السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس المرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه ولا اعتكاف الا في مسجد جامع اقول وذلك تحقيقا لمعنى الاعتكاف وليكون الطاعة لها بال ومشقة على النفس ومخالفة للعادة والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

مِنْ أَبْوَابِ الْحَجِّ

المصالح المرعية في الحج امور منها تعظيم البيت فانه من شعائر الله وتعظيمه هو تعظيم الله تعالى ومنها تحقيق معنى العرضة فان لكل دولة او ملة اجتماعا يتوارده الاقاصي والاداني ليعرف فيه بعضهم بعضا ويستفيدوا احكام الملة ويعظموا شعائرها والحج عرضة المسلمين وظهور شوكتهم واجتماع جنودهم وتنويه ملتهم وهو قوله تعالى واذ جعلنا البيت مثابة للناس

صحابہ کے درمیان شب قدر میں خلاف ہے اس کا سبب شب قدر کے دیکھنے میں ہے جو شخص شب قدر کو دیکھے اس کو یہ دعا پڑھنی چاہیے اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی اور مسجد کے اعتکاف کرنے کو جمعی اور قلب کی صفائی اور عبادت کے لیے فراغت اور ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے اور شب قدر کے پانے کا سبب ہے اسلیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آخر عشرہ میں پسند کیا اور اپنی امت کے محسنین کے لیے اس کو مقرر فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں معتکف کی سنت ہے کہ کسی مریض کی عیادت کو نہ جاوے اور کسی جنازے میں نہ شریک ہو اور عورت کو نہ ہاتھ لگائے نہ صحبت کرے اور بغیر حاجت کے مسجد سے باہر نہ آئے مگر ضروری بات جو لابدی ہے اور بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہوتا اور نہ سوائے جامع مسجد کے کہیں ہوتا ہے اس کا سبب میرے نزدیک اعتکاف کے معنی کا ثابت کرنا ہے تاکہ عبادت کی قدر اور نفس پر مشقت معلوم ہو اور عادت کی مخالفت پائی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

یہاں ان احادیث کا بیان شروع ہے جو کہ حج کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں:

حج کے اندر جن مصالح کا لحاظ کیا گیا ہے وہ چند امور ہیں از انجملہ بیت اللہ کی تعظیم ہے کیونکہ وہ شعائر الٰہی میں سے ہے اور اس کی تعظیم خداتعالیٰ کی تعظیم ہے اور از انجملہ اجتماع کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ ہر دولت اور ہر ملت کے لئے اجتماع کا ایک دن ہوتا ہے جس میں ادنیٰ و اعلیٰ موجود ہوتے ہیں تاکہ باہم ایک دوسرے سے معرفت حاصل کریں اور ملت کے احکام سیکھیں اور اس کے شعائر کی تعظیم کریں اسی طرح حج مسلمانوں کے جمع ہونے اور ان کی شوکت کے ظاہر ہونے اور ان کے لشکروں کے جمع ہونے اور دین کی عزت کا دن ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتا ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس الآیہ اور جبکہ اس گھر کو ہم نے لوگوں کا مرجع

وامنا و منها ما اقتصما توارث الناس عن سيدنا ابراهيم واسمعيل عليهما السلام فانهما امام الملة الحنيفية ومشرعاها للعرب والنبي صلى الله عليه وسلم بعث لتظهر به الملة الحنيفية وتعلو به كلمتها وهو قوله تعالى ملة ابيكم ابراهيم فمن الواجب المحافظة على ما استفاض عن امامها كخصال الفطرة ومناسك الحج وهو قوله صلى الله عليه وسلم قفوا على مشاعركم فانكم على ارث من ارث ابيكم ابراهيم ومنها الاصطلاح على حال يتحقق بها الرفق لعامتهم وخاصتهم كنزول منى والمبيت بمزدلفة فانه لو لم يصطلح على مثل هذا لشق عليهم ولو لم يسجل عليه لم تجتمع كلمتهم عليه مع كثرتهم وانتشارهم ومنها الاعمال التي تعلن بان صاحبها موحد تابع للحق متدين بالملة الحنيفية شاكر لله على ما انعم على اوائل هذه الملة كالسعي بين الصفا والمروة ومنها ان اهل الجاهلية كانوا يحجون وكان الحج اصل دينهم ولكنهم خلطوا اعمالا منها ما هي مأثورة عن ابراهيم عليه السلام ومنها ما هي اختلاق منهم وفيها اشراك لغير الله كتعظيم اساف ونائلة وكالاهلال لمناة الطاغية وكقولهم في التلبية لا شريك لك الا شريكا هو لك ومن حق هذه الاعمال ان ينهى عنها ويؤكد في ذلك واعمالا انتحلوها فخرا وعجبا كقول حمس نحن قطان الله فلا نخرج من حرم

اور ان کے لئے منیٰ کی جگہ اور اسی طرح حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے لوگوں میں جو دستور چلا آتا ہے اس کے ساتھ موافقت کرتا ہے کیونکہ وہ دونوں ملت حنفی کے امام اور عرب کے لئے اس کے احکام مقرر کرنے والے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اسی ملت کا ظاہر کرنا اور سب حصوں پر اس کا غالب کرنا مقصود ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ملۃ ابیکم ابراہیم تمہارے باپ ابراہیم کی ملت لہٰذا اس ملت کے اماموں سے جو طریقہ جاری رہا ہے اس کی محافظت ضروری ہوئی جیسے خصالِ فطرت کے خصائل اور حج کے مناسک چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراہیم اور اپنے مشاعر پر وقوف کرو کیونکہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورثہ میں سے تمکو ورثہ پہونچا ہے اور از انجملہ ایک ایسی بات پر اتفاق کا پایا جانا ہے جس میں ہر خاص و عام کے لئے آسانی ہے جیسے منیٰ میں اترنا اور مزدلفہ میں شب کو قیام کرنا کیونکہ اگر ایسی بات پر ان کا اتفاق نہ ہوتا تو انکے لئے سخت دشواری ہوتی اور اگر اس کا حکم قطعی نہ دیا جاتا تو باوجود اس کثرت اور انتشار کے سب لوگ ایک بات پر متفق نہ ہوتے اور از انجملہ ایسے اعمال کا پایا جانا جنسے ان کے کرنیوالے کا موحد اور حق کا تابع ہونا اور ملت حنفی میں داخل ہونا اور اس ملت کے گذشتہ لوگوں پر جو انعامات ہوئے ہیں ان پر شکر کرنا معلوم ہوتا ہے جیسے صفا مروہ میں سعی کرنی اور از انجملہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت بھی حج کیا کرتے تھے اور حج ان کے دین کے اصول میں سے تھا لیکن انہوں نے اسکے اندر اور بہت سی باتیں جنکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پتہ نہ لگتا تھا اور صرف انھیں کی ایجاد شدہ تھیں شامل کر لی تھیں اور ان باتوں میں شرک پایا جاتا تھا جیسے اساف و نائلہ اور منات و طاغیہ کے لئے احرام باندھنا اور انکا تلبیہ میں یہ کہنا لا شریک لک الا شریکا ہو لک اور یہ باتیں ایسی تھیں جنسے نہایت تاکید سے منع کرنا ضروری تھا اور بہت سی باتیں بطریق فخر اور خود پسندی کے اپنی طرف سے ایجاد کیا کرتے تھے جیسے حمس کا یہ کہنا کہ ہم خدا کے جوار میں رہتے ہیں اس لئے حرم سے ہم نہ نکلیں گے

سلہ لئے فی النجم ۱۲ سلہ اساف بکسر همزه ونائلة صنمان زعموا انهما زنيا في الكعبة فمسخا ۱۲ سلہ قوله حمس جمع احمس وهي اسم لقريش واولادهم وسموا بها لتحمسهم اي تشددهم في دينهم وشجاعتهم ۱۲

اللہ فنزل ثم افیضوا من حیث افاض الناس وکذکرھم آباءھم ایام منیٰ فنزل فاذکروا اللہ کذکرکم
آباءکم او اشد ذکرا ولما استنکر الانصار ھذا الاصل تحرجوا فی السعی بین الصفا و
المروۃ حتی نزل ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ومنھا انھم کانوا ابتدعوا قیاسات فاسدۃ
ھی من باب التعمق فی الدین وفیھا حرج للناس ومن حقھا ان تنسخ وتھجر کقولھم یجتنب
المحرم دخول البیوت من ابوابھا وکانوا یتسورون من ظھورھا ظنا منھم ان الدخول من
الباب ترفہ ینافی ھیئۃ الاحرام فنزل ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا و
ککراھیتھم التجارۃ موسم الحج ظنا منھم انھا تخل بخلاص العمل للہ فنزل ولا جناح
علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم وکان بعضھم یحجون بلا زاد ویقولون نحن المتوکلون
وکانوا یضیقون علی الناس ویعتدون فنزل وتزودوا فان خیر الزاد التقوی وکقولھم من
افجر الفجور العمرۃ فی ایام الحج وقولھم اذا انسلخ صفر وبرأ الدبر وعفا الاثر حلت العمرۃ
لمن اعتمر وفی ذلک حرج للآفاقی حیث یحتاج الی تجدید السفر لعمرۃ فامرھم النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع ان یخرجوا من الاحرام بعمرۃ ویحجوا بعد ذلک وشدد الامر
فی ذلک لیکسر عن عادتھم وما رکز فی قلوبھم

اس لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ پھر تم بھی جہاں سے لوگ پھرتے ہیں
اور منیٰ کے دنوں میں وہ لوگ اپنے باپ داداوں کی بڑائیاں بیان کیا کرتے تھے اسلئے یہ آیت نازل ہوئی
فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ یاد خدا کی ایسی کیا کرو جیسے اپنے باپ داداوں کا ذکر کرتے ہو
یا اس سے بھی زیادہ۔ اور چونکہ انصار نے اس اصل حقیقت کو معلوم کر لیا اس نے صفا مروہ میں سعی بھی
کرنے سے انکو پرہیز ہوا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا اور
مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اور انہیں میں سے یہ ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے قیاسات فاسدہ ایجاد کر لئے تھے
جنکا مادہ دین میں رائے زنی کرنے پر تھا۔ اور ان باتوں میں لوگوں کو دقت تھی اور وہ دور ہونے اور متروک ہونے
کے قابل تھیں جیسا کہ انکا یہ کہنا کہ محرم گھروں کے دروازوں سے داخل نہ ہوں اور چھتوں پر سے یعنی پشت کی طرف
سے چڑھ کر گھروں میں آیا کرتے تھے۔ انکا یہ خیال تھا کہ دروازہ سے مکان کے اندر آنا ایک معمولی بات ہے
جو احرام کی ہیئت کے منافی ہے اسلئے یہ آیت نازل ہوئی ولیس البر الخ یعنی پشت کی طرف سے تمہارا گھروں میں
آنا کچھ بھلائی کی بات نہیں ہے۔ اور ایام حج میں وہ لوگ خرید و فروخت کو مکروہ جانتے تھے اور یہ خیال کرتے
تھے کہ ان ایام میں تجارت کرنے سے عمل پر خلوص نہیں رہتا پس یہ آیت نازل ہوئی ولا جناح الخ یعنی اپنے پروردگار سے فضل
کی تلاش میں کچھ مضائقہ نہیں اور اس بات کو اچھا جانتے تھے کہ بغیر سفر خرچ کے حج کریں اور اپنے آپ کو متوکل کہتے تھے اور
لوگوں کو تنگ کیا کرتے تھے اور ان پر ظلم کیا کرتے تھے اسلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ فتزودوا الخ اور زاد راہ لیلو البتہ بہتر زاد راہ پرہیزگاری
ہے اور انکا قول تھا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ اور کہا کرتے تھے جب صفر کا مہینہ گزر گیا اور اونٹوں کی پشت
کے زخم اچھے ہو گئے اور سفر کے آثار جاتے رہے تو عمرہ کرنے والے کیلئے عمرہ درست ہو گیا اور آفاقیوں کے لئے اسمیں
نہایت دقت تھی کیونکہ عمرہ کیلئے انکو دوبارہ سفر کرنے کی حاجت پڑتی تھی اسلئے آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع میں انکو حکم دیا کہ
عمرہ کر کے احرام سے باہر آویں اور اسکے بعد حج کریں اور اس امر میں آپ نے بہت سختی سے فرمایا کیونکہ یہ باتیں انکی عادات میں داخل ہو کر انکے دلوں میں گڑ گئی تھیں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ایها الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول الله فسکت حتی قالها ثلاثا فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم ۔

اقول سره ان الامر الذی یعد لنزول وحی الله بتوقیت خاص هو اقبال القوم علی ذلک وتلقی علومهم وهممهم له بالقبول وکون ذلک القدر هو الذی اشتهر بینهم وتداولوه ثم عزیمة النبی صلی الله علیه وسلم وطلبه من الله فاذا اجتمع الامران لابد ان ینزل الوحی علی حسبه ولک عبرة بان الله ما انزل کتابا الا بلسان قومه وبما یفهمونه ولا القی علیهم حکما ولا دلیلا الا ما هو قریب من فهمهم کیف ومبدأ الوحی اللطف وانما اللطف اختیار اقرب ما یمکن هنالک للاجابة وقیل ای الاعمال افضل قال الایمان بالله ورسوله قیل ثم ماذا قال الجهاد فی سبیل الله قیل ثم ماذا قال حج مبرور ولا اختلاف بینه وبین قوله صلی الله علیه وسلم فی فضل الذکر الا انبئکم بافضل اعمالکم لان الافضل یختلف باختلاف الاعتبار والمقصود ههنا بیان الافضل باعتبار تنویه دین الله وظهور شعائر الله ولیس فی هذا الاعتبار بعد الایمان کالجهاد والحج قال النبی صلی الله علیه وسلم من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه وقال النبی صلی الله علیه وسلم

کہیں — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایہا الناس (اے لوگو) تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہذا حج کرو اس اثنا میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ حتی کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اگر کہہ دوں میں (ہاں) تو البتہ ہر سال واجب ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے میرے نزدیک اس میں بھید یہ ہے کہ کسی خاص وقت پر وحی الٰہی نازل ہونے کا سبب لوگوں کا ایک امر پر متوجہ ہونا اور ان کے علوم اور ان کی ہمتوں کا اس امر کو قبول کر لینا اور اس مقدار کا لوگوں میں مشہور اور متداول ہونا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالیٰ سے اس کا طلب کرنا ہوتا ہے پس جب یہ دونوں امر جمع ہو جاتے ہیں تو اس کے موافق وحی کا نازل ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ امر تم یہاں سے معلوم کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب کسی زبان میں بجز اُن لوگوں کی زبان کے اور بجز ایسے الفاظ کے جنکو وہ سمجھ سکیں نہیں نازل فرمائی اور نہ کوئی ایسا حکم اور دلیل ان کے لئے بیان کی کہ جو وہ آسانی سے نہ سمجھ سکیں اور یہ ہو بھی نہیں سکتا۔ چونکہ وحی کا دار مدار حق تعالیٰ کی عنایت پر ہے اور عنایت اس میں پائی جاتی ہے کہ جس امر کو وہ آسانی سے قبول کر سکیں وہی بات ان کیلئے تجویز کی جائے اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سب اعمال میں سے کون سے عمل کو فضیلت ہے آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنا پھر عرض کیا اس کے بعد سب اعمال میں کون سا عمل بہتر ہے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا اس نے کہا اس کے بعد کون سا عمل افضل ترین عمل ہے آپ نے فرمایا حج مبرور اس حدیث میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی فضیلت میں یہ فرمانے سے الا انبئکم الخ کیا میں تمہارے اعمال میں سے افضل ترین عمل نہ بتلادوں اس لئے کہ فضیلت اعتبارات کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے اور یہاں پر فضیلت دین الٰہی کی تعظیم اور شعائر الٰہی کے ظہور کے لحاظ سے بیان کرنا مقصود ہے اور اس اعتبار سے ایمان کے بعد جہاد اور حج کے برابر کوئی عمل نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من حج للہ الخ جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے حج کرے اور بیہودہ باتیں اور فسق کے کام نہ کرے تو ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة وقال عليه السلام تابعوا بين الحج والعمرة الخ اقول تعظيم شعائر الله والخوض فى لجة رحمة الله يكفر الذنوب ويدخل الجنة ولما كان الحج المبرور والمتابعة بين الحج والعمرة والاكثار منهما نصابا صالحا لغرض رحمته اثبت لهما ذلك وانما شرط ترك الرفث والفسوق ليتحقق ذلك الخوض فان من فعلهما اعرضت عنه الرحمة ولم يكمل خوضه فى رحمته وقال النبى صلى الله عليه وآله وسلم ان عمرة فى رمضان تعدل حجة اقول سره ان الحج انما يفضل العمرة بامر جامع بين تعظيم شعائر الله واجتماع الناس على استنزال رحمة الله ونجد العمرة فى رمضان تفعل فعله فان رمضان وقت تعاكس اضواء المحسنين ونزول الروحانية وقال صلى الله عليه وسلم من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا اقول ترك ركن من اركان الاسلام يشبه بالخروج عن الملة وانما شبه تارك الحج باليهودى والنصرانى وتارك الصلوة بالمشرك لان اليهود والنصارى يصلون ولا يحجون ومشركو العرب يحجون ولا يصلون قيل ما الحاج قال الشعث التفل قيل اى الحج افضل قال العج والثج قيل ما السبيل قال الزاد والراحلة اقول الحاج من شانه ان [illegible]

فرمایا ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور پاکیزہ حج کی جزاء صرف جنت ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حج و عمرہ پے در پے کیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ خدا کے شعائر کی تعظیم اور رحمت الٰہی کے دریا میں غوطہ زنی گناہوں کی بخشش اور دخول جنت کا باعث ہے چونکہ پاکیزہ حج اور پے در پے حج و عمرہ کی ادائیگی اور عمرہ کی بہتات رحمت الٰہی کے ورود کا اچھا نصاب واقع ہوئی۔ لہذا ان دونوں کے لئے اسے ثابت کیا۔

اور حج کیلئے رفث و فسوق[1] کی ممانعت اس لئے ہے تاکہ پوری طرح غوطہ زنی حاصل ہو کیونکہ جو رفث و فسق کرے اس سے رحمت دور ہو جاتی ہے لہذا اس کے حق میں غوطہ زنی کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماہ رمضان میں ایک عمرہ ایک حج کے برابر ہے۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کو عمرہ پر فضیلت حاصل ہونے کا یہی سبب ہے کہ حج کے اندر شعائر الٰہی کی تعظیم اور رحمت الٰہی کے طلب کرنے پر لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور عمرہ میں یہ بات نہیں ہوتی۔ رمضان کے مہینہ میں جو عمرہ پایا جاتا ہے وہ حج کا کام دیتا ہے۔ کیونکہ رمضان کے مہینہ میں محسنین کے انوار کا انعکاس رہتا ہے اور ملائکہ و روحانیت کا نزول ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک زادا الخ جس شخص کے پاس زاد راہ اور ایسی سواری ہو جو بیت اللہ تک پہنچا سکے اور اس نے حج نہیں کیا پھر نہیں پرواہ اس کو کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ میں کہتا ہوں اسلام کے ارکان میں سے کسی رکن کا ترک کر دینا ایسا ہے جیسے اسلام سے باہر ہو جانا۔ اور حج کے ترک کرنے والے کو یہودی و نصرانی کے ساتھ اور تارک نماز کو مشرک کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی کہ یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے ہیں پر حج نہیں کرتے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے لیکن نماز نہیں پڑھتے تھے۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج کرنے والا کیسا ہوتا ہے آپ نے فرمایا سر میں خاک بدن میں بدبو۔ پھر عرض کیا گیا کون سا حج بہتر ہے آپ نے فرمایا جس میں بآواز بلند لبیک کہے اور قربانی کرے پھر عرض کیا گیا راستہ سے کیا مراد ہے یعنی من استطاع الخ آپ نے فرمایا زاد راہ اور سواری۔ میں کہتا ہوں حاجی کی شان سے خدا تعالیٰ کیلئے پراگندہ

---

[1] رفث کا ترجمہ فحش گوئی اور فسوق کا ترجمہ ارتکاب معصیت و نافرمانی ہے ۱۲

والمصلحة المرعية في الحج إعلاء كلمة الله وموافقة سنة إبراهيم عليه السلام وتذكر نعمة الله عليه ووقت السبيل بالزاد والراحلة إذ بهما تحقق التيسير الواجب رعايته في أمثال الحج من الطاعات الشاقة وقد ذكرنا في صلوة الجنازة والصوم عن الميت ما إذا اعطف على الحج عن الغير انعطف

صفة المناسك

اعلم أن المناسك على ما استفاض من الصحابة والتابعين وسائر المسلمين أربعة حج مفرد وعمرة مفردة وتمتع وقران فالحج لساكن مكة أن يحرم منها ويجتنب في الإحرام الجماع ودواعيه والحلق وتقليم الأظفار ولبس المخيط وتغطية الرأس والتطيب والصيد ويجتنب النكاح على قول ثم يخرج إلى عرفات ويكون فيها عشية عرفة ثم يرجع منها بعد غروب الشمس ويبيت بمزدلفة ويدفع منها قبل طلوع الشمس فيأتي منى ويرمي العقبة الكبرى ويهدي إن كان معه ويحلق أو يقصر ثم يطوف للإفاضة في أيام منى ويسعى بين الصفا والمروة وللآفاقي أن يحرم من الميقات فإن دخل مكة قبل الوقوف طاف طواف القدوم ورمل فيه وسعى بين الصفا والمروة ثم بقي على إحرامه حتى يقوم بعرفة ويرمي ويحلق ويطوف ولا رمل ولا سعي حينئذ والعمرة أن يحرم من الحل إن كان آفاقيا فمن الميقات فيطوف ويسعى ويحلق أو يقصر **والتمتع** أن يحرم الآفاقي بالعمرة في أشهر الحج

ہے۔ اور حج کے اندر جس مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی موافقت اور خدا تعالیٰ کی جو انپر انعامات ہوئے ہیں انکا یاد کرنا ہے اور زاد راہ اور سواری سے راستہ کی تعیین اس لئے کی گئی کہ یہ دونوں چیزیں آسانی کا سبب ہیں جس کی رعایت حج جیسی عبادت شاقہ میں ضروری ہیں اور جنازہ کی نماز اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا بیان کیا ہے۔ اگر وہی بیان دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے کے متعلق کیا جائے تو ہو سکتا ہے۔

مناسک کا بیان

معلوم کرنا چاہیے کہ صحابہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تمام مسلمین سے جو مناسک منقول ہیں وہ چار ہیں۔ حج مفرد۔ عمرہ مفردہ۔ حج تمتع۔ حج قران۔ مکہ کے باشندوں کو حج مفرد کرنے کی یہ صورت ہے کہ وہیں احرام باندھے اور احرام کی حالت میں جماع اور اسکے دواعی اور سر منڈوانے اور ناخون ترشوانے اور سلا ہوا کپڑا پہننے اور سر ڈھکنے اور خوشبو لگانے اور شکار کرنے سے اجتناب کرے اور ایک قول کے موافق نکاح سے بھی اجتناب کرے۔ پھر عرفات کو جائے اور عرفہ کی شام وہاں موجود ہو جاوے پھر بعد غروب آفتاب کے وہاں سے واپس ہو کر مزدلفہ میں شب باشی کرے اور قبل طلوع آفتاب کے منا میں آکر عقبہ کبریٰ کی رمی جمار کرے اب اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو وہیں اس کی قربانی کرے اور سر منڈوائے یا بال اپنے ترشوائے پھر ایام منا میں طواف الافاضہ کرے اور صفا مروہ میں سعی کرے اور آفاقی کے لئے یوں کرنا چاہیے کہ ہر ایک اپنی میقات سے احرام باندھے اور عرفات میں ٹھہرنے سے پہلے اگر وہ مکہ میں آگیا تو طواف قدوم کرے اور اس میں اکڑ کر چلے اور صفا مروہ میں سعی کرے پھر اپنے احرام پر بدستور قائم رہے حتی کہ عرفات پر مقیم ہو اور رمی جمار کرے اور سر منڈوائے اور طواف کرے اور اب اکڑ کر چلنے اور دوڑنے کا حکم نہیں ہے اور عمرہ کی ترکیب مکہ والوں کے لئے یہ ہے کہ حل سے احرام باندھے اور آفاقی کو اپنے اپنے میقات سے احرام باندھنا چاہیے بعد ازاں طواف و سعی کرے اور بالوں کو منڈوائے یا ترشوائے۔ اور تمتع کی صورت آفاقی کیلئے یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں

فيدخل مكة ويتم عمرته ويخرج من احرامه ثم يبقى حلالا حتى يحج وعليه ان يذبح ما استيسر من الهدى والقران ان يحرم الآفاقي بالحج والعمرة معا ثم يدخل مكة ويبقى على احرامه حتى يفرغ من افعال الحج وعليه ان يطوف طوافا واحدا ويسعى سعيا واحدا في قول وطوافين وسعيين ثم يذبح ما استيسر من الهدى فاذا اراد ان ينفر من مكة طاف للوداع **اقول** اعلم ان الاحرام في الحج والعمرة بمنزلة التكبير في الصلوة فيه تصوير الاخلاص والتعظيم وضبط عزيمة الحج بفعل ظاهر وفيه جعل النفس متذللة خاشعة لله بترك الملاذ والعادات المألوفة وانواع التجمل وفيه تحقيق معاناة التعب والتشعث والتغبر لله وانما شرع اجتناب المحرم هذه الاشياء تحقيقا للتذلل وترك الزينة والتشعث وتنويها لاستشعار خوف الله وتعظيمه ومواخذة نفسه ان لا تسترسل في هواها وانما الصيد تلهٍ وتوسع ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم من اتبع الصيد لها ولم يثبت فعله عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا كبار اصحابه وان سوغه في الجملة والجماع انهماك في الشهوة البهيمية واذا لم يجز سد هذا الباب بالكلية لانه يخالف قانون الشرع فلا اقل من ان ينهى في بعض الاحوال كالاحرام والاعتكاف والصوم وبعض المواضع كالمساجد **سئل** ما يلبس المحرم من الثياب فقال لا تلبسوا

عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ میں آوے اور اپنا عمرہ پورا کرکے احرام سے باہر آوے اور حج کے ایام تک بے احرام کے رہے اور جو اس کو گائے بکری میسر ہو اس کی قربانی کرے۔ قران کی یہ صورت ہے کہ باہر کا آدمی حج وعمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ میں آوے اور اپنے احرام پر قائم رہے جب تک افعال حج سے فارغ ہو اور اس کو ایک طواف اور ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیے اور ایک قول کے موافق دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنا چاہیے بعد ازاں جو گائے بکری اس کو میسر ہو ذبح کرے پھر جب مکہ سے آنے کا قصد کرے طواف وداع کرے۔ معلوم کرو کہ حج وعمرہ کیلئے احرام ایسا ہے جیسے نماز کے لیے تکبیر۔ احرام کے اندر اخلاص وتعظیم اور ایک ظاہری فعل سے حج کے مصمم ارادہ کی صورت معلوم ہوتی ہے اور اسمیں آدمی کے نفس میں کو ذلت اور خشوع کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں تمام لذات اور عادات مالوفہ اور ہر قسم کی زینت کی باتوں کا چھوڑنا ہوتا ہے اور اس میں تعب اور خستگی اور خدا تعالیٰ کیلئے اپنی حالت کا بدلنا پایا جاتا ہے اور محرم کو ان اشیاء سے اجتناب کرنے کا اسلئے حکم دیا گیا ہے تاکہ ذلت اور ترک زینت اور خراب خستہ ہونے کے معانی پائے جائیں اور خوف الٰہی اور اسکی تعظیم کا اثر ظاہر ہو اور نفس کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں مطلق العنانی نہ ہونے پائے۔ بلکہ اس پر مواخذہ رہے اور شکار کرنا ایک قسم کے لہو میں داخل ہے اور وسعت کے قبیلے سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع الصید لہا[1] جس نے شکار کا پیچھا کیا اس نے لہو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے شکار کرنا ثابت نہیں ہے اگرچہ آپ نے فی الجملہ اس کی اجازت دی اور جماع کرنا بالکلیت شہوت بہیمیہ میں منہمک ہونا ہے چونکہ اس سے مطلقاً اس باب کا بند کرنا روا نہ تھا کیونکہ وہ قانون شرعی کے خلاف تھا لہذا کم از کم بعض حالات میں اس سے ممانعت کرنا ضروری ہوا مثلاً احرام اور اعتکاف اور روزہ کی حالت اور نیز بعض مقامات میں اس سے ممانعت ہوگئی۔ مثلاً مساجد کے اندر کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا محرم کو کس قسم کے کپڑے پہننے جائز ہیں آپ نے فرمایا

[1] رواہ ابن المدینۃ والشافعی ۱۲ [2] مسند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲

القميص ولا العمائم ولا السراويلات ولا البرانس ولا الخفاف وقال للأعرابي اما الطيب الذي بك فاغسله ثلاث مرات واما الجبة فانزعها الفرق بين المخيط وما في معناه وبين غيره ذلك ان الاول ارتفاق وتجمل وزينة والثاني سترعورة وترك الاول تواضع لله وترك الثاني سوء ادب قال النبي صلى الله عليه وسلم لا ينكح المحرم ولا ينكح ولا يخطب **وروي** انه تزوج ميمونة محرما **اقول** اختار اهل الحجاز من الصحابة والتابعين والفقهاء ان السنة للمحرم ان لا ينكح واختار اهل العراق انه يجوز له ذلك ولا يخفى عليك ان الاخذ بالاحتياط افضل وعلى الاول السر فيه ان النكاح من الارتفاقات المطلوبة اكثر من الصيد ولا يقاس الانشاء على الابقاء لان الفرح والطرب انما يكون في الابتداء ولذلك يضرب بالعروس المثل في هذا الباب دون البقاء ثم لا بد من ضبط الصيد فان الانسان قد يقتل ما يريد اكله وقد يقتل ما لا يريد اكله وانما يريد التمرن بالصيد وقد يقتل يريد ان يدفع شر معنه او عن ابناء نوعه وقد يذبح بهيمة الانعام فايما الصيد فقال النبي صلى الله عليه وسلم خمس لا جناح على من قتلهن في الحرم والاحرام الفارة والغراب والحدأة والعقرب والكلب العقور والجامع المؤذي الصائل على الانسان

کرتے مت پہنو اور نہ عمامے اور نہ پاجامے اور نہ برنس یعنی بارانی اور نہ موزے۔ سیدعالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا خوشبو جو تیرے لگی ہوئی ہے اس کو تین مرتبہ دھو ڈال اور جبہ کو اتار ڈال۔ سلے ہوئے کپڑے اور اس کے مثل اور اس کپڑے میں جو نہ سلا ہوا ہے اور نہ وہ اس کے مثل ہے یہ فرق ہے کہ پہلے کا پہننا ارتفاقات میں سے ہے اور تجمل اور زینت کے لیے پہنا جاتا ہے اور دوسرے صرف بدن کا ستر ہے اور پہلے کے ترک کرنے میں خدا تعالےٰ کے ساتھ نیازمندی کی شان پائی جاتی ہے اور دوسرے کا ترک کرنا بے ادبی میں داخل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینکح المحرم ولا ینکح کہ احرام والا نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرا دے اور نہ نکاح کی بات چیت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اہل حجاز کے تمام صحابہؓ اور تابعین اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک محرم کے لیے نکاح کرنا خلاف سنت ہے اور اہل العراق کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا جائز ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاط پر عمل کرنا بہتر ہے اور قول اول کے موافق اس کا یہ سبب ہے کہ نکاح استمتاعات مطلوبہ میں داخل ہے اور بہ نسبت شکار کے زیادہ مطلوب چیز ہے اور نکاح کرنے کو نکاح کے باقی رکھنے پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ خوشی و سرور ابتدا ہی میں ہوتا ہے۔ لہذا نکاح کے باب میں عروس ضرب المثل کی جاتی ہے اور اس کا باقی رکھنا ضرب المثل نہیں ہے اب شکار کے معنی معین کرنا ضروری ہے کیونکہ انسان کبھی کسی چیز کو کھانے کے لیے مارتا ہے اور کبھی اس کو کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف شکار کی مشق منظور ہوتی ہے اور کبھی کسی چیز کے ضرر سے خود بچنے کے لیے یا لوگوں کو اس سے بچانے کی غرض سے مار دیتا ہے علیٰ ہذا کبھی کسی گائے بکری کو ذبح کرتا ہے اسلیے اس بات کی تعیین ضروری ہوئی کہ ان میں سے شکار کس کو کہنا چاہیے لہذا آپ نے فرمایا خمس لا جناح علی من قتلهن الخ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جو حرم اور حرام میں مار ڈالنے پر کچھ گناہ نہیں ہے چوہا، چیل، کوا، بچھو اور وہ کتا جو لوگوں کو کاٹتا ہو اور ان سب میں بہت جامع یہ ہے کہ سب جانور موذی اور انسان

[illegible]

[illegible]

ولا يجري ما عرفوه إذا رجع إلى استقراء العرف فلا يقال لها صيد وكذلك بهيمة الأنعام والدجاج والأقسام التي جرت العادة باقتنائه في البيوت لا تسمى صيدا وأما الأقسام الأخرى فظاهر أنها صيد. ووقت لأهل المدينة ذا الحليفة ولأهل الشام الجحفة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يلملم فهن لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن ممن كان يريد الحج والعمرة فمن كان دونهن فمهله من أهله حتى أهل مكة يهلون منها. **أقول** الأصل في المواقيت أنه لما كان الإتيان إلى مكة شعثا تفلا تاركا للغلو في نفسه مطلوبا وكان في تكليف الإنسان أن يحرم من بلده حرج ظاهر فإن منهم من يكون قطره على مسيرة شهر وشهرين وأكثر وجب أن يخص أمكنة معلومة حول مكة يحرمون منها ولا يؤخرون الإحرام بعدها ولا بد أن تكون تلك المواضع ظاهرة مشهورة ولا تخفى على أحد وعليها يمر أهل الآفاق فاستقرأ ذلك وحكم بهذه المواضع واختار لأهل المدينة أبعد المواقيت لأنها مهبط الوحي ومأرز الإيمان ودار الهجرة وأول قرية آمنت بالله ورسوله فأهلها أحق بأن يبالغوا في إعلاء كلمة الله وأن يخصوا بزيادة طاعة الله وأيضا هي أقرب الأقطار التي آمنت في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم وأخلصت إيمانها بخلاف جواثى والطائف ويمامة وغيرها ولا حرج عليها

اور اسکے سوا جو پرندے یا جانور جو عام طور پر اگر عرف سے بھی تحقیق کیجائے تو ان چیزوں کے بارے کو عرف میں شکار نہیں کہتے۔ اور اسیطرح گائے بکری اور مرغی وغیرہ اور جو جانور اسکے مثل ہیں جن کے پالنے کا گھروں میں دستور ہے ان کے ذبح کرنے کو شکار نہیں کہتے مگر دوسری قسموں پر بظاہر شکار کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات کی تعیین اسطرح فرمائی ہے کہ اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم جو لوگ ان مواقیت میں رہتے ہیں یا باہر کے لوگ یہیں آجاتے ہیں ان کے لئے بھی یہی مقامات میں اگر وہ حج اور عمرہ کا قصد کریں ان کے یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان میقاتوں سے ورے کے ہیں ان کو اپنی جائے سکونت سے احرام باندھنا چاہیئے جیسا کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔ میں کہتا ہوں مواقیت کے لئے اصل یہ ہے کہ مکہ میں ایسی حالت میں آنا چاہیے کہ سر پر خاک بھری ہو اور بدن میں بدبو آنے لگی ہو اور نفس ذلت کی حالت میں ہو شارع کو یہی مطلوب ہے اور اگر تمام لوگوں کو اس بات کا حکم دیا جاتا کہ اپنے اپنے شہروں سے احرام باندھ کر آیا کریں تو ظاہر ہے کہ اسمیں کسقدر دقت تھی کیونکہ بعض بعض شہر مکہ سے ایک مہینے کی مسافت پر اور بعض بعض دو مہینے کی مسافت پر واقع ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ احرام باندھنے کے لئے مکہ کے گرد چند مقامات معینہ مخصوص کئے جائیں جن مقامات سے احرام باندھا کریں اور ان مقامات کے بعد تاخیر نہ کرسکیں اور ضرور ہے کہ یہ مقامات ظاہر اور مشہور ہوں اور کوئی شخص ان مقامات سے ناواقف نہ ہو اور جن ملکوں کے لئے یہ مقامات مواقیت مقرر کئے گئے ہیں ان کے راستہ میں پڑتے ہوں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تحقیق فرماکر ان مقامات کو میقات مقرر فرمایا اور اہل مدینہ کے لئے وہ میقات مقرر فرمایا جو سب سے دور ہے کیونکہ مدینہ منورہ وحی کا مقام نزول اور ایمان کا مرکز اور دار الہجرت اور تمام قریوں میں مدینہ ہی وہ اول بستی ہے کہ خدا و رسول پر ایمان لائی تو اسکے رہنے والے اس قابل ہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ میں بہت زیادہ کوشش کریں اور زیادہ عبادت کے ساتھ مخصوص کئے جائیں نیز مدینہ منورہ تمام ان اطراف سے جو آنحضرت کے زمانہ میں ایمان لائے اور مخلص ہوئے سب سے زیادہ قریب ہے بخلاف جواثی اور طائف اور یمامہ وغیرہ کے لہذا مدینہ والوں کو ایمان میں ...

ے دار الاسلام ... بحرین ... مدینہ ... [illegible]

والسر في الوقوف بعرفة أن اجتماع المسلمين في زمان واحد ومكان واحد راغبين في رحمة الله تعالى داعين له متضرعين إليه له تأثير عظيم في نزول البركات وانتشار الروحانية ولذلك كان الشيطان يومئذ أدحر وأحقر ما يكون وأيضاً فاجتماعهم ذلك تحقيق لمعنى العرضة وخصوص هذا اليوم وهذا المكان متوارث عن الأنبياء عليهم السلام على ما يذكر في الأخبار عن آدم فمن بعده و الأخذ بما جرت به سنة السلف الصالح أصل أصيل في باب التوقيت والسر في نزول منى أنها كانت سوقاً عظيماً من أسواق الجاهلية مثل عكاظ والمجنة وذي المجاز وغيرها وإنما اصطلحوا عليه لأن الحج يجمع أقواماً كثيرة من أقطار متباعدة ولا أحسن للتجارة ولا أرفق بها من أن يكون موسمها عند هذا الاجتماع ولأن مكة تضيق عن تلك الجنود المجندة فلو لم يصطلح حاضرهم وباديهم وخاملهم ونبيههم على النزول في فضاء مثل منى لحرجوا أو إن اختص بعضهم بالنزول لوجدوا في أنفسهم ولما جرت العادة بنزول منى اقتضى دين العرب وحميتهم أن يجتهد كل حي في التفاخر والتكاثر وذكر مآثر الآباء وإراءة جلدهم[1] وكثرة أعوانهم ليرى ذلك الأقاصي والأداني ويسعد به الذكر في الأقطار وكان الإسلام محتاجاً إلى اجتماع مثل ذلك

عرفات کے وقوف کرنے میں یہ راز ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مکان میں مسلمانوں کا اجتماع اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی طرف ان کا راغب ہونا اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس سے دعا کرنا برکات الٰہی کے نازل ہونے اور روحانیت کے انتشار میں اثر عظیم رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان اس روز تمام روزوں سے زیادہ ذلیل اور خواری کی حالت میں ہوتا ہے اور نیز اس اجتماع میں مسلمانوں کی شوکت وشان معلوم ہوتی ہے اور اس دن اور اس مقام کی خصوصیت تمام انبیاء علیہم السلام سے بدستور ثابت ہوتی چلی آتی ہے چنانچہ حضرت آدمؑ اور ان کے مابعد انبیاء سے اس کی نسبت روایات بیان کی گئی ہیں اور سلف صالح سے جو طریقہ منقول چلا آتا ہے توقیت اور تعیین باب میں اس کا قبول کرنا بڑا اصل الاصول ہے۔ منا میں اترنے کے اندر یہ راز ہے کہ ایام جاہلیت کے بازاروں میں سے منا عکاظ اور مجنہ وذی المجاز وغیرہ کے مانند ایک عظیم الشان بازار تھا اور یہ بازار انہوں نے اس واسطے مقرر کیا تھا کہ حج کے اندر کثرت سے دور دور از ملکوں کی خلقت اکٹھی ہوتی تھی۔ اور تجارت کے حق میں اس سے زیادہ مناسب اور بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ اس میلے کے ساتھ اس کا وقت مقرر کیا جائے۔ اور دوسری یہ بات ہے کہ مکہ کے اس انبوہ کثیر کے رہنے کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا۔ اگر ہر قسم کے تمام لوگ منا کے مانند کسی میدان میں اترنے پر متفق نہوں تو بڑی دقت پڑے اور اگر بعض بعض اونی لوگ منتخب کر کے منا میں اتارے جائیں تو ان کو ملال لگتا ہے اور جب وہاں اترنے کا دستور عام ہو گیا تو عرب کی اور ان کی حمیت کا مقتضی یہ ہوا کہ ہر قبیلہ کے لوگ اپنا فخر اور اپنے گروہ کی کثرت ثابت کرنے اور اپنے باپ دادا کے سوانح بیان کرنے اور ان کی دلاوری اور ان کے اعوان اور انصار کی کثرت لوگوں پر ظاہر کرنے میں کوشش کریں تاکہ ہر ادنیٰ واعلیٰ اس بات کو معلوم کرے اور دور دراز ملکوں میں ان کی شہرت ہو اور اسلام کو بھی ایسے اجتماع کی ضرورت تھی تاکہ مسلمانوں کی شوکت اور ان کا سامان اور ان کی کثرت لوگوں پر ظاہر ہو۔

[1] قوله جلدهم - أي قوتهم ۱۲

شوكة المسلمين وعدتهم ليظهر دين الله ويبعد صيته ويغلب على كل قطر من الأقطار فأبقاه
النبي صلى الله عليه وسلم وحث عليه وندب إليه ونسخ التفاخر وذكر الآباء وأبدل له بذكر الله بمنزلة
ما أبقى من ضيافاتهم وولائمهم وليمة النكاح وعقيقة المولود لما رأى فيهما من فوائد جليلة في
تدبير المنازل والسر في المبيت بمزدلفة أنه كان سنة قديمة فيهم ولعلهم اصطلحوا عليها
لما رأوا من أن للناس اجتماعا لم يعهد مثله في غير هذا الموطن ومثل هذا مظنة أن يزاحم
بعضهم بعضا ويحطم بعضهم بعضا وإنما راحوا بعد المغرب وكانوا طول النهار في تعب يأتون
من كل فج عميق فلو تجشموا أن يأتوا منى والحال هذه لتعبوا وكان أهل الجاهلية يدفعون
من عرفات قبل الغروب ولما كان ذلك قدرا غير ظاهر ولا يتعين بالقطع ولا بد في مثل
هذا الاجتماع من تعيين لا يحتمل الإبهام وجب أن يعين بالغروب وإنما شرع الوقوف بالمشعر
الحرام لأنه كان أهل الجاهلية يتفاخرون ويتراءون فأبدل من ذلك إكثار ذكر الله ليكون
كابحا عن عادتهم وليكون التنويه بالتوحيد في ذلك الموطن كالمنافسة كأنه قيل هل يكون ذكر
الله أكثر أو ذكر أهل الجاهلية مفاخرهم أكثر والسر في رمي الجمار ما ورد في نفس الحديث من
أنه إنما جعل لإقامة ذكر الله عز وجل وتفصيله أن أحسن أنواع توقيت الذكر وأكملها
وأجمعها لوجوه التوقيت

اور اس کی وجہ سے دین اسلام کا ظہور ہو کر دور دور تک اس کا آوازہ پہونچے اور تمام اطراف
زمین میں اس کا دبدبہ ظاہر ہو جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع کو بدستور رکھا اور اس پر لوگوں
کو شوق اور حرص دلائی مگر تفاخر اور آبا و اجداد کے حالات بیان کرنے سے منع فرمایا اور اس کی جگہ ذکر الٰہی کو مقرر
فرمایا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تمام ضیافات اور ولیموں میں سے سب کو دور کر کے نکاح کے
ولیمہ اور اولاد کے عقیقہ کو باقی رکھا کیونکہ تدبیر منزل کے متعلق ان کے اندر آپ نے بہت سے فوائد کا ملاحظہ فرمایا تھا
مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے لئے یہ راز ہے کہ ان کا یہ قدیمی دستور تھا اور یہ دستور انہوں نے شاید اسلئے مقرر کر
رکھا تھا کہ لوگوں کا یہاں پر اس قدر اجتماع ہوتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ بعد المغرب لوگ عرفات
سے لوٹتے ہیں اور تمام دن کا تکان ہوتا ہے کیونکہ دور دراز سے وہ وہاں آ کر جمع ہوتے ہیں پھر اگر انکو اسی وقت
میں فوراً منیٰ میں جانے کی تکلیف دی جائے تو ان کو بہت پریشانی ہو اور اہل جاہلیت غروب سے پہلے عرفات سے اتر
آتے تھے اور چونکہ اس بات میں ایک قسم کا ابہام تھا۔ اور قطعی طور پر کسی خاص وقت کا تعین نہ تھا اور ایسے انبوہ کثیر
میں وقت کی ایسی تعیین ضروری تھی جسمیں ابہام کا احتمال نہ ہے اس لیے غروب آفتاب سے اسکی تعیین کی گئی
اور مشعر الحرام میں ٹھہرنے کا اس لیے حکم دیا گیا کہ اہل جاہلیت باہم تفاخر بڑائی کے لئے قیام کرتے تھے اس کے
بدلے میں کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ ان کی یہ عادت دور ہو اور اسی جگہ کے توحید بیان کرنے میں ان
کو حرص پیدا ہو اور یہ ایسا ہوا جیسے ان سے کہا جاتا دیکھنا ہے کہ تم خدا تعالیٰ کی یاد زیادہ کرتے ہو یا اہل جاہلیت
اپنے مفاخر کا زیادہ ذکر کرتے تھے اور رمی الجمار کرنے میں وہی راز ہے جو خاص حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رمی الجمار
خدائے تعالیٰ کا ذکر قائم کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ توقیت ذکر کی تمام اقسام میں
سے بہتر اور کامل اور وجوہ توقیت کیلئے زیادہ تر جامع یہ قسم ہے۔

لہ ے ۔ مراد ہے عرفات ۱۲

ان یوقت له زمان ومکان ویقترن معه ما یکون حافظا لعدده محققا لوجوده علی رؤوس الاشهاد بحیث لایخفی شیء. وذکر الله نوعان نوع یقصد به الاعلان بالانقیاد لدین الله والاصل فیه اختیار مجامع الناس دون الاکثار ومنه الرمی ولذلک لم یؤمر بالاکثار هنالک ونوع یقصد به اقناع النفس بالتطلع للجبروت وفیه الاکثار وایضا ورد فی الاخبار ما یقتضی انه سنة سنها ابراهیم ؑ حین طرد الشیطان ففی حکایة مثل هذا الفعل تنبیه للنفس ای تنبیه والسر فی الهدی التشبه بفعل سیدنا ابراهیم علیه السلام فیما قصد من ذبح ولده فی ذلک المکان طاعة لربه وتوجها الیه والتذکر لنعمة الله به وبابیهم اسمعیل علیه السلام وفعل مثل هذا الفعل فی هذا الوقت والزمان تنبیه النفس ای تنبیه وانما وجب علی المتمتع والقارن شکرا لنعمة الله حیث وضع عنهم اصر الجاهلیة فی تلک المسئلة. والسر فی الحلق انه تعیین طریق للخروج من الاحرام بفعل لاینافی الوقار فلو ترکهم وانفسهم لذهب کل مذهبا وایضا فیه تحقیق انقضاء التشعث والتغبر بالوجه الاتم ومنزلته منزلة السلام من الصلوة وانما قدم علی طواف الافاضة لیکون شبیها بحال الداخل علی الملوک فی مواخذته نفسه بازالة تشعثه وغباره. **وصفة الطواف** ان یاتی الحجر فیستلمه ثم یمشی علی یمینه سبعة اطوفة یقبل فیها الحجر الاسود او یشیر الیه بشیء

کہ ایک زمانہ اور ایک مقام کے ساتھ ذکر کی تعیین کیجائے۔ اور اس کے ساتھ ایک ایسی قسم بھی مقرر کیجائے جس سے ذکر کے شمار محفوظ رہ سکے اور سب کے سامنے ذکر کا پایا جانا ثابت ہو کچھ مخفی نہ رہے اور ذکر الہی کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ ہے کہ جس سے خدا تعالی کی دین کی تابعداری منظور ہو اور اس قسم کے ذکر میں لوگوں کی کثرت زیادہ ضروری ہے نفس ذکر کی کثرت ضروری نہیں رمی کا بھی اسی قبیلہ سے ہے اسی لئے اس میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم نہیں کیا اور دوسری قسم وہ ہے جس سے نفس کو خدا تعالی کی کبریائی پر مطلع کرنا منظور ہوتا ہے اس ذکر میں کثرت کی حاجت ہے اور نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی جمار کرنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے انہوں نے شیطان کو اس سے دفع کیا تھا۔ لہذا اس فعل کی حکایت کرنے میں نفس کو نہایت تنبیہ ہوتی ہے ہدی میں یہ راز ہے کہ اس میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل کے ساتھ کہ انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کو اس جگہ خدا تعالی کے حکم کی بجا آوری اور اس کی طرف توجہ کے قصد سے ذبح کرنا چاہا تھا مشابہت ہے اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو انعام کیا تھا اس کی یاد دہانی ہوتی ہے اور اسوقت اور اسی زمانہ میں اس فعل کے کرنے میں نفس کو تنبیہ عظیم ہوتی ہے اور حج تمتع اور قران کرنے والے پر بھی خدا تعالی کی نعمت کے شکر میں کہ اسنے جاہلیت کے وبال کو ان سے دور کر دیا ہدی واجب ہے اور سر منڈانے میں یہ راز ہے کہ سر منڈانا فی الحقیقت احرام سے نکلنے کا ایک فعل و طریقہ معین کرنا ہے اور وہ فعل وقار کی حالت سے منافی نہیں ہے اور اگر ان لوگوں کو اختیار دیا جاتا تو ہر کوئی اپنی اپنی چال چلتا۔ اور نیز اس میں تغیر کے زمانہ کا گذرنا بوجہ اتم پایا جاتا ہے اور سر منڈانے کا حال نماز میں سلام کا سا ہے اور طواف الافاضہ سے قبل سر منڈانے کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ اس شخص کو اس شخص کے ساتھ مشابہت حاصل ہو کر گرد و غبار سے صاف ہو کر سلاطین کے حضور میں داخل ہوتا ہے۔ اور **طواف کرنے کا یہ طریقہ** ہے کہ حجر اسود کے پاس آکر اس کو بوسہ دے اور اس کے داہنی طرف سے چل کر سات مرتبہ طواف کرے اور ہر مرتبہ حجر اسود کو بوسہ دیتا جاوے یا اس کی طرف اشارہ کرے

لہ الحلق ۱۲

في يده كالعرجون ويكبر ويستلم الركن اليماني ويكون في ذلك على طهارة وستر عورة ولا يتكلم الا بخير ثم يأتي مقام ابراهيم فيصلي ركعتين اما الابتداء بالحجر فلانه وجب عند الشروع ان يعين محل البداءة وجهة المشي والحجر احسن مواضع البيت لانه نازل من الجنة واليمين يمن يجعل طواف القدوم بمنزلة تحية المسجد انه شرع تعظيما للبيت ولان الابتداء بالطواف في مكة وزمانه عند تهيؤ اسبابه سوء ادب واول طواف بالبيت فيه رمل واضطباع وبعده سعي بين الصفا والمروة وذلك معاني بها ما ذكره ابن عباس رض من اظهار قوة المشركين واظهار صولة المسلمين وكان اهل مكة يقولون وهنتهم حمى يثرب فهو فعل من افعال الجهاد وهذا السبب قد انقضى ومضى وفيها تصوير الرغبة في طاعة الله وانه لم يزده السعي والتعب العظيم الا شوقا ورغبة ؎ كما قال الشاعر

اذا اشتكت من كلال البين اوعدها ؛ روح الوصال فتحيا عند ميعاد

وكان عمر رض اراد ان يترك الرمل لانقضاء سببهما ثم بقي لما ان الحكم يبقى بعد انقضاء سببه فلم يتركه وانه لم يشرع الوقوف عند الحجر في العمرة لانه يشرف وقت معين ليتحقق معنى الابتناء ولا فائدة للوقوف عنده ولو شرع له وقت معين كانت تحته ــــ

ہو اس کے ہاتھ میں لکڑی وغیرہ سے ہے اور تکبیر کہے اور رکن یمانی کو بوسہ دے اور اس حالت میں وہ شخص طہارت قائم ہو اور کہیں سے اس کا ستر نہ کھلا ہو اور وہ بجز عمدہ بات کے کوئی بات زبان سے نہ نکالے پھر مقام ابراہیم میں آکر دو رکعت نماز پڑھے حجر اسود سے شروع کرنے کی یہ وجہ ہے کہ تشبیہ کے وقت محل بدایت و چلنے کی جانب کا متعین کرنا ضروری ہوا اور حجر اسود بیت اللہ کی تمام چیزوں میں نہایت متبرک چیز ہے کیونکہ یہ جنت سے اترا ہے اور دونوں طرفوں میں جانب یمین متبرک ہوتی ہے۔ اور طواف القدوم بمنزلہ تحیۃ المسجد کے ہے۔ بیت اللہ کی تعظیم کے لئے اس کو مقرر کیا ہے دوسرے یہ کہ جب طواف کی جگہ اور زمانہ موجود ہے اور اس کے تمام اسباب مہیا ہیں پھر اسمیں دیر کرنا ایک قسم کی بے ادبی ہے بیت اللہ کے اول طواف میں اکڑنے اور سینہ نکالکر چلنے اور بعد ازاں صفا مروہ میں سعی کرنے میں چند راز ہیں۔ ایک تو وہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے یعنی مشرکین کے دلوں میں ہیبت ڈالنا اور مسلمانوں کے غلبہ کا اظہار کیونکہ اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ یثرب کے تپ نے ان کو ضعیف کر دیا۔ لہذا یہ اکڑنا جہاد کے افعال میں داخل ہے اگرچہ یہ سبب تو باقی نہیں رہا اور راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے رغبت کا اظہار ہو جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس دوڑنے کے خم اور اس قدر زحمت نے بجائے بے رغبتی پیدا کرنے کے ان کے شوق و رغبت کو زیادہ کر دیا جیسے کسی کا شعر ہے ؎ اذا اشتكت من كلال البين اوعدها ؛ روح الوصال فتحيا عند ميعاد یعنی اونٹنی چلتے چلتے جب تکان کی شکایت کرتی ہے تو اس کا سوار وصال کی راحت کا وعدہ کرتا ہے تو اس وعدہ کے سلنے سے اس میں جان سی پڑ جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کے اندر اکڑنے کے موقوف کرنے کا قصد کیا تھا کیونکہ ان دونوں کا سبب باقی نہیں رہا پھر یہ بات ان کے فہم مبارک میں پیدا ہوئی کہ ان دونوں کا ایک اور سبب بھی ہے جو ہنوز موجود ہے لہذا ان کو ترک نہیں کیا عمرہ کے اندر عرفات میں ٹھہرنے کا حکم اسلئے نہیں دیا گیا کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے لہذا اسمیں قیام کا کچھ فائدہ نہیں اور اگر اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہوتا تو وہ حج ہوتا

ـــــه بالعصا المعوجة ـــــه خير آخر لقوله وطواف القدوم وقولنا صيغ اسعد [illegible] ـــــه اي اذا شكت اذ اشتكت من [illegible]

وفی الاجتماع مرتین فی السنۃ ما لا یخفی وانما العمدۃ فی العمرۃ تعظیم بیت اللہ وشکر نعمۃ اللہ والسنۃ فی السعی بین الصفا والمروۃ علی ما ورد فی الحدیث ان ھاجر ام اسمٰعیل علیہ السلام لما اشتد بہا الحال سعت بینہما سعی الانسان المجہود فکشف اللہ عنہا الجہد بابداء زمزم والہام الرغبۃ فی الناس ان یعمروا تلک البقعۃ فوجب شکر تلک النعمۃ علی اولادہ ومن تبعہم وتذکر تلک الآیۃ الخارقۃ لتہیج ھمتہم وتدلہم علی اللہ ولا شیٔ فی ھذا مثل ان یعقد عقد القلب بما یفعل ظاہر منضبط مخالف لما الف القوم فیہ تذلل عند اول دخولہم مکۃ وھو محاکاۃ ما کانت فیہ من العناء والجہد ومحاکاۃ الحال فی مثل ھذا ابلغ بکثیر من لسان المقال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفرن احد کم حتی یکون اٰخر عھدہ بالبیت وخفف عن الحائض اقول السر فیہ تعظیم البیت بان یکون ھو الاول وھو الاٰخر تصویرا لکونہ ھو المقصود من السفر وموافقۃ لعادتہم فی تودیع الوفود ھو کما عند الملوک واللہ اعلم۔

قصۃ حجۃ الوداع

الاصل فیہا حدیث جابرؓ وعائشۃؓ وابن عمرؓ وغیرہم اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکث بالمدینۃ تسع سنین لم یحج ثم اذن فی الناس فی العاشر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاج فقدم المدینۃ بشر کثیر فخرج حتی اتی ذا الحلیفۃ

اور ظاہر ہے کہ سال میں دو مرتبہ لوگوں کے اجتماع میں کسقدر منفعت ہے اور عمرہ کے اندر مقصود بالذات صرف نعمت الٰہی کا شکر اور بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اور صفا اور مروہ میں سعی کرنے کے اندر چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے یہ راز ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو جب سخت پریشانی ہوئی تو صفا و مروہ میں انہوں نے تیز رفتاری سے ٹہلنا شروع کیا جسطرح کوئی مضطر آدمی جلد جلد قدم ڈالتا ہے اور خدا تعالیٰ نے ان کی فکر کو دو طریقوں سے رفع کر دیا ایک تو آب زمزم برآمد ہوگیا دوسرے لوگوں کے دل میں اس جنگل میں آباد ہونیکا الہام ڈالا گیا۔ اسلئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد اور ان کے فرمانبرداروں پر ضروری ہوا کہ اس نعمت کا شکر اور ان کی کرامت کو یاد کریں تاکہ انکی قوتیں بھی مبہوت ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف انکو رہنمائی کرے اور اسکے اندر کوئی بات اس سے زیادہ بہتر نہیں ہے کہ اس دلی اعتقاد کو کسی خاص ظاہری فعل سے جو انکے خلاف عادت ہے اور مکہ کے اندر داخل ہوتے ہی ایک قسم کی ان کے لئے ذلت ہے ان کے اعتقاد کی مضبوطی کیجائے اور وہ فعل حضرت ہاجرہ کی اس تکلیف اور مشقت کا نقل کرنا ہے۔ اور ایسے موقع پر ایک حالت کی نقل کرنا بدرجہا باتوں سے مفید ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینفرن احد کم حتے یکون اٰخر الخ یعنی تم میں سے کوئی شخص اخیر وقت بیت اللہ میں جائے بغیر وہاں سے نہ نکلے اور حائض کو آپ نے معاف کیا ہے میرے نزدیک اخیر وقت بیت اللہ کے جانے میں بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اسلئے کہ بدایت بھی اسی سے ہوئی تھی اور نہایت بھی اسی پر ہوئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ مقصود بالذات سفر سے بیت اللہ ہے اور نیز دستور ہے کہ قاصد لوگ رخصت ہوتے وقت اپنے سلاطین سے ملکر جاتے ہیں واللہ اعلم

حجۃ الوداع کا ذکر

حجۃ الوداع کے باب میں حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہم کی حدیث اصل ہے۔ معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو برس تک مدینہ کے اندر تشریف فرما رہے اور اس عرصہ میں آپ نے حج نہیں کیا پھر دسویں سال اس بات کا اعلان کیا کہ حج کرنا چاہتے ہیں پس کثرت خلقت مدینہ میں آگئی اور آپ ... مدینہ سے رخصت ہوکر ذوالحلیفہ تک ...

لے لہ من الحرج ۱۲ کے لہ یہ بین ۱۲

فاغتسل وتطيب وصلى ركعتين في المسجد ولبس ازاره ورداءه واحرم ملبيا لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك **اقول** اختلف ههنا في موضعين احدهما ان نسكه ذلك كان حجا مفردا او متعة بان حل من العمرة واستأنف الحج او انما احرم بالحج ثم اشار له جبريل عليه السلام ان يدخل العمرة عليه فبقي على احرامه حتى فرغ من الحج ولم يحل لانه كان ساق الهدي وثانيهما انه اهل حين صلى او حين ركب ناقته او حين اشرف على البيداء وروى ابن عباس رضي الله عنهما ان الناس كانوا يأتونه ارسالا فاخبر كل واحد بما رآه وقد كان اول اهلاله حين صلى ركعتين وانما اغتسل وصلى ركعتين لان ذلك اقرب لتعظيم شعائر الله ولانه ضبط للنية بفعل ظاهر منضبط يدل على الاخلاص لله والاهتمام بطاعة الله ولان تغيير اللباس بهذا النحو ينبه النفس ويوقظها للتواضع لله تعالى وانما تطيب لان الاحرام حال الشعث والتفل فلا بد من تدارك له قبل ذلك وانما اختار هذه الصيغة في التلبية لانها تعبير عن قيامه بطاعة مولاه وتذكر لذلك وكان اهل الجاهلية يعظمون شركاءهم فادخل النبي صلى الله عليه وسلم لا شريك لك ردا على هؤلاء وتمييزا للمسلمين منهم

اور وہاں غسل کرکے خوشبو لگائی اور مسجد میں دو رکعت پڑھیں اور ایک تہبند اور ایک چادر پہنی اور وہیں سے احرام باندھا اور اسطرح پر تلبیہ پڑھا۔ لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک والملک لا شریک لک ۔ میں کہتا ہوں یہاں پر دو باتوں میں اختلاف ہے ایک تو یہ کہ آپ نے یہ حج مفرد کیا تھا یا حج تمتع بایں طور کہ عمرہ سے باہر ہو کر از سر نو حج کیا ہو یا یہ کہ آپ نے حج کا احرام باندھا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے اندر عمرہ کے داخل کرنے کا اشارہ کیا اور اسی احرام پر قائم رہے حتی کہ حج سے فارغ ہوئے اور احرام سے باہر نہیں آئے کیونکہ آپ (ہدی) روانہ کر چکے تھے دوسرے یہ کہ آپ نے تلبیہ کسوقت پڑھا نماز کے وقت یا جسوقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے یا جسوقت بیداء کا جنگل قریب آگیا تھا۔ اور ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد لوگ آتے اور جیسے دیکھ کر تے ویسے کہہ دیتے اور شروع احرام آپ کا اسوقت تھا جبکہ دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کا غسل کرنا اور دو رکعت نماز کا پڑھنا اسلئے تھا کہ اسمیں شعائر الٰہی کی تعظیم تھی اور نیز اسمیں ایک ظاہری فعل خاص سے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور اس کی بندگی کے اہتمام پر دلالت کرتا ہے نیت کا منضبط ہوتا ہے اور نیز اسطور سے لباس کے بدلنے میں نفس کو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری پر تنبیہ اور بیداری ہوتی ہے اور آپ نے خوشبو لگائی یہ وجہ ہے کہ احرام کا زمانہ گرد و غبار میں آلودہ رہنے کا وقت ہے لہذا احرام سے پہلے کسیقدر اسکا تدارک ضروری ہے اور تلبیہ میں آپ نے اسلئے ان کلمات کو اختیار کیا کہ ان کلمات میں خدا تعالیٰ کی بندگی پر قائم رہنے کا بیان ہے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ان کلمات میں یاد دہانی ہے اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا وہ اپنے بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے لہذا آپ نے مسلمانوں اور مشرکوں کے مابین تمیز اور ان کے رد کرنے کے قصد سے یہ کلمہ لا شریک لک بھی اسمیں داخل کیا

ويستحب زيادة سؤال الله رضوانه والجنة واستعفائه برحمته من النار وأشار جبريل عليه السلام برفع صواتهم بالإحرام والتلبية وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم يلبي الا لبى من عن يمينه وشماله من حجر أو شجر أو مدر حتى تنقطع الأرض من ههنا وههنا **أقول** سره أنه من شعائر الله وفيه تنويه بذكر الله وكل ما كان من هذا الباب فانه يستحب الجهر به وجعله بحيث يكون على رؤس الخامل والنبيه وبحيث تصير الدار دار الاسلام فاذا كان كذلك كتب في صحيفة عمله صورة تلبية تلك المواضع: وأشعر رسول الله صلى الله عليه وسلم بدنته في صفحة سنامها الأيمن وسلت الدم عنها وقلدها نعلين **أقول** السر في الاشعار التنويه بشعائر الله واحكام الملة الحنيفية يرى ذلك منه الاقاصي والاداني وان يكون فعل القلب منضبطا بفعل ظاهر: وولدت اسماء بنت عميس بذي الحليفة فقال لها اغتسلي واستثفري بثوب واحرمي **أقول** ذلك لتأتي بقدر الميسور من سنة الاحرام وقال النبي صلى الله عليه وسلم حين حاضت عائشة رض بسرف ان ذلك شيء كتبه الله على بنات آدم فافعلي ما يفعل الحاج غير ان لا تطوفي بالبيت حتى تطهري **أقول** مهد الكلام بما يرى أنه يكثر وقوعه فيشق عن الشئ يجب في حكمة الشرائع ان يرفع عنه الحرج وان يسن لهم سنة ظاهرة فلذلك سقط عنها طواف القدوم ـ

حج کرنیوالے کو خدا تعالیٰ سے اس کی رضامندی اور جنت کا کثرت سے سوال کرنا اور اس کی رحمت سے دوزخ سے پناہ مانگنا بہتر ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے احرام اور تلبیہ کے اندر آوازوں کے بلند کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم يلبي الا لبى ما عن يمينه وشماله من حجر او شجر او مدر حتى تنقطع الارض من ههنا وههنا کوئی مسلمان تلبیہ کرنے والا نہیں مگر جو چیز داہنے اور بائیں ہے پتھر یا درخت یا ڈھیلا سب تلبیہ کہتے ہیں یہاں تک کہ زمین ادھر اور ادھر یعنی مشرق و مغرب سے ختم ہو جاتی ہے) میرے نزدیک اس میں یہ راز ہے کہ تلبیہ شعائر الٰہی میں سے ہے اور اس میں ذکر الٰہی کی تعظیم ہے اور اس قسم کے اذکار کا جہر اور اسطرح پڑھنا کہ ہر غافل اور خبردار کو اسکی خبر ہو اور وہ جگہ دار الاسلام معلوم ہو اور جب ایسا ہوتا ہے تو اس شخص کے نامۂ اعمال میں ان مقامات کے اندر تلبیہ کرنے کی صورت مرقوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کے کوہان میں داہنی جانب نشان کیا اور خون ہاتھ سے پونچھ دیا اور نعلین اسکی گردن میں لٹکا دیں۔ میرے نزدیک اس نشان کرنے میں شعائر الٰہی کی عظمت اور ملت ابراہیمی کا استحکام ہے تاکہ سب ادنیٰ و اعلیٰ اسکا معائنہ کریں کہ قلب کا فعل ظاہری عمل سے منضبط ہو جاوے ایک مرتبہ اسماء بنت عمیس کا ذوالحلیفہ میں وضع حمل ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ غسل کر کے اپنی پیشاب گاہ کپڑے سے باندھ اور احرام باندھ میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ حتی الامکان احرام کی سنت ادا ہو سکے اور ایک مرتبہ سرف (ایک جگہ کا نام ہے) کے مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ کو حیض لاحق ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ پاک نے عورتوں کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے پس جو باتیں حج کرنیوالے کو چاہییں وہ تو کر مگر جب تک پاک نہ ہو جا بیت اللہ کا طواف نہ کرنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں آپ نے اس کا یہ سبب بیان فرمایا کہ حیض کا آنا کثیر الوقوع شے ہے اور ایسی چیز میں حکمت شرعی کا یہ مقتضیٰ ہے کہ اس بارے دقت دفع کر دی جائے اور ایک ظاہر طریقہ اسکے لئے مقرر کر دیا جائے اسی لئے طواف القدوم

سلہ اشارۃ الی المشرق والمغرب والغایۃ محذوف وتقدیرہ الی منتہی الارض ۱۲

سلہ لہ منہ ۱۲ سلہ الاستثفار ان تشد المراۃ وجہا بخرقۃ عظیمۃ مرصعۃ محشوۃ بالقطن وتوثق طرفیہا علیہا فی شئ یشد علی وسطہا ۱۲ ک

وطواف الوداع فلما دنا من مكة نزل بذي طوى ودخل مكة من اعلاها نهارا وخرج من اسفلها وذلك لكون دخول مكة في حال اطمئنان القلب دون التعب ليتمكن من استشعار جلال الله وعظمته وايضا ليكون طوافه بالبيت على اعين الناس فانه انوه بعظمة الله وبيته وكان النبي صلى الله عليه وسلم يريد ان يعلمهم سنة المناسك فامهلهم حتى يجتمعوا له مجتمعين متهيئين وانما خالف في الطريق ليظهر شوكة المسلمين في كلتا الطريقين ونظيره العيد فلما اتى البيت استلم الركن وطاف سبعا رمل ثلاثا ومشى اربعا وخص الركنين اليمانيين بالاستلام وقال فيما بينهما ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ثم تقدم الى مقام ابراهيم فقرأ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى فصلى ركعتين وجعل المقام بينه وبين البيت قرأ فيهما قل هو الله احد وقل يا ايها الكافرون ثم رجع الى الركن فاستلمه **اقول** اما سر الرمل فقد ذكرنا وانما خص الركنين اليمانيين بالاستلام لما ذكره ابن عمر من انهما باقيان على بناء ابراهيم دون الركنين الآخرين فهما متغيران عن هيئته وانما اشترط له شروط الصلوة لما ذكره ابن عباس من ان الطواف شبه الصلوة في تعظيم الحق وشعائره فحمل عليها وانما سن ركعتين بعده اتماما لتعظيم البيت فان تمامه ان يستقبل في صلواتهم وانما خص بهما مقام ابراهيم لانه اشرف مواضع المسجد وهو آية من آيات الله ظهرت على سيدنا ابراهيم وتذكره هذه الامور وهي العمدة في الحج وانما استحب ان يقول بين الركنين

ایسی چیزوں میں حکمت شرعی کا یہ مقتضی ہو کہ اس امر کو وقت رفع کردیا جاوے اور ایک ظاہری حیلہ سے اسکو مقرر کردیا جاوے اسلئے طواف قدوم اور طواف وداع حضرت عائشہ صدیقہ سے ساقط کردیا گیا پھر جب آپ نے ذی طوی میں نزول فرمایا تو دن کے وقت بالائے مکہ سے داخل ہوکر اسافل کیطرف تشریف لائے۔ یہ آپ نے اسلئے کیا تاکہ وقت اطمینان قلبی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوسکیں اور خدا تعالیٰ کی جلال اور اسکی عظمت پر اطمینان سے آگاہی ہوسکے اور نیز یہ کہ سب لوگ بیت اللہ کا طواف کرتا ہوا آپ کو دیکھیں کیونکہ اسمیں بیت اللہ الہی کی عظمت ہے اور نیز آپ کو مناسک کے مسائل لوگوں کو تعلیم کرنے منظور تھے اسلئے آپنے انکو اتنی مہلت دی کہ کثرت سے سیکھنے کا قصد کرکے آپ کے پاس فراہم ہو جائیں اور آمد و رفت کا راستہ اس لیے بدلا تاکہ دونوں رستوں میں مسلمانوں کی شوکت کا اظہار ہو جاوے جس طرح عید کے اندر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے قریب تشریف لائے تو رکن یمانی کو ہاتھ سے چھو کر کھڑے ہوگئے اور بعد ازاں سات طواف کئے جن میں سے تین طواف میں سینہ ہلاکر اور چار میں معمولی رفتار سے چلے اور صرف دونوں رکن یمانی کو ہاتھ لگایا اور انکے درمیان میں یہ دعا پڑھی ربنا آتنا فی الدنیا الخ پھر مقام ابراہیم کیطرف آیت کریمہ پڑھی اتخذوا من مقام الخ اور دو رکعت نماز پڑھی اور مقام ابراہیم کو مابین اپنا اور بیت اللہ کے کیا اور آپنے ان دونوں رکعتوں میں قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکفرون پڑھی پھر رکن یمانی کیطرف واپس تشریف لائے اور اسکو ہاتھ سے چھوا۔ میں کہتا ہوں سینہ ہلاکر چلنے اور داہنی بغل سے بائیں کاندھے پر چادر ڈالنے کا سبب ہم بیان کرچکے۔ خاصکر دونوں رکن یمانی کو ہاتھ سے چھونے کا سبب وہی ہے جو حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ وہ دونوں اسی حالت میں ہیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے بنائے تھے اور دوسرے دو رکن ایسے نہیں ہیں کیونکہ ان کی حالت نے ان کے مانند تغیر کرلیا ہے اور طواف کے اندر نماز کی شرطیں لگانے کا یہ سبب ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اسکے شعائر کی تعظیم میں طواف کا حال نماز کا سا ہے۔ لہذا طواف نماز پر قیاس کیا گیا اور اسکے بعد دو رکعت اسلیے مسنون کی گئیں کہ بیت اللہ کی تعظیم کا تتمہ ہو جاوے کیونکہ اسکی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ نماز میں اسکی طرف منہ کیا جاوے اور خاصکر مقام ابراہیم میں ان رکعتوں کے پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مسجد کی تمام جگہوں میں اس جگہ کو شرف حاصل ہے۔ اور آیات الہی میں سے یہ ایک نشانی ہے جس کا حضرت ابراہیم پر ظہور ہوا ہے۔ اور مقصود بالذات حج سے انہیں امور کی یاد دہانی ہے اور مابین رکنین کے یہ دعا مانگنا

ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة الخ وهذا جامع نزل به القرآن وهو تفسير اللفظ يناسب تلك البقعة التسبيح ثم خرج من الباب الى الصفا فلما دنا من الصفا قرأ ان الصفا والمروة من شعائر الله ابدأ بما بدأ الله به فبدأ بالصفا فرقى عليه حتى رأى البيت فاستقبل القبلة فوحد الله وكبره وقال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده ثم دعا بين ذلك قال مثل هذا ثلاث مرات ثم نزل ومشى الى المروة حتى اذا انصبت قدماه في بطن الوادي سعى حتى اذا صعدتا مشى حتى اتى المروة ففعل على المروة كما فعل على الصفا **اقول** فهم النبي صلى الله عليه وسلم من هذه الآية تقديم الصفا على المروة وانه هو توفيق المذكور بالمشروع وانما خص من الذكر ما فيه توحيد وبيان لانجاز الوعد ونصره على عدائه تذكيرا للنعمة واظهارا لبعض معجزاته وقطعا لدابر الشرك وبيانا ان كل ذلك موضوع تحت قدميه وعزة كلمة الله ودينه في مثل هذا الموضع ثم قال لو اني استقبلت من امري ما استدبرت لم اسق الهدي وجعلتها عمرة فمن كان منكم ليس معه هدي فليحل وليجعلها عمرة فقال العامنا هذا ام للابد قال بل لابد الابد

... جو قرآن پاک میں نازل ہوئی ہے کلمات کے لحاظ سے ... جب پڑھنا اس تھوڑی سی فرصت میں نہایت مناسب ہے۔ پھر دروازہ سے نکل کر صفا کی طرف تشریف لائے جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ خدائے تعالیٰ نے ... ذکر کیا ہے اسی سے آپ نے بھی ابتدا فرمائی یعنی صفا سے آپ نے ابتدا کیا۔ اور پھر آپ اس پر یہاں تک چڑھے کہ بیت اللہ کو دیکھا۔ اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بڑائی بیان کی اور کہا لا الہ الا اللہ وحدہ الخ اسکے درمیان میں دعا کرکے تین مرتبہ یہی پڑھا۔ پھر آپ وہاں سے اتر کر مروہ کی طرف چلے۔ یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک جنگل میں پڑنے لگے۔ تو آپ تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگے۔ جب کہ وہ مسافت طے ہو چکی اور مروہ کی بلندی شروع ہوگئی۔ تو آپ معمولی رفتار سے چلنے لگے یہاں تک کہ آپ مروہ پر چڑھ گئے۔ اور جیسے آپ نے صفا پر خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بڑائی بیان کی تھی ویسا ہی یہاں بھی کیا۔

میں کہتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم مبارک میں اس آیت سے یہ بات پیدا ہوئی کہ خدائے تعالیٰ نے جو مروہ پر صفا کے ذکر کو مقدم کیا ہے اس سے شروع کے ساتھ مذکور کا مطابق کرنا منظور ہے۔ اور تمام وظائف میں سے ان وظائف کا مخصوص کرنے کا سبب جس میں خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور سچے ایفاء وعدہ اور دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کرنے کا بیان ہے یہ ہے کہ انہیں خدائے تعالیٰ کی نعمت کی یاددہانی اور بعض معجزات کا اظہار اور شرک کی بیخ کنی اور اس بات کا بیان کہ یہ سب آپ کے قدموں کے نیچے ہے اور اس موقع خاص پر ... دین کا اعلان پایا جاتا ہے اسکے بعد ان میں آپ نے فرمایا۔ لو انی استقبلت الخ جو بات بعد کو معلوم ہوا ہے اگر پہلے معلوم ہوتا تو ہدی روانہ نہ کرتا۔ اور حج کو عمرہ کر لیتا۔ اب تم میں سے جسکے پاس ہدی نہیں ہے اسکو احرام سے باہر آجانا اور حج کو عمرہ کر دینا چاہیے۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ اسی سال کے لئے یا ہمیشہ کے لئے۔ آپ نے فرمایا۔ بلکہ ابد الابد کے لئے یہ حکم ہے

فحل الناس كلهم وقصروا إلا النبي صلى الله عليه وسلم ومن كان معه هدي. أقول الذي بدا لرسول الله صلى الله عليه وسلم أمور منها أن الناس كانوا قبل النبي صلى الله عليه وسلم يرون العمرة في أيام الحج من أفجر الفجور فأراد النبي صلى الله عليه وسلم أن يبطل تحريفهم ذلك بأتم وجه ومنها أنهم كانوا يجدون في صدورهم حرجا من قرب عهدهم بالجماع عند الحج حتى قالوا في عرفة ومذاكيرنا تقطر منيا وهذا من التعمق فأراد النبي صلى الله عليه وسلم أن يسد هذا الباب ومنها أن إنشاء الإحرام عند الحج أتم لتعظيمهم البيت وإنما كان سائق الهدي لا يحل منه لأن سوق الهدي بمنزلة النذر بأن يبقى على هيئته تلك حتى يذبح هديه والذي يلتزمه الإنسان إذا كان حديث نفس أو نية غير مضبوطة بالفعل لا عبرة به وإذا اقترن بها فعل وصارت مضبوطة وجبت رعايتها والضبط مختلف فأدناه باللسان وأقوى منه أن يكون مع القول فعل ظاهر علانية يختص بالحالة التي أرادها كالسوق ثم كان يوم التروية توجهوا إلى منى فأهلوا بالحج وركب النبي صلى الله عليه وسلم فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس [illegible] حتى نزل بنمرة. أقول إنما توجه يوم التروية ليكون أرفق به وبمن معه فإن الناس مجتمعون في ذلك اليوم جمعا عظيما

پس سب لوگ تو احرام سے باہر ہو گئے اور سب نے بال کتروا لئے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جو امر آپ کو پیدا ہوا تھا مختلف ہوا۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبل ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ جانتے تھے تو آپ نے کامل طور پر ان کی اس تحریف کو باطل کرنا چاہا۔ اور ایک یہ کہ اس بات سے ان کے دل میں کھٹکا پیدا ہوتا تھا کہ ابھی جماع کرتے ہوں اور ابھی حج شروع کر دیں حتی کہ انہوں نے یہ بات کہی کیا ہم عرفہ کو ایسی حالت میں چلے جائیں کہ ہمارے اعضاء سے منی ٹپکتی ہو اور ان کی یہ بات تعمق اور غلو کے قبیل سے تھی لہذا آپ نے اس دروازے کا بند کرنا منظور فرمایا۔ اور ایک یہ کہ حج کے قریب قریب احرام کے باندھنے میں بیت اللہ کی پوری پوری تعظیم پائی جاتی ہے اور ہدی کے روانہ کرنے والے کا احرام سے باہر نہ جانا اس لئے منع ہوتا ہے کہ ہدی کا روانہ کرنا ایسا ہے جیسے کسی بات کا نذر کرنا کہ جب تک ہدی ذبح کی جاوے گی میں اسی ہیئت پر قائم رہوں گا۔ اور جس چیز کو انسان اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے وہ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو صرف خیال ہی خیال ہوتا ہے یا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی فعل کے ساتھ منضبط نہیں ہوتا تو ایسی بات کا اعتبار نہیں ہے اور جب اس ارادہ کے ساتھ فعل بھی مل جاتا ہے پھر وہ منضبط ہو جاتا ہے۔ تو اس ارادہ کی رعایت ضروریات سے ہو جاتی ہے اور انضباط کی صورتیں مختلف ہیں ادنی انضباط زبان سے کہہ دینے میں ہوتا ہے اور انضباط قوی جب ہوتا ہے جب زبان کے ساتھ کوئی ایسا فعل جو اسی حالت کے ساتھ مخصوص ہے جس حالت کا اس شخص نے ارادہ کیا ہے علانیہ ظاہر ہو جاوے مثلاً ہدی کا روانہ کرنا۔ پھر جب ترویہ کا دن ہوا تو لوگ منا کی طرف متوجہ ہوئے اور حج کا احرام باندھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور منا میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء و فجر کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑی سی دیر ٹھہرے رہے حتی کہ آفتاب برآمد ہوا۔ بعد ازاں وہاں سے چل کر نمرہ میں نزول فرمایا۔ میں کہتا ہوں ترویہ کے دن منا کو جانا آپ نے اس لئے ارادہ کیا تاکہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو آسانی رہے کیونکہ اس دن خلقت کا انبوہ کثیر ہوتا ہے۔

سے نمرہ ایک جگہ کا نام ہے ۱۲ سے واو عطف ہے جو احد جانبیہ [illegible] ۱۲

وفيهم ضعيف وسقيم فاستحب الرفق بهم ولم يدخل عرفة قبل وقتها لئلا يتخذها الناس سنة ويعتقدوا ان دخولها في غير وقتها قربة فلما زاغت الشمس امر بالقصواء[1] فرحلت له فاتى بطن الوادي فخطب الناس وحفظ من خطبته يومئذ ان دماءكم حرام عليكم الخ[2] ثم اذن بلال ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا **اقول** انما خطب يومئذ بالاحكام التي يحتاج الناس اليها ولا يسعهم جهلها لان اليوم يوم اجتماع وانما تغتنم مثل هذه الفرصة لمثل هذه الاحكام التي يراد تبليغها الى جمهور الناس وانما جمع بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء لان للناس يومئذ اجتماعا لم يعهد في غير هذا الموطن والجماعة الواحدة مطلوبة ولا بد من اقامتها في مثل هذا الجمع ليراه جميع من هنالك ولا يتيسر اجتماعهم في وقتين وايضا فلان للناس اشتغالا بالذكر والدعاء وهما وظيفة هذا اليوم ومراعاة الاوقات وظيفة جميع السنة وانما يرجح في مثل هذا الشيء البديع النادر ثم ركب حتى اتى الموقف واستقبل القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا ثم دفع **اقول** انما دفع بعد الغروب ردا لتحريف الجاهلية فانهم كانوا لا يدفعون الا قبل الغروب

اور ضعیف ومریض ہر قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں لہٰذا ان کے لئے آسانی کرنا مناسب ہے مگر عرفہ میں وقت سے پہلے آپ تشریف نہیں لائے اس خیال سے کہ لوگ سکو سنت نہ سمجھنے لگیں اور اس بات کا اعتقاد نہ کرنے لگیں کہ قبل از وقت عرفہ میں آجانا موجب قرب کا ہے۔ پھر نمرہ میں پہونچکر جب آفتاب خوب روشن وبلند ہو گیا تو آپ نے اپنی سواری شریف کیلئے جسکا نام قصوہ تھا حکم دیا چنانچہ سواری کسی گئی۔ اور آپ سوار ہو کر میدان میں تشریف لے آئے اور وہاں آپنے خطبہ پڑھا۔ اس دن کے خطبہ میں سے اسقدر لوگوں کو یاد رہگیا ہے ان دماءکم حرام الخ یعنے تمہارے خون تمہارے اوپر حرام ہیں۔ بعد ازاں بلال رضؓ نے اذان پڑھی اسکے بعد اقامت کہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر ادا کی۔ پھر بلال نے تکبیر کہی اور آپ نے صلوۃ عصر پڑھی اور ان کے درمیان میں کچھ اور نماز نہ پڑھی۔ میں کہتا ہوں اُس روز آپنے خطبہ کے اندر ایسے احکام بیان فرمائے جنکی لوگوں کو حاجت ہے اور اُن کے معلوم کیئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دن اجتماع خلایق کا ہوتا ہے اور ایسی فرصت اسی قسم کے احکام کے لئے مغتنم ہوتی ہے۔ جن کی تکلیف تمام خلقت کیلئے مقصود ہوتی ہے۔ اور ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو آپ نے اسلیئے اکٹھا پڑھا کہ اس روز لوگوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے کہ بجز اس مقام کے نظر نہیں پڑتا۔ اور شرع کو ایک جماعت کا ہونا مقصود ہے۔ اور خاصکر ایسے انبوہ کثیر میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضرور ہے تاکہ تمام حاضرین اُسکا معائنہ کریں۔ اور دو وقتوں کے اندر لوگوں کا اجتماع سہل نہیں ہے۔ اور نیز یہاں پر لوگ ذکر ودعا میں مشغول رہتے ہیں۔ اور یہ امور اسی روز کا وظیفہ ہیں۔ اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسی صورت میں اُس چیز کو ترجیح ہوتی ہے جو ایک نادر اور عجیب امر ہے۔ پھر آپ وہاں سے سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور روبقبلہ کھڑے رہے کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی کم ہوگئی۔ بعد ازاں وہاں سے علیحدہ ہوئے غروب کے بعد آپ وہاں سے اسلیئے علیحدہ ہوئے تاکہ جاہلیت کی تحریف باطل ہو جائے کیونکہ اہل جاہلیت غروب سے پہلے وہاں سے ہٹ جاتے تھے۔

[1] اسم ناقہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [2] خطبہ بطولہ مذکورۃ فی مسلم عن جابر بن عبد اللہ فی قصہ حجۃ الوداع من شاء فلیراجع ۱۲

ولان قبل الغروب غير مضبوط وبعد الغروب امر مضبوط ومثل يوم في مثل ذلك اليوم بالامر المضبوط ثم
دفع حتى اتى المزدلفة فصلى بها المغرب والعشاء باذان واقامتين ولم يسبح بينهما ثم اضطجع حتى طلع الفجر فصلى
الفجر حين تبين له الصبح باذان واقامة ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة
فدعا الله وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس حتى
اتى بطن محسر[1] فحرك[2] قليلا **اقول** انما لم يتهجد رسول الله صلى الله عليه وسلم في ليلة مزدلفة
لانه كان لا يفعل كثيرا من الاشياء المستحبة في الجمع لئلا يتخذها الناس سنة وقد ذكر
سر الوقوف بالمشعر الحرام وانما اوضع بمحسر لانه محل هلاك اصحاب الفيل فمن شان من خاف
الله وسطوته ان يستشعر الخوف في ذلك الموطن ويهرب من الغضب ولما كان استشعار
امرا خفيا ضبط بفعل ظاهر مذكر له منبه للنفس عليه ثم اتى جمرة العقبة فرماها بسبع
حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى الخذف[3] رمى من بطن الوادي **اقول**
انما كان رمي الجمار في اليوم الاول غدوة وفي سائر الايام عشية لان من وظيفة اليوم الاول النحر
والحلق والافاضة وهي كلها بعد الرمي فبقي كونه غدوة توسعة | دوسرے یہ کہ غروب سے پہلے کا وقت
کوئی معین وقت نہیں ہے۔ اور بعد الغروب ایک معین چیز ہے اور ایسے وقت میں یہی چیز کا حکم دینا چاہیے جسمیں
کسی قسم کا ابہام نہ ہو پھر وہاں سے چلکر مزدلفہ میں تشریف لائے اور وہاں پر مغرب وعشاء کی نماز ایک
اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور کوئی نفل نماز ان کے درمیان میں نہیں پڑھی بعد ازاں لیٹ رہے حتیٰ کہ
فجر ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز جب صبح روشن ہوئی ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کی۔ پھر قصواء پر سوار
ہو کر مشعر حرام میں تشریف لائے اور رو بقبلہ ہو کر خدائے تعالیٰ سے دعا کی اور تکبیر پڑھی اور لا الٰہ الا
اللہ کہا اور اسکی توحید بیان کی اور برابر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ روشنی ہوگئی پھر آفتاب برآمد ہونے
سے پیشتر وہاں سے چل کر بطن محسر میں تشریف لائے اور سواری کو کچھ کچھ تیز کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی شب میں تہجد کی نماز اس لیے نہیں پڑھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم جمع کے اندر بہت سے مستحبات ترک کر دیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُسکو سنت نہ سمجھنے لگیں۔ اور مشعر
حرام کے قیام کا راز ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور بطن محسر میں سواری کے تیز کرنے کا یہ سبب ہے کہ وہ جگہ اصحاب
فیل ہلاک ہونے کا مقام ہے۔ لہذا جس شخص کو خدا تعالیٰ اور اسکی عظمت کا خوف ہو اُسکو اس مقام میں خوف
معلوم ہوتا ہے اور غضب الٰہی سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ اور چونکہ اس خوف کا معلوم کرنا ایک مخفی امر تھا
اسلیے آپ نے ایک ظاہری فعل سے جو نفس کو خوف یاد دلاتا ہے اور اُسکو متنبہ کرتا ہے منضبط فرمایا۔ پھر پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم جمرۃ العقبہ میں تشریف لائے اور سات سنگریزے اُسکی طرف پھینکے اور ہر ٹھیکری کے ساتھ
تکبیر کہتے جاتے تھے۔ بطن وادی سے کھڑے ہو کر اُنکو پھینکا۔ میں کہتا ہوں اول دن رمی الجمار صبح کے وقت
اور اور دونوں میں شام کے وقت ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اول روز قربانی اور حلق اور رخصت ہونے کا دن ہوتا ہے
اور یہ سب کام بعد رمی الجمار کے ہوتے ہیں۔ لہذا صبح کے وقت رمی الجمار ہونے میں ان کاموں کی بخوبی گنجائش پائی جاتی

[1] واد بين منى والمزدلفة وقوله بالمشعر الحرام هو جبل قزح ۱۲ [2] من الايضاع وهو في للدابة نحو سير بسرعة ۱۲ [3] الرمي بالاصابع

وأقرب لأنه مرتفق بأمر تجارة وقيام سوق فلا يسهل أن يجعل ذلك بعده بفرغ من حج وكان
مدة الفراغ في ... وإنما كان رمي الجمار سبعا والسعي بين الصفا والمروة سبعا لما ذكرنا من أن
الوتر عدد محبوب وأن خلفه الواحد تحقيق هو ثلاثة أو السبعة فبالحري أن لا يتعدى من السبعة
إن كان فيها أكثر ... مثل حصى الخذف لأن ما دونه غير محسوس وما فوقه ربما يؤذي في
مثل هذا الموضع ثم انصرف إلى المنحر فنحر ثلاثا وستين بدنة بيده ثم أعطى عليا رضي الله عنه لينحر ما
غبر وأشركه في هديه ثم أمر من كل بدنة ببضعة فجعلت في قدر فطبخت فأكلا من لحمها وشربا
من مرقها **أقول** إنما نحر بيده هذا العدد ليشكر ما أولاه الله في كل سنة من عمره بدنة وإنما
أكل منها وشرب اعتناء بالهدي وتبركا بما كان لله تعالى قال صلى الله عليه وسلم نحرت ههنا ومنى
كلها منحر فانحروا في رحالكم ووقفت ههنا وعرفة كلها موقف ووقفت ههنا وجمع كلها موقف
وزاد في رواية وكل فجاج مكة طريق ومنحر **أقول** فرق النبي صلى الله عليه وسلم بين ما فعله
تشريعا وبين ما فعله بحسب الاتفاق أو لمصلحة خاصة بذلك اليوم أو احتياطا في الأمر
ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأفاض إلى البيت فصلى بمكة الظهر وطاف وشرب
من زمزم **أقول** إنما بادر إلى البيت لتكون الصلاة في أول وقتها

اور ... وقت ... بڑی خرید و فروخت کے موسم ... اور تجارت ... بعد میں ... آسانی ہے اور آخر وقت میں حج سے فارغ ... ہوتی ہے اور رمی جمار اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اعداد طاق مقرر کرنے کا وہی سبب ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ طاق عدد ... پسندیدہ ہے اور واحد حقیقی کا قائم مقام عدد میں تین ہی ہو سکتا ہے اور سات ... سات سے زیادہ ہوں تو ... مناسب نہیں ہے اور کنکریوں کی مقدار ... کنکری کی ... اس سے چھوٹی محسوس نہیں ہوتی اور اس سے بڑے میں ایسے مقام پر ایذا پہنچنے کا احتمال ہے

پھر آنحضرت منحر کی طرف تشریف لائے اور وہاں پر تریسٹھ بدنے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے پھر حضرت علی ... باقی بدنے ذبح کرنے کے لئے عطا فرمائے اور اپنی ہدی میں ان کو شریک کیا اور ہر بدنہ میں سے ایک ایک بوٹی لینے کا حکم دیا اور سب بوٹیاں ایک ہانڈی میں ڈالی گئیں ... حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس میں سے کچھ بوٹیاں ... اور شوربا پیا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت نے جو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ بدنے ذبح کئے اس میں نعمت کا شکر ادا کرنا مقصود تھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی عمر کے ہر سال کے مقابل ایک اونٹ عطا فرمایا۔ اور ان کا گوشت کھانے اور شوربا پینے میں ہدی کی تعظیم اور اس سے برکت حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ خدا ہی کے نام پر ذبح کی گئی ہے اور آنحضرت نے فرمایا ہے نحرت الخ میں نے یہاں قربانی کی ہے اور منیٰ سب کا سب قربانی کی جگہ ہے پس تم اپنے اپنے مقام پر قربانی کرو اور میں نے یہاں پر وقوف کیا ہے اور عرفہ سب کا سب موقف ہے اور میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور جمع یعنی مزدلفہ سب کا سب موقف ہے۔ اور ایک روایت میں اس کے بعد یہ بھی آیا ہے کہ مکہ کا ہر ایک کوچہ طریق و منحر یعنی قربانی کی جگہ ہے میں کہتا ہوں آنحضرت نے ان افعال میں جو آپ نے تشریع کے طور پر کئے ہیں اور ان میں جو آپ نے بحسب اتفاق یا کسی مصلحت کی وجہ سے جو اس روز کے ساتھ مخصوص تھی یا ... فرق کر دیا۔ پھر آنحضرت سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف چلے اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر طواف کیا اور آب زمزم نوش فرمایا میں کہتا ہوں کہ آنحضرت کے بیت اللہ کی طرف جلدی کرنے کا یہ سبب ہے تاکہ عبادت اول وقت میں ادا ہو سکے۔

لے ... [illegible]

ولأنه لا يأمن الإنسان أن يكون به مانع، وإنما شرب من زمزم تعظيما لشعائر الله وتبركا بما أظهره الله رحمة فلما انقضت أيام منى نزل بالأبطح وطاف للوداع ونفر أقول اختلف في نزوله بالأبطح هل هو على وجه العبادة فقالت عائشة نزول الأبطح ليس بسنة إنما نزله رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنه كان أسمح لخروجه واستنبط من قوله حيث تقاسموا على الكفر أنه قصد بذلك التنويه بالدين والأول أصح والله أعلم۔

أمور تتعلق بالحج

قال النبي صلى الله عليه وسلم نزل الحجر الأسود من الجنة وهو أشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بني آدم وقال فيه والله ليبعثنه الله يوم القيامة له عينان يبصر بهما ولسان ينطق به يشهد على من استلمه بحق وقال إن الركن والمقام ياقوتتان أقول يحتمل أن يكونا من الجنة في الأصل ثم جعلا في الأرض اقتضت الحكمة أن يراعى فيهما حكم نشأة الأرض فطمس نورهما ويحتمل أن يراد أنه خالطهما قوة مثالية بسبب توجه الملائكة إلى تنويه أمرهما وتعلق همم الملأ الأعلى والصالحين من بني آدم حتى صارت فيهما قوة ملكية وهذا وجه التوفيق بين قول ابن عباس رضي الله عنهما كما هنا وقول محمد بن الحنفية رضي الله عنه حجر من أحجار الأرض وقد شاهدنا

اور اس لئے کہ ہر وقت انسان کو کسی مانع کے پیش آنے کا احتمال ہے۔ اور آپ نے زمزم کا پانی پیا شعائر الٰہی کی تعظیم اور خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جو ایک چیز ظاہر کی ہے اس سے برکت حاصل کرنے کے لئے۔ پھر جب منیٰ کے دن گذر گئے تو آپ نے ابطح میں نزول فرمایا اور طواف الوداع کر کے تشریف لے گئے۔ میں کہتا ہوں ابطح میں نزول فرمانے کے اندر اختلاف ہے۔ آیا وہ نزول فرمانا عبادت تھا یا عادت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابطح کے اندر اترنا سنت نہیں ہے [illegible]

اُن امورات کا بیان جو حج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں

آنحضرت [illegible] نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے اتارا گیا ہے۔ اور وہ دودھ سے بہت زیادہ سفید تھا پھر بنی آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا ہے اور آپ نے اس کے باب میں فرمایا ہے کہ قسم ہے خدا کی خدا تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھاوے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا۔ اور جس نے اس کو صدق سے بوسہ دیا ہے اس کی شہادت بیان کرے گا اور آپ نے فرمایا ہے کہ رکن یمانی اور مقام دو یاقوت ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ احتمال ہے کہ دونوں اصل میں جنت سے لائے گئے تھے لیکن جب زمین پر نصب کئے گئے تو حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ جب مرتبہ زمین [illegible] کی گئی تو ان کا نور سلب کر دیا گیا اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ ان دونوں کی عظمت کی طرف ملائکہ کی توجہ اور ملا اعلیٰ اور صالحین کی ہمتوں کے متعلق ہونے کے سبب ان کے ساتھ ایک قوت مثالیہ کا اختلاط ہو گیا ہے حتیٰ کہ وہ قوت مثالیہ ان کے اندر قوت ملکیہ ہو گئی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول میں اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کہ زمین کے پتھروں میں سے وہ ایک پتھر ہے توفیق کی یہی صورت ہے۔ اور ہم نے آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ

له اول الحديث ما روى عن ابي هريرة قال قال رسول الله حين اردنا منى منزلنا غدا ان شاء الله بخيف بني كنانة

ان ثبت كالمحشو بقوة ملكية ولذلك وجب ان يحيى في المثال ما هو خاصية الاحياء من العينين واللسان
ولما كان معرفة الايمان المؤمنين وتعظيم المعظمين لله وجب ان يظهر في اللسان بصورة الشهادة
لهم وعليه كما ذكرنا من سر نطق الارجل والايدي قال صلى الله عليه وسلم من طاف بهذا البيت
اسبوعا يحصيه وصلى ركعتين كان كعتق رقبة وما وضع رجل قدما ولا رفعها الا كتب الله له
بها حسنة ومحا عنه بها سيئة ورفع له بها درجة **اقول** السر في هذا الفضل شيئان احدهما
انه كان شبحا للخوض في رحمة الله وعطف دعوات الملأ الاعلى اليه ومظنة لذلك ذكر
له اقرب خاصية لذلك وثانيهما انه اذا فعله الانسان ايمانا بامر الله وتصديقا بالموعود
كان تبيانا للايمان وشرحا له قال صلى الله عليه وسلم ما من يوم اكثر من ان يعتق الله فيه عبدا
من النار من يوم عرفة وانه ليدنو ثم يباهي بهم الملائكة **اقول** ذلك لان الناس اذا تضرعوا
الى الله باجمعهم لم يتأخر نزول الرحمة عليهم وانتشار الروحانية فيهم وقال صلى الله عليه وسلم
خير الدعاء دعاء يوم عرفة وخير ما قلت انا والنبيون من قبلي لا اله الا الله وحده لا شريك له
الخ وذلك لانه جامع لاكثر انواع الذكر ولذلك رغب فيه وفي سبحان الله والحمد لله الخ في مواطن
كثيرة واوقات كثيرة كما ياتي في الدعوات

کہ بیت اللہ قوت ملکیہ سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ضروری ہوا
کہ عالم مثال میں حجر اسود کو آنکھیں اور زبان جو جاندار چیزوں کے لوازم میں سے ہیں عطا کی جائیں اور چونکہ حجر اسود سے
مومنین کا ایمان اور خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنے والوں کی تعظیم معلوم ہوتی ہے لہٰذا ضرور ہوا کہ اسکی زبان سے شہادت
کی صورت کے ساتھ اسکا ظہور ہو جیسا کہ پیر و ہاتھ کے گویا ہونے کا راز ہم نے بیان کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے من طاف الخ جس شخص نے اس گھر کا سات مرتبہ شمار کر کے طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ ایک غلام
آزاد کرنے کے برابر ہوا۔ اور کوئی آدمی نہ قدم نہیں رکھتا اور نہ اسکو اٹھاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اسکے مقابل میں ایک
نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ دور کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس فضیلت کے دو سبب
ہیں۔ ایک تو یہ کہ طواف کرنا چونکہ رحمت الٰہی اور ملائکہ کی دعاؤں کے اندر داخل ہونے کا شبہ اور اسکا
مظنہ ہے لہٰذا اس کی خاصیت قریبہ کو ذکر فرمایا اور دوسرے یہ کہ جب خدا تعالیٰ پر یقین رکھ کر اور اُسکے وعدے
کو سچا سمجھ کر ان افعال میں لاتا ہے تو اس سے اُسکا ایمان ظاہر اور عیاں ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے ما من یوم اکثر الخ عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو دوزخ سے
آزاد کرے اور اس دن خدا تعالیٰ قریب ہو جاتا ہے پھر اپنے بندوں سے فرشتوں پر فخر بیان کرتا ہے۔
میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ جب تمام لوگ خدا تعالیٰ کی طرف تضرع و نیازمندی کرتے ہیں
تو رحمت کے نازل ہونے اور روحانیت کے اُن کے اندر پھیل جانے میں کچھ توقف نہیں ہوتا۔ اور نیز آپ نے
فرمایا ہے خیر الدعاء الخ بہتر دعا عرفہ کی دعا ہے اور بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی ہے لا الہ الا
اللہ الخ ہے اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمہ ذکر کے بہت سے اقسام کا جامع ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بہت سے مقامات اور بہت سے اوقات میں اسکی اور سبحان اللہ والحمد للہ الخ کی لوگوں کو رغبت
دلائی ہے۔ چنانچہ دعاؤں کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے۔

ط ای تحیر و دوران بطیری التعریف، قولہ ای [illegible] اور علیہ ای [illegible]

ومن السنة أن يهدي وإن لم يأت الحج إقامة لإعلاء كلمة الله بقدر الإمكان ودعا للمحلقين ثلاثا وللمقصرين مرة إبانة لفضل الحلق وذلك لأنه أقرب لزوال الشعث المناسب لهيئة الداخلين على الملوك وأدل على أن يبقى أثر الطاعة ويرى فإن ذلك يكون تنويها بطاعة الله ونهى أن تحلق المرأة رأسها لأنه مثلة وتشبه بالرجال وأفتى فيمن حلق قبل أن يذبح أو نحر قبل أن يرمي أو رمى بعد ما أمسى أو أفاض قبل الحلق أنه لا حرج ولم يأمر بكفارة والسكوت عند الحاجة بيان وليت شعري هل في صيغة الاستحباب صيغة أصرح من لا حرج ولا يتم التشريع إلا ببيان الرخص في وقت الشدة فمنها إذا لم يستطع معه الاجتناب عما حرم عليه في الإحرام وفيه **قوله تعالى** فمن كان منكم مريضا أو به أذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك **وقوله** صلى الله عليه وآله وسلم لكعب بن عجرة فاحلق رأسك وأطعم فرقا الخ وقد بينا أن أحسن أنواع الرخص ما يجعل معه شيء يذكره الأصل ويثلج صدره بجمعه على عزيمة الأصل عند تركه وجعل الإفراط في وجوب الكفارة

اگر کوئی شخص حج کو نہ جائے تب بھی ہدی بھیجنا سنت ہے تاکہ حتی المقدور اعلاء کلمۃ اللہ کی اقامت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والے کے لئے تین مرتبہ اور کتروانے والے کے لئے ایک مرتبہ دعا کی تاکہ سر منڈانے کی فضیلت ظاہر ہو جاوے اور اسکا سبب یہ ہے کہ سر کا منڈانا گرد و غبار کے دور کرنے کے قریب ہے جو بادشاہوں کے حضور میں جانے والوں کی حالت کے مناسب ہے اور عبادت کا اثر بھی اس میں کچھ دیر تک باقی رہ سکتا ہے اور کچھ زمانہ لوگوں کو اسکا اثر معلوم ہوتا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کی عبادت پر خبردار رہنا ہے اور آپ نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عورت کے حق میں سر کا منڈانا مثلہ جیسے ناک کان کٹ جاویں اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے جس شخص نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا یا قبل از رمی ایجاد کے قربانی کی یا شام ہونے کے بعد رمی الجمار کی یا سر منڈانے سے پہلے طواف الافاضہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہ فتویٰ دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اور کفارہ کا اسکو حکم نہیں دیا اور حاجت کے وقت سکوت کرنے کو بیان کرنے کا حکم ہوتا ہے اور کاش مجھ کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ استحباب بیان میں (لاحرج) کے لفظ سے کوئی اور لفظ صریح الدلالۃ ہے اگر شدائد کے وقت رخصتوں کا بیان نہ کیا جائے تو تشریع کامل نہیں ہوتی منجملہ شدائد کے وہ تکلیف ہے کہ احرام کے اندر جو چیزیں حرام کی گئی ہیں تو اس تکلیف کے سبب سے اسکو ان چیزوں سے بچنا دشوار ہو اسکے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے **فمن کان منکم مریضا او بہ اذی** الخ یعنی تم میں سے جو آدمی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ دکھ ہو تو روزوں سے یا صدقے سے یا قربانیوں سے اسکا فدیہ دے اور نیز آپ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا فاحلق راسك اپنے سر کو منڈالے اور ایک فرق (ایک وزن کا نام ہے) مساکین کو کھلا دے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں رخصت کے تمام اقسام میں سے وہ قسم بہتر ہے کہ جس کے ساتھ کوئی ایسی چیز مقرر کر دی جائے جو اصل عبادت کی یاد دہانی کرتی ہے اور جس شخص نے اصل عبادت کی عظمت کا التزام کر رکھا تھا اس عبادت کے چھوڑتے وقت اس کو اضطرابی ہو اور وجوب کفارہ میں جو زیادتی کی گئی ہے۔

سلہ یعنی لما ولزوا سکون الخ کیسی بیج ما منہ صح۔

على ذلك بالطريق الأولى ومنها الاحصار وقد سنّ فيه حين حال كفار قريش دون البيت فنحر هديه وحلق وخرج من الاحرام والسر في حرم مكة والمدينة ان لكل شئ تعظيما وتعظيم البقاع ان لا يتعرض لما فيها بسوء واصله مأخوذ من حمى الملوك وحمى بلادهم فانه كان انقياد القوم لهم وتعظيمهم اياهم مسلما وقاموا اخذوا انفسهم ان لا يتعرضوا لما فيها من الشجر والدواب وفي الحديث ان لكل ملك حمى وان حمى الله محارمه فاشتهر ذلك بينهم وركز في صميم قلوبهم وسويداء افئدتهم ومن ادب الحرم ان يترك وجوب ما يجب في غيره من اقامة العدل وتغليظ ما يحرم فيه وهو قوله صلى الله عليه وسلم احتكار الطعام في الحرم الحاد فيه، قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا تقتلوا الصيد وانتم حرم الآية اقول لما كان الصيد في الحرم والاحرام والجماع في الاحرام افراطا ناشئا من توغل النفس في شهواتها وجب ان يزجر عن ذلك بكفارة واختلفوا في جزاء الصيد هل تعتبر المثلية في الخلق او في القيمة والحق انه ينبغي ان يسأل ذوي عدل فان رأيا رأي السلف في تلك الصور فذاك وان رأيا القيمة فذاك قال النبي صلى الله عليه وسلم لا يصبر على لأواء[1] المدينة احد من امتي الا كنت شفيعه يوم القيامة اقول سر هذا الفضل ان عمارة المدينة اعلاء لشعائر الدين فهذه فائدة ترجع الى الملة

وہ بطریق اولیٰ اسیر حروف ہے منجملہ ان شعائر کے ایک احصار ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ مقرر کیا، جب بیت اللہ جانے سے کفار قریش نے آپ کو روکا تو آپ نے اپنی ہدایا کی قربانی کی اور سر مبارک منڈوایا اور احرام سے باہر تشریف لائے۔ مکہ اور مدینہ کے حرم میں یہ راز ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک خاص تعظیم ہوتی ہے۔ کسی زمین کی تعظیم یہ ہے کہ انہیں کسی چیز سے تعرض نہ کیا جائے اور اصل یہ تعظیم بادشاہوں کی حد اور ان کی شہر پناہوں سے ماخوذ ہے جب کوئی قوم ان کی فرمانبردار ہوتی ہے اور ان کی اطاعت و تعظیم کرتی ہے تو ان کے مطیع ہونے میں یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر اس بات کو مقرر کر لیتی ہے کہ ان حدود کے اندر جو درخت و چارپائے وغیرہ ہیں انسے ہم کچھ تعرض نہ کریں گے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان لکل ملک الخ یعنے ہر ایک بادشاہ کے لیے باڑھ ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی باڑھ اس کے محارم ہیں۔ اس بات کو سب لوگ جانتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہوتی ہے اور حرم کا ادب ایک یہ بھی ہے کہ جو چیز غیر حرم میں واجب ہے مثلاً عدل کا قائم کرنا یا جو چیز حرام ہے حرم کے اندر اسکے اور تحریم کی نہایت تاکید کیجائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احتکار الطعام فی الحرم الحاد یعنی حرم کے اندر غلہ کا بند کرنا اسمیں الحاد کرنا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا لا الخ اے ایمان والو احرام کی حالت میں شکار مت مارو۔ میں کہتا ہوں چونکہ حرم و احرام کے اندر شکار اور احرام کے اندر جماع کرنا ایک قسم کی افراط ہے جسکا راز خواہش نفسانی کے اندر ہے۔ توغل پڑے لہذا کفارہ مقرر کر کے اس سے روکنا ضروری ہوا شکار کی جزا میں اختلاف ہے کہ خود شکار کے لحاظ سے مثلیت کا اعتبار کرنا چاہیے یا قیمت کے لحاظ سے اور حق یہ ہے کہ دو عادل شخصوں سے یہ بات دریافت کیجائے ایسی صورتوں میں جو سلف رائے دیا کرتے تھے اگر وہ رائے دیں تو اسپر عمل کرنا چاہیے اور اگر قیمت تجویز کریں تو قیمت دینی چاہیے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا یصبر علی لاواء المدینۃ احد الخ میری امت میں سے مدینہ کی تکلیف پر کوئی شخص صبر نہ کریگا مگر میں بروز قیامت اسکا شفیع ہونگا۔ میرے نزدیک اس فضیلت میں یہ راز ہے کہ مدینہ کا آباد کرنا شعائر دین کا بلند کرنا ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے جسکا نتیجہ دین کیطرف راجع ہوتا ہے۔

[1] اللأواء الشدة وضيق المعيشة ۱۲

وان حضور تلك المواضع والحلول في ذلك المسجد منزلة ما كان النبي صلى الله عليه وسلم فيه وهذه فائدة ترجع الى نفس هذا المكلف قال النبي صلى الله عليه وسلم ان ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما واني حرمت المدينة اقول فيه اشارة الى ان دعاء النبي صلى الله عليه وسلم وجهد همته وتأكد عزيمته له دخل عظيم في نزول التوقيتات والله اعلم۔

من ابواب الاحسان

اعلم ان ما كلف به الشارع تكليفا اوليا ايجابا او تحريما هو الاعمال من جهة انها تنبعث من الهيئات النفسانية التي هي المعاد للنفوس او عليها وانها تفسد فيها وتشرحها وهي اشباحها وتماثيلها و البحث عن تلك الاعمال من جهتين احداهما جهة الزامها جمهور الناس والعمدة في ذلك اختيار مظان تلك الهيئات من الاعمال والطريقة الظاهرة التي يلهجها اظهارها ويؤاخذ بها على اعين الناس فلا يتمكنون من التسلل والاعتذار ولا بد ان يكون بناؤها على الاقتصاد والامور المضبوطة والثانية جهة تهذيب نفوسهم بها وايصالها الى الهيئات المطلوبة منها والعمدة في ذلك معرفة تلك الهيئات ومعرفة الاعمال من جهة ايصالها اليها وبناؤها على الوجدان وتفويض الامر الى صاحب الامر فالمباحث عنها من الجهة الاولى هو علم الشرائع

اور ان اوقات میں حاضر ہونے اور مسجد نبوی میں داخل ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات یاد آتے ہیں جسکا فائدہ اس مکلف کی ذات کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما الخ ابراہیم نے تو مکہ کو حرمت دی اور اسکو حرم بنا دیا اور میں نے مدینہ کو حرم بنا دیا۔ میں کہتا ہوں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوشش بہت بڑی عزیمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کو توقیتات کے مقرر ہونے میں بڑا دخل ہے۔

اُن احادیث کا بیان جو احسان کے متعلق وارد ہوئی ہیں

معلوم کرو کہ شارع نے بندوں کو بالذات جن امور کے ساتھ خواہ بطور ایجاب خواہ بطور تحریم کے مکلف کیا ہے وہ اعمال ہیں اسلئے کہ اعمال ان حالات نفسانیہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ جنکا نفع و نقصان آخرت میں نفوس کی جانب عائد ہوتا ہے اور یہ اعمال ان کیفیات نفسانیہ کو بڑھاتے ہیں اور ان کیفیات نفسانیہ کا بیان اور ان کے لئے صور ہوتے ہیں ان اعمال سے دو طرح پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک تو اس اعتبار سے کہ تمام لوگوں پر ان کا عمل میں لانا لازم ہو تاکہ اس اعتبار سے ان اعمال اور ظاہری طریقوں کا اختیار کرنا مقصود ہوتا ہے جنکا ظاہر و باطن متمیز نہیں ہوتا اور [illegible] یہ اعمال [illegible] کے ہوتے ہیں اور ان اعمال کا لوگوں سے سب کے روبرو مطالبہ کیا جاتا ہے اور ان لوگوں کو ان اعمال سے بچنے اور عذر کرنے کا موقعہ نہیں ہوتا ایسے اعمال کی بناء درمیانی حالت اور امور منضبطہ پر ہوتی ہے اور دوسری قسم ان اعمال سے لوگوں کے نفس مہذب کرنا ہے اور جو کیفیت ان اعمال سے مطلوب ہوتی ہے اس تک نفس پہنچ جائے اس اعتبار سے ان کیفیات کا معلوم کرنا اور ان اعمال کا اس طرح پر معلوم کرنا کہ وہ ان کیفیات کی طرف پہنچانے میں مفید ہوتا ہے اور ان کا مبناء وجدان اور مکلفین کے اختیار میں دے دینے پر ہوتا ہے۔ پہلے اعتبار سے جس علم میں ان اعمال سے بحث کی جاتی ہے۔ وہ علم شرائع ہے۔

سلہ مثل الایجابات وغیرہ ۱۲

وعن الثانية هو علم الاحسان والناظر فی مباحث الاحسان یحتاج الی شیئین النظر الی الاعمال من حیث ایصالها الی هیئات نفسانیة فان العمل ربما یؤدی علی وجه الریاء والسمعة او العادة او مقارنة العجب والمن والاذی فلا یکون موصلا الی ما لا بد منه وربما یؤدی علی وجه لا تتنبه النفس لروحه وهذا الدنس لا یلیق بالمحسنین وان کان من النفوس من تقنع بمثله وتکتفی باصل الفرض لا یزید علیه کما ولا کیفا وهو بسبب ما والنظر الی الهیئات النفسانیة لیعرف حق معرفتها فیباشر الاعمال علی بصیرة مما ارید منها ای یکون طبیب نفسه یسوس نفسه کما یسوس الطبیب الطبیعة فان من لا یعرف المقصود من الادوات کاد استعمالها ان یخبط خبط عشواء او یکون کحاطب لیل واصول الاخلاق المبحوث عنها فی هذا الفن اربعة کما نبهت علی ذلک فیما سبق الطهارة المکتسبة للتشبه بالملکوت والاخبات الجالب للتطلع الی الجبروت وشرع للاول الوضوء والغسل وللثانی الصلوة والاذکار والتلاوة واذا اجتمعتا سمیناه سکینة ووسیلة وهو قول حذیفة فی عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنهما لقد علم المحفوظون من اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم انه اقربهم الی الله وسیلة وقد نبه علی اولهما قوله الطهور شطر الایمان وقد بین النبی صلی الله علیه وسلم حالها حین قال ان الله نظیف یحب النظافة واشار الی الثانی

اور جس علم میں دوسرے شمارے سے بحث کیجاتی ہے وہ علم الاحسان ہے مباحث احسان میں نظر کرنے والے کو دو چیزوں کی حاجت ہوتی ہے ایک تو اعمال کو اسطرح پر معلوم کرنا جسطرح کیفیات نفسانیہ انسے پیدا ہوتی ہیں کیونکہ بسا اوقات ریا اور سمعہ یا عادت کے طور پر کوئی عمل ادا کیا جاتا ہے یا اسکے ساتھ خود پسندی اور منت اور ایذا رسانی پائی جاتی ہے ایسے وقت میں اس عمل سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جو اس عمل سے منظور ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات کوئی عمل اسطرح ادا کیا جاتا ہے کہ نفس کو اس عمل کی روح پر وہ تنبہ حاصل نہیں ہوتا جو محسنین کو حاصل ہونا چاہیے اگرچہ بعض نفس اسکے مثل پر قناعت کر لیتے ہیں مثلاً وہ شخص کہ جو اصل فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور کما اور کیفا ان پر زیادہ نہیں کرتا وہ شخص زکی نہیں ہے اور دوسرے ان ہیئات نفسانیہ کا کامل طور پر معلوم کرنا تاکہ بصیرت کے ساتھ ان اعمال کو عمل میں لائے اور وہ شخص اپنے نفس کا سبب ہوتا ہے جسطرح طبیب کی طبیعت پر حکومت ہوتی ہے ایسے ہی اس شخص کو اپنے پر حکومت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص اسباب کو نہیں جانتا کہ آلات سے کیا مقصود ہے تو وہ شخص جب آلات کو برتتا ہے اندھی اونٹنی کی طرح بے حواس ہو جاتا ہے یا اسکا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جو رات کے وقت لکڑیاں چنتا پھرتا ہے جن اخلاق سے اس فن میں گفتگو کیجاتی ہے ان کے چار اصول ہیں چنانچہ سابقا اس سے آگاہ کر چکے ہیں ایک تو طہارت جسکے سبب سے تشبہ بالملکوت حاصل ہوتی ہے اور ایک فرمانبرداری جو جبروت پر اطلاع پانے کا سبب ہوتی ہے پہلے امر کے لیے وضو اور غسل اور دوسرے کے لیے نماز اور اذکار اور تلاوت مقرر کی گئی اور جب دونوں باتیں جمع ہو جاتے ہیں تو ہم اسکو سکینہ اور وسیلہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے حق میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے محفوظ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ یعنے عبد اللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ وسیلہ کے اعتبار سے خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں اور شارع نے طہارت کو ایمان سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے الطہارۃ الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کا حال اسطرح بیان فرمایا ہے ان اللہ نظیف الخ خدا تعالیٰ پاک ہے۔ اور پاکی پسند کرتا ہے۔ اور دوسرے کیطرف اس قول سے اشارہ فرمایا ہے۔

حیث قال الاحسان ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک وانه دقق فی تحصیل ما یتم
بالسویة لما فیه [illegible] عن الاحد [illegible] مع ملاحظة ارواحها وانوارها والاکثار [illegible] معروعه [illegible]
اذکارها فروح الطهارة هی نور البطن [illegible] والاذکار [illegible] الاخراج [illegible]
التسویات [illegible] قلق وتشتت الفکر وانشراح واجر [illegible] وروح الصلوة هی الخضوع [illegible] لله
بالجوارح وذکر جلال الله مع تعظیم ممزوج بمحبة وطمانینة والیه الاشارة فی قوله صلی الله علیه
وسلم الاحسان ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک و [illegible] نفس
علیها بقوله قال الله تعالی قسمت الصلوة بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سال فاذا قال العبد
الحمد لله رب العالمین قال الله حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال الله اثنی علی عبدی
واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی، واذا قال ایاک نعبد وایاک نستعین قال هذا بینی
وبین عبدی ولعبدی ما سال واذا قال اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم
غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال هذا لعبدی ولعبدی ما سال فذلک اشارة الی
ان [illegible] ملاحظة الجواب فی کل کلمة فانه [illegible] للحضور [illegible] بلیغا وادعیة سنها النبی
صلی الله علیه وسلم فی الصلوة وهی مذکورة فی حدیث علی رضی الله عنه وغیره

الاحسان [illegible] احسان اسکا نام ہے کہ تو اللہ کی بندگی کرے گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے [illegible] نہیں دیکھتا ہے تو وہ
تجھکو دیکھ رہا ہے طہارت کے [illegible] ان عبادات کا [illegible] [illegible]
[illegible] اور اذکار کا لحاظ کرنا اور کثرت سے [illegible] [illegible] اذکار کا خیال رکھنا ضروری ہے [illegible]
کی [illegible] کا نور ہونا اور [illegible] [illegible] کا دور ہونا [illegible]
[illegible] جاتا ہے اور نماز کی روح خدا تعالیٰ کے ساتھ حضور [illegible] [illegible] کی [illegible]
یادداشت اور اسکے ساتھ تعظیم اور تعظیم کے ساتھ محبت و اطمینان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] قول
الاحسان [illegible] طرف اشارہ ہے اور آپ نے [illegible] [illegible] اشارہ [illegible]
اللہ پاک فرماتا ہے۔ نماز کو اپنے اور بندے کے مابین نصف نصف تقسیم کیا ہے۔ و
لعبدی ما سال اور میرے بندے کے لیے وہ چیز ہے جو وہ مانگے۔ پس جب بندہ الحمد
للہ رب العلمین کہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے میرے بندے نے برائی و بزرگی
بیان کی۔ اور جب کہتا ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ تو فرماتا ہے۔
یہ میرے اور میرے بندے کے مابین مشترک ہے اور جو میرا بندہ مانگے اسکے لیے موجود ہے۔
اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ الخ تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کیلئے
ہے اور میرا بندہ جو مانگے موجود ہے اس حدیث میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر کلمہ پر جواب کا لحاظ رکھنا
چاہیے کیونکہ اس سے حضور قلبی پر نفس کو تنبیہ بلیغ ہوتی ہے اور وہ دعائیں جو آپ نے نماز کے
اندر مقرر فرمائی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کی حدیث میں مذکور ہیں۔

له قوله قسمت الصلوة ای الفاتحة و قوله مجدنی ای نسبنی الی المجد ۱۲

وروح تلاوة القرآن ان يتوجه الى الله بشوق وتعظيم ويتدبر فى مواعظه ويستشعر الانقياد فى احكامه ويعتبر بامثاله وقصصه ولا يمر بآيات صفات الله وآياته الا قال سبحان الله ولا بآية الجنة والرحمة الا سأل الله من فضله ولا بآية النار والغضب الا تعوذ بالله فهذه من سنن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى تمرين النفس بالاتعاظ وروح الذكر الحضور والاستغراق فى الالتفات الى الجبروت وتمرينه ان يقول لا اله الا الله والله اكبر ثم يسمع من الله ان قد قال لا اله الا انا وانا اكبر ثم يقول لا اله الا الله وحده لا شريك له ثم يسمع من الله لا اله الا انا وحدى لا شريك لى وهكذا حتى يرتفع الحجاب ويتحقق الاستغراق **وقد** اشار النبى صلى الله عليه وسلم الى ذلك وروح الدعوات يرى كل حول وقوة من الله ويصير كالميت فى يد الغسال وكالتمثال فى يد محرك التماثيل ويجد لذة المناجاة وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يدعو بعد صلوة التهجد فى اثناء اشفاعه دعاء طويلا يقنع فيها يديه يقول يا رب يا رب يسأل الله خير الدنيا والآخرة ويتعوذ به من البلايا ويتضرع ويلح ويشترط فى ذلك ان يكون بقلب فارغ غير لاه ولا يكون حاقنا ولا جائعا ولا غضبان فاذا عرف الانسان حالة الحضرة ثم فقدها فليفحص عن سبب الفقد

ان میں بھی اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے تلاوت قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق وتعظیم کے ساتھ خدا تعالے کی طرف متوجہ ہو اور قرآن کی نصیحتوں میں فکر وغور کرتا جائے اور قرآن کی امثال وقصص سے عبرت حاصل کرتا جائے جب خدا تعالے کی کسی صفت اور اسکی نشانی پر گذرے سبحان اللہ کہے اور جب جنت ورحمت کی آیت پڑھے خدا تعالیٰ سے فضل کا خواستگار ہو اور جب جہنم اور غضب کی آیت پر گذرے پناہ کا طلب گار ہو۔ یہ وہ امور ہیں جنکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نفس کو نصائح کے خوگیر ہونے کے لیے مقرر فرمایا ہے اور ذکر کی روح حضور اور خدا تعالیٰ کی جبروتیت میں مستغرق ہو جانا ہے اور یہ بات اس طرح حاصل ہوتی ہے۔ کہ کہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر خدا تعالیٰ سے اسکا جواب سنے کہ اسکے جواب میں فرماتا ہے لا الہ الا انا وانا اکبر پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پھر یہ بات کا خیال کرے۔ کہ اللہ پاک اسکے جواب میں فرماتا ہے لا الہ الا انا وحدہ لا شریک لی اور اسیطرح کیا کرے حتی کہ حجاب رفع ہو اور استغراق حاصل ہو جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور دعا کی روح یہ ہے کہ اسبات کا خیال کرے کہ ہر چیز سے روکنا اور ہر چیز کی قدرت دینا خدا تعالے کے قبضہ میں ہے اور اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسے نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے یا جسطرح کسی کے ہاتھ میں مورت ہوتی ہے اسکو جیسے چاہتا ہے حرکت دیتا ہے اور مناجات کی لذت اس کو حاصل ہوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز کے بعد اسکے شفعوں کے مابین ایک بہت بڑی دعا بیان کی ہے کہ بندہ دونوں ہاتھ اٹھا کر خدا تعالیٰ سے دعا کرے اے پروردگار اے پروردگار کہتا جائے اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کرے اور مصائب سے پناہ مانگے اور نہایت تضرع ونیازمندی سے دعا مانگے مگر اسمیں یہ شرط ہے کہ اسکا دل امور دنیوی سے فارغ ہو اور بول وبراز کی حاجت اور اشتہا طعام سے فراغت ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو پس جب انسان حضور قلبی کی کیفیت معلوم کرے اور پھر وہ حضور اسکو حاصل نہو تو اس حضور کے جاتے رہنے کا سبب اسکو سوچنا چاہیے

له كما رواه الترمذى عن ابى سعيد وابى هريرة قالا قال رسول اللہ ﷺ

وان كان غزارة الطبيعة فعليه بالصوم فان له وجاء واكثر ما يكون في الصوم ان يصوم شهرين متتابعين وان احتاج الى استفراغ المنى والتفرغ من اصلاح المطعم والمشرب وكان ذهب نشاطه وارادا عادته فليتزوج فم بدسومه ... غير تحرك في مفاكهة الاختلاط ويجعله كالدواء يحصل نفعه ويحترز من فساده ومن كان يشتغل بالارتفاقات وصحبة الناس فليعط بعض الساعات منها وان كان امتلاء اوعيته بفكر خيالات مشوشة وافكار جريئة فليعتزل الناس وليلزم البيت او المسجد ويمنع لسانه الا من ذكر الله وقلبه الا من الفكر فيما يهمه ويتعهد نفسه عند ما يتيقظ ليكون اول ما يدخل في قلبه ذكر الله وعند ما يريد ان ينام ليتخلى قلبه عن تلك الاشغال والثالث سماحة النفس وهي ان لا تنقاد الملكية لدواعي البهيمية من طلب اللذة وحب الانتقام والغضب والبخل والحرص على المال والجاه فان هذه الامور اذا باشر الانسان اعمالها المناسبة لها انتسج الوانها في جوهر النفس ساعة فساعة فان كانت النفس سمحة سهل عليها رفض الهيئات الخسيسة وصارت كأنه لم يكن فيها شيء من ذلك الدنس قط وخلصت الى رحمة الله واستغرقت في لجة الانوار التي تقتضيها جبلة النفوس لولا الموانع وان لم يكن سمحة تنتسج الوانها في النفس كما تنتسج نقوش الخاتم في الشمعة ولصق بها وصار الحياة الدنيا

قوت جسمانی اسکا باعث ہے تو اسکو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزے سے قوائے جسمانی ضعیف ہو جاتے ہیں بسا اوقات دو مہینہ کے پیاپے روزے رکھنے سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اگر جماع کی خواہش سے یا کھانے پکانے سے فارغ ہونے کی حاجت ہے اور اسکو عبادت کا سرور جاتا رہا ہے اور اسکا اعادہ چاہتا ہے تو اسکو نکاح کرنا چاہیے تاکہ جماع کی حاجت دفع ہو سکے مگر لذائذ اور اختلاط میں منہمک ہونے سے باز رہے اور اسکو بمنزلہ دوا کے سمجھے جسکے نقصان سے محفوظ رہنا اور نفع سے تمتع حاصل کرنا چاہیے اور اگر تدابیر ضروریہ اور لوگوں کی مصاحبت میں مشغول رہتا ہے تو ان کے ساتھ عبادت کا بھی تامل کرنا ضروری خیال کرے اور اسکے دماغ میں خیالات مشوشہ اور افکار ناقصہ بھرے ہوئے ہیں تو اسکو لوگوں کی ملاقات ترک کر کے گھر یا مسجد میں خلوت نشینی و اپنی زبان کو بجز ذکر الٰہی کے اور اپنی قلب کو بجز اس فکر کے جسکے وہ درپے ہے روکنا چاہیے اور نیند سے بیدار ہوتے وقت ذکر الٰہی کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا ذکر اسکے قلب میں داخل ہو اور سوتے وقت بھی ایسا ہی چاہیے تاکہ تمام اشغال سے دل کو فراغت ہو جاوے۔ اور ان چار اصول میں سے تیسرا دل کی سماحت ہے سماحت کے یہ معنی ہیں کہ قوت ملکیہ قوت بہیمیہ کے دواعی کے تابع نہ ہو جیسے لذت کا طلب کرنا اور انتقام لینے کی خواہش اور غضب اور بخل کی خواہش اور مال و جاہ کی حرص یہ ایسے امور ہیں کہ جب انسان ان کے موافق کام کرتا ہے تو ان اعمال کی کیفیت کسی وقت قلب میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے تو ان صفات رذیلہ کا ترک کرنا آسان ہوتا ہے اور یہ صفات ایسی ہو جاتی ہیں کہ گویا کبھی انکا نام بھی نہ تھا اور نفس خالص ہو کر خدا تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور ایسے انوار کے دریا میں مستغرق ہو جاتا ہے جنکو بلحاظ سرشت کے اعتبار سے نفوس مقتضی ہوتے ہیں اور اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت نہیں ہوتی تو ان اعمال کی کیفیت نفس کے اندر راسخ ہو کر ظاہر ہو جاتی ہے جیسا موم میں مہر کے نقوش منقش ہو جاتے ہیں اور دنیاوی زندگی کا میل نفس کے اندر جم جاتا ہے

ملکہ سے قوت ملکیہ اور بہیمیہ ... ۱۲

والجماع والمراد ان الصوم قاطع لشهوات کا الاحصاء ۱۲ ... من اصول الاخلاق ۱۲ ملکہ ... والطیب وغیرہا ... ل

ولم يتمثل عليه وانضم الى ذلك فن جسدها حاطت بها خطيئات من بين يديه ومن خلفها
وعن يمينها وعن شمالها وسدل بينها وبين الانوار التي تقتضيها جبلة النفوس سحب كثيرة غليظة
فكان ذلك سبب اذيتها وتألمها. ولما اختير ذا اعتبرت بداعية الشهوتين شهوة البطن وشهوة
الفرج سميت عفة او بداعية الدعة والرفاهية سميت اجتهادا او بداعية الضجر والجزع سميت
صبرا او بداعية حب الانتقام سميت عفوا او بداعية حب المال سميت سخاوة وقناعة او بداعية
مخالفة الشرع سميت تقوى ويجمعها كلها معنى واحد وهو ان اصلها عدم انقياد النفس للهواجس
البهيمية والصوفية يسمونها بقطع التعلقات الدنيوية او بالفناء عن الخسائس البشرية او بالحرية
ويعبرون عن تلك الخصلة باسماء مختلفة والعمدة في تحصيلها قلة الوقوع في مظان هذه
الاشياء وايثار القلب ذكر الله تعالى وميل النفس الى عالم التجرد وهو قول زيد بن حارثة
استوى عندي حجرها ومدرها لي ان اخبر عن المكاشفة والرابع العدالة وهي ملكة
يصدر منها اقامة النظام العادل المصلح في تدبير المنزل وسياسة المدينة ونحو ذلك
بسهولة واصلها جبلة نفسانية تنبعث منها الافكار الكلية والسياسات المناسبة لما عند الله و
عند الملائكة وذلك ان الله تعالى اراد في العالم انتظام امرهم

اور ان کیفیات کا منزوک ہو یا نفس پر دشوار ہو جاتا ہے پھر جب نفس کو بدن سے مفارقت ہوتی ہے تو وہ برائیاں ہر چہار طرف سے اسکا احاطہ کرتی ہیں اور نفس اور ان انوار کے مابین جو سرشت کے اعتبار سے نفس کے مقتضی ہوتے ہیں بہت سے غلیظ غلیظ پردے پڑ جاتے ہیں جنکے سبب سے نفس کو ایذا و تکلیف پہونچتی رہتی ہے۔ اس سماحت کو جب خواہش شکم اور شہوت فرج کے داعیہ کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام عفت ہوتا ہے۔ اور جب بیقراری اور اضطراب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس سماحت کا نام صبر ہوتا ہے اور جب انتقام کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام عفو ہوتا ہے۔ اور جب مال کے سبب کے ساتھ ہو تو اسکا نام سخاوت اور قناعت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان سب کے اصل نفس کا خواہش بہیمی کے تابع نہ ہونا ہے اور صوفیہ کرام اسکو تعلقات دنیویہ[عہ] کے قطع کرنے یا خسائس بشریہ کے فنا ہونے اور اسی قسم کے مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں اور اس صفت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری ان اشیاء کے مواقع میں واقع ہونے سے احتیاط رکھنا، اور دل سے ذکر الٰہی کا اختیار کرنا عالم تجرد کی طرف نفس کا میلان ہے چنانچہ زید بن حارثہ کا قول ہے میرے نزدیک دنیا کا پتھر و ڈھیلا سب برابر ہے حتیٰ کہ ان کی نسبت مکاشفہ کی خبر دیگئی ہے۔ چوتھی صفت عدالت ہے عدالت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ تدبیر منزل اور سیاست مدینہ وغیرہ کی اصلاح کے متعلق ایک نظام عادل بسہولت قائم ہو سکتا ہے اور اصل میں وہ جبلت نفسانی ہے جو افکار کلیہ اور ان سیاستوں کے پیدا ہونے کا باعث ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے موافق ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو منظور رہے کہ جہان میں انتظام قائم رہے۔

عہ تعلقات دنیا سے دنیاوی چیزوں سے محبت کرنا ہے۔ جو محبت خدا کی محبت سے غافل کرے اسکو چھوڑ دی۔

وان يعاون بعضهم بعضا وان لا يظلم بعضهم بعضا وان يتألف بعضهم ببعض ويصير والجسد الواحد واذا تالم عضو منه تداعى له سائر الاعضاء بالحمى والسهر وان يكثر نسلهم وان يزجروا منهم ويثنوا على من عمل فيهم الرسوم الفاسدة ويشيع فيهم الخير والنواميس الحقة فلله سبحانه في خلقه قضاء اجمالي كل ذلك شرح له وتفصيل وملائكته المقربون تبعوا ذلك وصاروا يدعون لمن سعى في اصلاح الناس ويلعنون على من سعى في فسادهم وهو قوله تعالى وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون قوله تعالى الذين يوفون بعهد الله ولا ينقضون الميثاق والذين يصلون ما امر الله به ان يوصل الآية وقوله تعالى والذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه و يقطعون ما امر الله به ان يوصل الآية فمن باشر هذه الاعمال مع نيته شملته رحمة الله وتوجهت دعوات الملائكة [illegible] عليه وجعلت كان هنالك رفاية تحيط به كشعاع السير يحيط بالانسان فتورث ذلك في قلوب الناس والملائكة ان يحسنوا اليه ويوضع له القبول في السماء والارض واذا انتقل الى عالم التجرد حصلت له تلك المتصلة به روا[illegible]ها ووجد سعة وقبولا وفتح بينه وبين الملائكة باب ومن باشر [illegible]

<u>ترجمہ</u>: اور بعض بعض کی اعانت کریں۔ اور [illegible] کسی کو نہ ستائے اور باہم الفت و محبت [illegible] ہو کر ایک بدن کے اعضا ہوتے ہیں۔ کہ جب کسی عضو کو صدمہ پہنچتا ہے تو تمام اعضا بے تاب ہو کر اس کی حمایت میں سب کی نیند جاتی رہتی ہے۔ اور یہ ان کی نسل کا بڑھنا منظور ہے کہ ان [illegible] کی جائے اور جو ان میں ان کی تعلیم کی بابت اور رسوم فاسدہ دور ہوں اور بھلائی کی باتیں [illegible] دستور ہو اور اُسکے پیدا کرنے میں اللہ سبحانہ کیلئے قضا اجمالی ہے اور یہ اسکی شرح و تفصیل ہے اور ملائکہ مقربین نے اسکو معلوم کیا ہے اور جو لوگ ان امور کی اصلاح میں سعی کرتے ہیں اُن کے لئے ملائکہ دعا دیتے ہیں اور جو [illegible] فساد میں سعی کرتے ہیں اُن پر لعنت کرتے ہیں چنانچہ اللہ پاک جل شانہ فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا الخ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں خدا تعالیٰ نے اُنسے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ [illegible] زمین میں خلیفہ بنائیگا جس طرح اُن لوگوں کو اس نے خلیفہ بنایا ہے جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اسپر ان کو قدرت دیگا اور ان کے خوف کے بعد ان کو امن بدلے میں دیگا مجکو پوجتے رہیں گے کسی کو میرا شریک نہیں کرتے اور جنہوں نے اس کے بعد کفر کیا وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور فرماتا ہے الذین یوفون بعہد اللہ الخ جو لوگ خدا تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے اور جس چیز کے جوڑنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُسکو جوڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [illegible] الذین ینقضون الخ اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے عہد کو بعد پختہ کر[illegible] توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسکو قطع کرتے ہیں جو شخص ان اصلاح کے کاموں کو عمل میں لاتا ہے خدا تعالیٰ کی رحمت اور ملائکہ مقربین کی دعا اس کے شامل حال ہوتی ہے تو اس شخص کو ایسا گمان ہوتا ہے اور ہر طرف سے نورانی شعائیں اُسکو گھیر لیتی ہیں جس طرح شمس و قمر کی شعاعیں انسان کو محیط ہو جاتی ہیں اسکے سبب سے بنی آدم اور ملائکہ کے قلوب میں اس آدمی کے ساتھ محبت کا القا ہوتا ہے تمام زمین و آسمان میں وہ آدمی مقبول ہو جاتا ہے اور جب عالم تجرد کیطرف اسکا انتقال ہوتا ہے تو وہ شعائیں جو اس کے ساتھ متصل تھیں اسکو محسوس ہوتی ہیں اور اس آدمی کو اسکی لذت معلوم ہوتی ہے اور ایک قسم کی کشادگی اور قبولیت اُسکو نظر آتی ہے اور اسکے اور ملائکہ کے مابین ایک دروازہ کھلتا ہے اور جو شخص فساد کے کام کرتا

[illegible] ملائكة وكانت هذه الخلق رذائل مظلمة ناشئة من العجب [illegible] الهام
[illegible] الملائكة والناس ان يبغضوه [illegible] ويوضع له البغضاء في السموات والارض واذا انتقل الى عالم
[illegible] الردى في الظلمات [illegible] عليه وتألمت نفسه بها ووجد ضيقا ونفرة واحيط
[illegible] من جميع جوانبه [illegible] عليه [illegible] الارض بما رحبت والعدالة اذا اعتبرت في اوضاع الانسان
في قيامه وقعوده ونومه ويقظته ومشيه وكلامه وزيه ولباسه وشعره سميت ادبا واذا اعتبرت
[illegible] الاموال وجمعها وصرفها سميت كفاية واذا اعتبرت بتدبير المنزل سميت حرية واذا اعتبرت
[illegible] المدينة سميت سياسة واذا اعتبرت بتألف الاخوان سميت حسن المحاضرة او حسن
[illegible] في تخصصها رحمة ومودة ورقة القلب وعدم قسوته مع الانقياد للافكار
[illegible] في عواقب الامور [illegible] بين الخلقين تنافر ومناقضة من وجه وذلك لان
ميل القلب الى التجرد والسيادة [illegible] والمودة يتجاذبان في حق اكثر الناس لا سيما اهل
[illegible] ولذلك ترى كثيرا من اهل الله [illegible] وانقطعوا من الناس وتركوا الاهل والولد
[illegible] من الناس على [illegible] قد [illegible] معيشتهم للازواج والاولاد
[illegible] ذكر الله [illegible] عليهم السلام لا بأس [illegible] المصلحتين ولذلك

[illegible] ایک تاریک حالت پیدا ہو کر اس شخص
[illegible] خلائق کے دلوں میں اس کے ساتھ [illegible] کرنے کا الہام ہوتا ہے اور تمام
آسمانوں اور زمین میں وہ [illegible] مبغوض ٹھہرتا ہے پھر جب عالم تجرد کی طرف اس کا کوچ ہوتا ہے تو ان ظلمانی حالتوں کو
معلوم کرتا ہے اور [illegible] ان کی نفرت میں اور اس کی جان کو ان سے الم اور تنگی اور وحشت پیدا ہوتی ہے اور تمام
جوانب سے وہ شخص گھر جاتا ہے اور باوجود فراخی کے زمین اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ عدالت کی [illegible] نشست
و برخاست اور خواب و بیداری اور [illegible] اور بولنے و پہننے اور لباس و شعار کی اوضاع کے ساتھ [illegible] کیا جاتا
ہے تو اس کو ادب ہوتا ہے اور جب مال [illegible] جمع کرنے و صرف کرنے کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے [illegible]
[illegible] منزل کے ساتھ اعتبار کرتے ہیں [illegible] مدینہ کے ساتھ سیاست اور عزیزوں کی الفت کے ساتھ
حسن محاضرت یا حسن معاشرت اس کا نام ہوتا ہے عدالت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری رحمت اور محبت [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible] کے تابع ہونا اور انجام کار پر نظر رکھنا [illegible] دونوں صفت یعنی سماحت و عدالت میں ایک قسم کا
تنافر و مخالفت ہے کیونکہ تجرد کی طرف قلب کا میلان اور اس کے اندر رحمت و محبت کا ہونا اکثر لوگوں [illegible]
دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوتے خصوصاً ان لوگوں کے اندر تجلی ذات کی دلکشی اور کشاکشی رہتی ہے بہت ہوتے ہیں
دیکھتے ہو کہ انہوں نے لوگوں سے قطع تعلق کر دیا ہے حتی کہ اہل و عیال کو بھی چھوڑ دیا ہے اور لوگوں سے بالکل بے طرف ہو
گئے ہیں۔ اور عوام لوگ [illegible] اہل و عیال کے ساتھ مشغول رہتے ہیں حتی کہ ان چیزوں نے
ان سے خدائے تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے۔
اور انبیاء علیہم السلام دونوں مصلحتوں کی رعایت کا حکم دیتے ہیں۔ اور اسی لئے

له [illegible] مصالحه ١٢

[illegible] والتمييز المشكل في هاتين الخلتين [illegible] لسانه وهما [illegible]
فعال وهيأت [illegible] الاخلاق [illegible]
[illegible] او [illegible] من [illegible] الى [illegible] وقد ذكر [illegible]
[illegible] ومن هذا [illegible] قوله صلى الله عليه وسلم [illegible]
عليه السلام الاجتماع [illegible] وقوله عليه [illegible] والسلام [illegible]

وقد امر النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] الاخلاق [illegible]
[illegible] وامر [illegible]
[illegible] بعد [illegible] جلال الله وعظمه [illegible] الاعمال [illegible]
والبر [illegible] الصلاة [illegible] الامر بالمعروف والنهي عن [illegible]
العدل [illegible] الاعمال وهيأت [illegible] الله تعالى [illegible]
[illegible] المسلمين [illegible] **اذا علمت** هذه الاصول [illegible]

الاذكار وما يتعلق بها

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقعد قوم [illegible] ملائكة وغشيتهم [illegible] **اقول** [illegible]

ان دونوں خلقوں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اخلاق [illegible]
[illegible]
[illegible] سبحان [illegible]
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible] کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا [illegible] آخرت [illegible] کرنے کی رغبت [illegible]
[illegible] ثابت کی [illegible] کے جلال اور اس کی عظیم الشان قدرت میں غور کرنے [illegible]
[illegible] اور [illegible] عبادت [illegible] سلوک [illegible] سلام [illegible]
اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا حکم دیا [illegible] عدالت کی صفت [illegible]
[illegible] نبی کریم [illegible] اور تمام مسلمانوں [illegible]
[illegible] اصول [illegible] معلوم ہو گئے تو ہم اس کی قدر تفصیل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں [illegible]

اذکار اور اس کے متعلقات کا بیان

[illegible] خدا تعالیٰ کو یاد کرنے [illegible]
[illegible]
[illegible]

راغبين ذاكرين بجلب الرحمة والسكينة ويقرب من الملائكة وقال صلى الله عليه وسلم سبق المفردون[1] **اقول** هم قوم من السابقين سموا بالمفردين لان الذكر خفف عنهم اوزارهم قال صلى الله عليه وسلم قال تعالى انا عند ظن عبدي بي وانا معه اذا ذكرني فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منه **اقول** جبلة العبد الناشئ منها اخلاقها وعلومها والهيئات التي اكتسبتها النفس هي المخصصة لتدلي رحمة خاصة به فرب عبد سمح [illegible] يظن بربه ان يتجاوز عن ذنوبه ولا يؤاخذ بكل نقير وقطمير ويعامل معه معاملة المسامحة فيكون رجاؤه ذلك سببا لنفض خطيئاته عن نفسه ورب عبد شحيح [illegible] يظن انه يؤاخذه بكل نقير وقطمير ويعامل معه معاملة المتعمقين ولا يتجاوز [illegible] فيكون [illegible] بالنسبة الى هيئات دنيوية تحيط به بعد موته وهذا [illegible] انما [illegible] الامور التي لم يتأكد في حظيرة القدس حكمها واما الكبائر [illegible] فلا [illegible] الا بالاجمال وقوله **انا معه** اشارة الى معية القبول وكونه في حظيرة القدس [illegible] وان ذكر الله في نفسه وسلك طريق التفكر [illegible] ان الله [illegible] في مسيره ذلك حتى يصل الى التجلي القائم في حظيرة القدس وان ذكر الله في [illegible] همه اشاعة دين الله واعلاء كلمة الله

[illegible] رحمت اور سکینہ بلاتا ہے اور ملائکہ سے قریب کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سبق المفردون مفرد لوگ آگے ہو گئے۔ میں کہتا ہوں سابقین میں سے ایک [illegible] ہیں [illegible] ان پر سے بار [illegible] کو ہلکا کر دیا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] انا عند ظن عبدی الخ اللہ پاک فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو اسکو میرے ساتھ [illegible] مجھے یاد کرتا ہے [illegible] ساتھ ہوتا ہوں۔ پھر اگر (بندہ) اپنے جی میں مجھے یاد کرتا ہے [illegible] میں اپنے جی میں اسکو یاد کرتا ہوں اور اگر جلسہ میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جلسہ میں اسکو یاد کرتا ہوں میں [illegible] کہتا ہوں کہ بندے کی سرشت جو اخلاق اور علوم کا منشا ہوتی ہے اور وہ کیفیات جسکو نفس حاصل کرتا ہے ان [illegible] کی مخصص ہوتی ہے جو اس بندے کے لئے خاص ہے۔ پس بہت سے لوگ جنکے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے [illegible] اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ دور کر دے گا اور ذرا ذرا سی بات پر ہم پر مواخذہ نہ کرے [illegible] کا برتاؤ ہمارے ساتھ کرے گا ایسے شخص کی یہ امید اُسکے گناہوں کے دور ہو جانے اور نفس کے صاف ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہے اور بہت سے تنگ دل اور حریص مزاج آدمی اپنے پروردگار سے اس بات کا گمان رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم [illegible] ذرا ذرا سی بات کا مواخذہ اور جزرس لوگوں سا معاملہ کریگا اور گناہوں سے درگذر نہ کریگا اور یہ بات دنیاوی ہیئات کے اعتبار [illegible] دلمیں زیادہ تر بیٹھ جاتی ہے اور بعد از مرگ یہ کیفیت چاروں طرف سے اسکو گھیر لیتی ہے مگر یہ فرق صرف ان امور کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے [illegible] حظیرۃ القدس میں جنکی نسبت کوئی تاکیدی حکم نہیں ہوتا اور کبائر اور انکے قریب قریب گناہوں کے اعتبار سے صرف بالاجمال۔ سکا ارتکاب [illegible] اللہ پاک جو یہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں معیت قبول اور حظیرۃ القدس میں ایک شان کے [illegible] کی طرف [illegible] اشارہ ہے جب بندہ اپنے [illegible] میں خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اس کے نعمات میں غور کرنا شروع کرتا ہے تو اس کے بعد [illegible] خدا تعالیٰ اس کے لیے حجابات دور کر دیتا ہے اور چلتے چلتے اس تجلی تک جا پہنچتا ہے جو حظیرۃ القدس کے اندر [illegible] اور جب کسی جلسہ میں خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اسکی غرض دین اسلام کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتی ہے۔

[1] [illegible] مفردون [illegible] من اقرانهم [illegible] المومنين [illegible]

فجزاؤه ان الله يلهم محبته في قلوب الملأ الاعلى يدعون له ويبركون عليه ثم ينزل له القبول في الارض وكم من عارف بالله وصل الى المعرفة وليس له قبول في الارض ولا ذكر في الملأ الاعلى وكم من ناصر دين الله له قبول عظيم وبركة جسيمة ولم ترتفع له الحجب قال صلى الله عليه وسلم قال تعالى من جاء بالحسنة فله عشر امثالها وازيد ومن جاء بالسيئة فجزاء سيئة مثلها او اغفر ومن تقرب مني شبرا تقربت منه ذراعا ومن تقرب مني ذراعا تقربت منه باعا ومن اتاني يمشي اتيته هرولة ومن لقيني بقراب الارض خطيئة لا يشرك بي شيئا لقيته بمثلها مغفرة **اقول** لان الانسان اذا مات وادبر عن الدنيا وضعفت سورة البهيمية وتلعلعت انوار ملكيته فقليل خيره كثير وما بالعرض ضعيف بالنسبة الى ما هو بالذات والتدبير الالهي مبناه على افاضة الخير فالخير اقرب الى الوجود والشر ابعد منه وهو حديث ان لله مائة رحمة انزل منها واحدة في الارض فبين النبي صلى الله عليه وسلم ذلك بمثل الشبر والذراع والباع والمشي والهرولة ولعل المراد في المعاد من التطلع الى الجبروت والالتفات نحوها وهو قوله من لقيني بقراب الارض خطيئة لا يشرك بي شيئا لقيته بمثلها مغفرة وقوله تعالى اعلم عبدي ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ به وقال صلى الله عليه وسلم قال تعالى

…کی محبت کا القا فرماتا ہے اور وہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور برکت کے طالب ہوتے ہیں بعد از اں زمین میں بھی وہ بندہ مقبول ٹھہرایا جاتا ہے۔ بہت سے عارف باللہ ایسے ہیں کہ معرفت کے درجہ تک انکو وصول ہو گیا ہے … انکو لوگ مانتے ہیں اور نہ ملاء اعلیٰ میں انکا کچھ تذکرہ ہوتا ہے اور بہت سے لوگ دین کے حامی اور مددگار ایسے ہیں جو بڑی قبولیت اور برکت والے ہوتے ہیں مگر ان کے حجابات دور نہیں ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم … اللہ پاک فرماتا ہے جو بھلائی لیکر آئیگا تو اس کو … دس گنی ہے اور میں زیادہ بھی دونگا اور جو برائی لائیگا تو برائی … برابر ہے یا میں معاف کردونگا اور جو شخص بالشت بھر میرے پاس آتا ہے میں ایک ذراع اسکے پاس آتا ہوں اور جو ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو ایک باع یعنی دونوں ہاتھ کے پھیلاؤ کے برابر اسکے قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چلکر آتا ہے میں اسکے پاس دوڑکر آتا ہوں اور جو مجھ سے زمین کے برابر گناہ لیکر ملتا ہے اور دنیا سے شرک نہیں کرتا ہے … تو میں بھی اسی قدر مغفرت سے ملتا ہوں … اور ملکیت کے انوار چمکنے لگتے ہیں تو اسکے حسنات بھی بہت ہو جاتے ہیں اور عارضی چیز ہمیشہ … ضعیف ہوتی ہے اور تدبیر الٰہی کا منبع خیر کے فیضان پر ہے اور خیر وجود کے ساتھ بہت قریب ہے اور شر اس سے بہت بعید ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں جس میں سے ایک حصہ زمین کی طرف اتارا … بالشت اور ذراع اور باع اور چلنے اور دوڑنے کے ساتھ بیان کیا ہے اور آخرت کے … اطلاع جبروت اور اسکی طرف التفات کرنے سے زیادہ مانع نہیں ہے من لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک بی شیئا الخ کے یہی معنے ہیں اور اللہ پاک فرماتا ہے اعلم عبدی الخ (ترجمہ) کیا میرا بندہ … جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔

لہ … قد رمد لبدین الخ ۱۲ — ۲ … من العد و … المشی وقرب منی ۱۲

۳ … برقت ۱۲

من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها وإن سألني لأعطينه وإن استعاذني لأعيذنه وما ترددت في شيء أنا فاعله ترددي عن نفس المؤمن يكره الموت وأنا أكره مساءته **اقول** إذا أحب الله عبدا ونزلت محبته في الملأ الأعلى يوضع له القبول في الأرض ثم إذا خالف هذا العبد أحد وعاداه وسعى في رد أمره وكبت حاله انقلبت رحمة الله بهذا المحبوب لعنة في حق عدوه ورضاه به سخطا في حقه وإذا تدلى الحق إلى عبده بأن [illegible] وأقام دينه وكتب في حظيرة القدس تلك السنن والشرائع كانت هذه السنن والقربات سببا لرحمة الله له ووفقه رضاه وقليل هذه كثير ولا يزال العبد يتقرب إليه بالنوافل زيادة على الفرائض حتى يعمه الله وتعمه رحمته وتحيط به جوارحه [illegible] وبارك فيه وفي أهله وولده وماله ودينه وبرّ دعاءه ويحفظ من الشر ويقهر وسدد [illegible] عند [illegible] الأعمال والتردد ههنا كناية عن تعارض العنوانين [illegible] نظام نوعي ومخصي وحماية بالجسد الإنساني يقتضي القضاء بموته ومرضه وتعذيب الحال عليه وعناية بنفسه المحبوبة يقتضي فضيلة الرفاهية من كل جهة عليه وحفظه من كل سوء. قال صلى الله عليه وسلم

جو شخص میرے دوست سے عداوت کرتا ہے میں اسکو [illegible] بندہ کسی چیز سے جو مجھ کو زیادہ محبوب ہو فرائض سے زیادہ [illegible] نزدیک نہیں ہوتا اور میرا بندہ نوافل سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جو مانگتا ہے ضرور اسکو دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو ضرور پناہ میں لے لیتا ہوں اور میں [illegible] کرنے کا ارادہ کیا ہے ایسا تردد [illegible] مومن کے نفس سے [illegible] موت گوارا نہیں ہوتی اور مجھ کو اسکی تکلیف گوارا نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں جب خدا بندہ سے محبت کرتا ہے تو [illegible] اسکی محبت نازل ہو کر زمین میں بھی مقبول ہو جاتا ہے پھر کوئی شخص اس [illegible] کی مخالفت کرتا اور اس سے عداوت کرتا ہے اور اسکے حال کے بگڑنے میں کوشش کرتا ہے تو حق تعالی کی رحمت اس محبوب کے ساتھ ہوتی ہے اسکے دشمن کے حق میں لعنت ہو جاتی ہے اور اسکی رضامندی دشمن کے حق میں غضب ہو جاتی ہے اور جب حق تعالی کی سعادت کے [illegible] اور کسی دین کے قائم کرنے سے بندوں کے نزدیک ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس میں ان طریقوں اور شریعتوں کو مرقوم فرماتا ہے تو یہ طریقے اور عبادات سب چیزوں سے رحمت الہی کے جالب اور اسکی رضامندی کے موافق ہوتی ہیں اور یہ تھوڑی سی چیزیں بہت ہوتی ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعہ سے فرائض ادا کرنے کے بعد خدا سے قربت حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ خدا اسکا محبوب بن جاتا ہے اور رحمت الہی اسکو محیط ہو جاتی ہے اس وقت میں اس کے اعضاء کو نور الہی سے مدد ملتی ہے اور اسکی دولت اس کے عیال و مال میں برکت دیجاتی ہے اور اسکی دعا قبول ہوتی ہے اور شر سے محفوظ رہتا ہے اور اسکی اعانت کیجاتی ہے اس قرب کا نام بندے کا قربت اعمال ہے اور حدیث میں جو تردد کا لفظ آیا ہے اس سے عنایات الہی کا تعارض مراد ہے کیونکہ جسد انسانی کے نظام نوعی و شخصی کے ساتھ ایک توجہ خاص ہے جسد انسانی کے ساتھ اسکی توجہ کا مقتضی ہے کہ اسکی موت و بیماری اور تکلیف کا حکم دیا جائے اور اسکے نفس کے ساتھ جو خدا کو محبوب ہے توجہ الہی کا مقتضی ہوتا ہے کہ ہر طرف سے اسکے لیے راحت آرام پہنچایا جائے اور تکلیف سے محفوظ رکھا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]

ألا أنبئكم بخير أعمالكم وأزكاها عند مليككم وأرفعها في درجاتكم وخير لكم من إنفاق الذهب والورق وخير لكم من أن تلقوا عدوكم فتضربوا أعناقهم ويضربوا أعناقكم قالوا بلى قال ذكر الله **أقول** لا تحتمل هذه [illegible] إلا باعتبار [illegible] أفضل من الذكر بحسب اطلاع النفس إلى الجبروت ولا سيما في نفوس زكية لا تحتاج إلى الرياضات وإنما تحتاج إلى مداومة التوجه وقال صلى الله عليه وسلم من قعد مقعدا لم يذكر الله فيه كانت عليه من الله ترة ومن اضطجع مضجعا لا يذكر الله فيه كانت عليه من الله ترة وقال ما من قوم يقومون من مجلس لا يذكرون الله فيه إلا قاموا عن مثل جيفة حمار وكان عليهم حسرة وقال لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب وإن أبعد الناس من الله القلب القاسي **أقول** من وجد حلاوة الذكر وعرف كيف يحصل له الاطمئنان بذكر الله وكيف تنفسخ حجب نفسه عند ذلك حتى يصير كأنه يرى الله عيانا لا شك أنه إذا توجه إلى الدنيا وتفرق في الأزواج والمصنوعات شتى كثيرة وكيف أنه يفقد ما كان يجد ويلتبس [illegible] حجاب بينه وبين ما كان فيه وهذه خصلة تدعو إلى [illegible] [illegible] حسرة [illegible] لم يكن بسبيل [illegible]

کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے سب عملوں میں بہتر ہے اور تمہارے بادشاہ کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور سب اعمال سے زیادہ تمہارے درجات کو بلند کرنے والا ہے اور تمہارے حق میں سونا چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمہارے حق میں اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو، تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں صحابہ نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے [illegible] نصوص سے [illegible] ثابت ہوتے ہیں [illegible] جبروت [illegible] تمہارے ذکر سے زیادہ کوئی [illegible] نفوس زکیہ [illegible] کی حاجت نہیں [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قعد مقعدا لم یذکر اللہ الخ یعنی جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور خدا تعالیٰ کی یاد نہ کی تو وہ مجلس اس کے حق میں [illegible] جو شخص لیٹے [illegible] خدا تعالیٰ کی یاد نہ کرے تو وہ لیٹنا خدا تعالیٰ کی طرف سے حسرت ہے اور فرمایا ہے ما من قوم الخ کوئی قوم ایسی مجلس سے جس میں ذکر و یاد الٰہی نہ کیا ہو نہیں اٹھتی مگر جس طرح مردار گدھے کو اٹھا کر اٹھتے ہیں اور وہ مجلس ان پر حسرت ہوگی اور فرمایا ہے لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرة الکلام بغیر ذکر اللہ قسوة بالقلب وان ابعد الناس عند اللہ القلب القاسی یعنی ذکر الٰہی کے کثرت سے [illegible] کلام کرنے سے قلب میں قساوت پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے دور سخت قلب ہے۔ میں کہتا ہوں جب ایک شخص نے ذکر الٰہی کی حلاوت معلوم کرلی اور ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل ہونے کی کیفیت دریافت کرلی اور یہ بات معلوم کرلے کہ ذکر الٰہی کرنے سے اس کے قلب سے حجابات دور ہوتے ہیں اور وہ شخص ایسا ہو جاتا ہے جیسے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے تو بلاشک جب وہ شخص دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اہل و عیال اور دنیا کے سامان میں متوجہ ہوتا ہے تو ان کیفیات میں سے بہت کچھ بھول جاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ جو بات اس کو حاصل ہوئی تھی وہ اس سے گم ہو گئی اور اس شخص کے اور اس چیز کے مابین جو اس کی آنکھوں کے سامنے تھی ایک پردہ پڑ جاتا ہے اور یہ خصلت دوزخ اور حسرت ناکی کی طرف انسان کو بلاتی ہے

وذلك ان شرع فى كل حالة ذكرا مناسبا لها يكون ترياقا ودافعا لسم الغفلة فنبه النبى صلى الله عليه وسلم على فائدة هذه الاذكار وعلى عروض الحسرات بدونها واعلم انه مست الحاجة الى ضبط الفاظ الذكر صونا له من ان يتصرف فيه متصرف بعقله الابتر فيلحد فى اسماء الله او لا يعطى المقام حقه وعمدة ما سن فى هذا الباب عشرة اذكار فى كل واحد سر ليس فى غيره ولذلك سن النبى صلى الله عليه وسلم فى كل موطن ان يجمع بين الوان منها وايضا فالوقوف على ذكر واحد يجعله لقلقة اللسان فى حق عامة المكلفين والانتقال من بعضها الى بعض ينبه النفس ويوقظ الوسنان منها سبحان الله وحقيقته تنزيهه عن الادناس والعيوب والنقائص ومنها الحمد لله وحقيقته اثبات الكمالات والاوصاف التامة له فاذا اجتمعتا فى كلمة واحدة كانت افصح تعبير عن معرفة الانسان ربه لانه لا يستطيع ان يعرف الا من جهة اثبات ذات يسلب عنها ما نشاهده فينا من النقائص ويثبت لها ما نشاهده فينا من جهات الكمال من جهة كونه كمالا فان استقرت صورة هذا الذكر فى الصحيفة ظهرت هناك هذه المعرفة تامة كاملة عند ما يقضى بسببها فيفتح بابا عظيما من القرب والى هذا المعنى اشار النبى صلى الله عليه وسلم فى قوله التسبيح نصف الميزان والحمد لله يملؤه ولهذا كانت كلمة سبحان الله وبحمده كلمة خفيفة على اللسان ثقيلة فى الميزان حبيبة الى الرحمن

اور یہ ہر ایک حسرت کا سبب ہے اور جب بہت سی حسرتیں جمع ہو جاتی ہیں تو نجات کی کوئی سبیل نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حسرتوں کا پورا پورا علاج بتایا ہے اس طرح پر کہ ہر وقت کیلئے اس وقت کے مناسب ایک ذکر مقرر فرمایا ہے تاکہ غفلت کے سم کا دور کرنے والا اور اسکے لئے تریاق ہو اور اُن اذکار کے فوائد اور بغیر ان اذکار کے حسرات کے عارض ہونے پر متنبہ کیا ہے اور معلوم کرو کہ ذکر کے الفاظ منضبط کرنے کی ضرورت تھی تاکہ کوئی تصرف کرنے والا اپنی ناقص عقل سے اُسمیں تصرف کر کے خدائے تعالیٰ کے اسماء میں الحاد نہ کرے یا جو مقام جس ذکر کے مناسب ہے اسکو استعمال میں نہ لاوے۔ اذکار کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسنون کیا ہے اُن سب سے بڑھ کر عمدہ وہ دس ذکر ہیں جن میں سے ہر ایک میں وہ راز ہے جو دوسرے میں نہیں ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقعہ پر اُنمیں سے کئی کئی ذکر کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ برابر ایک ہی قسم کا ذکر کرنے سے وہ ذکر عام مکلفین کے اعتبار سے صرف زبانی حرکت ہو جاتا ہے اور اذکار کے بدلنے سے نفس کو تنبیہ اور غافل کو بیداری ہوتی ہے۔ اُنمیں سے ایک ذکر (سبحان اللہ) ہے اسکی حقیقت خدا تعالیٰ کا تمام ادناس اور عیوب اور نقائص سے پاک کرنا ہے۔ اور ایک (الحمد للہ) ہے اور اسکی حقیقت خدائے تعالیٰ کے لئے کمالات اور اوصاف کاملہ کا ثابت کرنا ہے جب یہ دونوں باتیں ایک کلمہ میں جمع ہو گئیں تو انسان کو اپنے پروردگار کی جو معرفت حاصل ہو سکتی ہے اس کلمہ میں اُس معرفت کا پورا پورا بیان ہے کیونکہ بندہ خدا تعالیٰ کو صرف اسی قدر پہچان سکتا ہے کہ اسکے لئے ایک ذات ثابت کرے جو تمام اُن نقائص سے جن کا ہم اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہیں پاک ہو اور جس قدر کمالات کمال ہونے کی جہت سے ہم اپنے اندر دیکھتے ہیں وہ سب اس ذات کو ثابت ہوں پس جب اس ذکر کی صورت نامۂ اعمال میں مندرج ہوتی ہے تو یہ معرفت پوری اور کامل جن کے کامل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے ظاہر ہوتی ہے اور قرب الٰہی کا باب عظیم اسکے سبب سے مفتوح ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اسی کے معنی کیطرف اشارہ کیا ہے التسبیح سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ اسکو پر کر دیتا ہے اسلئے سبحان اللہ وبحمدہٖ کا کلمہ زبان پر آسان اور وزن میں بہت بڑا اور خدائے تعالیٰ کو پیارا ہوتا ہے۔

ومن نقولها غرست له نخلة وورد فيهن هـا انها ماتت وحطت عنه خطاياه وان كانت مثل زبد البحر ولم يأت احد يوم القيمة بافضل مما جاء به الا احد قال مثل ذلك او زاد عليه وهي افضل الكلام اصطفاه الله لملائكته واما سر قوله عليه السلام اول من يدعى الى الجنة الذين يحمدون الله في السراء والضراء فهو ان عليهم شعبة صبغت من القوى الملكية واهلها احظى الناس بنعيم الجنان وسر قوله عليه السلام افضل الدعاء الحمد لله ان الدعاء على قسمين كما سنذكر والحمد لله يفيدهما جميعا فان الشكر يزيد النعمة ولانها معرفة ثبوتية وسر قوله عليه السلام الحمد لله رأس الشكر ان الشكر يتأتى باللسان والجنان والاركان واللسان افصح من ذينك ومنها لا اله الا الله وله بطون كثيرة فالبطن الاول طرد الشرك الجلي والثاني طرد الشرك الخفي والثالث طرد الحجب المانعة عن الوصول الى معرفة الله واليه الاشارة في قوله صلى الله عليه وسلم لا اله الا الله ليس لها حجاب دون الله حتى تخلص اليه وكان موسى عليه السلام يعرف من بطونها البطنين الاولين فاستبعد ان يكون الذكر الذي يخصه الله به ذلك فاوحى الله اليه جلية الحال وكشف عليه انطراد كل ما سوى الله تعالى عن مستن الاشارة وعن التمثل بين عينيه وانه لو وضع جميع ما سواه في كفة وهذه في كفة لمالت بهن فانه يطردهن ويمحقهن والتهليلة مع تفصيل ما سبق والاثبات وهي لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير

اور اسکے پڑھنے والے کیلئے ایک درخت بویا جاتا ہے جو آدمی اسکو سو مرتبہ پڑھے اسکے حق میں وارد ہوا ہے کہ تمام اسکے گناہ دور ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اور قیامت کے دن کوئی شخص ان کلمات کے پڑھنے والے سے افضل نہ آویگا مگر جس نے اسکو پڑھا یا اس پر زیادہ کیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے جو اونکا پسند فرمائے ہیں ان سب میں یہ بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الخ سب سے پہلے جنت میں وہ لوگ بلائے جاویں گے جو مصیبت و آرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں اس میں یہ راز ہے کہ ان لوگوں کا اصل شعبہ قوت ملکیہ اور اسپر باعث ہوتے ہیں۔ اور قوت ملکیہ والے لوگ جنت کے انعامات سے نہایت بہرہ ور ہوتے ہیں اور یہ جو فرمایا ہے کہ افضل الدعا الحمد للہ بہتر دعا الحمد للہ ہے اس میں یہ راز ہے کہ دعا کی دو قسمیں ہیں چنانچہ ہم ذکر کرینگے اور الحمد للہ میں دونوں قسم موجود ہیں کیونکہ شکر زیادتی نعمت کا موجب ہے اور اسکے اندر معرفت کی ثبوتی پائی جاتی ہے اور جو یہ فرمایا ہے کہ الحمد للہ راس الشکر الحمد للہ شکر کی اصل ہے اس میں یہ راز ہے کہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلب سے بھی اور اعضاء سے بھی اور زبان بہ نسبت ان دونوں یعنی قلب و اعضاء کے ظاہر دلالت کرتی ہے اور ایک ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور اسکے کئی بطون ہیں بطن اول شرک جلی کا دور کرتا ہے اور بطن دوم شرک خفی کا دور کرتا ہے اور بطن سوم ان حجابات کا دور کرتا جو معرفت الٰہی تک پہنچنے کے مانع ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے لا الہ الا اللہ لیس لہا الخ لا الہ الا اللہ کیلئے خدا تعالیٰ تک پہنچنے واسطے کوئی پردہ نہیں جسکی وجہ سے خدا تعالیٰ تک وہ پہونچ جاتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو اسکے بطون میں سے پہلے دو بطن کا علم تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بعید سمجھا کہ آپ کیلئے جو ذکر خاص کیا گیا ہے وہی ہے پس خدا تعالیٰ نے موسیٰ کے جب سے حال ظاہر کر دیا اور آپ پر یہ بات روشن کر دی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے اختیار کرنے اور تصور کے سامنے متمثل ہونے سے دور کرنیوالا ہے اور اس درجہ کا ہے کہ اگر تمام دنیا کے ایک پلہ میں رکھے جاویں اور یہ کلمہ دوسرے پلہ میں تو ان سب کو جھکا دے کیونکہ اس کلمہ کے سامنے سب کے سب [illegible] ہیں کہ رتبہ کے اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ جب کسیقدر تفصیل اور شامل ہو جاتی ہے کیونکہ نفی اور اثبات کیلئے ہو جاتا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ [illegible]

وورد في فضل من قالها مائة كانت له عدل عشر رقاب الخ وذلك لأنها جامعة بين المعرفة الثبوتية والتسبيحية والسلبية أقرب لمحو الذنوب والثبوتية أفيد لوجود الحسنات وتمثل الأجزية ومنها الله أكبر وفيه ملاحظة عظمته وقدرته وسلطانه وهو إشارة إلى معرفة ثبوتية ولذلك ورد في فضله أنه يملأ ما بين السماء والأرض وهذه الكلمات الأربع أفضل الكلام وأحبه إلى الله وهي غراس الجنة وسر حديث جويرية لقد قلت بعدك أربع كلمات ثلاث مرات لو وزنت بما قلت منذ اليوم لوزنتهن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضاء نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته أن صورة العمل إذا استقرت في الصحيفة كان انتفاعها وانشراحها عند الجزاء بحسب معنى تلك الكلمة فإن كانت فيه كلمة مثل عدد خلقه كان انتفاعها مثل ذلك **واعلم** أن من كان أكثر سعيه إلى تلوين النفس بلون معنى الذكر فالمناسب في حقه إكثار الذكر ومن كان أكثر سعيه إلى محافظة صورة العمل في الصحيفة وظهورها يوم الجزاء فالأنفع في حقه اختيار ذكر استجمع الأذكار بالكيفية وليس لأحد أن يقول إذا كانت هذه الكلمات ثلاث مرات أفضل من سائر الأذكار يكون الاعتناء بكثرة الأذكار واستيعاب الأوقات بها ضائعا لأن الفضل إنما هو باعتبار دون اعتبار وكان النبي صلى الله عليه وسلم يستعد

اس کلمہ کے سو مرتبہ کہنے والے کی فضیلت میں وارد ہوا ہے کہ کانت لہ عدل عشر الخ کہ اس کے لیے اس کلمہ کا سو مرتبہ کہنا دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے آخر حدیث تک۔ کیونکہ یہ کلمہ معرفت سلبیہ و ثبوتیہ کا جامع ہے اور سلبیہ گناہوں کے دور ہونے اور ثبوتیہ کو حسنات کے پائے جانے اور جزا کے متشکل ہونے میں بہت دخل ہے۔ اور ایک ذکر کلمہ اللہ اکبر ہے اس کلمہ کے اندر خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت اور اس کی سطوت کا ملاحظہ ہے اور معرفت ثبوتیہ کی طرف اس میں اشارہ ہے اس لیے اس کلمہ کی فضیلت میں آیا ہے کہ یہ کلمہ زمین و آسمان کی فضا کو بھر دیتا ہے یہ چاروں کلمے سب میں افضل اور خدا تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں۔ اور جنت میں یہ کلمات بوئے جاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے کہ میں نے تیرے بعد چار کلمے تین مرتبہ ایسے پڑھے ہیں کہ اگر ان کلمات کے ساتھ جو تو نے آج شروع دن سے پڑھے ہیں وزن کیے جائیں تو وزن میں اپنے زیادہ نکلے سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ والخ اس میں یہ راز ہے کہ عمل کی صورت جب نامۂ اعمال میں ثابت ہوتی ہے تو جزا کے وقت اس صورت کا پھیلاؤ اور اس کی وسعت اس کلمہ کے معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اگر اس میں ایسا کلمہ ہے جیسے عدد خلقہ تو اس کا پھیلاؤ اسی قدر ہوتا ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ جس شخص کا میلان ذکر کی کیفیت سے نفس میں اثر پیدا کرنے کی طرف ہوتا ہے اس آدمی کے لئے ذکر کا کثرت سے کرنا مناسب ہوتا ہے اور جس شخص کا میلان اس طرف زیادہ ہوتا ہے کہ عمل کی صورت نامۂ اعمال میں محفوظ رہے اور جزا کے دن اس کا ظہور ہو تو اس کے حق میں ایسے ذکر کا اختیار کرنا مناسب ہوتا ہے جو بالکیفیہ اور اذکار پر فوقیت رکھتا ہو کسی کو اس بات کے کہنے کی مجال نہیں ہے کہ جب تین مرتبہ ان کلمات کا کہنا تمام اذکار سے افضل ہے اذکار کی کثرت اور تمام اوقات کا ذکر میں صرف کرنا ضائع ہوا اس لیے کہ فضیلت ایک اعتبار سے ہے نہ دوسرے اعتبار سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱؎ ای مثل ۲؎ سلبیہ ۳؎ تمامہ کتبت لہ مائۃ حسنۃ ومحیت عنہ مائۃ سیئۃ وکانت لہ حرزا من الشیطان یومہ ذلک حتی یمسی ولم یأت احد بافضل مما جاء بہ الا رجل عمل اکثر منہ ۱۲ ۴؎ ای زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ۵؎ ای بحسب مداد کلماتہ مثل عدد ما ۱۲ ۶؎ ۷؎ ای فائق ۱۲

جويرية رضي الله عنها الى اقرب الاعمال ورغب في ذلك ترغيبا بليغا و[illegible] النبي صلى الله عليه وسلم في الذكر من ضم الله اكبر وسائر الالفاظ مع التهليل ان يجيء [illegible] الذكر ولا يكون لقلقة لسان ومنها سؤال ما ينعم في بدنه او نفسه باعتبار خلقه او باعتبار حصول سكينة او تدبير منزله وماله وجاهه وتعوذه عما يضره كذلك والسر فيه مشاهدة تاثير الحق في العالم ونفي الحول والقوة عن غيره ؛ ومن اجمع ما سنه النبي صلى الله عليه وسلم في الباب اللهم اصلح لي ديني الذي هو عصمة امري واصلح لي دنياي التي فيها معاشي واصلح لي آخرتي التي فيها معادي واجعل الحياة زيادة لي في كل خير واجعل الموت راحة لي من كل شر اللهم اني اسألك الهدى والتقى والعفاف والغنى اللهم اهدني وسددني قال اذكر بالهدى هدايتك الطريق وبالسداد سداد السهم اللهم اغفر لي وارحمني واهدني وعافني وارزقني اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار رب اعني ولا تعن علي وانصرني ولا تنصر علي وامكر لي ولا تمكر علي واهدني ويسر الهدى لي وانصرني على من بغى علي رب اجعلني لك شاكرا لك ذاكرا لك راهبا لك مطواعا لك مخبتا اليك اواها منيبا رب تقبل توبتي واغسل حوبتي واجب دعوتي وثبت حجتي وسدد لساني واهد قلبي و

جویریہ کو اقرب اعمال کیطرف رہبری اور اس کی طرف بلیغ تبلیغ فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ذکر کے اندر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) کے ساتھ اللہ اکبر اور باقی کلمات کا ملانا مسنون فرمایا ہے اس میں یہ راز ہے کہ نفس کو ذکر پر تنبیہ ہوتی رہے اور صرف زبانی حرکت نہو۔ اور ایک ان اذکار میں سے ایسے امور کا سوال کرنا ہے جو اسکے بدن یا اسکی ذات کے لیے پیدائش کے اعتبار سے نافع ہیں یا حصول اطمینان یا تدبیر منزل یا مال وجاہ کے اعتبار سے، دعائیں، اعتبار سے جو چیزیں مضر ہیں اُنسے پناہ مانگنا۔ اور اسکے اندر بھید خداتعالیٰ کی تاثیر کا عالم میں مشاہدہ کرنا اور بجز خداتعالیٰ کے سب سے روکنے اور قوت دینے کے نفی کرنا ہے اس باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں مقرر فرمائی ہیں ان میں سے یہ دعا سب سے زیادہ جامع ہے۔ اللھم اصلح لی۔ الٰہی میرے دین کی اصلاح فرما جو میرے امور کی پاکبازی کا باعث ہے۔ اور یا الٰہی میری دنیا کی حالات کی بھی اصلاح فرما جس میں میرا گذر اوقات ہے، اور نیز میری آخرت کی اصلاح فرما جس میں میری واپسی ہے۔ اور میری زندگی ہر بھلائی کے لئے زیادہ کر اور میری موت کو شر کے دفعیہ کی راحت بنا۔ یا الٰہی میں تجھ سے ہدایت وتقویٰ اور پاکبازی اور غیر اللہ سے بے پرواہی کا خواستگار ہوں۔ یا الٰہی مجھے ہدایت دے اور مجھے عافیت بخش اور مجھے رزق عطا فرما یا الٰہی مجھے دنیا میں بھلائی عنایت فرما اور قیامت میں بھی۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یا الٰہی میری امداد فرما اور غیر کی امداد مجھ پر نہ کر کہ تجھ تکلیف دے۔ یا الٰہی میرے دشمنوں پر مصیبت ڈال اور مجھے محفوظ رکھ۔ اور مجھے ہدایت دے۔ اور ہدایت مجھ پر آسان کر دے۔ اور باغیوں پر مجھے امداد دے۔ یا الٰہی مجھے اپنی نعمتوں کا شاکر بنا یا الٰہی مجھے اپنا یاد کرنے والا اپنے سے ڈرنے والا۔ اور اپنا تابعدار بنا اور اپنی طرف جھکنے والا۔ اور عاجزی کرنے والا بنا۔ الٰہی میری توبہ قبول فرما کر میرے گناہ دھو ڈال اور میری دعا قبول فرما کر میری حجت ثابت کر اور میری زبان راستی پر چلا۔ اور میرے دل کو ہدایت دے۔

سلہ اے الکف عالاکل ١٢ سلہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زاد فی ہذا واذکر الہم
سلہ ای المکر بغل البلاء [illegible] ١٢ اللھم انصر علی عدای -

اسألك نعيماً... اللهم ارزقني حبك وحب من ينفعني حبه عندك اللهم ما رزقتني مما احب فاجعله قوة لي فيما تحب اللهم ما زويت عني مما احب فاجعله فراغاً لي فيما تحب اللهم اقسم لنا من خشيتك ما تحول به بيننا وبين معاصيك ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك ومن اليقين ما تهون به علينا مصيبات الدنيا ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احييتنا واجعله الوارث منا واجعل ثارنا على من ظلمنا وانصرنا على من عادانا ولا تجعل مصيبتنا في ديننا ولا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا ؛

ومن اجمع ما سنه النبي صلى الله عليه وسلم في الاستعاذة اعوذ بالله من جهد البلاء ودرك الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء اللهم اني اعوذ بك من الهم والحزن والعجز والكسل والجبن والبخل وضلع الدين وغلبة الرجال اللهم اني اعوذ بك من الكسل والهرم والمغرم والمأثم اللهم اني اعوذ بك من عذاب النار وفتنة النار وفتنة القبر وعذاب القبر ومن شر فتنة الغنى ومن شر فتنة الفقر ومن شر فتنة المسيح الدجال اللهم اغسل خطاياي بماء الثلج والبرد ونق قلبي كما ينقى الثوب الابيض من الدنس وباعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب اللهم آت نفسي تقواها وزكها انت خير من زكاها انت وليها ومولاها اللهم اني اعوذ بك من علم لا ينفع ومن قلب لا يخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوة لا يستجاب لها اللهم آمين

یا الٰہی میرے دل کو ... یا الٰہی اپنی محبت نصیب فرما اور اس کی محبت عنایت فرما جس کی محبت تیرے نزدیک میری منفعت کا باعث ہو۔ الٰہی جو مجھے میری پیاری چیزیں تو نے عنایت فرمائی ہیں تو اسے میرے لئے اپنی محبوب چیزوں میں توشہ دینے کا سبب بنا۔ الٰہی جو میری محبوب چیزیں تو نے مجھ سے ہٹالی ہیں ان کے ذریعہ میرے دل کو فراغت بخش کر اپنی محبوب چیزوں میں دل لگا دے۔ یا الٰہی میرے دل میں اپنا ایسا ڈر پیدا کر جو ہمارے اور تیرے گناہوں کے درمیان مانع ہے اور ایسی عبادات کی توفیق عطا فرما جس کی وجہ سے تو اپنی جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین مرحمت فرما جس سے دنیا کی مصیبتیں ہم پر آسان ہو جائیں اور ہمیں کانوں اور آنکھوں سے نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں زندگی بھر قوت عنایت فرما اور اسے ہمارے وارث دائمی بنا دے۔ اور ہمارا کینہ ہمارے ظالموں پر ڈال اور دشمنوں پر ہماری مدد فرما اور ہمارے دین میں کوئی مصیبت واقع نہ کر اور دنیا کو ہمارے علم و مطلب دنیویہ کا مقصد نہ بنا اور ہم پر بے رحم حکام مسلط نہ کیجیو۔ اور حضور علیہ السلام کی جامع پناہ مانگنے کی دعائیں یہ ہیں۔ الٰہی میں تیری سخت امتحان اور بدبختی کے پیش آنے اور بری تقدیر اور دشمنوں کی ہنسی سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی میں پناہ چاہتا ہوں ہر فکر و غم اور عاجزی اور سستی اور بزدلی اور بخیلی اور قرضہ کے بوجھ اور لوگوں کے غلبے سے الٰہی میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں سستی اور بہت بڑھاپے اور تاوان اور ہر گناہ سے۔ الٰہی میں پناہ چاہتا ہوں آگ کے عذاب و فتنہ اور قبر کے عذاب سے اور تونگری اور فقر کے فتنہ اور دجال کے فتنہ کی شر سے۔ الٰہی میرے گناہ برف اور ژالہ کے پانی سے دھو ڈال اور میرے دل کو ایسا صاف کر دے جیسے کپڑا سفید میل سے دھو کر صاف کیا جاتا ہے اور میرے گناہوں کو مجھ سے اتنا دور کر دے جس قدر کہ مشرق و مغرب میں دوری ہے۔ الٰہی مجھے تقویٰ نصیب فرما اور اسے پاک کر کیونکہ تو سب سے عمدہ پاک کرنے والا ہے اور تو ہی اس کا والی و مولیٰ ہے۔ الٰہی میں بے نفع علم اور غیر خاشع دل اور نہ سیر ہونے والے نفس سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری غیر مستجاب دعا سے پناہ مانگتا ہوں۔ یا الٰہی۔ آمین

---

۱ ای ... بعدا ۲ من المال والنعم وزویت ای صرفت ۱۲ ۳ ... فی عافیتک وقوله الوارث ... فی ... ۱۲ ۴ ... لا تجعل ... علی ... کما کان فی الجاہلیۃ ۱۲ ۵ الجہد بالفتح المشقۃ ... ۶ ... [illegible]

اعوذ بك من زوال نعمتك وتحول عافيتك وفجاءة نقمتك وجميع سخطك اللهم اني اعوذ بك من الفقر والقلة والذلة واعوذ بك من ان اظلم او اظلم **ومنها** التعبير عن الخضوع والاخبات كقوله صلى الله عليه وسلم سجد وجهي للذي خلقه الخ واعلم ان الدعوات التي امرنا بها النبي صلى الله عليه وسلم على قسمين **احدهما** ما يكون المقصود منه ان تمتلئ القوى الفكرية بملاحظة جلال الله وعظمته او يحصل حالة الخضوع والاخبات فان للتعبير باللسان عما يناسب هذه الحالة اثرا عظيما في تنبه النفس لها واقبالها عليها **والثاني** ما يكون فيه الرغبة في خير الدنيا والآخرة والتعوذ من شرهما لان همة النفس تأكد عزيمتها في طلب شيء بقرع باب الجود بمنزلة اعداد مقدمات الدليل لفيضان النتيجة وايضا فان الحاجة للداعي تقلبه نوجهه الى المناجاة وتجعل جلال الله حاضرا بين عينيه وتصرف همته اليه فتلك كمالة غنيمة للمحسنين قوله صلى الله عليه وسلم الدعاء هو العبادة **اقول** ذلك لان اصل العبادة هو الاستغراق في الحضور بوصف التعظيم والدعاء بقسميه نصاب تام منه قوله صلى الله عليه وسلم افضل العبادة انتظار الفرج[2] **اقول** وذلك لان اهمية الحقيقة في استنزال الرحمة تؤثر اشد مما تؤثر العبادة قوله صلى الله عليه وسلم ما من احد يدعو بدعاء الا آتاه الله ما سأل او كف عنه من السوء مثله **اقول** ظهور الشيء من عالم المثال الى الارض له سنن طبيعي

تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری نعمت کے زوال اور عافیت کی روگردانی سے اور تیرے فوری غضب کے واقع ہونے سے اور تیرے تمام غضب سے۔ الٰہی میں احتیاج اور قلت اور ذلت سے پناہ چاہتا ہوں اور ظالم و مظلوم بننے سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور ان مقامات سے خشوع و خضوع کی تعبیر ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا۔ سجد وجھی الخ۔ کہ میرے چہرہ نے اپنے خالق کے آگے سجدہ کیا ہے۔

واضح معلوم کرنا چاہیے جن دعاؤں کا آپ نے حکم دیا ہے وہ دو طرح کی ہیں ایک تو وہ ہیں جن سے قوائے فکریہ کا خدا کی عظمت اور اس کے جلال کے ملاحظہ سے پُر ہونا یا خشوع اور عاجزی کی حالت کا حاصل ہونا مقصود ہے کیونکہ اس حالت کے مناسب زبان کی تعبیر کرنے کے لیے نفس کی اس حالت پر متنبہ ہونے اور متوجہ ہونے میں اثر عظیم ہے اور دوسرے قسم کی وہ دعا ہیں جن میں دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف رغبت اور ان دونوں کے شر سے پناہ مانگنا مقصود ہے کیونکہ نفس کا ارادہ اور ہمت کوشش سے اس کا کسی چیز کو طلب کرنا جناب باری کے جود کے دروازے کو کھٹکھٹانا ہے جس طرح دلیل کے مقدمات نتیجے کے فیضان کا سبب ہوتے ہیں اور نیز جب کسی چیز کی حاجت قلب کو تکلیف دیتی ہے تو اس کے سبب سے مناجات کی طرف قلب متوجہ ہوتا ہے اور اللہ پاک کی عظمت اس کے سامنے موجود ہو جاتی ہے اور ایسے وقت میں آدمی کی ہمت خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاتی ہے لہذا یہ حالت محسنین کے لیے بہت مغتنم ہوتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے **الدعاء ھو العبادۃ** عبادت تو دعا ہی کا نام ہے۔ میرے نزدیک اس کا یہ سبب ہے کہ فی الحقیقت عبادت تعظیم کی صفت کے ساتھ حضور کے اندر مستغرق ہو جانا ہے اور دعا اپنی دو قسموں کے اعتبار سے اس کے لیے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **افضل العبادۃ انتظار الفرج** بہترین عبادت انتظار کشادگی کا ہے میں کہتا ہوں اس کی یہ وجہ ہے کہ رغبت کے ساتھ رحمت الٰہی کی خواستگاری کو اس قدر اثر ہوتا ہے کہ عبادت کو بھی اتنا اثر نہیں ہوتا اور آپ نے فرمایا ہے **ما من احد الخ** کوئی دعا کرنے والا کوئی دعا نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ اس کے سوال کے موافق اس کو عطا فرماتا ہے یا اس کے برابر مصیبت کی برائی اس سے روک لیتا ہے۔ میں کہتا ہوں عالم مثال سے کسی چیز کا ظہور جب زمین پر ہوتا ہے تو اس ظہور کا ایک طبعی طریقہ ہے

[1] اسی میں سجود کا علامت العرفیہ [2] شاہ اسے مع العبودیۃ وترک الشکایۃ الی اللہ

يجري ذلك مجرى ان لم يكن مانع من خارج وله سنن غير طبيعي ان وجد مزاحمة الاسباب فمن غير
الطبيعي ان تنصرف رحمة الى كف السوء والى ايناس وحشته والهام بهجة قلبه او ميل الحادثة
من بدنه الى ماله وامثال ذلك قوله صلى الله عليه وسلم اذا دعا احدكم فلا يقل اللهم اغفر لي
ان شئت ارحمني ان شئت ارزقني ان شئت وليعزم المسألة انه يفعل ما يشاء ولا مكره له **اقول**
روح الدعاء وسرها رغبة النفس في الشيء مع تلبسها بتشبه الملائكة وتطلع الجبروت والطلب بالشك
ينفث العزيمة ويبعد الهمة اما الموافقة بالمصلحة الكلية فحاصل لان سببا من الاسباب لا يصده
الله عن رعايتها وهو قوله صلى الله عليه وسلم انه يفعل ما يشاء ولا مكره له
وقوله صلى الله عليه وسلم لا يرد القضاء الا الدعاء **اقول** القضاء
ههنا الصورة المخلوقة في عالم المثال التي هي سبب وجود الحادثة في الكون وهو بمنزلة سائر
المخلوقات يقبل المحو والاثبات قال عليه الصلوة والسلام ان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل
اقول الدعاء اذا عالج ما لم ينزل اضمحل ولم ينعقد سببا لوجود الحادثة في الارض وان عالج
النازل ظهرت رحمة الله هناك في صورة تخفيف موجدته وايناس وحشته قال صلى الله عليه وسلم
من سره ان يستجيب الله له عند الشدائد فليكثر الدعاء في الرخاء **اقول** وذلك ان الدعاء لا
يستجاب الا ممن قويت رغبته وتأكدت عزيمته وتمرن بذلك قبل ان يحيط به ما احاط

کہ اگر کوئی خارجی مانع نہیں ہوتا تو اس طریقے کے موافق اس ظہور کا اجرا ہوتا ہے اور ایک غیر طبعی طریقہ ہے یہ جب ہوتا ہے
جب اس باب میں باہم مزاحمت ہو جاتی ہے اور غیر طبعی کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ کسی مصیبت کے دفع کرنے یا اسکی
وحشت کے دفع کرنے اور قلب کے اندر خوشی کا القاء یا کسی حادثہ کے جان سے ہٹا کے مال کی طرف مائل کرنے کیلئے
رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے اور اسی قسم کی اور صورتیں بھی ہیں اور آپ نے فرمایا ہے تم میں سے جب کوئی شخص دعا
کرے تو یہ نہ کہے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجھکو بخش دے اور تو اگر چاہے تو مجھ پر رحم کردے اگر چاہے تو مجھکو رزق دے
بلکہ کوشش کے ساتھ خدا تعالیٰ سے سوال کیا کرے کیونکہ خدا تعالیٰ جو چاہتا کرتا ہے اسپر کسی کا دباؤ نہیں ہے میں کہتا ہوں
دعا کی روح اور اسکی حقیقت نفس کا کسی چیز کیطرف رغبت کرنا ہے جسکے ساتھ تشبہ بالملائکہ اور جبروت پر اطلاع پانے کی صفت بھی
پائی جاتی ہو اور شک کیساتھ طلب کرنے میں ارادہ کے اندر پراگندگی اور ہمت میں سستی پائی جاتی ہے اور مصلحت کلیہ کے ساتھ
موافقت موجود ہوتی ہے کیونکہ کوئی سبب مصلحت کلیہ کی رعایت کرنے سے خدا تعالیٰ کو نہیں روکتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ جو چاہتا کرتا ہے اسپر کسی کا دباؤ نہیں ہے لا یرد القضاء الخ بجز دعا کے کوئی چیز قضاء الٰہی کو نہیں رد کرتی میں
کہتا ہوں قضاء سے یہاں پر وہ صورت مراد ہے جو عالم مثال میں پیدا کیجاتی ہے اور عالم کون میں اس حادثہ کے وجود کا سبب
ہوتی ہے اور وہ صورت تمام مخلوقات کی طرح محو و اثبات کو قبول کرتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان الدعاء الخ البتہ دعا
جو چیز اتاری گئی ہے اور جو چیز نہیں اتاری گئی سبکو نافع ہوتی ہے میں کہتا ہوں جو حادثہ نازل نہیں ہوا ہے دعا کرنے سے وہ مضمحل ہو
جاتا ہے اور زمین پر اس حادثہ کے موجود ہونے کا سبب نہیں ہو سکتا اور جب کوئی بلا نازل ہو جاتی ہے تو دعا کرنے کا یہ اثر ہوتا
ہے کہ وہاں پر رحمت الٰہی سے اس شخص کو اس مصیبت سے جو رنج پہنچا اس میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اسکی وحشت انس کے ساتھ مبدل ہو جاتی
ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ شدائد کے وقت خدا اسکی دعا قبول کرے اسکو راحت کی حالت میں کثرت سے دعا کرنی چاہئے
میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ دعا اسی شخص کی جلدی قبول ہوتی ہے جب نہایت رغبت اور بہت پختہ ارادہ سے دعا کرے اور مصیبت سے پہلے وہ شخص دعا کرنے کا عادی ہو

له ای لیطلبها طلبا جازما بجد واجتهاد

وأما رفع اليدين ومسح الوجه بهما فتصوير للرغبة ومظاهرة بين الهيئة النفسانية وما يناسبها من الهيئة البدنية وتنبيه للنفس على تلك الحالة قال صلى الله عليه وسلم من فتح له باب من الدعاء فتحت له أبواب الرحمة **أقول** من علم كيف يدعو برغبة ناشئة من صميم قلبه وعلم في أي الصورة تظهر الإجابة وتمرن بصفة الحضور فتح له باب الرحمة في الدنيا ونصر في كل داهية وإذا مات وأحاطت به خطيئته وغشيته غاشية من الهيآت الدنيوية توجه إلى الله توجها حثيثا كما كان تمرن به فيستجاب له ويخرج نقيا منها كما تنسل الشعرة من العجين واعلم أن أقرب الدعوات من الاستجابة ما اقترن بحالة هي مظنة نزول الرحمة إما لكونها كمالا للنفس الإنسانية كدعاء عقيب الصلوات ودعوة الصائم حين يفطر ومعدة لاستنزال الجود الإلهي كدعاء يوم عرفة أو لكونها سببت لموافقة عناية الله في نظام العالم كدعوة المظلوم فإن لله عناية بانتقام الظالم وهذه موافقة منه لتلك العناية وفيه فإنه ليس بينها وبين الله حجاب أو سببا لأن تدر الرحمة الإلهية عنده فتنصب رحمة الله في حقه متوجهة في صورة أخرى كدعاء المريض والمبتلى أو سببا لإخلاص الدعاء مثل دعاء الغائب لأخيه ودعاء الوالد للولد أو كانت في ساعة تنتشر فيها الروحانية وتتدلى فيه الرحمة كليلة القدر والساعة المرجوة يوم الجمعة أو كانت في مكان تحضره الملائكة كمواضع مكة أو تشبه النفس عند الحلول بها الحالة الحضورية

دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا اس رغبت کی ظاہری صورت اور ہیئت نفسانیہ اور اس کے مناسب ہیئت بدنیہ میں مطابقت اور نفس کو اس حالت پر متنبہ کرتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے من فتح لہ باب الخ جس شخص کے لئے دعا کا ایک دروازہ کھولا گیا اس کیلئے رحمت کے سب دروازے کھول دیئے گئے۔ میں کہتا ہوں جو شخص دلی رغبت سے دعا کرنے کی کیفیت جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کون کون سی صورتوں میں قبولیت کا ظہور ہوتا ہے اور وہ شخص حضور کی صفت کے ساتھ مشاق ہو رہا ہے تو دنیا میں اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر مصیبت کے وقت اسکی اعانت کیجاتی ہے اور مرنے کے بعد اس کے گناہ جب احاطہ کر لیتے ہیں اور ہیئت دنیاوی اسکو ڈھکیتی ہے تو وہ شخص جسطرح عادی ہو رہا تھا اسی طرح رغبت کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اس کی دعا وہاں بھی مقبول ہوتی ہے اور پھر گناہوں سے ایسا صاف نکل جاتا ہے جسطرح آٹے میں سے بال صفائی کے ساتھ نکل جاتا ہے اور معلوم کرنا چاہیئے کہ سب دعاؤں میں سے قریب بقبولیت وہ دعا ہوتی ہے جو ایسی حالت کے ساتھ پائی جائے جسمیں رحمت الٰہی کے نازل ہونے کا موقع ہوتا ہے یا تو اسلئے کہ نفس انسانی کو اس حالت میں کمال کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے جیسے نمازوں کے بعد دعا کرنا یا روزہ دار کی دعا وقت افطار روزہ کے یا اسلئے کہ وہ حالت جود الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوتی ہے جیسے عرفہ کے دن کی دعا یا اسلئے کہ اس حالت کی دعا عنایت الٰہی کے موافق ہوتی ہے جیسے مظلوم کی دعا کہ خدا تعالیٰ کو ظالم سے بدلہ لینے کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہ دعا مانگنا اس توجہ کے ساتھ موافقت کرتا ہے اور مظلوم کے باب میں آیا ہے کہ اسکی دعا اور خدا تعالیٰ کے مابین میں حجاب نہیں ہے یا دنیاوی راحت کے منقلب ہونے کا سبب ہوتی ہے ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کی رحمت جو اسکے حق میں متوجہ ہوتی ہے وہ دوسری صورت میں منقلب ہو جاتی ہے جیسے مریض یا مصیبت زدہ کی دعا یا وہ حالت دعا کے اخلاص کا سبب ہوتی ہے جیسے کسی غائب شخص کے لئے کسی مسلمان کیلئے دعا یا باپ کی دعا اولاد کیلئے یا وہ دعا اس وقت پائی جاتی ہے جب روحانیت منتشر ہوتی ہے اور رحمت الٰہی جہاں پر جھک جاتی ہے جیسے شب قدر یا جمعہ کے روز اس ساعت مرجوہ میں دعا کرنا یا اسکا ان میں دعا کرنا جہاں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جیسے مکہ کے مقامات یا ان مقامات میں جانے سے نفس کی حضو

لہ اسے اقراب ۱۲

والخضوع كما أن الانبياء عليهم السلام وبعض من يقاربهم ما قلناه قوله صلى الله عليه وسلم يستجاب للعبد ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم ما لم يستعجل قوله صلى الله عليه وسلم لكل نبي دعوة مستجابة فتعجل كل نبي دعوته واني اختبأت دعوتي شفاعة لامتي الى يوم القيامة فهي نائلة ان شاء الله من مات من امتي لا يشرك بالله شيئا **اقول** للانبياء عليهم السلام دعوات كثيرة مستجابة وقد استجيب لنبينا صلى الله عليه وسلم في مواطن كثيرة لكن لكل نبي دعوة واحدة منبجسة من الرحمة التي هي مبدأ نبوته فاذا آمنوا كانت بركات عليهم وانبجس في قلب النبي ان يدعو لهم وان رفضوا صارت نقمات عليهم وانبجس في قلبه ان يدعو عليهم واستشعر نبينا صلى الله عليه وسلم ان اعظم مقاصد بعثته ان يكون شفيعا للناس وواسطة لنزول رحمة خاصة يوم الحشر فاختبأ دعوته العظمى المنبجسة من اصل نبوته لذلك اليوم قوله صلى الله عليه وسلم اللهم اني اتخذت عندك عهدا الخ **اقول** اقتضت رحمته عليه الصلوة والسلام بامته وحدبه عليهم ان يقدم عند الله عهدا ويتمثل في حظيرة القدس همته لا يزال يصدر منها احكامها وذلك ان يعتبر في دونه المصلحة المكنونة [illegible] لا قصد في زجر المطلوب قولا او فعلا [illegible] انهم ان يستقيموا [illegible] وقصد في التغليظ على المقضي عليهم بالكفر [illegible] على قوم [illegible]

اور خضوع کی حالت پر متنبہ ہوتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے اور جیسے جو بیان کیا ہے اس پر قیاس کرتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا راز معلوم ہو سکتا ہے یستجاب للعبد الخ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ قطع رحمی کی دعا نہ کرے بشرطیکہ جلدی نہ کرے۔ اور آپ نے فرمایا ہے لکل نبی دعوۃ الخ ہر ایک نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے سو ہر نبی نے اپنی دعا دنیا میں مانگ لی ہے اور میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کو ذخیرہ کر رکھی ہے پس جو شخص میری امت سے مریگا اور کسی کو وہ خدا کا شریک نہ کرتا ہوگا وہ دعا انشاء اللہ اسکو پہنچیگی میں کہتا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کی کثرت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعائیں بہت مقامات میں مستجاب ہوئی ہیں لیکن ہر نبی کے لیے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جس کا منبع وہ رحمت ہوتی ہے جو اسکی نبوت کا مبدا ہوتی ہے پھر اگر اس نبی کی امت پر ایمان لاتی ہے تو وہ دعا ان کے حق میں برکات کا سبب بن جاتی ہے اور اس نبی کے دل میں ان کیلئے دعا کرنیکی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور اگر وہ لوگ نبی کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں رکھتے تو وہ دعا ان لوگوں کے حق میں عذاب الٰہی کے نزول کا سبب بن جاتی ہے اور نبی کے دل میں بددعا کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ آپکی بعثت سے مقصود اعظم قیامت کے روز لوگوں کا شفیع اور رحمت خاصہ کے نزول کا واسطہ ہونا ہے لہذا آپ نے اس دعا برگزیدہ کو جو اصل نبوت سے پیدا ہوتی ہے اس دن کے لیے پوشیدہ کر رکھا اور آپ نے فرمایا ہے انی اتخذت الخ الٰہی میں نے تجھ سے عہد لے لیا ہے میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے حال پر جو رحم و کرم ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ پیشتر سے خدا تعالیٰ سے آپ وعدہ کرالیں اور حظیرۃ القدس میں آپکی ہمت متشکل ہو جائے جس سے اسکے احکام برابر صادر ہوتے رہتے ہیں اس کی یہ صورت ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی امت کے حق میں آپکے اس ارادہ کا اعتبار فرمائے جو باطنی اور پوشیدہ ہے نہ ظاہری ارادہ کا جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قول و فعل کے ساتھ مسلمانوں کی تعزیر فرمائی ہے اس سے آپکا مقصود اس دین کا قائم کرنا ہے جسکو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے پسند فرمایا ہے اور ان کا حق پہنچانا اور بدی سے بچانا مقصود ہے اور جن لوگوں پر کفر کا حکم لگا دیا ہے قضاء الٰہی میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سختی کے ساتھ برتاؤ کیا ہے انسے بھی آپکا مقصود اس غضب الٰہی کیساتھ موافقت کرنا ہے جو ان لوگوں کے متعلق [illegible]

ل؎ [illegible]

ن، تعددت الصورة ومنها التوكل ووجهه توجه النفس إلى الله بوجه الاعتماد عليه ورؤية الله بلا منازع ومشاهدة أنه مقهور بين في تدبيره وهو مشهد له قوله تعالى وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه أذكارا منها لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم وفيه أنه كنز من كنوز الجنة وذلك لأنه يعد النفس لمعرفة جليلة ومنه قوله صلى الله عليه وسلم بك أصول وبك أحول وما ورد على هذا الأسلوب ومنه قوله عليه الصلوة والسلام توكلت على الله وقوله عليه الصلوة والسلام أعلم أن الله على كل شيء قدير وأن الله قد أحاط بكل شيء علما ونحو ذلك ومنها الاستغفار ووجهه ملاحظة ذنوبه التي أحاطت بنفسه ونقصها [1] بعد روحاني وفيض ملكي وله أسباب منها شمول رحمة الله إياه بعمل يصرف إليه دعوات الملأ الأعلى ويكون هو فيه جارحة من جوارح التدبير الإلهي في ... نافعة [2] أو سد خلة محتاج أو ما يضاهي ذلك ومنها التشبه بالملائكة في هيآتهم ولمعان أنوار الملكية وخمود الهيمية باضمحلال أجزائها وكسر سورتها ومنها التطلع إلى الجبروت ومعرفة الحق واليقين به وهو قوله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى أعلم عبدي أن له ربا يغفر الذنب ويأخذ به غفرت لعبدي فإذا استعمل العبد هذه الأعمال الروحانية في تفرق ذنوبه عن نفسه اضمحلت عنها إلا ما شاء الله

مع خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے اس اعتقاد سے کہ وہی خدا تعالیٰ اعتماد کے قابل ہے۔ اور تمام تدبیریں اسی کی طرف کرتی ہیں اور تمام لوگ اسکی تدبیر کے نیچے پست ہیں۔ خدا تعالیٰ کے اس قول کا مصداق یہی ہے وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ۔ یعنی وہی خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر محافظین کو بھیجتا ہے۔ توکل کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ذکر مقرر فرمائے ہیں از انجملہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے اسکی فضیلت میں آیا ہے کہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ سکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمات نفس کو ایک عظیم الشان معرفت کے قابل بنا دیتے ہیں اور منجملہ آپ کا یہ قول ہے بک اصول وبک احول اور جو اذکار اس اسلوب پر وارد ہیں اور آپ کا ایک یہ قول توکلت علی اللہ اور یہ قول اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما وعلی ھذا القیاس۔ اور ایک استغفار کی روح اپنے ان گناہوں کا جو نفس کو گھیرے ہوئے ہیں ملاحظہ کرنا اور نفس سے مدد روحانی اور فیض ملکی انکا دور کرتا ہے اور اسکے کئی سبب ہیں اور منجملہ رحمت الٰہی کا کسی ایسے عمل سے اسکو شامل ہونا جسکے سبب سے ملا اعلیٰ کی دعائیں اسکی طرف متوجہ ہو جاویں یا وہ عمل اس شخص میں کسی ایسی صفت کے قائم کرنے میں جو عام مخلوق کے لیے نافع ہے تدبیر الٰہی کے جوارح میں سے ہوتا ہے یا کسی محتاج کی حاجت پورا کرنے یا اس کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور از انجملہ ملائکہ کی ہیئت کی مشابہت پیدا کرنا اور انوار ملکیہ کا روشن ہونا اور بہیمیہ کے سرد ہونے کے اجزاء کے ضعیف ہوجانے اور اسکے ہیجان کے فرو ہوجانے سے جاتا رہتا ہے اور از انجملہ جبروت پر اطلاع پانی اور حق تعالیٰ کی معرفت اور اسکے ساتھ یقین ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کیا میرا بندہ اسبات کو جانتا ہے کہ اسکا کوئی پروردگار ہے جو اسکے گناہ معاف کرتا ہے اور اس سے مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو بخشدیا ہیں جب کوئی بندہ ان روحانی اعمالوں کا اپنے نفس سے گناہ دور ہونے میں استعمال کرتا ہے تو وہ گناہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔

[1] المشهد في اصطلاح الصوفية أ... عند التأمل والتفكر في معاني الآية ۱۲

[2] إزالتها وقوله نافعة صفة معيدة والخلة الحاجة ۱۲

ومن اجمع صيغ الاستغفار اللهم اغفر لی خطیئتی وجهلی واسرافی فی امری وما انت اعلم به منی اللهم اغفر لی جدی وهزلی وخطئی وعمدی وکل ذلک عندی[1] اللهم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیء قدیر وسید الاستغفار اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عهدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء[2] لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفر لی فانه لا یغفر الذنوب الا انت قال صلی الله علیه وسلم انه لیغان علی قلبی وانی لاستغفر الله فی الیوم مائة مرة اقول حقیقة هذا الغین انه صلی الله علیه وسلم کان مامورا بان یجعل نفسه مع عامة المؤمنین فی هیئة ممتزجة بین الملکیة والبهیمیة لیکون قدوة للناس فیما سن لهم علی وجه الذوق والوجدان دون القیاس والتخمین وکان من لوازمها الغین والله اعلم ومنها التبرک باسمه [illegible] فی کل نشاة[3] ومن تدلیه فی النشاة الحرفیة الاسماء الالهیة [illegible] فی الملا الاعلی فاذا توجه العبد الیه وجد رحمة الله قریبة قال صلی الله علیه وسلم ان لله تسعة وتسعین اسما مائة الا واحدا من احصاها دخل الجنة اقول من سبب هذا الفضل انها نصاب صالح لمعرفة الحق [illegible] وان لها برکة وتمکنا فی حظیرة القدس وان صورتها[4] اذا استقرت فی صحیفة عمله وجب ان یکون العبد الی رحمة عظیمة

استغفار کے اذکار میں سے جامع تر یہ استغفار ہے اللهم اغفر لی خطیئتی وجهلی واسرافی فی امری الخ اور سید الاستغفار یہ ہے اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عهدک ووعدک الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انه لیغان علی قلبی وانی الخ میرے قلب پر بھی پردہ آجاتا ہے۔ [illegible] سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اس پردہ کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت کو عام مومنین کے ساتھ ایسی ہیئت میں رہنے کا حکم ہے کہ جو ملکی و بہیمی سے مرکب ہو تاکہ جو طریقہ آپ ان کے لیے مسنون فرمادیں اسکو ذوق اور وجدان کے طور پر قبول کرکے پیروی کریں صرف قیاس وتخمین کے طور پر، اور اس ہیئت میں رہنے کو دل پر غین یعنی پردہ اور کدورت کا عارض ہونا لازم ہے اور [illegible] خدا تعالی کے نام سے برکت حاصل کرنا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالی کو ہر عالم کے اعتبار سے [illegible] حروف کے عالم میں خدا تعالی کا قرب ان اسماء کے ساتھ ہوتا ہے جو اہل لسان کی زبانوں پر جاری ہوتے ہیں اور ملاء اعلی میں بھی رواج ہوتا ہے ان اسماء میں سے جب کوئی بندہ کسی نام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالی کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان لله تسعة وتسعین اسما خدا کے لیے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جو شخص ان کو یاد کریگا تو جنت میں داخل ہوگا میں کہتا ہوں اس فضیلت کا سبب ایک یہ ہے کہ یہ اسماء خدا تعالی کی صفات ثبوتیہ [illegible] کی معرفت کے لیے کافی مقدار ہیں اور حظیرۃ القدس میں ان اسماء کے لیے نہایت برکت اور کامل درجہ پایا جاتا ہے اور نامہ اعمال میں ان اسماء کی صورت جب مندرج ہوتی ہے تو بالضرور اس صورت کی وجہ سے ایک عظیم الشان رحمت کی طرف ہوتی ہے

[1] ای اقسام الذنوب الخ ۱۲

[2] قوله ابوء ای اعترف ۱۲

[3] ای بجنس وقوله الغین ای الستر والغطاء وقوله نشاة ای عالم ۱۲

[4] قوله صورتها ای صورة الاسماء ۱۲

واعلم ان الاسم الاعظم الذی اذا سئل به اعطی واذا دعی به اجاب هو الاسم الذی یدل علی اجمع تدلٍ من تدلیات الحق والذی تداوله الملاء الاعلی اکثر تداول ونطقت به تراجمة کل عصر وقد ذکرنا ان بین الشاعر الکاتب له صورة انه شاعر وصورة انه کاتب [illegible] تدلیات فی موطن من المثال وهذا المعنی یصدق علی انت الله لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد وعلی لك الحمد لا اله الا انت الحنان المنان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم ویصدق علی ما یضاهی ذلك ومنها الصلوة علی النبی صلی الله علیه واله قال صلی الله علیه وسلم من صلی علی صلوة صلی الله علیه عشرا وقال علیه السلام ان اولی الناس بی یوم القیمة اکثرهم علی صلوة اقول السر فی هذا ان النفوس البشریة لابد لها من تعرض نفحات الله ولا شیء فی التعرض لها کالتوجه الی انوار التدلیات والی شعائر الله فی ارضه والتکفف لدیها والامعان فیها والوقوف علیها الا ان ارواح المقربین الذین هم خواص الملاء الاعلی وسائط لجود الله علی اهل الارض بالوجه الذی سبق ذکره وذکر النبی صلی الله علیه وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من الله تعالی فی حقه التوجه الحقیقی الیه مع ما فیه من سد مدخل التحریف حیث لم یدعه [illegible] من الله تعالی [illegible] الکمل اذا فارقت ابدانها صارت کالریح [illegible]

اور [illegible] معلوم ہونا چاہیے کہ وہ [illegible] اسم اعظم جسکے [illegible] سے دعا کی جائے [illegible] وہ [illegible] وہ ہے جو سب سے زیادہ جامع تقرب پر دلالت کرتا ہے [illegible] ہر زمانہ میں اہل لسان [illegible] ہر ایک کے ساتھ ذکر ہوتے ہیں اور ہم سابق [illegible] ایک [illegible] جو شاعر بھی ہے اور کاتب بھی ہے اسکے لیے ایک صورت شاعر ہونے کی ہے اور ایک کاتب ہونے کی اسی طرح حق تعالیٰ [illegible] کے لیے [illegible] کے ساتھ تدلیات ہوتے ہیں اور یہ معنی [illegible] صادق آتے ہیں انت الله لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد اور نیز یہ صادق آتے ہیں لك الحمد لا اله الا انت الحنان المنان بدیع السموت والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم ... اسی قسم کے [illegible] صادق آتے ہیں اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے آپ نے فرمایا ہے من صلی علی صلوة جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے خدا تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان اولی الناس لوگ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ قریب میرے وہ شخص ہوگا جو ان میں کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ نفوس بشریہ کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ نفحات الٰہی کے سامنے [illegible] کے لیے اسکے برابر کوئی چیز نہیں ہے کہ تقربات انوار اور علامات الٰہی جو زمین پر پائے جاتے ہیں انکی طرف [illegible] انکے سامنے [illegible] جانا اور انکے اندر غور کرنا اور انپر ٹھہر جانا ہو مگر ارواح مقربین کی [illegible] بزرگ ترین لوگوں میں ہیں اور زمین والوں پر جو خدا تعالیٰ کی بخشش ہوتی ہے اسکے وسائط ہیں جیسا کہ سابق بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعظیم سے ذکر کرنا اور خدا تعالیٰ سے آپکے حق میں بہتری کی خواہش کرنا آپ کی طرف توجہ کرنے کا بہترین سبب ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ تحریف کا راستہ اس سے مفتوح نہیں ہوتا کیونکہ اس شخص نے صرف آپکے لیے خدا تعالیٰ سے رحمت کی خواستگاری کی مقصد [illegible] ہمکو ذکر کیا ہے اور کاملین کی ارواح کو جب انکے ابدان سے مفارقت ہوتی ہے تو انکا حال اس ہوا کا سا ہو جاتا ہے [illegible]

لا يمرّ[1] بها إرادة مهيجة وداعية سانحة ولكن النفوس التي هي دونها تلتصق بها باهمة فيجلب منها نورا وهيئة مناسبة بالأرواح وهو المكنى عنه بقوله عليه السلام: من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام، وقد شاهدت ذلك ما لا أحصي في مجاورتي المدينة سنة ثلاث ومائة وأربع وأربعين. قال صلى الله عليه وسلم: لا تجعلوا زيارة قبري عيدا. أقول: هذا إشارة إلى سد مدخل التحريف كما فعل اليهود والنصارى بقبور أنبيائهم وجعلوها عيدا وموسما بمنزلة الحج. واعلم أنه مست الحاجة إلى توقيت الأذكار ولو بوجه أسمح من توقيت النواميس إذ لو لم توقت لتساهل المتساهل، وذلك إما بأوقات أو أسباب وقد ذكرنا تصريحا أو تلويحا أن المختص ببعض الأوقات دون بعض إما ظهور الروحانية فيه كالصبح والمساء وخلو النفس عن الهيئات الرذيلة كحالة التيقظ من النوم أو فراغها من الارتفاقات وأحاديث الدنيا ليكون كالمصقلة كحالة إرادة النوم وأن المختص بالسببية أن يكون سبب النسيان ذكر الله وذهول النفس عن الالتفات تلقاء جناب الله فيجب في مثل ذلك أن يعالجه بالذكر ليكون ترياقا لسمها وجابرا لخللها أو طاعة لا يتم نفعها ولا تكمل فائدتها إلا بمزج ذكر معها

كالأذكار المسنونة في الصلوات او حالة

کوئی بیدار وہ یا کوئی عارضی سبب انکو حرکت نہیں دے سکتا مگر جو کم درجہ کے نفوس ہوتے ہیں وہ اُن ارواح کے ساتھ بالقصد متصل ہو کر ایک نور اور ایک ہیئت جو اُن ارواح کے مناسب ہوتی ہے وہ اُن ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں یہی مراد ہے ما من احد یسلم الخ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کرتا ہو مگر اللہ تعالیٰ میری روح کا پھر اعادہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اسکو سلام کا رد یعنی جواب دیتا ہوں سنہ گیارہ سو چوالیس ہجری میں جب مدینہ کے ساتھ مجھکو مجاورت نصیب ہوئی تو میں نے بے شمار مرتبہ اس بات کا مشاہدہ کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدا میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنانا۔ میں کہتا ہوں اسمیں تحریف کے راستہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے اور مثل حج کے انکو عید و میلہ بنایا تھا معلوم کرو کہ اذکار کے اوقات معین کرنے کی حاجت ہے اگرچہ شرائع کی توقیت سے وہ توقیت کم درجہ کی ہے اسلئے کہ اگر اذکار کی توقیت نہ کیجائے تو تساہل کرنے والا اہمال کر سکتا ہے اور یہ توقیت یا اسباب کے ساتھ ہونی چاہیے یا اوقات کے ساتھ اور ہم نے صریحاً یا اشارۃً اسباب کا ذکر کر دیا ہے کہ بعض اوقات کو بعض اوقات پر ترجیح کا سبب یا نورِ روحانیت کا ان اوقات میں ظاہر ہونا ہے مثلاً صبح و شام کے اوقات یا نفس کا اُن اوقات میں کیفیات رذیلہ سے خالی ہونا جیسے خواب سے بیدار ہونے وقت یا نفس کا اسوقت میں تعلقات اور دنیا کے قصوں سے فارغ ہونا تاکہ اسوقت میں ذکر کرنا نفس کیلیے بمنزلہ صیقل کے ہو جاتا ہے جیسے سونے کا ارادہ کرتے وقت اور سببیت کے لیے وہ چیز مخصوص ہو سکتی ہے جو ذکر الٰہی کے بھلانے اور بارگاہِ الٰہی کی طرف توجہ سے غافل کرنے کا سبب ہو ایسے وقت میں ذکر الٰہی سے اُس کا علاج ضروری ہوتا ہے تاکہ اس غفلت کے سم کے لیے بمنزلہ تریاق کے ہو کر اُسکے نقصان کا تدارک کرے۔ یا وہ مخصوص کوئی عبادت ہوتی ہے جسکا نفع بغیر ذکر کے ملانے کامل نہیں ہوتا مثل اُن اذکار کے جو نمازوں کے اندر مسنون ہیں۔ یا مخصوص کوئی ایسی حالت ہوتی ہے جو

[1] قولہ لا یمر بها [illegible]

[illegible]

تنبيه النفس على ملاحظة خوف الله وعظيم سلطانه ومن هذه الحالة سائقة هائلة من حيث يدري ومن حيث لا يدري كأذكار الآيات من الريح والظلمة والكسوف او حالة يخشى فيها الضرر فيجب ان يسأل الله من فضله ويتعوذ من شره كالسفر والركوب، وحالة كان اهل الجاهلية يسترقون فيها لاعتقادات تميل الى الاشراك بالله او طيرة او نحو ذلك كما كانوا يعوذون بالجن وعند رؤية الهلال وقد بين النبي صلى الله عليه وسلم فضائل بعض هذه الاذكار وآثارها في الدنيا والآخرة اتماما للفائدة واكمالا للترغيب والعمدة في ذلك امور منها كونها مظنة لتهذيب النفس فأدرج فيه ما يترتب على التهذيب كقوله صلى الله عليه وسلم من قالهن ثم مات مات على الفطرة او دخل الجنة او غفر له ونحو ذلك ومنها بيان ان صاحب الذكر لا يضره شيء ويحفظ من كل سوء وذلك لشمول الرحمة الالهية ولحاطة دعوة الملائكة به ومنها بيان محو الذنوب وكتابة الحسنات وذلك لما ذكرنا ان التوجه الى الله والتلقي بغاشية الرحمة يزيل الذنوب ويمد الملكية ومنها بعد الشياطين منه لهذا السبب بعينه ووقت رسول الله صلى الله عليه وسلم الذكر في ثلاثة اوقات الصباح والمساء والمنام اما يوقت اليقظة فاكثر الاذكار لانه هو وقت طلوع النيرا واستفاره بالنهار اذكار الصباح والمساء اللهم عالم الغيب والشهادة فاطر السموات والارض رب كل شيء ومليكه اشهد ان لا اله الا انت اعوذ بك من شر نفسي ومن شر الشيطان وشركه[1]

یعنی گویا کہ اُس کی عظمت اور سلطنت کے ملاحظہ کرنے پر متنبہ کرتی ہے کیونکہ یہ حالت اس شخص کو خواہ مخواہ اعمال حسنہ کی طرف رہبری کرتی ہے خواہ اسکو علم ہو یا نہ ہو جیسے آیات الٰہی مثل آندھی اور تاریکی اور کسوف وغیرہ کے وقت اذکار مقرر فرمائے گئے ہیں یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے جس میں ضرر کے پہنچنے کا خوف ہوا کرتا ہے لہٰذا اس حالت کے شر سے پناہ میں خدا تعالیٰ کے فضل کی خواستگاری کیجائے اور اسکی بناہ مانگی جاوے جیسے سفر کرتے اور سوار ہوتے وقت یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ اہل جاہلیت اس حالت کے ساتھ وہ ایسے اعتقاد رکھتے تھے جنکا انجام شرک یا بدشگونی یا اسکے مثل ہوتا تھا جسطرح جنوں کی پناہ مانگتے تھے اور رویت ہلال کا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سے بعض اذکار کے فضائل اور دنیا و آخرت میں ان کے آثار بیان کیے ہیں تاکہ لوگوں کو پورا فائدہ پہونچے اور انکو کامل رغبت پیدا ہو اور اس باب میں زیادہ تر مقصود بالذات چند امور ہیں ایک تو یہ کہ ذکر تہذیب نفسانی کا مظنہ اور اسکی علامت ہے لہٰذا جو امر تہذیب پر مترتب ہوتا ہے ذکر آپ نے اسکو وارد کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے من قالھن ثم مات الخ جو شخص انکو پڑھکر مرگیا تو فطرت اسلامی پر مرا یا داخل ہوا جنت میں یا یہ فرمایا کہ بخشا گیا۔ اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ ذکر کرنیوالے کو کوئی ضرر نہیں پہونچاتی یا ہر ایک بات سے محفوظ رہتا ہے اسکا یہ سبب ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی اس شخص کے شامل حال ہو جاتی ہے اور ملائکہ کی دعا اسکو محیط ہو جاتی ہے اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ اسکے گناہ دور ہو جاتے اور حسنات اس کیلئے لکھے جاتے ہیں اور اسکا سبب ہم بیان کر چکے کہ خدا تعالیٰ کیطرف توجہ اور رحمت کا اس پر محیط ہو جانا گناہوں کو دور کرتا ہے اور قوت ملکی کو زیادہ کرتا ہے اور از انجملہ شیاطین کا اس شخص سے دور ہو جانا اسکا سبب بھی یہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں ذکر مقرر فرمایا ہے صبح و شام و خواب کے وقت اور اکثر اذکار میں جاگنے کا وقت مقرر نہیں فرمایا کیونکہ ابتدائی وقت صبح کے طلوع کرنے یا دن کے روشن ہونے کا ہوتا ہے صبح و شام کے اذکار میں سے بعض اذکار یہ ہیں۔ اللّٰھم عالم الغیب الخ یعنی اے اللہ جاننے والے غیب اور ظاہر کے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہر ایک چیز اور اسکے مالک میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں کوئی لائق بندگی کی مگر تو میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے برائی اپنے نفس اور شیطان

[1] لہ قولہ شرکہ الخ بکسر الشین وسکون الراء ای ما یدعو الیہ من الاشراک وبفتحہا ای مصائدہ وحبائلہ ۱۲

امسینا وامسی الملک للہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اللّٰھم انی اسألک من خیر ھذہ اللیلۃ وخیر ما فیھا واعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا اللّٰھم انی اعوذ بک من الکسل والھرم وسوء الکبر وفتنۃ الدنیا وعذاب القبر، وفی الصبح یبدل امسینا باصبحنا وامسی باصبح وھذہ اللیلۃ بھذا الیوم اللّٰھم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیا وبک نموت والیک المصیر وفی المساء بک امسینا وبک اصبحنا وبک نحیا وبک نموت والیک النشور بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثلاث مرات. سبحان اللہ وبحمدہ ولا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظھرون الی تخرجون اللّٰھم انی اسألک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ اللّٰھم انی اسألک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واھلی ومالی اللّٰھم استر عوراتی وآمن روعاتی اللّٰھم احفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی۔

ہم نے شام کی اور ملک نے شام کی اللہ کے لئے اور اسی کی تعریف ہے جو یکتا، غیر شریک ہے جس کا ملک
اور تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ الٰہی میں تجھ سے اس رات کی خیر چاہتا ہوں۔ اور
جو اس میں ہے اس کی خیر۔ اور اس کی شر اور اس میں کی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔
الٰہی تیرے ذریعہ سستی، بڑھاپے، برے تکبر اور دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے پناہ چاہتا ہوں۔
اور صبح کے وقت امسینا کی بجائے اصبحنا اور امسی کی بجائے اصبح کہے۔ اور
ھذہ اللیلۃ کی بجائے ھذا الیوم کہے۔ تیری ہی قدرت سے ہم نے صبح کی اور شام کی
اور تیرے ہی حکم سے ہم زندہ ہوتے اور مرتے، اور تیری طرف واپسی ہے اس اللہ تعالیٰ کے اسم کی
برکت جس کے ساتھ کوئی زمین و آسمان کی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔ اور وہ سننے جاننے
والا ہے تین بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی تعریف کے ساتھ ہے۔ اور ہم کو سوائے اللہ کی ہمت کے
طاقت نہیں، جو چاہتا ہے ہوتا ہے۔ جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ تو جان کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے
اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ شام و صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو اور
اسی کی حمد ہے۔ زمین و آسمان میں اور عشا و ظہر کے وقت سبحان سے تخرجون تک پڑھے)

الٰہی میں تجھ سے دنیا و آخرت کی عافیت چاہتا ہوں۔ الٰہی میں تجھ سے اپنے دین دنیا
اہل مال کی عافیت و معافی چاہتا ہوں۔

الٰہی میرا پردہ رکھ اور غموں سے امن دے۔

الٰہی مجھے آگے پیچھے داہنے بائیں اور اوپر سے محفوظ رکھ اور زمین میں دھنسنے سے پناہ
چاہتا ہوں۔

[illegible]

[illegible]

رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیًا ثلاث مرات اعوذ بکلمات اللہ التامات
من شر ما خلق اللّٰھم ما اصبح بی من نعمۃ او باحد من خلقک فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد
ولک الشکر و سید الاستغفار ومن الاذکار وقت النوم اذا اوی الی فراشہ باسمک ربی وضعت
جنبی وبک ارفعہ ان امسکت نفسی فارحمھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ بہ عبادک
الصالحین واللّٰھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأت
ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت
ونبیک الذی ارسلت الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا واٰوانا فکم ممن لا کافی لہ
ولا مؤوی لہ ویسبح اللہ ثلاثا وثلاثین ویحمد اللہ ثلاثا وثلاثین ویکبر اربعا وثلاثین
اللّٰھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک ثلاثا اعوذ بوجھک الکریم وکلماتک التامات
من شر ما انت اخذ بناصیتہ اللّٰھم انت تکشف المغرم والماثم اللّٰھم لا یھزم جندک
ولا یخلف وعدک ولا ینفع ذا الجد منک الجد سبحانک وبحمدک اللّٰھم رب السموات
والارض ورب کل شیء فالق الحب والنوی منزل التوراۃ والانجیل والقرآن اعوذ بک
من شر کل ذی شر انت اخذ بناصیتہ انت الاول فلیس قبلک شیء وانت الاخر فلیس

اللہ تعالیٰ کے رب اور اسلام کے دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر دل وجان
سے راضی ہوں تین بار پڑھے الٰہی، میں تیرے پورے کلمات سے تیری مخلوق سے پناہ مانگتا ہوں
الٰہی جس نعمت نے میرے یا مخلوق کے ساتھ صبح کی وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ تو وحدہ لاشریک ہے
اور تیری حمد وشکر ہے۔

اور استغفار کا سردار اور سوتے وقت کے یہ ذکر ہیں جس وقت بستر پر جائے

الٰہی۔ بحرمت تیرے نام کے پہلو بستر پر رکھا اور تیرے حکم سے اٹھاؤں گا۔ اگر موت دیدی تو مجھ پر رحم فرما
اگر روح واپس کر دیا تو اسکو اپنے نیک بندوں کی طرح محفوظ رکھ الٰہی میں نے اپنا نفس تیرے سپرد کیا
اور تیری طرف توجہ کی اور اپنے کام تیرے سپرد کئے۔ اپنی پیٹھ کو خوشی ناخوشی سے تیرے سپرد کیا۔ کہ
تیرے بغیر کوئی جائے پناہ و جائے نجات نہیں۔ تیری نازل کردہ کتاب اور رسول پر ایمان لایا۔ اس ذات کی حمد ہے جس نے
ہمیں کھانا دیا اور پانی اور کفائت کیا اور ٹھکانا دیا کئی کا ٹھکانا اور کفایت کنندہ نہیں اور سبحان اللہ ۳۳
بار اور الحمد للہ ۳۳ بار۔ اور اللہ اکبر ۳۴ بار۔ الٰہی قیامت کے عذاب سے بچا تین بار۔ تیری ذات بزرگ
اور پورے کلمات کے باعث الٰہی تو ہی تاوانوں و گناہوں سے نجات دیتا ہے۔ الٰہی تیرا لشکر نہیں بھاگتا
تیرا وعدہ خلاف نہیں کسی کی بڑائی فائدہ نہیں دیتی۔ تو پاک تعریف والا ہے۔ اے آسمانوں اور زمین اور ہر چیز
کے پروردگار۔ تو ہی دانہ گٹھلی کو اگانے والا اور توراۃ اور انجیل اور قرآن کا نازل کرنے
والا۔ ہر شریر کی شر سے جو سب تیرے قبضہ میں ہے تیری جلالیت کے باعث پناہ چاہتا ہوں۔
تو ہی اول ہے جس سے پہلے کچھ نہیں۔ تو ہی آخر ہے جس کے بعد کچھ نہیں۔

سلہ سے قنت [illegible] ۱۲ اصلاح

[illegible]

بعدك شئ وانت الظاهر فليس فوقك شئ وانت الباطن فليس دونك شئ[1] اقض عنا الدين
واغننا من الفقر باسم الله وضعت جنبي **اللهم** اغفر لي ذنبي واخسأ شيطاني وفك
رهاني واجعلني في الندي الاعلى الحمد لله الذي كفاني وآواني واطعمني وسقاني والذي
من علي فافضل والذي اعطاني فاجزل[2] الحمد لله على كل حال **اللهم** رب كل شئ ومليكه
واله كل شئ اعوذ بك من النار وجمع كفيه فقرأ فيهما قل هو الله احد وقل اعوذ برب
الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم مسح بهما ما استطاع من جسده وقرأ آية الكرسي **وسن**
رسول الله صلى الله عليه وسلم لمن تزوج امرأة او اشترى خادما[3] **اللهم** اني اسألك خيرها و
خير ما جبلتها عليه واعوذ بك من شرها وشر ما جبلتها عليه واذا رفأ[4] انسانا بارك الله لك
وبارك عليكما وجمع بينكما في خير واذا اراد ان يأتي اهله باسم الله **اللهم** جنبنا الشيطان
وجنب الشيطان ما رزقتنا[5] ولمن اراد ان يدخل الخلاء اعوذ بالله من الخبث والخبائث و
للخارج منه غفرانك وعند الكرب لا اله الا الله الحليم العظيم لا اله الا الله رب العرش العظيم
لا اله الا الله رب السموات ورب الارض ورب العرش الكريم وعند الغضب اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

اور تو غالب وظاہر ہے۔ کہ تجھ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اور تو ہی باطن ہے کہ تیرے ورے کوئی چیز نہیں (یعنی سب اشیاء کا احاطہ کرنے والا تو ہی ہے) میرا قرض ادا کر محتاجی سے بچا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے نام اپنا پہلو رکھا۔ الٰہی میرے گناہ بخش اور میرا شیطان ذلیل کرکے میری جان چھڑا کر مجھ مجلس اعلیٰ پر پہنچا دے ہاں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جو مجھے کافی ہے اور مجھے ٹھکانا دیا اور کھانا دیا اور پانی دیا۔ اور مجھ پر بڑا احسان کیا اور بہت عطا فرمائی۔ ہر حال حمد الٰہی ہے یا الٰہی ہر چیز کے رب اور اسکے مالک اور ہر شے کے معبود تیرے ذریعہ دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرکے اُن پر قل ہو اللہ احد اور **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** دم کرکے اپنے بدن پر پھیرے۔ اور آیۃ الکرسی پڑھے۔ جو شخص شادی کرے یا غلام خادم خریدے تو اسوقت حضور علیہ السلام نے یہ پڑھنا فرمایا ہے۔ الٰہی میں اسکی خیر اور جس خصلت پر پیدا کی گئی ہے اسکی خیر تجھ سے طلب کرتا ہوں اور اسکی سب برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور اسکی ترقی کیلئے یہ دعا کرے۔ کہ تجھ اللہ تعالیٰ برکت دے اور تم دونوں کو اتفاق اور برکت دے۔ بیوی کے پاس جاتے وقت یہ پڑھے بسم اللہ الٰہی ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور ہماری اولاد کو۔ اور جو آدمی پاخانہ جانا چاہے تو پڑھے کہ میں بذریعہ اللہ تعالیٰ کے پلیدی ناپاکیوں سے پناہ چاہتا ہوں اور نکلتے وقت کہے۔ الٰہی تیری مغفرت کا طالب ہوں اور تکالیف کے وقت پڑھے ایک ہی معبود اللہ تعالیٰ ہے جو حلیم وعظیم ہو وہی اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا مالک ہو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور عرش کریم کا ہو اور غصہ کے وقت یہ پڑھے اعوذ باللہ۔ کہ رحمت الٰہی سے ہانکے ہوئے شیطان سے بذریعہ خدا تعالیٰ پناہ طلب کرتا ہوں۔

[1] اي انت محيط بالاشياء فلا شئ [illegible] واخسأ شيطاني اي اطرده وابعده [illegible] والندي الاعلى الملأ الاعلى [illegible]

[2] قوله فاجزل اي اكثر ۱۲

[3] صبيا او امة ۱۲

[4] الرفاء الالتئام والاتفاق [illegible] ۱۲

[5] اي من الولد ۱۲

وعند صياح الديكة السؤال من فضل الله وعند نهيق الحمار تعوذ واذا ركب كبر ثلاثا وقال سبحان
الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون الحمد لله ثلاثا الله اكبر ثلاثا
سبحانك اللهم ظلمت نفسي فاغفر لي انه لا يغفر الذنوب الا انت واذا انشأ سفرا اللهم
انا نسألك في سفرنا هذا البر والتقوى ومن العمل ما ترضى اللهم هون علينا سفرنا
هذا واطو عنا بعده[1] اللهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل اللهم اني اعوذ بك من
وعثاء السفر وكآبة المنقلب وسوء المنظر في المال والاهل واذا نزل منزلا اعوذ بكلمات
الله التامات من شر ما خلق يا ارض ربي وربك الله اعوذ بالله من شرك ومن شر ما فيك ومن
شر ما خلق فيك ومن شر ما يدب عليك واعوذ بالله من اسد واسود ومن الحية والعقرب
ومن شر ساكن البلد ومن والد وما ولد واذا اسحر في سفر سمع سامع بحمد الله وحسن بلائه
علينا ربنا صاحبنا وافضل علينا عائذا بالله من النار واقفل يكبر على كل شرف من الارض ثلاث تكبيرات
ثم يقول لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير
آيبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق الله وعده ونصر عبده وهزم

وحدہٗ اور مرغ کے اذان دینے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کی دعا کرے اور گدھا بولتے وقت اعوذ پڑھے۔ اور
سوار ہوتے وقت ۳ بار تکبیر کہکر یہ پڑھے سبحان الذی سخر لنا الخ وہ ذات پاک ہے جس نے اس جانور کو ہمارا تابع بنایا
جسے ہم قابو نہ کر سکتے تھے اور ہم اسی کی طرف جانے والے ہیں الحمد للہ ۳ بار کہے اور اللہ اکبر ۳ بار کہے۔ یا اللہ تعالیٰ میں نے اپنے
نفس پر ظلم کیا ہے تو بخش دے کہ تیرے بغیر بخشنے والا کوئی نہیں اور سفر کا ارادہ کرنے کے وقت کہے الٰہی میں اس
سفر میں نیکی و بھلائی تقوےٰ کا طالب ہوں۔ اور ایسے اعمال کا جو تجھے پسند ہوں۔ الٰہی ہم پر یہ سفر آسان کر دے۔
الٰہی تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے اہل و عیال کا محافظ ہے الٰہی سفر کی تکالیف اور واپسی کی برائی
اور مال و اہل و عیال کی برائی دیکھنے سے پناہ چاہتا ہوں اور جب کسی جگہ اترے تو پڑھے اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات
کے باعث اس کی مخلوقات کی شرارت سے پناہ چاہتا ہوں۔ اے زمین تیرا اور میرا رب اللہ تعالیٰ ہے تیری
اور تجھ میں کی سب شر سے بذریعہ خدائے تعالیٰ کے پناہ چاہتا ہوں۔ اور جو چیز تجھ پر چلتی ہے اس کی شر سے
بھی اور باللہ تعالیٰ کے ذریعہ شیر اور سانپ بچھو وغیرہ موذیات سے پناہ چاہتا ہوں اور سفر میں سحری
کے وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ کہ سفر کی تکالیف آسان کر کے ہمارا ساتھی ہو کر فضل کر اور دوزخ
سے پناہ چاہتا ہوں اور چڑھائی چڑھتے تین بار تکبیر کہے پھر کہے ایک ہی معبود اللہ تعالیٰ ہے۔ جسکا کوئی شریک
نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اور اسی کی تعریف ہے۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ہم اسی کی طرف رجوع کن
تائب اور اسکے عابد و ساجد ہیں۔ اپنے رب کے حمد گویاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر کے اپنے بندہ کو
فتح دے کر دشمن کو تنہا شکست دی۔

[illegible] ۱۲ [1] ای یسر لنا بالطاء العزة لنا [illegible] وقوله والخليفة اي انت المعتمد عليه في سفري [illegible]
اي وقوله وعثاء اي مشقة والكآبة الانكسار من شدة الهم والمنقلب الرجوع وقوله من شرك اي الخسف ومن شر ما فيك من
الحشرات ومن شر ما خلق فيك اي يعيش في جوفك لا ضر ومن شر ما يدب عليك اي كالحيوان [illegible] والحية العظيمة ومن شر ساكن البلد الجن والانس [illegible]
من والد وما ولد اي ابليس [illegible] ۱۲ [illegible] سمع سامع بحمد الله [illegible] لا افتقار اي حسن [illegible]
[illegible] فان كليهما لغة باعتبار حصول الاجر ۱۲

واذا دعا على الكافرين اللهم منزل الكتاب سريع الحساب اللهم اهزم الاحزاب اللهم اهزمهم وزلزلهم اللهم انا نجعلك فی نحورهم ونعوذ بك من شرورهم اللهم انت عضدی ونصیری بك اصول وبك احول وبك اقاتل واذا اضاف قوما اللهم بارك لهم فيما رزقتهم واغفر لهم وارحمهم واذا رای الهلال اللهم اهله علينا بالامن والایمان والسلامة والاسلام ربی وربك الله واذا رای مبتلی الحمد لله الذی عافانی مما ابتلاك به وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضيلا واذا دخل فی سوق جامع لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيی ويميت وهو حی لا يموت بيده الخير وهو علی كل شیء قدير واذا اراد ان يقوم من مجلس كثر فيه لغطه سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك واذا ودع رجلا استودع الله دينك وامانتك واخر عملك وزودك الله التقوی وغفر ذنبك ويسر لك الخير حيثما كنت اللهم اطول له البعد وهون عليه السفر واذا خرج من بيته باسم الله توكلت علی الله اللهم انا نعوذ بك من ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجهل او يجهل علينا باسم الله توكلت علی الله لا حول ولا قوة الا بالله

کافروں پر بددعا کے وقت کہے اے کتاب کے نازل کرنے والے جلدی حساب لینے والے کفار کو شکست دے۔ الٰہی ان کے مقابلہ میں ہم تجھے کھڑا کرتے ہیں اور ان کی شر سے تیرے ذریعہ پناہ چاہتے ہیں الٰہی تو ہی میرا مددگار ہے۔ تیرے باعث میں حملہ کرتا ہوں اور لڑائی۔ جب کسی قوم کے لیے دعا کرے تو اس طرح کہے الٰہی۔ ان کے رزق میں برکت دے اور انہیں بخش دے اور ان پر رحم کر۔ اور ہلال دیکھتے وقت یہ دعا پڑھے الٰہی اس ہلال کو ہم پر سلامتی و امن ایمان و اسلام کے ساتھ رکھ میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے جب کسی بلا رسیدہ کو دیکھے تو کہے۔ اس ذات کی تعریف ہے جس نے مجھے تیری بیماری سے بچایا ہوا ہے اور بہت سی مخلوقات پر مجھے فضیلت دے رکھی ہے اور بازار میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں تنہا ہے لاشریک ہے اسی کی بادشاہی اور تعریف ہے۔ زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ خود دائمی حی ہے۔ اسکے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور بیہودہ مجلس سے اٹھتے وقت یہ پڑھے الٰہی تو پاک ہے اور تیری حمد کے ہمراہ اسکی شہادت دیتا ہوں۔ کہ تو ہی ہی ہے۔ تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ اور کسی شخص کے وداع کرتے وقت یہ کہے۔ کہ میں نے تیرا دین اور امانت اور آخر عمل تیری اللہ تعالیٰ کے سپرد کیے اور تجھے اللہ تعالیٰ تقویٰ نصیب کرے اور تیرے گناہ بخشے اور بھلائی آسان کردے جہاں کہیں بھی ہو۔ الٰہی اسکے سفر کی دوری کم کردے اور اسکا سفر اسپر آسان کردے۔ اور گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔ الٰہی میں ذلیل ہونے اور گمراہی اور ظلم وظالم بننے اور جہالت کی ہر قسم سے پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے کہتا ہوں۔ کہ

لاحول ولا قوة الا بالله الخ

سلہ ای جماعات الکفار وقولہ وزلزلہم ای اجعل امرہم مضطربا غیر ثابت وقولہ عضدی ای معتمدی وقولہ اصول ای احمل علی العدو اقول ای احتال لدفع مکر العدو وقولہ واذا اضاف قوما ای صار ضیفا لہم ۱۲ سلہ بلغط الصوت والاصوات المبہمۃ والمراد منہا الکلام الذی لاطائل تحتہ ۱۲ سلہ ای فی السفر وسطلقا سلہ من زلۃ الاقدام کنایۃ عن الوقوع فی الذنب من غیر قصد وقولہ نجہل ای نفعل فعل الجہال من الاضرار والایذاء وقولہ یجہل علینا ای یفعل الناس بنا ذالک ۱۲

واذا ولج بيته اللهم انى اسألك خير المولج وخير المخرج باسم الله ولجنا وباسم الله خرجنا وعلى الله
ربنا توكلنا واذا الزمته ديون وهموم قال اذا اصبح واذا امسى اللهم انى اعوذ بك من
الهم والحزن واعوذ بك من العجز والكسل واعوذ بك من البخل والجبن واعوذ بك من غلبة الدين
وقهر الرجال و اللهم اكفنى بحلالك عن حرامك واغننى بفضلك عمن سواك واذا
استجد ثوبا اللهم لك الحمد انت كسوتنيه هذا ويسميه باسمه اسألك خيره وخير ما صنع
له واعوذ بك من شره وشر ما صنع له الحمد لله الذى كسانى ما اوارى به عورتى واتجمل به
فى حياتى واذا اكل اوشرب الحمد لله الذى اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين الحمد
لله الذى اطعمنى هذا الطعام من غير حول منى ولا قوة الحمد لله الذى اطعم وسقى وسوغه
وجعل له مخرجا واذا رفع مائدته الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفى ولا مودع ولا
مستغنى عنه ربنا واذا مشى الى المسجد اللهم اجعل فى قلبى نورا الخ واذا اراد ان يدخل المسجد
اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم اللهم افتح لى
ابواب رحمتك واذا خرج منه اللهم انى اسألك من فضلك واذا سمع صوت الرعد والصواعق

گھر داخل ہوتے وقت کہے الٰہی میں تجھ سے گھر میں داخل وخارج ہونے کی بھلائی چاہتا ہوں بنام خدا ہم داخل ہوئے ہم اور خارج ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل کی۔ اور جس پر قرض بہت ہو اور بہت پریشانی ہو تو صبح وشام کے وقت یہ پڑھے الٰہی میں فکر وغم اور عاجزی اور سستی اور بخل اور بزدلی سے اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے پناہ چاہتا ہوں۔ الٰہی اپنے حلال ہی سے مجھے کفایت کر اور اپنے غیر سے مجھے بے پرواہ کردے اور نیا کپڑا پہنتے وقت یہ کہے۔ اس ذات کی تعریف ہے جس نے مجھے نیا کپڑا دیا اور اس کپڑے کا نام لے اور اس کپڑے کی خیر چاہتا ہوں اور جس غرض کے لئے بنایا گیا ہے اسکی بھی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور اس کی سب برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس نے میرے پردہ کو ڈھانکا۔ اور کپڑے سے میرے بدن کو مزین کیا۔ اور کھاتے پیتے وقت یہ کہے۔ وہ ذات قابل تعریف ہے جس نے ہم کو کھانا دیا۔ اور پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ اس ذات کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ طعام بغیر میری طاقت کے دیا اور طعام کو خوش ہضم بنایا۔ اور اسکے نکلنے کی صورت بھی بنائی۔ دسترخوان اُٹھاتے وقت یہ دعا کہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب پاکیزہ برکت والی تعریف ہے۔ اور تیری انعام چھوڑنے اور بے پرواہی کے قابل نہیں۔ مسجد کو جاتے وقت یہ کہے۔ الٰہی میرے دل میں نور پیدا کر اور جب مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو کہے اللہ عظیم اور اسکی ذات و بادشاہی قدیم کے باعث شیطان سے پناہ چاہتا ہوں۔ الٰہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ الٰہی میں تیرے فضل کا خواہاں ہوں۔

اور جب بجلی وگرج بادل کی آواز سُنے تو کہے

[illegible] استجد ای لبس الجدید ... اواری [illegible] ... الطعام ... ولا مودع
[illegible] متروک ... [illegible]

[illegible]

اللھم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك اللهم اني اعوذ بك من
شرها واذا عصفت الريح اللهم اني اسالك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ بك
من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت به واذا عطس الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا وليقل صاحبه يرحمك الله وليقل هو
يهديكم الله [illegible] واذا نام اللهم باسمك اموت واحيا واذا استيقظ الحمد لله الذي
احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور وشرع عند الاذان خمسة اشياء ان يقول مثل
ما يقول المؤذن غير حي على الصلاة وحي على الفلاح فانه يقول مكانهما لا حول ولا
قوة الا بالله ويقول رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد رسولا ويصلي على
النبي صلى الله عليه وسلم ويقول اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة
آت محمد الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته
انك لا تخلف الميعاد ويسال الله لامر دينه ودنياه وامر في عشر ذي الحجة باكثار
الذكر وقد استفاض من الصحابة والتابعين وائمة المجتهدين تكبير يوم
عرفة وايام التشريق على وجوه اظهرها ان يكبر دبر كل صلوة من فجر عرفة الى عصر اخر ايام
التشريق الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد وقد مر ادعية الصلوة
وغيرها فيما سبق فراجع وبالجملة فمن صبر نفسه على هذه الاذكار وداوم عليها في

الٰہی ہمیں اپنے غضب و عتاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں عافیت دے الٰہی میں اس کی شر سے پناہ چاہتا ہوں اور آندھی کے
وقت یہ پڑھے یا الٰہی میں اس کی خیر اور اس میں کی خیر کا خواہاں. اور جس غرض کے لئے آئی ہے اسکی خیر چاہتا ہوں
اور اسکی اور اس میں کی برائی اور جس شر غرض کیلئے بھیجی گئی ہے اس سے پناہ طلب کرتا ہوں چھینک کے وقت کہے. اللہ تعالیٰ
کیلئے بہت طیب مبارک تعریف ہے، اور سننے والا کہے اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور چھینکنے والا جواب میں کہے اللہ تعالیٰ
تمکو ہدایت کرے اور تیری حالت جمعی کرے اور سوتے وقت کہے الٰہی تیرے نام کی برکت سے سوتا اور جاگتا ہوں
اور بیدار ہوتے وقت کہے اس ذات کی تعریف ہے جس نے نیند کے بعد مجھے پھر زندہ کیا یعنے جگا دیا اور اسی کی
طرف جانا ہے. اور اذان کے وقت پانچ باتیں مشروع ہیں ایک تو یہ کہ سامع مؤذن کیطرح الفاظ کا جواب
دے مگر حی علی الصلاح والفلاح میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے اور رضیت باللہ ربا
وبالاسلام الخ کہ میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور اسلام کے دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے
سے راضی ہوں اور حضور پر درود پڑھے پھر یہ کہے اللھم رب ھذہ الخ یا رب اس پوری مکمل دعا اور صلاۃ
قائم کے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ و فضیلت اور بلند درجہ مرحمت فرما کر انہیں مقام محمود میں بھیج جس کا
تونے وعدہ کیا ہے. کہ تو وعدہ کا سچا ہے. اور کثرت دین و دنیا کی بھلائی کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور ماہ ذی الحجہ کے
اول عشرہ میں بہت ذکر اللہ کا کرے. اور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے یوم عرفہ اور ایام تشریق کی تکبیریں
بہت طرح ثابت ہیں مگر سب سے قریب تر یہ صورت ہے کہ عرفہ کی فجر سے عصر آخر ایام تشریق تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہے اللہ اکبر اللہ اکبر الخ
کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہے بڑا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے اللہ بڑا ہے اور اسی کی تعریف ہے اور نماز وغیرہ کی دعائیں پہلے گذر چکی ہیں
انہیں مراجعہ کیجئے. حاصل کلام یہ ہے کہ جس نے ان اذکار پر اپنے نفس کو لگائے رکھا اور ان اوقات میں ان پر مداومت کی اور انہیں فکر کا نور اچھی
طرح حاصل ہو گیا تو یہ قول باری تعالیٰ اسے بھی شامل ہوگا۔ والذاکرین اللہ کثیرا الخ کہ یہ مرد و عورتیں اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے ہیں۔

هذه الحالات تتدبر فيها كانت له بمنزلة الذكر الدائم ونحله قوله تعالى والذاكرين الله كثيرا والذاكرات والله اعلم

بقية مباحث الاحسان

اعلم ان هذه الاخلاق الاربعة اسبابا تكتسب بها وموانع تمنع عنها وعلامات يعرف تحققها بها فالاخبات لله تعالى والاستشراف تلقاء صقع الكبرياء والانصباغ بصبغ الملاء الاعلى والتجرد عن الرذائل البشرية وعدم قبول النفس نقوش الحياة الدنيا وعدم اطمئنانها بها لا شئ فى ذلك كله كالتفكر وهو قوله صلى الله عليه وسلم فكر ساعة خير من عبادة ستين سنة وهو على انواع منها التفكر فى ذات الله تعالى وقد نهى الانبياء صلوات الله عليهم عنه فان العامة لا يطيقونه وهو قوله صلى الله عليه وسلم تفكروا فى آلاء الله ولا تفكروا فى الله ويروى تفكروا فى كل شئ ولا تفكروا فى ذات الله ومنها التفكر فى صفات الله تعالى كالعلم والقدرة والرحمة والاحاطة وهو المعبر عنه عند اهل السلوك بالمراقبة والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك وقوله صلى الله عليه وسلم احفظ الله تجده تجاهك و صفته لمن اطاق ذلك ان يقرأ وهو معكم اينما كنتم وقوله تعالى وما تكون فى شان وما تتلوا منه من قرآن ولا تعملون من عمل الا كنا عليكم شهودا اذ تفيضون فيه وما يعزب عن ربك

یہ حالات ہر وقت ذکر کرنے کے برابر ہیں اور وہ شخص اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات واللہ اعلم۔

بقیہ مباحث احسان کا بیان

معلوم کرو کہ ان چار اخلاق کے بہت سے اسباب ہیں جن سے یہ اخلاق حاصل ہو سکتے ہیں اور بہت سے موانع ہیں جو ان اخلاق سے روکتے ہیں اور علامات ہیں جن سے یہ اخلاق معلوم ہو سکتے ہیں اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے روبرو پست ہو جانا اور اسکی کبریائی کا معلوم کرنا اور ملاء اعلیٰ کے رنگ میں رنگا جانا اور رذائل بشریہ سے پاک ہونا اور دنیاوی زندگی کے نقوش کا نفس کے اندر منقش نہ ہونا اور دنیوی زندگی میں جی کا نہ لگنا ان سب امور کے پیدا کرنے کیلئے فکر کرنے کی برابر کوئی چیز نہیں ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فکر ساعۃ خیر من عبادۃ الخ ایک گھڑی کا فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور فکر کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں از انجملہ خدا تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا اور انبیاء صلوات اللہ علیہم نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ عوام الناس اس فکر کی طاقت نہیں رکھتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی آلاء اللہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرو اور اللہ کی ذات میں مت فکر کیا کرو دوسری روایت میں آیا ہے تفکروا فی کل شئ الخ دوسری ایک قسم خدا کی صفات علم اور قدرت اور رحمت میں فکر کرنا ہے اہل سلوک کے ہاں اس فکر کرنے کا نام مراقبہ ہے اور اصل اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے الاحسان ان تعبد اللہ الخ احسان اسکا نام ہے کہ خدا تعالیٰ کی اسطرح عبادت کرو گویا تم اسکو دیکھ رہے ہو اور فرمایا ہے احفظ اللہ الخ خدا تعالیٰ کا دھیان رکھو تو اسکو اپنے سامنے پاؤ گے اور فکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے ہو سکے یہ آیت پڑھے ہو معکم این ما الخ جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے وما تکون فی شان الخ اور تم کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ قرآن میں سے کچھ تلاوت کرتے ہو اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو مگر ہم تمہارے پاس موجود ہوتے ہیں۔ جب اس کام میں گھستے ہو۔ اور تیرے رب سے

سلہ ؎ الفکر

من مثقال ذرة في الارض ولا في السماء ولا اصغر من ذلك ولا اكبر الا في كتاب مبين او قوله تعالى
الم تر ان الله يعلم ما في السموات وما في الارض ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم ولا خمسة
الا هو سادسهم ولا ادنى من ذلك ولا اكثر الا هو معهم اينما كانوا او قوله تعالى ونحن اقرب اليه
من حبل الوريد او قوله تعالى وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ويعلم ما في البر والبحر
وما تسقط من ورقة الا يعلمها ولا حبة في ظلمات الارض ولا رطب ولا يابس الا في كتاب
مبين او قوله تعالى والله بكل شئ محيط او قوله تعالى وهو القاهر فوق عباده او قوله تعالى
وهو على كل شئ قدير او قوله صلى الله عليه وسلم اعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك
بشئ لم ينفعوك الا بشئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشئ لم يضروك الا بشئ
قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف او قوله صلى الله عليه وسلم ان لله
مائة رحمة انزل منها واحدة في الارض الحديث[1] ثم يتصور معنى هذه الآيات من غير تشبيه
ولا جهة بل يستحضر اتصافه تعالى بتلك الاوصاف فقط فاذا ضعف عن تصورها
اعاد الآية وتصورها ايضا وليختر لذلك وقتا لا يكون فيه حاقبا ولا حاقنا ولا جائعا
ولا غضبان ولا وسنان وبالجملة فارغ القلب عن التشويش **ومنها التفكر في افعال**
الله تعالى الباهرة والاصل فيه قوله تعالى الذين يتفكرون في خلق

وہ برابر زمین میں اور آسمان میں چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر ظاہر کرنیوالی کتاب میں موجود ہے یا
یہ آیت الم تر ان الله يعلم ما في السموت الخ یعنے بلاشبہ خدا تعالیٰ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے جانتا ہے کہیں تین
شخصوں کا مشورہ نہیں مگر وہ انکا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مشورہ ہوتا ہے مگر وہ انکا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم
اور نہ زیادہ مگر وہ انکے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ ہوں یا یہ آیت نحن اقرب یعنے رگ گردن سے زیادہ ہم اس سے
قریب ہیں یا یہ آیت وعنده الخ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو بجز اسکے کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ جنگل اور
دریا میں ہے اسکو اسکا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا جسکو وہ نہ جانتا ہو اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ وغیرہ اور
سوکھا ایسا نہیں ہے جو ظاہر کرنیوالی کتاب میں موجود نہ ہو یا یہ آیت والله بكل الخ اور خدا تعالیٰ ہر چیز کو گھیر رہا ہے یا یہ
آیت وهو القاهر الخ وہی غالب ہے اپنے بندوں پر یا یہ آیت وهو الخ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی حدیث پڑھے اعلم ان الامة لو اجتمعت على ان الخ جان لے کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہونچانے
پر جمع ہوں تو کسی چیز کا نفع پہونچا سکتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے تیرے لیے لکھی ہے اور اگر تجھے کچھ ضرر پہونچانے پر جمع ہوں تو
اسیقدر ضرر پہونچا سکینگے جتنا خدا تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھا ہے اٹھ گئے قلم اور خشک ہو گئیں کتابیں یا آنحضرت صلی اللہ
علیہ کا اس قول کو پڑھے ان لله مائة الخ خدا تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جنمیں سے اس نے زمین پر ایک نازل فرمائی ہے پھر
بلا تشبیہ اور بلا توجیہ ان آیات کے معنی کا تصور کرے بلکہ ان اوصاف کے ساتھ خدا تعالیٰ کے صرف اتصاف کو اپنے پیش نظر
رکھے پھر جب اس تصور میں ضعف عارض ہو تو پھر اس آیت کو پڑھے اور دوبارہ تصور کرے اور اس عمل کے لیے اسکو
ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے جسمیں پیشاب جانے ضرور کی حاجت اور بھوک و غصہ اور نیند سے پاک ہو حاصل یہ
ہے کہ دنیا کی تمام تشویشوں سے اسکا دل صاف ہو اور از انجملہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان افعال میں غور کرنا ہے اسکی دلیل یہ ہے الذين يتفكرون الخ

۱؎ حدیث بغوی نے بروایت الصحیحین عن ابی ہریرۃ نقل کی آخرہ واخر الله تسعا وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة ۱۲ اس کے اخیر میں ۱۲ [illegible]

السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا وصفته ان يلاحظ انزال المطر وانبات العشب ونحو ذلك ويستغرق في
منن الله تعالى ومنها التفكر في ايام الله تعالى وهو تذكر كيف رفع قوما وخفض آخرين والاصل فيه
قوله تعالى لموسى عليه السلام وذكرهم بايام الله فان ذلك يجعل النفس مجردة عن الدنيا ومنها
التفكر في الموت وما بعده والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم اذكروا هاذم اللذات و
صفته ان يتصور انقطاع النفس عن الدنيا وانفرادها بما اكتسبت من خير وشر وما يترتب عليها
من المجازاة وهذان القسمان افيد الاشياء لعدم قبول النفس نقوش الدنيا فالانسان
اذا تفرغ من اشتغال الدنيا للتفكر المعمن في هذه الاشياء واحضرها بين عينيه انقهرت
بهيميته وغلبت ملكيته ولما لم يكن سهلا على العامة ان يتفرغوا للتفكر المعمن واحضارها
بين اعينهم وجب ان يجعل اشباح يجيء فيها انواع الفكر وهياكل ينفخ فيها روحها
ليقصدها العامة ويتلى عليهم ويستفيد واحد ما قدرهم وقد اوتي النبي صلى الله
عليه وسلم القرآن جامعا لهذه الانواع ومثله معه واری انه جمع له صلى الله عليه وسلم
في هذين جميع ما كان في الامم السابقة والله اعلم فاقتضت الحكمة ان يرغب في تلاوة
القرآن ويبين فضلها وفضل سور وآيات منه فشبه النبي صلى الله عليه وسلم
الفائدة المعنوية الحاصلة من الآية بفائدة محسوسة لا انفع منها عند العرب

آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے میں فکر کرتے ہیں اے پروردگار ہمارے تو نے انکو بیکار نہیں پیدا کیا اور اسکی یہ صورت ہے
کہ مینہ کے برسانے اور نباتات کے اگنے میں اور اسی قسم کی چیزوں میں فکر کیا کرے اور خدا تعالی کے احسان میں
مستغرق ہو جاوے اور از انجملہ ان دنوں میں فکر کرنا ہے جنمیں خدا تعالی نے کسی قوم کو بلند کیا ہے اور کسی کو پست کیا
ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ پاک حضرت موسی علیہ السلام سے فرماتا ہے فذکرھم بایام اللہ یعنی یاد
دلا انکو خدا تعالی کے دن۔ اس بات کی فکر کرنے سے بھی نفس کو دنیا سے تجرد ہوتا ہے اور از انجملہ موت اور اس کے
بعد جو حالات ہونیوالے ہیں ان میں فکر کرنا اس کی دلیل آپ کا یہ قول ہے اذکروا ھاذم اللذات لذتوں کی منقطع کرنیوالی
کو یاد کرو اسکا یہ طریقہ ہے کہ نفس کے دنیا سے منقطع ہونے اور نیکی و بدی جو اس نے کی ہے اسکے ساتھ ہونے اور اسکو جو
جزا و سزا ملنی والی ہے اس کا تصور کرے تفکر کی یہ دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ تمام چیزوں سے زیادہ نفس کے نقوش دنیا کے
قبول کرنے میں مفید ہیں کیونکہ انسان دنیاوی اشغال سے فارغ ہو کر جب ان اشیا میں غور و فکر کرتا ہے اور ان چیزوں
کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر کرتا ہے تو اسکی قوت بہیمی مغلوب اور قوت ملکی غالب ہو جاتی ہے اور چونکہ تمام لوگوں کو
یہ بات دشوار تھی کہ سب اشغال سے فارغ ہو کر ان چیزوں میں غور و فکر کیا کریں اور ان کو پیش نظر رکھا کریں لہذا ضروری
ہوا کہ اس ذکر و فکر کے واسطے اشباح و صور مقرر کیے جائیں اور فکر کے اقسام مرتب کیے جاویں اور فکر کی روح ایسی
پھونکی جاوے کہ سب لوگ اسکا قصد کر سکیں اور انکو سن سکیں اور اپنی قدرت کے موافق اس سے فائدہ اٹھا سکیں اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا کیا گیا کہ
تمام ان اقسام کیلئے جامع ہو اور آپکے ساتھ اسکی مثل یعنی حدیث بھی دیگئی اور میرے نزدیک قرآن و حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے
تمام وہ چیزیں جمع کر دیگئیں جو امم سابقہ کو عطا کیگئی تھیں واللہ اعلم پس حکمت کا مقتضا ہوا کہ قرآن کی تلاوت کی اندر رغبت دلائی جاوے اور قرآن
کی فضیلت اور سورۃ و آیات کی عظمت بیان کی جاوے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سے جو معنوی فائدہ
حاصل ہوتا ہے اس کو ایک ایسے ظاہری فائدہ کے ساتھ مشابہ کیا کہ عرب کے نزدیک

ملخصہ [illegible] مثل القرآن الحدیث [illegible] القرآن جامع [illegible] ۱۲

وهي أنه كوشف له وحفظ سمينة تصوير المعنى وتمثيله له وشبه صاحبها بالملائكة وأخبر بأجرها على حرف حرف وبين درجات الناس بضرب من مثل الأترجة والتمرة والحنظلة والريحانة وبين أن سور القرآن تتمثل يوم القيامة أجسادا ترى وتلمس فتحاج عن أصحابها وذلك انكشاف تعارض أسباب عذابه ونجاته ورجحان تلاوة القرآن على الأسباب الأخرى وبين أن السور فيما بينها تتفاضل **أقول** وإنما تتفاضل لمعان منها إفادتها التفكر في صفات الله وكونها أجمع شيء فيه كآية الكرسي وآخر الحشر وقل هو الله أحد فهما بمنزلة الاسم الأعظم من بين الأسماء **ومنها** أن يكون نزولها على ألسنة العباد ليعلموا كيف يتقربون إلى ربهم كالفاتحة ونسبته من السور كنسبة الفرائض من العبادات **ومنها** أنها أجمع السور كالزهراوين وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في يس إنه قلب القرآن لأن القلب يومي إلى المتوسط وهذه من مثاني دون المئين فما فوقها وفوق المفصل وفيها آيات التوكل والتفويض والتوحيد على لسان محدث انطاكية وما لي لا أعبد الذي فطرني

سب سے بڑھکر ہونا چاہیئے یعنی برکت زیادہ ہونا اور عامل ادا کی تاکہ وہ فائدہ معنوی متمثل ہو اور سور ہو جائے اور تلاوت کرنے والے کو ملائکہ کے ساتھ آپ نے تشبیہ دی اور قرآن کے ہر حرف کا اجر بیان کیا اور لوگوں کے درجات ترنج اور خرما اور اندرائن کے پھل اور ریحانہ کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کئے اور بیان کیا کہ قیامت کے دن قرآن کی سورتیں اجسام کی صورت میں متمثل ہو جائینگی جنکو ہاتھ اور آنکھوں سے دیکھ سکینگے اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرینگی اور یہیں عذاب اور نجات کے اسباب کا تعارض اور تلاوت قرآن کا دوسرے اسباب پر رجحان ظاہر کرتا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسبات کا بیان فرمایا ہے کہ بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے میں کہتا ہوں بعض سورتوں کو اپنے ماسوا پر فضیلت ہوتی ہے اسکی کئی وجہیں ہیں ایک تو فضیلت کا یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ سورت صفات الٰہی میں تفکر کرنے کے سبب ہوتی ہے اور اسمیں صفات کی جامعیت پائی جاتی ہے مثلاً آیت کرسی اور سورہ حشر کے اخیر کی آیات اور قل ہو اللہ احد یہ چیزیں قرآن کے اندر اس درجہ کی ہیں جسطرح تمام اسمائے الٰہی میں اسم اعظم کا درجہ ہے ایک فضیلت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انکا نزول بندوں کی زبانوں کے موافق ہوتا ہے گویا بندوں کی طرف سے خدا تعالیٰ اسکو نازل فرماتا ہے تاکہ انکو خدا تعالیٰ سے تقرب حاصل کرنیکا طریقہ معلوم ہو جائے جیسے سورۂ فاتحہ اسکا درجہ سورتوں میں ایسا ہے جیسے تمام عبادات میں فرائض کا درجہ ہے ازانجملہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورت جامع ترین سورتوں میں ہو جیسے سورہ بقرہ اور آل عمران۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یٰس کی فضیلت میں بیان کیا ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اسکا سبب یہ ہے کہ دل ایک چیز کے درمیان میں ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور سورہ یٰس ان سورتوں سے جو دو سو آیت یا اس سے زیادہ کی ہیں کم ہے اور سورہ مفصلات سے زیادہ ہے اور نیز اس کے اندر توکل اور تفویض اور توحید کا انطاکیہ کے مسلم کی زبان پر بیان ہے یعنی اس آیت میں ومالی لا اعبد الذی فطرنی مجھ کو کیا ہوا ہے جو نہ عبادت کروں پیدا کرنیوالے کی پرستش کروں

[illegible]

لہ تحدث وحده [illegible] احب [illegible] عظامهما [illegible] ومن [illegible] محمد [illegible] ای عظیم [illegible] ای اللاذة [illegible] ضرب لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] الاترجة [illegible] والنار [illegible] وآمثالك المنافق الذی لا یقرأ القرآن والتمر [illegible] المسافق الذی یقرؤہ کما دوالصحیحین عن ابی موسیٰ والاترجة المطربة ۱۲

[illegible] مذكورة تامة كاملة وفي تبارك الذي سنعت لرجل حتى غفر له وهو [illegible] فضة رجح بواه النبي صلى الله عليه وسلم في بعض مكاشفاته وان يرغب في فهمه [illegible] ويحضر [illegible] من نقصان الابل في [illegible] به وبلاوته عند الشرف القلوب وجمع الخاطر وغيره [illegible] وحسن الصوت به وبكاء والتباكي عند فهمه امن [illegible] وهو التفكر [illegible] عن حمته [illegible] الا انه لا يفقه معناه حينئذ وجاءت [illegible] في [illegible] العرب تسهيلا عليهم لانهم [illegible] والشيخ الكبير [illegible] وفي [illegible] له عليه وسلم في [illegible] عنه عز وجل يا عبادي اني حرمت الظلم على نفسي [illegible] الا من هديته [illegible] كان في بني اسرائيل رجل قتل تسعة وتسعين نفسا [illegible] الحديث ان عبدا اذنب ذنبا [illegible] الحديث [illegible] الحديث [illegible] [illegible] واحد [illegible] [illegible] العبادة [illegible]

[illegible] جاتے ہیں اور تبارک الذی [illegible] اسکو بخشدیا اور [illegible] شخص کا قصہ ہے کہ [illegible] عالت [illegible] قرآن کے یاد [illegible] کے ساتھ [illegible] سمجھا جائے [illegible] نیز قرآن کو [illegible] [illegible] دل کو [illegible] اور [illegible] سکے اور نیز خوش [illegible] سے پڑھے [illegible] پڑھتے وقت [illegible] حرام کیا جائے اور تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے سے ممانعت کیا ہے [illegible] نہیں ہو سکتے اور عرب کی لغت کے موافق قرآن کے پڑھنے کی اجازت دیگئی [illegible] قسم کے لوگ [illegible] بوڑھے [illegible] قرآن کے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] [illegible] یا عبادی انی حرمت الخ اے میرے بندو ظلم کو میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے [illegible] حرام کیا ہے اسلئے تم باہم ظلم مت کرو اے میرے بندو تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسکو میں ہدایت دوں [illegible] کان فی بنی اسرائیل الخ قوم بنی اسرائیل میں سے ایک ایسا شخص تھا جسنے [illegible] آدمیوں کا خون کیا تھا [illegible] اور لله اشد فرحا الخ الحدیث اور ان عبدا اذنب الخ الحدیث اور ان لله مائۃ الخ الحدیث اور [illegible] الحدیث اور وہ احادیث جنمیں دنیا کو اس پانی کے ساتھ مشابہت دی ہے جو دریا میں سے انگلی کو لگ جاتا ہے اور [illegible] ساتھ جو گوش بریدہ اور مرا پڑا تھا تشبیہ دی ہے۔

سلہ [illegible] [illegible] الابل في عقلها [illegible] [illegible] عن ابي سعيد [illegible] [illegible] [illegible] رواه النسائي عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه [illegible] [illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible] القرآن [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] عن جابر [illegible] رسول الله صلى الله عليه وسلم [illegible] وقال ان الدنيا اهون عند الله من هذا عليكم والاسك مقطوع الاذن [illegible]

اللهم ارزقنا حقيقة معرفتك

والروح لها حياة بعد مفارقة البدن ولكن لا يظهر آثار الحياة كاملة بدونه ولذلك قال الله تعالى
لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال
بالنيات ونبه النبي صلى الله عليه وسلم في كثير من المواضع ان من صدقت نيته ولم يمكن من عمل
لمانع منع من عمل ذلك العمل كالمسافر والمريض لا يستطيعان وردا واظبا عليه فكتب لهما و
كمن صدق العزم في الانفاق وهو مملق يكتب كأنه انفق واعني بالنية المعنى الباعث على العمل
من التصديق بما اخبر الله على ألسنة الرسل من ثواب المطيع وعقاب العاصي او حب امتثال
حكم الله فيما امر ونهى ولذلك وجب ان ينهى الشارع عن الرياء والسمعة ويبين مساويهما اصرح
ما يكون فمن ذلك قوله صلى الله عليه وسلم ان اول الناس يقضى عليهم يوم القيمة ثلاثة رجل
استشهد في الجهاد ليقال له هو رجل جريء ورجل تعلم العلم وعلمه ليقال هو عالم ورجل انفق
في وجوه الخير ليقال هو جواد فيؤمر بهم فيسحبون على وجوههم الى النار وقوله صلى الله عليه وسلم
عن الله تعالى انا اغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملا اشرك فيه غيري تركته وشركه
اما حديث ابي ذر رضي الله عنه قيل يا رسول الله ارأيت الرجل يعمل العمل من الخير
ويحمده الناس عليه قال تلك عاجل بشرى المؤمن فمعناه ان يعمل العمل لا يقصد به
الا وجه الله فينزل القبول الى الارض فيحبه الناس وحديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه

واضح رہے کہ عمل کی روح نیت ہے اور عبادت اس کا بدن ہے اور بغیر روح کے بدن کی حیات نہیں ہوتی اور بعد مفارقت
بدن کے بھی روح کو ایک قسم کی حیات رہتی ہے مگر بغیر بدن کے حیات کے آثار پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتے اسلئے اللہ
پاک فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا (نہیں پہونچیگی خدا تعالی کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون مگر
تمہاری پرہیزگاری انکے پاس پہونچتی ہے) اور آپ نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات (اعمال نیتوں کے
ساتھ ہوتے ہیں) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع میں اس شخص کو جسکی نیت صادق ہو لیکن اسکو
عمل کرنے سے کوئی چیز مانع ہو اُس عمل کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جیسے مسافر و مریض اگر انکو صحت و
اقامت کی حالت میں کسی وظیفہ کا التزام تھا اور اب ان سے نہیں ہو سکتا تو بدستور ان کے نامۂ اعمال میں وہ وظیفہ لکھا جاتا ہے
یا خدا تعالی کی راہ میں خرچ کرنے کا کسی شخص کا مستحکم ارادہ ہے مگر وہ تنگدستی کے سبب سے نہیں کر سکتا وہ شخص خرچ کرنے
کے برابر لکھا جائیگا اور نیت سے ہماری مراد وہ معنی ہیں جو عمل کا باعث ہوتے ہیں یعنی خدا تعالی کے رسولوں کی زبان پر
طاعت کرنیوالے کو ثواب اور نافرمان کا عذاب بیان فرمایا ہے اس کا سچ سمجھنا یا خدا تعالی کے امر و نہی کی بطیب خاطر
بجا آوری کرنے سے خوش ہونا اسی لیے شارع کو ریا و سمعہ سے نہی کرنا اور انکی برائیوں کا صاف طور پر بیان کرنا ضروری
ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اول الناس الخ لوگوں میں سے اول جنپر قیامت کے دن حکم
کیا جائے گا وہ تین شخص ہیں ایک تو وہ شخص جو جہاد میں اسلیے شہید ہوا کہ لوگ اسکو دلیر بتائیں اور دوسرا وہ شخص جسنے علم سیکھا
تاکہ لوگ اسکو عالم بتائیں تیسرا وہ جو طریقوں خیر میں خرچ کرتا ہے تاکہ لوگ اسکو سخی بتادیں پس ان لوگوں کو حکم کیا جاویگا اور
منہ کے بل جہنم کیطرف گھسیٹے جاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکایۃً عن اللہ تعالی فرمایا ہے انا اغنی الشرکاء الخ میں سب شریکوں سے زیادہ
بے پرواہ ہوں جس آدمی نے میرے لیے کسی کو شریک کرکے کوئی کام کیا تو میں نے اسکو اور اسکے شریک کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوذر
نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس آدمی کے باب میں کیا
فرماتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اسکی تعریف کرتے ہیں آپ نے فرمایا تلک عاجل الخ ایماندار کی یہ جلد بشارت ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص محض
خدا کے واسطے کام کرتا ہے اسلئے زمین پر اسکی مقبولیت نازل ہو جاتی ہے اور لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں۔

قلت یا رسول الله بینا انا فی بیتی فی مصلای اذ دخل علی رجل فاعجبنی الحال التی رانی علیها قال رحمك الله یا ابا هریرة لك اجران اجر السر واجر العلانیة فمعناه ان یکون الاعجاب معفوا لا یبعث بمجرده علی العمل واجر السر اجر الاخلاص الذی یتحقق فی السر واجر العلانیة اجر اعلاء دین الله واشاعة السنة الراشدة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیارکم احاسنکم اخلاقا اقول لما کان بین السماحة والعدالة نوع من التعارض کما نبهنا علیه وکان علوم الانبیاء علیهم السلام علی رعایة المصلحتین واقامة الدین والجمع بینهما ما امکن وجب ان لا یعین فی النوامیس للسماحة الا اشیاء تکون من مظان العدالة وتؤیدها وتنبه علیها فنزل الامر بحسن الخلق وهو عبارة عن مجموع امور من باب السماحة والعدالة فانه یتناول الجود والعفو عمن ظلم والتواضع وترك الحسد والحقد والغضب وکل ذلك من السماحة ویتناول التودد الی الناس وصلة الرحم وحسن الصحبة مع الناس ومواساة المحتاجین ونحو ذلك من باب العدالة والفصل الاول یعتمد علی الثانی والثانی لا یتم الا بالاول وذلك نعمة عظیمة مرعیة فی النوامیس الالهیة ولما کان اللسان اسبق الجوارح الی الخیر والشر وهو قوله صلی الله علیه وسلم وهل یکب الناس علی مناخرهم الا حصائد السنتهم وایضا فان افته عمل الاخبات والعدالة والسماحة جمیعا الاکثار من الکلام بغیر ذکر الله والغیبة والبذاء ونحوها تعیینا امت البین

کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ اپنے مکان میں مصلے پر بیٹھا تھا کہ اس اثنا میں ایک شخص پیچھے آ پہنچا تو مجکو جو اس نے اس حال میں دیکھا تو میری طبیعت خوش ہوئی آپ نے فرمایا رحمک اللہ یا ابا ہریرہ اجران اجر الخ اللہ تعالی تجھ پر رحم کرے تیرے لیے دو اجر ہیں ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر ظاہر کا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ عجب نفسانی مغلوب ہو اور صرف عجب نفسانی عمل پر باعث نہو اور اجر سر سے اخلاص کا اجر مراد ہے جو کہ پوشیدہ چیز ہے اور اجر علانیہ سے دین الہی کے بلند کرنے اور سنت راشدہ کے شائع کرنے کا اجر مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیارکم الخ بہترین تم میں کے وہ لوگ ہیں جنکی عادات عمدہ ہیں۔ میں کہتا ہوں چونکہ سماحت وعدالت میں ایک قسم کا تعارض ہے جس پر ہم متنبہ کر چکے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے علوم کی بنا دونوں مصلحتوں کی رعایت کرنے اور نظام دارین کام کرنے اور حتی الامکان مصالح کے جمع کرنے پر ہے لہذا شرائع کے اندر ضروری ہوا کہ سماحت کے علامات علاوہ اشیاء جنکو عدالت کے ساتھ التزام ہو اور اس کے مؤید اور اسپر متنبہ کرنیوالے ہوں مقرر کئے جائیں اسواسطے حسن اخلاق کا حکم دیا گیا اور وہ سماحت اور عدالت کے باب سے بہت سے امور کے مجموعہ کا نام ہے کیونکہ حسن اخلاق جود اور ظلم کرنیوالے سے عفو اور تواضع اور ترک حسد اور کینہ اور غضب کو شامل ہے اور یہ سب امور سماحت کے قبیلہ سے ہیں اور نیز لوگوں سے محبت اور صلہ رحم اور حسن صحبت مع الناس اور حاجتمندوں کی غمخواری کو شامل ہے اور یہ سب باتیں عدالت کے باب سے ہیں اور پہلی قسم کے امور کا مدار دوسری قسم کے امور پر ہے اور دوسری قسم پہلی قسم کے بغیر ناتمام ہے اور یہ ایک بڑی مہربانی ہے جسکا شرائع الہیہ میں اعتبار کیا گیا ہے اور چونکہ بہ نسبت سب اعضاء کے زبان کو خیر وشر کیجانب جلد سبقت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وھل الخ اور لوگوں کو کوئی چیز نتھنوں کے بل اوندھا جہنم میں نہیں گراتی مگر یہی زبانوں کی کھیتی ہے اور نیز زبان کی آفات اخبات اور سماحت اور عدالت میں خلل انداز ہیں کہ کثرت سے کلام کرنا ذکر الہی سے غافل کرتا ہے اور غیبت اور بیہودہ باتیں اور انکے مثل باہم فساد ڈالتی ہیں۔

النفس تصطبغ بصبغه فاذا ذكر كلمة الغضب لابد ان تنصبغ النفس بالغضب وعلى هذا القياس
والاصطباغ يفضي الى التشبه فيجب ان يبحث الشرع عن آفات اللسان اكثر من آفات غيره وآفات
اللسان على انواع منها ان يخوض في كل واد فتجتمع في الحس المشترك صور تلك الاشياء فاذا توجه
الى الله لم يجد حلاوة الذكر ولم يستطع تدبر الاذكار ولهذا المعنى نهي عما لا يعني ومنها ان يهيج
فتنة بين الناس كالغيبة والجدل والمراء ومنها ان يكون مقتضى تغشي النفس بغواشي عظيمة من
الغضب والشهوة كالشتم وذكر محاسن النساء ومنها ان يكون سبب تمدد وتنسيان جلال
الله وتعمقه عما عند الله كقوله للملك ملك الملوك ومنها ان يكون منافيا لمصالح الملة بان
يكون مرغبا لما امرت الملة بهجره كمدح الخمر وتسمية العنب كرما او يبهم كتاب الله كتسمية المغرب
عشاء والعشاء عتمة ومنها ان يكون كلاما شنيعا مثل ذكر الافعال الشنيعة منسوبة الى الشياطين
كالتغوط وذكر الجماع والاعضاء المستورة بصريح ما وضع لها وكذكر ما يتطير به كقوله ليس في البيت
نجاح ونحوه ولابد من بيان مآخذ وقوعه من مظان السماحة وتمييز ما اعتبره الشرع مما لم يعتبره
فمنها الزهد فان النفس ربما تميل الى شره الطعام واللباس والنساء حتى تكتسب من ذلك لونا
فاسدا يدخل في جوهرها فاذا نفضه الانسان عن نفسه فذلك الزهد في الدنيا وليس ترك

[illegible]
غصہ کا کلمہ اسکی زبان سے نکلتا ہے دل کے اندر اسکا جوش پیدا ہو جاتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور دل کے اندر اس کیفیت کا
پیدا ہونا اس کیفیت کے متشکل ہونے اور اسکے تشبہ کا سبب ہوتا ہے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ شریعت بہ نسبت اور اعضا
کے آفات کے زبان کی آفات سے زیادہ تر بحث کیجائے اور آفات لسانی کے بہت سے اقسام ہیں از انجملہ یہ ہے کہ
ہر ایک وادی میں خوض کرے اس کے سبب سے ان چیزوں کی صورتیں آدمی کی حس مشترک میں جمع ہو جاتی ہیں اور جب خدا تعالیٰ
کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو ذکر الہٰی میں اسکو کچھ حلاوت نہیں معلوم ہوتی اور اذکار میں کچھ تدبر نہیں کر سکتا یہی سبب ہے کہ
بیہودہ باتوں سے ممانعت کی گئی ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ لوگوں میں فتنہ کا پیدا کرنا جیسے غیبت اور مجادلہ اور لوگوں کا بکنا
اور از انجملہ یہ کہ وہ کلام اس قسم کا ہو جس سے قوت سبعیہ یا شہویہ کے اثر عظیم سے نفس متاثر ہوتا ہے جیسے گالیاں بکنا
اور عورتوں کے محاسن کا ذکر کرنا اور از انجملہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت سے غافل ہونا اس کلام کا سبب ہو
جیسے کسی بادشاہ کو شاہنشاہ کہنا اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مصالح دینی میں خلاف ہو یا جو امر کہ دین میں جس چیز کے ترک کرنے کا
حکم ہے اس کلام سے اس چیز یعنی عقد کی رغبت پیدا ہو جیسے شراب کی تعریف کرنا یا انگور کا نام کرم رکھا یا کتاب الٰہی میں
اس سے تغیر لازم آتا ہو جیسے مغرب کا نام عشاء اور عشاء کا نام عتمہ رکھنا اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام شنیع بیہودہ ہو جیسے افعال
جو شیاطین کیطرف منسوب ہوتے ہیں جیسے فحش باتیں بکنا ہے اور جماع اور اعضاء مستورہ کا صاف صاف الفاظ میں
ذکر کرنا یا جیسے اس چیز کا ذکر کرنا جس سے بدشگونی لیجاتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ گھر میں نجاح (کامیابی) نہیں ہے اور نہ برکت پھر ان
چیزوں کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جو سماحت کے دلائل ہیں اور بکثرت ان کا وقوع ہوتا ہے اور نیز ان اخلاق کا جنکا شارع
نے اعتبار کیا ہے ان سے متمیز کرنا اور شارع نے اعتبار نہیں کیا ضروری ہے از انجملہ زہد ہے کیونکہ نفس بسا اوقات کھانے پینے
کی حرص اور عورتوں کیطرف رغبت کرتا ہے حتیٰ کہ ان باتوں سے اسکے جوہر میں ایک خراب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب
انسان اپنے نفس سے اس بات کو دور کر دیتا ہے تو دنیا کے اعتبار سے وہ زاہد ہوتا ہے اور مقصود بالذات خوردنی چیزوں کا چھوڑنا نہیں

له کما قال صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیه حاشیہ سے الکلام ہوسکتا ہی کہا گیا کتاب اللہ کہیں غیر عربی لفظ ای دوم

بل ما يطلب تحقيقه هذه الخصلة وقال النبي صلى الله عليه وسلم الزهادة في الدنيا ليست بتحريم الحلال ولا اضاعة المال ولكن الزهادة في الدنيا ان لا تكون بما في يديك اوثق منك بما في يدي الله وان تكون في ثواب المصيبة اذا اصبت بها ارغب فيها لو انها ابقيت لك وقال ليس لابن آدم حق في سوى هذه الخصال بيت يسكنه وثوب يواري عورته وجلف الخبز والماء[1] وقال بحسب ابن آدم لقيمات يقمن صلبه وقال طعام الاثنين كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي الاربعة يعني ان الطعام الذي يشبع الاثنين يكفي الثلاثة اذا اكله الثلاثة على التوسط يريد الترغيب في المواساة وكراهية التشبع ومنها القناعة وذلك ان الحرص على المال ربما يغلب على النفس حتى يخرج جهاده من قلبه ويسهل عليه تركه فذلك القناعة وليست القناعة ترك ما يرزقه الله تعالى من غير اشراف النفس قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس الغنى عن كثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس وقال يا حكيم ان هذا المال خضر حلو فمن اخذه بسخاوة نفس بورك له فيه ومن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذي يأكل ولا يشبع واليد العليا خير من اليد السفلى[2]

بلکہ اس خصلت کے حاصل کرنے کے لیے ان چیزوں کا ترک مطلوب ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الزهادة في الدنيا ليست بتحريم الحلال ولا اضاعة المال دنیا کی زہد حلال کے حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے سے بلکہ دنیا کا زہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس چیز سے زیادہ تجھکو اپنا اعتماد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور جب تجھکو کوئی مصیبت پہونچے تو اس مصیبت کے ثواب کی رغبت زیادہ اس مصیبت کے باقی رہنے میں تجھکو پسند ہو اور فرمایا ہے ليس لابن آدم حق في سوى هذه الخ بنی آدم کے لیئے سوائے ان چیزوں کے اور ضروری نہیں ہے گھر رہنے کے لیئے کپڑا ستر ڈھانکنے کے لیئے اور روٹی اور پانی کے پینے کو کوئی برتن اور نیز فرمایا ہے بحسب ابن آدم الخ آدمی کیلئے چند چھوٹے چھوٹے لقمے کافی ہیں جن سے پیٹ کو سیدھا کر سکے اور فرمایا ہے طعام الاثنين كافي الثلاثة الخ دو آدمیوں کا کھانا تین کو اور تین شخصوں کا چار کو کافی ہے یعنی جسقدر کھانے سے دو شخصوں کو سیر ہو سکتا ہے اگر اسکو تین ہی کھالیں تو اوسط درجہ انکو کافی ہو سکتا ہے اس سے آپکا مقصود غمخواری میں رغبت دلانا اور شکم سیری کی حرص کو مکروہ سمجھنا ہے اور از انجملہ قناعت ہے اسکا بیان یہ ہے کہ مال کی حرص بسا اوقات آدمی کے نفس پر غالب ہوتی ہے حتی کہ انکے جوہر میں داخل ہو جاتی ہے پس جب اس حرص کو اپنے قلب سے دور کر دیتا ہے اور مال کا چھوڑنا اسپر آسان ہوتا ہے تو اس صفت کا نام قناعت ہوتا ہے اور قناعت اسکا نام نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو انسان کو عطا فرمایا ہے بے رغبتی کے ساتھ اسکا ترک کر دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے يا حكيم ان هذا المال خضر حلو فمن اخذه بسخاوة نفس بورك له فيه ومن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذي الخ اے حکیم یہ مال سرسبز شیریں ہوتا ہے پس جو شخص کہ سخاوت کے ساتھ اسکو لے لیتا ہے تو اسمیں برکت دیجاتی ہے اور جو شخص حرص نفسانی کے ساتھ لیتا ہے تو اسمیں برکت نہیں دیجاتی اور وہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[1] بکسر الجیم وسکون اللام ... الخبز والماء ... [illegible]

[2] ... والعليا المعطية والسفلى السائلة ۱۲

اذا جاءك من هذا المال شئ وانت غير مشرف ولا سائل فخذه فتموله وما لا فلا تتبعه نفسك ومنها الجود وذلك لان حب المال وحب امساكه ربما ملك القلب ويحيط بجوانبه فاذا قدر على انفاقه ولم يجد له بالا هو الجود وليس الجود اضاعة المال وليس المال مبغضا لعينه فانه نعمة كبيرة قال صلى الله عليه وسلم اتقوا الشح فان الشح اهلك من قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم وقال عليه الصلوة والسلام لا حسد الا في اثنتين الحديث وقيل او يأتي الخير بالشر فقال انه لا يأتي الخير بالشر وان مما ينبت الربيع ما يقتل حبطا او يلم وقال صلى الله عليه وسلم من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له ومن كان له فضل زاد فليعد به على من لا زاد له فذكر من اصناف المال حتى راينا انه لا حق لاحد منا في فضل وانما رغب في ذلك اشد الترغيب لانهم كانوا في الجهاد وكانت بالمسلمين حاجة واجتمع فيه لسد حاجة واقامة نظم الملة وابقاء مهج المسلمين ومنها قصر الامل وذلك لان الانسان يغلب عليه حب الحياة حتى يكره ذكر الموت ويرجو من طول الحياة شيئا لا يبلغه فان مات في هذه الحالة عذب بنزوعه الى ما اشتاق اليه ولا يجده وليس العمر في نفسه مبغضا بل هو نعمة عظيمة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اذا جاءك من هذا المال شئ وانت غير مشرف الخ اس مال میں سے جب تیرے پاس کچھ آوے اور تو نہ حریص ہو اور نہ سائل تب تو اسکو لے لے اور آسودہ ہو ورنہ اسکے پیچھے مت لگ اور از انجملہ جود ہے اس کا بیان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اس کے جمع کرنے کی محبت بسا اوقات قلب پر غلبہ کر کے اس کو محیط ہو جاتی ہے اور جب آدمی اسکے خرچ کرنے پر قادر ہوتا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتا اسکا نام جود ہوتا ہے اور مال کے ضائع کرنے کا نام جود نہیں ہے اور نہ خود مال کوئی مبغوض چیز ہے بلکہ ایک بڑی نعمت ہے آپ نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اهلك من الخ بخل سے بچتے رہو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اسی نے انکو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ باہم خونریزی کریں اور حرام چیزوں کو حلال سمجھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا حسد الا فی اثنتین دو شخصوں کے سوا کسی سے حسد نہیں ہے الخ اور کسی نے آپ سے عرض کیا کیا خیر سے شر پیدا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا انه لا یاتی الخ البتہ خیر سے شر نہیں پیدا ہوتا اور بیشک بہار میں بعض چیزیں ایسی پیدا ہوتی ہیں جو تخمہ پیدا کر کے ہلاک کر دیتی ہیں۔ یا قریب ہلاکت کر دیتی ہیں اور نیز آپ نے فرمایا ہے من کان الخ جس شخص کے پاس حاجت سے زیادہ سواری ہو تو جس کے پاس سواری نہیں ہے اسکو وہ سواری دیدے اور جس کے پاس حاجت سے زیادہ توشہ ہو اس کو چاہیئے کہ جس کے پاس توشہ نہیں ہے اسکو دیدے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے اس قدر اقسام ذکر کیے جس سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم میں سے کسی کو اس مال میں جو حاجت سے زیادہ ہو کچھ حق نہیں ہے اور اسقدر رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے دلائی کہ جہاد کی حالت میں تھے اور مسلمانوں کو احتیاج لاحق ہو رہی تھی اور اس میں سماحت بھی پائی جاتی ہے اور نظام ملت کا بھی قائم کرنا ہے اور مسلمانوں کی جان کا بھی باقی رکھنا ہے اور از انجملہ قصر امل۔ یعنی آرزو کا کوتاہ کرنا ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ انسان پر زندگی کی محبت غالب ہوتی ہے حتی کہ موت کا ذکر اسکو ناگوار ہوتا ہے اور اسقدر زندہ رہنے کی امید رکھتا ہے کہ اس حد تک وہ زندہ نہیں رہ سکتا ایسی حالت میں جب آدمی مرجاتا ہے تو جس چیز کی اسکو تمنا تھی اس کے نہ پانے سے اسکو تکلیف و عذاب ہوتا رہتا ہے اور فی نفسہ زندگی کوئی مبغوض اور ایسی چیز نہیں ہے جو خدا تعالی کو ناپسند ہو بلکہ وہ ایک نعمت عظمی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

سلہ تعالیٰ ... [illegible]

كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل وخط خطا مربعا وخط خطا في الوسط خارجا منه وخطط
صغارا إلى هذا الذي في الوسط من جانبه الذي في الوسط فقال هذا الإنسان
وهذا أجله محيط به وهذا الذي هو خارج أمله وهذه الخطط الصغار الأعراض[1] فإن أخطأه
هذا نهشه هذا وإن أخطأه هذا نهشه هذا وقد عالج النبي صلى الله عليه وآله وسلم ذلك بذكر هاذم[2]
اللذات وزيارة القبور والاعتبار بموت الأقران وقال صلى الله عليه وسلم لا يتمنين أحدكم
الموت ولا يدع به من قبل أن يأتيه إنه إذا مات انقطع عمله ومنها التواضع وهو أن لا تتبع النفس
داعية الكبر والعجب حتى يزدري[3] بالناس فإن ذلك يفسد نفسه ويجر على ظلم الناس
ولا ندراء وقال صلى الله عليه وسلم لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر فقال
رجل إن الرجل يحب أن يكون ثوبه حسنا ونعله حسنة فقال إن الله جميل يحب الجمال
الكبر بطر الحق وغمط الناس وقال عليه السلام ألا أخبركم بأهل النار كل عتل مستكبر وقال
عليه السلام بينما رجل يمشي في حلة تعجبه نفسه مرجل رأسه يختال في مشيه إذ خسف

کن فی الدنیا الخ دنیا میں ایسا رہ جیسے پردیسی بلکہ راہ کا چلنے والا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ
ایک مربع خط کھینچا اور پھر اس کے وسط میں ایک خط کھینچا۔ اور باہر تک اسکو نکالا اور پھر اس بیچ والے خط کے
ساتھ اور چھوٹے چھوٹے خط ملائے مگر اسی قدر کے ساتھ جتنا وہ مربع کے اندر اندر تھا اسکی شکل یہ ہے۔

اور بیچ کے خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ انسان ہے۔ اور اس مربع کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔
یہ اسکی اجل ہے جو اسکو گھیر رہی ہے۔ اور یہ جو باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اسکی آرزو ہے اور یہ چھوٹے
چھوٹے خطوط عوارض ہیں۔ اگر یہ حادثہ اس سے بچ جاتا ہے تو یہ پیچھے لگ جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طول
امل کی بیماری کا علاج موت کے ذکر اور قبروں کی زیارت اور ساتھیوں کی موت سے عبرت حاصل کرنے کے ساتھ بیان فرمایا
ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے لا یتمنین احدکم الموت الخ تم میں سے کوئی موت کی تمنا
نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب آدمی مرگیا اسکا عمل منقطع ہوگیا۔ اور از انجملہ تواضع ہے
تواضع کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو تکبر اور خود پسندی کے طرف نہ لے جائے جس سے آدمی لوگوں کو اپنے اعتبار سے
حقیر اور رذیل جانتا ہے اور اسکے باعث سے اسکا نفس خراب ہوجاتا ہے اور لوگوں پر ظلم کرنے اور انکو ذلیل سمجھنے پر
برانگیختہ کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال
ذرۃ من الکبر الخ جس کے قلب میں ذرہ کے برابر تکبر ہے جنت میں نہ جائے گا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا دل
چاہتا ہے اچھا جوتہ ہو تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ جمیل ہر جمال کو پسند کرتا ہے تکبر تو حق کے نہ ماننے اور لوگوں کے ذلیل
سمجھنے کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا اخبرکم باہل النار الخ کیا میں تم کو دوزخیوں کی خبر نہ دوں وہ سب لوگ ہیں کہ سخت مزاج
ہونے کے ساتھ تکبر کرنے والے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بینما رجل الخ یعنی ایک شخص عمدہ پوشاک
پہنے ہوئے خود پسندی کے ساتھ اتراتا ہوا جارہا تھا۔

---

[1] یعنی بل ۱۲ سلہ جس خط سے خارج ہوں ... [illegible] ... الآفات والبلیات والامراض ۱۲

[2] بالمعجمۃ القاطعۃ ... [illegible] ... توحید و عبادات

[3] ... [illegible] ... ۱۲ اللّٰھم ارنا الحق حقا۔

فهو يتجلجل في الأرض إلى يوم القيامة. ومنها الحلم والأناة والرفق، وحاصلها أن لا يتبع داعية الغضب حتى يروّي ويرى فيه مصلحة، وليس الغضب مذموماً في جميع الأحوال. قال صلى الله عليه وسلم من يحرم الرفق يحرم الخير كله. وقال رجل للنبي صلى الله عليه وسلم أوصني قال لا تغضب فردد مراراً قال لا تغضب. وقال صلى الله عليه وسلم ألا أخبركم بمن يحرم على النار وبمن تحرم النار عليه على كل قريب هين لين سهل. وقال صلى الله عليه وسلم ليس الشديد بالصرعة إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب. **ومنها** الصبر وحقيقته [illegible] والبطر والذهول [illegible] وغير ذلك فيسمى بأسماء بحسب تلك الداعية قال الله تعالى إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب. وقال صلى الله عليه وسلم ما أوتي أحد عطاء أفضل وأوسع من الصبر. **وقد أمر** النبي صلى الله عليه وسلم بمظان [illegible] ونبه على معظم أبوابها وبين محاسن الرحمة [illegible] أهل المدن ومعاشرة أهل الحي وأهل المدينة [illegible] ولنذكر من ذلك أحاديث تكون أنموذجاً [illegible] قال صلى الله عليه وسلم اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة وقال عليه السلام إن الله [illegible] إن دماءكم وأموالكم [illegible] عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في

[illegible]

ندا تعالیٰ نے اس کو دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جاویگا۔ اور از انجملہ حلم ہے اور سہولیت اور نرم دلی ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ آدمی کو غصہ کے اسباب کیطرف توجہ نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس میں فکر نہ کرے اور مصلحت نہ دیکھے اور تمام اوقات میں غضب کی صفت مذموم نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر جو شخص نرمی سے محروم ہے سب نیکیوں سے محروم ہے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجئے آپ نے اس سے فرمایا غصہ مت کر پھر چند مرتبہ اسنے وہی کہا اور یہی فرمایا غصہ مت کر اور نیز آپ نے فرمایا ہے الا اخبرکم بمن یحرم علی النار کل قریب هین لین سهل کیا میں تمکو وہ شخص نہ بتادوں جو آگ پر حرام کئے جاویں وہ قریب بردبار نرم مزاج اور سہولیت والا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الخ سخت آدمی وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ کرے سخت تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور از انجملہ صبر ہے اور وہ آرام اور پریشانی اور خواہش نفسانی اور تنگی اور اظہار راز اور قطع محبت وغیرہ کے اسباب کا تابع ہوتا ہے ان اسباب کے لحاظ سے اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں اللہ پاک فرماتا ہے انما یوفی الصابرون الخ صابر لوگ تو بیحساب ہی اپنا اجر دیئے جاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما اوتی احد الخ کوئی شخص کوئی عطا زیادہ افضل وزیادہ فراخ صبر سے زیادہ نہیں دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالت کے علامات کے ساتھ حکم دیا ہے اور اس کے ابواب میں سے عظیم الشان باب پر آگاہ فرمایا اور خلق الہی پر رحمت کرنے کی خوبیاں بیان فرمائیں اور لوگوں کو انکی رغبت دلائی اور اسکے اقسام یعنی گھر والوں کا الفت سے رہنا اور کسی گاؤں کے لوگوں کے باہم معاشرت اور شہر والوں کی معاشرت اور بزرگان دین کی توقیر اور ہر ایک کو مرتبہ کے بیان فرمایا اس کے متعلق ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں جو اس باب کے لئے بطور نمونہ کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا الظلم الخ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکیاں بنجاویگا اور فرمایا ان اللہ حرم الخ خدا تعالیٰ نے تمہارے اوپر تمہارے خون اور تمہارے مال تمکو حرام کیا ہے جسطرح تمہارے اس دن کی تمہارے

سلے بجانب گھر وہیں اور مدد دار و شیں ہوا [illegible]

[illegible] وقال [illegible]

[illegible] وتقضی [illegible]

[illegible] وقال فی صحیفۃ [illegible]

[illegible]

[illegible] المومن للمومن [illegible]

[illegible] محبت اور ہمدردی [illegible]

[illegible] جو کوئی شخص [illegible]

[illegible]

[illegible] بين السبابة والوسطى الساعي على الارملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله من ابتلي من هذه البنات
بشيء فاحسن اليهن كن له سترا من النار استوصوا بالنساء فان المرأة خلقت من ضلع وان اعوج ما في
الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وقال في حق الزوجة ان تطعمها اذا طعمت وتكسوها اذا اكتسيت
ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا في البيت اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فلم تأته فبات غضبان
عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح لا يحل للمرأة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه ولا تأذن في
بيته الا باذنه لو كنت آمر احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها ايما امرأة
ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة دينار انفقته في سبيل الله ودينار انفقته في رقبة ودينار انفقته على
مسكين ودينار انفقته على اهلك الذي اعظمها اجرا الذي انفقته على اهلك اذا انفق الرجل على اهله نفقة يحتسبها
فهو له صدقة ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه يا ابا ذر اذا طبخت مرقة فاكثر ماءها
وتعاهد جيرانك من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره والله لا يؤمن الذي لا يأمن جاره
بوائقه قال الله تعالى للرحم الا ترضين ان اصل من وصلك واقطع من قطعك

[illegible] ۱۲

[illegible] کلمۂ شہادت اور درمیان کی انگشت سے اشارہ فرمایا۔ جو شخص بیوگان و مساکین محتاج و گونگے کام و کاج [illegible]
[illegible] کرے گا تو وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالے کے برابر ہے من ابتلی [illegible] جو شخص لڑکیوں کی طرف
سے کچھ مشقت میں مبتلا ہو اور ان کے ساتھ بھلائی کرے اُن کے لیے آگ کی روک ہو جائیگی استوصوا بالنساء فان الخ
عورتوں کے باب میں وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور پسلی میں زیادہ ٹیڑھی اوپر کے حصہ میں ہے اگر تو اسکا سیدھا
کرنا چاہیگا تو اسکو توڑ ڈالے گا۔ بیوی کے حق میں آپ نے فرمایا ہے [illegible] کہ تو کھانا کھائے تو اس کو بھی کھلا اور تو کپڑا
پہنے تو اسکو بھی پہنا اور منہ پر مت مار اور اُسکی صورت بگڑنے کی دعا مت کر اور بجز خوابگاہ کے اس سے علیحدہ مت ہو اذا دعا الرجل الخ
اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاوے اور وہ اُسکے پاس نہ آوے اور خاوند اُس پر غصہ کی حالت میں سو رہے
تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں لا یحل للمرأۃ الخ خاوند کی موجودگی میں کسی عورت کو روزہ رکھنا
درست نہیں جبتک وہ اجازت نہ دے اور خاوند کی بلا اجازت کسی کو اُسکے گھر میں نہ آنے دے ولو کنت الخ
اور اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے سجدہ کرنے کے لئے حکم دیتا ایما امرأۃ الخ جو عورت
مر جاوے اور اسکا خاوند اُس سے خوش ہو جنت میں داخل ہوگی۔ [illegible] ایک تو وہ دینار ہے جس کو تو نے
خدا کی راہ میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی جان کے چھڑانے میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی مسکین
پر صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو اپنی بیوی پر صرف کیا۔ اُن سب کے اندر ثواب میں زیادہ وہ ہے جو اپنی بیوی پر تو نے
[illegible] اذا انفق الرجل الخ جو آدمی طلب ثواب کے قصد سے اپنی بیوی پر خرچ دے تو وہ اُس آدمی کیلئے صدقہ ہے
ما زال جبریل الخ ہمسایہ کے باب میں جبرئیل مجھکو ہمیشہ وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ عنقریب اسکو
وارث بناویں گے یا ابا ذر الخ اے ابو ذر جب تو شوربا پکاوے تو اس کا پانی زیادہ کیا کر اور اپنے ہمسایوں کی خبر لیا کر من کان الخ جو شخص خدا پر اور قیامت
کے دن پر یقین رکھتا ہے اسکو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستاوے والله لا یؤمن الخ خدا کی قسم جس کی ایذا سے اسکے پڑوسی امن میں نہیں ہے
وہ مومن نہیں ہے اور اللہ پاک نے رحم سے فرمایا ہے الا ترضین الخ کیا تو اس بات سے خوش نہیں ہے کہ جو تجھ کو جوڑے میں بھی اس سے جوڑوں اور جو تجھکو قطع کرے

لہ [illegible] ۱۲

من احب ان یبسط له فی رزقه وینسأ له فی اثره فلیصل رحمه من الکبائر عقوق الوالدین من الکبائر شتم الرجل والدیه یسب الرجل ابا الرجل فیسب اباه ویسب امه فیسب امه مسئلة هل بقی من بر ابوی شیء ابرهما به بعد موتهما فقال نعم الصلاة علیهما والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من بعدهما وصلة الرحم التی لا توصل الا بهما واکرام صدیقهما ان من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف شرف کبیرنا انزلوا الناس منازلهم من عاد مریضا او زار اخا له فی الله ناداه مناد بان طبت وطاب ممشاک وتبوأت من الجنة منزلا وهذه الاحادیث وامثالها تدل علی خلق العدالة وحسن المشارکة۔

المقامات والاحوال

اعلم ان للاحسان ثمرات تحصل بعد حصوله وهی المقامات والاحوال وشرح الاحادیث المتعلقة بهذا الباب یتوقف علی تمهید مقدمتین الاولی فی اثبات العقل والقلب والنفس وبیان حقائقها والثانیة فی بیان کیفیة تولد المقامات والاحوال منها۔

میں بھی اس سے قطع کروں۔ من احب ان یبسط الخ جو چاہے کہ رزق کی فراخی اور عمر کی درازی چاہے تو اسکو صلہ رحم کرنا چاہیے من الکبائر الخ ماں باپ کی نافرمانی کبائر میں سے ہے من الکبائر شتم الرجل الخ آدمی کو اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبائر میں سے ہے کسی شخص کے باپ کو کوئی گالی دیتا ہے تو وہ اسکے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اور جب کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ مسئلۃ ھل الخ کسی شخص کے ماں باپ مرگئے تھے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ کے سلوک میں اب بھی کچھ باقی ہے جو ان کے مرنے کے بعد ان سے سلوک کروں۔ تو آپ نے فرمایا ان پر رحمت کی خواستگاری اور ان کے لیئے مغفرت طلب کرنا اور ان کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اور اس قرابت کا جو ماں باپ ہی کے رشتے سے جوڑنا اور ان کے دوست کی توقیر کرنا۔ وان من اجلال الخ خدا تعالیٰ کی تعظیم میں بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کے جو قرآن کی قرأت کے اندر مبالغہ نہیں کرتا اور نہ نافرمانی کرتا ہے تعظیم اور صاحب سلطنت کی تعظیم ہے جو عادل ہو۔ لیس منا الخ جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی بزرگی نہ جانے ہم میں سے نہیں ہے انزلوا الخ لوگوں کو انکے درجے پر رکھو من عاد الخ جو کوئی مریض کی عیادت کرے یا فی سبیل اللہ اپنے کسی برادری ملاقات کو جائے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ندا کرنے والا اسکے لیئے یہ ندا کرتا ہے تو بھی اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے اپنے لیے جنت میں جگہ بنالی ہے یہ احادیث اور جو انکی مثل ہیں سب عدالت اور حسن مشارکت پر متنبہ کرتی ہیں۔

مقامات اور احوال کا بیان

معلوم کرو کہ احسان کے لئے بہت سے ثمرات ہیں جو اسکے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور انکو مقامات اور احوال کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس باب کے ساتھ جو احادیث متعلق ہیں انکی شرح دو مقدموں کی تمہید پر موقوف ہے پہلا مقدمہ عقل اور قلب اور نفس کے اثبات اور ان کے حقائق کے بیان میں دوسرا مقدمہ مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی کیفیت کے بیان میں۔

ــہ الغالی فیہ القرآن من یعدل جہدہ فی تحریہ الفاظہ من غیر فکرہ والجافی من ترک قرأتہ والعمل بہ والمقسط العادل ۱۲

المقدمة الاولیٰ

اعلم ان فی الانسان ثلاث لطائف تسمی العقل والقلب والنفس دل علی ذلک النقل والعقل والتجربة واتفاق العقلاء اما النقل فقد ورد فی القرآن العظیم ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون وورد حکایة عن اهل النار لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر وورد فی الحدیث اول ما خلق الله العقل فقال له اقبل فاقبل ثم قال له ادبر فادبر فقال ... وحدیث قال النبی صلی الله علیه وسلم دین المرء عقله ومن لا عقل له لا دین له وقال ... [illegible] ... ووردفی القرآن العظیم واعلموا ان الله یحول بین المرء وقلبه وورد ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید وفی الحدیث ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد واذا فسدت فسد الجسد الا وهی القلب وورد مثل القلب کریشة ... تقلبها الریاح ظهرا لبطن وورد فی الحدیث النفس تتمنی وتشتهی والفرج یصدق ذلک ویکذبه ویعلم من تتبع مواضع الاستعمال ان العقل هو الشیء الذی یدرک به الانسان ما لا یدرک بالحواس وان القلب هو الشیء الذی به یحب الانسان ویبغض ... وان النفس هو الشیء الذی به یشتهی الانسان ما یستلذه من المطاعم والمشارب و

مقدمہ اولیٰ: معلوم کرو کہ انسان کے اندر تین لطائف ہیں جن کو عقل اور قلب اور نفس کہتے ہیں ... اور عقلا کے اتفاق سے یہ تینوں چیزیں ثابت ہوتی ہیں نقل تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہے ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون عقلمندوں کے لیے اس میں بہت نشانیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل نار سے حکایۃً فرمایا ہے لو کنا نسمع الخ اگر ہم عقل رکھتے ہوتے تو اصحاب جہنم میں سے نہ ہوتے اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اول ما خلق اللہ الخ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے جو پیدا کی عقل کو پھر اس سے فرمایا سامنے آ وہ سامنے آئی پھر فرمایا پیچھے لوٹ جا پیچھے ہٹ گئی فرمایا ... اور آپ نے فرمایا ہے دین المرء عقلہ آدمی کا دین اس کی عقل ہے جس کی عقل نہیں اسکا دین نہیں ہے اور فرمایا ہے ... جس کو عقل دی گئی ہے اسکو کامیابی ہوئی۔ اگرچہ ان احادیث کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے مگر ... احادیث ... بعض بعض کی تائید کرتی ہیں اور قرآن پاک میں وارد ہے واعلموا ان اللہ یحول الخ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے مابین حائل ہو جاتا ہے اور وارد ہوا ہے ان فی ذلک الخ ... شہید ... ہے اس شخص کے لیے جس کا قلب ہو یا کان ڈالے اور وہ حاضر القلب ہو اور حدیث شریف میں وارد ہے الا ان فی الجسد الخ خبردار ہو جاؤ کہ بدن کے اندر ایک گوشت کی بوٹی ہے جب وہ درست ہوتی ہے بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتی ہے بدن بگڑ جاتا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے اور وارد ہوا ہے مثل القلب الخ دل کی مثال ایک پر کی سی ہے جو میدان میں پڑا ہوا ہے اور ہوائیں اس میدان میں اسکو منقلب یعنی لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہیں۔ اور وارد ہوا ہے النفس تتمنی الخ نفس آرزو و خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اسکی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے اور مواضع استعمال میں تتبع و تلاش کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقل اس چیز کا نام ہے جس سے ان چیزوں کا ادراک کرتے ہیں جو غیر محسوس ہوتی ہیں اور قلب اس چیز کا نام ہے جس سے انسان لذائذ یعنی کھانے اور پینے اور

[illegible] وأما العقل فمدبّر في موضعه [illegible] عقد [illegible]
و [illegible] شبه صورة [illegible] من الحس و [illegible]
في [illegible] ومتوهمات وحكاية المجردات بوجه من الوجوه [illegible]
[illegible] وجود و [illegible] سخط وما يشبهها محلها القلب و [illegible]
[illegible] وبجنسه محله [illegible] فتور بعض [illegible] إذا [illegible]
[illegible] على [illegible] كل واحد من هذه [illegible]
[illegible] وكلام [illegible] من [illegible]
[illegible] غضب و [illegible] حب لولا [illegible] ولولا معرفة [illegible]
و [illegible] وتوهم [illegible] ولولا [illegible] حكم في [illegible]
[illegible] في تحصيل [illegible] ولولا [illegible] للعقل [illegible]
[illegible] محسوسات ولولا صحة [illegible]
[illegible] القلب [illegible] كان [illegible] ولا [illegible] كل واحد منهم
بمنزلة ملك اهتم بأمر عظيم من فتح قلعة حصينة ونحوه فاستمد من خواصه [illegible]
[illegible] في فتح القلعة [illegible] ومن الرأي وإنما هم خدم [illegible]
[illegible] على حسب الصفات الغالبة في [illegible]
[illegible] وضمير

[illegible] کرنے کی [illegible] کرتا ہے [illegible]
[illegible] ثابت ہوتا ہے [illegible] اپنے موقع پر بات ثابت ہوگی [illegible]
وہ قوتیں اور افعال [illegible] کی صورت [illegible] تمام ہوتے ہیں [illegible]
تخیلات اور توہمات کے [illegible] اور بوجہ من الوجوہ مجردات سے حکایت کرنے کا محل [illegible]
وجود [illegible] اور خوشی و ناخوشی اور [illegible] کی چیزوں کا محل قلب ہے اور [illegible] چیز کے طلب کرنے کا [illegible]
[illegible] کا قوام موقوف ہے جگر ہے اور [illegible] یہ ہے کہ [illegible] اعضا [illegible]
[illegible] ایک [illegible] قوت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے [illegible]
[illegible] سے ہر ایک کا فعل [illegible] کی قوت کے بغیر تمام نہیں ہوتا [illegible]
[illegible] تو غصہ کا ہیجان نہیں ہوتا [illegible] کسی چیز کی محبت [illegible]
[illegible] تصدیق [illegible] ہوتی اور [illegible] معرفت [illegible]
[illegible] اگر [illegible] بدن میں قلب کا حکم نافذ ہو [illegible] تو انسان کو اپنے [illegible]
[illegible] کی [illegible] تو انسان کو کسی چیز کا ادراک نہیں ہو سکتا [illegible] محسوسات
کے [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible] اعضا [illegible] اور دماغ کی صحت موقوف ہے [illegible] ہر عضو کی صحت [illegible]
تو قلب و دماغ کی صحت باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہر ایک کا فعل [illegible]
ایک [illegible] ایک بادشاہ کے ہے جو کسی عظیم الشان کام کو [illegible] کسی مستحکم قلعہ کا فتح کرنا [illegible]
[illegible] کی مدد مانگتا ہے [illegible] فتح [illegible] وہ خود [illegible]
[illegible] ہے اور اسی کی رائے [illegible] ہوتا ہے اور وہ سب تو خدمتگار ہوتے ہیں [illegible] کی رائے [illegible]
ہوتے ہیں [illegible] ان صفات کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں جو [illegible] غالب ہوتے ہیں [illegible] کی دلیری اور بزدلی
[illegible] کے اعتبار سے [illegible] ہوتا ہے

فكما يختلف حال باختلاف الملوك وآرائهم وصفاتهم وإن كانت الجيوش والآلات متشابهة فكذلك يختلف حكم كل رئيس من الرؤساء الثلاثة في مملكة بدن الإنسان وتجيء الأفاعيل المنبجسة من كل واحد من هذه الثلاثة بلون متقاربة فيما بينها متماثلة في الأنواع الفروق ونوادر فيما بين هذه وذلك فإذا اعتبرت هذه هيأت كل الثلاثة مع أفاعيلها متقاربة ومزجتها لتي تقتضي تلك الأفاعيل متقاربة دما هي اللطائف الثلاث التي يبحث عنها لأن ثبت القوى بذواتها من غير عتبار شيء معها فيحسب من صفات القلب وأفعاله الغضب والجرأة والحب والجبن والرضا والسخط والوفاء بالعهد والتلون في الحب والبغض وحب الجاه والجود والبخل والرجاء والخوف والعقل من صفاته وأفعاله اليقين والشك والتوهم وطلب الأسباب للحوادث والتفكر في حيل جلب المنافع ودفع المضار والنفس من صفاتها الشره في المطاعم والملاذ اللذيذة وعشق النساء ونحو ذلك وأما التجربة فكل من استقرأ أفراد الإنسان علم لا محالة أنهم مختلفون بحسب جبلتهم في هذه الأمور منهم من يكون قلبه هو الحاكم على النفس ومنهم من يكون نفسه هي القاهرة على القلب أما الأول فإذا أصابه غضب أو هاج في قلبه طلب منصب عظيم يستهين في جنبه اللذات العظيمة ويصبر على تركها ويجاهد نفسه مجاهدة عظيمة في تركها

اسی طرح جس طرح بادشاہوں کی رائے اور صفات کے حساب سے حالات مختلف ہوتے ہیں اگرچہ لشکر اور ہتھیار یکساں ہی سے ہوں اسی طرح ان رؤسائے ثلاثہ میں سے ہر رئیس کا حکم بدن انسان کی مملکت میں مختلف ہوتا ہے بلکہ حاصل ہوتے افعال ان تینوں میں سے ہر ایک سے ویسے ہوتے ہیں وہ افعال باہم یا تو قریب قریب یا مربوط یا تفریط یا بطرف مائل یا ان دونوں کے مابین ہوتے ہیں پس جب ہر ان تینوں قوتوں کو مع انکے افعال متقاربہ اور انکے مزیج کے جو ان افعال کے مقتضی ہوتے ہیں اعتبار کریں تو انکو لطائف ثلثہ کہتے ہیں جن سے بحث کیجاتی ہے جو ان قوی کا نام بغیر کسی چیز کے ساتھ اعتبار کیے لطائف نہیں ہے قلب کے صفات اور اسکے افعال یہ ہیں غصہ دلیری محبت بزدلی خوشی قدیمی دوستی کی وفاداری کبھی یک شخص سے محبت کبھی عداوت حب جاہ جود بخل رجا خوف وغیرہ عقل کے صفات وافعال یہ ہیں یقین شک توہم ہر حادثہ کے لیے اسباب کی تلاش منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے کے طریقوں میں فکر کرنا وغیرہ ذلک اور نفس کے صفات کا شوق لذیذ لذیذ کھانے پینے کی چیزوں کی حرص اور عورتوں کی محبت وغیرہ ذلک۔ تجربہ سے ان قوائے ثلثہ کا ثبوت یہ ہے کہ جو شخص افراد انسانی کے استقرا و تفتیش کرے تو بلا محالہ اسکو یہ بات معلوم ہوگی کہ لوگ اپنی سرشت کے اعتبار سے ان امور میں مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جنکا قلب نفس کے اوپر حاکم ہوتا ہے اور بعض کے نفوس کو قلب پر غلبہ ہوتا ہے پہلی قسم کا انسان کو جب غصہ آتا ہے یا اس کے قلب میں کسی بلند درجہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو اسکے مقابلہ میں بڑی بڑی لذتوں کو حقیر سمجھتا ہے اور ان کے چھوڑنے پر صبر کرتا ہے انکے چھوڑنے میں وہ شخص اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ عظیم کرتا ہے

[1] قوله أما الأول أي من كان قلبه حاكماً والآخر هو صاحب النفس القاهرة والغيور الأول والأنفة الغيرة والحريص الثاني ويرعوي يمتنع من الشر والورطة المهلكة والنزوع الميل والمسكة العقل وقوله له محدا أي كل من استقرأ وعرض

انتہی منہ نواحیہم ١٢

وإذا زخرفت له إذا عرضت له شهوة اقتحم فيها وإن كان هو [illegible] ولا يلتفت إلى ما يرغب فيه من المناصب العالية، ويرهب منه من الذل والهوان وربما يوجد رجل غيور منكح شهي وتدعو به نفسه أشد دعوة فلا يركن إليها لما غلبه من قبيل الغيرة وربما يصبر على الجوع والعطش ولا يتناول شيئا لما غلبه من الأنفة وربما يوجد رجل حريص منكح شهي ومعدته قوية ويعلم فيها ضرر بعضه من جهة الطب أو من جهة الحكمة العملية ومن جهة سطوة بعض بني آدم فيخاف ويرتعش ويرعوي لم يقبله لهوى نفسه [illegible] على علوه وربما يجد الإنسان من نفسه نزوعا وجنبا من [illegible] على داعية ويتكرر منه فعل مشابه [illegible] حتى يضرب به المثل [illegible] في اتباع هواه [illegible] وربما تجد رجلا يغلب عقله على غضبه [illegible] نقيب حبته وحصره [illegible] بل يستحب له [illegible] يبتغي [illegible] عن حكم الشرع [illegible] وطلب الجاه والنفوذ عن نفسه فهو يكظم الغيظ ويصطبر [illegible] غضبه وشدة جرأته

اور دوسری قسم کے [illegible] اور [illegible] غیرت سے [illegible] اور [illegible] ذلت [illegible] اور بسا اوقات غیرت [illegible] آدمی کو کسی خواہش سے [illegible] اس کے [illegible] غیرت کے سبب [illegible] پیدا ہوتی [illegible] اس کی سرشت میں [illegible] بسا وقات [illegible] صبر [illegible] اور جب کسی حریص آدمی کو خواہش کے موقع [illegible] کرنے یا کھانے کا موقع ہوتا ہے اور وہ شخص [illegible] ہے تو طب کے اعتبار سے یا حکمت عملیہ کے [illegible] یا بعض لوگوں کی [illegible] کی وجہ سے تو وہ شخص [illegible] ہے اور [illegible] بچ جاتا ہے [illegible] ایسا وقت [illegible] اپنے نفس کا [illegible] کو دوسری میں غلبہ ہو جاتا ہے اور اس [illegible] شخص خواہش کی پاسداری اور [illegible] احتیاطی یا خواہش [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] شخص ایسا ہوتا ہے کہ عقل اس کی نفس پر غالب ہوتی ہے [illegible] اور بغض شہوت [illegible] کی طرف کہ شرع سے [illegible] شخص [illegible] بسا ہوتا [illegible] جانتا ہے یا شخص باوجود غضبناک ہونے اور نہایت [illegible] ہونے کے غصہ کو پی جاتا ہے اور [illegible] اسکو [illegible] کی تلخی پر صبر کر لیتا ہے اور باوجود قوت جسمانی کے

[illegible] طبعته [illegible] فيه [illegible] ولا ينسب الى شئ [illegible]
بعضه من [illegible] وعيره [illegible]
[illegible] والرابع [illegible] صاحب [illegible] وصحبه على اهمه [illegible] من [illegible]
[illegible] افراد [illegible] معانی الثلاثة [illegible]
[illegible] من ذلك تارة [illegible] من هذا اخرى [illegible]
و [illegible] لطائف الثلاث [illegible]
[illegible] من اعنى تهذيب [illegible] من [illegible] والحس [illegible]
هذه الثلاث او على بيان مقامات واحوال تتعلق [illegible] الثلاث فالفيلسوف في حكمته
[illegible] سميها نفس ملكية ونفس سبعية ونفس بهيمية وفي هذه التسمية نوع
من [illegible] تسمى عقل [illegible] نفس سبعية [illegible] بافضل افرادها وتسمى القلب
[illegible] سبعية [illegible] لصوفية [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مقامات اور [illegible] بیان کرنے [illegible]
[illegible] فلسفی [illegible] حکمت میں ان تینوں کا نام [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی طرف ہے۔

[illegible] بالنفس الملكية [illegible] الاسم
[illegible] ان يسمى العقل بالنفس الانسانية

التجرد والصرافة فما يلي جانب السفل قلب وعقل وما يلي جانب الفوق روح وسر
فصفة القلب سوق الزعاج والوجد وصفة الروح الأنس والانجذاب وصفة العقل
اليقين بما يقرب مأخذه من مأخذ العلوم العادية كالإيمان بالغيب والتوحيد الأفعالي
وصفة السر شهود ما يجل عن العلوم العادية وأتم هو حكاية ما عن التجرد الصرف الذي
ليس في زمان ولا مكان ولا يوصف بوصف ولا يشار إليه بإشارة وهو سر عالم كان
بارزا على ميزان الصورة الإنسانية دون الخصوصيات الفردية لم يبحث عن هذا
المفصل كثير بحث وترك مباحثها في مخدع الإجمال وعند أهل الملل والنحل بعض علمهم
نعم من ذلك يعرف بالاستقراء مع نوع من الفطن ـ

المقدمة الثانية

اعلم أن الرجل الذي اعتنيت به الذي مكنت من ذاته ظهور حكم النوع فيها على ملأ وافر وهو من بين أفراد الإنسان بالطبع
والدستور الذي يعرف جميع الأفراد قربا من الحد الأعلى وبعدا منه بالنظر إليه هو الذي
غلب عقله على قلبه مع قوة قلبه وسبوغ قواه وقهر قلبه على نفسه مع شدة نفسه
ووفور مقتضياتها فهذا هو الذي تمت أخلاقه وقويت فطرته ودونه أصناف كثيرة
متفاوتة يظهرها التأمل الصحيح وأما الحيوان الأعجم ففيه القوى الثلاث
أيضا إلا أن عقله مغلوب قلبه ونفسه في الغاية فلم يستحق التكليف ولا لحق بالملأ

اور دوسرے کو تجرد محض کی طرف ہیں جس کا میلان اسفل کی جانب ہے اسکو قلب وعقل کہتے ہیں اور جسکو جانب فوق سے تعلق ہے اسکو روح وسر کہتے ہیں قلب کی صفت شوق اور وجد ہے جس سے آدمی بیتاب ہو جاتا ہے اور روح کی صفت انس اور انجذاب ہے اور عقل کی صفت ان چیزوں سے ساتھ یقین کرنا ہے جو معمولی علوم سے قریب الماخذ ہیں جیسے ایمان بالغیب اور توحید افعالی اور سر کی صفت ان چیزوں کا مشاہدہ کرنا ہے جو علوم معمولی سے برتر اور مجرد صرف ہیں جس کے لیئے نہ زمانہ ہے نہ مکان کوئی وصف اور نہ اشارہ وحکایت کے طور پر ہے اور جو تجرد شیٔ کا نزول صورت انسان کی میزان پر ہوا ہے خصوصیات فرد کے اعتبار سے نہیں ہو لہٰذا شیخ نے اس تفصیل سے زیادہ بحث نہیں کی اور اس کے مباحث کو اجمال کے خزانہ میں چھوڑ دیا ہے اور تمام اہل ملل ونحل کے نزدیک بھی اس کے متعلق کچھ کچھ بیان ہے استقراء وتحقیق سے ذہین اور فہیم آدمی اسکو معلوم کر سکتا ہے ـ

مقدمہ ثانیہ

معلوم کرو کہ قوی یعنی عقل اور قوی آدمی جس کے مادہ میں اسکے نوع کے احکام ظاہر ہونے کی پوری اور کامل قابلیت ہوتی ہے وہ شخص افراد انسانی کا طبعی کے لحاظ سے رئیس اور ان کیلئے بطور دستور العمل کے ہوتا ہے جس سے تمام افراد کا اعلیٰ درجے کے حد سے قرب وبعد اس شخص کے اعتبار سے معلوم ہو سکتا ہے یہ شخص وہ ہو سکتا ہے جسکی عقل قلب پر غالب ہو اور ساتھ کا قلب قوی اور اسکے قوائے پورے پورے ہوں اور اسکا قلب نفس پر غالب ہو اور باوجود نفس بھی اسکا شدید ہو اور اسکی بکثرت ہوں ایسے شخص کے اخلاق تامہ ہوتے ہیں اور فطرت قوی ہوتی ہے اور اس سے نیچے بہت سی مختلف قسمیں ہیں تامل صحیح سے جسکا ظہور ہو سکتا ہے اور جانوروں میں بھی یہ قوائے ثلاثہ پائے جاتے ہیں مگر انکی عقل قلب اور نفس کے نیچے نہایت درجہ مغلوب ہوتی ہے اس لیئے وہ مکلف ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی اور نہ ملحق بہ ملاء

لہ ای خزانہ ۱۲　لہ ہو القوے العقل والجسم ۱۲

الأعلى وهو قوله تبارك وتعالى. ولقد كرمنا بني آدم وحملناهم في البر والبحر ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا وهذا الرجل العتيك ان كان عقله منقاداً لعقائد حقة المأخوذة من الصادقين الآخذين عن الملأ الأعلى صلوات الله عليهم فهو المؤمن حقاً ان كان له مع ذلك سبيل الى الملأ الأعلى يأخذ عنهم بغير واسطة فيه شعبة النبوة وميراث منها وهو قوله صلى الله عليه وسلم الرؤيا الصالحة جزء من ستة واربعين جزءاً من النبوة وان كان عقله منقاداً لعقائد زائغة مأخوذة من المضلين المبطلين فهو الملحد الضال وان كان عقله منقاداً لرسوم قومه ولما ادركه بالتجربة والحكمة العملية فهو الجاهل لدين الله ولما كان الامر على ذلك وجب في حكمة الله تعالى ان ينزل كتاباً على ازكى خلقه واعقلهم واشبههم بالملأ الأعلى ثم يجمع اليه الامر ليحق تصيير الامر من مشهورات الناس ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة وان يبين لهم هاديهم صلوات الله وسلامه عليه طرق الاحسان والمقامات التي هي بمنزلة ثمرات قوة العبادة فاذا آمن الرجل بكتاب الله تعالى وبما جاء به نبيه صلوات الله وسلامه عليه من بيانه ايمانا يستتبع جميع قواه القلبية والنفسية ثم اشتغل بالعبودية اتم اشتغال ذكراً باللسان وتفكراً بالجنان وآداباً بالجوارح وداوم على ذلك مدة مديدة شرب كل واحد من هذه اللطائف الثلاث حظه من العبودية وكان الامر

کی جو حد ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم وحملنٰھم۔ الآیۃ ہم نے آدم کو بزرگی دی اور جنگل و دریا میں انکو سوار کیا تھا اور پاک چیزیں تھے انکو دیں رزق اور اکثر اپنی مخلوق پر انکو فضیلت دی فضیلت دینا اور یہ قوی عقل و قوی جسم آدمی اگر اسکی عقل ان عقائد حقہ کے تابع ہے جو خدا تعالیٰ کے صادق بندوں سے ماخوذ ہیں جنھوں نے ان عقائد کو ملاء اعلیٰ سے ماخوذ کیا ہے صلوات اللہ علیہم تو وہ فی الحقیقت مومن صادق ہے اور اگر بغیر کسی واسطہ ملاء اعلیٰ سے بھی تعلق ہے کہ بسبب بلا واسطہ ملاء اعلیٰ سے فیضان ہوتا ہے تو اس شخص میں نبوت کا ایک شعبہ اور اسکی میراث ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الرؤیا الصالحۃ جزء الخ۔ اچھی خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور اگر اسکی عقل عقائد باطلہ کے جو مضلین مبطلین سے ماخوذ ہیں تابع ہے تو وہ شخص ملحد گمراہ ہے اور اگر اسکی عقل اپنی قوم کے رسوم اور ان چیزوں کے تابع ہے جو اسکو تجربہ اور حکمت عملیہ سے معلوم ہوئے ہیں تو وہ شخص دین کا جاہل ہے اور جب انسان کے افراد مختلف تھے تو حکمت الٰہی میں ضروری تھا کہ تمام مخلوق میں سے جو شخص زیادہ تر ذکی اور قوی العقل والجسم اور ملاء اعلیٰ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اسپر کوئی کتاب نازل کیجائے اور پھر لوگوں کی سمجھیں اسکی طرف مائل کیجائیں تاکہ اس کے احکام مشہور ہوجائیں تاکہ جو ہلاک ہو تو حجت سے ہلاک ہو اور جو جیتا رہے وہ حجت سے جیتا رہے اور ضروری ہوئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لیے احسان کے طرق و مقامات جو اس کے لیے بمنزلہ ثمرات کے ہیں پورے طور پر بیان کرے، پس حاصل کلام جب آدمی خدا تعالیٰ کی کتاب اور ما جاء بہ النبی پر ایسا ایمان لاتا ہے جس سے اس کے تمام قوت قلبیہ و نفسیہ خدا و رسول کے تابع ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ آدمی پورے طور پر عبادت میں مشغول ہوجاتا ہے۔ اور زبان سے ذکر اور دل سے فکر کرتا ہے۔ اور اعضا کو ادب دیتا رہتا ہے اور ایک مدت دراز تک یہ مداومت کرتا ہے تو ان لطائف ثلثہ میں سے ہر ایک اس عبادت سے حصہ لیتا ہے۔ اور اس شخص کا

ملہ ای ان الانسان افراد المختلفۃ ۱۲

شبهها بالأرض وجز إلى بستر تسقى بماء الغزير فيدخل في كل غصن من غصونها وكل
ورق من أوراقها ثم يخرج منها الأزهار والثمار فكذلك تدخل العبودية في هذه
الثلاث وتصير صفاتها الخسيسة إلى الصفات الملكية الفاضلة فتلك الصفات
إن كانت ملكات راسخة تستمر ولا تغيب عنها [illegible] فهي المقامات
وإن كانت بوارق تبدو تارة وتستتر أخرى ومن ثم تستتر بعد وهي [illegible]
الاستعداد كالرؤيا والهواتف والغيبة تسمى أحوالا ووقتا ولما كان مقتضى العقل
في غلواء الطبيعة البشرية التصديق بأمور ترد عليه من مناسبتها بما عنده من مقدماته
بعد تهذيبه اليقين بما جاء به الشرع كأنه يشاهد ذلك عيانا كما أخبر عن
حارثة حين قال صلى الله عليه وسلم لكل حق حقيقة فما حقيقة إيمانك فقال كأني
أنظر إلى عرش الرحمن بارزا ولما كان من مقتضاه أيضا معرفة الأسباب لما يحدث من نعمة ونقمة صار
من مقتضاه بعد تهذيبه التوكل والشكر والرضا والتوحيد ولما كان من مقتضى القلب في
الطبيعة محبة المنعم المربي وبغض المنافر[1] لمنافرته والخوف عما يؤذيه والرجاء مما ينفعه كان
مقتضاه بعد التهذيب محبة الله تعالى والخوف من عذابه والرجاء في ثوابه ولما كان من
مقتضى النفس في غلواء طبيعتها الانهماك في الشهوات والدعة كان مقتضاها عند تهذيبها
التوبة والزهد والاجتهاد وهذا الكلام إنما أردنا به ضرب المثل وإلا فالمقامات ليست

حال ایک خشک درخت کا سا ہوتا ہے جس کو کثرت سے پانی دیا جائے اور اس کی شاخ شاخ اور پتہ پتہ میں تازگی و تری پیدا ہو جائے اور
اس پر کلیاں اور پھول آنے لگیں اسی طرح عبودیت کا اثر ان تینوں میں پہنچ کر صفات خسیسہ رذیلہ کو دور کر کے صفات ملکیہ
فاضلہ پیدا کر دیتا ہے پھر یہ صفات اگر ملکات راسخہ ہوں جن کو بقا اور استقرار ہے دوامی طور پر اعمال کا صدور ہو
تب تو وہ مقامات ہیں اور اگر وہ صفات ایسے ہیں کہ مثل بجلی کے کبھی ظاہر ہو جاتے ہیں کبھی پوشیدہ ہو جاتے ہیں یعنی دور
ہو جاتے ہیں [illegible] ان کو قرار نہیں ہے یا وہ صفات اس قسم کے امور ہیں جن کی شان سے قرار نہیں ہے جیسے رویا اور
[illegible] احوال ہوتا ہے ان کو احوال و اوقات کہا جاتا ہے اور چونکہ طبیعت بشری کے ہیجان
کی حالت میں عقل کا مقتضی ان امور کی تصدیق کرنا ہے جو طبیعت بشریہ کے مناسب عقل کو پیش آتے ہیں
لہذا عقل کا مقتضی تہذیب کے بعد ان چیزوں کا یقین کرنا ہے جو شرع کے اندر وارد ہیں گویا کہ ان کا معاینہ
کرتا ہے جیسے کہ زید بن حارثہ نے بیان کیا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ ہر حق
کی حقیقت ہے پس تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے انہوں نے عرض کیا گویا کہ میں خدائے تعالیٰ کے عرش
کو سامنے دیکھتا ہوں اور چونکہ عقل کا مقتضی نعمت اور عذاب کے اسباب کا معلوم کرنا ہے لہذا اس کا مقتضی
تہذیب کے بعد توکل اور شکر اور رضامندی اور توحید ہے اور چونکہ قلب کا مقتضی اصل جبلت کے لحاظ سے اپنے منعم
و مربی کے ساتھ محبت ہونا اور دشمن کے ساتھ بغض اور ایذا پہنچانے والی چیزوں سے خوف اور نفع پہنچانے والی
چیزوں کی امید رکھنا ہے لہذا تہذیب کے بعد اس کا مقتضی خدا تعالیٰ سے محبت اور اس کے عذاب سے خوف اور ثواب
کی امید ہے اور چونکہ نفس کا مقتضی ہیجان طبیعت کے وقت لذائذ اور آرام میں مستغرق ہونا ہے لہذا تہذیب کے بعد
اس کی صفت توبہ و زہد اور مجاہدہ ہے اور یہ کلام ہم نے بطور مثال کے بیان کیا ہے [illegible]

[1] المنافر [illegible] الاعراض

محصورة فيما ذكرنا فقس غير المذكور على المذكور والاحوال كالسكرة الغالبة والعزوف عن الطعام والشراب مدة مديدة وكالرؤيا والهاتف على المقامات. **وإذ قد فرغنا** مما يتوقف عليه شرح احاديث الباب حان ان نشرع في المقصود فنقول اصل المقامات والاحوال المتعلقة بالعقل هو اليقين ويتشعب من اليقين التوحيد والاخلاص والتوكل والشكر والانس والهيبة والتفريد والصديقية والمحدثية وغير ذلك مما يطول عده قال عبد الله بن مسعود اليقين الايمان كله ويروى رفعه وقال صلى الله عليه وسلم واقسم لنا من اليقين ما تهون به علينا مصائب الدنيا **اقول** معنى اليقين ان يؤمن المؤمن بما جاء به الشرع من مسئلة القدر ومسئلة المعاد ويغلب الايمان على عقله حتى يمتلئ العقل ويترشح من عقله رشحات على قلبه ونفسه حتى يصير المتيقن به كالمعاين المحسوس وانما كان اليقين هو الايمان كله لانه العمدة في تهذيب العقل وتهذيب العقل هو السبب في تهذيب القلب والنفس وذلك لان اليقين اذا غلب على القلب انشعب منه شعب كثيرة فلا يخاف مما يخاف منه الناس في العادة علما منه بان ما اصابه لم يكن ليخطئه وما اخطأه لم يكن ليصيبه ويهون عليه مصائب الدنيا اطمئنانا بما وعد في الآخرة وتردد في نفسه الاسباب المنكرة علما منه بان القدرة الوجوبية هي المؤثرة في العالم بالاختيار والارادة وبان الاسباب عادية فيفتر سعيه فيما يسعى الناس فيه ويكدون ويكدحون ويستوي عنده ذهب الدنيا وحجرها وبالجملة فاذا تم اليقين وقوي و

محصور نہیں ہذا غیر مذکور کو مذکور پر اور احوال کو مثل سکر غالب اور مدت مدید تک خورونوش سے اعراض رکھنا اور خواب اور ہاتف کو مقامات پر قیاس کرنا چاہیے اور جب ہم ان امور سے فارغ ہوگئے جن پر اس باب کے احادیث کا شرح کرنا موقوف ہے تو اب ہم یہاں سے اصل مقصود شروع کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ جسقدر مقامات اور احوال عقل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں ان سب کا اصل یقین ہے اور یقین سے توحید اور اخلاص اور توکل اور شکر اور انس اور ہیبت اور تفرید اور صدیقیت اور محدثیت وغیر ذلک پیدا ہوتے ہیں جنکا شمار کرنا طول ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں الیقین الایمان کلہ - یقین بالکل ایمان ہے اور ایک روایت میں یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف مرفوع کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اقسم لنا من الیقین الخ ہمکو وہ یقین نصیب کر جسکے سبب سے تو دنیا کے مصائب ہمپر آسان کردے میں کہتا ہوں یقین کے معنے یہ ہیں کہ جو امور شرع کے اندر وارد ہوئے ہیں جیسے قدر و معاد کا مسئلہ وغیرہ انکے ساتھ مومن کو ایمان ہو اور اسکا ایمان اسکی عقل پر غالب ہوجائے حتی کہ اسکی عقل ایمان سے لبریز ہوجائے اور پھر عقل سے اسکے قلب اور نفس پر اس یقین کا ترشح ہو جسکے سبب سے وہ یقینی چیز معائن اور محسوس کے برابر معلوم ہونے لگے اور یقین کے ایمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عقل کے تہذیب کرنے میں یقین کو پورا پورا دخل ہے اور قلب و نفس کی تہذیب کا سبب عقل کی تہذیب ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب قلب پر یقین کا غلبہ ہوتا ہے تو اس سے بہت سے شعبے پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ شخص ان چیزوں سے خوف نہیں کرتا جن چیزوں سے عادت کے طور پر لوگ ڈرتے ہیں کیونکہ وہ شخص اس بات کو جان لیتا ہے کہ جو مصیبت اسکو پہنچی ہے وہ اس سے بچنے والی نہ تھی اور جو چیز اس سے دور ہوجاتی ہے وہ پہونچنے والی نہ تھی اور اس شخص کو ان چیزوں کے ملنے کا اطمینان ہوجاتا ہے جنکا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اسلیے دنیا کے مصائب اسپر آسان ہوجاتے ہیں اور اسباب منکرہ کو وہ شخص حقیر جانتا ہے اسلیے کہ اسکو قدرت ذاتی کا عالم میں باختیار و ارادہ موثر ہونے اور اسباب کے اسباب عادیہ ہونے کا یقین ہوتا ہے اسی سبب سے اس شخص کی کوشش ان امور کے حاصل کرنے میں ضعیف ہو جاتی ہے جنکے حاصل کرنے میں لوگ بہت کوشش کرتے ہیں اور اپنی جان کھپاتے ہیں اسلیے اس شخص کی نظر میں سونا اور پتھر برابر معلوم ہوتے ہیں الغرض جب یقین کامل اور قوی اور پایدار ہوجاتا ہے۔

اصل مقصود

اصل مقصود

يستمر حتى لا يغيره فقر ولا غنى ولا عز ولا ذل انشعب منه شعب كثيرة منها الشكر وهو أن يرى جميع
ما عنده من النعم الظاهرة والباطنة واختص من بارئه جل مجده، فيرتفع بعد كل نعمة
محبة منه إلى بارئه ويرى عجزه عن القيام بشكره فيضمحل ويتلاشى في ذلك قال صلى الله
عليه وسلم أول من يدعى إلى الجنة الحمادون الذين يحمدون الله تعالى في السراء والضراء
أقول وذلك لأن ابتهاد عقله وقلبه ليقين بارئه ولأن معرفة النعم ورؤية
فيضانها من بارئها أورثت فيهم قوة فعالة في عالم المثال تجعل منها القوى المثالية
والهياكل الأخروية ولا يزال معرفتها تفاصيل النعم ورؤية فيضانها من منعم جل مجده
من الدعاء المستجاب في قرع باب الجود ولا يتم الشكر حتى يتنبه بعجيب صنع الله به
فيما مضى من عمره كما روي عن عمر رضي الله عنه أنه قال لما انصرف من حجته التي
لم يحج بعدها الحمد لله ولا إله إلا الله يعطي من يشاء ما يشاء لقد كنت بهذا الوادي يعني
ضجنان أرعى إبلا للخطاب وكان فظا غليظا يتعبني إذا عملت ويضربني إذا قصرت
وقد أصبحت وأمسيت وليس بيني وبين الله أحد أخشاه ومنها التوكل وهو
أن يغلب عليه اليقين حتى يمنعه عن السعي في جلب المنافع ودفع المضار من قبل
الأسباب ولكن يمشي على ما سن الله تعالى في عباده من الاكتساب من غير اعتماد عليها
قال صلى الله عليه وسلم يدخل الجنة من أمتي سبعون ألفا بغير حساب هم الذين لا يسترقون

حتی کہ کوئی چیز اسکو نہیں ہٹا سکتی نہ فقر و غنا نہ عزت نہ ذلت تو اس سے بہت سے شعبے پیدا ہو جاتے ہیں انہیں سے ایک شکر
ہے شکر کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے پاس جسقدر ظاہری و باطنی انعامات ہیں سب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جانے پھر ہر نعمت
کے مقابلہ میں ایک محبت خدا تعالیٰ سے پیدا ہو اور زبان کے ساتھ اسکو ادا کرتی ہے اور جب وہ اسکا شکر ادا کرنے سے اپنے
آپکو عاجز دیکھتا ہے تو اسکا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ جھکتا پھرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اول
من یدعی الی الخ سب سے پہلے جنت میں حمد کرنے والے بلائے جائینگے جو خدا تعالیٰ کی خوشی و تکلیف میں حمد کرتے ہیں میں کہتا
ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد کا نقل و قلب کی خدا تعالیٰ کے یقین کے ساتھ نیازمندی و فرمانبرداری کی دیواریں
اور ایسے ہی نعمتوں کے معلوم کرنے اور خدا تعالیٰ کی معرفت سے ان کا فیضان معلوم کرنے سے عالم مثال میں انکے اندر
ایک قوت موثرہ پیدا ہو جاتی ہے جسکا اثر قوائے مثالیہ اور اشکال اخروی پر پڑتا رہتا ہے اور ان نعمتوں کی تفصیل اور
ان کا فیضان منعم حقیقی جل مجدہٗ سے معلوم کرنا جود الٰہی کے دروازہ کو حرکت دینے میں دعائے مستجاب سے کم درجہ نہیں رکھتا۔
اور کامل شکر جب ہوتا ہے کہ جب آدمی کو خدا تعالیٰ کے اس عجیب برتاؤ پر تنبہ ہوتا ہے جو اسکے ساتھ گذری عمر میں کیا ہے
جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ اپنے اخیر حج سے واپس ہوئے تو انہوں نے یہ پڑھا الحمد للہ الخ
اور فرمایا میں اس جنگل یعنی ضجنان میں خطاب کا اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ بڑا سنگدل اور سخت آدمی تھا اگر میں کام کرتا تو مجھکو
تھکا کر پست کر دیتا تھا اور اگر میں کام میں کوتاہی کرتا تو مجھے مارتا تھا اب میں صبح و شام ایسی حالت میں رہتا ہوں کہ
میرے اور خدا تعالیٰ کے مابین کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جسکا مجھے خوف ہو۔ اور ازانجملہ توکل ہے توکل کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص
پر یقین کا غلبہ ہو جائے جسکے سبب اسباب کی طرف سے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دور کرنے میں اسکی کوشش سست
ہو جائے مگر وہ شخص کسب کے ان طریقوں پر چلتا ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے مقرر کیے ہیں لیکن وہ انپر اعتماد نہیں رکھتا
آنحضرت نے فرمایا ہے یدخل الجنۃ الخ میری امت سے ستر ہزار بے حساب جنت میں داخل ہونگے یہ وہ لوگ ہونگے جو منتر کرتے ہیں۔

ولا يتطيرون ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون أقول إنما وصفهم النبي صلى الله عليه وسلم بهذه الأعمال بيانا
بأن التوكل ترك الأسباب التي نهى الشرع عنها لا ترك الأسباب التي سنها الله تعالى لعباده وإنما دخلوا الجنة من غير
حساب لأنه لما استقر في نفوسهم معنى التوكل كان من سبب ذلك معنى يتخصص به عن
الأعمال المعارضة عليه من حيث أنهم يعلمون بأن لا مؤثر في الوجود إلا القدرة الوجوبية
ومنها الخشية والهيبة وهي أن يستيقن بعظم جلال الله حتى يتلاشى في جنبه كما قال الصديق
لما رأى طيرا وقع على شجرة طوبى لك يا طير والله لوددت أني كنت مثلك تقع
على الشجر وتأكل من الثمر ثم تطير وليس عليك حساب ولا عذاب والله لوددت أني كنت
شجرة إلى جانب الطريق مر علي جمل فأخذني فأدخلني فاه فلاكني ثم ازدردني ثم
أخرجني بعرا ولم أكن بشرا ومنها حسن الظن وهو معبر عنه في لسان الصوفية بالأنس
ويحدث من ملاحظة نعم الحق وألطافه كما أن الهيبة تنشأ من ملاحظة عظمة الحق و
سطواته والمؤمن وإن كان بصورة الاعتقاد يجمع الخوف والرجاء لكن بحاله مقدمة
مما يغلب عليه الهيبة فربما تعتريه حالة كحال رجل قائم على شفا البئر العميقة ترتعد فرائصه وإن كان
عقله لا يوجب خوفا وكما أن حديث النفس بالنعم الهنيئة يفرح الإنسان وإن كان عقله
لا يوجب رجاء ولكن يستغرب وهمه في هاتين الحالتين خوفا وفرحا قال النبي صلى الله عليه وسلم

اور بدفالی نہیں لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صفت اسلئے بیان فرمائی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ توکل کا اثر ان اسباب کا
چھوڑنا ہوتا ہے جنسے شارع نے منع فرمایا ہے نہ ان اسباب کا چھوڑنا جنکو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے مقرر فرمایا
ہے اور وہ لوگ بلا حساب جنت میں اسلئے داخل ہونگے کہ جب انکے دلوں میں توکل کے معنی ثابت ہو گئے تو انکے سبب
انکے دل میں ایسے معنی پیدا ہو گئے جو ان اعمال کی نسبت جو کہ توکل کے منافی ہیں نفرت پیدا کرتے ہیں اسلئے
کہ وجود میں سوائے قدرت الٰہی کے کوئی موثر نہیں ہے اور وہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ تمام جہان میں کوئی موثر نہیں ہے۔ اور منجملہ
ہیبت ہے اور خشیت کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کو خدا تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت کا یقین ہو جائے جسکے سبب خدا تعالیٰ کے سامنے
وہ نیست نظر آتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک درخت پر ایک پرندہ کو دیکھا تو فرمانے لگے
کہ خوشی ہو تیرے لئے اے پرندے خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ میں تجھسا ہوتا تو درخت پر بیٹھتا اور اسکا پھل کھاتا پھر اڑ جاتا
اور تجھپر حساب نہیں اور نہ تجھکو عذاب ہے خدا کی قسم میں اس بات سے خوش ہوں کہ میں کسی سڑک پر ایک درخت ہوتا اور
کسی اونٹ کا گذر ہوتا اور وہ مجھکو اپنے منہ میں رکھ لیتا اور چبا کر نگل جاتا۔ پھر مینگنی کرکے پیٹ سے نکال دیتا اور
آدمی نہ ہوتا۔ اور منجملہ حسن ظن ہے جسکو صوفیہ کی اصطلاح میں انس کیساتھ تعبیر کرتے ہیں یہ انس خدا تعالیٰ کے انعامات
و عنایات میں غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے جسطرح ہیبت خدا تعالیٰ کے صفات و حکومت میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور مومن
بھی اعتقادی کے اعتبار سے خوف و امید کا جامع ہوتا ہے لیکن اسکے حال اور مقام کے اعتبار سے کبھی تو اسپر ہیبت
کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی حسن ظن کا اسپر غلبہ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کسی عمیق کنوئیں کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے
تو اسکا بدن تھرانے لگتا ہے اگرچہ اسکی عقل خوف کی مقتضی نہیں ہے جیسا کہ خوشگوار نعمتوں کو نفس کا یاد کرنا انسان
کو خوش کرتا ہے گو کہ اسکی عقل اسکے مقتضی نہیں

۱؎ یعنی دار دردی پتلی ۱۲ ۲؎ اسکو روایت ابن ابی شیبہ نے مصنف ۱۲

حسن الظن بالله من حسن العبادة وقال يقول الله تبارك وتعالى انا عند ظن عبدي بي أقول وذلك لان حسن الظن يهيئ نفسه لفيضان اللطف من بارئه ومنها التفريد وهو ان يستولي الذكر على قواه الادراكية حتى يصير كانه يرى الله تعالى [illegible] خاصة نفسه ويستغني [illegible] من حاجاتها قال صلى الله عليه وسلم سبق المفردون هم الذين وضع الذكر عنهم أثقالهم أقول اذا خلص نور الذكر الى عقولهم [illegible] في تجرد [illegible] ارتفعت البهيمية وانطفأ لهبها وذهبت أثقالها ومنها الاخلاص وهو ان يتمثل [illegible] نفع العبادة لله تعالى من جهة قرب نفسه من الحق [illegible] ان ترجو الله قربانه [illegible] او من جهة تصديق ما وعد الله تعالى [illegible] فينشأ الاعمال بداعية عظيمة لا يشوبها رياء ولا سمعة ولا موافقة عادة وحيث هذا الحال على جميع اعماله حتى الاعمال المباحة [illegible] لله مخلصين له الدين وقال صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات ومنها التوحيد وله ثلاث مراتب احدها توحيد العبادة فلا يعبد الطواغيت ويكره عبادتها كما يكره ان يقذف في النار والثانية ان لا يرى حول ولا قوة الا بالله

ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حسن الظن باللہ تعالیٰ کے ساتھ [illegible] بھی حسن عبادت سے ہے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار تبارک وتعالیٰ سے حکایت فرماتے ہیں [illegible] جیسا میرے ساتھ گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی [illegible] مستعد ہو جاتا ہے [illegible] پروردگار کی طرف سے الطاف کا فیضان ہو۔ اور از انجملہ تفرید ہے [illegible] اس کے قوائے ادراکیہ پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو گیا ہو کہ خدا تعالیٰ کو ظاہر دیکھتا ہے پھر اس سبب سے [illegible] ہو جاتی ہیں اور اس کی [illegible] ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واسبق المفردون هم الذين [illegible] گئے مفرد لوگ وہ وہ ہیں جن سے ذکر نے ان کے بوجھوں کو اٹھا دیا۔

میں کہتا ہوں جبکہ ان کے عقول ذکر کے نور سے منور ہو جاتی ہیں اور ان کے [illegible] ہو جاتی تو قوت بہیمی زیر ہو جاتی ہے اور اسکا جوش کم ہو جاتا ہے اور اسکا ثقل جاتا رہتا ہے اور از انجملہ اخلاص ہے [illegible] عبادت ہے کہ بسبب قربت ہونے اس نفس کے حق تعالیٰ کے ساتھ [illegible] ہے چنانچہ [illegible] نے ارشاد فرمایا ہے [illegible] تصدیق کے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے [illegible] آخرت [illegible] سے اعمال پیدا ہوتے ہیں کہ [illegible] ریا و سمعہ کا دخل نہیں ہوتا اور نہ موافقت عادت [illegible] حتیٰ کہ اعمال مباح [illegible] کہ دین کو خالص کر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما الاعمال بالنیات [illegible] ہیں [illegible] توحید [illegible] بتوں کی پرستش نہ کرے اور انکی عبادت کرنے سے وہ ایسا بیزار ہو جیسا کہ وہ آگ میں جانے سے بیزار ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ نہ قوت دیکھے اور نہ طاقت کسی کی مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے — [illegible] ۱۲

ویری ان لا موثر فی العالم الا القدرۃ الوجوبیۃ بلا واسطۃ ویری الاسباب عادیۃ انما نسب المسببات الیہا مجازا ویری القدر غالبا علی ارادۃ الخلق والثالث ان یعتقد تنزیہ الحق عن مشاکلۃ المحدثین ویری اوصاف لا تماثل اوصاف الخلق ویصیر الخبر فی ذلک کالعیان ویطمئن قلبہ بان لیس کمثلہ شئ من جذر نفسہ ویتلقی اخبار الشرع بذلک علی بینۃ من ربہ ناشئۃ من ذاتہ علی ذاتہ ومنہا الصدیقیۃ والمحدثیۃ و حقیقتہما ان من الامۃ من یکون فی اصل فطرتہ شبیہا بالانبیاء بمنزلۃ التلمیذ الفطن للشیخ المحقق فتشبہہ ان کان بحسب القوۃ العقلیۃ فہو الصدیق او المحدث وان کان تشبہہ بحسب القوۃ العملیۃ فہو الشہید والحواری والی ہاتین القبیلتین وقعت الاشارۃ فی قولہ تعالی والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء والفرق بین الصدیق والمحدث ان الصدیق نفسہ قریبۃ المأخذ من نفس النبی کالکبریت بالنسبۃ الی النار فکلما سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرا وقع فی نفسہ بموقع عظیم وصادفتہ شہادۃ نفسہ حتی صار کانہ علم ہاجس فی نفسہ من غیر تقلید والی ہذا المعنی الاشارۃ فیما ورد من ان ابابکر الصدیق کان یسمع دوی صوت جبریل حین کان ینزل بالوحی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصدیق تنبعث من نفسہ لا محالۃ محبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور یقین کرے مسببات کو کہ بلا واسطہ کائنات میں بجز قدرت وجوبیہ کے کوئی موثر نہیں اور جانے اسباب کو کہ نسبت ان مسببات کے اسباب عادیہ کیطرف مجازاً ہے اور اسباب کا یقین کرے کہ مخلوق کے ارادہ پر اس کا حکم غالب ہے اور تیسرے توحید اسباب کی کہ خدا تعالیٰ مخلوقات میں سے کسی کے مشکل نہیں ہے اور نہ اسکے اوصاف مثل اوصاف مخلوق کے جانے اور ان باتوں کا شناس کے لیے بمنزلہ مشاہدہ کے ہو جاوے اور اس کا قلب تو مطمئن ہو جاوے کہ اسکا مثل نہیں اور اس کے متعلق شرع کے اخبار کو خدا تعالیٰ کیطرف سے بطور سند کے معلوم کرے جو اسی کے ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کی ذات سے ان کا قیام ہے اور از انجملہ صدیقیت و محدثیت ہے اور انکی حقیقت یوں ہے کہ امت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے سبب انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے پھر اگر اس شخص کو قوائے عقلیہ کے اعتبار سے تشبیہ ہو تو وہ صدیق یا محدث ہے اور اگر اسکو مشابہت قوائے عملیہ کے اعتبار سے ہے تو وہ شہید اور حواری ہے اور قرآن مجید میں انہیں دونوں گروہوں کیطرف اشارہ ہے والذین آمنوا باللہ الخ اور جو لوگ خدا تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے وہی تو صدیقین اور شہید ہیں اور صدیق و محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کا نفس نبی کے نفس سے قریبۃ المأخذ ہوتا ہے جیسے گندک کو آگ کے ساتھ نسبت قریبہ ہے پھر جب وہ شخص آپ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اس کے نفس میں اسباب کی بے انتہا وقعت ہوتی ہے اور اس کو دلی شہادت سے قبول کر لیتا ہے یہاں تک کہ گویا اس کا علم اسکے نفس میں بغیر تقلید کے حاصل ہوا ہے اور اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اس میں جو وارد ہوا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی آواز کی بھن بھناہٹ سنتے تھے اور صدیق کے دل میں لامحالہ رسول کی محبت

اشد ما يمكن من الحب فيندفع الى المواساة معه بنفسه وماله والموافقة له فى كل حال حتى يخبر النبى صلى الله عليه وسلم من حاله انه امن الناس عليه فى ماله وصحبته وحتى يشهد له النبى صلى الله عليه وسلم بانه لو امكن ان يتخذ خليلا من الناس لكان هو ذلك الخليل وذلك لتعاقب ورود انوار الوحى من نفس النبى صلى الله عليه وسلم الى نفس الصديق فكلما تكررت التاثير والتاثر والفعل والانفعال حصل الفناء والبقاء ولما كان كماله الذى هو غاية مقصوده بصحبة النبى صلى الله عليه وسلم وباستماع كلامه لاجرم كان اكثرهم له صحبة ومن علامة الصديق ان يكون اعبر الناس للرؤيا وذلك لما جبل عليه من تلقى الامور الغيبية بادنى سبب ولذلك كان النبى صلى الله عليه وسلم يطلب التعبير من الصديق فى واقعات كثيرة ومن علامة الصديق ان يكون اول الناس ايمانا وان يؤمن بغير معجزة والمحدث تبادر نفسه الى بعض معادن العلم فى الملكوت فتاخذ منه علوما مما هياه الحق هنالك ليكون شريعة النبى صلى الله عليه وسلم وليكون اصلاحا لنظام بنى ادم وان لم ينزل الوحى بعد على النبى صلى الله عليه وسلم كمثل رجل يرى فى منامه كثيرا من حوادث الحق اجمع فى الملكوت على ايجادها ومن خاصة المحدث ان ينزل القرآن على وفق رايه فى كثير من الجود

النبى صلى الله عليه وسلم فى منامه انه اعطاه اللبن بعد ربه والصديق اولى الناس
بالحق من نفس الصديق تصير كان عناية الله بالنبى ونصرته له وتاييده اياه

اس درجہ پیدا ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ درجہ ہے پس وہ شخص اپنے جان و مال کے ساتھ غمخواری کرنے اور ہر حال میں اس کے ساتھ موافقت کرنے میں رہتا ہے۔
جہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے حال سے خبر دیتے تھے اس بات کی کہ اپنے مال اور صحبت میں وہ شخص سب سے زیادہ احسان کرنیوالا ہے اور حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے گواہی دی تھی کہ اگر آدمیوں میں سے کسی کو خلیل کرتا تو صدیق اسکا اہل تھا اور اسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کیطرف سے صدیق کے نفس کیطرف انوار وحی کا ورود پے درپے ہوتا تھا پھر جبکہ تاثیر و تاثر اور فعل اور انفعال مقرر ہوتا ہے اسلئے اسکو فنا اور بعد اسکے رتبہ حاصل ہوتا ہے اور جبکہ انکا کمال جو انکی غایت مقصود ہے آپکی صحبت میں رہنے اور آپکے کلام کے سننے سے حاصل ہوتا ہے اسلئے وہ شخص بہ نسبت اور صحابہ کے آپکی خدمت بابرکت میں زیادہ رہتا ہے اور صدیق کی یہ علامت ہے کہ بہ نسبت اور وں کے خواب کی تعبیر میں اسکو زیادہ مہارت ہو کیونکہ اسکی سرشت میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ ادنی سبب سے امور غیبیہ کا اسپر القا ہوتا ہے اور اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر واقعات میں حضرت صدیق سے تعبیر دریافت فرماتے تھے اور منجملہ علامات صدیق کے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانیوالا وہی ہو اور بغیر معجزہ دیکھے ایمان لاوے اور محدث کے نفس کو ملا کی بعض معادن پر جو ملکوت کے اندر پائے جاتے ہیں بہت جلد رسائی ہوجاتی ہے اور وہاں سے وہ شخص ان چیزوں کے علوم کو اخذ کرلیتا ہے جنکو خدا تعالیٰ وہاں نبی صلعم کی شریعت مقرر کرنے اور نظام بنی آدم کیلئے مقرر کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنوز ان علوم کے متعلق وحی نہیں نازل ہوتی جیسے کوئی شخص اپنی خواب میں بہت سے ان حوادثات کا معائنہ کرے جنکے ملکوت میں جمع پیدا کرنے کا ارادہ کرلیا گیا ہو اور محدث کا خاصہ ہے کہ بہت سے حوادث میں قرآن اسکی رائے کے مطابق نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواب میں اس قسم کا معائنہ کرتے ہیں کہ آپکو پیر کے بعد آپنے اسکو صدیق کو دیدیا اور صدیق سب لوگوں سے زیادہ خلافت کی قابلیت رکھتا ہے کیونکہ صدیق کا نفس اس عنایت الٰہی کا جو نبی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور اسکی نصرت اور تائید کا آشیانہ ہوتا ہے +

حتى يصير كان روح النبي صلى الله عليه وسلم ينطق بلسان الصديق وهو قول عمر حين دعا الناس لبيعة الصديق فان يك محمد صلى الله عليه وسلم قد مات فان الله قد جعل بين اظهركم نورا تهتدون به هدى الله محمدا صلى الله عليه وسلم وان ابا بكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وثاني اثنين وانه اولى الناس باموركم فقوموا فبايعوه ثم المحدث بعد ذلك اولى الناس بالخلافة و ذلك قوله صلى الله عليه وسلم اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر وعمر وقوله تعالى والذي جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المتقون وقال صلى الله عليه وسلم لقد كان فيمن قبلكم محدثون فان يكن في امتي احد فعمر ومن الاحوال المتعلقة بالعقل التجلي قال سهل التجلي على ثلاثة احوال تجلي ذات وهي المكاشفة وتجلي صفات الذات وهي مواضع النور وتجلي حكم الذات وهي الآخرة وما فيها فمعنى المكاشفة غلبة اليقين حتى يصير كانه يراه ويبصره ويبقى ذاهلا عما عداه كما قال صلى الله عليه وسلم الاحسان ان تعبد الله كانك تراه اما مشاهدة العيان وهو في الآخرة لا في الدنيا وقوله تجلي صفات الذات يحتمل وجهين احدهما ان يراقب افعاله في الخلق ويستحضر صفاته فيغلب يقين قدرة الله عليه فيغيب عن الاسباب ويسقط عنه الخوف والتسبب ويغلب عليه علمه تعالى به فيبقى خاضعا مهوبا مندهوشا كما قال صلى الله عليه وسلم فان لم تكن تراه فانه يراك

الخ یعنی وہ شخص اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ نبی کی روح گویا اس شخص کی زبان سے ناطق ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے جب لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کے لیے بلایا تو یہ کہا کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے تو خدا تعالیٰ نے تم لوگوں میں ایسا نور موجود کر دیا ہے جس سے تم رہبری حاصل کر سکتے ہو خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی اور ابوبکر آپ کے صاحب اور ثانی اثنین ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ اس بات کے قابل ہیں کہ تمہارے امور کے مالک ہوں اس سے بیعت کرو صدیق کے بعد سب لوگوں سے زیادہ محدث خلافت کے قابل ہوتا ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقتدوا الخ ان دو شخص کی جو میرے بعد ہیں پیروی کرنا ابوبکر و عمر کی اور اللہ پاک فرماتا ہے والذی جاء الخ اور جو شخص کہ سچ کو لایا اور اس کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد کان فیمن قبلکم الخ تم میں سے محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمر ہے عقل کے ساتھ جو حالات متعلق ہیں ان میں سے ایک تجلی ہے۔ سہل فرماتے ہیں تجلی تین قسم کی ہوتی ہے تجلی ذات اور وہ مکاشفہ ہے اور تجلی صفات الذات اور وہ نور کے مواضع ہیں اور تجلی حکم الذات اور وہ آخرت اور اس میں چیزیں ہیں مکاشفہ کے معنی غلبہ یقین کے ہیں جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو جائے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے ماسوا سے اس کو غفلت ہو جائے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے الاحسان الخ آنکھوں سے مشاہدہ آخرت ہی میں ہوگا دنیا میں نہیں ممکن۔ اور یہ جو انہوں نے فرمایا ہے کہ صفات الذات کی تجلی اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ بندہ خدا تعالیٰ کے افعال میں فکر کرے جو مخلوقات میں پائے جاتے ہوں اور اس کے صفات کو پیش نظر رکھے اس کی وجہ سے قدرت الٰہی کا یقین اس پر غالب ہو جاتا ہے اور اسباب سے اس کو غیبت ہو جاتی ہے اور خوف اور تسبب کی صفت اس سے ساقط ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا علم جو اس کے ساتھ محیط ہے اس کا یقین اس شخص پر غلبہ ہو جاتا ہے جس کے سبب سے شخص نہایت خضوع کی حالت میں مدہوش اور مرعوب رہتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک

وهي مواضع النور بمعنى ان النفس تتنور بانوار متعددة تنقلب من نور الى نور ومن مرتبة الى مرتبة
بخلاف تجلي الذات اذ لا تعدد هنالك ولا تحول وثانيهما ان يرى صفة الذات تبدع وتصنع و
خلقها ما امر كن من غير توسط الاسباب الخارجية ومواضع النور هي الاشباح المثالية النورية
التي تتراءى للعارف عند غيبة حواسه عن الدنيا ومعنى تجلي الآخرة ان يعاين ابصارات ببصر
بصيرته في الدنيا والآخرة ويجد ذلك من نفسه كما يجد الجائع الجوع والعطشان العطش
فمثال الاول قول عبد الله بن عمر حين سلم عليه انسان وهو في الطواف فلم يرد عليه
فشكا الى بعض اصحابه فقال ابن عمر كنا نترائى الله في ذلك المكان وهذه الحالة نوع
من الغيبة ونوع من الفناء وذلك لان كل لطيفة من اللطائف لها غيبة وفناء
فغيبة العقل وفناؤه سقوط معرفة الاشياء شغلا بربه وغيبة القلب وفناؤه سقوط
محبة الغير والخوف منه وغيبة النفس وفناؤها سقوط شهوات النفس والحجب منها عن
الالتذاذ بالشهوات ومثال الثاني ما قال الصديق وغيره من اجلاء الصحابة الطبيب
امرضني ومثال الثالث رؤية الانصاري ظلة فيها امثال المصابيح وما روي انه خرج رجلان
من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في ليلة مظلمة ومعهما مثل المصباحين بين ايديهما
فلما افترقا صار مع كل واحد منهما واحد حتى اتى اهله وما ورد في الحديث ان البقرة

اور یہ انوار کے مواضع ہیں باں معنی کہ نفس اس حال میں انوار متعددہ کے ساتھ منور ہوتا ہے اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کیطرف اسکو انقلاب ہوتا ہے بخلاف تجلی ذات کے کہ وہاں پر نہ تعدد ہے نہ تغیر۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ صفت ذات کا اسطرح معائنہ کرے کہ بلا وساطت اسباب خارجیہ کے صرف امر کن سے ذات واجبی سے تمام چیزیں اور تمام افعال اور تمام مخلوقات پیدا ہوتی ہیں اور مواضع نور ان اشباح مثالیہ نوریہ کا نام ہے جو عارف کو دنیا سے وقت غیبت حواس کے ظاہر ہوتی ہیں اور تجلی آخرت کے یہ معنی ہیں کہ دنیا و آخرت میں چاہے اس کا بصیرت قلبی سے معائنہ کرے اور چیزوں کا ادراک اس کے نفس کے اندر اسطرح پیدا ہو کہ جسطرح بھوکے کو بھوک کی اور پیاسے کو پیاس کی تکلیف کا ادراک ہوتا ہے اول کی مثال یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے اس حالت میں ایک شخص نے انہیں سلام علیک کی تو آپ نے اسکے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس شخص نے انکے بعض احباب سے شکایت کی حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم اس جگہ خدا تعالیٰ کا معائنہ کر رہے تھے۔ اور یہ حالت ایک قسم کی غیبت اور ایک قسم کی فنا ہے کیونکہ لطائف میں سے ہر لطیفہ کے لیے ایک غیبت و فنا ہوتی ہے عقل کی غیبت اور اسکی فنا خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے کے سبب تمام چیزوں کی معرفت کا ساقط ہو جانا ہے۔ اور قلب کی غیبت اور فنا غیر کی محبت اور غیر سے خوف کا ساقط ہو جانا ہے اور نفس کی غیبت اور فنا شہوات نفسانیہ کا ساقط ہو جانا اور لذات کے حاصل کرنے سے اسکا باز رہنا۔ اور دوسرے کی مثال وہ ہے جو حضرت صدیق اور جلیل القدر صحابہ نے فرمایا ہے الطبیب امرضنی یعنی طبیب ہی نے تو مجکو بیمار کیا ہے اور تیسرے کی مثال یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے ایک سائبان کا معائنہ کیا جس میں شمعوں کی سی چمک دکھائی دیتی تھی۔ اور ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے دو شخص آپ کی خدمت میں سے اندھیری شب تاریک میں چلے اور انکے آگے آگے دو مشعلوں کے طور پر معلوم ہوتی تھیں پھر جب وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک مشعل ہو گئی حتی کہ اسکے ساتھ ہر ایک اپنے گھر آگیا۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے

كان يرى عند قبره نور ومثال الرابع قول حنظلة الاسيدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم تذكرنا بالنار
والجنة عن حنظلة الربيع الاسيدي قال لقيني ابو بكر فقال كيف انت يا حنظلة قلت نافق
حنظلة قال سبحان الله ما تقول قلت نكون عند رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكرنا
بالنار والجنة كانا رأي عين فاذا خرجنا من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم عافسنا
الازواج والاولاد والضيعات نسينا كثيرا قال ابو بكر فوالله انا لنلقى مثل هذا فانطلقت
انا وابو بكر حتى دخلنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت نافق حنظلة يا رسول الله
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ذاك قلت يا رسول الله نكون عندك تذكرنا بالنار
والجنة كانا رأي عين فاذا خرجنا من عندك عافسنا الازواج والاولاد والضيعات
نسينا كثيرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده ان لو تدومون على ما تكونون
عندي وفي الذكر لصافحتكم الملائكة على فرشكم وفي طرقكم ولكن يا حنظلة ساعة وساعة
ثلث مرات فاشار صلى الله عليه وسلم الى ان الاحوال لا تدوم ومثاله ايضا ما رأى عبد الله
بن عمر في رؤياه من الجنة والنار

قبر کے پاس روشنی معلوم ہوا کرتی تھی۔ اور چوتھے کی مثال یہ ہے کہ
ایک مرتبہ حنظلہ اسیدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تذکرنا النار والجنۃ حنظلہ اسیدی سے روایت
ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ مجھکو ملے انہوں نے فرمایا اے حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ حنظلہ
تو منافق ہو گیا انہوں نے فرمایا۔ سبحان اللہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس ہوتے ہیں وہ بہشت و دوزخ کا حال آپ ہم سے بیان کرتے ہیں تو گویا ہم اُن کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں
اور جب ہم آپ کی خدمت میں سے چلے آتے ہیں تو اہل وعیال اور دنیا کے سامان میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت
کچھ بھول جاتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ حال تو ہمارا بھی ہوتا ہے پھر میں اور حضرت ابوبکرؓ
وہاں سے چلکر آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے سو میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حنظلہ تو
منافق ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم آپکی خدمت میں
ہوتے ہیں تو آپ ہم سے جنت و نار کا ذکر کرتے ہیں تو گویا ہم انکو آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب آپ سے علیحدہ
ہو جاتے ہیں تو اہل وعیال و سامان دنیا میں مشغول ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا اس ذات
کی قسم کہ جان محمد کی جسکے ہاتھ میں ہے اگر ہمیشہ تم اس حال پر جو میرے پاس رہتا ہے اور ذکر ہی میں رہو۔ تو تمہارے
بستروں پر و تمہارے رستوں میں ملائکہ تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن حنظلہ کبھی کوئی وقت ہے کبھی کوئی وقت
آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کیطرف اشارہ فرمایا کہ احوال دائم
نہیں رہتے اور ایک مثال اسکی یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی خواب میں جنت و نار کا معائنہ
کیا تھا اور از انجملہ فراست صادقہ اور خاطر مطابق واقع ہے۔

۱ ساعة وساعة قوله عافسنا اي خالطنا والضيعات الاراضي والبساتين ۱۲ لمعات ساعة تكونون في الذكر وساعة في معاشكم
الازواج وغيرها فليس هذا من النفاق وهو قوله ثلاث مرات اي لكرها ثلاثا تاكيدا للقول حتى يزول عن حنظلة ما توهم بنفسه ۱۲ [illegible]
الشيخان عنه رضي الله عنه تعالى رايت في المنام كان ملكين اخذاني فذهبا بي الى النار فاذا هي مطوية كطي البئر واذا لها قرنان كقرني البئر واذا
فيها اناس قد عرفتهم فجعلت اقول اعوذ بالله من النار فلقينا ملك آخر فقال لم ترع فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل فكان بعد
ذلك لا ينام من الليل الا قليلا وفي رواية رايت كان في كفي سرقة من حرير لا اريد بها مكانا في الجنة الا طارت بي اليه فقصصتها على حفصة فقصتها على النبي

ومنها الفراسة الصادقة والخاطر المطابق للواقع قال ابن عمر ما سمعت عمر يقول لشئ قط انى لاظنه كذا الا كان كما يظن ومنها الرؤيا الصالحة وكان صلى الله عليه وسلم يعتنى بتعبير رؤيا السالكين حتى روى انه كان يجلس بعد صلوة الصبح ويقول من راى منكم رؤيا فان قصها احد عبر ما شاء الله واعنى بالرؤيا الصالحة رؤية النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام او رؤية الجنة والنار او رؤية الصالحين والانبياء عليهم السلام او رؤية المشاهد المتبركة كبيت الله او رؤية الوقائع الاتية فتقع كما يرى او الماضية على ما هو عليه او رؤية ما ينبهه على تقصيره بان يريه غضبه فى صورة كلب يعضه او رؤية الانوار والطيبات من الرزق كشرب اللبن والعسل والسمن او رؤية الملائكة والله اعلم ومنها وجدان حلاوة المناجاة وانقطاع حديث النفس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ومنها المحاسبة وهى تتولد من بين العقل المنور بنور الايمان والجمع الذى هو اول مقامات القلب قال صلى الله عليه وسلم الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت وقال عمر رضى الله عنه فى خطبته حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا وزنوها قبل ان توزنوا وتهيئوا للعرض الاكبر على الله تعالى يومئذ تعرضون لا تخفى منكم خافية

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو کسی چیز کی نسبت یہ کہتے ہوئے نہ سنا ہوگا کہ میرا گمان اس کی نسبت یہ ہے مگر وہ چیز ان کے گمان کے مطابق ہوتی تھی۔ اور ان میں سے رویائے صالحہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سالکین کے خواب کی تعبیر بیان کرنے کا اہتمام رہتا تھا یہاں تک روایت ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھی ہے پس اگر کوئی بیان کرتا تو جو خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا ہو آپ اس کی تعبیر بیان فرماتے۔ رویائے صالحہ سے ہماری مراد خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا جنت و نار یا صلحاء اور انبیاء علیہم السلام یا مشاہد متبرکہ مثل بیت اللہ کے یا اگلے واقعات کا دیکھنا ہے۔ اور جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے ویسا ہی اس کا وقوع ہوتا ہے یا وقائع ماضیہ کا جس طرح کہ نفس الامر میں ان کا وقوع ہوا ہے دیکھنا ہے یا کسی چیز کا دیکھنا جو اس کے قصور پر متنبہ کرنے والی ہو مثلاً اپنے غصہ کو کتے کی شکل میں دیکھنا جو اس کو کاٹ رہا ہے یا انوار کا دیکھنا یا کھانے پاکیزہ کا دیکھنا مثلاً دودھ کا پینا اور شہد اور گھی کا کھانا۔ یا ملائکہ کا دیکھنا واللہ اعلم۔ اور ان میں سے مناجات میں لذت حلاوت کا حاصل ہونا اور وساوس نفسانی کا منقطع ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی رکعتین لا یحدث فیہما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ جو کوئی نماز دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اس کے دل میں وسوسہ پیدا نہ ہو تو اس کے سب پچھلے گناہ بخشے گئے۔ اور ان میں سے محاسبہ ہے اور وہ اس عقل کے جو نور ایمانی سے منور ہے اور اس ارادہ کے مابین پیدا ہوتا ہے جو قلب کا پہلا مقام ہے[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الکیس من دان نفسہ ہوشیار وہ شخص ہے کہ جس کا نفس اس کے تابع ہو گیا۔ اور بعد موت کے لئے بھی عمل کیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں لوگوں سے فرمایا۔ حاسبوا انفسکم الخ (ترجمہ) اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جاوے اپنے نفسوں سے حساب لے رکھو اور پہلے اس سے کہ وزن کیا جاوے تم ان کو وزن کر رکھو اور خدا تعالیٰ کے سامنے بڑی پیشی ہونے والی ہے اس کے لئے آراستہ ہو کر بیٹھ جاؤ جس روز تم پیش کئے جاؤ گے تو کوئی بات تمہاری پوشیدہ نہ رہے گی

[1] ای الارادۃ وہو اول المقامات ۱۲

ومنها الحياء وهو غير الحياء الذي هو من مقامات النفس يتولد من رؤية عزة الله تعالى وجلاله مع ملاحظة عجزه عن القيام بحقه وتلبسه بالادناس البشرية قال عثمان رضي الله عنه اني لاغتسل في البيت المظلم فانطوي حياء من الله تعالى **واما** المقامات المتعلقة بالقلب فاولها الجمع وهو ان يكون امر الآخرة هو المقصود الذي يهتم به ويكون امر الدنيا هينا عنده لا يقصده ولا يلتفت اليه الا بالعرض من جهة انه يكون بلغة له الى ما هو بسبيله والجمع هو الذي يسميه الصوفية بالارادة قال صلى الله عليه وسلم من جعل همه هما واحدا هم الآخرة كفاه الله همه ومن تشعبت به الهموم لم يبال الله في اي اودية هلك **اقول** همة الانسان لها خاصية مثل خاصية الدعاء في قرع باب الجود بل هي مخ الدعاء وخلاصته فاذا تجردت همته لمرضيات الحق كفاه الله تعالى فاذا حصل جمع الهمة والطبع على المحبوبية ظاهرا وباطنا انتج ذلك في قلبه محبة الله ومحبة رسوله ولا يريد بالحب الايمان بان الله تعالى مالك الملك وان الرسول صادق مبعوث من قبله الى الخلق فقط بل هي حالة شبيهة بحالة الجائع بالنسبة الى الطعام وتنشأ المحبة من امتلاء العقل بذكر الله ثم والتفكر في جلاله ثم ترشح نور الايمان من العقل الى القلب وتلقي القلب ذلك النور بقوة مجبولة فيه **قال** رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان من كان الله ورسوله

اور ازانجملہ ہے حیا اور یہ حیا اُس حیا کے غیر ہے جو نفس کے مقامات سے ہے اور خدا تعالیٰ کی عزت جلال اپنے ادائے شکر کے عاجز ہونے اور ملوث بشریت کے ساتھ ملتبس ہونے کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہے کہ میں تاریک مکان میں غسل کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے حیا کے سبب سکڑ جاتا ہوں اور جو مقامات قلب کے متعلق ہیں انکی کا پہلا مقام جمع ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ آخرت کا امر آدمی کو مقصود بالذات و مہتم بالشان ہو اور دنیا کے معاملات اُسکے روبرو ذلیل و خوار معلوم ہوں اور ان کی طرف صرف اس سبب سے قصد و التفات ہو کہ وہ جسکے درپے ہے اُس چیز تک انکو وہ معاملات پہونچا سکتے ہوں اور جمع اُسی مقام کا نام ہے جسکو صوفیہ ارادہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من جعل همه هما الخ جو شخص اپنی فکر کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر کرے خدا تعالیٰ اُسکی فکر کے لیئے کافی ہو جاتا ہے اور جسکو طرح طرح کے افکار ہوتے ہیں خدائے تعالیٰ اُس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کسی جنگل میں ہلاک ہو میں کہتا ہوں انسان کے ارادہ و ہمت کو بھی جود کے دروازہ کو کھٹکھٹانے میں دعا کی سی خاصیت ہے بلکہ وہ دعا کا مغز اور اسکا خلاصہ ہے پس جب انسان کی ہمت مرضیات الہی کیطرف خالص ہو کر متوجہ ہوتی ہے خدا تعالیٰ اُس کے لیئے کافی ہو جاتا ہے اور جب اسکی ہمت پختہ ہو جاتی ہے اور ظاہر و باطن میں جمعیت پر مداومت کرتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسکے قلب میں خدا تعالیٰ اور اسکے رسول کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس محبت سے صرف اسبات کے یقین ہی میں ترقی نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ مالک الملک ہے اور اسکا رسول سچا اور خدا تعالیٰ کیطرف سے انکی خلق کیطرف مبعوث ہے بلکہ وہ محبت ایسی حالت کا نام ہے کہ جیسے پیاسے کو پانی کے ساتھ اور بھوکے کو کھانے کے ساتھ ایک نسبت ہوتی ہے یہ محبت ذکر الہی اور اسکے جلال میں فکر کرنے سے عقل کے لبریز ہو جانے اور پھر عقل سے قلب کیطرف نور ایمانی کے مترشح ہونے اور قلب کے اس نور کو بذریعہ اُس قوت کے جو قلب کے اندر پیدا کی گئی ہے قبول کرنے سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ثلث من کن الخ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ وہ ہوتی ہیں اُسکو ایمان کی لذت و حلاوت معلوم ہوتی ہے وہ شخص جسکو خدا اور اسکا رسول

احب الیه مما سواهما الحدیث وقال صلی الله علیه وسلم فی دعائه اللّهم اجعل حبك احب الیّ من نفسی وسمعی وبصری واهلی ومالی ومن الماء البارد وقال لعمر لا تکون مؤمنا حتی اکون احب الیك من نفسك فقال عمر والذی انزل علیك الکتاب لانت احب الیّ من نفسی التی بین جنبی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الآن یا عمر تم ایمانك وعن انس قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین اقول اشار النبی صلی الله علیه وسلم الی ان حقیقة الحب غلبة لذة استغین علی العقل ثم علی القلب والنفس حتی یقوم مقام مشتهی القلب فی مجری العادة من حب الولد والاهل والمال وحتی یقوم مقام مشتهی النفس من الماء البارد بالنسبة الی العطشان فاذا کان کذلك فهو الحب الخاص الذی یعد من مقامات القلب قال صلی الله علیه وسلم من احب لقاء الله احب الله لقاءه اقول جعل النبی صلی الله علیه وسلم میل المؤمن الی جناب الحق وتعطشه الی مقام التجرد من جلباب البدن وطلبه التخلص من مضایق الطبیعة الی فضاء القدس حین یتصل الیها لا یوصف بالوصف علامة لصدق محبته لربه قال الصدیق رضی الله عنه من ذاق

ان دونوں کے سواسب سے محبوب ہو الخ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی ہے اللهم اجعل حبك احب الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جبتک میں تیری ذات سے زیادہ تجھکو محبوب نہو اُس وقت تک تو مومن نہیں ہے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جسنے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے بلا شبہ آپ مجھکو اپنی جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ تر محبوب ہیں سو آپ نے فرمایا اے عمرؓ اب تیرا ایمان کامل ہوگیا اور انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے لا یؤمن احدکم الخ تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جبتک میں اسکو اسکی اولاد اور باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہوں۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ محبت فی الحقیقت لذت یقین کی عقل پر اور پھر قلب و نفس پر غالب ہوجانا ہے حتی کہ وہ قلب کی اُن خواہشوں کے قائم مقام ہوجاتی ہے جنکی نفس کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے جیسے پیاسے کو پانی کی خواہش پھر جب یہ حال ہوجاتا ہے تو وہ محبت خالص ہوجاتی ہے جو مقامات قلب سے شمار کیجاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احب لقاء الله احب الله لقاءه ۔ جو شخص خدا تعالے سے ملنا چاہتا ہے تو خدا تعالے جل شانہٗ اس سے ملنا چاہتا ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے اُس میلان کو جو بارگاہ الٰہی کیطرف اسکو ہوتا ہے اور حجاب بدنی سے تجرد کے مقام کیطرف اُس کے اشتیاق اور طبیعت کی قید سے نفضائل قدس کیطرف رہائی کے طالب ہونے کو جہاں وہ ایسی چیزوں سے متصل ہوتا ہے جو بیان میں نہیں آتیں اپنے پروردگار کے ساتھ صدق و محبت کی علامت گردانا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں جو شخص خدا تعالے کے ساتھ

سلہ تمامہ ومن احب عبد الا یحبه الا لله ومن یکره ان یعود فی الکفر بعد ان انقذه الله منه کما یکره ان یلقی فی النار ۱۲

خالص محبة الله تعالى شغله ذلك عن طلب الدنيا وأوحشه عن جميع البشر أقول قوله هذا غاية في الكشف عن آثار المحبة فاذا تمت محبة المؤمن لربه أدى ذلك الى محبة الله له وليس حقيقة محبة الله لعبده انفعاله من العبد تعالى عن ذلك علوا كبيرا ولكن حقيقتها المعاملة معه بما استعد له فكما ان الشمس تسخن الجسم الصقيل اكثر من تسخينها لغيره وفعل الشمس واحد في الحقيقة ولكنه يتعدد بتعدد استعداد القوابل كذلك لله تعالى عناية بنفوس عباده من جهة صفاتهم وافعالهم من اتصف منهم بالصفات الخسيسة التي يدخل بها في اعداد البهائم فعل ضوء شمس الاحدية فيه ما يناسب استعداده ومن اتصف بالصفات الفاضلة التي يدخل بسببها في اعداد الملأ الاعلى فعل ضوء شمس الاحدية فيه نورا وضياء حتى يصير جوهرا من جواهر حظيرة القدس وانسحب عليه احكام الملأ الاعلى فعند ذلك يقال احبه الله لان الله تعالى فعل معه فعل المحب بحبيبه ويسمى العبد حينئذ وليا ثم محبة الله لهذا العبد تحدث فيه احوالا بينها النبي صلى الله عليه وسلم اتم بيان فمنها نزول القبول له في الملأ الاعلى ثم في الارض قال صلى الله عليه وسلم اذا احب الله تعالى عبدا نادى جبريل اني احب فلانا فاحبه فيحبه جبريل ثم ينادي جبريل في السموات ان الله تعالى احب فلانا

خالص محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو وہ محبت طلب دنیا سے اسکو مانع ہو جاتی ہے اور تمام لوگوں کا اس شخص کو وحشت و نفرت ہوتی ہے میں کہتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق کا یہ فرمانا آثار محبت کا پورا پورا بیان ہے پس جب ایماندار کو خدا تعالیٰ سے پوری و کامل محبت ہو جاتی ہے تو اسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ کو اس بندہ کے ساتھ محبت کرنے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ خدا تعالیٰ اس بندہ سے متاثر ہوتا ہے لیکن اس محبت کی حقیقت خدا تعالیٰ کا اس بندہ کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا ہے کہ جسکی وہ بندہ قابلیت رکھتا ہے جس طرح آفتاب صقیل جسم کو بہ نسبت اور اجسام کے زیادہ تر گرم کر دیتا ہے اور آفتاب کا فعل واقع میں ایک ہی ہوتا ہے مگر چونکہ اس فعل کے قبول کرنے والوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اسلئے اس کا فعل بھی مختلف اور متعدد ہو جاتا ہے اسیطرح خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے نفوس کی طرف باعتبار اُن کے اعمال و صفات کے عنایت و توجہ ہے پس جو شخص اُنمیں سے صفات رذیلہ کے ساتھ متصف ہو کر اپنے تئیں بہائم کے شمار میں داخل کر لیتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اس میں وہ کام کرتی ہے جو اسکی استعداد کے مناسب ہوتا ہے اور جو شخص اخلاق و صفات فاضلہ کے ساتھ اپنی ذات کو متصف کر کے ملاء اعلیٰ کے شمار میں داخل ہو جاتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اسکو منور و روشن کر دیتی ہے حتیٰ کہ وہ شخص حظیرۃ القدس کے جواہر میں سے ایک جوہر ہو جاتا ہے اور ملاء اعلیٰ کے احکام اسپر جاری ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں وہ شخص محبوب الٰہی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس سے وہ معاملہ کیا ہے جو محب اپنے حبیب سے کرتا ہے اسوقت میں اس بندہ کا نام ولی ہو جاتا ہے پھر خدا تعالیٰ کو جو اس بندہ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اسکے سبب بندہ پر بہت سے حالات جاری ہوتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکو پورے طور سے بیان فرمایا ہے از انجملہ یہ کہ وہ شخص ملاء اعلیٰ میں اور پھر زمین پر بھی مقبول ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا احب جب خدا تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو ندا فرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسکو دوست رکھ پھر جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر تمام آسمانوں پر جبرائیل ندا کر دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے

فاحبوه فيحبه اهل السموات ثم يوضع له القبول في الارض **اقول** اذا توجهت عناية الله
الى محبة عبد انعكست محبته الى الملأ الاعلى بمنزلة نور من ضوء الشمس ...
بصقيلة ثم الى الملأ السافل محبته ثم الى من استعد له من اهل الارض ...
الارض الرخوة التي يجري بها ركنا الماء **ومنها** خذلان اعدائه قال صلى الله عليه وسلم عن
ربه تبارك وتعالى من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب **اقول** اذا انعكست محبته ورضاه
نفوس الملأ الاعلى ثم خالفها مخالف من اهل الارض احست الملائكة ...
كما يحس احد بالحرارة اذا وقعت ...
من قبيل البصر ... فعند ذلك ... الملأ ... واهل الارض
ان يسيئوا اليه وذلك حرب الله تعالى اياه **ومنها** اجابة سؤاله واعاذته مما استعاذ منه **قال**
صلى الله عليه وسلم عن ربه تبارك وتعالى وان سألني لاعطينه وان استعاذني لاعيذنه **اقول**
وذلك ان حوله في حظيرة القدس حيث يقضي بالحوادث قد عاوه واستعاذته يرتقي هنالك
ويكون سبب الرول للقضاء وفي آثار الصحابة شيء كثير من باب استجابة الدعاء من جملة
ما وقع لسعد حين دعا على ابي سعدة اللهم ان كان عبدك هذا كاذبا قام رياء وسمعة

تم بھی اسکو دوست رکھو پس تمام اہل السموات اسکو دوست رکھتے ہیں پھر اسکی قبولیت زمین پر ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں
جب عنایت الٰہی اس بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ملاء اعلیٰ میں اس محبت کا عکس پڑتا ہے جسطرح آفتاب کی روشنی کا عکس صاف
آئینہ میں پڑتا ہے پھر ملاء سافل کے دلوں میں اسکی محبت کا قدم ہوتا ہے پھر اہل زمین میں سے جن میں صلاحیت کی وجہ سے قبولیت ہوتی
ہے انکے دل میں اسکی محبت کا اثر ہوتا ہے جسطرح نرم زمین پانی کے اثر سے تری کو اخذ کر لیتی ہے اور منجملہ انکے دشمنوں کا رسوا
ہونا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے **من عادی لی ولیا** الخ یعنی جو شخص میرے ولی سے
عداوت کرتا ہے پس میں اسکو اعلان جنگ دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں جب بندہ کی محبت کا عکس ملاء اعلیٰ کے نفوس پر
بمنزلہ آئینوں کے پڑتا ہے پھر اہل زمین میں سے کوئی شخص اسکی مخالفت کرتا ہے تو ملاء اعلیٰ کو وہ مخالفت محسوس ہوتی ہے
جسطرح ہم میں سے کسی کا قدم آگ کی چنگاری پر پڑ جائے تو اسکی حرارت اسکو محسوس ہو جاتی ہے اس مخالفت کے معلوم
کرنے کے بعد ملاء اعلیٰ کے نفوس سے شعاعیں نکل کر نصرت و عداوت کے طور پر اس مخالفت کرنے والے پر پڑتی ہیں پس اس وقت
میں وہ شخص خوار ذلیل ہو جاتا ہے اور زندگی اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور ملاء سافل کے دل میں اسکی اہانت کا القا ہوتا ہے
کہ انکے ساتھ بری طرح پیش آویں خدا تعالیٰ کی لڑائی کے یہی معنی ہیں اور منجملہ یہ ہے کہ اس شخص کی دعا قبول ہوتی ہے
اور جس چیز سے وہ پناہ مانگتا ہے تو وہ پناہ دیدی جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن ربہ تعالیٰ فرمایا ہے
وان سألنی لاعطینه الخ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اسکو ضرور دیتا ہوں اور اگر پناہ چاہتا ہے تو پناہ بھی
دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ شخص حظیرۃ القدس میں داخل ہو جاتا ہے جہاں سے حوادث کا حکم دیا جاتا ہے
اور اس شخص کی دعا اور پناہ کی خواستگاری کرنا حظیرۃ القدس کی طرف چڑھ کر حکم الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوتا ہے صحابہ کے
آثار میں استجابت دعا کے باب میں بہت کچھ مروی ہے از انجملہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے ابو سعدہ پر بد دعا کی
کہ بار خدایا اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور ریا و سمعہ کے طور پر کھڑا ہوا ہے تو ۔

فاصل عمره واطال فقره وعرضه للفتن فكان كما قال وما وقع لسعد حين دعا على اروى بنت
اويس اللهم ان كانت كاذبة فاعم بصرها واقتلها في ارضها فكان كما قال ومنها فناؤه عن
نفسه وبقاؤه بالحق وهو المعبر عنه عند الصوفية بغلبة كون الحق على كون نفسه قال
صلى الله عليه وسلم عن ربه تبارك وتعالى وما يزال العبد يتقرب الي بالنوافل حتى احببته فاذا احببته
كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها اقول اذا غشي نور الله
نفس هذا العبد من جهة قوته العملية المنبثة في بدنه دخل سمعه من هذا النور
قواه فحدثت هنالك بركات لم تكن تعهد في مجرى العادة فعند ذلك نسب العمل الى
الحق بمعنى من معاني النسبة كما قال تعالى فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم وما رميت اذ رميت
ولكن الله رمى ومنها تنبيه الله تعالى اياه بالمؤاخذة على ترك بعض الآداب وقبول الرجوع
من الإلادب كما وقع للصديق حين غاضب اضيافه ثم علم ان ذلك من الشيطان
فرجع الى المعروف فبورك في طعامه ومن مقامات القلب مقامان يختصان بالنفوس
المشبهة بالانبياء عليهم الصلوات والتسليمات ينعكسان عليها كما ينعكس ضوء القمر
في مرآة موضوعة بإزاء كوة مفتوحة ثم ينعكس ضوءها على الجدران والسقف والارض وهما
منزلة الصديقية والمحدثية الا ان ذينك يستقران في القوة العقلية من نفوسهم وهذا في القوة

اسکی عمر زیادہ کرے اور اسکی محتاجی زیادہ کرے اور فتنوں کا اس کو سامنا کرے جیسا انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور
ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے اروی بنت اوس پر یہ بد دعا کی بارخدایا اگر یہ جھوٹی ہے تو اسکی آنکھیں اندھی کر دے اور
اسی جگہ اس کو موت دیدے پس جیسا انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اور ازانجملہ نفس سے فانی ہونا اور حق کے ساتھ
باقی رہنا ہے صوفیہ اسکو غلبہ کون الحق علی کون العبد کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃً عن
اللہ تبارک وتعالیٰ فرمایا ہے وما یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ الخ
میں کہتا ہوں جب خداتعالیٰ کا نور اس بندہ کے نفس کو باعتبار اسکی قوت عملیہ کے جو بدن اسکے میں منتشر ہوتی ہے ڈھک
لیتا ہے تو اس نور کا ایک شعبہ اسکے تمام قوتوں میں پہنچ جاتا ہے جس کے سبب ان قویٰ میں ایسی برکات پیدا ہو جاتی
ہیں جو مجرائے عادت کے بالکل خلاف ہوتی ہیں ایسے وقت میں وہ فعل ایک خاص نسبت کے ساتھ خداتعالیٰ کی طرف
منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم الخ یعنی تم نے انکو نہیں
قتل کیا لیکن خداتعالیٰ نے انکو قتل کیا اور تو نے جب پھینکا تو وہ تو نے نہیں پھینکا لیکن خداتعالیٰ نے پھینکا اور ازانجملہ یہ ہے
کہ بعض آداب کے ترک کرنے سے مواخذہ کرکے اور اپنی طرف بندہ کے رجوع کو قبول فرما کے اسکو متنبہ کر دیتا ہے جس
طرح ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مہمانوں کو ناخوش کر دیا پھر انکو معلوم ہوا کہ یہ فعل شیطان کی طرف سے ہے پھر
امر معروف کی طرف انہوں نے رجوع کیا تو ان کے کھانے میں برکت ہوئی اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں یہ مقام
ان نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں ان مقامات کا عکس ان نفوس پر ایسا
ہے جس طرح چاند کی روشنی کا اس آئینہ میں عکس پڑتا ہے جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل رکھا ہوا ہے پھر اس آئینہ کی روشنی کا عکس
دیواروں اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام بھی بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں پھر اتنا ضرور فرق ہے کہ صدیقیت و محدثیت
کا محل انکے نفوس کی قوت عقلیہ ہوتی ہے اور انکا محل قوت قلبیہ ہوتی ہے اور وہ دونوں شبیہ دو اوری کے مقام میں

نسمة منبجسة من القلب وهما مقاما الشهيد والحواري والفرق بينهما ان الشهيد نفس بعثها غضب وشدة على الكفار ونصرة لدين الله من موطن من مواطن الملكوت هبط الحق فيه لارادة الانتقام من العصاة ينزل من هنالك على الرسول فيكون الرسول جارحة من جوارح الحق في ذلك فتقبل نفوسهم من هنالك كما ذكرنا في الحديثية والحواري من خلصت محبته للرسول وطالت صحبته معه واتصلت قرابته منه فانجذب من ذلك انعكاس نصرة دين الله من قلب النبي على قلبه قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا كونوا انصار الله كما قال عيسى بن مريم للحواريين من انصاري الى الله قال الحواريون نحن انصار الله فآمنت طائفة الآية وقد بشر النبي صلى الله عليه وسلم الزبير بانه حواري والشهيد والحواري انواع وشعب منهم الامين ومنهم الرفيق ومنهم النجيب ومنهم النقيب وقد نوه النبي صلى الله عليه وسلم في فضائل الصحابة بشيء كثير من هذه المعاني عن علي رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لكل نبي سبعة نجباء رقباء واعطيت انا اربعة عشر قلنا من هم قال انا وابناي وجعفر وحمزة وابو بكر وعمر ومصعب بن عمير وبلال وسلمان وعمار وعبد الله بن مسعود وابو ذر والمقداد وقال الله تعالى ليكون الرسول عليكم شهيدا وتكونوا شهداء على الناس وقال صلى الله عليه وسلم اثبت احد فانما عليك نبي او صديق او شهيد ومن احوال القلب السكر وهو ان يغير نور الايمان او العقل ثم في القلب حتى تفوته مصالح الدنيا وحتى يحب ما لا يحبه الانسان في مجرى طبيعته فيكون شبيها بالسكران المتغير عن سنن عقله وعادته كما قال ابو الدرداء

اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ شہید کا نفس غصہ اور کفار پر شدت اور دین الٰہی کی مدد ملکوت کے مقامات میں سے کسی مقام سے قبول کرتا ہے جس میں خدا تعالیٰ نے نافرمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ کر رکھا ہے اور وہاں سے رسول پر اس ارادہ کا نزول ہوتا ہے پس رسول اس مقام میں خدا تعالیٰ کے اسباب میں سے ایک سبب ہو پس ان لوگوں کے نفوس اسی مقام سے اس رنگ کو قبول کرتے ہیں جیسا کہ حدیثیہ میں ہم نے ذکر کیا ہے اور حواری وہ شخص ہوتا ہے جس کو رسول سے خالص محبت ہوتی ہے اور وہ مدت تک صحبت میں رہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ اے ایمان والو ہو جاؤ اللہ کے مددگار جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کون ہیں میرے مددگار خدا کی طرف والے حواری ہم خدا کے مددگار ہیں الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو حواری ہونے کی بشارت دی ہے۔ اور شہید اور حواری کی کئی قسمیں اور شعبے ہیں ایک ان میں سے امین ہے اور ایک رفیق اور ایک نجیب اور ایک نقیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے فضائل میں ان امور میں سے بہت کچھ بیان کر کے مطلع فرمایا ہے اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر نبی کے لئے سات نجیب و رقیب ہوئے ہیں اور مجھ کو چودہ دیئے گئے ہیں ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں تو حضرت نے فرمایا میں اور میرے دونوں بیٹے حسنؓ و حسینؓ اور جعفر اور حمزہ اور ابوبکر اور عمر اور مصعب بن عمیر اور بلال اور سلمان اور عمار اور عبداللہ بن مسعود اور ابو ذر اور مقداد اور اللہ پاک فرماتا ہے لیکون الرسول الخ تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثبت احد اے احد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر نبی ہے یا صدیق یا شہید اور منجملہ احوال قلب کے سکر ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ نور ایمان و عقل دل میں اور پھر قلب میں متشکل ہو کر دنیاوی معاملات کو دور کر دے اور ایسی چیزوں کو انسان پسند کرنے لگے جن کو انسان مجرائے طبیعت کے اعتبار سے ناپسند کرتا ہے پس وہ شخص اس شخص سے مشابہ ہو جاتا ہے جو نشہ کی حالت میں اور عقل و عادت کے طریقہ سے اس کا حال بدلا ہوا ہو جیسا کہ ابوالدرداء نے فرمایا ہے۔

احب الموت اشتياقا الى ربي واحب المرض تكفيرا لخطيئتي واحب الفقر تواضعا لربي وما يروى عن ابي ذر من كراهية المال بطبعه وشنآنه الغنى والثروة مثل كراهية الامور المستقذرة وليس في مجرى العادة الجبلية حب هذا القبيل وكراهية ذلك للنفس ويكرها عنهما اليقين حتى خرجا من مجرى العادة ومن احوال اهل الغلبة والغلبة غلبتان احدهما غلبة داعية منبعثة من قلب المؤمن حين خالطه نور الايمان فصح طاعات متولدة من ذلك النور ومن جبلة القلب فصارت داعية وخاطرا لا يستطيع الانسان عن موجبها وافقت مقصود الشرع اولا وذلك لان الشرع يحيط بمقاصد كثيرة لا يحيط بها قلب هذا المؤمن فربما ينقاد قلبه للرحمة مثلا وقد نهى الشرع عنها في بعض المواضع قال تعالى ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله وربما ينقاد قلبه للبغض وقد قصد الشرع اللطف مثل اهل الذمة ومثال هذه الغلبة ما جاء في الحديث عن ابي لبابة بن المنذر حين استشاره بنو قريظة حين نزلهم النبي صلى الله عليه وسلم على حكم سعد بن معاذ فاشار بيده الى حلقه انه الذبح ثم ندم على ذلك وعلم انه قد خان الله ورسوله فانطلق على وجهه حتى ربط نفسه في المسجد على عمد من عمده وقال لا ابرح مكاني هذا حتى يتوب الله تعالى علي مما صنعت وعن عمر انه غلبت عليه حمية الاسلام حين اعترض على رسول الله صلى الله عليه وسلم

مجھکو اپنے رب کا اشتیاق ہے جسے موت طبعی طور پر معلوم ہوتی ہے اور چونکہ مرض کے سبب سے میرے گناہ دور ہوجاتے ہیں جیسے مرض مجکو بھلا معلوم ہوتا ہے اور چونکہ محتاجگی میں خدا تعالیٰ کے ساتھ تواضع ہوتی ہے اسیلئے محتاجگی مجھکو بھلی معلوم ہوتی ہے اور حضرت ابوذر کے حالات میں مروی ہے کہ وہ بطبعہ مال کو برا جانتے تھے اور غنا اور ثروت سے ان کو ایسی نفرت ہوتی تھی جسطرح کسی کو ناپاک چیزوں سے نفرت ہوتی ہے اور یہ عادت شریعہ کا نتیجہ ہے کہ ایسی چیزوں سے محبت اور ایسی چیزوں سے نفرت ہو مگر انہیں یقین کا ایسا غلبہ تھا کہ یہ دونوں عادت سے باہر ہوگئے تھے اور منجملہ احوال قلب کے ایک غلبہ ہے اور غلبہ کی دو قسمیں ہیں ایک ایسی خواہش کا غلبہ ہے جو نور ایمانی کے قلب میں داخل ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے اس نور اور جبلت قلبی کے ملنے سے جو آگ کے طور پر خواہش بن جاتی ہے جسکی مقتضی سے رکنا اس شخص کے اختیار میں نہیں ہوتا خواہ وہ خواہش مقصود شرعی کے موافق ہو یا نہ ہو کیونکہ شرع بہت سے مقاصد پر مشتمل ہے جنکو اس مومن کا قلب احاطہ نہیں کرسکتا پس بسا اوقات اس شخص کے قلب پر مثلاً رحمت کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع نے بعض مواضع میں اس سے نہی فرمائی ہے اللہ پاک فرماتا ہے ولا تاخذکم الخ اور نہ کرے تم کو ان دونوں کے ساتھ خدا کے دین میں نرمی اور بسا اوقات اس کے قلب پر بغض کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع کو بعض مواضع میں مہربانی کرنی مقصود ہوتی ہے مثلاً اہل ذمہ میں اس غلبہ کی مثال وہ ہے جو حدیث شریف میں ابولبابہ بن منذر سے مروی ہے کہ جب سعد بن معاذ کے حکم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کو اتارنا چاہا تو بنی قریظہ نے ابی لبابہ سے مشورہ لیا ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلقوم پر اشارہ کیا جس سے ذبح ہونے کی طرف اشارہ ہے پھر وہ اس بات سے نادم ہوئے اور ان کو یقین ہوگیا کہ میں نے خدا تعالیٰ اور اسکے رسول کی خیانت کی ہے پھر وہ اسی حال میں چلے اور مسجد میں گئے اور اپنے کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا اور کہا کہ جب تک خدا تعالیٰ میرے اس فعل کی توبہ نہ قبول کریگا یہاں سے نہ ہٹونگا اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ان پر حمیت اسلام ایسی غالب ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر بیٹھے

ﻪ اے ارتفع والطاقة الزهداء

حين اراد ان يصالح المشركين عام الحديبية فوثب حتى اتى ابا بكر رضي الله تعالى عنه وقال اليس رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال بلى قال السنا بالمسلمين قال بلى قال اليسوا بالمشركين قال بلى قال
فعلام نعطي الدنية في ديننا فقال ابو بكر يا عمر الزم غرزه فاني اشهد انه رسول الله ثم عتب
عليه بما يجد حتى اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له مثل ما قال لابي بكر واجابه النبي
صلى الله عليه وسلم كما اجابه ابو بكر رضي الله عنه حتى قال انا عبد الله ورسوله لن اخالف
امره ولن يضيعني قال وكان عمر يقول فما زلت اصوم واتصدق واعتق واصلي من الذي
صنعت يومئذ مخافة كلامي الذي تكلمت به حتى رجوت ان يكون خيرا وعن ابي طيبة الحجام
حين حجم النبي صلى الله عليه وسلم فشرب دمه وذلك محظور في الشرع ولكن فعله في حال الغلبة
فعذره النبي صلى الله عليه وسلم وقال له لقد احتظرت بحائط من النار[1] وغلبة التي هي اقوى من
اجل من هذه واتم وهي غلبة داعية الهية تنزل على قلبه لا يستطيع الامساك عن مقتضاها
وحقيقة هذه الغلبة فيضان علم الهي من نحو المعادن القدسية على قوته العملية دون القوة
العقلية تفصيل ذلك ان النفس المتشبهة بنفوس الانبياء عليهم الصلوة والسلام واستعدت
لفيضان علم الهي ان سبقت القوة العقلية منها على القوة العملية كان ذلك علم فراسة عزما

یعنی جب آپ نے حدیبیہ کے سال مشرکین سے مصالحت چاہی تو حضرت عمر بگڑ پڑے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق
کے پاس آکر کہنے لگے کیا خدا کے رسول نہیں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم مسلمان نہیں
ہیں انہوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر انہوں نے کہا کیا وہ مشرک نہیں ہیں انہوں نے فرمایا ہاں ہیں انہوں نے کہا پھر ہم
اپنے دین میں ذلت کو کیونکر گوارہ کر سکتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اے عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
فرمانبرداری اپنے اوپر لازم پکڑ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں پھر بوجہ اس حالت کا غلبہ ہوا اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور آپ سے بھی وہی عرض کیا جو حضرت ابوبکر صدیق سے
عرض کیا تھا اور آپ نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ
کا بندہ اور اسکا رسول ہوں ہرگز اسکے حکم کی مخالفت نہ کرونگا اور ہرگز وہ مجھکو ضائع نہ کریگا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت
عمر فرمایا کرتے تھے کہ اس دن سے میں اپنے اس کلام کے خوف کے سبب سے برابر روزہ رکھتا اور صدقہ دیتا اور آزاد
کرتا اور نماز پڑھا کرتا یہاں تک کہ مجھے خیریت کی امید ہوئی۔ اور ابوطیبہ حجام سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
انہوں نے پچھنے لگائے تو آپکا خون مبارک پی گئے حالانکہ شریعت میں یہ ممنوع ہے لیکن انسے غلبہ کی حالت میں ایسا
ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو معذور رکھا کہ تو نے آگ سے بہت روک کر لی[1] اور ایک غلبہ اور ہے جو اس
غلبہ سے زیادہ جلیل القدر اور زیادہ کامل ہے اور وہ خواہش الٰہی کا غلبہ ہے جو اس کے قلب پر نازل ہوتی ہے
اور اسکے مقتضی کے پورا کرنے سے اپنے آپ کو نہیں روک سکتا اور اس غلبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بعض مقامات
قدسیہ سے اسکے قوت عملیہ پر علم الٰہی کا فیضان ہوتا ہے نہ قوت عقلیہ پر اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو نفس انبیاء علیہم السلام
کے نفس سے مشابہت رکھتا ہے جب اس میں علم الٰہی کے فیضان کی استعداد ہوتی ہے تو اگر اسکی قوت عقلیہ کو قوت
عملیہ پر سبقت ہوتی ہے تب وہ علم فراست والہام ہوتا ہے

لہ یعنی تو نے [illegible] نار [illegible] حظیرۃ [illegible] علیہا [illegible] تحقیق [illegible] ۱۲

و قالا و نفرة و صحاحبها ما شاهده ما روی فی قصة بدر من ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الح فی الدعاء حتی قال انی انشدك عهدك ووعدك اللهم ان شئت لم تعبد فاخذ ابو بکر بیده فقال حسبك فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یقول سیهزم الجمع ویولون الدبر فمعناه ان الصدیق القی فی قلبه داعیة الکف فی الالحاح و ترغیبه فی الکف عنه فعرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ذلك داعیة حق فخرج مستظهرا بنصرة اللہ تالیا هذه الآیة و مثاله ایضا ما روی فی قصة موت عبد اللہ بن ابی حین اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی جنازته قال عمر فتحولت حتی قمت فی صدره وقلت یا رسول اللہ اتصلی علی هذا وقد قال یوم کذا وکذا اعدد ایامه حتی قال اخر عنی یا عمر انی خیرت فاخترت وصلی علیه ثم نزلت هذه الآیة ولا تصل علی احد منهم مات ابدا قال عمر فعجبت لی وجراتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم وقد بین عمر الفرق بین الغلبتین افصح بیان فقال فی الغلبة الاولی ما زلت اصوم واتصدق واعتق الخ وقال فی الثانیة فعجبت لی وجراتی فانظر الفرق بین هاتین الکلمتین ومنها ایثار طاعة اللہ تعالی علی ما سواها وطرد موانعها والنفرة عما یشغله عنها کما فعل ابو طلحة الانصاری کان یصلی فی حائط فطار دبسی وطفق یتردد ولا یجد مخرجا

اور اگر قوت علیہ کو قوت عقلیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ غلو زیادہ یا نفرت ہوتا ہے اسکی مثال وہ ہے جو بدر کے قصہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں مبالغہ کیا حتی کہ آپ نے دعا میں کہا میں تیرے عہد اور وعدہ کا تجھ سے سوال کرتا ہوں یا خدایا اگر تجھکو یہی پرستش کروانا منظور نہیں تو نا کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپکا ہاتھ پکڑ کر بس ہونے دیجیے پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ فرماتے چلے سیھزم الجمع کفار کی جماعت بھگا دی جائیگی اور پیٹھ پھیر دینگے سو اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں خدا کیطرف سے خواہش پیدا ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بد دعا میں مبالغہ کرنے سے روکیں اور اس سے باز رہنے کی رغبت دلائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی فراست سے یہ بات کہ معلوم کر لی کہ یہ خواہش خدا کی ہے اور خدا تعالی کی مدد سے فتح کے طالب ہو کر یہ آیت کو پڑھتے ہوئے وہاں سے چلے آئے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی کی موت کے بیان میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسکے جنازہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسکی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن ایسا کہا تھا اور فلاں دن ایسا کہا تھا حتی کہ آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ مجھکو چونکہ اختیار دیا گیا ہے تو میں نے اختیار کر لیا اور آپ نے اسکی نماز پڑھی تو یہ آیت نازل ہوئی ولا تصل الخ ان میں سے کوئی مر جاوے تو کبھی اسکی نماز نہ پڑھ۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھے اپنی دلیری اور خداوند کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جرات کرنے سے حالانکہ حضور زیادہ واقف تھے تعجب آتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں قسم کے غلبوں کا فرق خوب انکشاف کے ساتھ بیان کر دیا ہے یعنی غلبہ اولی میں اپنے آپکو برابر روزہ رکھنے اور صدقہ کرنے اور آزاد کرنے اور نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور غلبہ ثانیہ میں یہ فرمایا کہ مجھے اپنی دلیری اور اپنی جرات پر تعجب ہوا ان دونوں کلمات میں جو کچھ فرق ہے دیکھنا چاہیے اور منجملہ انکے خدا تعالی کی طاعت کا سب پر مقدم کرنا اور اسکے موانع کا دور کرنا اور جو چیزیں اسکو طاعت الہی سے روکتی ہیں انسے بیزار ہونا جیسا کہ ابو طلحہ انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑا اور ادھر ادھر اڑنے لگا وہ اسکو دیکھ کر درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں میں الجھ گیا اور اسکو باہر جانے کا

ایک قسم کا پرندہ ہے جو جنگل میں ہوتا ہے اور اسکا رنگ سیاہ اور سرخ ہوتا ہے

من كثرة العصيان والاوراق واعجبه دمعت دمعا لا يدري كوعي تصدق بحلطه **ومنها**
عين الخوف حتى يظهر البكاء ولم تعد الا من نقص وكان له صلى الله عليه وسلم ولنحيب كغليان المرجل
كاز ير المرجل وقال صلى الله عليه وسلم سبعة يظلهم الله تعالى في ظله يوم لا ظل الا ظله ورجل
ذكر الله تعالى خاليا ففاضت عيناه وقال لا يلج النار رجل بكى من خشية الله حتى يعود اللبن
في الضرع وكان ابو بكر رجلا بكاء لا يملك عينيه حين يقرأ القرآن وقال جبير بن مطعم سمعت النبي
صلى الله عليه وسلم يقرأ ام خلقوا من غير شيء ام هم الخالقون فكاد قلبي ان يطير **واما المقامات**
التي صارت للنفس من جهة تسلط نور الايمان عليها وقهره اياها وتغيير صفاتها الخبيثة
والصفات الفاضلة فهو ان ينزل نور الايمان من العقل متنورا لعجائب عظمة الله الى القلب
فيروج بجملة القلب فيتولد بينه زجر يقهر النفس ويزجرها عن المخالفات ويتولد بينهما ندم
يقهر النفس ويأتي عليها وبأخذ تلافيها ثم يتولد بينهما بعزم على ترك معاصي **فاستقل**
من الرجاء فيقهر النفس ويجعلها مطمئنة باوامر الشرع ونواهيه فدل الله بذلك وتعالى
واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى **اقول** ولمن خاف

استغفار تعالیٰ بات زکوبت اچھی معلوم ہوئی وہ اس خیال میں [illegible] کی تعداد [illegible] ہوں [illegible]
تصدق کر دیا اور انجملہ خوف کا غلبہ ہے جس کے سبب آدمی کو رونا آجاتا ہے اور اس کا [illegible] نے [illegible] حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب شب کو نماز پڑھتے تھے تو ہانڈی کے جوش کیطرح آپ کی آواز محسوس ہوتی تھی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخص ایسے ہیں جنکو خدا تعالیٰ اپنے سایہ کے نیچے [illegible] اسکے سایہ کے کوئی
سایہ نہ ہوگا داخل کریگا فرمایا ہے وہ جس [illegible] وہ شخص جس نے خدا تعالیٰ کو [illegible] دیکھا اور اسکی [illegible]
جو شخص خدا تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے [illegible] نہ جائیگا جبتک کہ دودھ تھنوں میں [illegible] آوے اور [illegible]
بڑے رونے والے شخص تھے جب قرآن پڑھتے تھے انکی آنکھیں [illegible] نہ رہتی تھیں [illegible]
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] آیت پڑھتے سنا ام خلقوا من غیر شیء [illegible]
مقامات جو نفس کو نور ایمان کے اسپر [illegible] ہونے اور اسکی صفات خبیثہ کو صفات فاضلہ [illegible]
ہونے میں حاصل ہوتے ہیں سو یہ مقام یہ ہے کہ نور ایمانی اس عقل سے کہ منور بعجائب عظمت ہو رہا ہے [illegible] ہو کر قلب کی طرف آتا
ہے وہ جملہ قلب کے ساتھ [illegible] اور [illegible] پیدا کرکے اس سے ایک [illegible] پیدا ہوتا ہے جو نفس پر غالب ہو جاتا ہے اور
اسپر سوار ہو جاتی ہے [illegible] ان دونوں سے آئندہ زمانہ میں معاصی چھوڑنے کا [illegible] پیدا ہوتا ہے [illegible]
پر غالب ہو کر شرع کے اوامر و نواہی سے اس کو مطمئن [illegible] اللہ پاک فرماتا ہے واما من خاف
مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى
ولیکن جس شخص نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو خواہش کرنے سے روکا [illegible]
جنت میں ہی ٹھکانا ہو گیا میں کہتا ہوں اللہ پاک کا یہ قول من خاف

له اے صوت البكاء وقيل غليان القلب [illegible] ١٢

بيان استنارة العقل بنور الايمان ونزول النور منه الى القلب وذلك لان الخوف له مبتدأ
ومنتهى فمبتدؤه معرفة الخوف منه وسطوته وهذا محله العقل ومنتهاه فزع وقلق و
دهش وهذا محله القلب وأما قوله ونهى النفس فبيان لنزول النور المخالط لوكاعة
القلب الى النفس وقهره اياها وزجره لها عن لذاتها وانزجارها عن حكمه ثم ينزل من العقل
نور الايمان مرة اخرى ويزدوج بجبلة القلب فيتولد بينهما الالتجاء الى الله ويفضي ذلك
الى الاستغفار والانابة والاستغفار يفضي الى الصقالة قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المؤمن اذا اذنب كانت نكتة سوداء في قلبه فان تاب و
استغفر صقل قلبه فان زاد زادت حتى تعلو قلبه فذلكم الران الذي ذكر الله تعالى كلا
بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون **أقول** اما النكتة السوداء فظهور ظلمة من الظلمات
البهيمية واستتارة نور من الانوار الملكية واما الصقالة فضوء يفاض على النفس من نور
الايمان واما الران فغلبة البهيمية وكمون الملكية راسا وتكرر نزول نور الايمان ودفعه
الوساوس النفسانية فكلما هجس خاطر المعصية من النفس نزل بازائه نور فدمغ الباطل معاده
قال صلى الله عليه وسلم ضرب الله مثلا صراطا مستقيما وعن جنبي الصراط سوران فيهما

عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور پھر اس نور کے قلب کی طرف نازل ہونے کا بیان ہے اس لیے کہ خوف کے لیے ایک
ابتدا اور انتہا ہے ابتدا تو حق تعالیٰ سے خوف اور اس کے غلبہ کا معلوم کرنا اور اس کا محل عقل ہے اور اس کا منتہیٰ دہشت و
اضطراب و دہشت اور اس کا محل قلب ہے اور (ونہی النفس) سے اس نور سے جو قوت قلبی کے ساتھ مخلوط ہو گیا
ہے نفس کی طرف نازل ہونے اور اس پر غالب ہونے اور اس کو روکنے اور پھر اس کے ماتحت نفس کے مغلوب و مقہور ہو جانے کا بیان
ہے پھر عقل سے دوسری مرتبہ نور ایمانی کا نزول قلب کی طرف ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ ازدواج و اتصال پیدا
ہو کر ان دونوں سے خدا تعالیٰ کی طرف التجا پیدا ہوتی ہے اور وہ استغفار اور توجہ کا باعث ہوتی ہے اور استغفار کے
سبب سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المومن اذا المومن جب
گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ و استغفار کر لیتا ہے تب اس کا دل صاف ہو جاتا ہے
اور اگر وہ اور گناہ کرتا ہے تو نقطہ پھیل کر قلب پر چھا جاتا ہے خدا تعالیٰ نے جو ران کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے یہی ہے کہ
کلا بل ران الخ میں کہتا ہوں وہ نقطہ سیاہ بہیمیت کی ظلمتوں میں سے ایک ظلمت کا ظاہر ہونا اور انوار ملکیہ میں سے ایک نور کا
روپوش ہونا ہے اور اس نقطہ کا صاف ہونا ایک روشنی ہے کہ نور ایمانی سے اس کے نفس پر فائز ہوتی ہے اور ران بہیمیت
کے غالب ہونے اور ملکیت کے بالکل پوشیدہ ہو جانے کا نام ہے پھر بار بار نور ایمانی کا نزول ہوتا رہتا ہے اور بار بار نفسانی
وساوس دور ہوتے رہتے ہیں یعنی جب نفس کے اندر کسی گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے مقابل میں ایک نور بھی نازل
ہوتا ہے جو اس باطل کو دور کرتا رہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ضرب اللہ مثلا
صراطا مستقیما وعن جنبی الصراط سوران الخ خدا تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے
کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اس راستہ کے دائیں و بائیں دو دیواریں ہیں اور ان دونوں دیواروں میں ::

له قوة ۱۲ سله لے ستر شک نقطة از قلب دار ال بر والطبع ۱۲

بالتفريع على هذه الاصول قيل انا بارض قوم اهل كتاب افنأكل فى آنيتهم وبارض صيد
صيد بقوسى وبكلبى الذى ليس بمعلم وبكلبى المعلم فما يصلح لى قال صلى الله عليه وسلم
اما ما ذكرت من آنية اهل الكتاب فان وجدتم غيرها فلا تأكلوا فيها وان لم تجدوا
فاغسلوها وكلوا فيها وما صدت بقوسك فذكرت اسم الله فكل وما صدت بكلبك المعلم
فذكرت اسم الله فكل وما صدت بكلبك غير المعلم فادركت ذكاته فكل قوله صلى الله
عليه وسلم فان وجدتم غيرها فلا تأكلوا فيها اقول ذلك تحريا للمحتاط وبرخصه للقلب من
الوساوس وقيل يا رسول الله انا نرسل الكلاب المعلمة قال صلى الله عليه وسلم
اذا ارسلت كلبك فاذكر اسم الله فان امسك عليك فادركته حيا فاذبحه وان ادركته
قد قتل ولم يأكل منه فكله وان اكل فلا تأكل فانما امسك على نفسه وان وجدت مع
كلبك كلبا غيره وقد قتل فلا تأكل فانك لا تدرى ايهما قتله قيل يا رسول الله
ارمى الصيد فاجد فيه من الغد سهمى قال صلى الله عليه وسلم اذا علمت ان سهمك قتله
ولم تر فيه اثر سبع فكل وفى رواية واذا رميت سهمك فاذكر اسم الله فان غاب
عنك يوما فلم تجد فيه الا اثر سهمك فكل ان شئت وان وجدته غريقا فى الماء فلا تأكل
قيل انا نرمى بالمعراض قال صلى الله عليه وسلم

انہیں اصولوں کی بناء پر جواب دیا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے ملک کے باشندے ہیں کیا ہم انکے برتنوں میں کھایا کریں اور ہم شکار کے ملک میں رہتے ہیں اپنی کمان اور اپنے معلم وغیر معلم سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کیا بات مناسب ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کے برتنوں کا جو تو نے حال بیان کیا ہیں اگر تمکو اور برتن میسر ہوں تب تو ان برتنوں میں کھاؤ اور اگر میسر نہوں تو انہیں کو دھو کر کھایا کرو اور خدا تعالی کا نام لیکر اپنی کمان سے جو تو شکار کرے اسے کھا لیا کر اور خدا کا نام لیکر اپنے سدھائے ہوئے کتے سے جو تو شکار کرے اسکو کھا لیا کر اور جو بغیر سدھائے کتے سے شکار کرے اور اس شکار کو زندہ پائے اسکو ذبح کرکے کھالے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ اگر تمکو اور برتن بہم پہونچیں تو ان میں مت کھایا کرو۔ میں کہتا ہوں اس میں احتیاط بات کا قصد کرنا۔ اور وساوس سے دل کا مطمئن کرنا ہے اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو خدا کا نام لیلیا کر پس اگر وہ کتا شکار کو تیرے لئے پکڑ رکھے اور تو پہونچکر اس شکار کو زندہ پائے تب تو اسکو ذبح کرلے اور اگر تو اسکو جاکر مرا ہوا پائے اور کتے نے اسکو نہ کھایا ہو تو پھر اسکو کھالے اور اگر کتے نے اسکو کھا لیا ہو تو تو مت کھا کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لئے پکڑ رکھا اور اگر تو اپنے کتے کے پاس جاکر اور کوئی کتا دیکھے اور شکار مر گیا ہو تو اسکو مت کھا کیونکہ تجکو اس بات کی خبر نہیں کہ ان دونوں میں سے کس نے اسکو مارا ہے۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شکار کیطرف تیر پھینکتا ہوں اور پھر کل کو وہ تیر اس شکار میں گھسا ہوا مجھ کو ملتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تجکو یقین ہو کہ تیرے تیر سے مرا ہے اور کسی درندہ کا اثر تجھے اسمیں نہ معلوم ہو تو اسکو کھالے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جب تو اپنے تیر کو پھینکے تو خدا کا نام لیلیا کر پھر اگر ایک دن تک وہ شکار تجھ کو نہ ملے اور پھر اسکے بعد ملے اور صرف تو اپنے ہی تیر کا اثر دیکھے تو اگر تو چاہے تو اسکو کھالے۔ اور اگر شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا دیکھے تو اسکو مت کھا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ ہم معراض (وہ تیر ہے جس میں بھال اور پر نہوں) مارتے ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كل ما خزق[1] وما اصاب بعرضه فقتل فانه وقيذ[2] فلا تاكل قيل يا رسول الله ان هنا اقواما حديث عهدهم بشرك يأتوننا بلحمان لا ندري يذكرون اسم الله عليها ام لا قال صلى الله عليه وسلم اذكروا انتم اسم الله وكلوا **اقول** اصله ان يحكم على الظاهر **قيل** انا لاقو العدو غدا وليست معنا مدى[3] افنذبح بالقصب **قال** صلى الله عليه وسلم ما انهر[4] الدم وذكر اسم الله فكل ليس السن والظفر وساحدثك عنه اما السن فعظم واما الظفر فمدى الحبش وند[5] بعير فرماه رجل بسهم فحبسه فقال صلى الله عليه وسلم ان لهذه[6] الابل اوابد[7] كاوابد الوحش فاذا غلبكم منها شيء فافعلوا به هكذا **اقول** لانه صار وحشيا فكان حكمه حكم الصيد **وسئل** صلى الله عليه وسلم عن شاة ابصرت جارية بها موتا فكسرت حجرا فذبحتها فامر باكلها قيل ان من الطعام **طعاما** اتحرج[8] منه قال لا يختلجن[9] في صدرك شيء ضارعت فيه النصرانية قيل يا رسول الله ننحر الناقة ونذبح البقرة والشاة فنجد في بطنها الجنين انلقيه ام ناكله قال صلى الله عليه وسلم كلوه ان شئتم فان ذكاته ذكاة امه:

کہ جو جانور زخمی ہو جائے اسکو کھالے اور جو جانور تیر کی چوڑائی سے چوٹ لگ کر مرجائے تو وہ جانور موقوذہ ہے اس کو مت کھا اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں چند قومیں نو مسلم ہیں اور وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور ہمکو نہیں معلوم کہ آیا اُسپر وہ خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم خود خدا کا نام لیکر کھالیا کرو۔ میں کہتا ہوں۔ اسکی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے۔ اور پھر کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ہم کل دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے۔ کیا ہم بانس سے ذبح کرلیا کریں۔ فرمایا۔ جو چیز خون کو بہاوے اور اُسپر خدا کا نام لیا جائے اُسکو کھالے بجز دانت و ناخون کے۔ اور انکا حال میں ابھی تجھ سے بیان کرتا ہوں دانت تو ایک ہڈی ہے۔ اور ناخون حبشہ کی ایک چھری ہے اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا اور ایک شخص نے تیر مار کر اُسکو روک لیا تو آپنے فرمایا اس اونٹ کو وحشی جانوروں کیطرح آدمیوں سے نفرت ہوتی ہے پس اگر انکی کوئی بات تمکو مجبور کرے تو اُنکے ساتھ ایسا ہی کرو۔ میں کہتا ہوں چونکہ وہ وحشی ہوگیا تو اُسکا حکم مثل حکم شکار کے ہوگیا اور ایک بکری کے باب میں آپ سے سوال کیا گیا کہ جسکو ایک چھوکری نے دیکھا کہ اُسپر آثار موت کے جاری ہورہے ہیں تو اُسنے ایک پتھر کو توڑ کر اُسکو ذبح کیا۔ آپ نے اُسکے کھانے کا حکم فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ کھانوں میں سے بعض ایسے کھانے ہوتے ہیں کہ جس سے ہم حرج سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنے دل میں کسی بات کا اختلاج نہ کر اس میں نصرانیت کی مشابہت کی تو نے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو نحر اور گاے بکری کو ذبح کرتے ہیں ہم۔ اور انکے پیٹوں میں ہم بچہ پاتے ہیں اسکو پھینک دیں یا کھالیں آپ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو اسکو کھالو۔ اُسکا ذبح وہی ہے جو اُسکی ماں کا ذبح ہے:

[1] خزق بالمعجمة اى نفذ جارحا ۱۲ [2] قوله وقيذ اى موقوذ يعنى الذى يقتل بغير المحدد كالعصا ۱۲ [3] جمع مدية السكين ۱۲ [4] اراق ۱۲ [5] اى فر ۱۲ [6] اللام بمعنى من ۱۲ [7] جمع آبد بمعنى نافرة ۱۲ [8] لعل لا اكله حرج وجاء الحرج وهو الاثم او اجد في نفسه ضيقا من اكله ۱۲ [9] قوله لا يختلجن اى لا يتحرك في قلبك الشك وضارعت شابهت ۱۲

آداب الطعام

واعلم أن النبي صلى الله عليه وسلم علمهم آدابا يتأدبون بها في الطعام قال صلى الله عليه وسلم بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده وقال صلى الله عليه وسلم كيلوا طعامكم يبارك لكم وقال صلى الله عليه وسلم إذا أكل أحدكم طعاما فلا يأكل من أعلى الصحفة ولكن يأكل من أسفلها فإن البركة تنزل من أعلاها أقول من البركة أن تشبع النفس وتقر العين وينجح الخاطر ولا يكون هلعا كالذي يأكل ولا يشبع وتفصيل ذلك أنه ربما يكون رجلان عند كل منهما مائة درهم أحدهما يخشى العيلة ويطمع في أموال الناس ولا يهتدي لصرف ما في يده فيما ينفعه في دينه ودنياه والآخر متعفف يحسبه الجاهل غنيا مقتصد في معيشته منجح في نفسه فالثاني بورك له في ماله والأول لم يبارك له ومن البركة أن يصرف الشيء في الحاجة ويكفي عن أمثاله أضعافه فإنه ربما يكون رجلان يأكل كل واحد رطلا فيصرف طبيعة أحدهما إلى تغذية البدن ويحدث في معدة الآخر نفخة

کھانے کے آداب کا بیان

معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے اندر آداب سکھائے ہیں جن پر امت کے لوگ عمل میں لایا کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برکۃ الطعام الخ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے کلی کرنی اور اس کے بعد کلی کرنے میں ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیلوا طعامکم الخ اپنے غلہ کو ماپ لیا کرو تمہارے لیے برکت دی جائے گی۔ اور فرمایا ہے اذا اکل احدکم الخ تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو رکابی کے اوپر سے نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت اس کے اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں برکت کے یہ معنی ہیں کہ نفس سیر ہو جائے اور آنکھوں کو سرور ہو اور دل کو تسلی ہو اور زیادہ حریص نہ ہو جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا ہے اس کا مفصل بیان یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس سو درہم ہیں مگر ان میں سے ایک کو تو اپنے تنگدست ہو جانے کا ہر دم کھٹکا لگا رہتا ہے اور لوگوں کے مال میں اس کو طمع رہتی ہے اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں موقع محل نہیں سمجھتا کہ اس کے دین یا دنیا کا نفع ہو اور دوسرا ایک متعفف آدمی ہے اور جاہل لوگ جانتے ہیں یہ دولتمند آدمی ہے اور میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور اس کا دل مطمئن رہتا ہے پس دوسرے شخص کے مال میں برکت دی گئی اور پہلے کے مال میں برکت نہ دی گئی اور برکت کے یہ معنی ہیں کہ جب کسی چیز کو بقدر ضرورت میں صرف کرے تو وہ شئے اس کے لیے بہ نسبت اپنے مثل کے زیادہ کفایت کرتی ہو گی اس کی تفصیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ہر ایک ان میں سے ایک رطل کھانا کھاتا ہے مگر ایک کی طبیعت غذا کو جزو بدن کر لیتی ہے اور دوسرے کے معدہ میں کچھ آفت ہوتی ہے۔

۵ [illegible] ص ۱۱ سے البقرہ ۲۷۳

فلا ينفعه ما اكل بل ربما صار ضدا وربما يكون لكل منهما مال فيصرف احدهما في مثل ضيعة كثيرة الريع ويهتدي لتدبيرها لمعاش والثاني يبذر تبذيرا فلا يقع من حاجته في شيء وان هيئات النفس وعقائدها مدخلا في ظهور البركة وهو قوله صلى الله عليه وسلم فمن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذي ياكل ولا يشبع ولذلك تزلق رجل ماشي على الجذع في الجو دون الارض فاذا اقبل على شيء بهمة واراد بران يقع كفاية عن حاجته وجمع نفسه في ذلك كان سبب قرة عينه واجتماع خاطره ونعمة نفسه وربما يسري ذلك الى الطبيعة فصرفت فيما لا بد منه فاذا غسل يديه قبل الطعام ونزع النعلين واطمأن في مجلسه واخذه بعد اداب وذكر اسم الله انبصت عليه البركة واذا اكل الطعام وعرف مقداره اقتصد في صرفه وصرفه على عينه كان ادنى ان يكفيه اقل مما لا يكفي الاخرين واذا جعل لطعامه هيئة منكرة تعافها الانفس ولا تعتد به لاجلها كان ادنى ان لا يكفي اكثر مما يكفي الاخرين ولا اظن ان احدا يخفى عليه ان الانسان ربما ياكل الرغيف كهيئة المتفكر او ياكله وهو يمشي ويحدث فلا يجد به ولا يرى نفسه قد اغتذت ولا تشبع به نفسه

اور اُس کا کھانا اُس کے لیے مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہو جاتا ہے اور بسا اوقات دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے مگر ایک شخص اُس مال کو ایسے اسباب کے خریدنے میں صرف کرتا ہے جس کا زیادہ نفع ہے اور تدبیر زندگانی میں موقع کل کا خیال رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو فضول صرف کرتا ہے اور اُس کی ضرورت میں وہ مال کچھ کام نہیں آتا اور ہیئات نفسانیہ و عقائد نفسانیہ کو برکت کے ظاہر ہونے میں ایک قسم کا اثر ہوتا ہے چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فمن اخذہ باشراف نفس الخ یعنی جس شخص نے اُس کو حرص نفسانی کے ساتھ لیا اُس میں اُس کو برکت نہ دی جاوے گی اور وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر ہوا میں کسی لکڑی کو ٹیک لگا کر رکھدیا جاوے تو اُس پر چلنے والے کا پیر پھسل جاتا ہے اور اگر اُسی لکڑی کو زمین پر رکھدیا جاوے تو نہیں پھسلتا پس جب ایک شخص کسی چیز کی طرف قصد کرتا ہے اور اُس کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ چیز اُس کے لیے کافی ہو جاوے اور اسبات پر اپنے نفس کو مطمئن کر دیتا ہے تو یہ اُس کی خوشی اور اطمینان خاطر و فراغت کا سبب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ امر طبیعت کے اندر سرایت کرتا ہے اور وہ طبیعت ضروریات میں اُس کو صرف کرتی ہے پس جب ایک شخص نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور جوتا پیروں سے اتار کر علیحدہ کر دیا اور باطمینان خاطر بیٹھ گیا تو اُن باتوں کا اُس نے خوب لحاظ کیا اور خدا کا زبان سے نام لیا تو اُس پر برکت کا فیضان ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص غلہ کھاتا ہے کہ اُس کی مقدار اُس کو معلوم ہوتی ہے اور میانہ روی کے ساتھ اُس کو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو کم از کم اُس کو اسقدر غلہ کافی ہو سکتا ہے جو دوسروں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور جب غلہ کو بے احتیاطی کے ساتھ ڈال دیتا ہے اُس سے دل میں اُس کے بیقدری ہو جاتی ہے اور اُس کے سبب سے وہ ایک بیقدر چیز ہو جاتا ہے اور کم از کم غلہ جو اُس کے لیے کافی ہو سکتا ہے وہ اُس غلہ سے جو اوروں کے لیے کافی ہو سکتا ہے زیادہ ہونا چاہیے اور میرے گمان میں یہ بات ضروری ہے کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان بسا اوقات ایک روٹی حاجت سے زیادہ کھا جاتا ہے یا چلتے پھرتے اور باتیں کرتے اُس کو کھا لیتا ہے اور اُس کے کھانے کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ اُس کے بدن میں جزو بدن ہوتا معلوم ہوتا ہے اور نہ اُس سے اُس کی نیت سیر ہوتی ہے

وان امتلأت المعدة وربما یاخذ مقدار رطل جزافا فیکون الزائد یستوی وجوده وعدمه ولا ینفع من الحاجة فی شیٔ ویجد الطعام بعد حین وقد ظهر فیه النقصان، وبالجملة لوجود البرکة وعدمها اسباب طبیعیة یعد فی ضمنها ملک کریم او شیطان رجیم وینفخ فی میکله روح ملکی او شیطانی والله اعلم۔ **اما** غسل الید قبل الطعام ففیه ازالة الوسخ واما غسلها بعده ففیه ازالة الغمر[1] وکراهیة ان یفسد علیه ثیابه او یجد شره سبعا او تلدغه هامة[2] وهو قوله صلی الله علیه وسلم من بات وفی یده غمر لم یغسله فاصابه شئ فلا یلومن الا نفسه۔ **وقال** صلی الله علیه وسلم اذا اکل احدکم فلیاکل بیمینه واذا شرب فیشرب بیمینه **وقال** صلی الله علیه وسلم لا یاکل احدکم بشماله ولا یشرب بشماله فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله **وقال** صلی الله علیه وسلم ان الشیطان یستحل الطعام ان لا یذکر اسم الله علیه[3] وقال فیمن نسی ذلک ما زال الشیطان یاکل معه فلما ذکر اسم الله استقاء ما فی بطنه **وقال** علیه السلام ان الشیطان یحضر احدکم عند کل شئ من شأنه حتی یحضره عند طعامه فاذا سقطت من احدکم اللقمة فلیمط ما کان بها من اذی ثم لیاکلها ولا یدعها للشیطان **اقول** من العلم الذی اعطاه نبیه حال الملائکة والشیاطین وانتشارهم فی الارض یتلقی هؤلاء من الملاء الاعلی الهامات خیر فیوحونه الی بنی آدم وینجس[4] من مزاج الشیاطین ارادة فاسدة تمیل الی

اگرچہ معدہ بھر جائے اور بسا اوقات ایک رطل کے قدر اندازہ سے لیا جاتا ہے پس حقیقت میں جو ایک رطل سے زیادہ ہے اُس کا وجود و عدم یکساں ہوا اور وہ کسی کام میں نہ آیا اگرچہ مدت کے بعد جب اُس غلہ کو دیکھا تو اُس کو معلوم ہوئی الحاصل برکت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کے چند اسباب طبعی ہیں جن کے ضمن میں کوئی فرشتہ بزرگ یا شیطان مردود مدد گار رہتا ہے اور ان اسباب کی صورت میں روح ملکی یا شیطانی پھونک دی جاتی ہے واللہ اعلم۔ اور کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں میل دور ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے کھانے کی بو اور دسومت زائل ہو جاتی ہے اور اسباب کا اندیشہ جاتا رہتا ہے کہ ہاتھوں سے اُس کے کپڑے خراب ہوں یا کوئی درندہ اُس کے ہاتھ کو چاٹ ڈالے یا سانپ بچھو وغیرہ کاٹ لے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من بات وفی یده الخ جس شخص کا ہاتھ کھانے میں سنا ہوا ہو اور اُس کو بغیر دھوئی ہوئے سو جائے اور پھر اُسکو کچھ تکلیف پہنچے تو اُس کو چاہیئے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے اذا اکل احدکم الخ تم میں سے جب کوئی کھائے تو اپنے ہاتھ سے کھائے اور جب پئے تو داہنے ہاتھ سے پیئے اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یاکل احدکم الخ تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور بائیں ہاتھ سے نہ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اور پیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان الشیطان یستحل الخ کھانے پر خدا کا نام لینے سے شیطان اُس کو حلال کر لیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کھانے پر خدا کا نام لینا بھول جائے اور کھا لے تو اُس کو یہ کہنا چاہیئے بسم اللہ اولہ وآخرہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیئے فرمایا ہے کہ شیطان برابر اُس کے ساتھ کھاتا رہتا ہے اور جب یہ خدا کا نام لیتا ہے تو جو کچھ اس کے پیٹ میں ہوتا ہے قے کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اُسکے تمام حالات میں شیطان ساتھ رہتا ہے حتی کہ کھانے کے وقت بھی اُسکے پاس اگر موجود ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کے پاس لقمہ گر پڑے تو شیطان کے لیئے اُس کو نہ چھوڑے اور اس لقمہ کو خاک وغیرہ سے صاف کر کے کھا لے میں کہتا ہوں منجملہ ان علوم کے جو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ملائکہ اور شیاطین اور انکے زمین پر منتشر رہنے کا علم بھی انہیں میں سے ہے ان کا کام یہ کہ ملاء اعلیٰ سے عمدہ باتوں کو بطور الہام کے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر بنی آدم سے ان الہامات کو بیان کر دیتے ہیں اور شیاطین کے مزاج میں ارادہ فاسدہ پیدا ہوتے رہتے ہیں

---

[1] الغمر محرکة ریح اللحم ودسمه [2] ای بان لا یذکر اسم الله [3] المراد بدین والبرکة التی اهبت بترک التسمیة فکانها کانت فی جوف الشیطان [4] ای ینفجر

افساد النظامات الفاضلة ومعصية حكم الله وما تقتضيه الطبيعة السليمة فيفعلون[1] ذلك ويوحونه الى اوليائهم من الانس فمن حال الشياطين انهم اذا تمثلوا فى المنام او اليقظة تمثلوا بهيئات منكرة تنفر منها الطبيعة السليمة كالاكل باليسار وكصورة الاجدع[1] ونحو ذلك ومنها انه قد تنطبع فى نفوسهم هيئات دنية تتنجس فى بنى آدم من بهيمية كالجوع والشبق فاذا حدث فيهم اشتهوا الى اختلاط بتلك الحاجات وتشبهوا[2] بها ومحاكاة ما يفعله الانس عندها ويحتفون فى ذلك قضاء تلك الشهوة فيتلبسون بذلك اطوارهم فيصير الولد الذى حصل من جماع اشترك فيه الشياطين وتضوعوا عنده وطرهم قليل البركة مائلا الى الشيطنة والطعام الذى باشروه وقضوا به وطرهم قليل البركة لا ينفع الناس بل ربما يضرهم وذكر اسم الله والتعوذ بالله مضاد بالطبع لهم ولذلك يخنسون[3] عمن ذكر الله وتعوذ به وقد اتفق لنا انه زارنا ذات يوم رجل من اصحابنا فقربنا اليه شيئا فبينا يأكل اذ سقطت كسرة من يده وتدهدهت[4] فى الارض فجعل يتبعها وجعلت تتباعد منه حتى تعجب بعض الحاضرين بعض التعجب وكابد هو فى تتبعها بعض الجهد ثم انه اخذها واكلها فلما كان بعد ايام تخبط الشيطان انسانا وتكلم على لسانه

جن کا میلان انتظامات فاضلہ کے بگاڑنے اور حکم خداوندی اور طبیعت سلیمہ کے مقتضی کی مخالفت کرنے پر ہوتا ہے وہ اس امر کو عمل کر کے بنی آدم کی طرف جو ان کے پیرو ہیں میلان ڈال دیتے ہیں۔ منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے کہ خواب یا بیداری میں جب وہ کسی کو متمثل ہوتے ہیں تو ایسی ہیئت میں ان کا ظہور ہوتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے مثلاً بائیں ہاتھ سے کھانے یا نکٹے وغیرہ کی صورت میں۔ اور منجملہ ان احوال کے یہ ہے کہ کبھی شیاطین کے نفس میں ان صفات ردیہ کا انتقاش ہوتا ہے جو بنی آدم کے اندر قوت بہیمیہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً بھوک اور شہوت جماع وغیرہ جب یہ صفات ان کے اندر پیدا ہوتی ہیں پھر ان صفات کے پیدا ہونے کے بعد ان کو ان حوائج کے ساتھ اختلاط اور تلبس اور انسان کو ان حوائج کے وقت جو کام کرنا پڑتا ہے اسی کام کے نقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے خیال میں ان افعال کے ساتھ وہ شیاطین اپنی تقضائے حاجت کرتے ہیں اس عبارت جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے جس میں شیاطین کی شرکت ہوتی ہے اور اس میں وہ شیاطین بھی اپنی تقضائے شہوت کرتے ہیں قلیل البرکت ہوتی ہے وہ شیطنت کی طرف اس کو میلان ہوتا ہے اور اسی طرح جس کھانے میں شیاطین کا اشتراک اور ان کی ضرورت کا پورا کرنا ہوتا ہے اس کھانے میں بھی برکت کم ہوتی ہے اس کھانے سے لوگوں کو نفع نہیں حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ مضر ہو جاتا ہے اور خدا کا نام لینا اور پناہ مانگنا بالطبع ان کی مخالفت کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص خدا کو یاد کرے اور اس کی پناہ مانگے شیاطین اس سے ہٹ جاتے ہیں اور ہم کو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارا ایک دوست ملاقات کے لئے آیا اور کچھ کھانا اس کے سامنے پیش کیا اس کے کھانے کا ایک ٹکڑا اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور زمین میں ڈھلک گیا وہ شخص اس کے اٹھانے کو چلا جتنا وہ چلتا تھا اتنا ہی وہ اس سے دور ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ حاضرین کو کسیقدر تعجب ہوا اور اس کو بھی اس کے پکڑنے میں کسیقدر محنت کرنی پڑی مگر وہ اس کو اٹھا کر کھا گیا پھر چند روز کے بعد ایک شخص پر شیطان یعنے جن آگیا اور وہ جن اس شخص کی زبان سے کلام کرنے لگا۔

[1] مقطوع الانف ۱۲، [2] تلبس ۱۲، [3] ای ینقبضون ویتأخرون من الخنس هو الرجوع والتأخر ۱۲، [4] ای تدحرجت ۱۲

وكان فيما تكلم أني مررت بفلان وهو يأكل فأعجبني ذلك الطعام فلم يطعمني منه شيئا فخطفته من يده فنازعني حتى أخذه مني وبينا يأكل أهل بيتنا أصول لحم إذ ند هذه بعضها فوثبت عليه إنسان فأخذه وأكله فأصابه وجع في صدره ومعدته ثم تخبطه الشيطان فأخبر على لسانه أنه كان أخذ ذلك الند هذه وقد قرع أسماعنا شيء كثير من هذا النوع حتى علمنا أن هذه الأحاديث ليست من باب إرادة المجاز وإنما أريد بها حقيقتها والله أعلم. **قال** صلى الله عليه وسلم إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه كله ثم ليطرحه فإن في أحد جناحيه شفاء وفي الآخر داء وفي رواية وإنه يتقي بجناحه الذي فيه الداء. **أعلم** أن الله تعالى خلق الطبيعة في الحيوان مدبرة لبدنه فربما دفعت المواد المؤذية التي لا تصلح أن تصير جزء البدن من أعماق البدن إلى أطرافه ولذلك نهى الأطباء عن أكل أذناب الدواب فالذباب كثيرا ما يتناول أغذية فاسدة لا تصلح جزء البدن فتدفعها الطبيعة إلى أخس عضو منه كالجناح ثم إن ذلك العضو لما فيه من المادة السمية يندفع إلى الحك ويكون أقدم أعضائه عند الهجوم في المضايق ومن حكمة الله تعالى أنه لم يجعل في شيء سما إلا جعل فيه مادة ترياقية تحفظ بها بنية الحيوان

تمام کلام میں اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ فلاں شخص پر میرا گذر ہوا وہ کھا رہا تھا تو مجھ کو وہ کھانا اچھا معلوم ہوا اور اُس نے مجھ کو کچھ نہیں کھلایا تو اُس کے ہاتھ میں سے میں نے اُس کو اُچک لیا تو اُس نے مجھ سے اسقدر جھگڑا کیا کہ آخر کو وہ مجھ سے چھین لے گیا اور ایکمرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجریں کھا رہے تھے ناگاہ کوئی گاجر اُس میں سے گر کر لڑھک گئی جھٹ پٹ ایک شخص اُس کو اُٹھا کر کھا گیا پھر اُس کے سینہ و پیٹ میں درد شروع ہوا اور اُسپر جن آکر بولنے لگا اور اُس نے بیان کیا کہ میں نے وہ گری ہوئی گاجر لی تھی اور اس قسم کی باتیں بہت سی ہمارے کان میں پڑی ہیں جس سے ہمکو یقین ہو گیا ہے کہ یہ احادیث اپنے معنی حقیقی پر محمول ہیں اُن احادیث کے قبیلہ سے نہیں جن میں معنی مجازی مراد ہیں واللہ اعلم۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسہ کلہ ثم لیطرحہ فان فی احد جناحیہ شفاء وفی الاخر داء وفی روایۃ الخ جب تمہارے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو سب مکھی کو ڈبا کر پھر اُس کو پھینکدے کیونکہ اُس کے ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری ہے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ مکھی اُس پر سے بچتی ہے جس میں بیماری ہے۔ معلوم کرو کہ خدا تعالے نے حیوان کے اندر اُس کی طبیعت کو تدبیر بدن کے لیے پیدا کیا ہے وہ طبیعت لبا وقات مواد موذی کو جو جزو بدن ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کی طرف دور کر دیتے ہیں یہی سبب ہے کہ اطبا جانوروں کی دُم کھانے سے منع کرتے ہیں اور مکھی لبا اوقات خراب غذا جو جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی کھاتی رہتی ہے اور اُس کی طبیعت اُس مادہ فاسدہ کو اُس کے عضو خسیس کے یعنے پر کی طرف پہنچتی ہے پھر وہ عضو جس میں یہ مادہ سمیہ ہوتا ہے تالو کی طرف دفع ہوتا ہے اور یہی عضو وقت ہجوم تنگیوں کے مقدم ترین اعضاء کا ہوتا ہے اور خدا کی یہ حکمت ہے کہ جس چیز میں زہر رکھا ہے تو اُس میں مادہ تریاقیہ بھی رکھا ہے تاکہ اُس کے سبب سے وجود اُن کا ہلاکت سے محفوظ رہے اور اگر ہم

ولو ذكرنا هذا المبحث من الطب لطال الكلام وبالجملة فشم نسيم الذباب فى بعض الازمنة وعند تناول بعض الاغذية محسوس معلوم وتحرك العضو الذى تندفع اليه المادة اللداغة معلوم وان الطبيعة تختفى فيها ما يقاوم مثل هذه المواد المؤذية معلوم فما الذى يستبعد من هذا المبحث وما اكل رسول الله صلى الله عليه وسلم على خوان[1] ولا فى سكرجة ولا خبز له مرقق ولا راى شاة سميطا بعينه قط ولا اكل متكئا وما راى منخلا كانوا ياكلون الشعير غير منخول اعلم ان النبى صلى الله عليه وسلم بعث فى العرب عاداتهم اوسط العادات ولم يكونوا يتكلفون تكلف العجم والاخذ بها احسن وادنى ان لا يتعمقوا فى الدنيا ولا يعرضوا عن ذكر الله وايضا فلا احسن لاصحاب الملة من ان يتبعوا سيرة امامها فى كل نقير وقطمير قال صلى الله عليه وسلم ان المؤمن ياكل فى معى واحد[2] والكافر ياكل فى سبعة امعاء اقول معناه ان الكافر همه بطنه والمؤمن همه آخرته وان الحرى بالمؤمن ان يقلل الطعام وان تقليله خصلة من خصال الايمان وان شره الاكل[3] خصلة من خصال الكفر ونهى صلى الله عليه وسلم ان يقرن الرجل بين تمرتين اقول النهى عن القران يحتمل وجوها منها انه لا يحسن المضغ عند جمع تمرتين وانه ادنى ان تؤذيه احدى اللتين اثنتين

اس بحث طبی کو بیان کریں تو کلام دراز ہو جائے گا اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ مکھی کے کاٹنے والے زہر بعض زمانوں اور بعض غذاؤں کے کھانے کے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور جس عضو کی طرف یہ مادہ لداغہ دفع ہوتا ہے اُس کا حرکت کرنا معلوم ہوتا ہے اور طبیعت جن کے اندر وہ چیز جو ان مواد موذیہ کی مقاومت و مقابلہ کرے پوشیدہ ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے پس کون سی چیز ہے جو اس بحث سے مستبعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خوان پر تناول فرمایا اور نہ پیالے کے اندر اور نہ کبھی باریک چپاتی آپ کے لیئے پکائی گئی اور نہ کبھی سالم بکری بھنی ہوئی کو دیکھا اور نہ کبھی تکیہ لگا کر کھایا اور نہ کبھی چھلنی دیکھی بلا بھوسی اور بغیر چھنے ہوئے جو نوش فرماتے تھے معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث کیئے گئے اور اُن عادات درمیانی عادات [illegible] کے سے تکلفات نہیں کرتے تھے اور اُن کا اختیار کرنا عمدہ بات ہے اور ادنیٰ اُس کا یہ ہے کہ دنیا میں تعمق نہ کریں اور خدا تعالے کی یاد سے نہ اعراض کریں اور نیز صاحبان ملت کے لیئے یہ بات پسندیدہ نہیں کہ امام اپنے کے کم اور زیادہ میں پیروی کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المؤمن یاکل فی معی واحد الخ بلا شک مومن آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ کافر کا قصد پیٹ کا بھر لینا ہے اور مومن کا قصد اپنی آخرت ہے تو مومن کو یہی سزاوار ہے کہ کھانے میں کمی کرے اور اُس کا کھانے میں کمی کرنا منجملہ خصال ایمان کے ایک خصلت ہے اور کھانے میں شدید الحرص ہونا منجملہ خصال کفر کے ایک خصلت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے کہ ایک شخص دو چھواروں کو کھانے میں جمع نہ کرے۔ میں کہتا ہوں نہی دو چھواروں کو جمع کرنے کی کئی وجہ سے کی محتمل ہے از انجملہ یہ ہے کہ دو چھواروں کے جمع کرنے میں مضغ یعنی چابنا اچھی طرح سے نہ ہوگا اور یہ صورت سب سے کم ہے کہ خوب ضبط نہ ہونے کی وجہ سے وہ گٹھلیاں اُس کو تکلیف دیگی بخلاف اُس کے جب ایک ہی گٹھلی ہو۔

[1] الخوان بالکسر ما یؤکل علیہ الطعام مرتفعا عن الارض وکان الاکل علیہ من عادۃ المتکبرین والسکرجۃ بضم [illegible] الراء القصعۃ الصغیرۃ والمرقق المدقق الوسیع او الملین السمیط المشوی مع الجلد مع ازالۃ الشعر بالماء الحار ۱۲

[2] جمعہ امعاء وہی بالفارسیۃ رودہ وہو مثل لزہد المؤمن فی الدنیا وحرص الکافر ولا یعنی کثرۃ الاکل وقیل المؤمن یسمی عند الاکل فیکفیہ الادنی من الطعام والکافر بخلافہ ۱۲ [3] شدۃ الحرص وفولہ یقرن ای یجمع بین تمرتین فی الاکل ۱۲

العقود المرضية ولا الاسباب الصالحة وانما هو باطل وسحت باصل الحكمة المدنية قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احيا ارضا ميتة فهي له اقول الاصل فيه ما ذكرنا ان الكل مال الله ليس فيه حق لاحد في الحقيقة لكن الله تعالى لما اباح لهم الانتفاع بالارض وما فيها وقعت المشاحة فكان الحكم حينئذ ان لا يهيج احد مما سبق اليه من غير مضارة فالارض الميتة التي ليست في البلاد ولا في فنائها اذا عمرها رجل فقد سبقت يده اليها من غير مضارة فمن حكمه ان لا يهيج عنها والارض كلها في الحقيقة بمنزلة مسجد او رباط جعل وقفا على ابناء السبيل وهم شركاء فيه فيقدم الاسبق فالاسبق ومعنى الملك في حق الآدمي كونه احق بالانتفاع من غيره قال صلى الله عليه وسلم عادي الارض لله ورسوله ثم هي لكم مني اعلم ان عادي الارض هي التي باد عنها اهلها ولم يبق من يدعيها ويخاصم فيها ويحتج بسبق يد مورثه عليها فاذا كانت الارض على هذه الصفة انقطع عنها ملك الآدميين وخلصت لملك الله وحكمها حكم مال لم يجر قط لما ذكرنا من معنى الملك قال صلى الله عليه وسلم لا حمى الا لله ورسوله

عقود و اسباب صالحہ اور پسندیدہ عقود کے قبیلے سے نہیں ہیں بلکہ اصل حکمت مدنیہ کے اعتبار سے یہ عقود باطل اور حرام ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احیا ارضا الخ جو شخص کسی بنجر زمین کو زندہ کرے پس وہ اسی کی ملک ہے میں کہتا ہوں اسکی اصل وہ ہے جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے کہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور فی الحقیقت اس میں کسی کا حق نہیں ہے مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے زمین اور زمین کی چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو مباح کیا ہے لہذا لوگوں میں حرص پیدا ہوگی اور اس وقت میں یہ حکم دینا مناسب ہوا کہ کوئی شخص جس نے بلا کسی کے ضرر پہونچانے ایک چیز پر قبضہ کر لیا ہے اس سے وہ چیز نہ چھینی جائے اور جب ایک شخص بنجر زمین کو جو شہروں اور نہ شہروں کے گرد ہے آباد کرے تو وہ شخص سب سے پیشتر اس کا قابض ہوا اور کسی کی ضرر رسانی بھی اس نے نہیں کی پس اس شخص سے اس زمین کو نکال لینا نامناسب ہے اور تمام زمین فی الحقیقت بمنزلہ مسجد یا رباط کے ہے جو مسافروں کے لیے وقف کیجاتی ہے اور سب مسافر لوگ رباط میں شریک ہیں اور ہر مقدم کو اپنے موخر پر تقدم ہے اور آدمی کے حق میں ملک کے معنی یہ ہیں کہ بہ نسبت دوسرے کے انتفاع کے ساتھ وہ شخص سزاوار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عادی الارض للہ ورسولہ الخ عادی زمین خدا اور اس کے رسول کے لیے ہے پھر میری طرف سے تمہارے لیے ہے معلوم کرو کہ عادی زمین اس زمین کو کہتے ہیں کہ جسکے باشندے ہلاک ہو جاویں اور کوئی شخص دعوی اور مخاصمت اور اپنے مورث کے سبب سے پیشتر قبضہ کے ساتھ حجت کرنیوالا باقی نہ رہا ہو پس ایسی حالت میں اس زمین سے بنی آدم کی ملکیت قطع ہوگئی اور وہ زمین خاص خدا تعالیٰ کی ملک ہوگئی اور اس کا حکم اس زمین کا سا ہو گیا جو کبھی آباد نہیں ہوئی۔ ایسے کہ ملک کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاحمی الخ کہ چراگاہ بجز خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے کسی کی نہیں۔

۱ منسوب الی عاد قوم هود علیه السلام لانهم لما هلکوا رجع حکم املاکهم الی الآبا فصار استعمل في معنى الارض التي باد عنها اهلها ۱۲ ۲ ای ملك ۱۲
۳ الحمى موضع يحميه الامام لمواشيه وكان رؤساء الجاهلية يحمون المكان الخصيب لمواشيهم فابطله رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۲

اقول ما کان الحمی تضییقا علی الناس وظلما علیہم وضرارا نہی عنہ وانما استثنی الرسول لانہ اعطاہ اللہ امر … وعصمہ من ان یفرط منہ ما لا یجوز وقد ذکرنا ان الامور التی مبناہا علی المظان الغالبۃ یستثنی منہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الامور التی مبناہا علی تہذیب النفس وما یشبہ ذلک فالامر لازم فیہا للنبی وغیرہ سواء وقضی صلی اللہ علیہ وسلم فی سیل مہزورٍ ان یمسک حتی یبلغ الکعبین ثم یرسل الاعلی علی الاسفل وفی قصۃ مخاصمۃ الزبیر رضی اللہ عنہ اسق یا زبیر ثم احبس حتی یرجع الی الجدر ثم ارسل … الی جارک **اقول** الاصل فیہ انہ ما توجہ للناس فی شیء مباح حقوق مترتبۃ وجب ان یراعی الترتیب فی قدر ما یحصل لکل واحد فائدۃ ہی ادنی ما یعتد بہا فانہ لو لم یقدم الاقرب کان فیہ التحکم والمضارۃ ولو لم یستوف الاول تم الاول الفائدۃ لم یحصل الحق فعلی هذا الاصل قضی ان یمسک حتی یبلغ الکعبین وهو قریب من قولہ الی الجدر لانہ اول حد بلوغ الجدر وانما یکون قبلہ امتصاص الارض من غیر ان یصادم الجدار واقطع صلی اللہ علیہ وسلم لابیض بن حمال المأربی ملحہ الذی بمأرب فقیل انما قطعت

میں کہتا ہوں چونکہ گھاس کے بند کرنے میں لوگوں پر تنگی وظلم اور ضرر رسانی ہے اسلئے اس سے نہی کی گئی اور آپ اس سے اسلئے مستثنیٰ کیئے گئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو میرنہ … عطا فرمائی تھی اور اسباب سے خدا تعالیٰ نے آپکو محفوظ کیا ہے کہ کوئی ناجائز بات آپ سے صادر ہو اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ جن امور کا مبنیٰ احتمالات غالبہ ہوتا ہے انسے آپکی ذات مبارک مستثنیٰ ہوتی ہے اور جن امور کا مبنیٰ تہذیب نفس وغیرہ پر ہوتا ہے وہ امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت پر برابر لازم ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیل مہزور میں یہ حکم دیا کہ جبتک ٹخنوں تک پانی پہونچے روک لیا جائے پھر اوپر والا نیچے والے کو چھوڑ دے اور زبیر رضی اللہ عنہ کے مخاصمت کے قصہ میں یہ فیصلہ کیا کہ اے زبیر پہلے تو اپنی زمین کو پانی دے لے پھر اسکو یہانتک روک لے کہ دیواروں کی جڑ تک آجائے پھر اپنے ہمسایہ کے لیئے چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل اس میں یہ ہے جب ایک مباح چیز میں لوگوں کے حقوق بہ ترتیب متعلق ہوتے ہیں لہٰذا واجب ہے کہ ہر شخص کے لیئے جو کم از کم معتد بہ فائدہ حاصل ہوسکے اُسکی مقدار میں بھی ترتیب کی رعایت کیجائے کیونکہ اگر قریب کو مقدم نہ کیا جائے تو اسپر تحکم وضرر رسانی ہے اور اگر درجہ بدرجہ ہر شخص کا حق پورا نہ ہو … فائدہ نہ حاصل کرے تو حق نہیں حاصل ہوتا اسی اصل کے موافق اس حد تک پانی کے روکنے کا حکم دیا کہ ٹخنوں تک آجائے اور ٹخنوں تک اور جڑ دیوار تک قریب قریب ہے کیونکہ وہ دیوار تک پہونچنے کی شروع حد ہے اور جبتک پانی ٹخنوں سے نیچے ہے اُسکو زمین جذب کرسکتی ہے اور دیواروں تک نہیں پہونچ سکتا اور ایک مرتبہ آپنے ابیض بن حمال مأربی کو نمک جو مأرب میں تھا عطا فرمادیا پھر کسی نے آپ سے عرض کیا آپ نے تو اسکو بے انتہا

لہ اسم وادٍ بنی قریظۃ وقولہ یبلغ الماء وقولہ الکعبین ای من القدم … وھذا الحدیث رواہ ابو داؤد ۱۲

۲ہ عن عروۃ قال خاصم الزبیر رجلا من الانصار فی شراج من سیل من الحرۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسق یا زبیر ثم ارسل الماء الی جارک فقال الانصاری ان کان ابن عمتک فتلون وجہہ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الخ وقولہ الی الجدر ای اصل الجدار ۱۲

۳ہ ای اعطی وقولہ بمأرب ہی مدینۃ ملحیۃ بالیمن ۱۲

له ... ثم قال وجدته **اقول** لاشك ان المعدن الظاهر الذى لايحتاج الى كثير عمل لو اختص به واحد من المسلمين اضرّ بهم وتضييق عليهم وسئل صلى الله عليه وسلم عن اللقطة فقال اعرف عفاصها ووكاءها ثم عرفها سنة فان جاء صاحبها والا فشأنك بها قال فضالة الغنم قال هى لك او لاخيك او للذئب قال فضالة الابل قال مالك ولها معها سقاؤها وحذاؤها ترد الماء وتأكل الشجر حتى يلقاها ربها وقال جابر رضى الله عنه رخص لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى العصا والسوط والحبل واشباهه يلتقطه الرجل ينتفع به **اقول** اعلم ان حكم اللقطة مستنبط من تلك الكلية التى ذكرناها فما استغنى عنه صاحبه ولا يرجع اليه بعد ما فارقه وهو التافه يجوز تملكه اذا ظن ان المالك غاب ولم يرجع وامتنع عوده اليه لانه رجع الى مال الله وصار مباحا واما ما كان له بال يطلب ويرجع له الغائب فيجب تعريفه على ما جرت العادة بتعريف مثله حتى يظن ان مالكه لم يرجع ويستحب التقاط مثل الغنم لانه يضيع ان لم يلتقط ويكره التقاط مثل الابل

اس کا حکم فرمایا اور وہی سبب ہے کہ آپ نے جو اس سے واپس لے لیا میں کہتا ہوں بلا شک جو ایک کھلی ہوئی کان ہے اور اسمیں بہت محنت کی حاجت نہیں ہے مسلمانوں میں سے ایک شخص کے لیئے اس کے عطا کرنے میں اُن کو ضرر رسانی اور تنگ کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے لقطہ کی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا اُس کی ظرف اور دہانہ بند کو شناخت کر کر ایک برس تک اس کی اعلان کرا۔ پس اگر اس کا مالک آجائے تب تو بہتر ہے ورنہ تجھے اُسکا اختیار ہے پھر اس نے عرض کیا کہ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی مسلمان کی ہے یا بھیڑیے کی ہے پھر اس نے عرض کیا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے تجھکو کیا مطلب ہے اسکے ساتھ اسکی مشک یعنی پیٹ اور اسکے قدم ہیں پانی پیئے گا اور درختوں کو کھائیگا یہاں تک کہ اسکو اسکا مالک مل جائے اور جابرؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی لکڑی اور کوڑے اور رسی وغیرہ کی اجازت دی ہے کہ کوئی اسکو اٹھا کر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ معلوم کرو لقطہ کا حکم اسی کلیہ مذکورہ سے ماخوذ ہے پس جن چیزوں سے اُن کا مالک مستغنی ہو اور اُن کے کھو جانے کے بعد وہ لوٹ کر نہ آوے یعنی حقیر چیز ہو تو اُسکا ملک میں داخل کر لینا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کا گمان غالب ہو کہ اس کا مالک وہاں موجود نہیں ہے اور لوٹ کر وہاں واپس نہیں آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ چیز خدا تعالی کے ملک میں داخل ہو کر مباح ہو گئی اور اگر کسیقدر قیمتی چیز ہے جسکی انسان جستجو کرتا ہے اور اُسکی تلاش کرنے کو واپس آتا ہے تو ایسی چیز کا اعلان کرنا ضروری ہے چنانچہ ایسی چیز کی شناخت کرانے اور اعلان کرنیکا دستور جاری ہے اسی طرح کہ اسکے مالک کے واپس نہ آنے کا گمان غالب ہو جائے اور گم شدہ بکری وغیرہ کا پکڑ لینا مستحب ہے کیونکہ اگر اسکو نہ پکڑا تو اسکے ضایع ہونیکا احتمال ہے اور اونٹ وغیرہ کا پکڑنا مکروہ ہے ؛

[1] ہو المادۃ ... والمراد ہہنا الکثیر الیسیر المنقطع وقولہ فرجعہ ای استردہ

[2] العفاص بالکسر ... الذی فیہ اللقطۃ من جلد او خرقۃ والوکاء بالکسر خیط یشد بہ راس الخریطۃ والکیس وغیرہما وقولہ فان جاء صاحبہا ... وقولہ فشانک ... فضالۃ الغنم ای ... وقولہ سقاؤہا ... وحذاؤہا ... ۱۲

[3] التافہ الحقیر وقولہ بال ای قدر ۱۲

واعلم انہ یجب فی کل مبادلۃ من اشیاء عاقدین وعوضین والشیئ الذی یکون مظنۃ ظاہرۃ لرضا العاقدین بالمبادلۃ وشیئ یکون قاطعاً للمنازعۃ بینہما موجباً للعقد علیہما ویشترط فی العاقدین کونہما حرین عاقلین یعرفان النفع والضرر ویباشران العقد علی بصیرۃ وتثبت وفی العوضین کونہما مالاً ینتفع بہ ویرغب فیہ ویشح بہ غیر مباح ولا مالا فائدۃ معتداً بہا فیہ والا لم یکن مما شرع اللہ لخلقہ وکان عبثاً او مرغوباً فیہ فائدۃ ضمنیۃ لا یذکرہا فی الظاہر وہذا احدی المفاسد لان صاحبہا علی شرف ان لا یجد ما یریدہ فیسکت علی خیبۃ او یخاصم بغیر حق تتوجہ لہ عند الناس وفیما یعرف بہ رضا العاقدین ان یکون امراً واضحاً یؤاخذ بہ علی عیون الناس ولا یستطیعون جحدہ بعد فلا حجۃ علیہ واوضح الاشیاء فی مثل ذلک العبارۃ باللسان التی تتعاطی بوجہ لا یبقی فیہ ریب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتبایعان کل واحد منہما بالخیار علی صاحبہ ما لم یتفرقا الا بیع الخیار **اقول** اعلم انہ لابد من قاطع یمیز حق کل واحد من صاحبہ ویدفع خلافہم فی رد بیع ویؤکد ذلک لاضطراب احدہما بصاحبہ وتوقف کل عن التصرف فیما بیدہ خوفاً ان یستقیلہ الآخر وہذا شیئ آخر وہو اللفظ المعبر عن رضا العاقدین بالعقد وعزمہما علیہ ولا یجوز ان یجعل القاطع ذلک لان مثل ہذہ الالفاظ یستعمل عند التراوض والمساومۃ ولا یمکن ان

واضح ہو کہ ہر مبادلہ میں چند باتیں ضروری ہوتی ہیں ایک عاقدین اور ایک تو عوضین اور ایک وہ چیز جو عاقدین کے اس مبادلہ سے راضی ہونے پر ظاہری دلیل ہوتی ہے جو ان کے منازعت کو قطع کرنے والی اور عاقدین پر عقد کو لازم کرنے والی ہوتی ہے عاقدین میں یہ شرط ہے کہ وہ دونوں آزاد و عاقل و نفع و نقصان پہچاننے والے اور اس عقد کو بصیرت اور ثبات کے ساتھ کرنے والے ہوں اور عوضین میں شرط ہے کہ وہ دونوں قابل انتفاع اور قابل رغبت ہوں اور لوگ اس قسم کے مال کی طرف حرص کرتے ہوں اور وہ مال ان چیزوں سے نہ ہو جو ہر شخص کے لئے مباح ہے اور نہ اس قسم کا مال ہو کہ لوگوں کا اس میں قابل اعتبار فائدہ نہ ہوتا ہو ورنہ وہ عقد اس قبیلہ سے نہ ہوگا جسکو خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے مقرر فرمایا ہے یا وہ عقد بیکار ہوگا یا اس میں کوئی ضمنی فائدہ کی رعایت ہوگی جسکا ظاہر میں ذکر نہیں پایا جاتا اور منجملہ مفاسد کے یہ ایک فساد ہے کیونکہ اس عقد کا کرنیوالا اسبات کا امیدوار ہوتا ہے کہ جس چیز کا اس نے ارادہ کیا ہے وہ اسکو نہ ملیگی پس وہ شخص ناامیدی کے ساتھ سکوت کرتا ہے یا بلا کسی حق کے جو لوگوں کے ساتھ متعلق ہوا ہو وہ شخص جھگڑا کرتا ہے اور جس چیز سے عاقدین کی رضامندی معلوم ہوتی ہے اسمیں یہ شرط ہے کہ وہ ظاہری امر ہو جس سے لوگوں کے سامنے مواخذہ کر سکیں اور اس شخص کو بلا حجت قائم کیے زیادتی کرنیکا موقع نہ ہو اور اس باب میں زیادہ ظاہر زبان سے تعبیر کرنا ہے اور پھر اس وجہ سے لین دین کرنا جسمیں شک باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المتبایعان کل واحد الخ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جب تک وہ دونوں جدا نہ ہوں بجز بیع الخیار کے۔ میں کہتا ہوں معلوم کرو کہ ایک ایسے امر کا ہونا ضروری ہے جو ہر ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کرے اور بیع کے رد کرنے میں ان دونوں کے اختیار کو دور کرے اور اگر ایسا امر قطع نہ کیا جائے تو ہر شخص دوسرے کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نیز وہ شے جسکے قبضہ میں آ گئی ہے اس میں خوف سے وہ تصرف نہیں کرتا کہ دوسرا اسکا اقالہ کرے اور یہ حکم ایک دوسرا امر ہے یعنی وہ لفظ جس سے عاقدین کی اس عقد سے رضامندی اور انکا عزم معلوم ہو اور وہ قاطع بعینہٖ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے الفاظ تلطف اور قیمت کرنے کے وقت مستعمل ہوتے ہیں اسلئے کہ جبتک ایک عقد کا قصد نہ ظاہر کیا جائے

[illegible] ۱۲

يتراوضا إلا بإظهار الجزم بهذه العقود وأيضاً فلسنا نعامة في مثل هذا تمثال الرغبة من قلوبهم والفرق بلفظ دون لفظ حرج عظيم وكذلك التعاطي فإنه لا بد لكل واحد أن يأخذ ما يطلبه على أنه يشتريه لينظر فيه ويتأمله والفرق بين أخذ وأخذ غير يسير ولا جائز أن يكون التقاطع شيئاً غير ظاهر ولا أجلاً بعيداً يوماً فما فوقه إذ كثير من السلع إنما يطلب لينتفع به في يومه فوجب أن يجعل ذلك التفرق من مجلس العقد لأن العادة جارية بأن العاقدين يجتمعان للعقد ويتفرقان بعد تمامه ولو تفحصت طبقات الناس من العرب والعجم رأيت أكثرهم يرون رد البيع بعد التفرق جوراً وظلماً لا يقبله إلا من غير فطرته وكذلك الشرائع الإلهية لا تنزل إلا بما تقبل نفوس العامة قبولاً أولياً ولما كان من الناس من يحتال بعد العقد يرى أنه قد ربح ويكره أن يستقيل صاحبه وفي ذلك قلب الموضوع جعل النبي صلى الله عليه وسلم النهي عن ذلك فقال ولا يحل له أن يفارق صاحبه خشية أن يستقيله فوظيفتهما أن يكونا على رسلهما ويتفرق كل واحد عن صاحبه

واعلم أنه إذا اجتمع عشرة آلاف إنسان مثلاً في بلدة فالسياسة المدنية تبحث عن مكاسبهم فإنهم إن كان أكثرهم مكتسبين بالصناعات وسياسة البلدة والقليل منهم مكتسبين بالرعي والزراعة فسد حالهم في الدنيا وإن تكسبوا بعصارة الخمر وصناعة الأصنام كان ترغيباً

ان دونوں کا راضی ہونا ممکن ہے دوسرے لوگوں کی زبان ایسے وقت میں رغبت دلی کی صورت ہوتی ہے اور الفاظ میں باہم فرق کرنے سے حرج عظیم لازم آتا ہے اور ایسے ہی جانبین سے لین دین کرنا ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے مطلوب کے لینے کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے کہ اس چیز کو دیکھے اور اس میں تامل کرنے کے لیے خریدتا ہے اور ایک کے لینے کو دوسرے کے لینے سے جدا فرق ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ قاطع پوشیدہ شے ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ زیادہ مدت مثلاً ایک روز یا اس سے زیادہ قاطع مقرر کیجائے کیونکہ بہت سی چیزوں سے دن کے دن نفع لینا مطلوب ہوتا ہے پس ضروری ہوگا کہ قاطع تفرق مجلس کو رکھا جائے کیونکہ اسبات کا دستور جاری ہے کہ عقد کے وقت عاقدین جمع ہو جاتے ہیں اور اسکی تمامی کے بعد جدا جدا ہو جاتے ہیں، اور اگر تمام عرب وعجم کے ہر قسم کے لوگوں کا تجسس کیا جائے تو یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ ایسے اکثر تفرق کے بعد بیع کے رد کرنے کو جور وظلم خیال کرتے اور تفرق سے قبل یہ خیال نہیں کرتے بجز اسکے جو شخص اپنی فطرت کو بدل ڈالے اور شرائع الٰہیہ کا نزول انھیں احکام کے ساتھ ہوتا ہے جن کو نفوس عامہ دفعۃً قبول کر لیتے ہیں۔ اور چونکہ بعض لوگ عقد کے بعد اس خیال سے کہ اُن کو اس عقد میں نفع ہوا ہے پوشیدہ طور پر چلدیتے ہیں اور دوسرے عاقد کے اقالہ کرنے کو ناگوار سمجھتے ہیں اور چونکہ قلب موضوع لازم آتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے نہی فرمائی ہے ولا یحل له ان یفارق الخ دستور نہیں ہے کہ اقالہ کے خوف سے اپنے ساتھی کو چھوڑ کر چلا جائے پس اُن دونوں کو لازم ہے کہ وہ دونوں اپنے حال پر قائم رہیں اور ہر شخص دوسرے کے سامنے جدا ہو

اور معلوم کرو مثلاً اگر دس ہزار انسان ایک شہر میں جمع ہوں تو سیاست مدینہ کو انکے پیشوں سے بحث ہوتی ہے پھر اگر وہ لوگ کثرت سے صنائع اور سیاست بلدہ میں مشغول ہوں اور ان میں سے تھوڑے لوگ مویشیوں کے چرانے اور زراعت کے پیشہ میں مشغول ہوں تو دنیا کے اعتبار سے انکی حالت خراب ہو جائیگی اور اگر شراب اور بت بنانے کا پیشہ اختیار کریں تو اسمیں ؛۔

سلہ اسے اقالہ ۱۲

للناس في استعمالهما على الوجه الذي شاع بينهم فكان سبب الهلاكهم في الدين فان ورعت المكاسب على الوجه المعروف الذي تعطيه الحكمة وقبض على ايدي المكتسبين بالاكساب القبيحة صلح حالهم وكذلك من مفاسد المدن ان ترغب عظماؤهم في دقائق الحلي واللباس والبناء والمطاعم وغيد النساء ونحو ذلك زيادة على ما تعطيه الارتفاقات الضرورية التي لا بد للناس منها واجتمع عليها عرب الناس وعجمهم فيكتسب الناس بالتصرف في الامور الطبيعية لتتأتى منها شهواتهم فينتصب قوم الى تعليم الجواري للغناء والرقص والحركات المتناسبة اللذيذة وآخرون الى الالوان المطربة في الثياب وتصوير صور الحيوانات والاشجار العجيبة والتخاطيط الغريبة فيها وآخرون الى الصناعات البديعة في الذهب والجواهر الرفيعة وآخرون الى الابنية المتناهية وتخطيطها وتصويرها فاذا اقبل جم غفير منهم الى هذه الاكساب اهملوا امثالها من الزراعات والتجارات واذا انفق عظماء المدينة فيها الاموال اهملوا مثلها من مصالح المدينة وجر ذلك الى التضييق على القائمين بالاكساب الضرورية كالزراع والتجار والصناع وتضعيف الضرائب عليهم وذلك مضرة بالمدينة يتعدى من عضو منها الى عضو حتى يعم الكل ويجاري فيها كما تجاري الكلب في بدن المكلوب وهذا شرح تضررهم في الدنيا واما تضررهم بحسب النحو الذي لكمال الاخروي فغني عن البيان وكان هذا المرض قد استولى على مدن العجم فنفث الله في قلب نبيه صلى الله عليه وسلم

اور ان دونوں چیزوں کے اس طور پر استعمال کرنے کی رغبت ہوگی جو انکے استعمال کا دستور ہے اور یہی انکا دین کے تباہ ہونے کا سبب ہوگا پس ان لوگوں کی ہلاکت ہے اور اگر پیشوں کے پیشہ وروں پر اس دستور کے موافق تقسیم کیا جائے جو حکمت کا مقتضی ہے اور جو لوگ برے پیشے کرتے ہیں ان کو اس سے روکا جائے تو لوگوں کی حالت درست ہو سکتی ہے اور اسیطرح شہروں کے خراب ہونے کی یہ صورت ہے کہ روسا کو تکلف زیور اور لباس و مکانات دکھانے و حسین و جمیل عورتوں کیطرف رغبت ولی ہو وے اور علی ہذا القیاس جتنی چیزیں ان تدابیر ضروریہ کے مقتضی ہیں جنکے بغیر آدمی کو چارہ نہیں ہے اور تمام عرب و عجم کا ہر اتفاق ہے وہ ویسی تا پھر امور طبیعیہ میں تصرف کرکے لوگ ایسے پیشے اختیار کریں جنسے روسا کی خواہشیں پوری ہوں مثلاً ایک قوم لڑکیوں و ناچ گانا اور حرکات متناسبہ لذیذہ کے سکھانے کیطرف متوجہ ہو اور کچھ لوگ کپڑوں کے اندر قسم قسم کے خوشرنگ اور طرح طرح کے حیوانات اور درختوں کی صورتیں اور عجیب عجیب نقش بنانے کیطرف متوجہ ہوں اور کچھ لوگ سونے اور قیمتی جواہرات میں عجیب و غریب صنعتیں نکالنے کیطرف متوجہ ہوں اور کچھ لوگ بلند بلند مکان بنائیں اور ان کے نقش و نگار کرنیکا پیشہ اختیار کریں پس جب لوگوں کی ایک جماعت کثیر ان پیشوں کیطرف متوجہ ہوگی تو ضرور ہے کہ اسیقدر زراعت و تجارت لوگوں سے متروک ہو جائیگی اور جب شہر کے لوگ ان باتوں میں وقت صرف کرینگے تو اسی قدر شہر کی مصلحتوں میں کوتاہی ہوگی اس کا انجام یہ ہوگا کہ جو لوگ ضروری پیشے کرتے ہیں انکو اس میں دقت ہوگی بسبب ٹیکس مقرر ہونیکے یعنی کاشتکار و تجار و اہل صنعت لوگوں کو اور یہی شہر کے لیئے ضرور ہے جو انکے ایک جزو سے دوسرے جزو تک متعدی ہو کر تمام شہر کو وہ ضرر ہو جائیگا جسطرح کتے کا ضرر اس شخص کے بدن میں اثر کرجاتا ہے جسکو کتا کاٹا ہے یہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہے دنیا کے اعتبار سے انکو ضرر پہنچنے کا بیان ہے اور کمال اخروی کیطرف بہ پہنچنے میں جو ان کو ضرر پہنچتا ہے وہ مستغنی عن البیان ہے اور یہ مرض عجم کے ملک میں باکثرت پھیلا ہوا تھا لیکن خدا تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں القا کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لـ ...... حسن و انشورہ

أن يداوي هذا المرض بقطع مادته فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مظان غائلة هذه الأشياء كالقينات والحرير والقسي وبيع الذهب بالذهب متفاضلا لأجل صناعات أو طيبات أصناف ونحو ذلك فنهى عنها۔

البُيُوعُ المَنْهِيُّ عَنْهَا

اعلم أن الميسر سحت باطل لأنه اختطاف لأموال الناس عنهم معتمد على اتباع جهل وحرص وأمنية باطلة وركوب غرر بعثه هذه على الشرط وليس له دخل في التمدن والتعاون فإن سكت المغبون سكت على غيظ وخيبة وإن خاصم خاصم فيما التزمه بنفسه واقتحم فيه بقصده والغابن يستلذه ويدعوه قليله إلى كثيره ولا يدعه حرصه أن يقلع عنه وعما قليل يكون الحرب عليه وفي الاعتياد بذلك إفساد للأموال ومناقشات طويلة وإهمال للارتفاقات المطلوبة وإعراض عن التعاون المبني عليه التمدن والمعاينة تغنيك عن الخبر هل رأيت من أهل القمار إلا ذلك وكذلك الربا وهو القرض على أن يؤدي إليه أكثر وأفضل مما أخذ سحت باطل فإن عامة المقترض في هذا النوع هم المفاليس المضطرون وكثيرا ما لا يجدون الوفاء عند الأجل فيصير أضعافا مضاعفة لا يمكن التخلص منه أبدا وهو مظنة لمناقشات عظيمة وخصومات مستطيرة وإذا جرى الرسم باستنماء المال بهذا الوجه أفضى إلى ترك الزراعات والصناعات التي هي أصول المكاسب

بات کا تقاضا ہوا کہ اس مرض کا مادہ بالکل قطع کر کے اس کا علاج کیا جائے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کے مواقع غائلہ کی طرف ملاحظہ فرمایا اور گانے والی باندی غلام و ریشم میں اور قیمتی کپڑے اور سونے چاندی میں منع فرما دی۔

بیع کے اُن اقسام کا بیان جن سے شرع میں ممانعت کی گئی ہے

معلوم کرو کہ جوا شرعاً حرام اور باطل ہے کیونکہ وہ درحقیقت لوگوں سے مال چھین لینا ہے اور اسکا مبنیٰ نرا جہل حرص اور آرزوئے باطل اور فریب پر ہے۔ بایں ہمہ اس شخص کو شرطوں پر آمادہ کرتی ہیں اور اسکو تمدن و تعاون میں کچھ دخل نہیں ہے اور جس شخص کو نقصان پہونچتا ہے اس شخص کا سکوت غصہ و ناامیدی کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر وہ شخص مخاصمت کرے تو اسکی مخاصمت ایسی چیز میں پائی جاتی ہے جو اس نے خود اپنی ذات پر لازم کی ہے اور قصداً اس میں پڑا ہے اور دوسرے شخص کو اس کا مزہ پڑ جاتا ہے اور تھوڑے سے بہت کی طرف اسکی خواہش پیدا ہوتی ہے اور حرص اس کے وہ عیب اس سے نہیں ترک ہوتا اور تھوڑی سی مدت میں اسکو بھی ضرر پہونچتا ہے اور جوے کی عادت ڈالنے میں مال کا خراب کرنا اور جھگڑوں کا پیدا کرنا اور تدابیر مطلوبہ کا ترک کرنا اور تعاون سے کہ تمدن کا دارومدار ہے اعراض کرنا ہے اور معاینہ کرنیکے بعد ہمارے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں رہتی ہے تم نے جواریوں کو ان باتوں سے خالی نہ دیکھا ہوگا اور اسیطرح سود ہے اور سود اس سے عبارت ہے کہ مقروض نے جتنا قرضہ لیا ہے اُس سے زیادہ یا بہتر کو ادا کرے یہ حرام باطل ہے اسلئے کہ تمام مقروضوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کا قرضہ نری حاجت اور بے بسی کی وجہ سے لیتے ہیں لیکن حسب وعدہ اسکا ایفا نہ کرنے سے دوچند سہ چند ہوتا چلا جاتا ہے لہٰذا اس سے رہائی کبھی نصیب نہیں ہوتی اور اُس میں مناقشات عظیمہ اور خصومات عامہ کا مظنہ ہے اور جبکہ اس طرح سے بڑھانیکا طریقہ جاری ہو جائیگا تو اسکی وجہ سے کھیتیاں اور تمام صنعتیں متروک ہو جاویں گی جو تمام پیشوں کی جڑ ہیں اور سود سے [illegible] "القرض"

ولاشئ فی العقود اشد تدقیقا واعتناء بالقلیل وخصومة من الربا وهذان الکسبان بمنزلة السکر مناقضان لاصل ما شرع الله لعباده من المکاسب وفیهما قبح ومناقشة والامر فی مثل ذلک الی الشارع اما ان یضرب له حدا یرخص فیما دونه ویغلظ النهی عما فوقه او یصد عنه رأسا وکان المیسر والربا شائعین فی العرب وکان قد حدث بسببهما مناقشات عظیمة لا انتهاء لها ومحاربات وکان قلیلهما یدعو الی کثیرهما فلم یکن اصوب ولا احق من ان یراعی حکم القبح والفساد موفرا فینهی عنهما بالکلیة واعلم ان الربا علی وجهین حقیقی ومحمول علیه اما الحقیقی فهو فی الدیون وقد ذکرنا ان فیه قلبا لموضوع المعاملات وان الناس کانوا منهمکین فیه فی الجاهلیة اشد انهماک وکان حدث لاجله محاربات مستطرة وکان قلیله یدعو الی کثیره فوجب ان یسد بابه بالکلیة ولذلک نزل فی القرآن فی شانه ما نزل والثانی ربا الفضل والاصل فیه الحدیث المستفیض الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یدا بید فاذا اختلفت هذه الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید وهو مسمی ربا تغلیظا و تشبیها له بالربا الحقیقی علی حد قوله علیه السلام المنجم کاهن وبه یفهم معنی قوله صلی الله علیه وسلم

زیادہ تام عقود میں کوئی ایسا عقد نہیں ہے جو خصومت اور دقت میں اس سے زیادہ ہو اور یہ دونوں پیشے بمنزلہ سکر کے ہیں کہ جو کمانے کے طریقے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے ہیں انکے بیخ کو منقطع کرتے ہیں اور ان دونوں میں برائی اور جھگڑا ہوتا ہے اور ایسے امور میں شارع کو اختیار ہوتا ہے یا تو انکے لیئے کوئی حد مقرر فرماوے اور اس حد سے کم مقدار میں رخصت عطا فرماوے اور اس حد سے زیادہ میں نہی کی تغلیظ یا بالکل اس سے منع فرماوے اور جوئے وسود کی عرب میں علت تھی اور ان کے سبب سے بے انتہا قضیے وجھگڑے پیدا ہوتے تھے اور ان دونوں میں تھوڑے سے بہت ہو جاتا تھا پس اس سے زیادہ مناسب اور سزاوار کوئی چیز نہیں کہ برائی اور فساد کے حکم کی پورے طور پر رعایت کیجائے اور انکو برقرار رکھا جاوے لہذا ان دونوں سے بالکل نہی فرمائی جاوے اور معلوم کرنا چاہیئے کہ سود کی دو قسمیں ہیں ایک تو سود حقیقی دوسرا وہ جو حقیقی پر محمول ہے سو حقیقی تو قرض میں ہوتا ہے اور ہم اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ اسمیں معاملات کے موضوع کا بدلنا ہے اور ایام جاہلیت میں لوگ اس کے اندر بہت منہمک ہو رہے تھے اور انکے سبب سے بڑی بڑی لڑائیاں پھیل گئی تھیں اور جہاں کسی نے تھوڑا سود لیا پھر انکو بہت کی خواہش ہوتی تھی لہذا اس دروازہ کا بالکل بند کرنا واجبات سے ہوا اسلیئے قرآن میں اس کے باب میں جو کچھ نازل ہوا اور دوسری قسم کا سود یہ ہے کہ خرید و فروخت میں زیادتی کے ساتھ میں لین دین ہو اور اسکی حجت یہ حدیث ہے الذھب بالذھب والفضة بالفضة الخ خریدو تم سونے کو ساتھ سونے کے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہوں کو گیہوں سے اور جو کو جو کے ساتھ اور چھوارے کو چھوارے سے اور نمک کو نمک سے مثل کو مثل کے ساتھ برابر برابر دست بدست اور جب جنسیں مختلف ہوں تو جیسے چاہو فروخت کرو بشرطیکہ دست بدست ہو۔ اسکا نام تاکید و تغلیظا اور سود حقیقی کی مشابہت کے سبب سے ربوا رکھا ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے المنجم الخ نجومی کاہن ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث کے معنی بھی مفہوم ہو سکتے

ہیں ۔ لعل لان من شان المعاملات ان یکون نافعۃ بالمدن ودفع تشمرات بعبا بین المتعاملین فاذا دخل الربا صارت المناقشات ابتغاء ما قبلہ الموضوع وقولہ ما نزل وھو قولہ وحرم الربا وقولہ والثانی ای المحمول علی الحقیقی ۱۲ منہ ای ربا الفضل ۱۲

لا ربا الا فی النسیئة ثم کثر فی الشرع استعمال الربا فی هذا المعنی حتی صار حقیقة شرعیة فیه ایضا والله اعلم وسر التحریم ان الله تعالی یکره الرفاهیة البالغة کالحریر والارتفاقات المحوجة الی الامعان فی مطالب الدنیا کاٰنیة الذهب والفضة وحلی غیر مقطع من الذهب کالسوار والخلخال والطوق والتدقیق فی المعیشة والتعمق فیها الا ان ذلک من دأبهم فی اسفل السافلین صارف لا لازم یکون مظلمة وحقیقة الرفاهیة طلب الجید من کل الارتفاق والاعراض عن ردیئه والرفاهیة البالغة اعتبار الجودة والرداءة فی جنس الواحد وتفصیل ذلک انه لا بد من التعیش بقوته من الاقوات والتمسک بنقد من النقود والحاجة الی الاقوات جمیعها واحدة والحاجة الی النقود جمیعها واحدة ومبادلة احدی القبیلتین بالاخری من اصول الارتفاقات التی لا بد للناس منها ولا ضرورة فی مبادلة شیٔ بشیٔ یکفی کفایته ومع ذلک فاوجب اختلاف امزجتهم وعاداتهم ان تتفاوت مراتبهم فی التعیش وهو قوله تعالی نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیاة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا فیکون منهم من یاکل الارز والحنطة ومنهم من یاکل الشعیر والذرة ویکون منهم من یتحلی بالفضة وامتعة الناس فیما بینهم باقسام الارز والحنطة مثلا واعتبار فضل بعضها علی بعض لبیان عیار

لا ربا الا فی النسیئہ یعنی سود ادھار میں ہے پھر شرع کے اندر کثرت سے سود کا استعمال اس معنی میں ہوا ہے حتی کہ اس معنی میں بھی حقیقت شرعیہ کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے واللہ اعلم۔ سود حرام ہونے کا بھید یہ ہے کہ خدا کو نہایت عیش پسندی مثلاً حریر کا لباس پہننا ناپسند ہے اور علی ہذا القیاس وہ ارتفاقات جن میں طلب دنیا کے اندر بہت سوچنے کی حاجت پڑتی ہے جیسے سونا چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا اور زیورات سونا جو بڑے بڑے ہوں جیسے کنگن اور گوجری اور ہنسلی وغیرہ اور کھانے پینے میں زیادہ تکلیف کرنا کیونکہ یہ امور لوگوں کو اسفل السافلین میں گرا دیتے ہیں اور ان کی فکروں کو تاریک رنگوں کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ اور رفاہیت نے حقیقت ہر ارتفاق میں عمدہ چیز کی آرزو کرنے اور ناقص چیز سے اعراض کرنیکا نام ہے اور نہایت کامل درجہ کی رفاہیت یہ ہے کہ ایک ہی جنس میں جید ردی کا لحاظ کیا جاوے اور اسکی تفصیل یہ ہے۔ انسان کی زندگی کے لیے کسی نہ کسی قسم کی روزی اور کوئی نہ کوئی نقد ہونا ضروری ہے اور تمام اقسام کی قوت اور تمام اقسام کے نقود کے ساتھ ایک ہی طرح کی احتیاج ہے اور دونوں میں سے ایک کا دوسرے سے مبادلہ کرنا ان ارتفاقات کے اصول میں سے ہے کہ جن کے بغیر چارہ نہیں ہے اور کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ جو اسکی جگہ کافی ہو کے مبادلہ کی حاجت نہیں ہے گو بایں ہمہ لوگوں کے مزاج اور انکی عادات کا اختلاف اسبات کا موجب ہے کہ تعیش میں ان کے درجے مختلف و متفاوت ہوں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا الخ ہم نے انکی زندگی میں انکی روزی بانٹ دی ہے اور بعض کے بعض پر درجے بلند کیے ہیں تاکہ ان میں سے بعض بعض پر مسخر کریں پس ان میں سے بعض لوگ چاول و گیہوں کھاتے ہیں اور بعض جو اور جوار اور بعض چاندی کا زیور پہنتے ہیں اور لوگوں کا باہم مثلاً چاول و گیہوں کی قسموں میں متمیز ہونا اور بعض کی بعض پر فضیلت اور اسیطرح

لہ لے القرض ۱۲

الصناعات الدقيقة في الذهب طبقات عيارة فمن عادة المسرفين والأعاجم والإمعان في ذلك
تعمق في الدنيا فالمصلحة حاكمة بسد هذا الباب وتنقيح الفقهاء أن الربا يحرم ويجري في غير الأشياء
الستة منصوص عليها وأن الحكم يجري منها إلى كل ما يلحق بشيء منها ثم اختلفوا في العلة والأوفق
بقوانين الشرع أن تكون في النقدين الثمنية وتختص بهما وفي الأربعة المقتات المدخر وأن الملح لإصلاحها
عليه الدواء والتوابل لأن الاحتياج إليه ماسة ليست في غيره ولأجل تلك الحاجة فهو جزء القوت
ومنزلة منه دون سائر الأشياء وإنما ذهبنا إلى ذلك لأن الشرع اعتبر الثمنية في كثير من
الأحكام كوجوب التقابض في المجلس ولأن الحديث ورد بلفظ الطعام والطعام يطلق في العرف
على معنيين أحدهما البر وليس بمراد والثاني المقتات المدخر ولذلك يجعل قسيما للفاكهة والتوابل
وإنما أوجب التقابض في المجلس لمعنيين أحدهما أن الطعام والنقد الحاجة إليهما أشد الحاجات
وأكثرها وقوعا والانتفاع بهما لا يتحقق إلا بالإفناء والإخراج من الملك وربما ظهرت خصومة عند
بعض ويكون البدل قد فني وذلك أقبح لمناقشة توجب أن يسد هذا الباب بأن لا يتفرقا إلا عن
قبض ولا يبقى بينهما شيء وقد اعتبر الشرع هذه العلة في النهي عن بيع الطعام قبل أن يستوفى وحيث
قال في اقتضاء الذهب من الورق ما لم تتفرقا وبينكما شيء والثاني أنه إذا كان النقد في جانب والطعام

سونے اور اس کے دستور کے اقسام میں باریک باریک فنون کا لحاظ کرنا بلکہ مسرف و عجمی لوگوں کا دستور ہے اور ان باتوں
کا اہتمام کرنا فی الحقیقت دنیا میں غرق ہو جانا ہے پس مصلحت شرعی کا یہی مقتضی ہوا کہ اس دروازے کو بند کیا جاوے
اب فقہا کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ چھ چیزوں کے سوا جنکی حدیث شریف میں تصریح آئی ہے اور چیزوں میں بھی سود جاری ہوگا
اور جو چیز ان چھ مذکوروں میں سے کسی کے ساتھ ملحق ہے انکی طرف بھی سود کا حکم جاری ہوتا ہے پھر اس کی علت مقرر کرنے میں
باہم فقہاء کے اختلاف ہوا اور قوانین شرعیہ کے اعتبار سے زیادہ تر موافق یہ ہے کہ سونے چاندی میں علت ثمنیت
ہو مگر یہ علت انہیں دونوں کے ساتھ مختص ہے اور باقی چار میں اس کی علت یہ ہے کہ وہ شے اس قابل ہو کہ قوت
کے لیے ذخیرہ کر سکیں اور نمک پر دوا اور مصالحوں کو قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ کھانے میں جس قدر نمک کی طرف حاجت ہے
وہ حاجت کسی اور چیز کی طرف نہیں ہے بلکہ اس حاجت کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے پس نمک قوت کا جزو اور بمنزلہ قوت کے ہے
بخلاف دیگر چیزوں کے اور یہ علت ہم کو اسلیے معلوم ہوئی کہ شرع نے بہت سے احکام میں ثمنیت کا لحاظ کیا ہے
مثلاً مجلس عقد میں تقابض البدلین کا ضروری ہونا اور اسلیے کہ حدیث شریف میں طعام کا لفظ بھی وارد ہوا ہے اور طعام
کے عرف میں دو معنی آتے ہیں ایک تو طعام صرف گیہوں کو کہتے ہیں اور وہ یہاں مراد نہیں ہو سکتا اور دوسرے مطلقاً اس چیز
کو طعام کہتے ہیں جو قوت کے لیے جمع کیا جاوے یہی سبب ہے کہ طعام کا لفظ میوہ جات اور مصالحہ کے مقابل آتا ہے اور
مجلس عقد میں تقابض کے واجب کرنے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ طعام و نقد کی طرف سب چیزوں سے زیادہ حاجت ہے
اور سب چیزوں سے زیادہ انکا لین دین ہے اور ان دونوں سے نفع جب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب انکو موجود و معدوم
اور ملک سے باہر کیا جاوے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قبضہ کرتے وقت خصومت پیش ہوتی ہے اور بدل خرچ ہو چکا ہے
اور یہ سب جھگڑوں سے زیادہ قباحت پر مشتمل ہے لہذا ضروری ہوا کہ بطور اسباب کو مسدود کیا جائے کہ عاقدین اس وقت
جدا ہوں کہ جب دونوں کے پاس ثمن و مبیع پہنچ جاوے اور ان دونوں میں کوئی قصہ باقی نہ رہے اور شارع نے طعام کی بیع کو قبل از استیفاء منع فرمایا
اسکی علت بھی یہی ہے اور چاندی کو سونے سے وصول کرنے میں فرمایا ما لم تفترقا الخ یعنی جبتک تم دونوں جدا ہو تو تم دونوں کے بیچ باقی ہو دوسری وجہ
یہ ہے کہ جب ایک طرف نقد ہے اور

وغيره في مذهب. فالنقد وسيلة لطلب الشيء كما هو مقتضى النقدية فكان حقيقا بأن يبذل قبل الثمن وإذا كان في كلا الجانبين النقد والطعام كان الحكم ببذل أحدهما تحكما ولو لم يبذل من كلا الجانبين كان بيع الكالئ بالكالئ وربما يشح بتقديم يبذل فالمقتضي للعدل أن يقطع الخلاف بينهما ويؤمر جميعا أن لا يتفرقا إلا عن قبض، إنما خص الطعام والنقد لأنهما أصل الأموال وأكثرها تعاورا ويتعين الانتفاع بهما إلا بعد هلاكهما فلذلك كان التحريج في التفرق عن مجلسهما قبل التقابض أكثر وأفضى إلى التنازع وتمنع فيها أروع عن تدقيق المعاملة، واعلم أن مثل هذا الحكم إنما يراد به أن لا يجري الرسم بهوان لا يعتاد تكسب ذلك الناس لا أن لا يفعل شيء منه أصلا ولذلك قال عليه السلام بع التمر ببيع آخر ثم اشتر به، واعلم أن من البيوع ما يجري فيه معنى الميسر، وكان أهل الجاهلية يتعاطون ذلك فيما بينهم فنهى عنها النبي صلى الله عليه وسلم منها المزابنة أن يبيع الرجل الثمر في رؤوس النخل بمائة فرق من التمر كيلا والمحاقلة أن يبيع الزرع بمائة فرق حنطة ورخص في العرايا بخرصها من التمر فيما دون خمسة أوسق لأنه عرف أنهم لا يقصدون في ذلك الغلل الميسر، إنما يقصدون أن يأكلوا رطبا، وخمسة أوسق.

وغيرہ اس وقت میں نقد اس شے کے طلب کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ نقد ہونے کا مقتضی یہی ہے پس مناسب ہے کہ اس چیز کے لینے سے پہلے اُسکو دیا جائے اور جب دونوں طرف نقد یا غلہ ہو تو اُس وقت میں ایک کو پہلے دینے کا حکم تحکم قرار پائیگا اور اگر جانبین میں عوض ومعوض کے ادا کرنے کا حکم نہ دیا جائے تو وہ قرض کی قرض کے ساتھ بیع ہوگی اور بسا اوقات بائع یا مشتری اگر شئے کے پہلے دینے سے بخل کرتا ہے لہذا عدل کا مقتضی ہوا کہ اِن دونوں اختلاف کو قطع کیا جائے اور اُن دونوں کو سب بات کا حکم دیا جائے کہ جبتک تقابض نہ کرلیں جدا نہ ہوں اور غلہ اور نقد کو اس لیئے خاص کیا کہ یہ دونوں تمام اموال کے اصول ہیں اور سب سے زیادہ اُن کا لین دین رہتا ہے اور اُن دونوں کے ہلاک کرنے کے بعد انسان اُن سے نفع اٹھا سکتا ہے لہذا اگر ان دونو کے لین دین میں قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہونے کا حکم دیا جائے تو برج عظیم لازم آتا ہے اور شب وروز کا نزاع پیدا ہوتا ہے اور دونوں میں اس بات کے منع کرنے سے معاملہ کی وقت پورے طور پر نبھ ہوتی ہے اور معلوم کرو کہ اِس قسم کا حکم دینے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگوں میں اُس کا دستور جاری نہ ہو اور اُس قسم کے لوگ عادی نہوں یہ مقصود نہیں ہوتا کہ بالکل اِس قسم کے معاملہ کا وقوع نہ پایا جائے اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا بع التمر الخ چھوہاروں کو دوسری بیع سے فروخت کر پھر اس بیع سے خرید لے اور معلوم کرو کہ بیع کے بعض اقسام ایسے ہیں جن میں قمار کے معنے پائے جاتے ہیں اور اہل جاہلیت باہم ایسی خرید وفروخت کیا کرتے تھے لہذا آپنے اس بیع سے منع فرمایا از انجملہ بیع مزابنہ ہے کہ کوئی آدمی چھوہاروں کے سو فرق (۱۶ رطل کا ایک فرق) سے درخت کا پھل خریدے اور ایسی ہی بیع محاقلہ ہے اس کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کھیتی کو سو فرق گیہوں کے ساتھ فروخت کرے مگر عرایا کو آپنے اندازہ کر کے چھوارے کے ساتھ بشرطیکہ وہ پھل پانچ وسق سے کم ہوں اُنکی بیع کو درست فرمایا ہے اور عرایا ان درختوں کا نام ہے جو بعد فروخت ہونے باغ کے رہجاتے ہیں اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اتنی مقدار پر لوگ قمار کا قصد نہیں کرنے بلکہ چاہتے ہیں کہ چھوارے کھائیں اور پانچ وسق

الحاجة ۱۲ ۔ بکون [illegible]

[illegible] ۱۲ ۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۲

في نصاب الزكوة وهي مقدار ما يتفكه به اهل البيت ومنها بيع الصبرة من التمر لا يعلم مكيلها بالكيل المسمى من التمر والملامسة ان يكون لمس الرجل ثوب الآخر بيده بيعا والمنابذة ان يكون نبذ الرجل بثوبه بيعا من غير نظر وبيع الحصاة ان يكون وقوع الحصاة بيعا فهذه البيوع فيها معنى الميسر وفيها قلب موضوع المعاملة وهو استيفاء حاجته بتروٍّ وتثبت ونهى عن بيع العربان ان يقدم اليه شيء من الثمن فان اشترى حسب من الثمن والا فهو له مجانا وفيه معنى الميسر **وسئل** صلى الله عليه وسلم عن اشتراء التمر بالرطب فقال اينقص اذا يبس فقال نعم فنهاه عن ذلك **اقول** وذلك لانه احد وجوه الميسر وفيه احتمال الربا والعبرة بحال تمام الشيء وقال صلى الله عليه وسلم في قلادة فيها ذهب وخرز لا تباع حتى تفصل **اقول** وذلك لانه احد وجوه الميسر ومظنة ان يغبن احدهما فيسكت على غيظ او يخاصم في غير حق واعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث في العرب وهم يتعاملون معاملات وبيوعا فاوحى الله اليه كراهية بعضها وجواز بعضها والكراهة تدور على معان منها ان يكون شيء قد جرت العادة باقتنائه لمعصية او يكون الانتفاع المقصود به عند الناس نوعا من المعصية كالخمر والاصنام والطنبور ففي جريان الرسم ببيعها واتخاذها تنويه بتلك المعاصي وحمل الناس عليها و

جو زکوۃ کا نصاب ہیں۔ کہ جسکو ایک گھر والے تفکہ کر سکتے ہیں، اور از انجملہ یہ صورت ہے کہ چھوہاروں کا ایک انبار ہے جنکا وزن معلوم نہیں ہے وہ اُن چھواروں کیساتھ فروخت کئے جائیں جنکا معلوم ہے۔ اور از انجملہ بیع ملامسہ ہے یعنی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا چھولے تو بیع ثابت ہو جائے اور بیع منابذہ ہے یعنی یہ صورت ہے کہ بغیر دیکھے بھالے ایک شخص اپنا کپڑا پھینک دے تو بیع ہو جائے اور از انجملہ بیع الحصاۃ ہے یعنی کنکری کے پھینکنے سے بیع ہو جائے۔ بیع کے ان سب اقسام میں قمار کے معنی ہیں اور موضوع معاملہ کا بدلنا لازم آتا ہے اسلئے کہ معاملے سے مقصود غور و فکر کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنا ہوتا ہے اور بیع العربان سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے اس کی یہ صورت ہے کہ مشتری بائع کو کچھ ثمن بیعانہ کے طور پر دیدے اور یہ مقرر ہو جائے کہ اگر میں بیع کو خریدونگا تب تو یہ اسکی قیمت میں مجرا ہو جائیگا ورنہ بلا عوض یہ تمہارا رہا اور اس میں بھی قمار کے معنی پائے جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے تازہ چھواروں کو خشک چھواروں کیساتھ خریدنے کی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ کیا خشک ہو جانیکے بعد یہ کم ہو جاتے ہیں سائل نے عرض کیا ہاں تو آپ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کے قمار اور سود دونوں کا احتمال ہے کیونکہ ایک شئی کی تمامی کا حال معتبر ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہار جس میں سونا اور جواہر ہوں فروخت نہ کیا جائے یہاں تک کہ اسکو جدا جدا کیا جائے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا جوا ہے اور احد العاقدین کے فریب کھانے کا احتمال ہے یا تو غصہ کھا کر سکوت کریگا یا غیر حق میں نزاع کریگا۔ اور یہ جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے اندر ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ ان کے اندر معاملات اور خرید و فروخت پائی جاتی تھی پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض معاملات و بیوع کے جواز کے اور بعض کے مکروہ ہونے کی طرف وحی نازل فرمائی اور کراہت کا مدار چند چیزوں پر ہوتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کی چیز ہے جو عادت کے اعتبار سے وہ چیز معصیت پر مشتمل ہو یعنی لوگوں کو اس چیز سے جس قسم کا نفع حاصل کرنا مقصود ہے وہ ایک قسم کی معصیت ہو مثلاً شراب و بت و طنبورہ وغیرہ ہے پس ان چیزوں کی بیع کا دستور جاری کرنے اور انکے بنانے میں ان معاصی کا ظاہر کرنا اور لوگوں کو ان معاصی پر آمادہ کرنا وغیرہ ہے

۱؎ مشتری بیعانہ کی ابانت کا شکہ وغیرہ ۱۲

تقريب لهم منها وفي تحريم بيعها واقتنائها اخمال لها وتقريب لهم من ان لا يباشروها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام وقال صلى الله عليه وسلم ان الله اذا حرم شيئا حرم
ثمنه يعني اذا كان وجه الاستمتاع بالشئ متعينا كالخمر يقصد للشرب والاصنام للعبادة فحرمه الله اقتضى
ذالك في حكمة الله تحريم بيعها قال صلى الله عليه وسلم مهر البغي خبيث ونهى صلى الله عليه وسلم عن
حلوان الكاهن ونهى عن كسب الزمارة **اقول** المال الذي يحصل من مباشرة معصية لا يحل
الاستمتاع به لمعنيين احدهما ان تحريم هذا المال وترك الانتفاع به زاجر عن تلك المعصية و
جريان الرسم بتلك المعاملة جالب للفساد حامل لهم عليه وثانيهما ان الثمن بازاء الشئ من
المبيع في مدارك الناس وعلومهم فكان عند الملأ الاعلى للثمن وجود تشبيهي انه المبيع وللاجرة
وجود تشبيهي انه العمل فاعتبر الخبث اليه في علومهم فكان لتلك الصورة نفسها موقع في نفوس
الناس ولعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها
والمحمولة اليه **اقول** الاعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس اليها معصية وسعي بالفساد
في الارض ومنها ان مخالطة النجسات كالميتة والدم والسرقين والعذرة [illegible] عنه

نزدیک کرنا ہے اور ان چیزوں کی بیع وشرا کرنا اور ان کا گھر میں رکھنا حرام کیا جاتا ہے تو اس معاصی کو دور کرنا اور لوگوں کو
اسباب کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب کریں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان
الله ورسوله حرم بيع الخمر الخ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور سور اور بتوں کا فروخت
کرنا حرام کیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے ان الله اذا حرم الخ خدا تعالیٰ نے جس چیز کو حرام کیا تو اس کے ثمن
کو بھی حرام کیا یعنی جب ایک چیز کو نفع اٹھانے کا طریق متعین ہے مثلاً شراب صرف پینے کے لیے اور بت صرف پرستش
کے لیے بنائے جاتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے اس چیز کو حرام کیا ہے اسلئے حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہو کہ ان کی بیع
بھی حرام کی جائے اور نیز آپ نے فرمایا ہے مهر البغي الخ اجرت زنا کی پلید ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغنیہ کے کسب سے بھی منع فرمایا ہے
میں کہتا ہوں مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے اس مال سے بدو وجہ نفع حاصل کرنا حرام ہے ایک
تو یہ کہ اس مال کے حرام کرنے اور اس سے انتفاع نہ حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھنا ہے اور اس قسم کے
دستور جاری کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور لوگوں کو اس گناہ پر آمادہ کرنا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی
دانست میں اور ان کی سمجھ میں ثمن بمقابلہ مبیع ہوتا ہے پس ملأ اعلیٰ میں اس ثمن کے لیے ایک وجود تشبیہی ہوتا
ہے گویا کہ وہ خود مبیع ہے اور اسی طرح اجرت کے لیے وجود تشبیہی ہوتا ہے پس اس مبیع اور اس عمل کی خباثت انکے
علوم میں اس ثمن اور اس اجرت کے اندر سرایت کرجاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اس صورت نفسیہ کا اثر ہوتا
ہے اور آپ نے شراب کے باب میں اسکے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور لیجانے والے اور جس کے
پاس لیجاتا ہے سب پر لعنت کی ہے میں کہتا ہوں معصیت کی اعانت کرنا اور اس کا پھیلانا اور لوگوں کو اسکی طرف
متوجہ کرنا بھی معصیت اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے میں
مثل مردار و خون و گوبر اور پاخانہ وغیرہ کے نہایت قباحت

[illegible]

لہ مہر البغی زانیہ کی اجرت وحلوان الکاہن کاہن کی اجرت [illegible] الزمارۃ المغنیۃ [illegible] ۱۲

وسخط ويحصل بها مشابهة الشياطين والظلمة وهجر الرجز من اصول ما بعث النبي صلى الله عليه وسلم لاقامته وبه تحصل مشابهة الملائكة والله يحب المتطهرين لم يكن بد من اباحة بعض الأخذ اذ في سد الباب بالكلية حرج وجب ان ينهى عن التكسب بمعالجته والتجارة فيه وفي معناه الحرف الذي يستحيا منه كالسفلة ولذلك حرم بيع الميتة ونهى عن كسب الحجام وقال [illegible] ناضحه وعن عسب الفحل ويرى وضراب الجمل ورخص في الكرامة وهي ما يعطى من غير شرط ومنها ان لا تنقطع المنازعة بين العاقدين لابهام في العوضين او يوجد لعقد بيعة في بيعتين او لا يمكن تحقق الرضا الابرؤية المبيع ولم يره او يكون في بيع شرط يتحرج به من بعد ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع المضامين والملاقيح فالمضامين ما في اصلاب الفحول والملاقيح ما في البطون وعن بيع حبل الحبلة وعن بيع الكالئ بالكالئ وعن بيعتين في بيعة ان يكون البيع بالف نقدا والفين نسيئة لانه لا يتعين احد الامرين عند العقد وقيل ان يقول بعني هذا بالف على ان تبيعني ذاك بكذا وهذا شرط يتحرج به الشارط من بعد فيما صح ومنه ان يبيع بشرط ان اراد البيع فهو احق به وقال فيه عمر رضي الله عنه

وہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی ہے اور اس کے سبب سے شیطانوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے، اور ناپاکیزگی اور نجاستوں سے اجتناب کرنا ان اصول میں داخل ہے جنکے قائم کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا ہے اور جس کے سبب ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اور پاکیزہ لوگوں کو خدا تعالیٰ پسند فرماتا ہے، اور چونکہ ان سے مخالطت بیان کیے بغیر بھی چارہ نہیں ہے ایسے کہ بالکل اسباب کے مسدود کرنے میں لوگوں پر نہایت دقت ہے لہٰذا اسقدر ضروری ہوا کہ ان ناپاک چیزوں کے اختلاط کے ساتھ پیشہ اختیار کرنے اور ان کی تجارت کرنے سے نہی فرمائی جاوے اور جیسے لغو بیہودہ کام ہیں جنسے حیا کیجاتی ہو انکو بھی نجاست کا حکم ہے جیسے گابن کرنا اور اسی لیئے آپ نے مردار کی بیع کو حرام کیا اور پچھنے لگانے کی قیمت سے نہی فرمائی اور ضرورت کے وقت کچھ فرمایا ہے اطعمہ ناضحک یعنی اس اجرت سے اپنے اونٹ کی خوراک دیدے اور گابن کرانے کی اجرت سے نہی فرمائی ہے اور ایک روایت میں اونٹ کے گابن کرنے کا لفظ آیا ہے اور اگر بلا شرط کے اس کو کچھ دیدیا جاوے جس کے پاس گابن کرنیکا جانور ہے تو آپ نے اس شخص کو اجازت فرمائی ہے اور انجملہ اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقدین میں عوضین کے ابہام کے سبب سے قطع منازعت نہ ہو یا وہ عقد دو عقدوں میں سے ایک عقد ہو یا بغیر دیکھے مبیع کے رضا پایا جانا ممکن نہ ہو اور مبیع کو اس نے نہ دیکھا ہو یا بیع کے اندر کوئی ایسی شرط لگائی جائے جس سے [illegible] منازعت کا موقع ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضامین و ملاقیح کے بیع سے منع فرمایا ہے مضامین اسکا نام ہے جو نر کی پشت میں ہو اور ملاقیح جو مادہ کی شکم میں ہو اور بچے کے بچے کی بیع اور قرض کے ساتھ بیع کرنے اور ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع کیا ہے۔ مثلاً ایک چیز کو بایں طور فروخت کرے کہ اگر نقد لیتا ہے تو ایکہزار کو اور اگر ادھار دو ہزار کو یا کہے کہ اگر وہ چیز ہزار میں دے تو میں بھی یہ دوں گا

ملہ ضراب الذكر على الانثى والناضح البعير يسقى عليه وعسب الفحل ائكه وعلى مزاهم وقوله وضراب الجمل جفتی بر مادہ وقوله في الكرامة هو ما يعطى لصاحب الذكر من غير شرط بل بطريق هدية ۱۲ گه قال جماعة هو البيع بثمن مؤجل الى ان تلد الناقة ولدها وقال آخرون هو بيع ولد ولد الناقة في الحال وهو اوجب في العمد ۱۲

لا يحل لك وفيه شرط لأحد ونهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الثنيا حتى يعلم مثل ان يبيع عشرة
أفراق إلا شيئا لأن فيه جهالة مفضية إلى المنازعة وما كل جهالة تفسد البيع فان كثيرا من الأمور يترك
مهملا في البيع واشتراط الاستقصاء حرج ولكن المفسد هو المفضي إلى المنازعة ومنها ان يقصد
بهذا البيع معاملة اخرى يترقبها في ضمنه او معه لأنه ان فقد المطلوب لم يكن له ان يطالب
ولا ان يسكت ومثل هذا حقيق بان يكون سببا للخصومة بغير حق ولا يقضى فيها بشيء فصل
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل بيع وسلف ولا شرطان في بيع مثل ان يقول
بعت هذا على ان تقرضني كذا ومعنى الشرطين ان يشترط حقوق البيع ويشترط شيئا خارجا
منها مثل ان يهبه كذا او يشفع له إلى فلان او ان احتاج إلى بيعه لم يبعه إلا منه ونحو ذلك
فهذه شرطان في صفقة واحدة ومنها ان لا يكون التسليم من العاقد كبيع ما ليس عند البائع
وإنما هو حق توجه على غيره وشيء لا يجده إلا برفع قضية او إقامة بينة او سعي واحتيال
او استيفاء واكتيال او نحو ذلك فانه مظنة ان يكون قضية في قضية او يحصل غرر
وتخييب وكل ما ليس عندك فلا تأمن ان تجده إلا بجهد النفس وربما يطالبه
المشتري بالقبض فلا يكون عنده فيطالب الذي توجه عليه حقه فيذهب ليصطاد من البرية

خریدنے فرمایا لا یحل الخ تیرے لیے حلال نہیں ہے اور اگر کسی اور کے لیے یہ شرط کرے تو وہ بھی اسی قبیل سے ہے ـــ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں سے کسی چیز کے مستثنیٰ کرنے سے جب تک معلوم نہ ہو منع فرمایا ہے مثلاً کوئی شخص کسی چیز کے
دس ڈھیر بیچے اور کہے مگر تھوڑا سا ان میں سے کچھ مستثنیٰ کرے کیونکہ اس میں جہالت پائی جاتی ہے جو منازعت تک
پہنچا دیتی ہے اور ہر جہالت سے بیع فاسد نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے امور بیع میں مجہول چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور اگر تمام امور کی
تحقیق کی جائے تو اس میں حرج ہے بلکہ وہ جہالت بیع کو فاسد کرتی ہے جس کا انجام منازعت ہو اور ازانجملہ یہ ہے کہ اس بیع سے کوئی
دوسرا معاملہ مقصود ہو کہ وہ بائع یا مشتری اس بیع کے ضمن میں یا اس کے ساتھ اس معاملہ کا امیدوار ہو اس لیے کہ اگر وہ مقصود حاصل
نہ ہو تو اسکو وہ نہ طلب کر سکتا ہے نہ سکوت کر سکتا ہے اور ایسی بات خواہ مخواہ ناحق خصومت کا باعث ہوتی ہے اور قاضی
ان میں پورا پورا فیصلہ نہیں کر سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یحل بیع وسلف ولا شرطان الخ
یہ درست نہیں کہ بیع بھی ہو اور قرض بھی اور نہ دو شرطیں ایک بیع میں ـ مثلاً یوں کہے کہ اس چیز کو میں نے اس شرط
پر فروخت کیا کہ تو مجھے مقدار قرض دے اور دو شرطوں کے معنی یہ ہیں کہ ایک تو حقوق بیع کا شرط کرنا اور ایک کسی اور ہی چیز کا
شرط کرنا مثلاً یہ شرط لگائی کہ مجھکو فلاں چیز ہبہ کر دینا یا فلاں شخص سے میری سفارش کر دینا یا اگر تو کبھی اس چیز کو فروخت کرے
تو میرے ہی ہاتھ فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس ـ پس ان سب صورتوں میں ایک عقد کے اندر دو شرطیں پائی گئیں اور منجملہ اسباب کراہت
کے یہ ہے کہ عاقد کے ہاتھ سے تسلیم نہ پائی جائے مثلاً بیع ایسی چیز ہے جو بائع کے پاس موجود نہیں ہے بلکہ وہ کسی دوسرے
شخص پر اسکا حق ہے یا وہ ایسی چیز ہے کہ جب تک وہ شخص اپنے مقدمہ کو قاضی کے ہاں پیش نہ کرے یا بینہ قائم نہ کرے یا کسی اور
کے طریقہ میں کوشش نہ کرے یا اس پر قبضہ نہ کرے اور اس کی ناپ تول نہ کرا لے جب تک وہ چیز اسکو نہیں مل سکتی اس لیے کہ اس میں ایک قضیے کے ضمن
دوسرے قضیے کے پیدا ہونے یا فریب کے چلے جانے اور مقصود کے حاصل نہ ہونے کا احتمال ہے اور جو چیز تیرے پاس موجود نہیں
تو تجھ کو اس پر بھروسہ نہ رہنا چاہیے کہ بغیر کوشش کے تجھ کو دستیاب ہو جاوے گی اور بسا اوقات مشتری بائع سے مبیع پر قبضہ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور
وہ چیز اس کے پاس موجود نہیں ہوتی تو وہ خریدار بائع سے اس چیز کا مطالبہ کرتا ہے جس پر اس کا حق ثابت ہوتا ہے جنگل شکار کرنا ہی

سلہ استثناء فی من البیع ۱۲ سلہ ... مشتری ... قرض ... ۱۲

أو يشتري من السوق أو يستوهب من صديقه وهذا أشد المناقشات قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تبع ما ليس عندك أقول هو نهي عن بيع الغرر وهو الذي لا يتيقن أنه موجود أولا وهل يقدر عليه أولا قال صلى الله عليه وسلم من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه قيل مخصوص بالطعام لأنه أكثر الأموال تعاورا وحاجة ولا ينتفع به إلا بإهلاكه فإذا لم يستوف ربما تصرف فيه البائع فيكون قضية في قضية وقيل يجري في المنقول لأنه مظنة أن يتغير ويتعيب فتحصل الخصومة وقال ابن عباس رضي الله عنهما ولا أحسب كل شيء إلا مثله وهو الأقيس بما ذكرنا من العلة ومنها ما هو مظنة المناقشات وقعت في زمانه صلى الله عليه وسلم وعرف المستحق بأن تكون فيه المناقشات كما ذكر زيد بن ثابت رضي الله عنه أنهم كانوا يحتجون بعاهات تصيب الثمار يقولون أصابه دمان أصابه مراض أصابه قشام فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها انتهى إلا أن شرط القطع في الحال وعن السنبل حتى يبيض ويأمن العاهة وقال أرأيت إذا منع الله الثمرة بم يأخذ أحدكم مال أخيه يعني أنه غرر لأنه على خطر أن يهلك فلا يجد المشتري عليه قد لزمه الثمن وكذا في بيع السنين ومنها ما يكون سببا لسوء انتظام المدينة وضرر بعضهم بعضا فيجب إخمادها والصد عنها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تلقوا الركبان لبيع ولا يبع بعضكم

یا بازار میں خریدنے کا قصد کرتا ہے یا کسی دوست سے ہبہ کے طور پر طلب کرتا پھرتا ہے اور اس میں بڑے جھگڑے ہیں خصوصاً
جبکہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تبع الخ جو چیز تیرے پاس موجود نہیں ہے اسکو فروخت مت کر
بیع الغرر سے منع فرمائی ہے جس کی یہ صورت ہے کہ اس میں بیع کے موجود ہونے یا نہ ہونے اور ملنے و نہ ملنے کا
یقین نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتاع الطعام الخ جو شخص غلہ کو خریدے تو جبتک اس پر قبضہ نہ کرے اس کو
فروخت نہ کرے بعض کے نزدیک یہ حکم غلہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اموال کے کل اقسام میں غلہ کا لین دین اور اس میں
حاجت زیادہ ہے اور جبتک اسکو ہلاک نہ کیا جائے انسان اس سے منتفع نہیں ہو سکتا اور جبتک مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے
اس وقت بائع کا اس میں تصرف کرنے اور قضیہ کے اندر قضیہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض کے نزدیک تمام منقولات
میں یہ حکم جاری ہے کیونکہ سب میں تغیر و نقصان کے پیدا ہونے اور خصومت کے پائے جانے کا احتمال ہے اور حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے میں ہر شے کو مثل غلہ کے سمجھتا ہوں اور جو علت بیان کی ہے اسکے لحاظ سے یہ قول قریب قیاس ہے
اور ازانجملہ بیع کی ایک صورت یہ ہے جس میں منازعات کے پیدا ہونے کا احتمال ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں واقع ہو چکے ہیں اور انکو اس میں مناقشات کا احتمال غالب معلوم ہوا ہے جیسے زید بن ثابت نے بیان کیا ہے کہ جب پھلوں
کو کسی قسم کی آفت عارض ہو جاتی تھی تو خریدنے والے بعد کو نزاع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ پھل گلنے اور گر پڑنے لگے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے جبتک ان کا سالم رہنا ظاہر ہو جائے منع فرمایا ہے مگر جس صورت میں فی الحال پھلوں
کے پھل کا توڑ لینا شرط کر لیا جائے اسیطرح غلہ کے بال سے جبتک کہ پختہ ہو کر سفید اور آفت سے محفوظ نہ ہو جائے اس کی
بیع سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ دیکھو تو اگر خدا تعالیٰ اس پھل کو روک دے تو تم سے کوئی شخص کس چیز کے بدلے اپنے بھائی
کا مال لیگا یعنی اس میں دھوکہ ہے کیونکہ ایسے وقت میں مبیع کے ہلاک ہونیکا خطرہ ہے پس بائع کو مبیع میسر نہ ہوگا اور ثمن اس کے
ذمہ لازم ہو جائیگا اور اسیطرح برسوں کے لیے پھلوں کی بیع منع ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اسمیں شہر کے انتظام میں نقصان آتا ہو
اور بعض کو بعض سے ضرر پہنچتا ہو ایسی چیز کو دور کرنا اور لوگوں کو اس سے روکنا واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لا [illegible]

[illegible]

على بيع بعض ولا يسم الرجل على سوم اخيه ولا تناجشوا ولا يبع حاضر لباد **اقول** معنى تلقي الركبان ان يقدم ركب بتجارة فيتلقاهم رجل قبل ان يدخلوا البلد ويعرفوا السعر فيشتري منهم بارخص من سعر البلد وهذه مظنة ضرر بالبائع لانه ان نزل بالسوق كان اغلى له ولذلك كان له الخيار اذا عثر على الضرر وضرر بالعامة لانه توجه في تلك التجارة حق اهل البلد جميعا والمصلحة المدنية تقتضي ان يقدم الاحوج فالاحوج فان استووا سوي بينهم او اقرع فاستئثار واحد منهم بالتلقي نوع من الظلم وليس لهم الخيار لانه لم يفسد عليهم مالهم وانما منعهم ما كانوا يرجونه واما البيع على البيع فهو تضييق على اصحابه من التجار وسوء معاملة معهم وقد توجه حق البائع الاول وظهر وجه لرزقه فافساده عليه ومزاحمته فيه نوع ظلم وكذا السوم على سوم اخيه فيه تضييق على المشترين والاساءة معهم وكثير من المناقشات والاحقاد تنبعث فيهم من اجل هذين والنجش هو زيادة الثمن بلا رغبة في المبيع تغريرا للمشترين وفيه من الضرر ما لا يخفى وبيع الحاضر للبادي ان يحمل البدوي متاعه الى البلد يريد ان يبيعه بسعر يومه فياتيه الحاضر فيقول خل متاعك عندي حتى ابيعه على المهلة بثمن غال ولو باع البادي بنفسه لارخص ونفع البلديين ونفع

بیع کے لیے تلقی رکبان مت کرو اور نہ تم میں سے بعض بیع پر بیع کریں اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت کرنے پر قیمت کرے اور نجش کرو اور نہ کوئی شہری قریہ والے کے لیے فروخت کرے میں کہتا ہوں کہ معنی تلقی رکبان کی یہ صورت ہے کہ جب تم سے سوداگر تجارت کا مال بھر کر لاویں اور شہر میں داخل ہونے اور نرخ معلوم کرنے سے پیشتر کوئی شخص ان سے جا کر شہر کے نرخ کے اعتبار سے ارزانی کے ساتھ وہ مال خریدے اور اس میں بائع کا بھی ضرر ہے کیونکہ وہ لوگ بھی اگر شہر میں آتے تو بہ نسبت گرانی کے ساتھ فروخت کرتا اس لئے ایسی بیع میں اگر بائع کو ضرر پر آگاہی ہو اس کو اس بیع کے رد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور عام لوگوں کا یہ ضرر ہے کہ اس تجارت میں سب شہر والوں کا حق متعلق ہوگیا ہے اور مصلحت مدنیہ کا مقتضی یہ ہے کہ جسکو جسقدر ضرورت ہے اسی قدر بترتیب اس کو مقدم کیا جاوے اور اگر حاجت میں برابر ہوں تو ان میں برابری کیجاوے یا قرعہ اندازی کیجاوے۔ پس بلا ایک شخص کو بلا ترجیح اس مال کے لے لینے میں ایک قسم کا ظلم ہے مگر شہر والوں کو اس بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اس شخص نے ان لوگوں کے مال کا کچھ نقصان نہیں کیا اس نے صرف یہ کیا ہے کہ جس چیز کی ان کو امید تھی وہ چیز اس نے ان سے روک لی۔ اور بیع پر بیع کرنے میں اپنے ساتھ کے تاجروں کا تنگ کرنا اور ان کے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بائع اول کا حق متوجہ ہوچکا ہے اور اسکے نفع کی صورت نکل آئی ہے اس صورت کا بگاڑنا اور اس کے معاملہ میں دخل دینا ایک قسم کا ظلم ہے اور اسیطرح دوسرے شخص کے قیمت لگاتے وقت قیمت لگانے میں خریداروں کو تنگ کرنا ان کے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بہت سے مناقشات اور عداوتیں ان دو باتوں سے پیدا ہوتی ہیں اور نجش اسکو کہتے ہیں کہ بلا قصد خریدنے مبیع کے مشتریوں کو فریب میں ڈالنے کے لیے قیمت بڑھا دینا۔ اور اس میں جسقدر ضرر ہے ظاہر ہے اور بیع شہر والے کی گاؤں والے کے لیے اسکی یہ صورت ہے کہ گاؤں والا اپنے مال کو لاد کر شہر کیطرف اس ارادے سے کہ اسی دن کے نرخ سے فروخت کرے پس اس کے پاس شہر والا آوے اور یہ کہے کہ اپنے مال کو میرے پاس چھوڑ دے یہاں تک کہ اسکو کچھ دنوں روک کر بنرخ گراں فروخت کردوں گا اور اگر گاؤں والا خود اسکو فروخت کرتا تو بنرخ ارزاں فروخت کرتا اور نفع شہر کا اس میں ظاہر ہے

ملہ ارکبان الذین یجلبون الطعام ۱۲

ھو ایضا فان انتفاع التجار یکون بوجہین ان یبیعوا بثمن غال بالمہلۃ علی من یحتاج الی الشیٔ اشد حاجۃ فیستقل فی جنبہا ما یبذل وان یبیعوا بربح یسیر ثم یاتوا بتجارۃ اخری عن قریب فیربحوا ایضا وھلم جرا وھذا الانتفاع اوفق بالمصلحۃ المدنیۃ واکثر برکۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر فھو خاطئ[1] وقال علیہ السلام الجالب مرزوق والمحتکر ملعون[2] اقول وذلک لان حبس المتاع مع حاجۃ اھل البلد الیہ لمجرد طلب الغلاء وزیادۃ الثمن اضرار بھم بتوقع نفع ما وھو سوء انتظام المدینۃ ومنھا ما یکون فیہ التدلیس علی المشتری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعھا بعد ذلک فھو بخیر النظرین بعد ان یحلبھا ان رضیھا امسکھا وان سخطھا ردھا وصاعا من تمر ویروی صاعا من طعام لا سمراء اقول التصریۃ جمع اللبن فی الضرع لیتخیل المشتری غزارتہ فیغتر ولما کان اقرب شبہ بخیار المجلس والشرط لان عقد البیع کان مشروطا بغزارۃ اللبن لم یجعل من باب الضمان بالخراج ثم لما کان قدر اللبن وقیمتہ بعد اھلاکہ واتلافہ متعذر المعرفۃ جدا لاسیما عند تشاکس الشرکاء وفی مثل البدو وجب ان یضرب لہ حد معتدل بحسب المظنۃ الغالبیۃ یقطع بہ النزاع ولبن النوق فیہ زھومۃ

اور اُنکو بھی نفع ہوتا اسلیے کہ تاجروں کے نفع اٹھانے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ کچھ دنوں روک کے اپنے مال کو بہ نرخ گراں فروخت کریں اُن لوگوں کے ہاتھ جنکو اس مال کی نہایت حاجت ہے اور حاجت کے مقابلہ میں جو کچھ قیمت وہ دیتے ہیں وہ اُنکو کم معلوم ہوتی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ تھوڑا سا نفع لیکر اُس مال کو فروخت کرکے پھر جلدی سے تجارت کا اور مال لاکر اس میں بھی نفع اٹھائیں وعلی ہذا القیاس - اور یہ انتفاع شہر کی مصلحت کے مناسب تر اور برکت کے اعتبار سے اکثر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احتکر فھو الخ جو تجارت کے مال کو روکے پس وہ گنہگار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجالب الخ لانیوالا مرزوق ہے اور روکنے والا ملعون - میرے نزدیک اُس کی یہ وجہ ہے کہ باوجود حاجت اہل شہر کے اُس کیطرف صرف گرانی نرخ اور زیادتی ثمن کے اعتبار سے روکنا مال کا شہروالوں کے حق میں ضرر اور بدنظمی شہر کا سبب ہے اور از انجملہ یہ کہ مشتری کو اس میں فریب دینا ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصروا الابل والغنم الخ مت تصریہ کرو تم اونٹ اور بکری میں پس جو شخص اُنکے بعد اُس کو خریدے پس وہ اُس کے دوہنے کی بعد بہتر اختیار میں ہے اگر اُس مبیع سے راضی ہو تو روک لے اُسکو اور اگر اُس سے ناخوش ہو تو اُنکو واپس کردے اور ایک صاع خرما دیدے اور روایت کیا گیا ہے صاعا من الطعام الخ میں کہتا ہوں تصریہ کے معنی تھن میں دودھ کے جمع کرنے کے ہیں تاکہ مشتری دودھ کی کثرت کا خیال کرے پس فریب میں پڑ جائیگا اور چونکہ اُسکو خیار مجلس اور خیار شرط کے ساتھ زیادہ مشابہت تھی کیونکہ یہاں پر عقد بیع میں گویا دودھ کی کثرت شرط کر دی گئی ہے پس پھر گاہ اندازہ دودھ اور اُسکی قیمت کا بعد اُسکے ہلاک اور تلف کرنے کے بالتحقیق متعذر المعرفت تھا خاصکر وقت بداخلاقی شریکوں کی اور بدویت کے اسلیے واجب ہوئی یہ بات کہ باعتبار احتمال غالب کی ایک حد معتدل بیان کی جائے۔ تاکہ خصومت قطع ہو اور چونکہ اونٹنیوں کی دودھ میں ایک قسم کی بو ہوتی ہے۔

[1] ...ان احتکار محرم ہوتی اوقات ...بان یشتری الطعام وقت الغلاء ویبیعہ فی ...قرب ...

[2] ...الحکار ...ما اقال ...

ويوجد رخيصا أو لبن الغنم طيب يوجد غالبا فجعل حكمهما واحدا فتعين أن يكون صاعا من أدنى جنس يقتاتون به كالتمر في الحجاز والشعير والذرة عندنا لا من الحنطة والأرز فانهما أعلى الأقوات وأغلاها واعتذر بعض من لم يوفق للعمل بهذا الحديث بضرب قاعدة من عند نفسه فقال كل حديث لا يرويه إلا غير فقيه إذا انسد باب الرأي فيه يترك العمل به وهذه القاعدة على ما فيها لا تنطبق على صورتنا هذه لأنه أخرجه البخاري عن ابن مسعود[1] أيضا وناهيك به ولأنه بمنزلة سائر المقادير الشرعية يدرك العقل حسن تقدير ما فيه ولا يستقل بمعرفة حكمة هذا القدر خاصة اللهم إلا عقول الراسخين في العلم وقال صلى الله عليه وسلم في صبرة طعام داخلها بلل أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس من غش فليس مني ومنها أن يكون الشيء مباح الأصل كالماء العد[2] فيتغلب ظالم عليه فيبيعه وذلك تصرف في مال الله من غير حق وإضرار بالناس ولذلك نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع فضل الماء ليباع به الكلأ أقول هو أن يتغلب رجل على عين أو واد فلا يدع أحدا يسقي منه ماشيته إلا بأجر فإنه يفضي إلى بيع الكلأ المباح يعني يصير الرعي من ذلك بإزاء مال وهذا باطل لأن الماء والكلأ مباحان وهو قوله عليه السلام فيقول الله اليوم أمنعك فضلي كما منعت فضل ما لم تعمل يداك وقيل يحرم بيع الماء الفاضل عن حاجته لمن أراد الشرب

اور ارزاں پائی جاتی ہے اور بکریوں کا دودھ عمدہ ہوتا ہے اور گرانی پائی جاتی ہے اسلئے دونوں کا حکم ایک ہوا لہذا یہ بات متعین ہوئی کہ جو چیز ادنیٰ ہے جسکا وہ قوت کرتے ہیں اس کا ایک صاع مقرر کیا جائے جیسے چھوارا ملک حجاز میں اور جو وجوار ہمارے ملک میں نہ گیہوں اور چاول اسلئے کہ یہ قوت کے اعتبار سے گران اور اعلیٰ درجے کی چیزیں ہیں اور بعض اُن لوگوں نے کہ جنکو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے انھوں نے اپنی طرف سے ایک قاعدہ مقرر کر لیا اور کہا کہ جس حدیث کی بجز غیر فقیہ روایت کرے۔ اور اس میں قیاس میں نہ چل سکے تو اس میں عمل متروک ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ میں اول تو کلام ہے دوسرے یہ قاعدہ اس صورت میں منطبق ہو سکتا ہے کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے (حالانکہ وہ افقہ الناس تھے) اور اسقدر جواب کے لیئے کافی ہے اور اس لیئے کہ وہ بمنزلہ تمام اُن مقادیر شرعیہ کے ہے کہ عقل اُن میں مقرر کرنے کی خوبی معلوم کر سکتی ہے مگر خاصکر اس مقدار کی حکمت معلوم کرنے میں عقل مستقل نہیں ہے بار خدا مگر اُن لوگوں کی عقلیں جو راسخین فی العلم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ غلہ کا ڈھیر دیکھا جسکو اس کے مالک نے اندر سے تر کر رکھا تھا آپ نے فرمایا تو نے اُسکو اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ اُسکو دیکھتے اور فرمایا جو شخص فریب کرے وہ مجھ سے نہیں اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ چیز مباح الاصل ہو جیسے وہ پانی کہ جاری ہو اور کثرت سے ہو اور کوئی شخص ظلم و تغلب کر کے اُسکو فروخت کیا کرے کیونکہ اس میں بلا حق خدا تعالیٰ کے مال میں تصرف کرنا اور لوگوں کو ضرر پہونچانا ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیادہ پانی کے فروخت کرنے سے تاکہ اس کے سبب گھاس کا فروخت کرنا لازم آئے منع فرمایا ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ شکل ہے کہ کوئی شخص کسی چشمہ یا کسی جھیل پر تغلب کر لے اور کسی مویشی کو بغیر کرایا لئے نہ پینے دے اور اس میں گھاس کا جو مباح شئی ہے فروخت کرنا لازم آتا ہے یعنی ایسے وقت میں مواشی سے چرانے کی قیمت دینی پڑیگی اور یہ باطل ہے اسلئے کہ پانی و گھاس دونوں مباح چیزیں ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فیقول اللہ الیوم الخ پس خدا تعالیٰ فرمائیگا آج میں تجھے اپنے فضل کو روکتا ہوں جیسا کہ تو نے اُس چیز کی فضل کو روکا جو بغیر تیرا ہاتھ لگے پیدا ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی حاجت سے زیادہ پانی کا اُس شخص

[1] ملک ہے وہ افقہ الصحابۃ ۱۲ [2] ے اے دائم غیر منقطع ۱۲

وسقي الدواب قال صلى الله عليه وسلم المسلمون شركاء في ثلاث في الماء والكلأ والنار **اقول** هذا استحباب المواساة في هذه فيما كان مملوكا وما ليس بمملوك امره ظاهر

أحكام البيع

قال صلى الله عليه وسلم رحم الله رجلا سمحا اذا باع واذا اشترى واذا اقتضى **اقول** السماحة من اصول الاخلاق التي تتهذب بها النفس وتتخلص بها عن احاطة الخطيئة وايضا فيها نظم المدينة وعليها بناء التعاون وكانت المعاملة بالبيع والشراء والاقتضاء مظنة لضد السماحة فسجل النبي صلى الله عليه وسلم على استحبابها وقال صلى الله عليه وسلم الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة **اقول** يكره اكثار الحلف في البيع لشيئين كونه مظنة لتغرير المتعاملين وكونه سبب زوال تعظيم اسم الله من القلب والحلف الكاذب منفقة للسلعة لان مبنى الانفاق على تدليس المشتري وممحقة للبركة لان مبنى البركة على توجه دعاء الملائكة اليه وقد تباعدت بالمعصية بل دعت عليه وقال عليه السلام يا معشر التجار ان البيع يحضره اللغو والحلف فشوبوه بالصدقة **اقول** فيه تكفير الخطيئة وجبر ما فرط من غلواء النفس قوله عليه الصلوة والسلام فيمن باع بالدنانير واخذ مكانها الدراهم لا باس ان تاخذهـ

کو فروخت کرنا جو کوئی پینا چاہتا ہو یا مویشی کو پلانا چاہتا ہو حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں۔ میں کہتا ہوں اگر یہ چیزیں کسی کی مملوک بھی ہوں تب بھی ان چیزوں میں ہمدردی نہایت مستحب ہے اور اگر مملوک نہیں ہیں تب تو ان کا حال شرکت میں ظاہر ہے۔

بیع کے احکام کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالی سہولت والے آدمی پر رحم کرے جب وہ کسی چیز کو فروخت کرے اور جب خریدے اور جب وہ تقاضا کرے۔ میں کہتا ہوں سماحت منجملہ اصول اخلاق کے ہے جس سے نفس مہذب ہوتا ہے اور گناہوں کی قید سے نکلنے کے سبب رہائی ہوتی ہے اور نیز سماحت میں شہر کا انتظام قائم رہتا ہے اور اس پر باہمی معاونت کا دار و مدار ہے اور بیع و شرا و تقاضا ایسی چیزیں ہیں جن میں سماحت کے خلاف امور کا احتمال ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور میں سماحت کے ساتھ برتاؤ کرنا مستحب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحلف قسم سودے کا چلانے والا اور برکت کا گھٹانے والا ہے۔ میں کہتا ہوں بیع کے اندر بہت سی قسمیں کھانا برا ہے بدو وجہ۔ ایک تو یہ کہ اس میں مشتری کو لوگوں سے دھوکہ کا احتمال ہے دوسرے خدا کے نام کی قلب سے عظمت جاتے رہنے کا احتمال ہے اور جھوٹی قسم کھانے سے اگرچہ سودا خوب فروخت ہوتا ہے کیونکہ اس کا مبنی مشتری پر عیب کے پوشیدہ رکھنے پر ہے مگر برکت کم ہو جاتی ہے کیونکہ برکت کا مدار ملائکہ کی دعا کے متوجہ ہونے پر ہے اور معصیت کے سبب ان کی دعا کو بعد ہو جاتا ہے بلکہ ملائکہ ایسے وقت میں اس شخص پر بددعا کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے گروہ تجار بیع کے اندر لغو باتیں اور قسم ہوا کرتی ہیں لہذا تم بیع میں صدقہ ملا لیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ صدقہ کی آمیزش سے گناہ دور ہو جاتے ہیں اور نفس کے غلبہ کے سبب جو اس شخص سے کچھ قصور ہو جاتا ہے اس کا تدارک ہو جاتا ہے۔ آنحضرت نے اس شخص کے بارے میں جس نے کسی چیز کو اشرفیوں کے عوض فروخت کر کے اس کے عوض میں مشتری سے درہم لیے فرمایا ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں اگر ان کو اسی دن کی قیمت کے

ف ... سہل ... [illegible] ... ١٢ ... سبب رواج ... ١٢ ... سبب ذہاب برکت ... ١٢

بسعر يومهما ما لم تفترقا وبينكما شيء **أقول** لأنهما إن تفرقا وبينهما شيء مثل أن يجعلا تمام صرف الدينار بالدراهم موقوفا على ما يأمر به الصيرفي أو على أن يزنه الوزان ومثل ذلك كان مظنة أن يحتج به المحتج ويناقش فيه المناقش ولا تصفو المعاملة. قال صلى الله عليه وسلم من ابتاع نخلا بعد أن تؤبر فثمرتها للبائع إلا أن يشترط المبتاع **أقول** ذلك لأنه عمل زائد على أصل الشجرة وقد ظهرت الثمرة على ملكه وهو يشبه الشيء الموضوع في البيت يجب أن يبقى له حقه إلا أن يصرح بخلافه. وقال صلى الله عليه وسلم كل شرط ليس في كتاب الله فهو باطل **أقول** المراد كل شرط ظهر النهي عنه وذكر في حكم الله نفيه لا لنفي البسيط. ونهى عليه السلام عن بيع الولاء وعن هبته لأن الولاء ليس بمال حاضر مضبوط إنما هو حق تابع للنسب فكما لا يباع النسب لا ينبغي أن يباع الولاء. وقال صلى الله عليه وسلم الخراج بالضمان **أقول** لا تنقطع المنازعة إلا بأن يجعل الغنم بالغرم فمن رد المبيع بالعيب إن طولب بخراجه كان في إثبات مقدار الخراج حرج عظيم فقطع منازعتهم بهذا الحكم كما قطع المنازعة في القضاء بأن ميراث الجاهلية على ما قسم.

تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ تم دونوں کے جدا ہونے کے وقت کچھ معاملہ تم میں باقی نہ رہا ہو۔ میں کہتا ہوں کیونکہ اگر جدا ہونے کے وقت ان دونوں میں کچھ معاملہ باقی رہے مثلاً یہ منظور کریں کہ وہ دونوں اشرفیوں سے دراہم کے بدلے کی بیع کو صراف کے بیان کرنے یا وزن کش کے وزن کرنے پر موقوف رکھیں اور علی ہذا مثل اس کے تو ایسے وقت میں حجت و نزاع کرنے والے کو حجت و نزاع کا موقع باقی رہے اور معاملہ صاف نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتاع الخ جو شخص پیوند کے درخت کو پیوند لگنے کے بعد خریدے تو اس درخت کا پھل بائع کا ہے مگر جس صورت میں مشتری شرط کرے میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ پیوند لگانا اس درخت سے زائد ایک عمل ہے اور بائع کی ملک میں ثمر کا ظہور ہو گیا پس اس کا حال اس شے کا سا ہے جو ایک مکان میں رکھی ہوئی ہو جسکا یہ بات ضرور ہے کہ اس کا حق اسکو دلایا جاوے مگر جس صورت میں اسکے خلاف کی تصریح ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو ایسی شرط لگائی جائے کہ جسکا کتاب الٰہی میں ذکر نہیں ہے تو وہ باطل ہے میں کہتا ہوں اس سے وہ شرط مراد ہے جس سے خدا تعالیٰ نے نہی فرمائی ہے اور حکم الٰہی میں اسکی نفی کو ہر چند نفی مقصود نہیں ہے [illegible] نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ولاء اور ہبہ ولاء سے نہی فرمائی ہے کیونکہ ولاء کوئی موجود و معین شے نہیں ہے بلکہ صرف وہ ایک حق ہے جو نسب کے تابع ہے پس جسطرح نسب کی بیع نہیں ہوتی اسیطرح ولاء کی بیع بھی نہ ہونی چاہیئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخراج بالضمان یعنی آمدنی تاوان کے ساتھ ہے جو تاوان دیگا وہی آمدنی لیگا پس مبیع کی آمدنی بیع کے رد کرنے کے بعد مشتری کو ملیگی۔ میں کہتا ہوں منازعت کے قطع کرنے کی بجز اسکے کوئی صورت نہیں ہے کہ مبیع کے ہلاک ہو جانے کے بعد جو شخص تاوان دیتا ہے اُسی کو اس کی آمدنی دلائی جاوے پس اگر عیب کے سبب سے مشتری مبیع کو رد کر دے اور اس زمانہ میں مبیع سے جو کچھ آمدنی ہوئی ہے اس خریدار سے اُس کا مطالبہ کیا جائے تو آمدنی کی مقدار کے ثابت کرنے میں حرج عظیم ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حکم سے منازعت کو قطع فرمایا جسطرح قضاء میراث کے بارے میں آپ نے منازعت کو یوں قطع کیا ہے کہ جاہلیت کی میراث اُسی حالت پر رکھی جائے جس حالت پر تقسیم کی گئی ہے

[illegible]

[illegible]

قال صلی اللہ علیہ وسلم البیعان اذا اختلفا والمبیع قائم لیس بینہما بینۃ فالقول ما قال البائع او یترادان
اقول وانما قطع بہ المنازعۃ لان الاصل ان لا یخرج شیٔ من ملک احد الا بعقد صحیح وتراض
فاذا وقعت المشاحۃ وجب الرد الی الاصل والمبیع مالہ یقینا وھو صاحب الید بالفعل او قبل
العقد الذی لم تتقرر صحتہ والقول قول صاحب المال لکن المبتاع بالخیار لان البیع
مبناہ علی التراضی وقال صلی اللہ علیہ وسلم الشفعۃ فیما لم یقسم فاذا وقعت الحدود و
صرفت الطرق فلا شفعۃ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام الجار احق بسقبہ اقول الاصل فی
الشفعۃ دفع الضرر من الجیران والشرکاء وعندی ان الشفعۃ شفعتان شفعۃ یجب للمالک ان
یعرضہا علی الشفیع فیما بینہ وبین اللہ وان یؤثرہ علی غیرہ ولا یجبر علیہا فی القضاء وھی للجار الذی
لیس بشریک وشفعۃ یجبر علیہا فی القضاء وھی للجار الشریک فقط وھذا وجہ الجمع بین
الاحادیث المختلفۃ فی الباب وقال صلی اللہ علیہ وسلم من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرھہا
اقال اللہ عثرتہ یوم القیمۃ اقول یستحب اقالۃ النادم فی صفقتہ دفعا للضرر عنہ ولا یجب
لان المرء ماخوذ باقرارہ لازم علیہ ما التزمہ وحدیث جابر رضی اللہ عنہ بعتہ واستثنیت
حملانہ الی اھلی اقول فیہ جواز الاستثناء فیما لم یکن محل المناقشۃ وکانا متبرعین متبادلین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے البیعان اذا اختلفا والمبیع قائم لیس بینہما بینۃ الخ
اور وہ دونوں میں جنکی بینہ نہو اگر ان میں اختلاف واقع ہو اور مبیع بھی موجود ہو پس قول بائع کا معتبر ہوگا یا ہر دونوں
رد کر دینگے۔ میں کہتا ہوں آپ نے قطع منازعت اسلئے کی کہ اصل یہ بات ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کی ملک سے نکلتی
نہیں ہے مگر بواسطہ بیع صحیح کے یا رضامندی کے پھر جب منازعت واقع ہوئی تو اصل کیطرف رد ضروری ہوا اور مبیع بائع کا
مال ہونا یقینی ہے اور مبیع پر اسی کا قبضہ ہے اس وقت یا قبل اس عقد کے جسکی صحت ثابت ہوتی ہے اسلئے بائع کا قول
معتبر ہے لیکن خریدار کو اختیار ہے اسلئے کہ بنائے بیع کا رضامندی پر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
الشفعۃ الخ یعنے شفعہ اس چیز میں ہوتا ہے جو تقسیم نہیں ہوتی ہے پھر جبکہ اس میں حدیں پڑ جاویں اور راستے پھر
جاویں تو اس میں شفعہ نہیں ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجار الخ کہ ہمسایہ اپنے قرب کے باعث زیادہ حقدار ہے
میں کہتا ہوں اصل شفعہ میں ہمسایوں اور شریکوں سے ضرر کا دور کرنا ہے اور میرے نزدیک شفعہ کی دو قسمیں ہیں
ایک تو وہ شفعہ ہے کہ مالک پر فیما بینہ وبین اللہ شفیع کے لیے اس شفعہ کا پیش کرنا اور دوسروں پر اسکا مقدم کرنا واجب ہے لیکن
وہ مالک اس کے پیش کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اس قسم کا شفعہ اس جار کے لیے ہوتا ہے جو شریک نہیں ہے اور ایک وہ شفعہ
ہے جس پر مالک عند القاضی مجبور کیا جاتا ہے یہ شفعہ صرف شریک کے لیے ہے اور احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں
انکی تطبیق کی صورت یہی ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرھہا الخ
جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے اس عقد کو لوٹا لیگا جو اس کے ناپسند ہے حق تعالیٰ قیامت کے روز اس کی خطا
سے درگذر فرمائیگا۔ میں کہتا ہوں جس شخص کو عقد کرنے کے بعد افسوس ہو تو اس سے رفع ضرر کے لیے اقالہ کرنا مستحب
ہے اور واجب نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اپنے اقرار میں ماخوذ ہوتا ہے اور جو چیز اپنے اوپر لازم کرتا وہ اسکو لازم ہو جاتی ہے
جابر نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے اس اونٹ کو فروخت کر کے اپنے گھر تک سوار ہو کر جانے کو مستثنیٰ کر لیا میں کہتا ہوں اس سے ان چیزوں کے
بیان میں استثنا کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے جہاں مناقشہ کا موقع نہو اور دونوں متعاقدین باہم سلوک کرنے والے اور فراخ دل ہوں

[illegible]

لأن المنع إنما هو لكونه مظنة المناقشة قال صلى الله عليه وسلم من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين احبته يوم القيمة وقال لعلي رضي الله عنه حين باع احد الاخوين رده **اقول** التفريق بين والدة وولدها يهيجهما على الوحشة والبكاء ومثل ذلك حال الاخوين فوجب ان يجتنبه الانسان ذلك قال الله تعالى اذا نودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع **اقول** يتعلق الحكم بالنداء الذي هو عند خروج الامام ولما كان الاشتغال بالبيع ونحوه كثيرا ما يكون مفضيا الى ترك الصلوة وترك استماع الخطبة نهى عن ذلك وقيل قد غلا السعر فسعر لنا فقال عليه السلام ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق واني لارجو ان القى الله وليس احد يطلبني بمظلمة[1] **اقول** لما كان الحكم العدل بين المشترين واصحاب السلع الذي لا يتضرر به احدهما ويكون تضررهما سواء في غاية الصعوبة تورع منه النبي صلى الله عليه وسلم لئلا يتخذها الامراء من بعده سنة ومع ذلك فان رؤي منهم جور ظاهر لا يشك فيه الناس جاز تغييره فانه من الافساد في الارض قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه الاية **اعلم** ان الدين اعظم المعاملات مناقشة واكثرها جدالا ولا بد منه للحاجة فلذلك

کیونکہ ہتنا کرنے کی ممانعت اسلیئے ہے کہ اُس میں مناقشہ کا احتمال ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من فرق بین والدۃ الخ جو شخص ماں اور اُسکے بیٹے میں جدائی ڈالے تو خدا تعالیٰ قیامت کے روز اُس میں اور اُس کے دوستوں میں جدائی ڈالیگا۔ اور ایکمرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دو غلاموں میں سے جو بھائی بھائی تھے ایک کو فروخت کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے فرمایا کہ واپس کر لو۔ میں کہتا ہوں ماں و بچے میں جدائی ڈالنے سے ضرر ہے کہ دونوں کو وحشت پیدا ہوگی اور آہ و بکا کرینگے یہی دو بھائیوں کا حال ہے لہٰذا انسان کو اُنمیں تفریق ڈالنے سے اجتناب چاہیئے اللہ پاک فرماتا ہے اذا نودی الخ جب جمعہ کی نماز کے لیئے پکارا جائے تو خدا تعالیٰ کی یاد کیطرف لپکو اور بیع یعنے خرید و فروخت کو چھوڑ دو میں کہتا ہوں یہ حکم اُس ندا کے ساتھ متعلق ہے جو امام کے خطبہ کے لیئے جاتے وقت ہوتی ہے اور چونکہ بیع وغیرہ میں مشغول ہونے سے بسا اوقات نماز جاتی رہتی ہے اور خطبہ کا استماع ترک ہو جاتا ہے اسلیئے اس سے نہی فرمائی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ نرخ گراں ہو گیا ہے اسلیئے آپ ہمارے لیئے نرخ مقرر فرما دیجئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نرخ مقرر کرنیوالا خدا ہے اُسی کی صفت قابض و باسط و رازق ہے اور مجھے اسبات کی آرزو ہے کہ خدا تعالیٰ سے میں ایسی حالت سے ملوں کہ کوئی شخص مجھے ظلم کا مطالبہ نہ کرے۔ میں کہتا ہوں چونکہ مشتری و تاجر میں ایسا برابر حکم کرنا کہ جس سے کسی کو ضرر نہ ہو نچے یا دونوں کو برابر ضرر ہو نچے نہایت دشوار تھا اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پرہیز کیا تاکہ آپ کے بعد حکام لوگ اسکو طریقہ و دستور نہ مقرر کر لیں اور اسکے بعد بھی اگر کوئی صریح ظلم معلوم ہو جسکا لوگوں کو یقین ہو جائے تو اُسکی تبدیل درست ہے کیونکہ اُس میں مُلک کی بربادی ہے اور اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اے ایمان والو جبکہ تم ایک وقت معین تک قرض کا لین دین کرو تو اُسکو لکھ لو معلوم کرو کہ قرض مناقشہ و منازعت کے اعتبار سے تمام معاملات میں بڑھکر ہے اور وقت حاجت کے بغیر اُس کے چارہ بھی نہیں ہے اس لیئے

[1] اشارۃ الی ان المانع من التسعیر هو خوف الظلم ۱۲

كد الله تعالى في الكتابة والاستشهاد وشرع الرهن والكفالة وبين اثم كتمان الشهادة واوجب بالكفاية القيام بالكتابة والشهادة وهو من جنود الضرورية وقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يسلفون[1] في الثمار السنة والسنتين والثلاث فقال من اسلف في شيء فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل معلوم **اقول** ذلك لترتفع المناقشة بقدر الامكان وقاسوا عليها الاوصاف التي يبين بها الشيء من غير تضييق ومبنى القرض على التبرع من اول الامر وفيه معنى الاعارة فلذلك جازت النسيئة وحرم الفضل ومبنى الرهن على الاستيثاق وهو بالقبض فلذلك اشترط فيه ولا اختلاف عندي بين حديث لا يغلق الرهن الرهن من صاحبه الذي رهنه له غنمه وعليه غرمه وحديث الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا ولبن الدر يشرب بنفقته اذا كان مرهونا وعلى الذي يركب ويشرب النفقة لان الاول هو الوظيفة لكن اذا امتنع الراهن من النفقة عليه وخيف الهلاك واحياه المرتهن فعند ذلك ينتفع به بقدر ما يراه الناس عدلا وقال صلى الله عليه وسلم لاصحاب الكيل والميزان انكم قد وليتم امرين هلكت فيهما الامم السابقة قبلكم **اقول** يحرم التطفيف لانه

اللہ پاک نے لکھ لینے اور گواہ کرنے کی تاکید فرمائی اور رہن اور کفالت کو شروع کیا اور گواہی کے چھپانے کا گناہ بیان فرمایا اور لکھنے اور گواہی دینے کو فرض کفایہ کیا اور وہ عقود ضروریہ سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ پھلوں کے ایک ایک اور دو دو تین تین برس کے لیے بدنی کیا کرتے تھے لہذا آپ نے فرمایا جب کوئی کسی چیز میں بدنی کرے تو کیل معین وزن معین میں مدت معین تک بدنی کرے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ حتی الامکان مناقشہ کا ارتفاع ہو جائے اور فقہا نے انھیں تینوں پر اُن اوصاف کو قیاس کر لیا ہے جنسے بلا حصول وقت کسی چیز کا بیان ہو سکتا ہے اور قرض کا مدار ابتدا تبرع پر ہے او اس میں عاریت کے بھی معنے پائے جاتے ہیں لہذا اسمیں دیر کرنا جائز ہے اور زیادہ لینا حرام ہے اور رہن کا بنا مضبوطی پر ہے اور وہ مضبوطی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے لہذا اسمیں قبضہ شرط کیا گیا۔ اور میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے پہلی حدیث تو یہ ہے لا یغلق الرهن **الرهن من صاحبه** الخ رہن کرنا مرہون کو اسکے مالک سے جس نے اسکو رہن رکھا ہے نہیں روکتا ہے اُس کے لئے اُس کی آمدنی ہے اور اسی پر اُس کا قرض ہے اور دوسری حدیث یہ ہے **الظهر يركب** الخ سواری سے اسکے خرچ اٹھانے کے سبب اُس سے سواری کیجاے گی اگر وہ مرہون ہے اور وہ دودھ دیتے جانور کا دودھ اسکے خرچ اٹھانے کے سبب سے دیا جائیگا اگر وہ مرہون ہے اور سوار ہونیوالے اور دودھ پینے والے کو اسکا خرچ اٹھانا پڑیگا۔ اور اختلاف نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں تو حکم عام ہے مگر جسوقت میں راہن اُس مرہون کا خرچ نہ اٹھائے اور مرہون کے ہلاک ہونیکا خوف ہو اور مرتہن اُس کا خرچ اٹھائے تو اسوقت میں مرتہن جسقدر لوگ انصاف کردیں مرہون سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے والوں اور وزن کشوں سے فرمایا تم کو ایسی دو چیزیں سپرد کی گئی ہیں جنمیں تم سے قبل پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ میں کہتا ہوں کم تولنا حرام ہے کیونکہ

[1] بیع سلم ۱۲ سنہ [illegible] و رہن لا یغلق معنی [illegible] مرہون وقرضہ [illegible] اور رہن راہن حتیاً کا یمضی [illegible] مرہون [illegible] مرتہن لا یسقط [illegible]

م والمراد بالام قوم شعیب علیہ السلام ۱۲

لانہ خیانۃ وسوء معاملۃ وقد سبق فی قوم شعیب علیہ السلام قال صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
ایما رجل افلس فادرک رجل مالہ بعینہ فہو احق بہ **اقول** وذلک لانہ کان فی الاصل مالکہ
من غیر مزاحمۃ ثم باعہ ولم یرض فی بیعہ بخروجہ من یدہ الا بالثمن فکان البیع انما ہو
بشرط ایفاء الثمن فلما لم یؤد کان لہ نقضہ ما دام المبیع قائما بعینہ [illegible]
لم یمکن ان یرد المبیع فیصیر دینہ کسائر الدیون وقال صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینجیہ
اللہ من کرب یوم القیمۃ فلینفس عن معسر او یضع عنہ **اقول** ہذا ندب والسماح خلق
من اصول ما ینفع فی المعاد والمعاش وقد ذکرناہ وقال علیہ السلام مطل الغنی ظلم
واذا اتبع احدکم علی ملیء فلیتبع **اقول** ہذا امر استحباب لان فیہ قطع المنازعۃ قال صلی اللہ
علیہ وسلم لیّ الواجد یحل عرضہ وعقوبتہ **اقول** ہو ان یغلظ لہ فی القول ویحبس
علی البیع ان لم یکن لہ مال غیرہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا
حرم حلالا او احل حراما والمسلمون علی شروطہم الا شرطا حرم حلالا او احل حراما ومنہ
وضع جزء من الدین کقصۃ ابن ابی حدرد وہذا الحدیث حد لاحق فی باب المعاملات

اسمیں خیانت اور بدمعاملگی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا حال جو کچھ ہو چکا ہے خدا تعالیٰ نے [illegible]
ذکر فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما رجل الخ جو شخص مفلس ہو جائے [illegible]
مال کو پاسکے تو میں کہتا ہوں کہ در اصل چونکہ وہ بلا مزاحمت اسی کا مال تھا جسے قیمت لئے بغیر بیچنے پر [illegible]
قیمت قبض کرلینے پر بیع تمام ہوگی اور جبتک قیمت نہ دیجائے اور بعینہ مبیع چیز موجود ہو تو اسکے بیع کے توڑنے [illegible]
اور مبیع کے ضائع ہو جانے کے بعد مبیع کی واپسی ناممکن ہو گئی تو اسکی قیمت باقی قرضوں کی طرح [illegible]
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جو شخص قیامت کی تکالیف سے نجات حاصل کرنا [illegible]
دار کو وصولی قرضہ میں مہلت دے یا قرضہ بخشدے میں کہتا ہوں کہ یہ فعل انسانی عادت کے مستحب [illegible]
جو قیامت و دنیا ہر دو میں نافع ہے جیسا ہم ذکر کر چکے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے غنی قرض [illegible]
میں دیر کرنا ظلم ہے اور جس کی صاحب حق کو تونگر قرضدار کے پیچھا کرنے کا حکم دیا جائے تو اس کا پیچھا کرے میں کہتا ہوں
کہ مستحب امر ہے جس سے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تونگر قرضدار [illegible]
قرضہ میں تاخیر کرنا اس کی بے عزتی اور سزا دہی کو جائز کر دیتی ہے میں کہتا ہوں کہ [illegible]
سخت الفاظ سے مخاطب کر کے پیش آیا جائے اور اسے قید کر کے [illegible]
کے پاس اور مال نہ ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں ہر صلح جائز ہے [illegible] حرام
کو حلال نہ بنادے اور مسلمان اپنی شرطوں پر قائم ہیں مگر جو شرط کہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے [illegible]
مہلت و بخشش کے قبیل سے ہے قرضہ کی کسی مقدار کا معاف کر دینا کہ جو ابو حدرد کے قصہ میں [illegible]
بنا قرضہ مانگا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نصف معاف کر دے چنانچہ معاف کر دیا اور یہ حدیث معاملات کے باب میں [illegible]

[illegible]

سخت اللفظ [illegible] والسجود [illegible] ان کعب بن مالک تقاضاہ دیناً لہ علیہ فی المسجد فارتفعت اصواتہما [illegible] النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

التبرع والتعاون

التبرع اقسام صدقۃ ان ارید بہ وجہ اللہ ویجب ان یکون مصرفہا ما ذکر اللہ تعالیٰ فی قولہ انما الصدقات للفقراء الآیہ وھدیۃ ان قصد بہ وجہ المہدی لہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من اعطی عطاء فوجد فلیجز بہ ومن لم یجد فلیثن فان من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر ومن تحلی بما لم یعط کان کلابس ثوبی زور اعلم ان الہدیۃ انما ینبغی ان تکون لمنزلۃ الالفۃ فیما بین الناس ولا یتم ھذا المقصود الا بان یرد الیہ مثلہ وان الہدیۃ تحبب المہدی الی المہدی لہ من غیر عکس وایضا فان الید العلیا خیر من الید السفلی ومن اعطی یطول علی من اخذ فان عجز فلیشکرہ ولیظہر نعمتہ فان الثناء اول اعتداد بنعمتہ واظہار محبتہ وانہ یفعل فی ایراث الحب ما تفعل الہدیۃ ومن کتم فقد خالف علیہ ما ارادہ وناقض مصلحۃ الائتلاف وغمط حقہ ومن اظہر ما لیس فی الحقیقۃ فذلک کذب

یہ باب باہمی داد و مدار و امداد سے متعلق ہے

تبرعات کی قسم سے ایک قسم صدقہ ہے اگر اس سے رضاء الٰہی کا مطلب ہو تو اس کا مصرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرما دیئے ہیں۔ انما الصدقات للفقراء الآیہ اور دوسری قسم ہدیہ جس سے دوسرے شخص کی تکریم و تعظیم مطلوب ہوتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جسے کوئی ہدیہ بھیجے تو وہ بھی ہدیہ کی چیز پائے پر اس کی طرف ہدیہ بھیجدے اور جسے نہ ملے تو وہ اس کی تعریف کر دے کیونکہ تعریف کرنے والا نعمت کی ادائگی کے شکرے سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور جس نے تعریف نہ کی ناشکر ہوا اور جسے مصنوعی زینت بخشی جائی تو وہ جھوٹے دو کپڑے پہنے والے کی طرح ہے تم سوچو کہ ہدیہ کا طریقہ اسلئے رائج ہوا ہے تاکہ باہمی لوگوں یاروں دوستوں میں محبت و الفت پیدا ہو اور یہ بات نہیں حاصل ہو سکتی جب تک کہ ہدیہ بھیجنے والیکی طرف ہدیہ نہ بھیجا جائے کہ ہدیہ بھیجنے والے کو ہدیہ لینے والا محبوب جانتا ہی ہے بھیجنے والے اور نیز یہ بات بھی ہے کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور معطی کو لینے والے پر فضیلت ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر لینے والا ہدیہ کا بدلہ بھیجنے سے عاجز ہو تو اسے معطی کی تعریف کر دینی ہی کافی ہے جس کے باعث اس کا شکر گذار ہو جائیگا اور ہدیہ والیکا ہدیہ ظاہر ہو جائیگا کہ تعریف سے اسکی نعمت کا اقرار ہو کر اسکی محبت کا باعث ہوتا ہے جیسے ہدیہ کے بدلہ دینے میں محبت پیدا ہوتی ہے اور جسے تعریف زبانی بھی نہ کی تو ہدیہ بھیجنے والیکے مطلب کے خلاف کیا اور باہمی الفت کی مصلحت کو خراب کر کے اس کے حق کو ضائع کر دیا اور جس سے اصل حقیقت کے علاوہ کچھ اور ظاہر کر دیا تو وہ جھوٹ ہے۔

لہ تحلی بما لم یعط ... کلابس ثوبی زور ... [illegible]
آخرین لیعرف انہ لابس قمیصین ۲

وقوله عليه السلام كلابس ثوبي زور معناه ولكن تزودي او اتزر بزور وشمر بزور ... وقوله صلى الله عليه وسلم من صنع اليه معروف فقال لفاعله جزاك الله خيرا فقد ابلغ في الثناء **أقول** ... عين النبي صلى الله عليه وسلم هذه اللفظة لان الكلام ازيد في مثل هذا المقام ... واب قصر كفران وغمط واحسن ما يجيء به بعض المسلمين بعض ... وتخصيص امر عند الله وهذه اللفظة نصاب صالح بجميع ما ذكرنا وقال صلى الله عليه وسلم تهادوا فان الهدية تذهب الضغائن وفي رواية تذهب وحر الصدر **أقول** الهدية وان قلت تدل على تعظيم المهدى له وكونه منه على بال وانه يحبه ويرغب فيه واليه الاشارة في حديث لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة فلذلك كان طريقا صالحا لحل الضغينة وان تمهد امر الالفة في المدينة والحي قال صلى الله عليه وسلم من عرض عليه ريحان فلا يرده فانه خفيف المحمل طيب الريح **أقول** انما كره رد الريحان وما يشبهه لخفة مؤنته وتعامل الناس باهدائه ولا يكون عار في قبوله ولا ذلك كثير حرج في اهدائه وفي التعامل بذلك ائتلاف وفي رده ... ذات البين واضمار على وحر قال صلى الله عليه وسلم العائد في هبته كالكلب يعود في قيئه ليس لنا مثل السوء **أقول**

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اسکا حال اس شخص کا سا ہے جو جھوٹ کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور اسی کی لنگی باندھ رہا ہے اور تمام بدن اسکا جھوٹ ہی سے ڈھکا ہوا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ یعنی جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کرے اور وہ احسان کرنے والے کے لیے جزاک اللہ خیرا کہے تو اس نے کامل طور سے تعریف کر دی۔ میں کہتا ہوں آپ نے اس لفظ کو ایسے معین فرمایا ہے کہ ایسے مقام میں زیادہ اوصاف بیان کرنے میں مبالغہ اور الحاح ہے اور کم بیان کرنے میں حق کا چھپانا اور احسان کا انکار ہے اور بعض مسلمان بعض کو جو یہ پیش کریں ان سب میں بہتر وہ چیز ہے جو حضرت کو یاد دلائے اور خدا کے تمام امور کا حوالہ اس میں پایا جائے اور یہ لفظ اس اتمام کے لیے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تہادوا فان الہدیۃ تذہب الضغائن یعنی باہم تحفہ و تحائف بھیجتے رہا کرو کیونکہ ہدیہ سے رنجشیں دور ہوتی ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے دل کی غصہ کو ہٹاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہدیہ اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھیجنے والے کے دل میں اس شخص کی تعظیم و قدر و محبت اور اس کی جانب رغبت ہے اور اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔ لا تحقرن جارۃ الخ یعنی کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کے کھر کے ساتھ ہو۔ پس یہ لوگوں کی رنجش دور کرنے کے لیے عمدہ طریقہ قرار پایا اور کسی شہر یا محلہ میں الفت پیدا ہونے سے رنجش دور ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرض الخ جس شخص کے سامنے کوئی ریحان پیش کرے تو وہ اسکو واپس نہ کرے کیونکہ اسکے لینے میں بار کم ہوتا ہے اور وہ خوشبودار ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحان وغیرہ کے واپس کرنے کو اس واسطے ناپسند فرمایا کہ اسکو قبول کر لینے میں دینے والے اس شخص پر زیادہ بار نہیں ہوتی اور لوگوں میں اسکا دستور ہو۔ لہذا اسکو قبول کر لینے میں کچھ عار نہیں ہوتی اور ہدیہ والے کو بھی کچھ زیادہ حرج نہیں ہوتا اور اسکا باہم دستور ہونے میں الفت باہمی کا پیدا کرنا اور واپس کرنے میں آپس کی دشمنی کرنا اور دلی رنجش کی دلیل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العائد الخ یعنی دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے جو قے کر کے پھر کھا جاتا ہے ہمیں بری مثال اختیار کرنا مناسب نہیں۔ میں کہتا ہوں

ا؎ مدد ای عدا حق ۱۲ ٢؎ الضغینۃ ... ۱۲ ٣؎ ای حقد ۱۲ ٤؎ ای قبیل اسد ... ٥؎ ای لا یلیق بنا معاشر المسلمین ارتکاب فعل ... ۱۲

انما كره الرجوع في الهبة لان منشأ العود فيما افرزه عن ماله وقطع الطمع عنه اما الشح بما اعطى او تضجر او اعتراء وكل ذلك من الاخلاق المذمومة وايضا ففي نقض الهبة بعدما انحكم وقوعه جرح وضغينة بخلاف ما لم يقبض من اول الامر فشبه النبي صلى الله عليه وسلم العود فيما افرزه من ملكه بعود الكلب في قيئه ليمثل لهم المعنى بادي الرأي ويبين لهم قبح تلك الحالة بابلغ وجه اللهم الا اذا كان بينهما انبساط يرفع المناقشة كالوالد والولد وهو قوله عليه السلام الا الوالد فيما يعطي ولده وقال صلى الله عليه وسلم فيمن نحل بعض اولاده ما لم ينحل الآخر ايسرك ان يكونوا اليك في البر سواء قال بلى قال فلا اذا اقول انما كره تفضيل بعض الاولاد على بعض في العطية لانه يورث الحقد فيما بينهم والضغينة بالنسبة الى الوالد فاشار النبي صلى الله عليه وسلم الى ان تفضيل بعضهم على بعض سبب ان يضمر المفضول له على ضغينة ويطوي على غل فيقصر في البر وذلك فساد المنزل ‌**ووصية** ان كان موقتا بالموت وانما جرت بها السنة لان المال في بني آدم عارض لمعنى المعاش فاذا قارب ان يستغني عنه بالموت استحب ان يتدارك ما قصر فيه ويواسي من وجب حقه عليه في مثل هذه الساعة قال صلى الله عليه وسلم اوص بالثلث والثلث كثير

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہوئی چیز کے واپس لینے کو اس واسطے ناپسند فرمایا۔ جس چیز کو اپنے مال سے علیحدہ کر چکا اور اس سے قطع تعلق کر چکا ہے پھر اسکے واپس لینے کا منشا یا تو اس دی ہوئی چیز کے ساتھ حرص کا پیدا ہونا یا اس شخص سے ناخوشی یا اسکی ضرر رسانی ہے اور یہ سب اخلاق مذمومہ ہیں اور نیز ہبہ کے پورا ہو جانے اور مقبوضہ ہو جانے کے بعد اس کے واپس لینے میں عداوت و رنج کا پیدا کرنا ہے بخلاف اس صورت کے کہ پہلے ہی سے اسکو کچھ نہ دیا ہو تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کے واپس لینے کو جسکو اپنی ملک سے جدا کر چکا ہے کتے کو اپنی قے کے کھانے کے ساتھ مشابہت دی تاکہ ظاہر میں لوگوں کو اسکی برائی متشکل ہو جائے اور پورے طور پر اس کی قباحت بیان کر دی جائے مگر جس صورت میں ان دونوں کے اندر بے تکلفی ہے جس سے مناقشہ پیدا نہیں ہو سکتا تو وہاں واپس لینے میں کچھ حرج نہیں ہے جیسے باپ بیٹے سے لیے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے الا الوالد بجز باپ کے جو اپنے بیٹے سے واپس لیلے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت جس نے اپنے بعض بچوں کو کچھ عطا کیا تھا فرمایا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ یہ سب تیرے ساتھ نیکی میں سب برابر ہوں شخص نے عرض کیا ہاں، تو آپ نے فرمایا ایسے وقت میں ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کے اندر بعض پر فضیلت دینے کو اسلئے ناپسند فرمایا۔ کہ اس سے ان میں بھی باہم ملال و رنجش پیدا ہوتی ہے اور باپ کے ساتھ بھی لہذا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینے سے اولاد کے دل میں ملال و رنج پیدا ہوگا جسکے ساتھ کوتاہی کی گئی وہ اس سبب سے باپ کے ساتھ کوتاہی کریگا اور یہی خانہ ویرانی ہے اور منجملہ تبرعات وصیت ہے) وصیت کا وقت موت کے قریب ہوتا ہے اور اسکے سنت ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بنی آدم کو مال ملک میں کاروبار کیلئے ہوتا ہے پس جب موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اسکے سبب سے اس شخص کو مال سے بے نیازی ہو جاتی ہے تو مستحب ہوئی یہ بات کہ اس موقع سے جو کچھ بھی قصور کیا ہے اسکا تدارک ہو جائے اور جو کچھ اسوقت میں اس مال میں جسکا حق ہے اس کو شریک کرے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے وصیت بالثلث تہائی مال کی وصیت کر اور ثلث بھی زیادہ ہے اور جاننا چاہیئے کہ تمام عرب و عجم کی قدیم شمار کے طور کے سبب ایک عادت

ــه قوله نحل ای عطی ۱۲ ــه ای من اقسام التبرع وصیة ۱۲ ــه قال سعد بن ابی وقاص لما ساله ان لی مالا کثیرا ولیس لی وارث سوی بنتی افاوصی بکله او بنصفه او ثلثه ۱۲

اعلم ان مال الميت ينتقل الى ورثته عند طوائف العرب والعجم وهو كالجبلة عندهم ولامر ما لازم فيما بينهم لمصالح لا تحصى فلما مرض واشرف على الموت توجه طمعهم لحصول ملكهم فيكون تأييسهم عما يتوقعون غمطا لحقهم وتفريطا في جنبهم وايضا فالحكمة ان ياخذ ماله من بعده اقرب الناس منه واولاهم به وانصرهم له واكثرهم مواساة وليس احد في ذلك بمنزلة الوالد والولد وغيرهما من الارحام وهو قوله تعالى واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله ومع ذلك فكثيرا ما تقع امور توجب مواساة غيرهم وكثيرا ما يوجب خصوص الحال ان يختار غيرهم فلابد من ضرب حد لا يتجاوزه الناس وهو الثلث لانه لابد من ترجيح الورثة وذلك بان يكون لهم اكثر من النصف فضرب لهم الثلثين ولغيرهم الثلث وقال صلى الله عليه وسلم ان الله اعطى لكل ذي حق حقه فلا وصية لوارث **اقول** لما كان الناس في الجاهلية يضارون في الوصية ولا يتبعون في ذلك الحكمة الواجبة فمنهم من ترك الحق والاوجب مواساته واختار الابعد برايه الابتر وجب ان يسد هذا الباب ووجب عند ذلك ان يعتبر المظان الكلية بحسب القرابات دون الخصوصيات المطاردة بحسب الاشخاص فلما تقرر امر الوارث قطعا لمنازعتهم وسدا لضغائنهم كان من حكمه ان لا يسوغ الوصية لوارث

یہ ضروری بات ہو گئی ہے کہ میت کا مال اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوتا ہے پھر جب وہ مریض ہوتا ہے اور موت پر متوجہ ہوتا ہے تو اُن وارثوں کے لیے ملکیت حاصل ہونے کا طریقہ نکل آتا ہے پس اُن کی امید سے محروم رکھنا اُن کے حق کا تلف کرنا اور ان کے حق میں کوتاہی کرنا ہے اور نیز حکمت کا یہ مقتضی ہے کہ میت کے بعد اس کے مال کو وہ لے جو سب لوگوں سے زیادہ معاون اور ہمدرد ہے اور اس بارہ میں کوئی شخص ماں باپ دادا اور جتنے ذو الارحام ہیں اُنکے درجہ کو نہیں پہونچتا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واولوا الارحام بعضہم الخ ذوالارحام میں سے بعض لوگ بعض کے ساتھ ولی ہیں کتاب اللہ کے اندر اور باینہمہ بسا اوقات ایسے امور پیش آتے ہیں جنسے اور لوگوں کی بھی غمخواری ضروری ہوتی ہے بلکہ اکثر اوقات خاص خاص حالات میں اور لوگوں کو اختیار کرنا ضروریات سے ہوتا ہے لہذا ایک حد مقرر کرنا جس سے آگے لوگ نہ بڑھ سکیں لابدی ہوا اور وہ حد ثلث ہے اسلئے کہ ورثہ کی ترجیح ضروری امر ہے اور وہ بایں طور ہو سکتی ہے کہ انکو نصف سے زیادہ دلایا جائے اسلئے اُن کے لیے دو ثلث اور غیروں کے لیے ایک ثلث مقرر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ اعطی لکل الخ اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اُس کا حق عطا فرمایا ہے لہذا کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں وصیت کے اندر ایام جاہلیت میں ضرر رسانی کیا کرتے تھے اور وصیت کرنے میں حکمت واجبہ کا خیال نہ کرتے تھے بعض لوگ حق کو اور اس شخص کو ترک کر کے جس کی غمخواری واجب ہے اپنی رائے ناقص سے بعید لوگوں کو اختیار کرتے تھے لہذا اس بات کا مسدود کرنا ضروری ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ قرابتوں کے اعتبار سے قواعد کلیہ کا لحاظ کیا جائے اور اشخاص کے اعتبار سے عارضی خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جائے پس موریث کے احکام چونکہ قطع منازعت اور باہمی رنجشوں کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوئے ہیں لہذا یہ حکم بھی ضروری ہوا کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہ کیا جائے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اذ في ذلك مناقضة لصالح المضرور وقال صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين الا ووصيته مكتوبة عنده[1] أقول يستحب تعجيل الوصية احترازا من ان يفجأه الموت او يحدث حادث بغتة فتفوته المصلحة التي يجب اقامتها عنده فيتحسر قال صلى الله عليه وسلم ايما رجل اعمر عمرى الحديث[2] أقول كان في زمان النبي صلى الله عليه وسلم مناقشات لا تكاد تنقطع فكان قطعها احدى المصالح التي بعث النبي صلى الله عليه وسلم لها كالربا والثأر ونحوهما وكان قوم اعمروا القوم ثم انقرض هؤلاء وهؤلاء فجاء القرن الآخر فاشتبه عليهم الحال فتخاصموا فبين النبي صلى الله عليه وسلم ان ان كان نص الواهب هي لك ولعقبك فهي هبة لا ريب الامر بما يكون من خواص الهبة الخالصة وان قال هي لك ما عشت فهي عارية الى مدة حياته لانه قيده بقيد ينافي الهبة ومن التبرعات الوقف وكان اهل الجاهلية لا يعرفونه فاستنبطه النبي صلى الله عليه وسلم لمصالح لا توجد في سائر الصدقات فان الانسان ربما يصرف في سبيل الله مالا كثيرا ثم يفنى فيحتاج اولئك الفقراء تارة اخرى ويجيء اقوام آخرون من الفقراء فيبقون محرومين فلا احسن ولا انفع للعامة من ان يكون شيء حبسا للفقراء وابناء السبيل تصرف عليهم منافعه ويبقى اصله على ملك الواقف وهو قوله صلى الله عليه وسلم لعمر

اکرنے کی صورت میں اس کی مدد کا توڑنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما حق امرء مسلم له شيء يوصي فيه يبيت کسی مسلمان شخص کو جس کے پاس وصیت کرنے کے لیے کوئی چیز ہے سزاوار نہیں ہے کہ دو شب بسر کرے اور اسکی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ میں کہتا ہوں وصیت میں تعجیل کرنا بہتر ہے اسلیے کہ اگر دفعۃً موت نے آ لیا یا ناگہاں کوئی حادثہ پیش آیا اور جس ضروری مصلحت کا قائم کرنا اسنے اپنے نزدیک ضروری سمجھا تھا وہ فوت ہو گئی تو بجز حسرت کے کچھ اور نہ ہوگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما رجل اعمر عمریٰ الخ میں کہتا ہوں آپ کے زمانہ میں بہت سے مناقشے درپیش تھے جن کے قطع ہونے کا کوئی بھی نتیجہ نہ تھا ان کا قطع کرنا منجملہ ان مصلحتوں کے ہے جن کے قائم کرنے کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے مثل سود و قتل وغیرہ کے اور کچھ لوگوں نے لوگوں کو عمر بھر رہنے کے لیے مکان دیدیئے تھے پھر دینے والے اور رہنے والے مر گئے اور دوسرا قرن پیدا ہوا تو ان میں اشتباہ ہوا اور باہم مخاصمت و منازعت شروع ہوئی پس آپ نے بیان فرمایا کہ اگر مکان دینے والے نے اس بات کی تصریح کر دی کہ یہ مکان تیرے اور تیرے ورثا کیلئے ہے تو یہ ہبہ ہے اسلیے کہ آپنے فرمایا کہ یہ خاص ہبہ ہے اگر کوئی یوں کہے کہ زندگی تک اس میں گذارہ کر تو یہ عاریت ہے کیونکہ اس نے ایسی قید کیساتھ مقید کیا ہے جو ہبہ کے منافی ہے اور منجملہ تبرعات کے وقف ہے اور اہل جاہلیت اس سے ناواقف تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصالح کے اعتبار سے جو اور صدقات میں نہیں پائے جاتے، وقف کا استنباط فرمایا کیونکہ انسان بسا اوقات خدا کی راہ میں بہت سا مال صرف کر دیتا ہے اور وہ مال فنا ہو جاتا ہے اور فقراء پھر محروم رہ جاتے ہیں اور آئندہ فقراء بھی محرومی دیکھتے ہیں پس عامہ لوگوں کے لیے اس سے عمدہ نافع صورت کوئی نہیں ہے کہ کوئی شے فقراء اور مسافروں کے لیے روک لی جائے جسکے منافع ان پر صرف ہوا کریں اور خود وہ شے واقف کی ملک میں رہا کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ سے فرمایا۔

[1] الحدیث ... ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين الا ووصيته مكتوبة عنده ١٢

[2] ... اعمر عمرى ... الحديث ...

ان شئت حبست اصلها وتصدّقت بها فتصدّق بها عمر انه لا يباع اصلها ولا يوهب ولا يورث و تصدّق بها في الفقراء وفي القربى وفي الرقاب وفي سبيل الله وابن السبيل والضيف لا جناح على من وليها ان ياكل منها بالمعروف ويطعم غير متمول ؛ **اَمّا المعاونة** فهي انواع ايضا منها المضاربة وهي ان يكون المال لانسان والعمل في التجارة من الآخر ليكون الربح بينهما على ما بيّناه والمفاوضة وهي ان يعقد رجلان مالهما سواء الشركة في جميع ما يشتريانه ويبيعانه والربح بينهما وكل واحد كفيل الآخر ووكيله والعنان ان يعقدا الشركة في مال معين كذلك ويكون كل واحد وكيلا للآخر فيه ولا يكون كفيلا يطالب بما على الآخر وشركة الصنائع كخياطين او صباغين اشتركا على ان يتقبل كل واحد ويكون الكسب بينهما وشركة الوجوه ان يشتركا ولا مال لهما على ان يشتريا بوجوههما ويبيعا والربح بينهما والوكالة ان يكون احدهما حفظ العقود بصاحبه والمساقاة ان تكون اصول الشجر لرجل فيكفي مؤنتها الآخر على ان يكون الثمر بينهما والمزارعة ان تكون الارض والبذر لواحد والعمل والبقر من الآخر والمخابرة ان تكون الارض لواحد والبذر والبقر والعمل من الآخر ونوع آخر يكون العمل من احدهما والباقي من الآخر والاجارة وفيها معنى المبادلة ومعنى المعاونة فان كان المطلوب نفس منفعته فالمبادلة غالبة وان كان خصوص العامل مطلوبا

رکھو یعنی اسکی اصل کو روک لے اور اسکا صدقہ کر دے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکا صدقہ کر دیا کہ خود وہ نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جائے اور نہ اس سے ورثہ کو کچھ دیا جاوے اور فقرا اور اقارب اور غلاموں کے چھڑانے اور راہ خدا اور مسافر اور مہمان کے لیے صدقہ کر دیا اور کہہ دیا کہ جو شخص اسکا متولی ہو حسب دستور اس میں سے کھائے اور غیر متمول لوگوں کو کھلائے۔

اور معاونت کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ از انجملہ مضاربت ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کا مال ہو اور ایک کی محنت ہو اور نفع باہم جیسے مقرر ہو جائے اس میں مشترک ہو اور ایک مفاوضہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو شخص باہم برابر برابر مال سے شریک ہو کر سوداگری کریں اور تمام خرید و فروخت میں شریک ہوں اور باہم نفع تقسیم کر لیا کریں۔ اور ہر ایک دوسرے کا ضامن و وکیل ہو اور ایک عنان ہے اور وہ یہ ہے کہ مال معین میں شریک ہو کر اسی طرح سے سوداگری کریں۔ اور ہر ایک شخص دوسرے کا وکیل ہو نہ کفیل جس سے دوسرے کے بدلہ اس سے مطالبہ کریگا۔

اور از انجملہ شرکۃ الصنائع ہے جیسے دو درزی یا دو رنگریز اس طور سے شرکت کریں کہ دونوں محنت کریں۔ اور اجرت دونوں میں تقسیم ہو جائے اور ایک شرکت وجوہ ہے اور یہ ہے کہ یوں دو شخص یوں شریک ہوں کہ مال تو کسی کے پاس نہیں ہو مگر اپنے اعتبار سے دونوں ملکر خرید و فروخت کریں اور نفع باہم تقسیم ہو جایا کرے اور ایک وکالت ہے کہ اپنے موکل کیلئے وکیل سوداگری کرے اور ایک مساقات ہے اور وہ یہ ہے کہ باغ ایک کا ہے محنت ایک کی پھل دونوں کے۔ اور ایک مزارعۃ ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ زمین و تخم ایک کی اور محنت و بیل ایک کا اور ایک مخابرۃ ہے اور وہ یہ ہے کہ زمین ایک کی اور تخم اور بیل اور محنت دوسرے کی اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک کی تو صرف محنت اور باقی جو کچھ ہو وہ دوسرے کے ذمہ ہو اور ایک اجارہ ہے اور اس میں مبادلہ کے معنے بھی پائے جاتے ہیں اور معاونت کے معنے بھی پائے جاتے ہیں پس اگر صرف منفعت مطلوب ہے تو مبادلہ کے معنی غالب ہیں اور اگر اجیر کی خصوصیت مطلوب ہے

ملہ یہ نوع من المزارعۃ ۱۲

فمعنى المعاونة غالب وهذه عقود كان الناس يتعاملون قبل النبي صلى الله عليه وسلم فما لم يكن منها محلا لمناقشة غالبا ولم ينه عنه النبي صلى الله عليه وسلم فهو باق على اباحته داخل في قوله صلى الله عليه وسلم المسلمون على شروطهم وقد اختلف الرواة في حديث رافع بن خديج[1] اختلافا فاحشا وكان وجوه التابعين يتعاملون بالمزارعة ويدل على الجواز حديث معاملة اهل خيبر[2] واحاديث النهي عنها محمولة على الاجارة بما على الماذيانات او قطعة معينة وهو قول رافع رضي الله عنه[3] او على التنزيه والارشاد وهو قول ابن عباس رضي الله عنهما او على مصلحة خاصة بذلك الوقت من حيث كثرة مناقشتهم في هذه المعاملة حينئذ وهو قول زيد رضي الله عنه والله اعلم.

الفرائض

اعلم انه اوجبت الحكمة ان تكون السنة بينهم ان يتعاون اهل الحي فيما بينهم ويتناصروا ويتواسوا وان يجعل كل واحد ضرر الآخر ونفعه بمنزلة ضرر نفسه ونفعه ولا يمكن اقامة ذلك الا بجبلة او تكون هناك اسباب طارئة ويجعل عليها سنة متوارثة بينهم فالجبلة هي ما بين الوالد والولد و الاخوة وغير ذلك من المودة والاسباب الطارئة هي التآلف والزيارة والمهاداة والمواساة

تو معاونت کے معنی غالب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل لوگ ایسے ایسے عقود کیا کرتے تھے پس ان میں سے جس میں مناقشہ کا احتمال غالب نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی نہی نہیں فرمائی ہے وہ عقد تو اپنی اباحت پر باقی ہے اور اس حدیث کے تحت میں داخل ہے المسلمون علی شروطہم اور رافع بن خدیج کی حدیث میں جو راویوں کا اختلاف ہے وہ عیاں ہے۔ اور تابعین میں بڑے بڑے نامی لوگ شرکت مزارعہ کیا کرتے تھے اور اسکے جواز پر اہل خیبر کے معاملہ کی حدیث دلالت کرتی ہے اور جن احادیث میں اس سے نہی پائی جاتی ہے وہ احادیث نہروں کے اوپر پیداوار یا کسی خاص قطعہ کے بدلہ کرایہ دینے پر محمول ہے جیسا کہ حضرت رافع نے فرمایا ہے۔ یا وہ نہی بطور تنزیہ اور ارشاد کے ہے جیسے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے یا اُس وقت کے ساتھ اس معاملہ میں مناقشات کی کثرت کی جہت سے مصلحت خاصہ پر محمول ہے جیسا کہ زیدؓ فرماتے ہیں۔

فرائض کا بیان

معلوم کرو کہ حکمت الٰہی کا مقتضی ہے کہ لوگوں کے قبیلہ میں باہم معاونت اور مناصرت اور غمخواری کا طریقہ جاری رہے اور ہر شخص دوسرے کے نفع و نقصان کو بمنزلہ اپنے نفع نقصان کے سمجھے اور یہ طریقہ جبھی قائم ہو سکتا ہے جب اُن کی جبلت میں یہ بات داخل ہو اور اسباب عارضیہ بھی اُس میں ہوں اور اُن کا قدیمی طریقہ بھی اُنکو ثابت کرے جبلت تو وہ محبت و الفت ہے جو ماں باپ و اولاد و بھائی بندوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور عارضی اسباب یہ کہ لوگوں کی باہمی الفت و ملاقات اور تحفہ و تحائف بھیجنا اور غمخواری کرنا ہیں

[1] ای فی النہی عن المزارعۃ ۱۲ [2] وهو ما رواه البخاري عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطى خيبر اليهود ان يعملوها ويزرعوها ولهم شطر ما يخرج منها وقوله الماذيانات اى الانهار الصغيرة ۱۲ [3] كما وقع في حديثه لما هما انهم كانوا يكرون الارض بما ينبت على الاربعاء الانهار وثانيهما كان احدنا يكرى ارضه فيقول هذه القطعة لي فنهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك ۱۲

دون كل ذلك يحبب الواحد إلى الآخر ويشجع على النصرة والمعاونة في الكريهات وأما السنة فمن أعظم
البر الشائع من وجوب صلة الأرحام وإقامة اللائمة على أهلها ثم ما كان من الناس من يتبع فكرا
فاسدا ولا يقيم صلة الرحم كما ينبغي ومن ما دون الواجب كثيرا مست حاجة إلى إيجاب بعض ذلك
عليهم شاؤا أم أبوا مثل عيادة المريض وفك العاني والعقل وإعتاق ما ملكه من ذي رحم
وغير ذلك وأحوج هذا الصنف ما يستغني عنه بالإشراف على الموت فإنه يجب في مثل ذلك
أن يصرف ماله على عينه فيما هو نفع في المعاونات المنزلية أو يصرف ماله من بعده في
أقاربه **واعلم أن** الأصل في الفرائض أن الناس جميعهم عربهم وعجمهم اتفقوا على أن أحق الناس
بمال الميت أقاربه وأرحامه ثم كان لهم بعد ذلك اختلاف شديد وكان أهل الجاهلية
يورثون الرجال دون النساء يرون أن الرجال هم القائمون بالبيضة وهم الذابون عن الدار
فهم أحق بما يكون شبه المجان وكان أول ما نزل على النبي صلى الله عليه وسلم وجوب الوصية للأقربين
من غير تعيين ولا توقيت لأن للناس أحوالا مختلفة فمنهم من ينصره أحد أخويه دون الآخر
ومنهم من ينصره ولده دون والده وعلى هذا القياس فكانت المصلحة أن يفوض الأمر إليهم ليحكم
كل واحد بما يرى من المصلحة ثم إذا ظهر من موص جنف أو إثم كان للقضاة أن يصلحوا وصيته ويغيروا
وكان الحكم على ذلك مدة ثم لما ظهرت أحكام الخلافة الكبرى **ودوّن** النبي صلى الله عليه وسلم

کیونکہ ان سب باتوں سے ایک دوسرے کا دوست ہو جاتا ہے۔ اور تکلیفوں کے وقت انہیں اسباب کی وجہ سے ایک دوسرے
کی مدد و معاونت پر رغبت ہوتی ہے اور قدیمی طریقہ وہ ہے کہ تمام شرائع میں صلہ رحم کا حکم اور اسکے تارک پر ملامت کا
قائم کرنا چلا آتا ہے۔ پھر بعض لوگ اپنی فکر ناقص کے تابع ہوتے ہیں اور کما ینبغی صلہ رحم کو قائم نہیں کرتے اور بسا اوقات
غیر ضروری چیزوں کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں لہذا ان پر ان میں سے بعض چیزوں کے واجب کرنے کی حاجت پڑی خواہ
وہ اس سے خوش ہوں یا انکار کریں جیسے مریض کی عیادت اور مصیبت زدہ کا چھڑانا اور دیت کا لینا اور جو شخص اپنے
ذی رحم کا مالک ہو اسکا آزاد ہو جانا اور علاوہ ان کے اور بہت سے امور ہیں اور سب چیزوں سے زیادہ اس
قسم کی ضرورت اس مال میں ہے جس سے قریب موت ہونے کے سبب مالک مستغنی ہو گیا ہے ایسے وقت میں ضرور
ہے کہ اسکا مال اسکے سامنے ایسی چیزوں میں صرف کیا جائے جو معاونات خانگی میں نافع ہو یا اسکے بعد اسکے اقارب میں خرچ
کیا جائے معلوم کرو کہ فرائض کی حقیقت یہ ہے کہ تمام عرب و عجم کے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے مال کے مستحق
سب لوگوں سے زیادہ اسکے اقارب اور ذوی الارحام ہیں پھر اسکے بعد ان میں بڑا اختلاف تھا۔ اہل جاہلیت
تو صرف مردوں ہی کو ورثہ دیتے نہ عورتوں کو۔ وہ سمجھتے تھے کہ اہل مرد ہی ہیں اور وہی وقت مصیبت کے کام آتے
ہیں۔ لہذا جو چیز بمنزلہ مفت کے ہے اسکے وہی مستحق ہیں۔ ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل ہوا ہے
وہ بلا تعیین و توقیت اقارب کیلئے وصیت کا وجوب نازل ہوا ہے کیونکہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ بعض شخص
کا ایک بھائی ناصر و مددگار ہوتا ہے اور دوسرا نہیں ہوتا کسی شخص کا باپ مصیبت کے وقت کام آتا ہے اور اولاد کام
نہیں آتی و علیٰ ہذا القیاس پس مصلحت کا مقتضی ہوا کہ اس بات کا اختیار لوگوں کے سپرد کیا جائے تاکہ ہر شخص مصلحت
مناسب جانے اسکے موافق حکم دے پھر اگر وصی سے کچھ زیادتی یا گناہ ظاہر ہوتا تھا تو قاضی کو اسکی وصیت کے اصلاح کر دینا اور
اسکے بدلنے کا اختیار ہوتا تھا ایک مدت تک یہی حکم جاری رہا پھر جب خلافت کبریٰ کے احکام جاری ہوئے۔ اور

سلہ بالضم اصل [illegible]

مشارق الارض ومغاربها وتشعشعت انوار البعثة العامة اوجبت المصلحة ان لا يجعل امرهم اليهم ولا الى القضاة من بعدهم بل يجعل على المظان الغالبية فى علم الله من عادات العرب والعجم وغيرهم مما يكون كالامر الطبيعى ويكون مخالفه كالشاذ النادر وكالبهيمة الجدعاء التى تولد جدعاء او عرجاء خرقا للعادة المستمرة وهو قوله تعالى لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا ومسائل المواريث تبتنى على اصول منها ان المعتبر فى هذا الباب هو المصاحبة الطبيعية والمناصرة والمواددة التى هى كمذهب جبلى دون الارتفاقات العارضة فانها غير مضبوطة ولا يمكن ان يبنى عليها النواميس الكلية وهو قوله تعالى واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فى كتاب الله فلذلك لم يجعل الميراث الا لاولى الارحام غير الزوجين فانهما الحقا باولى الارحام داخلان فى تضاعيفهم لوجوه منها تاكيد التعاون فى تدبير المنزل والحث على ان يعرف كل واحد منهما ضره الآخر ونفعه راجعا الى نفسه ومنها ان الزوج يخاف عليها او يستودع منها ماله ويأمنها على ذات يده حتى يخيل اليه جميع ما تركته وبعض ذلك هو حقه فى الحقيقة وثمة خصومة لا تكاد تنصرم فعالج الشرع هذا الداء بان جعل له الربع او النصف ليكون جابرا لقلبه وكاسرا لسورة خصومته ومنها ان الزوجة ربما تلد من زوجها اولادا هم من قوم الرجل لا محالة واهل نسبه ومنصبه واتصال الانسان بامه لا ينقطع ابدا فمن هذه الجهة تدخل الزوجة فى تضاعيف من لا ينفك عن قومه وتصير بمنزلة ذوى الارحام

اور شرق و غرب تک محمدی مملداری ہوگئی اور بعثت عامہ کے انوار روشن ہوگئے تو مصلحت کا مقتضے ہوا کہ اس بات کا فیصلہ نہ تو ان کو دیا جائے اور نہ ان کے بعد قضاۃ کو بلکہ اسکا مدار ان مظان غالبہ پر رکھا جائے جو عرب و عجم وغیرہم کے عادات کے متعلق علم الٰہی میں ہیں، جو بمنزلہ طبعی امر کے ہیں اور جو آدمی اسکے خلاف ہے وہ بمنزلہ شاذ و نادر ہے اور اس بہیمہ کے مانند جو عادات مستمرہ کے برخلاف بدنا کہ کان کے یا لنگڑا پیدا ہوتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے لا تدرون ایہم اقرب الخ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے تمہارے لئے نفع میں کون زیادہ تر قریب ہے۔ **مواریث کے مسائل** چند اصول پر مبنی ہیں ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اس باب میں مصاحبت طبعی اور محبت کا اعتبار ہے جو بمنزلہ مذہب جبلی کے ہے اتفاقات عارضہ کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ غیر منضبط ہونے کے سبب سے شرائع کلیہ میں نہیں آسکتے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وَ اولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ اسی لئے اولوالارحام کے ساتھ ملحق ہیں اور اُن کے شمار میں بچند وجوہ داخل ہیں۔ ازان جملہ تدبیر خانگی میں معاونت کی تاکید اور اسبات پر رغبت دلانا ہے کہ ان میں سے ہر آدمی دوسرے کے نفع و نقصان کو بعینہ اپنا نفع و نقصان سمجھے اور ازان جملہ یہ ہے کہ خاوند عورت کا خرچ اٹھائے اور اپنا مال اُسکی سپردگی میں دے۔ اور اپنی چیز پر اسکو امین سمجھے۔ اس خیال سے کہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد چھوڑے وہ کل مال، اُس میں ایک حصہ اسکا حق ہے اور یہ خصوصیت ایسی ہے کہ اُس میں انقطاع کا احتمال نہیں۔ لہٰذا شرع نے اس مرض کا بایں طور علاج کیا کہ ربع یا نصف خاوند کے لئے مقرر کیا۔ تاکہ اسکے دل کو تسکین رہے اور خصومت کو نہ بڑھنے دے ازان جملہ یہ ہے کہ عورت کی بسا اوقات اپنے خاوند سے اولاد پیدا ہوتی ہے جو لامحالہ مرد کی قوم اور اُس کے نسب اور مرتبہ کی ہوتی ہے۔ اور انسان کا اپنی ماں کے ساتھ اتصال کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ پس اس سبب سے زوجہ اُن لوگوں کے شمار میں داخل ہے جو اسکے خاوند کی قوم سے علٰحدہ نہیں ہوتے۔ اور وہ بمنزلہ ذوالارحام کے ہوجاتی ہے۔

ومنها انه يجب عليها بعده ان تعتد في بيته لمصالح لا تخفى ولا متكفل لمعيشتها من قومه فوجب ان تجعل كفايتها في مال الزوج ولا يمكن ان يجعل قدرا معلوما لانه لا يدري كم يترك فوجب جزء شائع كالثمن والربع ومنها ان القرابة نوعان احدهما ما يقتضي مشاركة في الحسب والمنصب وان يكونا من قوم واحد وفي منزلة واحدة وثانيهما ما لا يقتضي المشاركة في الحسب والنسب والمنزلة ولكنه مظنة الود والرفق وانه لو كان قسمة التركة الى الميت لما جاوز تلك القرابة ويجب ان يفضل النوع الاول على الثاني لان الناس عربهم وعجمهم يرون اخراج منصب الرجل وثروته من قومه الى قوم آخرين جورا وهضما ويسخطون على ذلك واذا اعطي مال الرجل ومنصبه من يقوم مقامه من قومه رأوا ذلك عدلا ورضوا به وذلك كالجبلة التي لا تنفك منهم الا ان تنقطع قلوبهم آلهم الا في زماننا حين اختلطت الانساب ولم يكن تناصرهم بنسبهم ولا يجوز ان يهمل حق النوع الثاني ايضا بعد ذلك ولذلك كان نصيب الام مع ان برها اوجب وصلتها اوكد اقل من نصيب البنت والاخت فانها ليست من قوم ابنها ولا ممن اهل حسبه ومنصبه وشرفه ولا ممن يقوم مقامه الا ترى ان الابن ربما يكون هاشميا والام حبشية والابن قرشيا والام عجمية والابن من بيت الخلافة

اور از انجملہ یہ ہے کہ خاوند کی وفات کے بعد چند مصلحتوں کے سبب سے جو ظاہر ہیں عورت کو اُسکے گھر میں عدّت پوری کرنا واجب ہے۔ اور اُسکے خاوند کے کنبہ میں سے کوئی شخص اُسکی معاش کا متکفل نہیں ہوتا، لہذا ضروری ہوا کہ خاوند کے مال میں سے اُس کی معاش مقرر کی جائے۔ اور یہ بات ناممکن تھی کہ اُسکی کوئی خاص مقدار مقرر کیجائے کیونکہ یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ خاوند کس قدر مال چھوڑے گا۔ پس ایک ایسا حصہ مقرر کرنا واجب ہوا جو ہر جگہ جاری ہو سکے مثلاً چوتھائی یا آٹھواں حصہ۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ قرابت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ قرابت جو حسب ومنصب میں مشارکت اور اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ دونوں شخص ایک ہی قوم وہ مرتبہ کے ہوں اور دوسری وہ قرابت جو حسب ونسب اور مرتبہ میں مشارکت نہیں چاہتی بلکہ اس میں صرف محبت وشفقت پائی جاتی ہے۔ اور اگر ترکہ تقسیم کرنے کا اختیار میت کو ہوتا تو اُس قرابت سے آگے نہ بڑھتا۔ یہ بات ضروری ہے کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت دیجائے کیونکہ تمام عرب وعجم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں اور جب کسی شخص کا مال ومنصب اُس شخص کو دیا جائے جو اُسکی قوم میں اُس کا قائم مقام ہے تو اُسکو انصاف جانتے ہیں اور پسند کرتے ہیں اور یہ بات اُن کی جبلّت میں داخل ہو گئی ہے جو اُن سے نہیں جدا ہو سکتی۔ مگر جس صورت میں کہ اُن کے دلوں میں فرق آجائے بار خدایا مگر ہمارے زمانہ میں لوگوں کے نسب ضائع ہو گئے اور نسب کی وجہ سے باہم معاونت باقی نہیں رہی اور یہ بات بھی ناروا ہے کہ دوسری کا حق پہلی قسم کے بعد چھوڑ دیا جائے یہی سبب ہے کہ ماں کا حصہ بیٹی اور بہن کے حصے سے کم ہے باوجودیکہ اُنکو ماں کے ساتھ بھلائی کرنے اور صلہ رحم کرنے کی زیادہ تر تاکید ہے۔ کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ماں نہ تو بیٹے کی قوم کی ہوتی ہے نہ اُسکے حسب کی اور نہ اُسکے مرتبہ وشرافت کی ہوتی ہے اور نہ اُن لوگوں میں ہوتی ہے جو اُسکے قائم مقام ہوتے ہیں۔ سو کبھی بیٹا تو ہاشمی ہوتا ہے اور ماں حبشیہ ہوتی ہے اور بیٹا قریشی ہوتا ہے اور ماں عجمی ہوتی ہے اور بیٹا بیت الخلافت ہوتا ہے

والام مغموصة فيها بعهر ونحوه اما البنت والاخت فليستا من قوم الميت واهل منصبه وكذلك اولاد الام لا يرى تواصين دون الانثى لا يزاد لهم على ابنته الاترى ان الرجل يكون من قريش واخوه لامه من تميم وقد يكون بين القبيلتين خصومة فينصر كل رجل قومه على قوم الآخر ولا يرى الناس قيامه مقامه وحده كذلك والزوجة التي هي لاحقة بذوي الارحام داخلة في تناصرهم المرتعب الا اوكس الانصباء واذا اجتمعن جماعة منهن اشتركن في ذلك النصيب ولم يزدن سائر الورثة الا ترى انها تتزوج بعد بعلها زوجا غيره فتنقطع العلاقة بالكلية وبالجملة فالتوارث يدور على معان ثلاثة القيام مقام ميت في شرفه ومنصبه وما هو من هذا الباب فان الانسان يسعى كل السعي ليبقى لمخلف يقوم مقامه والخدمة والمواساة والرفق والحدب وما هو من هذا الباب والقرابة متضمنة لهذين المعنيين جميعا ولا بد من الاعتبار هو الذلك ومظنتها جميعا على وجه الكمال من يدخل في عمود النسب كالاب والجد والابن وابن الابن فهؤلاء احق الورثة بالميراث غير ان قيام الابن مقام ابيه هو الوضع الطبيعي الذي عليه بناء العالم من انقراض قرن وقيام القرن الآخر في مقامه وهو الذي يرجونه ويتوقعونه ويحصلون الاولاد والاحفاد لاجله اما قيام الاب بعد ابنه فكانه ليس بوضع طبيعي ولا مما يطلبونه ويتوقعونه ولو ان الرجل خير في ماله

اور ماں زنا وغیرہ کے ساتھ متہم ہوتی ہے۔ اور بیٹی اور ہمشیرہ آدمی کی قوم سے اور اسکے مرتبہ کے ہو سکتیں۔ اور اسی طرح ماں کی اولاد کو اگر ورثہ ملتا ہے تو تہائی سے زیادہ کبھی نہیں ملتا۔ دیکھو آدمی کبھی قریشی ہوتا ہے اور اسکا بھائی اخیافی (یعنی ماں کی طرف سے) تمیمی ہوتا ہے اور کبھی دونوں قبیلوں میں نزاع درپیش ہوتا ہے۔ اور ہر شخص دوسرے کی قوم کے مقابلہ میں اپنی قوم کی مدد کرتا ہے اور لوگ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے قائم مقام ہونا انصاف نہیں سمجھتے ہیں اور اسیطرح زوجہ کو جو ذوی الارحام کے ساتھ ملحق ہے اور ان کے تناصر میں داخل ہے سب سے کم حصہ ملتا ہے۔ اور اگر کئی بیویاں ہوں تو اسی حصہ میں سب شریک ہوتی ہیں اور باقی ورثہ کے حصہ میں ہرگز کمی نہیں کر سکتے ہیں۔ دیکھو بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے اور پہلے خاوند سے اسکو کچھ تعلق نہیں رہتا الغرض اصل توارث کا مدار تین امور پر ہے ایک تو میت کے بعد اسکی جگہ اسکی عزت اور مرتبہ اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں ان میں اسکا قائم مقام ہونا کیونکہ انسان کی اس بات میں بڑی کوشش ہوتی ہے کہ اسکے بعد اسکا کوئی قائم مقام رہے دوسرے خدمت اور غمخواری اور محبت اور شفقت اور جو باتیں اس قبیل سے ہیں۔ تیسرے قرابت جو ان دونوں امر پر بھی مشتمل ہے۔ اور تینوں میں زیادہ تر اسی تیسرے کا اعتبار مقدم ہے اور پورے طور پر ان سب کا محل وہ شخص ہے جو نسب کے عمود میں داخل ہے جیسے باپ اور دادا اور بیٹا اور پوتا یہ لوگ سب سے زیادہ ورثہ کے مستحق ہیں۔ مگر وضع طبعی کے اعتبار سے جس پر قرناً بعد قرن عالم کی بنا ہے بیٹا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اسی کی لوگوں کو تمنا اور امید ہوتی ہے اسی کے خاطر نکاح کرتے ہیں اور اولاد کے پیدا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور باپ کا بیٹے کی جگہ قائم مقام ہونا وضع طبعی کا مقتضی نہیں ہے اور نہ لوگوں کو اسکی آرزو اور امید ہوتی ہے۔ اور اگر بالفرض کسی شخص کو اسکے مال میں اختیار دیا جائے

سلہ ای مطعون فی وقوعہ لہ بحرای زناء ١٢ سلہ ای العصبۃ ١٢

لكانت مواساة ولده أملك لقلبه من مواساة والده ولذلك كانت السنة الفاشية في طوائف الناس تقديم الاولاد على الآباء. أما القيام مقامه فمظنته بعد ما ذكرنا الاخوة ومن في معناهم ممن هو كالعضد وكالصنو ومن قوم المرء واهل نسبه وشرفه. وأما الخدمة والرفق فمظنته القرابة القريبة فالأحق به الام والبنت ومن في معناهما ممن يدخل في عمود النسب ولا تخلو البنت من قيام ما مقامه ثم الاخت ولا تخلوان ايضا من قيام ما مقامه ثم من به علاقة تزوج ثم اولاد الام. والنساء لا يوجد فيهن معنى الحماية والقيام مقامه كيف والنساء ربما تزوجن في قوم آخرين ويدخلن فيهم اللهم الا البنت والاخت على ضعف فيهما ويوجد في النساء معنى الرفق والخدمة كاملا موفرا وانما مظنته القرابة القريبة جدا كالام والبنت ثم الاخت دون البعيدة كالعمة وعمة الاب وأخت الاب لأن ما يوجد في الاب والابن كاملا يوجد في الاخوة ثم ابنائهم ومعنى ما يوجد في الاب كاملا ثم الابن ثم الاخ لاب وام ولام لانه مظنة القرابة القريبة دون البعيدة فمن ثم لم يجعل للعمة شيء وجعل للعم لانه يذب عنه كما يذب العم وليست كالاخت في القرب. ومنها ان الذكر يفضل على الانثى اذا كانا في منزلة واحدة ابدا لاختصاص الذكور بحماية البيضة والذب عن الدار ولان الرجال عليهم انفاقات كثيرة فهم احق بما يكون شبه المجان بخلاف النساء فانهن كل على ازواجهن او آبائهن او ابنائهن

تو اسکے قلب پر اولاد کی غمخواری باپ کی غمخواری پر غالب ہوگی۔ اسی واسطے تمام لوگوں کا دستور عام ہے کہ اولاد کو باپ دادا پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور قائم مقام ہونے کا احتمال بیٹے کے بعد بھائیوں میں ہے۔ اور جو انکے مانند بمنزلہ قوت بازو کے ہیں۔ اور اسکی قوم کے اور اسکے نسب و مرتبہ کے ہیں۔ اور باقی رہی خدمت اور شفقت تو یہ دونوں قرابت قریبہ کے مظنات میں اور سب سے زیادہ ماں اور بیٹی اسکی مستحق ہے اور جو انکے مانند ہے اور نسب کے عمود میں داخل ہیں اور بیٹی بھی فی الجملہ باپ کی قائم مقام ہوتی ہے اور اسکے بعد ہمشیرہ اور اسکے بعد وہ جس سے زوجیت کا علاقہ ہے پھر ماں کی اولاد اور عورتوں کے اندر حمایت اور قائم مقامی کے معنے نہیں پائے جاتے اسواسطے کہ عورتیں بسا اوقات غیر قوم میں نکاح کر لیتی ہیں اور اسی قوم میں داخل ہو جاتی ہیں۔ بار خدایا مگر بیٹی اور بہن میں کسی قدر یہ معنے پائے جاتے ہیں۔ لیکن عورتوں کے اندر محبت اور شفقت کے معنی کامل طور پر پائے جاتے ہیں۔ اور اسکا مظنہ بہت قریب کی قرابت ہے جیسے ماں اور بیٹی میں کامل طور پر پائے جاتے ہیں اور قرابت قریبہ کا مظنہ ہے نہ بعیدہ کا۔ اسی وجہ سے جو چچا کے لئے حکم ہے پھوپھی کیلئے حکم نہیں ہے۔ کیونکہ پھوپھی مصیبت کے وقت کام نہیں آسکتی جس طرح چچا کام آتا ہے۔ اور پھوپھی قرابت میں ہمشیرہ کے برابر نہیں ہے۔

اور ازانجملہ یہ ہے کہ مرد اور عورت اگر ایک ہی درجہ کے ہوں تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دیجاتی ہے کیونکہ عزت کی حمایت کیلئے مرد ہی مخصوص ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مردوں پر نفقے بہت ہوتے ہیں پس یہ زیادہ تر مستحق ہیں کہ انکو وہ مال جو بمنزلہ مفت کے ہے دیا جائے بخلاف عورتوں کے کہ یہ لئے خاوندوں یا باپوں یا بیٹوں پر بار و بوجھ ہوتی ہیں۔

لیملأه من الابن والاب ۱۲

وهو قوله تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا وقال ابن
مسعود رضي الله عنه في مسئلة ثلث الباقي ما كان الله ليريني ان افضل اما على اب غير ان
لولد لما اعتبر فضله مرة بجمعه بين العصوبة والفرض لم يعتبر ثانيا بتضاعف نصيبه ايضا
فانه غمط لحق سائر الورثة واولاد الام ليس للذكر منهم حماية للبيضة ولا ذب عن الذمار
ونحوهم من قوم آخرين فلم يفضل على الانثى وايضا فان قرابتهم منشعبة من قبل الام فكانهم
جميعا اناث **ومنها** انه اذا اجتمع جماعة من الورثة فان كانوا في مرتبة واحدة وجب ان يوزع
عليهم لعدم تقدم واحد منهم على الآخر وان كانوا في منازل شتى فذلك على وجهين اما
ان يعمهم اسم واحد وجهة واحدة والاصل فيه ان الاقرب يحجب الابعد حرمانا لان التوارث
انما شرع حثا على التعاون ولكل قرابة تعاون كالرفق فيمن يعمهم اسم الام والقيام مقام الرجل
فيمن يعمهم اسم الابن والذب عنه فيمن يعمهم اسم العصوبة ولا تتحقق منه المصلحة الا باد
تعيين من يؤاخذ نفسه بذلك ويلام على تركه ويتميز من سائر من هنالك بالنيل اما فضل
سهم على سهم فلا يجدونه كثير بال او تكون اسماؤهم وجهاتهم مختلفة والاصل فيه
ان الاقرب والانفع فيما عند الله من علم مظان الغالبية يحجب الابعد نقصانا

اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون الخ کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں بسبب اسبات کے کہ خدا تعالیٰ نے بعض آدمیوں کو بعض پر
بزرگی دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے خرچ کیا ہے اور ابن مسعود رض ثلث باقی کے مسئلہ کے اندر فرماتے ہیں خدا مجھ
سے نہ دکھاوے کہ ماں کو باپ پر فضیلت ہونے کا سبب بجز لڑکے کی اور نہ سوجھایا ہے کہ جب ایک مرتبہ باعتبار عصوبۃ
اور فرض کے جمع ہونے کے باپ کی فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے تو دوبارہ اسکا حصہ زیادہ کرنے کے لئے اسکی فضیلت
کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ اسمیں اور وارثوں کی حق تلفی ہے اور ماں کی اولاد میں سے ذکور کو اس شخص کی عزت کی حمایت
اور اسکی طرف سے محافظت نہیں ہوتی کیونکہ یہ اولاد دوسری قوم کی ہوتی ہے لہذا ذکر کو انثی پر فضیلت نہیں دی گئی
اور دوسرے انکی قرابت ماں کی قرابت سے پیدا ہوتی ہے اسلئے وہ سب اولاد بمنزلہ اناث کے ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے
کہ جب وارثوں کی ایک جماعت پائی جاوے تو اگر وہ سب وارث ایک مرتبہ کے ہیں تب تو اس ورثہ کی تقسیم انپر ضروری ہے
کیونکہ ایک کو دوسرے پر تقدم نہیں ہے اور اگر ان کے درجے مختلف ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ سب ایک نام
یا ایک جہت کے ہیں اور اسمیں قاعدہ یہ ہے کہ قریب بعید کا حاجب ہو کر اسکو محروم کر دیتا ہے کیونکہ توارث معاونت پر رغبت
دلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور قرابت اور تعاون سب میں پایا جاتا ہے مثلاً شفقت و محبت ان سب میں پائی جاتی ہے
جن کو ماں کا نام شامل ہے اسمیں قائم مقامی کی اور جس کا نام عصبہ ہے اسمیں حمایت کرتے پائے جاتے ہیں اور یہ
مصلحت اسوقت متحقق ہو سکتی ہے جبکہ وہ شخص متعین ہو جاوے جو ان باتوں پر اپنے نفس کو مجبور کرے۔ اور
جسکے ترک سے اسپر ملامت کی جائے اور سب لوگوں میں وہ شخص مال کے ملنے کے ساتھ متمیز ہو۔ اور حصوں کی
کمی بیشی ایسی چیز نہیں کہ جس کا زیادہ تر خیال کیا جائے یا ان کی وجوہات مختلف ہوں اسکا قاعدہ یہ ہے
کہ جو شخص مظان غالبہ کے اعتبار سے خدا کے نزدیک زیادہ تر قریب اور کام آنے والا ہے بعید
کا حاجب ہو کر اسکے حصہ کو کم کر دیتا ہے ❖ ❖ ❖

ومنها ان السهام التي تعين بها الانصباء يجب ان تكون اجزاؤها ظاهرة يميزها بادي الرأي من الحساب وغيره وقد اشار النبي صلى الله عليه وسلم في قوله انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الى ان الذي ينبغي ان يخاطب به جمهور المكلفين هو ما لا يحتاج الى التعمق في الحساب ويجب ان يكون بحيث يفهم فيها ترتيب الفضل والنقصان بادي الرأي فاختار الشرع من السهام قسمين الاول الثلثان والثلث والسدس والثاني النصف والربع والثمن فان مخرجهما الاصلي اول الاعداد ويتحقق فيهما ثلاث مراتب بين كل منها نسبة الشيء الى ضعفه ترفعا ونصفه تنزلا وذلك ادنى ان يظهر فيه الفضل والنقصان محسوسا متبينا ثم اذا اعتبر فضل بفضل ظهرت نسب اخرى لابد منها في الباب كالشيء الذي زيد على النصف فلا يبلغ التمام وهو الثلثان والشيء الذي ينقص عن النصف ولا يبلغ الربع وهو الثلث ولم يعتبر الخمس والسبع لان تخريج مخرجهما دق والترفع والتنزل فيهما يحتاج الى التعمق في الحساب قال الله تعالى يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف **اقول** يضعف نصيب الذكر على الانثى وهو قوله تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله وللبنت المنفردة النصف لانه لو كان ابن واحد لاحاط المال فمن حق البنت الواحدة ان تاخذ نصفه

اور ازاں جملہ یہ ہے کہ سہام جن سے حصوں کی تعیین ہوتی ہے اُن کے اجزا ظاہر ہوں کہ محاسب وغیرہ سب ظاہر میں اُن کی تمیز کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں انا امۃ امیۃ الخ ہم امی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس چیز سے تمام مکلفین کو خطاب کیا جائے اس میں یہ بات ضروری ہے کہ ایک تو حساب کرنے میں تعمق کرنے کی حاجت نہ ہو۔ اور دوسرے ظاہر نظر میں کمی و بیشی کی ترتیب اُس میں معلوم ہو جائے لہذا شرع نے سہامات میں سے دو قسم کے سہام اختیار کئے ایک تو ثلثین اور ثلث اور سدس۔ اور دوسرے نصف۔ ربع۔ ثمن۔ کیونکہ ان دونوں کا مخرج اصلی اولا اعداد ہیں اور اُن میں تین مرتبے پائے جاتے ہیں جنمیں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک شے کو اپنے اوپر دو چند کے ساتھ اور اپنے نیچے نصف کے ساتھ ہوتی ہے۔ کمی و بیشی کے ظاہر اور محسوس ہونے کا یہ ادنیٰ درجہ ہے پھر جب ایک زیادتی کا دوسری زیادتی کے ساتھ اعتبار کیا جائے تو اور نسبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو باب توریث میں ضروری ہیں۔ مثلاً اگر نصف پر کچھ بڑھایا جائے اور کل سے کم رہے تو دو ثلث ہو گئے اور نصف سے جب کم کیا جائے اور ربع سے کم رہے تو دو ثلث ہو گئے اور نصف سے جب کم کیا جائے اور ربع سے کم ہے تو ثلث ہو گیا اور خمس و سبع کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اسواسطے کہ اُن کے مخرج کی تخریج میں دقت ہے اور اسمیں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنے میں تعمق فی الحساب کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے یوصیکم اللہ الخ (ترجمہ) سکھاتا ہے تم کو خدا تعالیٰ تمہاری اولاد میں مرد کے لئے برابر حصہ دو عورتوں کے ہے پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہیں پس اُنکو میت کے ترکہ کا دو ثلث ہے اور اگر ایک ہے تو اُسکے لئے نصف۔ میں کہتا ہوں مرد کا حصہ عورت سے دو چند ہوتا ہے اسلئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الرجال الخ اور اکیلی بیٹی کے لئے نصف ترکہ کیونکہ اگر اکیلا بیٹا ہوتا تو اُسکو سارا مال ملتا اور پس اس حساب سے اکیلی بیٹی نصف کی مستحق ہے۔

تضية للتضعيف و بنتان حكمهما حكم الثلاث بالاجماع وانما اعطيتا الثلثين لانه لوكان مع بنت ابن لوجدت الثلث فالبنت الاخرى اولى ان لا ينزل نصيبها من الثلث وانما فضل للعصبة الثلث لان البنات معونة وللعصبات معونة فلم تسقط احداهما الاخرى لكن كانت الحكمة ان يفضل من في عمود النسب على من يحيط به من جوانبه وذلك نسبة الثلثين من الثلث و كذلك حال الوالدين مع البنين والبنات وقال الله تعالى ولابويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد فان لم يكن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث فان كان له اخوة فلامه السدس الاية **اقول** قد علمت ان الاولاد احق بالميراث من الوالدين وذلك بان يكون لهم الثلثان ولهما الثلث وانما لم يجعل نصيب الوالد اكثر من نصيب الام لانه اعتبر فضله من جهة قيامه مقام الولد ذبه عنه مرة واحدة بالعصوبة فلا يعتبر ذلك الفضل بعينه في حق التضعيف ايضا وعند عدم الولد لا احق من الوالدين فاحاطا تمام الميراث وفضل الاب على الام وقد علمت ان الفضل المعتبر في اكثر هذه المسائل نفس التضعيف ثم ان كان الميراث للام والاخوة وهم اكثر من واحد وجب ان ينقص سهمها الى السدس لانهم ان لم تكن الاخوة عصبة وكانت العصبات ابعد من ذلك في العصوبة والرفق والمودة على السواء فجعل النصف لهؤلاء والنصف لهؤلاء ثم قسم النصف على الام واولادها فجعل السدس لها البتة لا ينقص سهمها منه والباقي لهم جميعا

اور دو بیٹیوں کا حکم بالاجماع تین کا ہے اور دو ثلث ان کو اس واسطے ملتے ہیں کہ اگر بیٹی کے ساتھ پوتا ہو تو اس بیٹی کو ثلث ملتا ہے اس لئے دوسری بیٹی کا حصہ بطریق اولیٰ ثلث سے کم نہ ہونا چاہیئے اور عصبہ کے لئے ثلث اس لئے زیادہ کیا گیا کہ بیٹیوں سے بھی معاونت ہوتی ہے اور عصبات سے بھی ہوتی ہے پس ایک دوسرے کو ساقط نہ کرے گا لیکن حکمت کا مقتضی یہ ہے کہ جو شخص نسب کے عمود میں داخل ہے اسکو ان لوگوں پر جو عمود کے ادھر ادھر ہیں فضیلت دیجائے اور وہ نسبت ہے دو ثلث کی نسبت ثلث سے۔ اور ایسا ہی والدین کا بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ حال ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے ولابويه لكل واحد منهما الخ اور اس کی ماں باپ کے لیے دونوں میں سے ہر ایک کو اسکے ترکہ میں سے سدس ہے اگر اسکے اولاد ہو۔ پس اگر اسکے اولاد نہیں ہے اور اسکے ماں باپ اسکے وارث ہوتے ہیں تو اسکی ماں کو ثلث ہے۔ پھر اگر اسکے بھائی ہیں تو اسکی ماں کو سدس ہے **میں** کہتا ہوں تم کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ بہ نسبت والدین کے اولاد ورثہ کی زیادہ تر مستحق ہوتے ہیں۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ اولاد کو دو ثلث اور والدین کو ثلث دیا جائے اور باپ کا ماں کے حصے سے زیادہ مقرر نہیں کیا گیا۔ کہ بیٹے کے قائم مقام ہونے اور اسکی معاونت کے اعتبار سے عصبہ کے ساتھ باپ کی فضیلت کا ایک مرتبہ اعتبار ہو چکا ہے اس لئے بعینہ اس فضیلت کا کافی تضعیف میں اعتبار نہ کرینگے اور جس صورت میں بیٹے کی اولاد نہ ہو والدین سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے لہذا سب ترکہ انہیں ملے گا۔ اور باپ کو ماں پر فضیلت ہوگی۔ اور آپ یہ بات کو تم معلوم کر چکے ہو کہ ان مسائل کے اندر اکثر جس فضیلت کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ فضیلت تضعیف ہے۔ پھر اگر ماں اور بھائی وارث ہوں اور بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ کیونکہ اگر بھائی عصبہ نہیں ہے اور عصبات اس سے عصبیت میں بعید ہیں اور شفقت و محبت برابر ہے نصف انکو اور نصف انکو ملیگا اور وہ نصف اسکی ماں اور اسکی اولاد پر تقسیم کیا جائیگا اس حساب سے ماں کو بلا شک چھٹا حصہ دلایا جائیگا اور اس سے کم نہ ہوگا۔ اور باقی ان سب کو دلایا جائیگا۔

وان كانت الاخوة عصبات فقد اجتمع فيهم القرابة القريبة والحماية وكثيرا ما يكون مع ذلك وزيره وحزبه كالبنت والابن والزوج فلو لم يجعل لها السدس حصل التضييق عليهم **وقال** ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها او دين ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها او دين **اقول** الزوج يأخذ الميراث لانه ذو يدها وعلى مالها فاخراج المال من يده يسوءه ولانه يودع منها ويأمنها فى ذات يده حتى يتخيل ان الحقوق فيما فى يدها والزوجة تأخذ حق الخدمة والمواساة والرفق فضل الزوج على الزوجة وهو قوله تعالى الرجال قوامون على النساء ثم اعتبرت الاضعفية على الاولاد وقد علمت ان التفضيل معتبر فى اكثر المسائل فضل التضعيف **قال** تعالى وان كان رجل يورث كلالة او امرأة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء فى الثلث **اقول** هذه الآية فى اولاد الام بالاجماع ولما لم يكن له والد ولا ولد جعل حق الرفقاء كالنبى ثم الام بالنصف ولحق النصرة والحماية النصف فان لم يكن ام جعل لهم الثلثان ولهؤلاء الثلث **قال** الله تعالى يستفتونك قل الله يفتيكم فى الكلالة ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك

اور اگر بھائی عصبیت میں تو ان میں قرابت قریبہ وحمایت دونوں پائی جاتی ہیں اور بسا وقات اُن کے ساتھ اور وارث بھی ہوتے ہیں مثلاً بیٹی اور بیٹے اور خاوند پھر اگر ماں کو سدس نہ دلایا جاوے تو انکو تنگی وقت ہو مر اللہ پاک فرماتا ہے ولکم نصف الخ اور تمکو تمہاری بیویوں کے ترکہ کا نصف ہے اگر انکی اولاد نہ ہو پس انکی اولاد ہو تو اُن کے ترکہ میں سے تمکو ربع ہے۔ بعد وصیت کے جس چیز کی انہوں نے کی ہو یا دین کے اور بیبیوں کو تمہارے ترکہ میں سے اگر تمہارے اولاد نہیں ہے تو ربع ہے پھر اگر تمہارے اولاد ہے تو انکو تمہارے ترکہ میں سے ثمن ہے بعد اس چیز کے وصیت کے کہ جو تم نے کی ہے یا قرض کے۔ میں کہتا ہوں خاوند کو ورثہ اس لیے ملتا ہے کہ اسکو بیوی اور اُسکے مال پر قبضہ ہوتا ہے پس بالکل ماں کے اس کے قبضہ سے نکال لینے میں اسکی ضرر رسانی ہے اور دوسرے یہ کہ خاوند اپنا مال اُس کی سپردگی میں رکھتا ہے اور اپنے مال میں اسکو امین سمجھتا ہے اسی خیال سے کہ بیوی کے مال میں اس کا بڑا حق ہے اور بیوی خاوند سے خدمت اور ہمدردی اور حق صحبت کا لیتی لہذا خاوند کو بیوی پر فضیلت ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال الخ پھر اس بات کا بھی اعتبار کیا گیا کہ خاوند بیوی کو زیادہ حصہ لینے سے اولاد تنگی نہ ہو اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اکثر مسائل میں جس فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ وہ فضیلت تضعیف ہے اللہ پاک فرماتا ہے وان کان رجل الخ اور جو شخص جس کا ورثہ لیا جاتا ہے کلالہ ہو اور اس مرنے کے بھائی یا بہن ہوں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو سدس ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ثلث میں شریک ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آیت ماں کی اولاد میں وارد ہے اور اسپر اجماع ہو چکا ہے اور چونکہ اس شخص کا باپ نہ اولاد ہے اسلیے شفقت کے لحاظ سے اگر انمیں ماں ہے تو انکو نصف ہے اور نصف معاونت اور حمایت کے عوض ہے اور اگر ماں نہیں ہے تو دو ثلث انکا ہے اور ایک ثلث انکا ہے اللہ پاک فرماتا ہے یستفتونک الخ تجھسے مسئلہ دریافت کرتے ہیں کہدے کہ خدا تمکو بیان کرتا ہے اگر کوئی مرد مر جائے کہ جسکے اولاد نہو اور اسکی ہمشیرہ ہو تو اسکی ہمشیرہ کو اس مرنیکے ترکہ کا نصف ہے اور وہ مرد اُسکا وارث ہوگا اگر اُسکے اولاد نہیں ہے پھر اگر وہ ہمشیرہ ہوں تو ان دونوں کو اُسکے ترکہ میں سے دو ثلث ہے۔

وإن كانوا إخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الأنثيين الآية **أقول** هذه الآية في ولد الأب بني الأعيان وبني العلات بالإجماع والكلالة من لا والد له ولا ولد وقوله ليس له ولد كشف لبعض حقيقة الكلالة وتحقيق ذلك أنه إذا لم يوجد من يدخل في عمود النسب حمل أقرب من يشبه الأولاد وهم الإخوة والأخوات على الأولاد. **قال** رسول الله صلى الله عليه وسلم ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر **أقول** قد علمت أن الأصل في التوارث شيئان وقد ذكرناهما أوان المودة والرفق لا يعتبر إلا في القرابة القريبة جدا كالأم والإخوة دون ما سوى ذلك فإذا جاوز هذا الأمر تعين التوارث بمعنى القيام مقام الميت والنصرة له وذلك قوم الميت وأهل نسبه وشرفهم الأقرب فالأقرب. قال صلى الله عليه وسلم لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم **أقول** إنما شرع ذلك ليكون طريقا إلى قطع المواساة بينهما فإن اختلاط المسلم بالكافر يفسد عليه دينه وهو قوله تعالى في حكم النكاح أولئك يدعون إلى النار. **وقال** صلى الله عليه وسلم القاتل لا يرث **أقول** إنما شرع ذلك لأن من الحوادث الكثيرة الوقوع أن يقتل الوارث مورثه ليحوز ماله لا سيما في أبناء العم ونحوهم فيجب أن تكون السنة بينهم تأييس من فعل ذلك عما أراده لتنقطع عنهم تلك المفسدة وجرت السنة أن لا يرث العبد ولا يورث وذلك لأن ماله لسيده والسيد أجنبي

اور اگر کئی بہن بھائی یعنی ہوں تو مرد کو عورت سے دو چند ہے۔ میں کہتا ہوں یہ آیت بالاجماع باپ کی اولاد میں وارد ہے خواہ وہ بنی اعیان ہوں یا بنی علات ہوں اور کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جسکا نہ باپ ہو نہ اولاد ہو اور اللہ پاک کا یہ قول لیس لہ ولد۔ کلالہ کی بعض حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ کامل بیان یہ ہے کہ جس شخص کا کوئی ایسا وارث ہو کہ نسب کے عمود میں داخل[1] ہو وہ لوگ جو اولاد کے بعد سب سے زیادہ قریب اور اولاد کے مشابہ ہیں وہ اولاد ہی پر محمول ہوں اور وہ برادر و ہمشیرہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحقوا الخ تمام حصہ داروں کے حصہ داروں کو دیدو پھر جو باقی رہے تو وہ اس مرد کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بات معلوم ہو چکی کہ توارث کے اندر دو باتوں کا لحاظ کیا گیا ہے جنکو ہم بیان کر چکے اور محبت و شفقت کا صرف اس قرابت میں لحاظ کیا گیا جو بہت قریب ہے جیسے ماں و بھائی نہ ان کے سوا میں۔ پس جب ان سے بچ رہے تو وارث میت کے قائم مقام ہونے اور اس کے معاونت کرنے کے اعتبار سے معین ہوگا، اور یہ میت کی قوم اور اس کے نسب اور اس کے درجہ کے لوگ ہیں الاقرب فالاقرب۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یرث الخ نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اسلیئے دیا گیا ہے تاکہ کافر و مسلمان میں ہمدردی نہ ہونے پائے کیونکہ مسلمان کا کافر سے اختلاط رکھنا باعث اس کے دین کے فساد کا ہوگا چنانچہ اللہ پاک نکاح کے حکم میں فرماتا ہے اولئک الخ وہ جہنم کیطرف بلاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے القاتل الخ قاتل کو ورثہ نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں یہ حکم اسلیئے دیا گیا ہے کہ بسا اوقات وارث مال لینے کی غرض سے مورث کو مار ڈالتا ہے خاصکر چچازاد بھائی وغیرہ اس وقت میں اس طریقہ کا ان میں مقرر کرنا ضروری ہوا کہ اس فعل کے مرتکب ہونیوالے نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے وہ نا امید کیا جائے تاکہ یہ مفسدہ رفع ہو اور یہ بھی طریقہ متوارث چلا آتا ہے کہ نہ غلام کو کسی کا ورثہ ملتا ہے نہ اور کسی کو غلام کا ورثہ ملتا ہے کیونکہ غلام کا مال مولا کا مال ہوتا ہے اور مولا اجنبی شخص ہوتا ہے

[1] ای اخوۃ والی بینہ القرب بعنی الاقرب الی المیت وہو العصبۃ ۱۲

وقال صلى الله عليه وسلم ان اعيان بني الام يتوارثون دون بني العلات اقول وذلك لما ذكرنا من ان القيام مقام الميت مبناه على الاختصاص وحجب الاقرب الابعد واجمع الصحابة رضي الله عنهم في زوج وابوين وامرأة وابوين ان للام ثلث الباقي وقد روي عن ابن مسعود ذلك بما لا مزيد عليه حيث قال ما كان الله ليريني ان افضل اما على اب وقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم في بنت وابنة ابن واخت لاب وام للابنة النصف ولابنة الابن السدس تكملة الثلثين وما بقي فللاخت اقول وذلك لان الابعد لا يزاحم الاقرب في جنس واحد فلا بد من ان يستوفى ما جعل الله لذلك الصنف فالابنة تاخذ النصف كاملا وبنت الابن في حكم البنات فلم تزاحم البنت الحقيقية واستوفت ما بقي من نصيب البنات وكانت الاخت عصبة لان فيها معنى من القيام مقام الميت وهي من اهل شرعه. وقال عمر رضي الله عنه في زوج وام واخوة لاب وام واخوة لام لم يزدهم الاب الا قربا وتابعه عليه ابن مسعود وزيد وشريح رضي الله عنهم خلافا وهذا القول اوفق الاقوال بقوانين الشرع وقضى للجدة بالسدس اقامة لها مقام الام عند عدمها وكان ابو بكر وعثمان وابن عباس رضي الله عنهم يجعلون الجد ابا وهو اولى الاقوال عندي واما الولاء فسببه النصرة والصلة فالاحق بها مولى النعمة ثم عصبته الذكور من قومه الاقرب فالاقرب والله اعلم.

اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اعیان بنی الام یعنی ماں کی اولاد میں سے بنی اعیان میں توریث جاری ہوتی ہے بنی علات میں نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں اس کا سبب ہم بیان کر چکے ہیں کہ میت کی قائم مقامی کا مبنیٰ خصوصیت پر ہے اور قریب بعید کا حاجب ہو کر اس کو محروم کر دیتا ہے اور خاوند و ماں باپ اور بیوی اور ماں باپ کی صورت میں سب صحابہؓ کا اجماع ہے کہ ماں کو باقی کا ثلث ملتا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ نے کوئی بیان روایت ہے اور جب کہا کان اللہ ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک اخت عینی کی صورت میں یہ فیصلہ حکم دیا کہ بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس اور بہن کو باقی۔ میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ بعید قریب کا اس کے حصہ میں مزاحم نہیں ہوتا ہے اور جو باقی رہے تو بعید اس کا حقدار ہوتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ نے اس صنف کے لیے جو مقرر کیا ہے اس کا استیفا کرے پس بیٹی کو پورا نصف دیا گیا اور پوتی بیٹی کے حکم میں ہے پس حقیقی بیٹی کی مزاحم نہ ہوگی اور بیٹیوں کے حصہ سے باقی اسکو دیا گیا اور بہن عصبہ ہوئی کیونکہ اس میں میت کے قائم مقام ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں اور وہ مورث کے دین کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاوند اور ایک ماں اور حقیقی بھائیوں اور اخیافی بھائیوں کے باب میں فرمایا کہ باپ نے انکی قرابت کو ہی بڑھایا ہے حضرت ابن مسعودؓ اور زید اور شریح وغیرہ رضی اللہ عنہم نے اس حکم کو قبول کیا اور قوانین شرعی کے ساتھ یہ حکم زیادہ تر مناسب ہے اور دادی کے لیے سدس کا حکم دیا کیونکہ ماں کے نہ ہونے کی صورت میں دادی ماں کے قائم مقام ہے حضرت ابوبکر حضرت عثمان اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دادا کو باپ کا حکم دیتے تھے اور میرے نزدیک یہ قول سب سے بہتر ہے اور ولاء کا سبب یہ ہے کہ اس میں معاونت و عزت کی محافظت پائی جاتی ہے پس مولا نعمت اس کا زیادہ تر مستحق ہے بعد اس کے قوم کے مرد درجہ بدرجہ واللہ اعلم۔

مِنْ اَبْوَابِ تَدْبِيْرِ الْمَنْزِلِ

اعلم ان اصول فن تدبير المنازل مسلمة عند طوائف العرب والعجم لهم اختلاف في اشباحها وصورها وبعث النبي صلى الله عليه وسلم في العرب واقتضت الحكمة ان يكون طريق ظهور كلمة الله في الارض غلبتهم على الاديان ونسخ عادات اولئك بعاداتهم وبرياسة اولئك برياستهم فاوجب ذلك ان يتعين تدبير المنازل في العادات للعرب وان تعتبر تلك الصور والاشباح باعيانها وقد ذكرنا اكثر ما يجب ذكره في مقدمة الباب في الارتفاقات وغيرها فراجع۔

الخِطبة وما يتعلق بها

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء ۔ اعلم ان المني اذا كثر تولده في البدن صعد بخاره الى الدماغ فحبب اليه النظر الى المرأة الجميلة وشغف قلبه حبها ونزل قسط منه الى الفرج فحصل الشبق واشتدت الغلمة واكثر ما يكون ذلك في وقت الشباب

تدبیرِ منزل کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ فن تدبیر منزل کے اصول تمام عرب وعجم کے نزدیک مسلم ہیں البتہ انکی صورتوں میں اختلاف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں پیدا کیے گئے در حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا کہ تمام دنیا میں باظہور کلمۃ اللہ کا اعلان ہو کہ عرب کا دین تمام ادیان پر غالب کیا جائے اور تمام دنیا کے عادات عرب کے عادات سے منسوخ کیے جاویں اور تمام دنیا کے لوگوں کی ریاست انکی ریاست سے منسوخ کیجاوے ہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ بجز عرب کی عادات کے تدبیر منزل کی صورت سے معین ہو سکتی در نیز خود ان صور و اشباح کا اعتبار ضروری ہوا اور ہم کثر ضروری باتیں مقدمہ باب میں ارتفاقات وغیرہ کے اندر بیان کر چکے ہیں وہاں دیکھنا چاہیے۔

نکاح کے متعلق گفتگو اور اسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا معشر الخ اے گروہ جوانوں کے جو شخص تم میں سے نکاح کی طاقت رکھے تو اسکو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح کرنے میں نگاہ پست رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو کوئی اسکی طاقت نہ رکھے تو اسکو روزہ رکھنا چاہیے اسلیے کہ روزہ خصی کر دیتا ہے۔ معلوم کرو کہ بدن کے اندر جب کثرت سے منی پیدا ہوتی ہے تو اسکے بخارات دماغ کیطرف چڑھتے ہیں تو اسکا دل کسی خوبصورت عورت کے دیکھنے کو چاہتا ہے اور اسکی محبت اسکے قلب پر غالب ہو جاتی ہے اور اس منی کا ایک حصہ پیشابگاہ کیطرف اترتا ہے جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور شدت سے خواہش ہوتی ہے اور اکثر یہ بات جوانی کے زمانہ میں ہوتی ہے اور یہ بات شیخ میں سے ۔

سلہ نیز ۔ ۔ ۔ ناعل بلطے قال غیرہ والباءۃ نکاح والوجاء بالکسر رض الخصیتین لتضعف الشہوۃ والمراد به انہ بالصوم ۔ ۔ ان الصوم قاطع للشہوۃ ۱۲ سلہ قولہ غلمۃ ای قوۃ شہوۃ الجماع ۱۲

وهذا حجاب عظيم من حجب الطبيعة يمنعه من الإمعان في الإحسان ويهيجه إلى الزنا ويفسد عليه الأخلاق ويوقعه في مهالك عظيمة من فساد ذات البين فوجب إماطة هذا الحجاب فمن استطاع الجماع وقدر عليه بأن تيسرت له مثلا امرأة على ما تأمر به الحكمة وقدر على نفقتها فلا أحسن له من أن يتزوج فإن التزوج أغض للبصر وأحصن للفرج من حيث إنه سبب لكثرة استفراغ المني ومن لم يستطع ذلك فعليه بالصوم فإن سرد الصوم له خاصية في كسر سورة الطبيعة وكبحها عن غلوائها لما فيه من تقليل مادتها فيتغير به كل خلق فاسد نشأ من كثرة الأخلاط ورد صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل فقال أما والله إني لأخشاكم لله وأتقاكم له لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني ؛

اعلم أنه كانت الرهبانية والمتزهدة من النصارى يتقربون إلى الله بترك النكاح وهذا باطل لأن طريقة الأنبياء عليهم السلام التي رضيها الله للناس هي إصلاح الطبيعة ودفع اعوجاجها لا سلخها عن مقتضياتها وقد ذكرنا ذلك مستوعبا فراجع ثم لا بد من الإرشاد إلى المرأة التي يكون نكاحها موافقا للحكمة موفرا عليه مقاصد تدبير المنزل لأن الصحبة بين الزوجين لازمة والحاجات من

یہ ایک بہت بڑا حجاب ہے جو اسکو احسان کی صفت میں غور کرنے سے مانع ہوتا ہے اور زنا کی طرف اسکو رغبت دلا کر اس شخص کی عادت بگاڑ دیتا ہے اور باہمی فساد سے بڑی بڑی ہلاکتوں میں وہ شخص پڑ جاتا ہے لہذا اس حجاب کا دور کرنا ضروری ہوا پس جو شخص جماع کی طاقت رکھتا ہو اور دسترس ہو یعنی مثلاً حکمت کے موافق کوئی عورت اسکو میسر آوے اور اس کا خرچ اٹھا سکے تو اس شخص کے لیئے نکاح سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نکاح کرنے سے نگاہ پست رہتی ہے اور آدمی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے کیونکہ اس کے سبب سے منی کثرت سے خارج ہوتی رہتی ہے اور جس شخص میں نکاح کی استطاعت نہو تو اسکو روزہ رکھنا چاہیئے کیونکہ روزہ رکھنے کو جوش طبعی کے فرو کرنے اور اس کے جوش کو کم کرنے میں بہت دخل ہے اسلیئے کہ اسمیں منی کے مادہ کو کم کرنا ہے اس لیے تمام اخلاق فاسدہ جو کثرت اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں وہ روزہ کے سبب سے بدل جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل سے منع فرمایا اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا کا خوف کرتا ہوں اور تم سب کی زیادہ میں اس سے خوف کرتا ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پھر جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے معلوم کرو کہ نصاریٰ میں سے تارک دنیا حضرات ترک نکاح کو قربت الٰہی کا سبب سمجھتے تھے اور یہ ان کا خیال غلط تھا اسلیئے کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ جسکو خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لیئے پسند فرمایا ہے وہ صرف اصلاح طبیعت اور اسکی کجی کا دور کرنا ہے تمام خواہش سے اس کا جدا کرنا مقصود نہیں ہے اور ہم پورے طور پر اسکا بیان کر چکے ہیں پھر بھی عورت کیطرف رہبری ضرور ہے جسکا نکاح حکمت شرعی کے موافق ہو اور تدبیر منزل کے مقاصد پورے طور پر اس سے حاصل ہوسکیں اس لیئے کہ خاوند و بیوی کی صحبت لازمی ہے اور

---

[1] وہ جس کو غیر سے سہارا و [illegible] ۲

الجانبين متوكدة وكان لها جبلة سوء في خلقها وعادتها فظاظة وفي لسانها بذاءة ضاقت عليه
الارض بما رحبت وانقلبت عليه المصلحة مفسدة ولو كانت صالحة صلح المنزل كل الصلاح
وتهيأت له اسباب الخير من كل جانب وهو قوله صلى الله عليه وسلم الدنيا متاع وخير متاع
الدنيا المرأة الصالحة قال النبي صلى الله عليه وسلم تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها
ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك اعلم ان المقاصد التي يقصدها الناس في اختيار
المرأة اربع خصال غالبا تنكح لمالها بان يرغب في المال ويرجو مواساتها معه في مالها
وان تكون اولاده اغنياء لما يجدون من قبل امهم ولحسبها يعني مفاخر آباء المرأة
فان التزوج في الاشراف شرف وجاه ولجمالها فان الطبيعة البشرية راغبة في الجمال وكثير
من الناس تغلب عليهم الطبيعة ولدينها اي لعفتها عن المعاصي وبعدها عن الريب
وتقواها لي بارئها باصدعات فالمال والجاه مقصد من غلب عليه حجاب الرسم والجمال
وما يتبعه من الشباب مقصد من غلب عليه حجاب الطبيعة والدين مقصد من تهذب
بالفطرة واحب ان تعاونه امرأته في دينه وترغب في صحبة اهل الخير قال صلى الله عليه وسلم
خير نساء ركبن الابل نساء قريش احناه على ولد في صغره وارعاه على زوج في ذات يده

جانبین سے موکدہ ہوتی ہے پس اگر عورت بدطبیعت ہے اور اسکی سرشت وعادت میں سختی اور زبان
میں اسکی خوبیت وا ہل ہے تو اس شخص پر باوجود فراخ ہونے کے دنیا تنگ ہوجائیگی اور وہ مصلحت فساد کیطرف
منقلب ہوجائیگی اور اگر صالحہ ہے تو اسکی وجہ سے کامل طور پر گھر کی اصلاح ہوسکتی ہے اور ہر طرف سے اس شخص
کے لیے اسباب خیر مہیا ہوجائینگے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدنیا متاع وخیر ... دنیا ایک پونجی
ہے اور دنیا کی بہتر پونجی صالحہ بیوی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ چار باتوں کے سبب سے عورت سے نکاح کیا جاتا
ہے اسکے مال کے سبب سے اور اس کے حسب کیوجہ سے اور خوبصورتی کیوجہ سے اور دین کے سبب سے پس دیندار
پر ظفریاب ہو خاک میں ملجائیں تیرے دونوں ہاتھ ۔ معلوم کرو کہ بیوی کے پسند کرنے میں لوگ جن مقاصد کا قصد
رکھتے ہیں وہ غالباً چار باتیں ہیں ایک تو اسکے مال کیوجہ سے کہ اس شخص کو اسکے مال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور اسکو
امید ہوتی ہے کہ مال کے ساتھ وہ عورت اسکی غمخواری کریگی ۔ اور اسکی اولاد ماں کے مالدار ہونے کیوجہ سے غنی ہو
جائیگی کیونکہ ماں کے ترکہ میں انکو یہ مال ملیگا اور ایک عورت کے حسب کیوجہ سے یعنی اس عورت کے باپ دادا
خاندانی ہوتے ہیں تو انکے ساتھ نکاح کرنے میں وہ بڑی عزت سمجھتا ہے کیونکہ عزت داروں میں نکاح کرنا شرف و
عزت کا سبب ہوتا ہے اور ایک خوبصورتی کیوجہ سے کیونکہ طبیعت بشری کو جمال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور بہت
سے لوگ طبیعت کے مغلوب ہوتے ہیں اور ایک اسکے دین کے سبب سے یعنے وہ عورت صاحب عفت اور
صاحب ایمان ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ مقرب ہوتی ہے ۔ مال وعزت تو ایسی چیزیں ہیں کہ جن لوگوں پر
رسم دنیا کا حجاب غالب ہے وہ انکا قصد کرتے ہیں اور جمال وشباب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ جنپر حجاب طبعی کا غلبہ ہے انکو یہ مقصود
ہوتی ہیں اور دین اس شخص کا مقصود ہوتا ہے جو فطرت کے اعتبار سے مہذب ہو اور چاہتا ہے کہ دین میں اسکی بیوی اسکی
معاونت کرے اور اہل خیر کیساتھ صحبت کی اسکو رغبت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جتنی عورتیں اونٹوں پر سوار ہوئی
ہیں ان میں سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں سب سے زیادہ اپنے بچے پر [illegible] بچپن میں محبت [illegible] اور خاوند کے مال کی حفاظت کرنیوالی

لہ جس سے [illegible] ۱۲

أقول يستحب أن تكون المرأة من كورة وقبيلة عادات نسائها صالحة فإن الناس معادن كمعادن الذهب والفضة وعادات القوم ورسومهم غالبة على الإنسان وبمنزلة الأمر المجبول هو عليه وبين أن نساء قريش خير النساء من جهة أنهن أحنى نساء على الولد في صغره وأرعاه على الزوج في ماله ورقيقه ونحو ذلك وهذان من أعظم مقاصد النكاح وبهما انتظام تدبير المنزل وأنت إن فتشت حال الناس اليوم في بلادنا وبلاد ما وراء النهر وغيرها لم تجد أرسخ قدما في الأخلاق الصالحة ولا أشد لزوما لها من نساء قريش وقال صلى الله عليه وسلم تزوجوا الولود الودود فإني مكاثر بكم الأمم **أقول** تواد الزوجين به تتم المصلحة المنزلية وكثرة النسل بها تتم المصلحة المدنية والملية وود المرأة لزوجها دال على صحة مزاجها وقوة طبيعتها ومانع من أن تطمح بصرها إلى غيره وباعث على تجملها له بالامتشاط وغير ذلك وفيه تحصين فرجه ونظره **قال** صلى الله عليه وسلم إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض **أقول** ليس في هذا الحديث أن الكفاءة غير معتبرة كيف وهي مما جبل على اعتباره طوائف الناس وكاد يكون القدح فيها أشد من القتل والناس على مراتبهم والشرائع لا تهمل مثل ذلك ولذلك قال عمر رضي الله عنه لأمنعن النساء إلا من الأكفاء ولكن المراد أن لا يتبع

میں کہتا ہوں یہ بات پسندیدہ ہے کہ بیوی اس قبیلہ وخاندان کی ہو جسکی عورتیں خوش خلق ہوتی ہوں کیونکہ سونے وچاندی کی کانوں کی طرح آدمیوں کی بھی کانیں ہیں اور انسان پر اسکی قوم کی رسوم وعادات اسقدر غالب ہوتی ہیں کہ گویا انکی سرشت میں داخل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بیان فرمایا کہ سب عورتوں سے بہتر قریش کی عورتیں ہوتی ہیں اسلئے کہ سب سے زیادہ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد پر شفقت کرتی ہیں اور اپنے خاوند کے مال وغلام وغیرہ کی حفاظت سب سے زیادہ کرتی ہیں اور نکاح کے جو مقاصد ہوتے ہیں ان سب میں یہ دو بڑے مقصد ہیں اور انہیں سے تدبیر منزل کا انتظام ہوتا ہے اور اگر تم آجکل ہمارے ملک اور ماوراء النہر وغیرہ کی تفتیش کروگے تو اخلاق صالحہ میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور مستقل ان باتوں میں قریش کی بیویوں کو دیکھوگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تزوجوا یعنی نکاح کرو تم ایسی عورتوں سے جو زیادہ جننے والی اور زیادہ محبت والیوں سے کیونکہ میں امتوں سے تمہاری کثرت میں مقابلہ کرنے والا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ خاوند بیوی کی باہم محبت کیوجہ سے مصلحت خانگی پورے طور سے انجام پائیگی اور بسبب کثرت اولاد کے مصلحت مدنیہ اور ملیہ کی خوب تکمیل وتتمیم ہوگی اور عورت کو خاوند کے ساتھ محبت کا ہونا اسکے صحت مزاج اور قوت طبیعت کی دلیل اور غیروں کی طرف نظر کرنے سے مانع اور کنگھی وغیرہ سے سنگھار کرنے کا باعث ہے اور اس میں خاوند کی شرمگاہ اور اسکی نظر کی حفاظت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے پاس پیغام نکاح کا دے جسکی دینداری وعادت سے تم راضی ہو اسکے ساتھ تم نکاح کردو اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نکاح کے اندر کفویت کا اعتبار نہیں ہے اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ہر قسم کے لوگوں کی سرشت میں کفویت کا اعتبار ہے اور کبھی کفویت کا نقصان قتل سے زیادہ ہوتا ہے اور لوگوں کے مرتبے [illegible] ہیں اور شریعت ایسی باتوں کو مہمل نہیں چھوڑتی اسی لیے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں عورتوں کو بجز ان کے کفو کے لوگوں کے سب سے ممانعت کرونگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کے دین وعادت پسندیدہ ہو تو اسکے بعد حقیر چیز [illegible]۔

[illegible]

نحو قلة المال ورثاثة الحال ودمامة الجمال او يكون ابن امرأة ونحو ذلك من الاسباب بعد ان
يرضى دينه وخلقه فان اعظم مقاصد تدبير المنزل ان يكون الاصطحاب صالحا في الدين قال
صلى الله عليه وسلم الشؤم في المرأة والدار والفرس **اقول** التفسير الصحيح الذي يوجبه مورد
الحديث ان هذه الثلث سببا خفيا بسبب يكون بها اكثر من يتزوج المرأة مثلا محارفا غير مبارك و
يستحب للرجل اذا دلت التجربة على شؤم امرأة ان يرحم نفسه بترك تزوجها وان كانت جميلة
وذات مال والحكمة تحكم باختيار البكر بعد ان تكون عاقلة بالغة فانها ارضى باليسير لقلة خبرتها بتنهد
واتوق وجا لقوة شبابها واقرب للتأدب بما تأمر به الحكمة ويلزم عليها واحصن للفرج والنظر
بخلاف الثيبات فانهن اهل خبرة وصعوبة الاخلاق وقلة الاولاد وهن كالالواح المنقوشة
لا يكاد يؤثر فيهن التأديب اللهم الا اذا كان تدبير المنزل لا ينتظم الا بذات التجربة كما ذكره
جابر بن عبد الله رضي الله عنهما **قال** صلى الله عليه وسلم اذا خطب احدكم امرأة فان استطاع ان ينظر
الى ما يدعوه الى نكاحها فليفعل وقال فانه احرى ان يؤدم بينكما وقال هل رأيتها فان في
اعين الانصار شيئا **اقول** السبب في استحباب النظر الى المخطوبة ان يكون التزوج على روية
وان يكون ابعد من الندم الذي يلزمه ان اقتحم في النكاح ولم يوافقه فلم يرده واسهل للتلافي

قلت مال و تنگی حال اور بدصورتی یا ماں والے کے ... وغیرہ ہونے پر نظر نہ چاہیئے کیونکہ تدبیر منزل کا مقصود اعظم خوش
اخلاقی کے ساتھ صحبت میں رہنا اور اسکے سبب سے دین کی صلاح کا ہونا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
شوم اور نحوست عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی ہے میں کہتا ہوں اس حدیث کی صحیح تفسیر جسکو حدیث کا مورد چاہتا ہے
یہ ہے کہ ان چیزوں میں کوئی سبب اکثری پوشیدہ دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے عورت برکت سے برطرف اور شوم ہوا کرتی ہے
اور مستحب ہے مرد کو یہ بات کہ خوش کرے اپنے نفس کو ساتھ ترک کرنے نکاح کے اس عورت کے ساتھ جسکی نحوست
پر کوئی تجربہ پایا جائے اگرچہ وہ خوبصورت ہو اگرچہ وہ صاحب مال ہو اور حکمت کا مقتضی ہے کہ باکرہ کو اختیار کرے بشرطیکہ
وہ عاقلہ بالغہ ہو کیونکہ لڑکے اور داؤ فریب کے کم سنی کرتے ہیں اسلیئے وہ تھوڑی وجہ سے راضی ہوجاتی ہے اور بسبب قوی
ہونے اسکی جوانی کے سریع تر ہے حمل کے لیئے اور ادب کی صلاحیت بھی اقرب ہے جیسے کہ حکمت کا مقتضی ہے اور
نیز اپنی شرمگاہ کو اور نظر کو محفوظ رکھیگی بخلاف ثیبات کے (ثیبہ بیوہ عورت کو کہتے ہیں) کہ وہ داؤ فریب سے خوب آگاہ
ہوتی ہیں اور بداخلاق و قلیل الاولاد ہوتی ہیں اور وہ مثل الواح منقوشہ کے ہوتی ہیں کوئی ادب ان میں اثر نہیں کرتا ہے
بارخدایا مگر جبکہ اس شخص کو تدبیر خانگی منظور ہو کیونکہ بغیر تجربہ کار عورت کے انتظام نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ جابرؓ نے ذکر
کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا خطب کہ جب کوئی تم میں سے کسی عورت سے پیام نکاح کا دے
پس اگر وہ شخص اس چیز کو جو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی باعث ہو دیکھ سکے تو دیکھ لے اور فرمایا ہے فانہ احری کیونکہ
یہ بات تم دونوں میں الفت قائم رہنے کے لیئے مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ فرمایا ہل رأیتہا کہ تو نے اسکو
دیکھ بھی لیا ہے کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں مخطوبہ کو دیکھ لینا اسواسطے مستحب کیا گیا ہے کہ
دیکھ لینے کے بعد جو نکاح واقع ہوگا ہوشمندی کے ساتھ ہوگا اور وہ ندامت جو بلا دیکھے بھالے نکاح کر لینے اور طبیعت
کے موافق نہ ہونے اور پھر اسکے رد نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے ایسی حالت میں پیش نہیں آتی اور دیکھنے کے بعد اسکو رد کرنا آسان ہوتا ہے

لہ ای نحو ۱۲ سلہ ای جلد حرص فی الخیرات ۱۲ سلہ ای لمدحہا وقولہ احق ای اسرع الحمل ۱۲ سلہ مولف ۱۲

ان يكون تزوجه على شوق ونشاط ان وقعه وجس لحكيم الطبع موجب لحسن جبر وحسن قبول وبوجه. **وقال** صلى الله عليه وسلم ان المرأة تقبل فى صورة شيطان وتدبر فى صورة شيطان اذا احدكم اعجبته المرأة فوقعت فى قلبه فليعمد الى امرأته فليواقعها فان ذلك يرد ما فى نفسه. اعلم ان شهوة الفرج اعظم الشهوات وارهقها للقلب موقعة فى مهالك كثيرة والنظر الى النساء اشد تهييجا لها وهو قوله عليه السلام المرأة تقبل فى صورة شيطان فمن نظر الى امرأة ووقعت فى قلبه واشتاق اليها فالحكمة ان لا يهمل ذلك فانه يزداد حينا فحينا حتى يملكه ويتصرف فيه ... ويتقوى ... ثم ... ثم ... تستفرغ تلك الاوعية وايضا فان الجماع يشغل قلبه ... ويصرف قلبه عما هو متوجه اليه والشئ اذا عولج قبل تمكنه زال بادنى سعى. **وقال** صلى الله عليه وسلم لا يخطب الرجل على خطبة اخيه حتى ينكح او يترك. **اقول** سبب ذلك ان الرجل اذا خطب امرأة وركنت اليه وظهر وجه الصلاح صار بمنزلة شيء ... عما هو بينهما ... وظلما عليه وتضييقا به. **وقال** صلى الله عليه وسلم لا تسأل المرأة طلاق اختها لتستفرغ صحفتها ولتنكح فان لها ما قدر لها. **اقول** لما كان طلب طلاقها قطعا لمعيشتها وسعيا فى ...

دوسرے ایسے وقت میں نکاح شوق اور نشاط کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ ... کی طبیعت کے موافق ہوتا ہے اور عقلمند آدمی جب تک کسی چیز کی برائی بھلائی پہلے معلوم نہ کرلے اُسکا اقدام نہیں کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المرأة کہ عورت شیطان ہی کی صورت میں آتی ہے اور شیطان ہی کی صورت میں پشت کرتی ہے تمہیں جب کوئی عورت اچھی معلوم ہو اور اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو اسکو چاہیئے کہ اپنی بیوی کی طرف قصد کرے اور اس سے صحبت کرے اسلئے کہ اس سے اس کے دل کا وسوسہ جاتا رہتا ہے۔ معلوم کرو کہ شہوت فرج سب شہوتوں سے بڑھکر شہوت ہے اور سب سے زیادہ قلب پر اسکا غلبہ ہوتا ہے اور یہ شہوت انسان کو بڑی بڑی ہلاکتوں میں ڈالتی ہے اور عورتوں کیطرف دیکھنے سے یہ شہوت پیدا ہوتی ہے اس حدیث سے یہی مراد ہے اسواسطے جب کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور اسکے قلب میں اُسکا شوق اور بیقراری پیدا ہو تو حکمت کا مقتضی ہے کہ اس شوق کو کہ ... چھوڑ جائے کیونکہ ایسی صورت میں وہ شوق آہستہ آہستہ زیادہ ہو ہو کر اسکے قلب پر غالب آ جائیگا اور قلب ... اُسکا تصرف جاری ہو جائے گا اور ہر چیز کی ایک مدد ہوتی ہے جس سے وہ چیز قوی ہو جاتی ہے اور ایک تدبیر ایسی ہوتی ہے جس سے وہ چیز کم ہو جاتی ہے ... عورتوں کیطرف رغبت کی ... بخارات کا صعود کرنا ہے اور اسکے کم کرنے کی تدبیر اُن ظروف کا منی سے خالی کر دینا ہوگا نیز یہ کہ جماع کیوجہ سے مشغول ہوگا تو وہ وسوسہ دل سے نکل جائیگا اور جس چیز کیطرف اسکی توجہ تھی وہ توجہ نہ ہوگی اور جب ایک چیز ... تو ادنیٰ کوشش ... رفع ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ... کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی ... جب تک وہ نکاح کرے یا ترک کرے اور میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ جب ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کی گفتگو کی اور عورت وہی اس کیطرف ... اس شخص سے گھبرا یا ہو تو اس کی صورت ظاہر ہوئی پس اب اس شخص کی امید کو توڑنا اور جس چیز کو وہ درپے ہو اس سے روکنا ... بدخوئی اور ظلم ہے ... اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسأل کہ کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی خواستگاری ... تا کہ اس کو خالی کرکے اپنا نکاح اس شخص سے کرلے کیونکہ اسکو وہی ملیگا جو اسکی تقدیر میں ہے میں کہتا ہوں ... طلاق چاہنا گویا ... روزی کے خراب کرنے میں کوشش کرنا ہے

ومن اعظم اسباب فساد المدينة ان يقتضب واحد على الآخر وجه معيشته وانما المرضي عند الله ان يطلب كل واحد معيشته بما يسر الله له من غير ان يسعى في ازالة معيشة الآخر

ذكر العورات

اعلم انه لما كان الرجال يهيجهم النظر الى النساء على عشقهن والتوله بهن ويفعل بالنساء مثل ذلك وكان كثيرا ما يكون ذلك سببا لان يبتغى قضاء الشهوة منهن على غير السنة الراشدة كاتباع من هي في عصمة غيره او بلا نكاح ومن غير اعتبار كفاءة والذي شوهد من هذا الباب يغني عما سطر في الدفاتر اقتضت الحكمة ان يسد هذا الباب ولما كانت الحاجات متنازعة محوجة الى المخالطة وجب ان يجعل ذلك على مراتب بحسب الحاجات فشرع النبي صلى الله عليه وسلم وجوها من السنن احدها ان لا تخرج المرأة من بيتها الا لحاجة لا تجد منها بدا قال صلى الله عليه وسلم المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان اقول معناه استشرفها حزبه[1] وهو كناية عن تهيئ اسباب الفتنة وقال الله تعالى وقرن في بيوتكن وكان عمر رضي الله عنه لما اوتي من علم اسرار الدين حريصا على ان ينزل هذا الحجاب حتى نادى يا سودة انك لا تخفين علينا لكنه صلى الله عليه وسلم

ہے اور شہر کے فساد کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے روزگار کی کاٹ کرے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مرضی تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی روزی اُس طریقہ سے جو خدا تعالیٰ نے اُس کے لئے آسان کیا ہے حاصل کرے اور دوسرے کی روزی کا زائل نہ کیا جائے۔

ستر کا بیان

معلوم کرو کہ جب عورتوں کو دیکھنے سے مردوں کے دل میں اُن کا عشق و فریفتگی پیدا ہوتی ہے اور بعض عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے مردوں کا عشق پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ اس بات کا سبب ہو جاتا ہے کہ بغیر سنت راشدہ کے ان سے قضاء شہوت کیا جائے مثلاً اُس عورت کی طرف توجہ کرنا جو دوسرے کا ناموس ہے یا بدون نکاح کسی عورت سے توجہ کرنا یا بلا اعتبار کفو کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا اور اس باب میں جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے وہ اس بیان سے مستغنی ہے جو دفتروں میں مذکور ہے۔ پس حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جائے اور چونکہ بنی آدم کی حاجات مختلف ہیں اور ان کو باہمی اختلاط کی ضرورت ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے موافقت نظر کے کئی درجے مقرر کیے جائیں اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طریقے مسنون اور مشروع فرمائے ایک تو یہ کہ عورت اپنے گھر سے بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ ہی نہ ہو باہر نہ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرأۃ الخ عورت شرم کی چیز ہے پس جب گھر سے باہر ہوتی ہے شیطان نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکے معنی یہ ہیں کہ شیطان یا گروہ اسکو نظر اٹھا کر دیکھتا ہے یا اس میں فتنہ کے اسباب مہیا کرنے سے کنایہ ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے وقرن الخ۔ اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور حضرت عمرؓ کو چونکہ اسرار دین کا علم دیا گیا تھا اسلیے آپ کی تمنا تھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پردہ کا حکم نازل ہو حتیٰ کہ انھوں نے ایک مرتبہ حضرت سودہؓ کو آواز دی یا سودۃ انک الخ اے سودہ آپ ہم سے چھپ نہیں سکتیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] ای سد باب النظر وقوله يستشرفها [illegible] ... حزبه ای حزب شياطين الانس وهم اهل الريبة والفسق ١٢

رأى أن سد هذا الباب بالكلية حرج عظيم فندب إلى ذلك من غير إيجاب، وقال أذن لكن
أن تخرجن إلى حوائجكن الثاني أن تأتي عليها جلابيبها ولا تظهر مواضع الزينة منها إلا لزوجها
ولذي رحم محرم قال تعالى قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى
لهم إن الله خبير بما يصنعون وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن
ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن
إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو إخوانهن إلى قوله
تفلحون، فرخص فيما تقع به المعرفة من الوجه وفيما يقع به البطش في غالب الأمر وهو اليدان و
أوجب ستر ما سوى ذلك إلا من بعولتهن والمحارم وما ملكت أيمانهن من العبيد ورخص
للقواعد من النساء أن يضعن ثيابهن الثالث أن لا يخلو رجل مع امرأة في بيت ليس معهما
من يهابانه قال صلى الله عليه وسلم لا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحا أو ذا رحم
وقال صلى الله عليه وسلم لا يخلون رجل بامرأة فإن الشيطان ثالثهما وقال صلى الله عليه وسلم
لا تلجوا على المغيبات فإن الشيطان يجري من ابن آدم مجرى الدم الرابع أن لا ينظر أحد

جب معلوم کیا کہ بالکل اس باب کے مسدود کرنے میں حرج عظیم ہے اسلئے آپ نے گھر میں بیٹھنا ان کے لیے مستحب
کیا واجب نہیں کیا اور فرمایا اذن لکن تم کو اپنی حاجات کے لیے باہر نکلنے کے لیے اجازت دیدی گئی۔ دوسرے یہ کہ
عورت چادر اوپر پردہ ڈالے رہے اور بجز خاوند یا ذی رحم محرم کے کسی کے سامنے مواضع زینت کو نہ کھولے
اللہ پاک فرماتا ہے (ترجمہ) ایمان والوں سے کہدے اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی فرجوں کی حفاظت کریں یہ اُن
کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے بیشک خدا اُن کے کاموں سے خبردار ہے اور مسلمان عورتوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں
نیچی رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار بجز ظاہری سنگھار کے کسی کے سامنے نہ دکھلائیں مگر
خاوندوں کے لیے یا اپنے آباء کیلئے یا خاوندوں کے باپوں کے لیے یا اپنے بیٹوں کے لیے یا اپنے خاوندوں
کے بیٹوں کیلئے یا اپنے بھائیوں کیلئے (اخیر آیات تک) پس خدا تعالیٰ نے ان اعضاء کے کھولنے کی اجازت دی
ہے جن سے شناخت ہو سکتی ہے یعنے منہ اور اکثر جن اعضاء سے کام کاج ہوتا ہے اور وہ دونوں ہاتھ ہیں اور اُن کے سوا
سب اعضا کا ستر واجب مگر خاوند اور ذی رحم محرم اور اپنے غلاموں کے سوا اور جو عورتیں گھر کی بیٹھنے والی ہیں نکاح
کا قصد نہیں رکھتی ہیں انکو اسبات کی اجازت دی کہ اپنے کپڑے اتار رکھا کریں تیسرے یہ کہ کوئی مرد کسی عورت
کیساتھ تنہائی میں نہ رہے جبتک کوئی تیسرا وہاں ایسا موجود نہ ہو جسکا وہ دونوں لحاظ کرتے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے (ترجمہ) "آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی مرد کسی خاوند رسیدہ عورت کے پاس شب باشی کرے بجز اُس کے
خاوند کے یا محرم کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ خلوت کرے کوئی مرد کسی عورت کیساتھ تنہائی میں نہ رہے
کیونکہ تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (ترجمہ) جن عورتوں کے خاوند گھر میں
نہ ہوں اُن کے پاس مت جاؤ اسلئے کہ شیطان انسان کے اندر خون کی مانند جاری رہتا ہے چوتھے یہ کہ کوئی۔

لمع یکون شیطان معهما ویهیج شهوة کل منهما حتی یلقیهما فی الزنا والمغیبات جمع مغیبة بضم المیم وهی التی
غاب عنها زوجها وجه التخصیص شدة اشتیاقها الی الوقاع وادراع تماع لما ذم ۱۲

امرأة كان او رجلا الى عورة رجل او امرأة كان، ورجلا لا الى وجه قال صلى الله عليه وسلم لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة **اقول** وذلك لان النظر الى العورة يهيج الشهوة والنساء ربما يتعاشقن فيما بينهن وكذلك الرجال فيما بينهم ولا حرج في ترك النظر الى السوأة وايضا فستر العورة من اصول الارتفاقات لابد منها فحسن ان لا يجتمع احد مع احد في ثوب واحد. وفي معناه ان يستلقيا على سرير واحد مثلا **قال** صلى الله عليه وسلم لا يفضي الرجل الى الرجل في ثوب واحد ولا تفضي المرأة الى المرأة في ثوب واحد **وقال** صلى الله عليه وسلم لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها كأنه ينظر اليها **اقول** السبب انه اشد شيء في تهييج الشهوة والرغبة ويورث شهوة السحق واللواطة وقوله كأنه ينظر اليها معناه ان مباشرة المرأة ربما كانت سببا لان تصف رجلها فيجري على لسانها ذكرها وحدث من اللذة عند زوجها او ذي رحم منها فيكون سببا للتوهم واعلم انه سمع نعت امرأة عند رجل ليس زوجها او هو سبب اخراج المخنث من البيوت. **واعلم** ان ستر العورة اعني الاعضاء التي يحصل العار بانكشافها بين الناس في العادات المتوسطة كالتي كانت في قريش مثلا يوصف من اصل الارتفاقات المسلمة عند كل من يسمى بشرا وهو مما امتاز به الانسان من سائر انواع الحيوانات فلذلك اوجبه

عورت ہو یا مرد دوسرے شخص کے ستر کو نہ دیکھے عام ہے کہ وہ مرد ہو یا عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نہ دیکھے مرد مرد کا ستر دیکھے نہ عورت عورت کا ستر دیکھے۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور عورتیں باہم عاشق ہو جاتا ہے اور اسی طرح مردوں میں اور ستر کے نہ دیکھنے میں کوئی کچھ دقت بھی نہیں ہے اور نیز ستر عورت ان ارتفاقات کے اصول میں سے ہے جنکے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ ایک کپڑے میں کوئی کسی کے ساتھ نہ سوئے اور علی ہذا القیاس ایک چارپائی پر بھی دو نہ سوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ مرد مرد کے پاس ایک کپڑے میں جا کر لیٹے، اور نہ عورت عورت کے پاس اسطرح لیٹے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی عورت کسی عورت سے ملکر نہ بیٹھے تاکہ اپنے خاوند سے اسکا حال بیان کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ عورتوں کا پاس پاس لیٹنا باہم شہوت کو ہیجان میں لاتا ہے جس سے انہیں سحاق اور لواطت کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ گویا اسکی طرف دیکھ رہا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ عورت عورت کے ساتھ مباشرت کرنے سے بسا اوقات انہیں محبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اس لذت کا ذکر اپنے خاوند یا کسی قوم سے کہدیتی ہیں اسکے باعث سے اُن لوگوں کو اس عورت کا خیال ہو جاتا ہے اور سب سے بڑا یہ مفسدہ ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند نہیں ہے اُسکے کسی مرد کے سامنے اوصاف بیان کیے جاویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیت مخنث کو ازواج مطہرات کے مکانوں سے نکلوایا تھا اسکا یہی سبب تھا اور جاننا چاہیے کہ ستر عورت یعنی وہ اعضا کہ جنکے کھولنے سے لوگوں میں عادات متوسطہ کے اعتبار سے عار آتی ہے جس طرح قریش کے نزدیک اس زمانہ میں تھا اُن ارتفاقات کے اصول میں سے ہے جنکو اُن تمام لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے جنکا نام بشر ہے اور اسی کے سبب سے انسان تمام حیوانات میں ممتاز ہے پس اسلیے۔

[illegible]

الشرع والسوأتان والخصيتان والعانة وما يليهما من اصول الفخذين من اجلى البديهيات ان الدين يقتضى ستر العورة فلا حاجة الى الاستدلال فى ذلك وقال صلى الله عليه وسلم اذا زوج احدكم عبده امته فلا ينظر الى عورته وفى رواية فلا ينظر الى ما دون السرة وفوق الركبة وقوله عليه السلام اما علمت ان الفخذ عورة على ان الفخذ من عورة وقد تعارضت الاحاديث فى الفخذ ولكن الاخذ بهذا احوط واقرب من قوانين الشرع وقال صلى الله عليه وسلم اياكم والتعرى فان معكم من لا يفارقكم الا عند الغائط وحين يفضى الرجل الى اهله فاستحيوهم واكرموهم وقال فالله احق ان يستحيا منه اقول التعرى لا يجوز وان كان خاليا الا عند ضرورة لا يجد منها بدا فانه كثيرا ما يهجم الانسان عليه والاعمال انما تعتبر بالاخلاق التى تنشأ منها ومن سر الستر وان يغلب على النفس هيئة التحفظ والتقيد وان يترك الوقاحة وان لا يستمر واذا امر الشارع شيئا اقتضى ذلك ان يؤمر الآخر ان يفعل معه حسب ذلك فلما امر النساء بالتستر وجب ان يرغب الرجال فى غض البصر وايضا فتهذيب نفوس الرجال لا يتحقق الا بغض الابصار ومؤاخذة انفسهم بذلك **قال** صلى الله عليه وسلم لك الاولى وليست لك الآخرة[1] **اقول** يشرع له

شارع نے ستر کو واجب کیا۔ اور بول و براز کا مقام اور خصیتین اور مقام زیر ناف اور جو حصہ ران کے قریب ہیں ان سب اعضا کا ستر ہونا دین کے روشن بدیہیات میں سے ہے جس پر دلیل کی حاجت نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زوج الخ جب کوئی تم میں سے اپنے غلام کا اپنی چھوکری سے نکاح کر دے تو پھر اسکا ستر نہ دیکھے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر نہ دیکھے اور نیز آپ سے مروی ہے اما علمت الخ کیا تو نہیں جانتا کہ ران ستر ہے ان دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ران بھی ستر ہیں اس مسئلہ میں احادیث متعارضہ آئی ہیں مگر اس قول میں احتیاط زیادہ ہے اور قوانین شرعیہ سے بھی بہت ملتا ہوا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایاکم والتعری الخ ننگے ہونے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتہ ہے کہ نہیں مفارقت کرتا ہے تم سے مگر وقت پاخانے کے یا کہ اسوقت جب کوئی شخص اپنی بیوی کی صحبت کے لیے جاتا ہے پس انسے حیا کرو اور انکی تعظیم کرو اور نیز فرمایا اللہ احق الخ اللہ تعالیٰ اسکا مستحق زیادہ ہے کہ اس سے حیا کیجائے۔ میں کہتا ہوں کہ برہنہ ہونا بغیر ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ نہ ہو منع ہے اگرچہ مکان خالی ہو کیونکہ بسا اوقات انسان اسپر اقدام کرتا ہے اور اعمال کا اعتبار ان اخلاق کے ساتھ ہوا کرتا ہے جن سے وہ پیدا ہوتے ہیں اور ستر کا منشا حیا اور نفس پر تحفظ و تقید کی کیفیت کا غالب کرنا اور بیحیائی کو ترک کر دینا اور اسکا عادی نہ ہونا ہے اور جب شارع نے کسی شخص کو ایک چیز کا حکم دیا تو اسکا یہ مقتضی ہوا کہ دوسرے کا اسبات کا حکم دیا جائے کہ اس حکم کے موافق اس شخص کیساتھ معاملہ کرے پس عورتوں کو تستر کا حکم دیا گیا ہے تو ضروری ہوا کہ مردوں کو اسبات کا حکم دیا جائے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور مردوں کا نفس جب ہی مہذب ہو سکتا ہے جب وہ اپنی نگاہوں کو پست کریں اور اپنے نفس کو اسپر مجبور کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا الاولی لک ولیست لک الآخرۃ پہلی نگاہ تیرے لیے ہے اور دوسری تیرے لیے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں۔

[1] لہ ای [illegible] الکاتبین [illegible] قال صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[2] [illegible] خالیا قال فاللہ احق [illegible] الاولی [illegible]

الإبقاء بمنزلة الإنشاء وحين دخل أعمى وقيل أليس هو أعمى لا يبصرنا قال صلى الله عليه وسلم أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه أقول السر في ذلك أن النساء يرغبن في الرجال كما يرغب الرجال فيهن وقال صلى الله عليه وسلم لفاطمة رضي الله عنها إنه ليس عليك بأس إنما هو أبوك وغلامك أقول إنما كان العبد بمنزلة المحارم لأنه لا رغبة له في سيدته لجلالها في عينه ولا للسيدة ترغب فيه لحقارته عندها ويعسر التستر بينهما وهذه الصفات كلها معتبرة في المحارم فإن القرابة القريبة المحرمة مظنة قلة الرغبة واليأس أحد أسباب قطع الطمع وطول الصحبة يكون سبب قلة النشاط وعسر التستر وعدم الالتفات فلذلك جرت السنة أن الستر عن محارم دون الستر عن غيرهم ؀

صفة النكاح

قال النبي صلى الله عليه وسلم لا نكاح إلا بولي. أقول اعلم أنه لا يجوز أن يحكم في النكاح النساء خاصة لنقصان عقلهن وسوء فكرهن فكثيرا ما لا يهتدين إلى المصلحة ولعدم حماية الحسب منهن غالبا فربما رغبن في غير الكفء وفي ذلك عار على قومها فوجب أن يجعل للأولياء شيء من هذا الباب لتنسد المفسدة وأيضا فإن السنة الفاشية في الناس من قبل ضرورة جبلية أن يكون الرجال قوامين على النساء ويكون بيدهم الحل والعقد وعليهم النفقات وإنما النساء عوان بأيديهم وهو قوله تعالى

اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ نکاح کا ابقاء بمنزلہ دوسری مرتبہ نکاح کرنے کے ہے اور ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک نابینا شخص حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرنیکا حکم دیا اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا یہ نابینا نہیں ہے جو ہمکو دیکھتا نہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو جو اسکو نہیں دیکھ سکتی ہو۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جسطرح مردوں کو عورتوں کیطرف رغبت ہوتی ہے ویسی ہی عورتوں کو مردوں کیطرف ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ تجھ پر کچھ خوف نہیں کہ وہ تیرا باپ اور غلام ہے میں کہتا ہوں کہ غلام کو محرم کا حکم اسلیئے دیا گیا کہ اسکو اپنی سیدہ کیطرف رغبت نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نظر میں وہ معزز ہوتی ہے اور نہ سیدہ کو غلام کیطرف رغبت ہوسکتی ہے کیونکہ وہ اسکی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے اور باہم انکے پردہ کا حکم دینے میں سخت دشواری ہے اور یہ سب صفات محارم کے اندر معتبر ہیں کیونکہ قرابت قریبہ محرمہ میں رغبت کے کم ہونیکا باعث اور ناامیدی طمع کے منقطع ہونیکے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور مدت دراز تک یکجائی رہنا بھی قلت نشاط اور پردہ کے دشوار ہونے اور کم التفاتی کا سبب ہے پس اسواسطے قدیمی سنت ہوگئی کہ محارم سے جو پردہ ہو اور قسم کا ہو اور غیروں سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو۔

نکاح کا بیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا معلوم کرو کہ خصوصاً نکاح میں عورتوں کو حکم کرنا روا نہیں ہے کیونکہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اور انکی فکر ناقص ہوتی ہے اسلیئے بسا اوقات مصلحت کیطرف رہبری نہ ہوسکیگی دوسرے غالباً وہ حسب کی حفاظت نہ کریں گی اور بسا اوقات غیر کفو کیطرف انکو رغبت پیدا ہوسکتی ہے اور اسمیں انکی قوم کی عار ہے پس ضروری ہوا کہ ولی کو اس باب میں کچھ دخل دیا جائے تاکہ یہ مفسدہ بند ہو۔ اور نیز ضروری ولی کے اعتبار سے لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوتے ہیں اور تمام بندوبست انہیں کے متعلق ہوتا ہے اور تمام خرچ مردوں کے متعلق ہوا کرتے ہیں اور عورتیں انکی مقید ہوتی ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے

[illegible]

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم الآية وفي اشتراط الولي في النكاح تنويه امرهم واستبداد النساء بالنكاح وقاحة منهن منشؤها قلة الحياء واقتضاب على الاولياء وعدم اكتراث لهم وايضا يجب ان يميز النكاح من السفاح بالتشهير واحق التشهير ان يحضره اولياؤها قال صلى الله عليه وسلم لا تنكح الثيب حتى تستأمر ولا البكر حتى تستأذن وإذنها الصموت وفي رواية البكر يستأذنها ابوها **اقول** لا يجوز ايضا ان يحكم الاولياء فقط لانهم لا يعرفون ما تعرف المرأة من نفسها ولان حار العقد وقاره راجعان اليها والاستئمار طلب ان تكون هي الآمرة صريحا والاستئذان طلب ان تأذن ولا تمنع وادناه السكوت وانما المراد استئذان البالغة دون الصغيرة كيف ولا رأي لها وقد زوج ابو بكر الصديق رضي الله عنه عائشة رضي الله عنها من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي بنت ست سنين قال صلى الله عليه وسلم ايما عبد تزوج بغير اذن سيده فهو عاهر[1] **اقول** لما كان العبد مشغولا بخدمة مولاه والنكاح وما يتفرع عليه من مواساتها والتخلي بها مما ينقص من خدمته وجب ان يكون الاستئذان يتوقف نكاح العبد على اذن مولاه واما حال الامة فاولى ان يتوقف نكاحها على اذن مولاها وهو قوله تعالى فانكحوهن باذن اهلهن قال ابن مسعود رضي الله عنه علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد في الحاجة

الرجال قوامون الخ۔ اور نیز نکاح میں ولی کی شرط لگانے میں اولیاء کی عزت ہے اور عورتوں کو بے اولیاء نکاح کرنے میں بے حیائی ہے جسکا مدار بیحیائی پر ہے اور اولیاء کی مخالفت اور انکی بیقدری ہے۔ اور نیز یہ بات واجب ہے کہ نکاح زنا سے شہرت کے ساتھ امتیاز ہو اور شہرت کی بہتر صورت یہ ہے کہ عورت کے اولیاء نکاح میں موجود ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تنکح الخ شوہر دیدہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے جبتک کہ اسکا امر نہ لیا جائے اور نہ باکرہ کا جبتک کہ اس سے اذن نہ لیا جائے۔ اور اسکا اذن خاموشی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جبتک باپ اس سے اذن لے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی روا ہے کہ صرف اولیاء کو نکاح کا اختیار دیا جائے کیونکہ اپنا نفع و ضرر جو عورت جانتی ہے وہ اس سے ناواقف ہیں اور وہ نفع و نقصان انکی طرف عائد ہونیوالا ہے اور استیمار صراحتہً انکی زبان سے اجازت دینے کو کہتے ہیں اور استیذان اجازت طلب کرنیکو اور انکے منع کرنے کو کہتے ہیں اور ادنی مرتبہ اسکا سکوت ہے۔ اور حدیث شریف میں بالغہ باکرہ سے استیذان مراد ہے نہ صغیرہ کیونکہ ہنوز وہ ناسمجھ ہے اور حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ کا نکاح بلا استیذان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے اور انکی عمر اسوقت میں چھ سال کی تھی اور آپ نے فرمایا ہے ایما عبد تزوج بغیر الخ جو غلام اپنے مولا کے بغیر اجازت نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔ میں کہتا ہوں چونکہ غلام اپنے مولا کی خدمت میں مشغول رہتا ہے اور نکاح اور اس کے لوازمات یعنے اس کے ساتھ غمخواری کرنا اور اسکے پاس جانا ایسی چیزیں ہیں کہ جن کی وجہ سے مولا کی خدمتگزاری میں نقصان آجاتا اسلیے ضرور ہے کہ غلام کا نکاح اُس کے مولا کی اجازت پر موقوف رکھا جائے اور چھوکری کا نکاح بطریق اولی مولا کی اجازت پر موقوف ہونا چاہیے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فانکحوھن الخ یعنی ان کے مولا کی اجازت سے نکاح کرو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو حاجت یعنے نکاح وغیرہ کے وقت تشہد تعلیم فرمایا۔

[1] عاہر کے معنی زانی کے ہیں ۱۲

[2] عاہر زانی ۱۲ [3] ای النکاح وغیرہ تم وقولہ ان الحمد للہ الخ ... نفسنا ۱۲ الخ

الحمد لله نستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله ويقرأ ثلاث آيات يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون واتقوا الله الذي تساءلون به والارحام ان الله كان عليكم رقيبا. يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا يصلح لكم اعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما اقول كان اهل الجاهلية يخطبون قبل العقد بما يرون من ذكر مفاخر قومهم ونحو ذلك يتوسلون بذلك الى ذكر المقصود والتنويه به وكان جريان الرسم بذلك مصلحة فان الخطبة مبناها على التشهير وجعل الشئ بمسمع ومرأى من الجمهور والتشهير مما يراد وجوده في النكاح ليتميز من السفاح وايضا فالخطبة لا تستعمل الا في الامور المهمة والاهتمام بالنكاح وجعله امرا عظيما بينهم من اعظم المقاصد فابقى النبي صلى الله عليه وسلم اصلها وغير وصفها وذلك انه ضم مع هذه المصالح مصلحة ملية وهي انه ينبغي ان يضم مع كل ارتفاق ذكر مناسب له وينوه في كل محفل بشعائر الله ليكون الدين الحق منشورة علامته ورايته ظاهرا شعاره واما الترفس فيها انواعا من الذكر كالحمد والاستعانة والاستغفار والتعوذ والتوكل والتشهد وآيات من القرآن واشار اليه°

حمد للہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ و اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ اور اس کے بعد یہ تین آیتیں پڑھے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ میں کہتا ہوں اہل جاہلیت قبل نکاح خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اس میں اپنی قوم کے مفاخر بیان کرتے تھے اور اسکو ذکر مقصود کا وسیلہ بنایا کرتے تھے اور اس کا اعلان چاہتے تھے اور اس رسم کے جاری ہونے میں مصلحت تھی ہو اسلئے کہ خطبہ کا مبنی اعلان اور ایک شے کے بمنزلہ سنی ہوئی اور دیکھی ہوئی کے گرداننے پر ہے اور نکاح میں اعلان کرنے میں یہ حکمت ہے تاکہ نکاح اور زنا میں تمیز ہو جائے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خطبہ کا استعمال مہتم بالشان امور میں کیا جاتا ہے اور نکاح کا اہتمام اور اسکا ایک عظیم الشان امر گرداننا اعظم مقاصد سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اصل کو باقی رکھا اور اس کی صورت میں تغیر فرمایا ہے بایں طور کہ ان کے ساتھ مصالح کے ساتھ مصلحت ملیہ کو شامل کر دیا ہے اس طرح پر کہ ہر ارتفاق کے ساتھ میں جو ذکر اسکے مناسب ہے ملایا جائے اور ہر جگہ پر شعائر الہی کی عظمت کیجائے تاکہ دین حق کے نشانات پھیل جائیں اور اس کے شعائر و امارات ظاہر ہو جائیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ اذکار مسنون فرمائے مثل حمد و استعانت و استغفار و تعوذ اور توکل اور تشہد کے اور کچھ آیات قرآنی اسمیں شامل کیں اور ایں۔

۵ نیز مروجہ خطبات نکاح میں وہ وہ مسائل اور ہدایات بطور وعظ بیان ہیں جو کہ ہمیشہ یاد رکھنے سے نکاح کی بنیاد قائم رہتی ہے۔

المصلحة بقوله كل خطبة ليس فيها تشهد فهي كاليد الجذماء[1] وقوله كل كلام لا يبدأ فيه بالحمد لله فهو اجذم وقال صلى الله عليه وسلم فصل ما بين الحلال والحرام الصوت والدف في النكاح وقال صلى الله عليه وسلم اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه الدفوف اقول كانوا يستعملون الدف والصوت في النكاح وكانت تلك عادة فاشیتہ فيهم لا يكادون يتركونها في النكاح الصحيح الذي ابقاہ النبي صلى الله عليه وسلم من الانكحة الاربعة[2] على ما بينته عائشة رضي الله تعالى عنها وفي ذلك مصلحة وهي ان النكاح والسفاح لما اتفقا في قضاء الشهوة ورضا الرجل والمرأة وجب ان يؤمر بشيء يتحقق به الفرق بينهما بادي الرأي بحيث لا يبقى لاحد فيه كلام ولا خفاء وكان صلى الله عليه وسلم قد رخص في المتعة اياما ثم نهى عنها اما الترخيص اولا فلما كان حاجة تدعو اليه كما ذكره ابن عباس رضي الله عنهما انه لم يكن يومئذ استئجارا على مجرد البضع بل كان ذلك مغمورا في ضمن حاجات من باب تدبير المنزل كيف والاستئجار على مجرد البضع انسلاخ عن الطبيعة الانسانية وقباحة لا يمجها الباطن السليم واما النهي عنها فلارتفاع تلك الحاجة في غالب الاوقات

اور اس مصلحت کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کل خطبۃ الخ جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ دست بریدہ کے مانند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فصل ما بین الخ حلال و حرام میں یہی فرق ہے کہ نکاح میں آواز اور دف ہوتی ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اعلنوا الخ اس نکاح کا اعلان کرو یا کرو اور مساجد میں اسکو کیا کرو اور اسپر دف بجایا کرو میں کہتا ہوں کہ وہ لوگ نکاح میں دف اور آواز کا استعمال کیا کرتے تھے اور ان میں اسکی ایسی عادت جاری ہوگئی تھی۔ اس نکاح میں جس کو چار قسم کے نکاحوں میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا ہے متروک ہونے کا احتمال نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ان چاروں قسم کا بیان کیا ہے۔ اور اس میں ایک مصلحت یہ ہے کہ نکاح اور زنا دونوں قضاء شہوت اور مرد عورت کی رضامندی میں متفق ہیں لہذا ایک ایسی شے کا حکم دینا ضروری ہوا جس سے بادی الرائے میں وہ دونوں ایسے متمیز ہو جائیں کہ کسی کو اس میں کلام یا خفا باقی نہ رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ روز وں کے لئے متعہ کی اجازت دیدی تھی پھر اس سے ممانعت فرمادی اور اولا ضرورت کے سبب آپ نے اجازت دی تھی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے باب میں جو ایک شہر میں آئے اور وہاں اسکی بیوی نہ ہو ذکر کیا ہے کہ ابن عباس نے اسباب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان دنوں میں صرف جماع کے لئے متعہ نہ کرتے تھے بلکہ تدبیر خانہ کے متعلق مہمات اور حوائج کے ضمن میں بھی شامل ہوتا تھا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا ہے کہ صرف جماع کی خاطر متعہ کیا جائے چونکہ اس سے طبع انسانی سے خروج لازم آتا ہے۔ اور اس میں ایسی قباحت ہے جسے باطن سلیم قبول ہی نہیں کر سکتا۔ لیکن متعہ سے ممانعت اسلئے ہوئی کہ

[1] ای الق بها الجذام العنة المتهورة وقيل المقطوعة لا فائدة فيها وقوله فهو اجذم ای مقطوع البركة ۱۲

[2] الاول نكاح الاستبضاع كان الرجل يرسل امرأته الى الآخر ولا يجامعها حتى يتبين حملها من الآخر وكان هذا رغبة في نجابة الولد والثاني ان ما دون عشرة رجال كانوا يصيبون المرأة فاذا حملت ووضعت اجتمعوا عندها حسب طلبها وقالت لمن احبت ان هذا ابنك يا فلان فلا يستطيع ان يمتنع الرجل والثالث ان من الزواني من اذا حملت ووضعت اجتمع الناس ودعوا القافة فالحقوا ولدها بالذي يرون فينسب الولد اليه لا يمتنع الرجل منه والرابع النكاح الذي اليوم بين الناس فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم بالحق هدم نكاح الجاهلية كله الا نكاح الناس اليوم ۱۲

وآيضا ففى جريان الرسم به اختلاط الانساب لانها عند انقضاء تلك المدة تخرج من حيزه ويكون الامر بيدها فلا يدرى ماذا تصنع وضبط العدة فى النكاح الصحيح الذى بناؤه على التابيد فى غاية العسر فما ظنك بالمتعة واهمال النكاح الصحيح المعتبر فى الشرع فان اكثر الراغبين فى النكاح انما غالب داعيتهم قضاء شهوة الفرج وآيضا فان من الامر الذى يتميز به النكاح من السفاح التوطين على المعاونة الدائمة وان كان الاصل فيه قطع المنازعة فيها على اعين الناس وكانوا لا ينكحون الا بصداق لامور بعثتهم على ذلك وكان فيه مصالح منها ان النكاح لا تتم فائدته الا بان يوطن كل واحد نفسه على المعاونة الدائمة ويتحقق ذلك من جانب المرأة بزوال امرها من يدها ولا جائز ان يشرع زوال امره ايضا من يده والا انسد باب الطلاق وكان اسيرا فى يدها كما انها عانية بيده وكان الاصل ان يكونوا قوامين على النساء ولا جائز ان يجعل امرها الى القضاة فان مرافعة القضية اليهم فيها حرج وهم لا يعرفون ما يعرف هو من خاصة امره فتعين ان يكون بين عينيه خسارة مال ان اراد فك النظم لئلا يجترئ على ذلك الا عند حاجة لا يجد منها بدا فكان هذا نوعا من التوطين وآيضاعه فلا يظهر الاهتمام بالنكاح الا بمال يكون عوض البضع

اور نیز متعہ کی رسم کے جاری ہونے میں نسب کا اختلاط لازم آتا ہے کیونکہ اس مدت کے گذرتے ہی وہ عورت خاوند کے قبضہ سے باہر ہو جاتی ہے اور اُسکو اپنے نفس کا اختیار ہو جاتا ہے اب نہیں معلوم کہ وہ کیا کریگی اور عدت کا انضباط نکاح صحیح میں بھی جس کی بناء دوام پر ہوتی ہے نہایت دشواری سے ہوتا ہے تو پھر متعہ کا ذکر ہی کیا ہے دوسری بات یہ کہ اس رسم کے جاری ہونے میں نکاح صحیح کا جو شرع میں معتبر ہے اہمال لازم آتا ہے کیونکہ اکثر نکاح کرنے والوں کی خواہش غالبا شہوت فرج کا پورا کرنا ہوتا ہے اور نیز منجملہ ان امور کے جن سے نکاح اور زنا میں امتیاز ہوتی ہے ہمیشہ کے لئے معاونت پر استقرار ہے اگرچہ اصل اسمیں لوگوں کے سامنے قطع منازعت ہوتا ہے اور نکاح بغیر مہر کے نہیں کرتے تھے اور اسکی چند باعث و مصلحتیں تھیں، از انجملہ یہ ہے کہ نکاح کا فائدہ بدوں اس بات کے تمام نہیں ہوتا کہ ہر شخص معاونت دائمی پر اپنے نفس کو قائم رکھے اور عورت کی طرف سے اُسکی صورت یہ ہے کہ اسکو اپنا اختیار نہ رہے اور یہ بات روا نہ تھی کہ مرد کا بھی اختیار اُس سے نکال لیا جاتا ورنہ طلاق کا باب مسدود ہو جاتا اور مرد کے ہاتھ میں جسطرح عورت مقید ہے۔ اسی طرح وہ عورت کا مقید ہو جاتا اور اصل یہ بات ہے کہ مرد عورت پر حاکم ہے اور یہ بات بھی ناممکن تھی کہ قاضی کو انکا اختیار دیا جاتا کیونکہ قاضی کیطرف مقدمہ کے پیش کرنے میں لوگوں کو دقت ہوتی اور جو ہر شخص اپنا نفع ونقصان جانتا ہے۔ قاضی اس سے ناواقف ہے پس یہ بات متعین ہوگی کہ مہر مقرر کیا جائے تاکہ خاوند کو اُس نظم کے توڑنے میں مال کے نقصان کا خطرہ لگا رہے اور بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر اسکو چارہ نہ ہو اسپر جرأت نہ کرے پس مہر کے مقرر کرنے میں ایک قسم کی پائداری ہے۔ اور نیز نکاح کی عظمت بغیر مال کے جو مقصد کے یعنی شرمگاہ کے مقابلہ ہوتا ہے نہیں ظاہر ہوتی۔

عه قوله ايضا اى من وجوه النكاح هذا وجه واحد ١٢

فانہ الناس لما تشاحوا بالاموال شحا لم یتشاحوا بہ فی غیرہا کان الاہتمام لا یتم الا ببذلہا وبالاہتمام تقر اعین الاولیاء حین یملک ہو فلذة[1] اکبادہم وبہ یتحقق التمییز بین النکاح والسفاح وہو قولہ تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فلذلک ابقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجوب المہر کما کان ولم یضبطہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحد لا یزید ولا ینقص اذ العادات فی اظہار الاہتمام مختلفة والرغبات لہا مراتب شتی ولہم فی المشاحة طبقات فلا یمکن تحدیدہ علیہم کما لا یمکن ان یضبط ثمن الاشیاء المرغوبة بحد مخصوص ولذلک قال التمس ولو خاتما من حدید[1] وقال صلی اللہ علیہ وسلم من اعطی فی صداق امرأتہ ملء کفہ سویقا او تمرا فقد استحل[2] غیر انہ سن فی صداق ازواجہ وبناتہ ثنتی عشرة اوقیة ونشا وقال عمر رضی اللہ عنہ لا تغالوا[3] صدقات النساء فانہا لو کانت مکرمة فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولاکم بہا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث **اقول** والسر فیما سن انہ ینبغی ان یکون المہر مما یتشاح بہ ویکون لہ بال وینبغی ان لا یکون مما یتعذر اداؤہ عادة بحسب ما علیہ قومہ وہذا القدر نصاب صالح حسبما کان علیہ الناس فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذلک اکثر الناس بعدہ اللہم الا ناس اغنیاؤہم

کیونکہ لوگوں کو مال کی جس قدر حرص ہے کسی چیز کی نہیں ہے لہٰذا اسی کے صرف کرنے سے ایک چیز کا مہتم بالشان ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور اسکے مہتم بالشان ہونے سے اولیا کی آنکھیں اُس شخص کو اپنے لخت جگر کے مالک ہوتے دیکھنے سے ٹھنڈی ہو سکتی ہیں۔ اور نیز اسکے سبب سے نکاح و زنا میں امتیاز ہوتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا الخ یعنی بذریعہ مالوں کے تلاش کرو تم حفاظت کرنے والی نہ مستی نکالنے والی۔ اور اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب مہر کو بدستور باقی رکھا اور کسی ایسی حد سے جس میں کمی و بیشی ہو سکے منضبط نہیں فرمایا اس لئے کہ اظہار اہتمام میں عادات اور رغبتیں مختلف ہیں اور حرص کے درجات اور طبقات جُدا جُدا ہیں پس ان کے لئے ایک حد کا مقرر کرنا ناممکن ہے جس طرح اشیاء مرغوبہ کا ثمن ایک حد معین کے ساتھ منضبط کرنا ناممکن ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا التمس الخ تلاش کر اگرچہ لوہے کی ایک انگشتری ہو۔ اور فرمایا من اعطی الخ جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوہارے دیدیے پس اسنے حلال کر لیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج و بنات مطہرات کے مہر میں ساڑھے بارہ اوقیہ معین کر رکھے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ تم عورتوں کے مہر بھاری بھاری مقرر مت کرو اس لئے کہ زیادہ مہر مقرر کرنے میں اگر دنیا کی عزت یا خدا کے نزدیک پرہیزگاری ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے زیادہ بطریق اولیٰ اس بات کا لحاظ فرماتے الحدیث میں کہتا ہوں کہ مہر مسنون میں حکمت یہ ہے کہ مہر اسقدر اس حالت کے اعتبار سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے تھے کافی مقدار ہے اور اسیطرح آپ کے بعد بھی لوگوں کی یہی عادت تھی بار خدایا۔ مگر وہ لوگ جن کے اغنیاء

[1] قالہ لرجل سألہ ان یزوجہ امرأة وہبت نفسہا لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال زوجنیہا ان لم یکن لک فیہا حاجة فقال ہل عندک من شئ تصدقہا قال ما عندی الا ازاری ہذا قال فالتمس الحدیث ۱۲

[2] محمول علی المعجل منہ قولہ نشا ای نصفا ۱۲

[3] ای المغالات ۱۲

بمنزلۃ المملوك على الاسرة وكان اهل الجاهلية يظلمون النساء في صدقاتهن بمطل او نقص فانزل الله تعالى واٰتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لكم الاية وقال الله تعالى لا جناح عليكم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة الاية **اقول** الاصل في ذلك ان النكاح سبب الملك والدخول بها اثره والشئ انما يراد باثره وانما يترتب الحكم على سببه فلذلك كان من حقهما ان يوزع الصداق عليهما وبالموت يتقرر الامر ويثبت حيث لم يرده حتى مات وما انفك عنه حتى حال بينه وبينه الموت وبالطلاق يرتفع الامر وينفسخ وهو شبه الرد والاقالة اذا تمهد هذا **فنقول** كانت في الجاهلية مناقشات في باب المهر وكانوا يتشاحون بالمال ويحتجون بامور فقضى الله تعالى فيها بالحكم العدل على هذا الاصل فان سمى لها شيئا ودخل بها فلها المهر كاملا سواء مات عنها او طلقها لانه تقرر سبب الملك واثره وافضى الزوج اليها وهو قوله تعالى وقد افضى بعضكم الى بعض واخذن منكم ميثاقا غليظا وان سمى لها ولم يدخل بها ومات عنها فلها المهر كاملا لانه بالموت تقرر الامر وعدم الدخول غير ضار والحالة هذه لانه سبب متاكد وان طلقها فلها نصف المهر على هذه الاية لتحقق احد الامرين دون الاخر فحصل شبهان شبه بالخطبة من غير نكاح وشبه بالنكاح التام وان لم يسم لها شيئا ودخل بها فلها مثل صداق نسائها لا وكس ولا شطط

بمنزلہ بادشاہوں کے ہیں۔ اور اہل جاہلیت عورتوں پر مہر دینے میں ظلم کیا کرتے تھے یا تو تاخیر بہت کرتے تھے۔ یا کمی کے ساتھ دیا کرتے تھے اسلئے اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی اٰتوا النساء الخ تم پر کچھ مضائقہ نہیں اگر تم عورتوں کو بدوں ہاتھ لگائے یا بدوں کچھ مقرر کئے طلاق دیدو۔ میں کہتا ہوں اصل اسمیں یہ ہے کہ نکاح ملک کا سبب ہے اور دخول اُسکا اثر ہے اور ایک شئے سے اُسکا اثر مراد ہوا کرتا ہے اور حکم اسکے سبب پر مرتب ہوتا ہے اسلئے نکاح اور دخول اس بات کے مستحق ہوئے کہ مہر انکے اوپر تقسیم کیا جائے اور مرنے کی وجہ سے نکاح کا اثر ثابت وقایم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مرنے کے وقت تک اُسنے نکاح کو رد نہیں کیا اور اس سے روگردانی نہیں کی حتی کہ اسکے اور نکاح کے مابین موت حائل ہو گئی۔ اور طلاق سے نکاح کا رفع اور فسخ ہو جاتا ہے اور وہ بمنزلہ رد و اقالہ کے ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں مہر کے باب میں ایام جاہلیت میں بہت سے مناقشے اور نزاع و رنجش رہتے تھے اور مال کی لوگوں کو حرص تھی۔ اور بہت سے امور سے حجت کیا کرتے تھے لہذا خدا تعالیٰ نے اس اصل کے موافق اُن منازعات کا فیصلہ کامل کر دیا پس اگر عورت کے لئے کچھ مقرر کیا ہے اور اسکے ساتھ دخول کر لیا تو اسکو کامل مہر دینا پڑیگا خواہ مر جائے یا طلاق دے کیونکہ اسکے ملک کا سبب اور اثر تمام ہو گیا اور خاوند نے اس سے دخول کر لیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وقد افضى الخ اور البتہ بعض تم میں سے بعض کی طرف پہنچ گیا ہے اور ان بیویوں نے تم سے نہایت پختہ عہد لیا ہے اور اگر اُس کا مہر مقرر کر دیا ہے اور بغیر دخول کئے مر گیا تو عورتوں کو کامل مہر دیا جائیگا کیونکہ مرنے سے نکاح ثابت ہو گیا اور ایسی حالت میں عدم دخول کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ وہ اسمانی حکم ہے اور اگر قبل از دخول اسکو طلاق دے تو اسکو نصف مہر دلایا جائیگا موافق اس آیت کریمہ کے کیونکہ یہاں احد السببین میں سے ایک سبب پایا جاتا ہے نہ دوسرا پس اس میں دو مشابہتیں پائی جاتی ہیں ایک تو صرف منگنی کے ساتھ اور دوسری نکاح تام کے ساتھ اور اگر کچھ مہر بھی مقرر نہیں کیا اسکو اس کے کنبہ کی سی عورتوں کا مہر دلایا جائے گا اس سے کم و بیش

وعليها العدة ولها الميراث لانه تم بها العقد بسببه واثره فوجب ان يكون لها مهر وانما يقدر الشئ بنظيره وشبهه وصداق نسائها اقرب ما يقدر به فى ذلك وان لم يسم لها شيئا ولم يدخل بها فلها المتعة لانه لا يجوز ان يكون عقد نكاح خاليا عن المال وهو قوله تعالى ان تبتغوا باموالكم ولا سبيل الى ايجاب المهر لعدم تقرر الملك ولا التسمية فقدر دون ذلك بالمتعة وجعل النبى صلى الله عليه وسلم مرة سورا من القرآن مهرا لان تعليمها امر ذو بال يرغب فيه ويطلب كما ترغب وتطلب الاموال فجاز ان يقوم مقامها وكان الناس يعتادون الوليمة قبل الدخول بها وفى ذلك مصالح كثيرة **منها** التلطف باشاعة النكاح وانه على شرف الدخول بها اذ لا بد من الاشاعة لئلا يبقى محل لوهم الواهم فى النسب وليتميز النكاح عن السفاح بادى الرأى ويتحقق اختصاصه بها على اعين الناس **ومنها** شكر ما اولاه الله تعالى من انتظام تدبير منزل بما يصير الى عباده وينفعهم به **ومنها** البر بالمرأة وقومها فان صرف المال لها وجمع الناس فى امرها يدل على كرامتها عليه وكونها ذات بال عنده ومثل هذه الامور لا بد منها فى اقامة التاليف فيما بين اهل المنزل لاسيما فى اول اجتماعهم **ومنها** ان تجدد النعمة حيث ملك ما لم يكن مالكا يورث الفرح والنشاط والسرور ويهيج على صرف المال وفى اتباع تلك الداعية التمرن على السخاوة وعصيان داعية الشح الى غير ذلك من الفوائد والمصالح فلما كان فيها جملة صالحة من فوائد السياسة المدنية والمنزلية وتهذيب النفس

اور اس پر عدت واجب ہوگی اور میراث پائیگی کیونکہ عقد اسوقت میں بسبب و اثرہ تام ہو چکا پس ضروری ہوا کہ اسکو مہر دلایا جائے اور ہر چیز کا اندازہ اسکی نظیر اور مثل سے ہوتا ہے اور کنبہ کی عورتوں کا مہر اس اندازہ کے لئے بہت مناسب ہے اور اگر اسکا نہ مہر مقرر کیا اور نہ اس سے دخول کیا تو اسکو متاع یعنی جوڑہ وغیرہ دینا پڑے گا۔ کیونکہ عقد نکاح بغیر مہر کے ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا الخ اور اس صورت میں مہر کے واجب کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی کیونکہ یہاں نہ مہر مقرر۔ نہ ملکیت کا تقرر ہے۔

اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سور قرآنی مہر مقرر کیا کیونکہ انکا سکھانا بھی ایک مہتم بالشان کام ہے۔ اور مثل مال کے مرغوب اور مطلوب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبل از دخول ولیمہ کرنے کا دستور تھا۔ اور اسمیں بہت سے مصالح تھے از انجملہ اسمیں نہایت خوبی کے ساتھ نکاح اور اس بات کی اشاعت ہو کہ بیوی سے دخول کرنا چاہتا ہے اور یہ اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب میں کسی کو وہم کرنیکی گنجائش نہ ہو اور نکاح و زنا کی تمیز بادی الرائے میں معلوم ہو جاوے اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس عورت کے ساتھ اس کا اختصاص ثابت ہو جاوے اور از انجملہ یہ ہے کہ بیوی اور اسکے کنبہ کے ساتھ نیکی و سلوک پایا جاتا ہے کیونکہ عورت کے لئے مال کا خرچ کرنا اور لوگوں کا اسکے بارہ میں جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت و عزت ہے اور میاں بیوی کے مابین الفت قائم کرنے میں اس قسم کے امور خصوصاً ابتدائی اجتماع میں ضروری ہوتے ہیں۔ از انجملہ یہ ہے کہ ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا یعنی جو چیز غیر مملوک تھی اسکا ملک میں داخل ہو جانا سرور و خوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کے اتباع میں سخاوت کی عادت اور خواہش بخل کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکے علاوہ بہت سے فوائد اور مصالح ہیں۔ پس چونکہ سیاست مدنیہ اور منزلیہ اور تہذیب نفس

والاحسان وجب ان يبينها النبي صلى الله عليه وسلم ويرغب فيها ويحث عليها ويفعل هو بها ولم
يضبطه النبي صلى الله عليه وسلم بحد مثل ما ذكرنا في المهر والحد الوسط الشاة واولم صلى الله عليه
وسلم على صفية رضي الله عنها بحيس واولم على بعض نسائه بمدين من شعير **قال** اذا دعي احدكم
الى الوليمة فليأتها **وفي رواية** فان شاء طعم وان شاء ترك **اقول** ما كان من الاصول الشرعية انه
اذا امر واحد ان يصنع بالناس شيئا لمصلحة فمن موجب ذلك ان يجب الناس على ان ينقادوا له
فيما يريد ويمتثلوا ويلبوا دعوته والا لما تحققت المصلحة المقصودة بالامر فلما امر هذا ان يقيم
امر النكاح بوليمة يصنع للناس وجب ان يؤمر اولئك ان يجيبوه الى طعامه فان كان صائما
ولم يطعم فلا بأس بذلك فانه حصلت الاشاعة المقصودة وايضا فمن الصلة ان يجيبه اذا
دعي وفي جريان السنة بذلك انتظام امر المدينة والحي **وقال** صلى الله عليه وسلم انه ليس لي
او لنبي ان يدخل بيتا مزوقا **اقول** لما كانت الصور يحرم استعمال الثوب المصنوعة هي فيه كان
من مقتضى ذلك ان يهجر البيت الذي فيه تلك الصور وان تقام الملامة في ذلك لا سيما الانبياء
عليهم السلام فانهم بعثوا آمرين بالمعروف وناهين عن المنكر وايضا فلما كان استحسان التجمل
البالغ سببا لشدة خوضهم في طلب الدنيا وقد وقع ذلك في الاعاجم حتى انساهم ذكر الاخرة

اور احسان کے متعلق کافی فوائد پائے جاتے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو باقی رکھنا اور اسکی طرف رغبت
و حرص دلانا اور خود بھی اسکو عمل میں لانا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ہم مہر کے متعلق
بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اسکی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی مگر وسط درجہ کی حد بکری ہے اور آپ نے حضرت صفیہ
کے ولیمہ میں لوگوں کو مالیدہ کھلایا تھا اور آپ نے بعض بیویوں کا ولیمہ دو مد جو سے کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دعی الخ تم میں سے جب کوئی شخص ولیمہ کے لئے بلایا جائے تو چلا آئے اور ایک روایت
میں آیا ہے اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے۔ میں کہتا ہوں جب اصول شرعیہ سے یہ بات تھی کہ جب کسی شخص کو
کسی مصلحت سے لوگوں کے لئے کچھ تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو ضرور ہوا کہ لوگوں کو بھی اسکی اطاعت اور فرمانبرداری
اور بجا آوری کرنے کی طرف رغبت دلائی جائے ورنہ وہ مصلحت جو اس امر سے مقصود ہے متحقق نہ ہوگی پس جب
خاوند کو لوگوں کے لئے کھانا تیار کرکے اشاعت کرنے کا حکم دیا گیا تو ان لوگوں کے لئے اس حکم کا دینا ضروری ہوا کہ
اسکی دعوت کو قبول کریں اور اگر ان کا روزہ ہو تب بھی آجائے اور کھانا نہ کھائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ایسے ہی وہ
اشاعت مقصود حاصل ہوگئی۔ اور نیز میل جول کا مقتضے یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان بلائے تو اسکو
ضرور قبول کرے اور اس رسم کے جاری ہونے میں شہر اور قبیلہ کا انتظام ہے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
انہ لیس لی الخ نہ میرے لئے اور نہ کسی اور نبی کے لئے مناسب ہے کہ کسی مزین و منقش گھر میں جائے۔ میں کہتا ہوں کہ
چونکہ صورتوں کا بنانا اور اس کپڑے کا استعمال کرنا جس میں صورتیں بنی ہوئی ہوں حرام ہے پس انکا مقتضے ہوا کہ جس گھر میں
وہ صورتیں موجود ہوں اس گھر کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اسپر ملامت کرنا چاہیئے خاصکر انبیاء علیہم السلام تو امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کے لئے ہی مبعوث کئے گئے ہیں اور علاوہ بریں زینت بالغ کا عمدہ جاننا دنیا کی طلب میں نہایت استغراق کا سبب
اور عجمیوں پر اسکی ایسی آفت پڑی کہ اسکی وجہ سے ذکر آخرت کا بھی بھول گئی

سلہ بہ طعام نہ زائد ... سلہ ... [illegible]
المقام ... [illegible]

وجب ان یکون فی الشرع ناهیة عن ذلك واظهار نفرة عنه ونهی صلی الله علیه وسلم عن طعام المتباریین ان یؤکل **اقول** کان اهل الجاهلیة یتفاخرون یرید کل واحد ان یغلب الآخر فیصرف ماله بذلك لغرض دون سائر النیات وفیه حقد وفساد ذات البین واضاعة المال من غیر مصلحة دینیة ومدنیة وانما هو اتباع داعیة نفسانیة فلذلك وجب ان یهجر امره ویسد هذا الباب واحسن ما ینهی به ان لا یؤکل طعامه ؛ **وقال صلی الله علیه وسلم** اذا اجتمع داعیان فاجب اقربهما بابا وان سبق احدهما فاجب الذی سبق **اقول** لما تعارضا طلب الترجیح وذلك اما بالسبق او بالقرب ؛

المحرمات الاصل فیها قوله تعالی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الی قوله غفورا رحیما وقوله صلی الله علیه وآله وسلم امسك اربعا وفارق سائرهن وقوله صلی الله علیه وسلم لا تنکح المرأة علی عمتها الحدیث وقوله تعالی الزانی لا ینکح الا زانیة الآیة اعلم ان تحریم محرمات المذکورة فی هذه الآیات کان امرا شائعا فی اهل الجاهلیة مسلما عندهم لا یکادون یترکونه اللهم الا اشیاء یسیرة کانوا ابتدعوها من عند انفسهم بغیا وعدوانا کنکاح ما نکح آباؤهم

لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ شرع میں اس سے نہی اور اظہار نفرت چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فخر کرنے والوں کے کھانا کھانے سے نہی فرمائی ہے میں کہتا ہوں کہ اہل جاہلیت باہم فخر کیا کرتے تھے اور ہر ایک کا دوسرے پر غلبہ مقصود تھا تو وہ مال کو صرف اس غرض سے خرچ کیا کرتے تھے اور کوئی نیت اسمیں نہیں ہوتی تھی اور اسمیں عداوت اور باہمی فساد اور بلا کسی دینی اور مدنی مصلحت کے مال کا ضائع کرنا تھا اور صرف اسمیں خواہش نفسانی کا اتباع ہوتا تھا اور اسلیئے ضروری ہوا کہ انکے بلانے کی تعمیل نہ کیجائے اور انکی اہانت کیجائے اور اسباب کو بند کیا جائے اور عمدہ صورت انکے باز رکھنے کی یہ ہے کہ اسکا کھانا نہ کھایا جائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا اجتمع الخ جبکہ دو شخص ساتھ ساتھ دعوت کریں تو ان دونوں میں سے جسکا دروازہ قریب ہے اسکی دعوت قبول کرو اور اگر ان دونوں سے ایک پہلے کرے تو اسکی قبول کرو میں کہتا ہوں جب دونوں کا تعارض ہوا تو ترجیح کی حاجت ہوئی اور اسکی دو صورتیں ہیں یا دعوت میں سبقت کرنے سے یا مکان کے قریب ہونے سے ؛

اُن عورتوں کا بیان جن سے نکاح کرنا حرام ہے

اصل اس میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم واللہ غفور رحیم تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امسک اربعا وفارق سائرہن چار رہنے دے اور باقی کو چھوڑ دے اور فرمایا ہے لا تنکح المرأۃ علی عمتہا الخ کہ عورت سے اسکی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے اور اللہ پاک فرماتا ہے الزانی لا ینکح الا زانیۃ الایۃ زانی زانیہ سے نکاح کرے معلوم کرو کہ محرمات مذکورہ فی الایۃ کی حرمت اہل جاہلیت میں مشہور و مسلم تھی کہ جسکو وہ نہیں چھوڑ سکتے تھے بار خدایا مگر تھوڑی سی باتیں جو انہوں نے بطریق سرکشی اور فسق کے اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھیں مثلاً باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا ۔

لہ ای المتفاخرین ۱۲ لہ والحدیث بتمامہ نہی ان تنکح المرأۃ علی عمتہا او علی خالتہا [illegible]

والجمع بين الاختين وكانوا تواردوا تحريمها طبقة عن طبقة حتى صار لا يخرج من قلوبهم الا ان تمزع[1] وكان في تحريمها مصالح جليلة فابقى الله تعالى عز وجل امر المحرمات على ما كان وسجل عليهم بما كانوا تقاولوا فيه والاصل في التحريم امور **منها** جريان العادة بالاصطحاب والارتباط وعدم امكان لزوم الستر فيما بينهم وارتباط الحاجات من الجانبين على الوجه الطبيعي دون الصناعي فانه لو لم تجر السنة بقطع الطمع عنهن والاعراض عن الرغبة فيهن لهاجت مفاسد لا تحصى وانت ترى الرجل يقع بصره على محاسن امرأة اجنبية فيتوله بها ويقتحم في المهالك لاجلها فما ظنك فيمن يخلو معها وينظر الى محاسنها ليلا ونهارا وايضا لو فتح باب الرغبة فيهن ولم يسد ولم تقم اللائمة عليهم فيه افضى ذلك الى ضرر عظيم عليهن فانه سبب عضلهم اياهن عمن يرغبن فيه لانفسهم فانه بيدهم امرهن واليهم انكاحهن وان لا يكون لهن ان نكحوهن من يطالبهم عنهن حقوق الزوجية مع شدة احتياجهن الى من يخاصم عنهن ونظيره ما وقع في اليتامى كان الاولياء يرغبون في مالهن وجمالهن ولا يوفون حقوق الزوجية فنزل وان خفتم الا تقسطوا في اليتامى فانكحوا ما طاب لكم من النساء الآية بينت ذلك عائشة

اور دو بہنوں کو جمع کرنا اور ان محرمات کی تحریم برابر قرناً بعد قرن انمیں چلی آتی تھی جسکا انکے دلوں سے نکلنے کا احتمال نہ تھا بجز اس صورت کے کہ کوئی شخص غضبناک ہونیکے سبب سے باہر ہو جائے اور انکی تحریم میں بڑی بڑی مصلحتیں تھیں لہذا خدا تعالیٰ نے محرمات کا حکم برقرار رکھا اور جسمیں انکو کاہلی و سستی ہو گئی تھی انکی حرمت کو خوب مستحکم کر دیا اور تحریم کے اندر اصل کئی امر ہیں۔ از انجملہ صحبت اور ارتباط کی عادت کا جاری ہونا اور انمیں باہم پردے کا التزام ناممکن ہونا اور جانبین سے طبعی طور پر حاجات کا ارتباط نہ کہ مصنوعی طور پر پس اگر ان عورتوں سے طمع کے قطع ہونے اور ان کی طرف سے اعراض کا طریقہ جاری نہ ہو تو بے انتہا مفاسد پیدا ہوں۔ اور دیکھتے ہو کہ جب کسی شخص کی نگاہ ایک اجنبی عورت کے محاسن پر پڑتی ہے تو وہ اسپر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اسکی خاطر اپنی جان کو ہلاک کر دیتا ہے پس جس عورت پر رات دن نگاہ پڑتی رہتی ہے اور تنہائی میں بھی انکے ساتھ رہتا ہے تو اسکا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور نیز اگر ان عورتوں کیطرف رغبت کا دروازہ مفتوح کیا جائے اور اسکو مسدود نہ کیا جائے اور مردوں پر انکی طرف سے ملامت نہ کیجائے تو انہیں عورتوں کو ضرر عظیم لازم آتا ہے اسواسطے کہ ایسے وقت میں وہ لوگ عورتوں کو اپنے پاس رکھا کریں اور عورتوں کو جنسے نکاح کرنے کی رغبت ہو وہ انکے ساتھ نکاح سے مانع ہوا کریں کیونکہ انکا اور ان کے نکاح کا اختیار انہیں اولیاء کو ہوا کرتا ہے اور دوسرے جب یہ اقارب خود ان عورتوں سے نکاح کر لیا کریں تو کوئی شخص عورتوں کیطرف سے ان اقارب سے حقوق زوجیت کا مطالبہ کرنیوالا نہ ہوگا باوجودیکہ عورتوں کو اسبات کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی شخص انکی طرف سے حقوق زوجیت کا خاوند سے مطالبہ کرنیوالا ہو اور اسکی نظیر وہ ہے جو یتیم لڑکیوں میں ہو چکی ہے کہ اولیا کو انکے مال اور جمال کیطرف رغبت ہوتی تھی اور حقوق زوجیت کو پورے طور پر ادا نہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ اگر تمکو یتیموں میں انصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو عورتوں میں جو تمہارے پسند آئیں ان سے نکاح کرو حضرت عائشہ نے اسکو بیان کیا ہے اور ۔

[1] ای تقطع عن النفس ۱۲

وهذا ارتباط على الوجه الطبيعي واقع بين الرجال والامهات والبنات والاخوات والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت **ومنها الرضاعة** فان التي ارضعت تشبه الام من حيث انها سبب اجتماع امشاج بنيته وقيام هيكله غير ان الام جمعت خلقته في بطنها وهذه درت عليه سد رمقه في اول نشأته فهي ام بعد الام واولادها اخوة بعد الاخوة وقد قاست في حضانته ما قاست وقد ثبت في ذمته من حقوقها ما ثبت وقد رأت منه في صغره ما رأت فيكون تملكها والوثوب عليها مما تمجه الفطرة السليمة وكم من بهيمة عجماء لا تلتفت الى امها والى مرضعتها هذه اللفتة فما ظنك بالرجال وايضا فان العرب كانوا يسترضعون اولادهم في حي من الاحياء فيشب فيهم الوليد ويخالطهم كمخالطة المحارم ويكون عندهم للرضاعة لحمة كلحمة النسب فوجب ان يحمل على النسب وهو قوله صلى الله عليه وسلم يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة ولما كان الرضاع انما صار سببا للتحريم لمعنى الملحق بالام في كونها سببا لقيام بنية المولود وتركيب هيكله وجب ان يعتبر في الارضاع شيئان احدهما القدر الذي يتحقق به هذا المعنى فكان فيما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهن مما يقرأ

اور یہ ارتباط طبعی طور پر مرد اور اُسکی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی میں واقع ہوتا ہے اور ان میں سے رضاعت ہے کیونکہ دودھ پلانیوالی عورت مثل ماں کے ہو جاتی ہے اسلئے کہ وہ اخلاط بدن کے اجتماع اور اُسکی صورت کے قائم ہونے کا سبب ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ ماں نے اپنے شکم میں اُسکے وجود کو جمع کیا ہے اور اُس نے ابتدا نشو میں بقدر سد رمق کے اُس کو دودھ پلایا ہے پس وہ فی الحقیقت بعد ماں کے ماں ہے اور دودھ پلانے والی اولاد بہن بھائیوں کے بعد اُسکے بہن بھائی ہیں اور اُسکی پرورش میں جو کچھ تکلیف اٹھائی ہے اور بچے کے ذمہ جو جو حقوق اُسکے ثابت ہوئے ہیں اور طفولیت میں جو جو ایں اُس شیر خوار کیطرف سے اسکو پیش آئی ہیں وہ ظاہر ہیں پس اُس کا مالک ہو جانا اور اُسکو اپنی جورو بنا لینا اور اُسکے سے توجہ کرنا ایسی چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے اور بیزبان جانور بہت ایسے ہیں جو اپنی ماں یا دودھ پلانیوالی کیطرف اسقدر التفات نہیں کرتے جسقدر اجنبی مادہ کیطرف توجہ ہوتی ہے اور آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز عرب کے لوگ اپنی اولاد کو مختلف قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں دودھ پلانے کو دے دیتے ہیں اور وہ شیر خوار وہیں پرورش پا کر جوان ہو جاتا تھا اور محارم کے مثل اُن لوگوں کے ساتھ اُس کا اختلاط ہوتا ہے اور عرب کے نزدیک نسب کے علاقہ کے مانند شیر خوری کا بھی علاقہ ہے پس نسب پر اُسکا محمول کرنا ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یحرم من الرضاعة الخ جو چیز ولادت سے حرام ہو جاتی ہے وہی چیز دودھ کے ذریعہ سے بھی حرام ہو جاتی ہے اور چونکہ رضاع کے سبب تحریم ہونے کی وجہ ماں کے ساتھ بنیہ مولود اور اُس کی صورت کی ترکیب کا سبب ہونے میں مشابہت ہے لہذا رضاع میں دو چیزوں کا اعتبار ضروری ہوا ایک تو وہ مقدار جس سے تحریم کے معنی متحقق ہوتے ہیں پس قرآن مجید کے اندر دس گھونٹ معین جن کی وجہ سے حرمت ثابت ہوتی ہے نازل ہوئے پھر پانچ معین سے وہ منسوخ ہو گئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔

لہ یعنی اخلاط ۱۲

فی القرآن اما التحدید بخمس فلانه لما کان المعنی موجودا فی الکثیر دون القلیل وجب عند التشریع
ان یضرب بینهما حد یرجع الیه عند الاشتباه واما التقدیر بعشر فلان العشر اول حد
مجاوزة العدد من الآحاد وتدرج فی العشرات واول حد یستعمل فیه جمع الکثرة
ولا یستعمل فیه جمع القلة فکان نصابا صالحا لضبط الکثرة المعتد بها المؤثرة فی
بدن الانسان اما النسخ بخمس فللاحتیاط لان الطفل اذا رضع خمس رضعات غزیرات
یظهر الرونق والانتفاخ علی وجهه وبدنه واذا اصابه عوز اللبن فی هذه الرضعات وکانت
المرضع غیر ذات در ظهر علی بدنه القحول والهزال وهذه ایضا سبب التنبه وقیام الهیکل
وما دون ذلک لا یظهر اثره قال صلی الله علیه وسلم لا تحرم الرضعة والرضعتان
ولا تحرم المصة والمصتان ولا تحرم الاملاجة ولا الاملاجتان واما علی قول من قال یحرم
الکثیر والقلیل فالسبب تعظیم امر الرضاع وجعله کالمؤثر بالخاصیة کسنة الله تعالی فی سائر
ما لا یبین لله مناط حکمه والثانی ان یکون الرضاع فی اول قیام الهیکل وتشبح صورة الولد
والا فهو غذاء بمنزلة سائر الاغذیة الکائنة بعد التشبح وقیام الهیکل کالشاب یأکل الخبز
قال صلی الله علیه وسلم انما الرضاعة من المجاعة وقال صلی الله علیه وسلم لا یحرم من الرضاع

قرآن پاک میں تلاوت کی جاتی تھی۔ پانچ معین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حرمت کے معنی چونکہ کثیر میں پائے جاتے تھے نہ قلیل میں اس لیے
اس حکم کے مقرر کرتے وقت ایک حد کا مقرر کرنا بھی ضروری ہوا جس کی طرف وقت اشتباہ کے رجوع کیا جائے
اور دس سے اندازہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ عدد میں آحاد سے تجاوز کرنے کی اول حد ہے اور دہائیوں میں ترقی
کے اعتبار سے دودھ پلانی ہے یعنی دہائیوں جو عدد ہے اُنہیں پلاتی ہے اور نیز وہ جمع کثرت کی ابتدا ہے اور جمع
قلت کا اُس میں استعمال نہیں ہوتا پس کثرت معتد بہا کے انضباط کے لیے جس کا بدن انسانی میں اثر ہوتا ہے یہ کافی مقدار ہے
اور پانچ سے منسوخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسمیں احتیاط ہے اسلیئے کہ جب بچے کو پانچ بڑے بڑے گھونٹ پلائے جاویں
تو اسکے چہرہ و بدن پر رونق و تازگی ظاہر ہو جاتی ہے اور جب یہ گھونٹ چھوٹے چھوٹے ہوں اور دودھ پلانے والی کے دودھ
کم ہو تو اسکے بدن پر لاغری اور کمزوری اور یبوست ظاہر ہونے لگتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ گھونٹوں
سے اس کا نشوونما ہو سکتا ہے اور اس کا بدن قائم رہ سکتا ہے اور اس سے کم کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تحرم الخ یعنی ایک گھونٹ دو گھونٹ حرام کرتے ہیں نہ ایک چسکی دو چسکیاں اور نہ ایک دھار
اور دو دھاریں اور جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ کثیر قلیل دونوں اثبات حرمت میں برابر ہیں تو اس کا سبب امر رضاع
کی تعظیم اور اسکا بخاصیت موثر گردانتا ہے جیسے تمام اُن چیزوں میں جنکے حکم کا مدار نہیں معلوم ہوتا حق تعالیٰ کا دستور جاری ہے
دوسرے یہ ہے کہ رضاع بچے کی شکل و صورت کے قائم ہونے کی ابتدا کی حالت میں پائی جائے ورنہ وہ دودھ اور غذا کے
مانند ہوگا جو صورت و شکل قائم ہونے کے بعد کھائی جاتی ہیں جیسے جوان آدمی روٹی کھاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے انما الرضاعة من المجاعة کہ البتہ دودھ پلانا بھوک کے وقت ہے اور فرمایا ہے
لا یحرم من الرضاع۔ یعنی وہی دودھ پلانا حرام کرتا ہے۔

له سنن ۱۲

ع ابن ماجہ اسنن ۱۲

الأمعاء[1] في الثدي وكان قبل الفطام. **ومنها** الاحتراز عن قطع الرحم بين الأقارب فإن الضرتين تتحاسدان وينجر البغض إلى أقرب الناس منها والحسد بين الأقارب أخنع وأشنع وقد كره جماعات من السلف ابنتي عم لذلك فما ظنك بامرأتين أيهما فرض ذكرا حرمت عليه الأخرى كالأختين والمرأة وعمتها والمرأة وخالتها وقد اعتبر النبي صلى الله عليه وسلم هذا الأصل في تحريم الجمع بين بنت النبي صلى الله عليه وسلم وبنت عدو الله فإن الحسد من الضرة واستخدامها من الزوج كثيرا ما يجران إلى بغضها أو بغض أهلها وبغض النبي صلى الله عليه وسلم ولو بحسب الأمور المعاشية يفضي إلى الكفر والأصل في هذا الإجماع الأختان ونبه النبي صلى الله عليه وسلم بقوله لا يجمع بين امرأة وعمتها الحديث على وجه المسألة. **ومنها** المصاهرة فإنه لو جرت السنة بين الناس أن يكون للأم رغبة في زوج بنتها وللرجال في حلائل الأبناء وبنات نسائهم لأفضى إلى السعي في فك ذلك الربط أو قتل من يشح به وإن أنت تسمعت إلى قصص قدماء الفارسيين واستقريت حال أهل زمانك من الذين لم يتقيدوا بهذه السنة الراشدة وجدت أمورا عظاما ومهالك ومظالم لا تحصى وأيضا فإن الاصطحاب في هذه القرابة لازم والستر متعذر والتحاسد شنيع والحاجات من الجانبين

جو آنت لورے میں سے نکل کر آنتوں کو پہنچ جائے اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔ اور ان میں اقارب میں قطع رحم ہونے سے احتراز ہے کیونکہ دو سوکنوں میں ہمیشہ حسد رہتا ہے اور انکا باہمی بغض اُنکے اقارب کے ساتھ بغض کا سبب ہوتا ہے اور اقارب میں حسد کا ہونا نہایت قبیح اور شنیع امر ہے اسی لیے سلف کے چند گروہوں نے دو چچا کی بیٹیوں کا جمع کرنا ناپسند کیا ہے ان دو عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کیجائے تو دوسری اسپر حرام ہے جیسے دو بہنیں اور پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی اور اسی اصل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتبار فرمایا ہے اور نبی کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی میں جمع کرنا حرام فرمایا کیونکہ سوکن کا حسد اور خاوند کا اسکو خدمت میں رکھنا بسا اوقات سوکن اور اُس کے کنبہ کی ناخوشی کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا اگرچہ امور معاشیہ کے اعتبار سے ہو مفضی الی الکفر ہے اور اس میں اصل دو بہنوں کا جمع کرنا ہے اور مسئلہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے لا یجمع بین المرأة نہ ایک عورت اور اسکی پھوپھی کو جمع کرے نہ ایک عورت اور اسکی خالہ کو جمع کرے اور ان میں سے مصاہرة ہے کیونکہ اگر لوگوں میں اس امر کا دستور جاری ہو کہ ماں کو اپنی بیٹی کے خاوند کے ساتھ اور مردوں کو اپنے بیٹوں کی بیویوں کی طرف اور اپنی بیویوں کی بیٹیوں کی طرف رغبت ہو تو اس تعلق کے توڑنے یا اُس شخص کے قتل کرنے میں جسکی طرف سے خواہش پائی جاتی ہے کوشش کیا کریں اور اگر تو قدماء فارس کے قصے سنے اور نیز زمانہ کے اُن لوگوں کے حال کا تتبع کرے جو اس سنت راشدہ کے پابند نہیں ہیں تو بڑے بڑے امور اور بے انتہا ظلم اور ہلاکت دیکھیگا اور نیز اس قرابت میں صحبت لازم ہے اور پردہ کرنا متعذر ہے اور حسد ایک امر شنیع ہے اور جانبین سے مختلف حوائج لگے رہتے ہیں۔

---

[1] قوله الامعاء ای الصبی کالطعام بحیث یقع منه موقع الغذاء وذلك ان یکون فی وقت الرضاع وقوله فی الثدی [illegible] وقاسما [illegible] ولیس بشرط ان یکون الرضاع من الثدی ۱۲ [illegible] والمرأة وخالتها ۱۲

متنازعة فكان امرها بمنزلة الامهات والبنات او بمنزلة الاختين ومنها العدد الذى لا يمكن الاحسان اليه فى العشرة الى وجهه فان الناس كثيرا ما يرغبون فى جمال النساء ويتزوجون منهن ذوات عدد ويستأثرون منها حظية ويتركون الأخر كالمعلقة فلا هى مزوجة تحظى بها ولا هى ايم يكون امرها بيدها ولا يمكن ان يضيق فى ذلك كل تضييق فان من الناس من لا يحصنه فرج واحد واعظم المقاصد التناسل والرجل يكفى لتلقيح عدد كثير من النساء وايضا فالاكثار من النساء شيمة الرجال وربما يحصل به المباهات فقدر الشارع باربع وذلك ان الاربع عدد يمكن لصاحبه ان يرجع الى كل واحدة بعد ثلاث ليال وما دون ليلة لا يفيد فائدة القسم ولا يقال فى ذلك بات عندها وثلاث اول حد كثرة وما فوقها زيادة الكثرة وكان للنبى صلى الله عليه وسلم ان ينكح ما شاء وذلك لان ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة غالبية دائرة على مظنة لا لدفع مفسدة عينية حقيقية والنبى صلى الله عليه وسلم قد عرف المئنة فلا حاجة له فى المظنة وهو مأمون فى طاعة الله وامتثال امره دون سائر الناس ومنها اختلاف الدين وهو قوله تعالى ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا الآية وقد بين فى هذه الآية ان المصلحة المرعية فى هذا الحكم هو ان صحبة المسلمين مع الكفار

پس اُنکا حال مثل ماؤں اور بیٹیوں یا مثل دو بہنوں کے ہے اور ازانجملہ وہ عدد ہے کہ معاشرت زوجیہ میں اس عدد کے ساتھ حسن معاشرت نہیں ہو سکتی کیونکہ لوگ بسا اوقات عورتوں کے جمال کیطرف رغبت کر کے بہت سی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور سب میں سے ایک کو جو اُن کے دل کو پسند ہوتی ہے اختیار کرتے ہیں اور باقی کو ادھر میں چھوڑ دیتے ہیں پس نہ تو وہ پورے طور سے بیوی ہے جسکی طرف رغبت ہو اور نہ بیوہ ہے جو اُسکو اپنا اختیار ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ پوری زیادہ تر تنگی کیجائے اسلئے کہ بعض لوگوں کو ایک بیوی زنا سے محفوظ نہیں رکھ سکتی اور نکاح کی غایت مقصود تناسل ہے۔ اور ایک مرد سے بہت سی عورتوں کے اولاد ہو سکتی ہے اور نیز چند بیویاں کرنا مردوں کی خصلت ہے اور بسا اوقات انکی وجہ سے فخر حاصل ہوتا ہے لہذا شارع نے چار کے ساتھ اس کا اندازہ کیا اسلئے کہ چار ایسا عدد ہے کہ تین شبوں کے بعد ہر ایک کیطرف وہ شخص رجوع کر سکتا ہے اور ایک شب سے کم میں نوبت کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور ایسے وقت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کسی کے پاس شب باشی کی اور تین کثرت کی اول حد ہے اور چار سے اس کی زیادتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جس قدر چاہیں اپنا نکاح کریں اسلئے کہ اس حد کا مقرر کرنا اس مفسدہ کے دفع کرنے کے لیئے ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اور اس کا مدار صرف احتمال غالب پر ہے مفسدہ حقیقی کے دفع کرنے کے لیئے نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حقیقت معلوم تھی اس لیئے آپ کو مظنہ کی حاجت نہ تھی اور طاعت الٰہی اور اس کے حکم کی بجا آوری میں بخلاف اور لوگوں کے آپ مامون تھے اور ازانجملہ اختلاف دین ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا مت نکاح کرو مشرکوں سے جب تک ایمان نہ لائیں۔
اور خدائے تعالے نے اُس مصلحت کا جو اس حکم میں رعایت کی گئی ہے اس آیت میں بیان فرمایا اسطرح کہ مسلمانوں کے کافروں کے ساتھ صحبت۔

سلہ لہ احوال ۱۲ سکہ لہ المعاشرۃ ۱۲

وجریان المواساة فیما بین المسلمین وبینهم لاسیما علی وجه الامر دواعیه مفسدة للدین سبب لان یدب فی قلبه الکفر من حیث یشعر ومن حیث لایشعر وان الیهود والنصاری ینقادون بشریعة سماویة قائلون باصول قوانین التشریع وکلیاته دون المجوس والمشرکین ففسدة صحبتهم خفیفة بالنسبة الی غیرهم فان الزوج قاهر علی الزوجة قیم علیها والزوجات عوان بایدیهم فاذا تزوج المسلم الکتابیة خف الفساد فمن حق هذا ان یرخص فیه ولا یشدد کتشدید فی سائر اخوات المسئلة **ومنها** کون المرأة امة لاخر فانه لایمکن تحصین فرجها بالنسبة الی سیدها ولا اختصاصه بها بالنسبة الیه الا من جهة التفویض الی دینه لانه لیس بجائز ان یسد سیدها عن استخدامها والتخلی بها فان ذلك یرجح اضعف الملکین علی اقواهما فان هنالك ملکین ملك الرقبة وملك البضع والاول هو الاقوی المشتمل علی الاخر المستتبع له والثانی هو الضعیف المندرج وفی اقتضاب الادنی للاعلی قلب الموضوع وعدم الاختصاص بها وعدم امکان ذب الطامع فیها هو اصل الزنا **وقد** اعتبر النبی صلی الله علیه وسلم هذا الاصل فی تحریم الانکحة التی کان اهل الجاهلیة یتعاملونها کالاستبضاع وغیره علی ما بینته عائشة رضی الله عنها فاذا کانت فتاة مؤمنة بالله محصنة فرجها

اور باہم ان کے میل جول و غمخواری کا جاری ہونا خاص کر نکاح کے باب میں ان کے دین کی مفسدہ ہے اور اس کے قلب میں کفر کیطرف حرکت پیدا ہونیکا سبب ہے خواہ وہ اسکو معلوم ہو یا نہ ہو اور یہود و نصاری آسمانی شریعت کے مقید ہیں اور قوانین تشریع کے اصول و کلیات کے قائل ہیں بخلاف مجوس و مشرکین کے پس انکی صحبت کا مفسدہ بہ نسبت اوروں کے خفیف ہے کیونکہ خاوند کا بیوی پر دباؤ ہوتا ہے اور وہ اسپر حاکم ہوتا ہے اور بیوی خاوند کی قیدی ہوتی ہے پس اگر مسلمان کتابیہ سے نکاح کرے تو زیادہ فساد کا خطرہ نہیں ہے لہذا اس کی اجازت دینا اور اس میں ایسا تشدد نہ کرنا چاہیے جیسے اور اس قسم کے مسائل میں ہوتا ہے از انجملہ عورت کا دوسری کی چھوکری ہونا ہے ایسے وقت میں بہ نسبت اپنے مولا کے اسکو اپنی شرمگاہ کا محفوظ رکھنا ناممکن ہے۔

اور یہ بات ناروا ہے کہ اس سے خدمت لینے اور اسکے ساتھ خلوت کرنے سے اس کے مولی کو ممانعت کی جائے کیونکہ اس میں ملک ضعیف کو ملک قوی پر ترجیح دینا ہے کیونکہ ملک دو قسم کی ہوتی ہیں ملک رقبہ اور ملک بضعہ، وپہلی ملک قوی اور دوسری پر مشتمل ہے اور دوسری اس کی تابع ہے اور دوسری ملک ضعیف ہے اور اس میں مندرج ہے اور اعلی سے ادنی کو بڑھانے میں قلب موضوع ہے اور اس کے ساتھ اختصاص کا نہ ہونا اور جو شخص اس کی طمع رکھے اس کی مدافعت کا ناممکن ہونا زنا کی اصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نکاحوں کی تحریم میں جنکو اہل جاہلیت باہم کیا کرتے تھے مثل استبضاع وغیرہ کے جنانچہ حضرت عائشہ رضی نے بیان کیا ہے اسی اصل کا اعتبار فرمایا ہے پس جب ایک چھوکری خدا پر ایمان رکھتی ہے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے

واشتدت الحاجة الى نكاحها لمخافة العنت وعدم طول الحرة خف الفساد وكانت الضرورة
والضرورات تبيح المحظورات ومنها كون المرأة مشغولة بنكاح مسلم او كافر فان اصل
الزنا هو الازدحام على الموطوءة من غير اختصاص احدهما بها وغير قطع طمع الآخر فيها
ولذلك قال الزهري رحمة الله عليه ويرجع ذلك الى ان الله حرم الزنا واصاب الصحابة
سبايا وتحرجوا من غشيانهن من اجل ازواجهن من المشركين فانزل الله تعالى والمحصنات
من النساء الا ما ملكت ايمانكم اي فهن حلال من جهة ان السبي قاطع لطمعه واختلاف
الدار مانع من الازدحام عليها ووقوعها في سهمه مخصص بها ومنها كون المرأة زانية
مكتسبة بالزنا فلا يجوز نكاحها حتى تتوب وتقلع عن فعلها ذلك قوله تعالى والزانية
لا ينكحها الا زان او مشرك والسر فيه ان كون الزانية في عصمته وتحت يده وهي باقية
على عادتها من الزنا ديوثية وانسلاخ عن الفطرة السليمة وايضا فانه لا يأمن من ان تلحق
به ولد غيره ولما كانت المصلحة من تحريم المحرمات لا تتم الا بجعل التحريم امرا لازما
وخلقا جبليا بمنزلة الاشياء التي يستنكف منها طبعا وجب ان يؤكد شهرتها وشيوعها
وقبول الناس لها باقامة لائمة شديدة على اهمال تحريمها وذلك ان تكون السنة قتل من
وقع على ذات رحم محرم منه بنكاح او غيره ولذلك بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم

واسطے ساتھ نکاح کی حاجت ہے اسلئے کہ زنا کا خوف ہے اور حرہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں ہے
اور فساد خفیف ہوگیا اور ضرورت پائی گئی اور ضرورتوں کیوجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہوجاتی ہیں۔ اور از انجملہ عورت
کا کسی مسلمان یا کافر کے زیر نکاح ہونا ہے کیونکہ زنا کی اصل ایک عورت پر بلا کسی ایک خصوصیت کے اور دوسری کی
طمع منقطع ہوئے جمع ہونا ہے اسی لئے زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسکا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالی نے زنا کو حرام کیا ہے اور صحابہ
رضی اللہ عنہم کے ہاتھ چھوکریاں لگیں اور ان کے ساتھ صحبت کرنے سے صحابہؓ نے حرج سمجھا اسلئے کہ خاوند مشرکین موجود تھے
پس خدا تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی والمحصنت من النساء الخ اور عورتوں میں سے جو خاوند والیاں
ہیں وہ حرام ہیں مگر جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں۔ یعنی وہ تمہارے لیئے حرام نہیں اسلئے کہ قید کے سبب سے طمع
منقطع ہوجاتی ہے اور اختلاف دارین اسپر کئی شخصوں کے ازدحام سے مانع ہے اور ایک شخص کے حصہ میں ایک
چھوکری کا آنا مختص ہے اور از انجملہ عورت کا زانیہ اور کسبی ہونا ہے کہ جبتک وہ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرے
اور بالکل اسکو ترک نہ کردے اسکے ساتھ نکاح درست نہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ لا ینکحھا الخ
زانیہ عورت سے کوئی شخص نکاح نہ کرے جو زانی یا مشرک ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ زانیہ کا خاوند کی عصمت اور قید
میں ہونا اور زنا کی عادت پر باقی رہنا دیوثیت اور فطرت سلیمہ سے باہر آجانا ہے اور نیز اسمیں اختلاط نسب کا اندیشہ ہے
اور چونکہ تحریم محرمات کی مصلحت بغیر اسبات کے تمام نہیں ہوتی کہ تحریم کو ایک امر لازم اور عادت جبلی اور بمنزلہ ان اشیاء
کے گردانا جائے جن سے بالطبع انسان کو نفرت ہوتی ہے لہذا ضروری ہوا کہ پوری طور پر اس کی شہرت اور شیوع کیا
جائے اور لوگ اسکو اس طرح پر قبول کرلیں کہ اگر محرمات کی تحریم میں کوئی شخص اہمال کرے تو اسپر سخت ملامت کیجائے
اور اس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے محرم سے صحبت کرے خواہ نکاح سے ہو یا بغیر نکاح کے وہ شخص جان سے
مار دیا جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سر لگانے کے لیئے ۔

سه ای الشنا ۱۲

الى من تزوج بامرأة ابيه ان يؤتى براسه :

آداب المباشرة

اعلموا ان الله تعالى لما خلق الانسان مدنيا بالطبيعة ...

وجب ان يرغب الشرع في التناسل شديدا ونهى عن قطع النسل وعن الاسباب المفضية اليه اشد نهي وكان اعظم اسباب النسل واكثرها وجودا وافضاها اليه واحثها عليه هو شهوة الفرج فانها كالمسلط عليهم منهم يقهرهم على تعاطي النسل . فلو اقام جريان الرسم باتيان الغلمان ووطء النساء في ادبارهن لتغير خلق الله حيث منع سقوط شئ من اعضائه الى ما خلقه ... ذلك ... فانه تغيير لخلق الله من الجانبين وتأنيث الرجال اقبح الخصال وايضا جريان الرسم بقطع اعضاء النسل ... وغيرهما تغيير لخلق الله عز وجل واهمال لطلب النسل فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن كل ذلك :-
قال لا تأتوا النساء في ادبارهن ملعون من اتى امرأة في دبرها وكذلك نهى عن الخصاء والتبتل في احاديث كثيرة قال الله تعالى نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم انى شئتم

جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کیا تھا ایک شخص کو بھیجا۔

آداب مباشرت کا بیان

معلوم کرو کہ خدا تعالیٰ نے جب انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا و تناسل سے اس کی نوع کا بقا چاہا تو ضروری ہوا کہ شرع میں تناسل کی کامل طور سے ترغیب دلائی جائے اور قطع نسل اور اس کے اسباب سے نہی شدید فرمائی جائے اور نسل کا سبب عظیم جو کثرت پایا جاتا ہے اور جو نسل کیطرف رغبت دلاتا ہے وہ شہوت شرمگاہ ہے ایسی چیز ہے کہ گویا انہیں کی ذات میں سے انہیں پر مسلط کر دی گئی ہے اور جو وہ خواہ انکو نسل کی جستجو پر مجبور کرتی ہے اور اگر لونڈوں سے اغلام کرنے اور عورتوں سے دبر میں صحبت کرنیکا طریقہ جاری ہو تو خلق الہی کی تغییر لازم آتی ہے اسلئے کہ یہ طریقہ اس شہوت سے جو انسان پر مسلط کی گئی ہے مقصود حاصل ہونیکا مانع ہے اور ان دونوں میں بدتر لونڈوں سے اغلام کرنا ہے کیونکہ اس میں بالیقین خلق اللہ کی تغییر ہے اور مردوں کو عورتیں بنجانا بدترین خصائل میں سے ہے اور اسیطرح اختصار تناسل کے قطع کرنیکا طریقہ جاری ہونا اور ان دوایہ کا استعمال کرنا جو باہ کو قطع کرتی ہیں اور ترک دنیا وغیرہ سب میں خلق اللہ کی تغییر اور طلب نسل کا اہمال ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب امور سے نہی فرمائی ہے اور فرمایا لا تأتوا عورتوں کے انکی دبر میں صحبت مت کرو جو شخص کسی عورت کی دبر میں صحبت کرے وہ ملعون ہے اور اسیطرح خصی ہونے اور تبتل سے بہت احادیث میں نہی فرمائی ہے اللہ پاک فرماتا ہے نساؤکم حرث لکم تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس جیسے چاہو اپنے کھیتوں پر آؤ

اقول کان الیھود یضیقون فی ھیئۃ المباشرۃ من غیر حکم سماوی وکان الانصار ومن ولیھم یأخذون سننھم وکانوا یقولون اذا اتی الرجل امرأتہ من دبرھا فی قبلھا کان الولد احول فنزلت ھذہ الآیۃ[۱] ای اقبل وادبر ما کان فی صمام واحد وذلک لانہ شیٔ لا یتعلق بہ المصلحۃ المدنیۃ والملیۃ والانسان اعرف بمصلحۃ خاصۃ نفسہ وانما کان ذلک من تعمقات الیھود فکان من حقہ ان ینسخ وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال ما علیکم ان لا تفعلوا[۲] ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا وھی کائنۃ اقول یشیر الی کراھیۃ العزل من غیر تحریم والسبب فی ذلک ان المصالح متعارضۃ فالمصلحۃ الخاصۃ بنفسہ فی السبی مثلا ان یعزل والمصلحۃ النوعیۃ ان لا یعزل لیتحقق کثرۃ الاولاد وقیام النسل والنظر الی المصلحۃ النوعیۃ ارجح من النظر الی المصلحۃ الشخصیۃ فی عامۃ احکام اللہ تعالی التشریعیۃ والتکوینیۃ علی ان العزل لیس فیہ ما فی اتیان الدبر من تغییر خلق اللہ والاعراض من التعرض للنسل ونبہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ ما علیکم ان لا تفعلوا علی ان الحوادث[۳] مقدرۃ قبل وجودھا وان الشیٔ اذا قدر ولم یکن لہ فی الارض الا سبب ضعیف فسنۃ اللہ عز وجل ان یبسط ذلک السبب الضعیف

میں کہتا ہوں مباشرت کی ہیئت میں یہود بلا کسی آسمانی حکم کے تنگی کرتے تھے اور انصار ور ان کے ساتھی بھی اُن کے دستور کو اختیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے جب کوئی شخص پیچھے کی جانب سے اپنی بیوی کی فرج میں صحبت کرتا ہے تو بچہ احول پیدا ہوتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی یعنی اگر ایک ہی مقام میں صحبت ہو تو اختیار ہے کہ آگے سے کرے یا پیچھے سے اُس کی یہ وجہ ہے کہ کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کے ساتھ مصلحت مدنیہ وملیہ متعلق ہو اور ہر شخص اپنی ذات کی مصلحت خود خوب جانتا ہے اور یہ بات یہود کے تکلفات میں سے تھی لہذا اس کا منسوخ ہونا مناسب ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے عزل (یعنے قبل انزال آلہ نکال کر آب منی کو باہر ڈالنا) کے باب میں پوچھا آپ نے فرمایا اگر نہ کرنے میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسے کوئی جان قیامت تک موجود ہونے والی نہیں مگر وہ ہو کر رہیگی۔ میں کہتا ہوں اس حدیث شریف میں کراہت کیطرف اشارہ ہے کہ عزل اگرچہ حرام نہیں ہے مگر مکروہ ہے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ مصالح مختلف ہوتے ہیں پس چھوکریوں میں مثلاً مولا کی غرض اپنی ذات کے اعتبار سے یہ ہوتی ہے کہ عزل کرے اور مصلحت نوعیہ یہ ہوتی ہے کہ عزل نہ کرے تاکہ اولاد کثرت سے ہو اور نسل قائم رہے اور مصلحت نوعیہ کا اعتبار کرنا خدا تعالے کے عامہ احکام تشریعیہ اور تکوینیہ میں مصلحت شخصیہ کے اعتبار کرنے سے اولے ہوتا ہے علاوہ بریں جسقدر دبر میں صحبت کرنے سے تغیر خلق اللہ کے اور بقاء نسل سے اعراض ہے اسقدر عزل میں نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما علیکم الخ اس کے کرنے میں تمکو کچھ مضائقہ نہیں اسبات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام حوادث اپنے موجود ہونے سے پہلے مقدر ہوا کرتے ہیں جب کوئی چیز مقدر ہوا کرتی ہے اور زمین میں اُس کا صرف ضعیف سا سبب پایا جاتا ہے تو خدا تعالی کی عادت جاری ہے کہ وہ اُس سبب ضعیف کو فراخ کر دیتا ہے۔

۱؎ الصمام بالکسر الثقب او المسلک وھو کنایۃ عن الفرج والمراد ان الجماع مباح سواء کان من جانب القدام او الخلف ما دام فی الفرج ۱۲ ۲؎ ای لا بأس علیکم فی ان تفعلوا ولا زائدۃ وقد اختلفت الروایات فی ترکیب ھذہ الجملۃ وھی مبسوطۃ فی الشروح وقولہ نسمۃ ای روح ۱۲ ۳؎ ھو اخراج الذکر قبل الانزال لیکون الانزال خارج الفرج ۱۲

حتی یفید فائدتہ التامۃ فالانسان اذا قرب الانزال واراد ان ینزع ذکرہ کثیرا ما تقطر من احلیلہ قطرات تکفی فی مادۃ الولد وھو لا یدری وھو سر قول عمر بالحاق الولد بمن اقر انہ مسھا فلا یمنع من ذلک العزل **وقال صلی اللہ علیہ وسلم** لقد ھممت ان انھی عن الغیلۃ[1] فنظرت فی الروم وفارس فاذا ھم یغیلون اولادھم فلا تضر اولادھم **وقال** لا تقتلوا اولادکم سرا فان الغیل یدرک الفارس فیدعثرہ[2] **اقول** ھذا اشارۃ الی کراھیۃ الغیلۃ من غیر تحریم وسببہ ان جماع المرضع یفسد لبنھا وینھک الولد ویضعفہ فی اول نمائہ فیدخل فی جذر مزاجہ وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما اراد التحریم لکونہ مظنۃ الغالب للضرر ثم انہ لما استقرا وجد ان الضرر غیر مطرد وانہ لا یصلح للمظنۃ حتی یدار علیہ التحریم وھذا الحدیث احد دلائل ما اثبتناہ من ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجتھد وان اجتھادہ معرفۃ المصالح والمظنات وادارۃ التحریم والکراھیۃ علیھا **قال صلی اللہ علیہ وسلم** ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ الرجل یفضی الی امراتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرھا **اقول** لما کان الستر واجبا واظھار ما استحق علیہ الستر قلبا لموضوعہ ومناقضا لغرضہ کان من مقتضاہ ان ینھی عنہ

حتی کہ وہی سبب ضعیف فائدہ تامہ کا مفید ہو جاتا ہے پس جب انسان انزال کے قریب ہوتا ہے اور اپنے ذکر کو باہر کرنا چاہتا ہے تو بسا وقات چند قطرے اس کے احلیل سے ٹپک پڑتے ہیں جو بچے کے مادہ کو کافی ہو جاتے ہیں اور اس شخص کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا یہی راز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچہ کو اس شخص کے ساتھ ملحق کیا جس نے اس عورت کے ساتھ مس کرنے کا اقرار کیا تھا، اور فرمایا عزل اس کا مانع نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لقد ھممت ان انھی الخ** میں نے قصد کیا تھا کہ غیلہ یعنی دودھ پلانے کی حالت میں عورت سے صحبت کرنے کو منع کروں پھر میں نے روم و فارس میں نظر کی تو ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنی اولاد کے دودھ پینے کے زمانہ میں اپنی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں اور اس سے انکی اولاد کو کچھ ضرر نہیں پہونچتا اور فرمایا کہ خفیہ طور پر اپنی اولاد کو قتل مت کرو کیونکہ صحبت کی ہوئی دودھ گھوڑے کے سوار کو ملتا ہے تو اسکو گرا دیتا ہے میں کہتا ہوں اسمیں اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ غیلہ اگرچہ حرام نہیں مگر مکروہ ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ دودھ پلانیوالی سے صحبت کرنے میں دودھ بگڑ جاتا ہے اور بچہ کمزور ہو جاتا ہے اور جب انکی ابتدائے نمو میں ضعف ہو تو وہ اس کے مزاج اصلی میں داخل ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب کو بیان فرمادیا کہ آپ کا قصد ضرر کے احتمال غالب ہونے سے اسکے حرام کرنے کا تھا مگر جبکہ آپ نے استقرا فرمایا تو معلوم ہوا کہ عام طور پر اس کا ضرر نہیں ہوتا اور اس میں احتمال غالب ہونیکی صلاحیت نہیں ہے تاکہ اسپر حرمت کا مدار کیا جائے اور یہ حدیث اس بات پر جسکو ہم ثابت کر چکے ہیں منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرمایا کرتے تھے اور آپکا اجتہاد مصالح و مظنات کو معلوم کرکے حرمت اور کراہت کا مدار کرنا ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من اشر الخ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر اس شخص کا درجہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اسکے پاس آتی ہے پھر وہ شخص اس کا راز کھولتا ہے۔ میں کہتا ہوں چونکہ پردہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا پردہ کیا گیا ہے اسکا افشاء سے راز کا پردہ مقصود کا بدلدینا اور اسکی مخالفت کرنا ہے لہذا اسکو اظہار سے ممنوع کیا

[1] الغیلۃ بکسر ان یجامع الرجل المراۃ وھی مرضعۃ وقولہ فان الغیل ای لبن المغیلۃ ۱۲ [2] ای یصرعہ الحوض اذا ھدمہ اسقطہ ای یصعف ۱۲

وآثامها ومثل هذه مجانبة دفاعتها واتباع مثل هذه الدواعي يعد النفس لتشبح الألوان الظلمانية فيها وكانت الملل مختلفة فيما يفعل بالحائض فمن متعمق كاليهود يمنع مؤاكلتها ومضاجعتها ومن متهاون كالمجوس يجوز الجماع وغيره ولا يبالي للحيض بالا وكل ذلك إفراط وتفريط فراعت الملة المصطفوية التوسط فقال اصنعوا كل شيء إلا النكاح وذلك لمعان منها أن جماع الحائض لا سيما في فور حيضتها ضار اتفق الأطباء على ذلك ومنها أن مخالطة النجاسة خلق فاسد تمجه الطبيعة السليمة ويقترب من الشياطين وفي مثل الاستنجاء حاجة وإنما المقصود من ذلك إزالتها وفي جماع الحائض انغماس في النجاسة وهو قوله تعالى قل هو أذى فاعتزلوا النساء في المحيض واختلفت الرواية فيما دون الجماع فقيل يتقي شعار الدم وقيل يتقي ما تحت الإزار وعلى الوجهين سد الذرائع وجاء الأمر لمن عصى الله فجامع الحائض أن يتصدق بدينار أو نصف دينار وهذا ليس بمجمع عليه وسر الكفارة ما ذكرنا مرارا۔

ہوتی ہے اور نیز یہی باتیں ناپاکی کو ظاہر کرنا بیہودگی اور بے حیائی ہے خواہشوں کے اتباع سے نفس میں تاریکیوں کے منتقش ہونے کی قابلیت آتی ہے اسباب اس بات میں اہل ملت کا اختلاف تھا کہ حائض کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے یہودیوں نے تو بہت تعمق کیا تھا کہ ان کے ساتھ کھانے اور لیٹنے سے منع کرتے تھے اور مجوسی اس قدر اس میں تہاون کرتے تھے کہ جماع کو بھی جائز کرتے تھے اور حیض کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے غرض سب میں افراط و تفریط تھی پس ملت مصطفویہ نے توسط کی رعایت فرمائی اور یہ فرمایا کہ سوائے جماع کے سب کچھ کیا کرو اور اس کی کئی وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ حائضہ سے جماع کرنا خاص کر جب حیض کی ترقی ہو نہایت مضر ہے تمام اطباء کا اس پر اتفاق ہے اور دوسرے یہ کہ نجاست میں ملتطخ[ﷺ] ہونا خصلت ذمیمہ ہے جس سے طبیعت سلیم نفرت کرتی ہے اور اس کی وجہ سے شیاطین کے ساتھ قرب ہوتا ہے اور استنجا میں اول تو یہ بات ہے کہ وہ ایک ضروری چیز ہے دوسرے یہ کہ استنجا میں نجاست کا ازالہ مقصود ہوتا ہے اور حائض سے جماع کرنے سے نجاست کے اندر داخل ہوتا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قل ھو اذی کہدے وہ ناپاکی ہے پس حیض کی حالت میں عورتوں سے بچے رہو اور بدون جماع میں روایت مختلف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک خون کا اثر ہے وہاں سے بچنا چاہیئے اور بعض کے نزدیک جو کچھ ما تحت الازار ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے اور بہر تقدیر اس سے دواعی جماع کا بند کرنا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے حائضہ سے جماع کر بیٹھے تو دینار یا نصف دینار کے صدقہ کرنے کا حکم ہے اور یہ مسئلہ مجمع علیہ نہیں ہے اور کفارہ کی حکمت وہی ہے جو ہم چند مرتبہ بیان کر چکے ہیں۔

ﷺ قولہ ملتطخ یعنی آلودہ ہونا ۱۲ (کاتب ناقل)

لہ مجمع البحار ۱۲

حقوق الزوجية

اعلم ان الارتباط الواقع بين الزوجين اعظم الارتباطات المنزلية بأسرها واكثرها نفعا واتمها حاجة والسنة عند طوائف الناس عربهم وعجمهم ان تعاون المرأة فى استيفاء الارتفاقات وان تتكفل له بتهيئة المطعم والمشرب والملبس وان تخزن ماله وتحضن ولده وتقوم فى بيته مقامه عند غيبته الى غير ذلك مما لاحاجة الى شرحه وبيانه فلذلك كان اكثر توجه الشرائع الى ابقائه ما امكن وتوفير مقاصده وكراهية تنغيصه وابطاله وكل ارتباط لايمكن استيفاء مقاصده الا باقامة الالفة ولا الفة الا بخصال يقيد ان انفسهما عليها كالمواساة وعفو مايفرط من سوء الادب والاحتراز عما يكون سبب الضغائن ووحر الصدر ورواقة المماكسة وطلاقة الوجه ونحو ذلك فاقتضت الحكمة ان يرغب فى هذه الخصال ويحث عليها **قال** صلى الله عليه وسلم استوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن من ضلع فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج **اقول** معناه اقبلوا وصيتى واعملوا بها فى النساء وان فى خلقهن عوجا وسوءا وهو كالامر اللازم بمنزلة مايتوارثه الشئ من مادته وان الانسان اذا اراد استيفاء مقاصد المنزل منها لابد

زوجیت کے حقوق کا بیان

معلوم کرو کہ مابین خاوند و بیوی کے جو میل جول ہوتا ہے وہ تمام ارتباطات منزلیہ سے بڑھکر ہے اور اسکا نفع بھی زیادہ ہے اور حاجت بھی بہت ہے اسلیئے کہ تمام عرب و عجم کے قبائل کا یہی دستور ہے کہ ارتفاقات پورا اور کامل کرنے میں بیوی خاوند کی معاونت کرے اور اُس کے کھانے و پینے و لباس کے مہیا و تیار کرنیکی متکفل ہو اور اُس کے مال کو محفوظ اور اُسکی اولاد کو حفاظت سے رکھے اور بعد اُس کے چلے جانیکے اُس کے مکان میں اس کی قائم مقام رہے اور علاوہ اُن کے بہت سے امور ہیں جنکی شرح اور بیان کی ہمکو حاجت نہیں اور اسی لیے اکثر توجہ شرائع کی اسیطرف ہوئی کہ حتی الامکان اُسکا باقی رکھنا اور اس کے مقاصد کو بڑھانا اور اُس کے مکدر کرنے اور باطل کرنے سے بیزاری چاہنا اور اسی ارتباط کے مقاصد کا پورا کرنا بدون الفت کے ممکن نہیں ہو سکتا اور الفت بغیر اُن خصلت کے جسپر وہ خاوند و بیوی اپنے آپ کو مجبور نہ کریں نہیں حاصل ہو سکتی ہے حکمت کا مقتضی ہوا کہ اُس خصلت کیطرف توجہ و رغبت کیجاے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے استوصوا الخ عورتوں کے معاملہ میں بھلائی کی وصیت قبول کرو تم اسلیئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں پھر اگر تو اُس کے سیدھا کرنے کا قصد کریگا تو اُسکو توڑ دیگا اور اگر اسی حالت پر اُسے چھوڑ دے تو ہمیشہ وہ پسلی کجی کی حالت پر باقی رہیگی میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ میری وصیت کو قبول کرو اور عورتوں کے باب میں اُسپر عمل کرو اور اُن کی پیدائش میں کجی و برائی ہے اور یہ بات مثل امر لازم کے ہو کر بمنزلہ اُس چیز کے ہو گئی ہے جو ایک شے کے مادہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور انسان جب مقاصد منزلی کے ـ

ان يحلم ويعفو عن محقرات الامور ويكظم الغيظ فيما يجده خلاف هواه الا ما يكون من باب الغيرة المحمودة وتدارك الجور ونحو ذلك **وقال** صلى الله عليه وسلم لا يفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقا رضى منها الآخر **اقول** الانسان اذا كره منها خلقا ينبغى ان لا يبادر الى الطلاق فانه كثيرا ما يكون فيها خلق آخر يستطاب منها ويتحمل سوء عشرتها لذلك **قال** صلى الله عليه وسلم اتقوا الله فى النساء فانكم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن الا يوطئن فرشكم احدا تكرهونه فان فعلن فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف **اعلم** ان الواجب الاصلى هو المعاشرة بالمعروف وهو قوله تعالى وعاشروهن بالمعروف فبينها النبى صلى الله عليه وسلم بالرزق والكسوة وحسن المعاملة ولا يمكن فى الشرائع المستندة الى الوحى ان يعين جنس القوت وقدره مثلا فانه لا يكاد يتفق اهل الارض على شئ واحد ولذلك انما امر امرا مطلقا **قال** صلى الله عليه وسلم اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتى تصبح **اقول** لما كانت المصلحة المرعية فى النكاح تحصين فرجه وجب ان تحقق تلك المصلحة فان من اصول الشرائع انها اذا ضربت مظنة لشئ جعل بما يحقق وجود المصلحة عند المظنة وذلك ان تؤمر المرأة بطاعته وعدم

پورا کرے کہ اس عورت سے تعہد کرے تو اسکو یہ بات ضروری ہے کہ وہ حلم کرے اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگذر کرے اور جو بات اپنے خلاف مرضی کے دیکھے اس پر اپنے غصہ کو دبائے مگر ہاں جو کچھ غیرت کے قبیل سے ہو یا کسی ظلم وغیرہ کا بدلہ لینا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایفرک الخ کسی مسلمان مرد کو مسلمان عورت سے بغض[1] رکھنا نہیں چاہیئے اگر اس کی عادت ناپسند ہے تو وہ دوسری سے راضی ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب خاوند کو بیوی کی کوئی عادت ناپسند ہے تو اسکو زیبا نہیں کہ فوراً طلاق پر دلیری کرے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اسکی دوسری عادت سے خوش ہو جاتا ہے اور اسکی بدخلقی سے تحمل کیا جاتا ہے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا اللہ الخ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ خدا کی امان پر تم نے اُن کو اپنے قبضہ میں کیا ہے اور خدا کے حکم سے اُنکی شرمگاہوں کو اپنے لیئے حلال کیا ہے اور تمہارا اُن پر یہ حق ہے کہ تمہارے فرشوں پر کسی ایسے کو جگہ نہ دیں جس سے تم بیزار ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو اُنکو مارو مگر تھوڑا اور اُنکا کھانا اور پہننا حسب دستور ہے اللہ پاک فرماتا ہے وعاشروھن الخ معلوم کرو کہ واجب اصلی وہ معاشرت بالمعروف ہے جسکی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھانے اور لباس دینے اور اچھا برتاؤ کرنے کیساتھ بیان کی ہے اور جو شرائع مستند الی الوحی ہیں اُنمیں ممکن نہیں کہ قوت کی جنس اور اس کی تعداد معین کردیجائے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ تمام جہان کے لوگ کسی ہی چیز پر اتفاق کرلیں اسلیئے مطلق حکم کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا الرجل الخ جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے پس اُس نے انکار کیا پھر وہ غصہ ہی کی حالت پر سو گیا تو صبح تک ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں میں کہتا ہوں نکاح کے اندر جس مصلحت کی رعایت کی گئی وہ شرمگاہ کی حفاظت ہے تو اس مصلحت کا تحقق ضروری ہوا پھر اصول شرائع سے یہ بات ہے کہ جب کسی شے کیلیے مظنہ مقرر کیا جائے تو ایک ایسا حکم دیا جاتا ہے جس سے اُس مظنہ کے وقت مصلحت کا پایا جانا ضروری ہو تا یہ صادق آئے یہ صورت ہے

[1] سو کی مالکہ بفتح کمی لقاموس بغض احد الزوجین الاخر [illegible]

[2] [illegible]

اذا اراد منها ذلك ولولا هذا لم يتحقق تحصين فرجه فان ابت فقد سعت في رد المصلحة التي اقامها الله في عباده فتوجه اليها لعن الملائكة على كل من سعى في فسادها قال صلى الله عليه وسلم ان من الغيرة ما يحب الله ومنها ما يبغض الله فاما التي يحبها الله فالغيرة في الريبة واما التي يبغضها الله فالغيرة في غير ريبة **اقول** فرق بين اقامة المصلحة والسياسة التي لابد له منها وبين سوء الخلق والضجر والضيق من غير موجب قال الله تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله الى قوله ان الله كان عليما خبيرا **اقول** يجب ان يجعل الزوج قواما على امرأته وان يكون له الطول عليها بالجبلة فان الزوج اتم عقلا واوفر سياسة واكثر حماية وذبا بالعار وبالمال حيث انفق عليها من رزقها وكسوتها وكون السياسة بيده يقتضي ان يكون له تعزيرها وتأديبها اذا بغت ولياخذ بالاسهل فالاسهل بالوعظ ثم الهجر بالمضجع يعني ترك مضاجعتها ولا يخرجها من بيته ثم الضرب غير المبرح اي الشديد فان اشتد الشقاق وادعى كل سوء عشرة الآخر وظلمه لم يكن قطع المنازعة الا بحكمين حكم من اهله وحكم من اهلها يحكمان عليهما من نفقة وغيرها ما يريان من المصلحة وذلك لان اقامة البينة على ما يجري بين الزوجين ممتنعة فلا اصلح من ان يجعل الامر الى اقرب الناس اليهما واشفقهم عليهما **قال** رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من خبب امرأة على زوجها او عبدا على سيده **اقول** احد اسباب فك تدبير

جس وقت خاوند اپنی بیوی سے فرمانبرداری کا قصد کرے تو عورت کو اس کی فرمانبرداری کا حکم دیا جائے اور اگر اس کی فرمانبرداری اس نے نہیں کی تو شرمگاہ کی حفاظت ثابت ہوئی پھر اگر اس نے انکار کیا تو اس عورت نے اس مصلحت کے روکنے میں سعی کی جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اندر قائم کیا تھا پس ملائکہ کی وہ لعنت اسکی طرف متوجہ ہوئی جو ہر شخص پر اس کے فساد کے اندر کوشش کرنے پر متوجہ ہوا کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من الغیرۃ الخ بعض غیرت تو ایسی ہے جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور بعض ایسی ہے جس سے خدا کو نفرت ہے پھر جو غیرت عند اللہ پسندیدہ ہے وہ زنا کی غیرت ہے اور جو ناپسند ہے وہ غیر زنا کی غیرت ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت اور سیاست کے قائم کرنے میں جسکے بدون چارہ نہیں ہے اور بدخلقی اور بلا سبب تنگ کرنے میں اور ظلم کرنے میں فرق کیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ سے ان اللہ کان علیما خبیرا تک میں کہتا ہوں یہ بات ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر حاکم بنایا جائے و جبلت کے اعتبار سے خاوند کا اسپر دباؤ ہو کیونکہ خاوند میں عقل کامل ہوتی ہے اور اسمیں کامل طور سے سیاست و حمایت اور عار کے دفع کرنے کا بخوبی مادہ ہوتا ہے اور نیز اسلئے کہ وہ اسکا خرچ اٹھاتا ہے اور تمام انتظام اسی کے متعلق ہے لہذا اگر عورت سرکشی کرے تو اسکی تعزیر اور تادیب خاوند کے متعلق ہونی چاہیے اور اسکو بتدریج تادیب کے طریقہ کا اختیار کرنا چاہیے الاسہل فالاسہل یعنی اول صرف زبان سے مگر اسکو نصیحت کرے بعد ازاں اسکے پاس لیٹنا ترک کردے مگر گھر سے اسکو نہ نکالے اگر تب بھی باز نہ آئے تو اسکو مار لگانی چاہیے مگر سخت مار نہ لگائے اور اگر اصلاح کی صورت نہ ہو اور ہر ایک دوسرے کی نافرمانی و ظلم پر کمر باندھے تو اس وقت میں قطع منازعت کی یہ سبیل ہے کہ دو حکم مقرر کیے جائیں ایک خاوند کے کنبے میں سے اور ایک بیوی کے کنبے سے اور وہ دونوں نفقہ وغیرہ کے متعلق خاوند بیوی میں جو مناسب مصلحت سمجھیں فیصلہ کردیں اسواسطے کہ خاوند بیوی کے معاملات میں بینہ کا قائم کرنا ناممکن ہے پس اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ یہ فیصلہ ان لوگوں کے متعلق کیا جائے جو سب سے زیادہ ان دونوں کے قریب اور انکے شفیق ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس منا جو شخص خاوند سے کسی بیوی کو بگاڑے یا مولیٰ سے غلام کو بگاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تدبیر۔

المنزل ان يخبب انسان المرأة او العبد وذلك سعى فى تنغيص هذا النظم وفكه ومناقضة للمصلحة الواجبة فانتهى واعلم ان من باب فساد تدبير المنزل خصالا فاشية فى الناس كثير المبتلون بها فلا بد ان يتعرض الشرع لها ويبحث عنها منها ان يجتمع عند رجل عدد من النسوة فيفضل احداهن فى القسم وغيره ويظلم الاخرى ويتركها كالمعلقة قال الله تعالى ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان الله كان غفورا رحيما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط اقول قد مر ان المجازاة انما تظهر فى صورة العمل فلا نعيده ومنها ان يعضل الاولياء عمن يرغبن فيه من الاكفاء اتباعا لداعية نفسانية من حقد وغضب ونحوهما وفى ذلك من المفسدة ما لا يخفى فنزل قوله تعالى واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن ومنها ان يتزوج اليتامى اللاتى فى حجره ان كن ذوات مال وجمال ولا يوفيهن مثل ما يصنع بذوات الآباء ويتركهن ان كن على غير ذلك قال الله تعالى وان خفتم الا تقسطوا فى اليتامى فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع

منزل کے بگاڑنے کے جاں اور اسباب ہیں ایک سبب اس کا یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بیوی یا غلام کو اس کے خاوند اور آقا سے برگشتہ کر دے اور یہ اس انتظام کے توڑنے اور اس کے بگاڑنے میں کوشش کرنا اور اس مصلحت کی مخالفت کرنا ہے جسکا قائم کرنا ضروریات سے ہے۔ معلوم کرو کہ تدبیر منزل کے بگاڑنے کی لوگوں میں بہت سی خصلتیں ہیں جنمیں کثرت سے لوگ مبتلا ہیں پس شرع کو اُن کا ذکر کرنا اور اُس سے بحث کرنا ضروری ہوا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ کسی مرد کے پاس کئی عورتیں ہوں اور باری وغیرہ میں اُنہیں سے بعض کو بعض پر ترجیح دے اور دوسرے پر ظلم کرے انکو ادھر میں چھوڑ دے خدا پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا الخ اور تم ہرگز عورتوں میں برابری نہیں کر سکتے گو تم کتنا ہی چاہو پس بالکل جھک مت پڑو کہ انکو ایسے چھوڑ دو جیسے ادھر میں۔ اور اگر بھلائی کرو اور ڈرو تو خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا کانت الخ جب کسی مرد کے پاس دو عورتیں ہوں اور ان دونوں میں وہ برابری نہ کرے تو قیامت کے روز جب آئیگا اُس کے ایک طرف جھکی ہوئی ہوگی میں کہتا ہوں یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عمل کی جزا عمل کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے پس اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ اور ازانجملہ یہ ہے عورتوں کے ولی انکو ان مردوں کے ساتھ نکاح کرنے سے روکیں جو اُن کے کفو کے ہیں اور انکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اُس کا منشا اُن کی خواہش نفسانی مثل حسد اور بغض وغیرہ کے ہوتا ہے اور اُس میں جو فساد ہے وہ عیاں ہے پس یہ آیت نازل ہوئی واذا طلقتم الخ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پورا کر لیں تو انکو اپنے خاوندوں کیساتھ نکاح کرنے سے مت روکو اور ازانجملہ یہ ہے کہ کوئی شخص یتیم لڑکیوں سے جو اُس کی پرورش میں ہیں اُن کے مال یا جمال کیوجہ سے نکاح کرے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے جیسے باپ والی عورتوں کے حق ادا کیئے جاتے ہیں اور اگر وہ یتیم لڑکیاں ایسی نہیں ہیں تو اُن سے واسطہ نہ رکھے پس یہ آیت نازل ہوئی وان خفتم الخ یعنی اگر یہ خوف ہو کہ یتیم عورتوں میں انصاف نہ کرو گے پس نکاح کرو عورتوں میں اُس کے ساتھ جو تمہارے پسند ہوں۔ دو دو اور تین تین اور چار چار۔

فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم فهي ان الانسان ان خشي الجور ان نكح عدة[1]
او ينكح ذوات عدد من النساء ومن السنة اذا تزوج البكر على امرأة اقام عندها
سبعا ثم قسم واذا تزوج الثيب اقام عندها ثلاثا ثم قسم اقول السر في هذا انه لا يجوز
ان يضيق في هذا الباب كل التضييق فان لا يطيقه اكثر افراد الانسان وهو قوله تعالى
ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء ولو حرصتم نبه على انه لا يمكن اقامة العدل
الصراح وجب ان يدار الحكم على ترك الجور الصريح واذا رغب رجل في امرأة واعجبه
حسنها وشغف قلبه جمالها وكان له رغبة وافرة اليها لم يكن ان يصد عن ذلك بالكلية
لانه كالتكليف بالممتنع فقدر له مقدار تستشاره سائلا يزيد فيقتحم في لجج الجور
فمن المصالح المعتبرة تاليف قلب الجديدة واكرامها ولا يحصل الا بان يسن ذلك
وايماء قوله صلى الله عليه وسلم لام سلمة رضي الله عنها ليس بك على اهلك
هوان ان شئت سبعت الحديث وما كسر قلب القديمة فقد عوض بجريان السنة
بالزيادة للجديدة فانها اذا جرت السنة لم يكن مما قصد به ابتداء او مع خفض

پس اگر تم کو خوف ہو کہ تم برابری نہ کرو گے تو ایک سے یا جس پر تمہارے ہاتھوں نے قبضہ کیا ہے پس
اگر ظلم کرنے کا اندیشہ ہو تو بہت لڑکیوں یا کئی عورتوں سے نکاح کرنا منع ہے اور ایک شخص کے ایک بیوی موجود ہو
اور پھر ایک کنواری عورت سے نکاح کرے تو اُس کے واسطے یہ سنت مقرر کی گئی کہ سات دن تک اُس کے پاس رہے
بعد ازاں حسب دستور نوبت بہ نوبت رہا کرے اور اگر شوہر رسیدہ سے تین روز اس کے پاس رہکر پھر باری باری سے
تقسیم کرنا ہو گا اسمیں بھید یہ ہے کہ اس باب میں زیادہ تر تنگی نہ کیجائے کیونکہ اکثر لوگوں کا اسمیں نباہ نہیں ہو سکتا ہے فرمایا
ہے ولن تستطیعوا الخ اسمیں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جب خالص عدل کا قائم کرنا ممکن نہ تھا تو ضروری ہوا کہ صریح ظلم پر
اس حکم کا مدار کیا جائے پس جب کسی مرد کو کسی عورت کیطرف رغبت ہو اور اس کے حسن و جمال پر اس کا دل فریفتہ ہو جائے
اور اس کا کثرت سے اشتیاق ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص اس سے بالکل روک دیا جائے اسواسطے کہ یہ تکلیف بالمحال
کے قبیل سے ہے اسلئے اس کے ترجیح دینے کی ایک مقدار مقرر کر دی تاکہ وہ اس سے آگے بڑھکر ورطہ ظلم میں نہ
پڑ جائے۔ اور نیز شرع نے اس مصلحت کی رعایت کی ہے کہ جدید کے قلب کی تالیف اور اس کی قدر دانی کرنی چاہیے
اور یہ بات بیطرح پر حاصل ہو سکتی ہے کہ اسکو ترجیح دیجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے جو یہ
فرمایا ہے لیس بک علی اہلک ھوان ان شئت سبعت الحدیث اسمیں اسی کیطرف
اشارہ ہے یعنی تو اپنے خاوند کے نزدیک بیقدر نہیں ہے اگر تیری مرضی ہو تو میں سات سات روز کروں اور پہلی بیوی
کی شکستہ دلی کا شارع نے بایں طور علاج کیا کہ نئی کے لیے ہمیشہ کیواسطے زیادتی کا طریقہ مقرر کر دیا کیونکہ جب ایک چیز
کا ہمیشہ کے لیے دستور مقرر ہو جاتا ہے اور اسمیں کسی کی ایذا رسانی منظور نہیں ہوتی اور وہ کلفت کسی کے لیے مخصوص نہیں
ہوتا

[1] ای حسین ان تزوجها فقولہ لیس بک علی اہلک ای لیس لیحصل منہ لک علیٰ نفسی اذلی قبلنک ای لیس اقتصادی علی استلامت لھوانک علی ولعدم ... ان الحکم لا ... الحدیث ان شئت سبعت عندک وسبعت عندھن وان شئت ثلثت عندک ودرت ...

وقدم عليه وهو ايماء قوله تعالى ذلك ادنى ان تقر اعينهن ولا يحزن ويرضين بما اتيتهن
كلهن يعنى نزول القران بالخيرة فى حقهن سبب زوال السخطة بالنسبة اليه صلى الله
عليه وسلم والبكر الرغبة فيها اتم والحاجة الى تاليف قلبها اكثر فجعل قدرها السبع
وقدر الثيب الثلاث وكان صلى الله عليه وسلم يقسم بينهن واذا اراد سفرا اقرع بين
نسائه **اقول** وذلك دفعا لوحر الصدر والظاهر ان ذلك منه صلى الله عليه وسلم كان
تبرعا واحسانا من غير وجوب عليه لقوله تعالى ترجى من تشاء منهن وتؤوى اليك من تشاء
الاية واما فى غيره فموضع تامل واجتهاد ولكن جمهور الفقهاء اوجبوا القسم واختلفوا
فى القرعة **اقول** وفيه ان قوله فلم يعدل بمحمل لايدرى اى عدل اريد به وقوله تعالى
فتذروها كالمعلقة مبين ان المراد نفى الجور الفاحش واهمال امرها بالكلية وسوء العشرة
معها واعتقت بريرة وكان زوجها عبدا فخيرها رسول الله صلى الله عليه وسلم فاختارت
نفسها **اقول** السبب فى ذلك ان كون الحرة فراشا للعبد عار عليها فوجب دفع ذلك العار
عنها الا ان ترضى به وايضا فالامة تحت يد مولاها ليس رضاها رضا حقيقة وانما النكاح بالرضى
فلما ان كان امرها بيدها وجب ملاحظة رضاها وفى رواية ان قربك فلا خيار لك وذلك لانه لابد
من ضرب حد ينتهى اليه الخيار والا كان لها الخيار طول عمرها وفى ذلك قلب موضوع النكاح

علاوہ ایک عام حکم ہوتا ہے تو کسی کے دل کو چنداں ناگوار نہیں گذرتا۔ اس آیت میں اسی کیطرف اشارہ ہے ذلک ادنی الخ
آیت میں امید ہے کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور جو تونے انکو دیا ہے اس سے وہ سب کی سب راضی ہو جائیں
یعنے جب قرآن میں ان کو اختیار دیدیا گیا تو اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوش نہ ہوں گی اور کنواری عورت
کیطرف مرد کو زیادہ تر رغبت ہوتی ہے اور نیز اسکو تالیف قلب کی زیادہ ضرورت ہے لہذا اس ترجیح کی مقدار سات
روز مقرر کی گئی اور شوہر رسیدہ کی مقدار تین روز مقرر کی گئی اور حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضوان اللہ
علیہم کے پاس باری باری رہا کرتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا قصد کرتے تھے ان میں قرعہ ڈال لیا کرتے
تھے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ تھی کہ کسی کو ملال نہ گذرے اور بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یہ بطور تبرع
اور احسان کے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر باری فرض نہ تھی اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے ترجی الآیہ ان میں سے جسکو
تو چاہے موخر کرے اور جسکو چاہے اپنے پاس جگہ دے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اوروں میں تامل اور اجتہاد
کا موقع ہے مگر جمہور فقہا نے نوبت کو واجب کیا ہے اور قرعہ اندازی میں انکا خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے فلم یعدل اسکو وہ مجمل ہے اور نہ معلوم اس سے کونسا عدل مراد ہے اور یہ آیت اسکا بیان ہے کہ
اس پر ظلم کرنا اور بالکل اس سے کنارہ کشی کرلینا اور بد اخلاقی کیساتھ اس سے برتاؤ کرنا مراد ہے اور بریرہ کا خاوند غلام تھا جب وہ
آزاد ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اختیار دیا کہ چاہے اسکے نکاح میں رہے چاہے نہ رہے تو اس نے غلام کے نکاح میں
رہنا پسند نہ کیا اور اختیار دیدیا۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ حرہ کا غلام کے نیچے رہنا اسکے لئے عار کا باعث ہے پس اس عار کا دفع کرنا اس سے ضروری ہے
لیکن اگر وہ خود ہی راضی ہو تو وہ جدا بات ہے۔ اور نیز جبتک باندی اپنے مولی کے ملک میں ہے تو اسکی رضامندی فی الحقیقت رضامندی نہیں ہے اور نکاح
رضامندی ہی سے ہوتا ہے۔ پھر جب وہ آزاد ہو گئی اور اسکو اپنی جان کا اختیار ہو گیا تو اس نکاح میں اسکی رضامندی کا اعتبار ضروری ہوا اور
اسی میں ایک روایت کی سند میں یہ بھی آیا ہے ان قربک الخ کہ اگر وہ تجھ سے صحبت کرلے تو تجھ کو پھر اختیار نہ ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اختیار کیلئے ایک حد کا
مقرر کرنا ضروری ہے کہ اسکے بعد پھر کوئی اختیار نہ رہے ورنہ تمام مدت العمر اختیار رہیگا اور اس میں خود نکاح کا باطل ہونا ہے

ولا يصح اختيارها اياه بانكلام حدا ينتهى اليه لاظهار بما فتستوى اهلها ويقلب الامر فى نفسها وكثيرا ما يجرى عند ذلك صيغة الاختيار وان لم تجزم به وفى الجاهها ان لا تتكلم بما لها حرج فلا احق من القربان اذ هو فائدة الملك والشئ الذى يقصد منه والامر الذى تيم به الله اعلم

الطلاق

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما امرأة سألت زوجها طلاقها من غير بأس فحرام عليها رائحة الجنة وقال صلى الله عليه وسلم ابغض الحلال الى الله الطلاق اعلم ان فى الاكثار من الطلاق وجريان الرسم بعدم المبالاة به مفاسد كثيرة وذلك ان ناسا ينقادون لشهوة الفرج ولا يقصدون اقامة تدبير المنزل ولا التعاون فى الارتفاقات ولا تحصين الفرج وانما مطمح ابصارهم التلذذ بالنساء وذوق لذة كل امرأة فيهيجهم ذلك الى ان يكثروا الطلاق والنكاح ولا فرق بينهم وبين الزناة من جهة ما يرجع الى انفسهم وان تميزوا عنهم باقامة سنة النكاح والموافقة لسياسة المدينة وهو قوله صلى الله عليه وسلم لعن الله الذواقين والذواقات[ف] وايضا ففى جريان الرسم بذلك اهمال لتوطين النفس على المعاونة الدائمة او شبه الدائمة وعسى ان فتح هذا الباب ان يضيق صدره او صدرها

در اس اختیار کی حد کا ر کیسا تھ مقرر نہیں ہو سکتی سواسطے کہ بسا اوقات وہ اپنے کنبے سے مشورہ کرتی ہے اور کبھی اپنے جی ہی وہ اس بات کا ذکر فکر کرتی رہتی ہے اور کثر اُس کی زبان سے اختیار کا کلمہ بلا قصد نکل جایا کرتا ہی اور اگر کسی اس بات کی تاکید کیجائے کہ زبان سے ایسی بات نہ نکالے تو اسمیں اُس کے لیے دقت ہے۔ پس حد مقرر کرنے کے لیے صحبت سے زیادہ مطلب کوئی چیز نہیں ہے اسواسطے کہ صحبت کرنا ملکیت کا فائدہ حاصل کرنا ہے اور ملک سے وہ مقصود ہے اور ایسی چیز ہے جو ملک سے پوری ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

طلاق کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما امرأۃ الخ جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق چاہے تو جنت کی بو اس پر حرام ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے ابغض الحلال الی الخ حلال چیزوں سے خدا تعالی کو زیادہ تر مبغوض طلاق ہے۔ معلوم کرو کہ طلاق کی کثرت اور بے پروائی کے ساتھ طلاق کا طریقہ جاری ہونے میں بہت سے مفاسد ہیں۔ بلیے زیادت سے لوگ شہوت نفسانی کے تابع ہوتے ہیں اور تدبیر منزل کے قائم کرنے اور ارتفاقات ضروریہ میں معاونت انکو مقصود نہیں ہوتی اور نہ انکا مقصود شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ عورتوں کے ساتھ لذت اور ہر عورت سے لذت کا حاصل کرنا انکو مقصود ہوتا ہے یہ بات انکو کثرت سے نکاح کرنے اور طلاق دینے پر آمادہ کرتی ہے اور ان کے نفوس کیطرف نظر کیے جائے تو ان میں اور زناکاروں میں کچھ فرق نہیں ہے گو وہ سنت نکاح کے قائم کرنے اور سیاست مدینہ کی موافقت میں زناکاروں سے متمیز معلوم ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعن اللہ الذواقین مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں پر خدا کی لعنت۔ اور نیز اس دستور کے جاری ہونے میں اس معاونت دائمی یا قریب دائمی کا ترک کرنا ہے جسپر نفس کا قائم کرنا نکاح کے اندر مقصود ہوتا ہے اور نیز اسباب کے کشادہ کرنے میں اس بات کا احتمال غالب ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ امور میں خاوند اور بیوی کا دل تنگ ہو کرے۔

ف لے شدہ و مرہ رتہ ۱۲ ثلاثہ ہے من سرع فی النکاح والطلاق من الرجال والنساء ۱۲

فی شیء من محقرات الامور فیسد فعان الی الفراق واین ذلک من احتمال اعباء الصحبة والاجماع
علی ادامة هذا النظم وایضا فان اعتیادهن بذلک وعدم مبالاة الناس به وعدم
حزنهم علیه یفتح باب الوقاحة وان لا یجعل کل منهما ضرر الآخر ضرر نفسه وان یخون
کل واحد الآخر یمهد لنفسه ان وقع الافتراق وفی ذلک ما لا یخفی ومع ذلک لا یمکن
سد هذا الباب والتضییق فیه فانه قد یصیر الزوجان متناشزین اما لسوء خلقهما
او لطموح عین احدهما الی حسن انسان آخر او لضیق معیشتهما او لخرق واحد منهما
ونحو ذلک من الاسباب فیکون ادامة هذا النظم مع ذلک بلاء عظیما وحرجا **قال**
صلی الله علیه وسلم رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی
یبلغ وعن المعتوه حتی یعقل **اقول** السر فی ذلک ان مبنی جواز الطلاق بل العقود کلها
علی المصالح المقتضیة لها والنائم والصبی والمعتوه بمعزل عن معرفة تلک المصالح
قال صلی الله علیه وسلم لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق معناه فی اکراه اعلم ان السبب
فی هدر طلاق المکره شیئان احدهما انه لم یرض به ولم یرد فیه مصلحة منزلیة وانما
هو لحادثة لم یجد منها بدا فصار بمنزلة النائم ونحوه والثانی انه لو اعتبر طلاقه لکان ذلک

اور جدائی کا قصد کیا کرے اور یہ بات صحبت کی ناگوار باتوں سے برداشت کرنے اور انتظام مذکور کی ہمیشہ
قائم رکھنے پر اتفاق کرنے سے نہایت بعید ہے اور نیز عورتوں کا ان باتوں کے ساتھ عادی ہو جانا اور لوگوں کا ان باتوں
کی کچھ پرواہ و افسوس نہ کرنا بے حیائی کے باب کے مفتوح ہونے کا سبب ہے اور نیز ایسے وقت میں ان دونوں
میں سے ہر واحد دوسرے کا ضرر اپنے ضرر کے خیال نہ کریگا اور ہر ایک دوسرے کی چیزیں خیانت کریگا اس خیال سے کہ
اگر جدائی ہو گئی تو یہ چیزیں ہمارے کام آویں اور اس میں جو قباحت ہے ظاہر ہے اور باوجود اس باب کا بالکل بند کر دینا
اور دقت میں ڈال دینا بھی ناممکن ہے اسلئے کہ کبھی مابین میاں بیوی کے مخالفت ہوتی ہے اور اس کا منشا یا
تو ان دونوں کی بدخلقی ہوتی ہے یا ان دونوں میں سے کسی اجنبی کے حسن کیطرف رغبت ہوتی ہے یا رزق کی تنگی
کے سبب سے یا دونوں میں کسی کی حماقت کیوجہ سے وعلیٰ ہذا القیاس ہیں باوجود ان قبائح کے اس نظم کا قائم رکھنا
بلائے عظیم و حرج کا سبب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رفع القلم عن ثلاثة
عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن الخ تین شخصوں سے قلم اٹھا
لیا ہے سونیوالے سے جبتک بیدار ہو۔ لڑکے سے جبتک بالغ ہو۔ اور مجنون سے جو مصالح کے سمجھنے سے بالکل عاری ہیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا طلاق الخ یعنے اکراہ میں نہ طلاق ہے نہ عتاق ہے معلوم کرو کہ مکرہ
کے طلاق کے باطل ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ وہ اس طلاق سے راضی نہیں ہے اور اس نے کسی مصلحت
منزلیہ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ بیچارہ ہو کر اس سے یہ امر وقوع میں آیا ہے یعنی اس کا حال نائم کا سا ہے اور دوسرے یہ کہ
اگر اس شخص کی طلاق بھی جاوے تو اس میں۔

---

[1] لے اثقال ۱۲
[2] لے حمق ۱۲
[3] لے ناقص العقل ۱۲

باب الاكراه لعله ان يختطف الجبار الضعيف من حيث لا يعلم الناس ويخيفه بالسيف
ويكرهه على الطلاق اذا رغب في امرأته فلو خيبنا رجاءه وقلبنا عليه مراده كان ذلك سببا
لترك تظالم الناس فيما بينهم بالاكراه ونظيره ما ذكرنا في قوله صلى الله عليه وسلم القاتل لا يرث
وقال صلى الله عليه وسلم لا طلاق فيما لا يملك **وقال** عليه السلام لا طلاق قبل
النكاح **اقول** الظاهر انه يعم الطلاق منجزا والمعلق بنكاحها وغيره والسبب في ذلك ان
الطلاق انما يجوز للمصلحة والمصلحة لا تتمثل عنده قبل ان يملكها ويرى منها
سيرها فكان طلاقها قبل ذلك بمنزلة نية المسافر الاقامة في مفازة او غاز في دار الحرب مما
يكذبه دلائل الحال وكان اهل الجاهلية يطلقون ويراجعون الى متى شاؤا وكان في ذلك
من الاضرار ما لا يخفى فنزل قوله تعالى الطلاق مرتان الآية معناه ان الطلاق المعقب
للرجعة مرتان فان طلقها الثالثة فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره والحديث المشدد
العسيلة بالنكاح والسر في جعل الطلاق ثلاثا انه يزيد عليها الثالث حد كثرة ولانه لا بد من
تروّ ومن الناس من لا يتبين له المصلحة حتى يذوق فقدها وتحصل التجربة واحدة ويكملها ثنتان
وفي اشتراط النكاح بعد الثالثة فتحقيق معنى التحديد والانهاء وذلك انه لو جاز رجوعها

باب اکراہ کا مفہوم کرانا ہے پس ایسے وقت میں ہوسکتا ہے کہ کوئی ظالم شخص کمزور آدمی کو خفیہ طور
پر پکڑ لے جائے اور تلوار سے اسکو خوف دلا کر طلاق پر اسکو مجبور کرے جب کہ بیوی کی طرف رغبت رکھتا ہو پھر
جب ہم اس کی امید کو منقطع کر دیں اور اسکی مراد کو اس پر منقلب کر دیں تو یہ سبب ہوگا کہ لوگ ظلم کرنا چھوڑ دیں اور اس کی
نظیر وہ ہے جو ہم اس حدیث میں بیان کر چکے ہیں کہ قاتل لا یرث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لا طلاق فیما لا یملک یعنی جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں طلاق نہیں ہوسکتی اور فرمایا ہے لا طلاق قبل النکاح
طلاق نکاح کے قبل نہیں ہوتی میں کہتا ہوں بظاہر یہ حدیث طلاق منجز و معلق دونوں کو جو نکاح کے ساتھ معلق ہو دونوں چیزوں کے
ساتھ عام ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ طلاق کا جواز مصلحت کے سبب سے ہے اور مالک ہونے اور اس عورت
کی سیرت کے دیکھنے سے پیشتر مصلحت اسکو متمثل نہیں ہوسکتی پس یہ طلاق قبل ملک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر بیاباں
میں اقامت کی نیت کرے یا کوئی مجاہد دار الحرب میں کہ قرائن حالیہ خود اسکے مکذب ہیں اور اہل جاہلیت جسقدر چاہتے
تھے طلاقیں دیتے اور رجوع کر لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس میں عورت پر کسقدر ظلم تھا لہذا یہ آیت کریمہ نازل ہوئی
الطلاق مرتان۔ الآیۃ طلاق دو مرتبہ ہے یعنی جس طلاق کے بعد رجعت ہوتی ہے وہ دو مرتبہ ہے پھر اگر تیسری
طلاق دے تو اس کے بعد جبتک وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے اس کے لئے حلال نہیں ہوتی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے ساتھ صحبت کرنے کو بھی زیادہ کیا ہے اور طلاق کو صرف تین کے اندر محدود کرنے میں
یہ راز ہے کہ وہ کثرت کی شروع حد ہے اور نیز اس باب میں فکر کرنا اور سمجھنا ضروری ہے اور بہت سے لوگوں کو اس
کی کچھ مصلحت نہیں معلوم ہوتی جبتک وہ عورت کے ملک سے نکلنے کا مزہ نہیں چکھ لیتے اور تجربہ کے لیے اول ایک
مرتبہ ایک چیز کا عمل میں لانا ہے اور دوسرے تجربہ کی تکمیل ہو جاتی ہے اور تیسری طلاق کے بعد نکاح شرط
کرنا تحدید اور انتہا کے معنی ثابت کرنے کے لیے ہے اسلئے کہ اگر بغیر دوسرے نکاح کے اس سے رجوع
درست ہوتا تو

اليه من غير تخلل نكاح الآخر كان ذلك بمنزلة الرجعة في المطلقة احدى الرجعتين
وان المرأة ما دامت في بيته وتحت يده وبين اظهر اقاربه يمكن ان يغلب على رايها وتضطر
الى الرضا بما يسولون لها فاذا فارقتهم وذاقت الحر والقر ثم رضيت بعد ذلك فهو حقيقة
الرضا وايضا ففيه اذاقة الفقد ومعاقبة على اتباع داعية الضجر من غير تروّ ومصلحة
مهمة **وايضا ففيه** اعظام المطلقات الثلاث بين اعينهم وجعلها بحيث لا يبادر
اليها الا من وطن نفسه على ترك الطمع فيها الا بعد ذل وارغام انف لا مزيد عليه
وقال صلى الله عليه وسلم لامرأة رفاعة حين طلقها فبت طلاقها فنكحت زوجا غيره
اتريدين ان ترجعي الى رفاعة قالت نعم قال لا حتى تذوقي عسيلته[1] ويذوق عسيلتك
اقول انما شرط تمام النكاح بذوق العسيلة ليتحقق معنى التحديد الذي ضرب
عليهم فانه لولا ذلك لاحتال رجل باجراء صيغة النكاح على اللسان ثم يطلق في مجلسه
وهذا مناقضة لفائدة التحديد ولعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلل والمحلل له
اقول لما كان من الناس من ينكح لمجرد التحليل من غير ان يقصد منها تعاونا في
المعيشة ولا يتم بذلك المصلحة المقصودة **وايضا** ففيه وقاحة واهمال غيرة وتسويغ

اس کا حال رجعت کا سا تھا یعنی کہ مطلقہ سے نکاح کرنا بھی ایک قسم کی رجعت ہے اور جب تک عورت خاوند کے گھر
میں اور اس کے قبضہ میں اور اسکے اقارب کے سامنے ہے تو تب ہوسکتا ہے کہ خاوند اُسکی رائے پر غالب ہے اور
خواہ نخواہ وہ اس چیز کو پسند کرے جسکو وہی اس عورت کے سامنے وہ لوگ بیان کریں اور پھر جب اُن سے بالکل جدا
ہوگئی اور زمانہ کی سردی وگرمی کا مزہ چکھ لیا اور اس کے بعد اس شخص سے راضی ہوگئی تو وہ رضامندی فی الواقع رضامندی
ہے اور نیز اس میں مفارقت کا مزہ چکھانا اور بلاکسی ضروری مصلحت کے معلوم کئے خواہش نفسانی کے تابع ہونے کا
عذاب دینا ہے اور نیز اسمیں مطلقہ ثلث کا انکی آنکھوں میں عزت دینا ہے اور اس بات کا جتلانا ہے کہ تین طلاقوں پر وہ
شخص دلیری کرسکتا ہے جو ذلت اور حد سے زیادہ بے عزتی کے بعد اپنے نفس کو اسکی جانب سے امید کے قطع کرنے پر
قائم کرلے اور جب رفاعہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور پھر اسکو مغلظ کردیا اور اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے خاوند کا کچھ ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا پھر تیرا قصد رفاعہ کیجانب رجوع ہونے
کا ہے تو اس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا نہیں جبتک تو اُسکی لذت اور وہ تیری لذت حاصل نکرلے میں کہتا ہوں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے تمام ہونیکو لذت کرنے کے ساتھ اسلئے مشروط کیا تاکہ اس تحدید کے معنی جسکو خدا نے
اُن کے لیئے مقرر کیا ہے متحقق ہوجاویں اسلئے کہ اگر یہ بات نہو تو کوئی شخص یہ حیلہ کرسکتا ہے کہ اس سے زبانی نکاح کراکے
اسکو دوسرے خاوند سے اسی جلسہ میں طلاق دلوائے اور یہ تحدید کے قاعدہ کی مخالفت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حلالہ کرنیوالے اور اس شخص پر جسکے لیئے حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے میں کہتا ہوں چونکہ بعض لوگ محض حلالہ کی غرض سے
نکاح کرتے ہیں اور انکا مقصود اس نکاح سے زندگی کی معاونت نہیں ہوتی اور نکاح سے جو مصلحت مقصود ہے وہ مصلحت
اس نکاح سے پوری نہیں ہوتی اور نیز اسمیں بیحیائی و بیغیرتی اور ایک عورت پر

[1] العسيلة تصغير العسل وهي كناية عن لذة الجماع وفيه ان الجماع لابد منه في
التحليل ولا يشترط الانزال بل يكفي غيبوبة الحشفة ۱۲

ازدحام على الموطوأة من غير ان يدخل في تضاعيف المعاونة نهى عنه وطلق عبد الله بن عمر رضي الله عنه امرأته وهي حائض وذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فتغيظ وقال ليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر فان بدا له ان يطلقها فليطلقها طاهرا قبل ان يمسها **اقول** السر في ذلك ان الرجل قد يبغض المرأة بغضة طبيعية ولا طاعة لها[1] مثل كونها حائضا وفي هيئة رثة وقد يبغضها المصلحة يحكم باقامتها العقل السليم مع وجود الرغبة الطبيعية وهذه هي المتبعة واكثر ما يكون الندم في الاول وفيه يقع التراجع وهذا داعية يتوقف تهذيب النفس على اهمالها وترك اتباعها وقد تشتبه الامرات على كثير من الناس فلا بد من ضرب حد يتحقق به الفرق فجعل الطهر مظنة للرغبة الطبيعية والحيض مظنة للبغضة الطبيعية والاقدام على الطلاق على حين رغبة فيها مظنة للمصلحة العقلية والبقاء مدة طويلة على هذا الخاطر مع تحول الاحوال من حيض الى طهر ومن رثاثة الى زينة ومن انقباض الى انبساط مظنة للعقل الصراح والتدبير الخالص فلذلك كره الطلاق في الحيض وامر بالمراجعة وتخلل حيض جديد وايضا فان طلقها في الحيض فان عدت هذه الحيضة في العدة انتقصت مدة العدة وان لم تعد تضررت المرأة بطول العدة سواء كان

نیز مردوں کو جمع ہونا تجویز کرنا ہے جو معاونت کے قبیلہ سے نہیں ہے لہذا آپ نے اس سے منع فرمایا ہے

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپکو غصہ آگیا اور فرمایا تجکو چاہیے کہ تو اسکو رجوع کرے پھر جبتک پاک ہو اور پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو اگر اسکو طلاق دینا مناسب سمجھے تو پاکی کی حالت میں اسکو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دیدے

میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنی اہلیہ سے مقتضائے طبیعت کے اعتبار سے نفرت کرتا ہے اور وہ نفرت اس قابل نہیں ہوتی کہ اسکو مانا جائے مثلاً اسکا حائضہ ہونا اور گرد و غبار میں آلودہ رہنا اور کبھی مصلحت کے سبب سے اپنی اہلیہ سے نفرت کرتا ہے جسکے قائم کرنے کا عقل سلیم حکم کرتی ہے اگرچہ رغبت طبعی وہاں موجود ہوتی ہے اور یہ نفرت اتباع کے قابل ہے اور ندامت اکثر پہلے قسم کی نفرت میں ہوتی ہے اور اسمیں رجعت واقع ہوتی ہے اور یہ ایسی خواہش ہے جسکے ترک کرنے پر تہذیب نفسانی کا مدار ہے اور یہ دونوں قسم کی نفرتیں بہت سے لوگوں پر مشتبہ ہوتی ہیں لہذا ایسے حد کا مقرر کرنا ضروری ہوا جس سے فرق ثابت ہو جائے پس طہر کو رغبت طبع کا مظنہ اور حیض کو نفرت طبعی کا مظنہ اور باوجود رغبت طبعی کے طلاق پر اقدام کرنا مصلحت عقلیہ کا مظنہ اور اسی حالت پر باوجود حالت کے بدلنے کے یعنی حیض سے طہر کیطرف اور بے رونقی سے زینت کیطرف اور انقباض سے انبساط کے طرف خالص عقل اور تدبیر صحیح کا مظنہ ہے لہذا حیض میں طلاق مکروہ کی گئی اور مراجعت اور حیض جدید کے درمیان میں آنیکا حکم دیا اور نیز اگر اسکو حیض میں طلاق دے تو یہ حیض اگر عدت میں شمار کیا جاوے تو عدت کی مدت کم ہوتی ہے اور اگر شمار نہ کیا جائے تو عورت کو عدت کے زیادہ ہو جانے سے ضرر پہنچتا ہے خواہ

---

[1] جملہ معترضہ لعلہ البغضة الطبيعية ليس بيان تطاع ۱۲ [illegible] لہ البغضة ۱۲

المراد بالقروء الاطهار او الحيض ففي كل ذلك مناقضة للحد الذى ضربه الله فى محكم كتابه من ثلاثة قروء وانما امران يكون الطلاق فى الطهر قبل ان يمسها لمعنيين احدهما بقاء الرغبة الطبيعية فيها فانه بالجماع تفتر سورة الرغبة وثانيهما ان يكون ذلك ابعد من اشتباه الانساب وانما امر الله تعالى باشهاد شاهدين على الطلاق لمعنيين احدهما الاهتمام بامر الفروج لئلا يكون نظم تدبير المنزل ولا فكه الا على اعين الناس والثانى ان لا تشتبه الانساب وان لا يتواضع الزوجان من بعد فيهملا الطلاق والله اعلم وكره ايضا جمع الطلقات الثلاث فى طهر واحد وذلك لانه اهمال للحكمة المرعية فى شرع تفريقها فانها شرعت ليتدارك المفرط ولانه تضييق على نفسه وتعرض للندامة واما الطلقات الثلاث فى ثلاثة اطهار فايضا تضييق ومظنة ندامة غيرانها اخف من الاول من جهة وجود التروى والمدة التى تتحول فيها الاحوال ورب انسان تكون مصلحته فى تحريم المغلظ.

الخلع والظهار واللعان والايلاء

اعلم ان الخلع فيه شناعة ما لان الذى اعطاه من المال قد وقع فى مقابلة المسيس[1]

قروء کے لفظ سے طہر مراد لیا جائے یا حیض بہرصورت اس حد کی مخالفت لازم آتی ہے جسکو خدا نے اپنی کتاب محکم میں ثلاثۃ قروء کے ساتھ معین لیا ہے اور طہر کے اندر صحبت کرنے سے قبل طلاق دینے کا حکم بدو وجہ ہے ایک تو یہ کہ اسمیں رغبت طبعی کا بقا ہے کیونکہ صحبت کے سبب سے رغبت کے غلبہ کو کمی ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صورت میں نسب مشتبہ نہیں ہو سکتا تو خدا تعالیٰ نے طلاق پر دو گواہ کر دینے کا حکم اسلیئے دیا کہ ایک تو اس میں فرج کے معاملہ کا مہتم بالشان ہونا ہے تاکہ تدبیر منزل کا قائم ہونا اور نیز اُن کا انقطاع لوگوں کے روبرو پایا جاوے اور دوسرے یہ کہ نسب کا اشتباہ لازم نہ آوے اور ایسا نہو کہ طلاق دے کر پھر خاوند بیوی اپنے طور پر راضی ہو جاویں اور طلاق کی پرواہ نہ کریں۔ واللہ اعلم اور ایک طہر میں تین طلاق کے جمع کرنے کو بھی مکروہ کیا اسواسطے کہ اسمیں اس حکمت کا ترک لازم آتا ہے طلاقوں کے ... متفرق واقع کرنے میں جسکی رعایت کی گئی ہے کیونکہ تفریق طلقات اسی لیے مقرر کی گئی ہے کہ اگر کسی سے کوتاہی ہو جاوے تو اس کا تدارک ہو سکے اور نیز جمع کرنے میں اپنے اوپر وقت کا لازم کرنا اور ندامت کا پیش کرنا ہے اور تین طہروں میں بھی تین طلاقیں دینے میں وقت اور ندامت کا مظنہ ہے مگر صورت اولیٰ سے کم ہے اسواسطے کہ اسمیں فکر کرنے کا موقع اور اتنی مدت ملجاتی ہے جسمیں احوال متغیر ہوتے رہتے ہیں اکثر بہت سے لوگوں کی مصلحت حرمت مغلظ کے ثابت کرنے میں ہوا کرتی ہے

خلع اور ظہار اور لعان اور ایلاء کا بیان

معلوم کرو کہ خلع کے اندر ایک قسم کی قباحت پائی جاتی ہے اسلیئے کہ خاوند نے عورت کو جو کچھ دیا ہے وہ جماع کے بدلہ میں

[1] قولہ مقابلۃ المسیس لے الجماع ۱۲

وهو قوله تعالى وكيف تاخذونه وقد افضى بعضكم الى بعض واخذن منكم ميثاقا غليظا واعتبر النبي صلى الله عليه وسلم هذا المعنى في اللعان حيث قال[1] ان صدقت عليها فهو بما استحللت من فرجها ومع ذلك فربما تقع الحاجة الى ذلك فذلك قوله تعالى فلا جناح عليهما فيما افتدت به وكان اهل الجاهلية يحرمون ازواجهم ويجعلونهن كظهر الام فلا يقربونهن بعد ذلك ابدا وفي ذلك من المفسدة ما لا يخفى فلا هي زوجة تستمتع منه كما تستمتع النساء من ازواجهن ولا هي ايم يكون امرها بيدها فلما وقعت هذه الواقعة في زمن النبي صلى الله عليه وسلم واستفتي فيها انزل الله عز وجل قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها الى قوله عذاب اليم والسر فيه ان الله لم يجعل قولهم ذلك هدرا بالكلية لانه امر الزمه على نفسه وأكد فيه القول بمنزلة سائر الايمان ولم يجعله مؤبدا كما كان في الجاهلية دفعا للحرج الذي كان عندهم وجعله مؤقتا الى كفارة لان الكفارة شرعت دافعة للاثم منهية لما يجده المكلف في صدره ولكون هذا القول زورا فان الزوجة ليست بام حقيقة ولا بينهما مشابهة او مجاورة تصحح اطلاق اسم احدهما على الآخر ان كان خبرا وهو عقد ضار غير موافق للمصلحة ولا مما اوحاه الله في شرائعه ولا مما استنبطه ذوو الرأي في اقطار الارض

چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وکیف تاخذونہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے بارے میں اسی معنی کا اعتبار کر کے فرمایا ہے ان صدقت الخ اگر تو نے اسکو سچ کہا ہے تو یہ اسکے بدلے ہے جو تو نے اسکی شرمگاہ کو حلال کیا ہے اور باینہمہ خلع کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلا جناح الخ یعنی نہیں ہے ان دونوں پر کچھ مضائقہ جس چیز کا عورت بدلہ دے۔ اور اہل جاہلیت اپنی بیبیوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا کرتے تھے اور انکو اپنی ماں کی پشت کے مثل گردان لیا کرتے تھے اور پھر کبھی ان کے پاس نہ جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمیں کسقدر قباحت تھی کیونکہ وہ عورت نہ تو مرغوب ہوتی تھی کہ خاوند سے وہ تمتع حاصل کر سکتی جسطرح عورتیں اپنے خاوندوں سے تمتع حاصل کرتی ہیں اور نہ وہ بیوہ ہوتی تھی جو اسکو اپنی جان کا اختیار ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا اور آپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی قد سمع اللہ الخ بلاشک سن لی اللہ نے اس عورت کی گفتگو جو اپنے خاوند کے بارے میں تجھ سے تکرار کرتی ہے عذاب الیم تک اور اسکا سبب یہ ہے کہ خداتعالی نے ان کے اس قول کو بالکل لغو بھی نہیں کیا کیونکہ وہ ایک امر ہے جسکو خاوند نے اپنے اوپر لازم کیا ہے اور پختگی کے ساتھ اس نے وہ بات کہی ہے جسطرح اور قسموں میں ہوا کرتا ہے اور اسکو ہمیشہ کے لیے بھی نہیں کر دیا جسطرح اہل جاہلیت کیا کرتے تھے تاکہ وہ دقت انسے دفع ہو جائے اور کفارہ کے ساتھ اسکو موقوف کیا اسواسطے کہ کفارہ گناہوں کے دور کرنے اور مکلف کو اس چیز سے روکنے کے لیے جو اسکے دل میں پیدا ہوتی ہے وضع کیا گیا ہے اور خداتعالی نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ زوجہ تو فی الحقیقت ماں ہوتی ہے اور نہ ان میں کچھ مشابہت یا مجاورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح ہو یہ تو اس تقدیر پر ہو کہ جب اسکو خبر کے قبیل سے کہا جائے اور اگر وہ انشاء ہو تو ایک ایسا عقد ہے جو مصلحت موافق نہیں ہے اور نہ خداتعالی نے اپنے شرائع میں اسکو بطریق وحی کے بیان فرمایا ہے اور نہ روئے زمین کے عقلاء نے اسکو مقرر کیا ہے

[1] اول الحديث ان النبي صلى الله عليه وسلم قال للمتلاعنين حسابكما على الله احدكما كاذب لا سبيل لك عليها قال يا رسول الله مالي قال لا مال لك ان كنت صدقت الخ ۱۲

ان كان اتفق، وأما كونه منكرا فلانه ظلم وجور وتضييق على من أمر بالإحسان إليه وإنما جعلت
الكفارة عتق رقبة او اطعام ستين مسكينا او صيام شهرين متتابعين لان مقاصد الكفارة
ان يكون بين عيني المكلف ما يكبحه عن الاقتحام في الفعل خشية ان يلزمه ذلك ولا يمكن
ذلك الا بكونها طاعة شاقة تغلب على النفس اما من جهة كونها بذل مال يتشح به او من جهة
مقاساة جوع وعطش مفرطين قال الله تعالى للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة
اشهر الآية اعلم ان اهل الجاهلية كانوا يحلفون ان لا يطؤا ازواجهم ابدا او مدة طويلة
وفيه جور وضرر فقضى الله تعالى بالتربص اربعة اشهر فان فاؤا فان الله غفور
رحيم واختلفت العلماء في الفئ فقيل يوقف المولى بعد مضي اربعة اشهر ثم يجبر على
التسريح بالاحسان او الامساك بالمعروف وقيل يقع الطلاق ولا يوقف اما السر في تعيين
هذه المدة فانها مدة تتوق النفس فيها الجماع لا محالة ويتضرر بتركه الا ان يكون مؤفا ولان
هذه المدة ثلث السنة والثلث يضبط به اقل من النصف والنصف بعد مدة كثيرة
قال الله تعالى والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الآية[1] واستفاض حديث

اور اس کو جو یہ فرمایا ہے کہ وہ منکر بات کہتے ہیں تو اس کے منکر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک طرح کا ظلم
اور جور ہے جسکے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے تنگ کرنا ہے، اور ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا یا
پیاپے دو ماہ کے روزے رکھنا اسلئے مقرر کیا گیا کہ منجملہ مقاصد کفارہ کے ایک یہ بات ہے کہ مکلف کے نزدیک وہ ایک ایسی
چیز ہونی چاہیئے جسکے لازم ہونیکا اس فعل کے مرتکب ہونے سے مکلف کو باز رکھا اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ کفارہ
ایک عبادت شاق ہو اور نفس پر اس کا غلبہ ہو یا تو اسلئے کہ اسمیں اسقدر مال کا صرف کرنا مقرر ہو جس کا صرف کرنا نفس پر
کسیقدر شاق گذرے یا اسمیں بھوک وپیاس کی تکلیف زیادہ اٹھانی پڑتی ہو اللہ پاک فرماتا ہے للذین یؤلون الخ
جو لوگ اپنی بیبیوں سے ایلاء کرتے ہیں انکو چار مہینہ روکنا ہے معلوم کرو کہ اہل جاہلیت اس بات کا حلف کیا کرتے تھے کہ اپنی
بیبیوں سے کبھی یا ایک مدت دراز تک صحبت نہ کرینگے اور اسمیں عورتوں پر نہایت ظلم اور ضرر تھا لہذا خدا تعالی نے چار مہینہ
تک روکنے کا حکم دیا پھر اگر وہ رجوع کریں تو خدا تعالی غفور رحیم ہے اور رجوع کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں
چار مہینے گذرنے کے بعد ایلاء کرنیوالے کو روک دیا جائے بعد ازاں اسکو مجبور کیا جائے کہ یا تو بھلائی کے ساتھ اسکو چھوڑ دے
یا حسب دستور اسکو نکاح میں رکھے اور بعض کے نزدیک چار مہینے گذرتے ہی اسپر طلاق پڑ جاویگی اور نہ اسکو روکا جائیگا
اور اس مدت کے معین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اتنی مدت میں خواہ مخواہ نفس کو جماع کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسکے چھوڑنے سے
ضرر پہونچتا ہے جبکہ انسان ماؤف نہ ہو دوسرے یہ کہ یہ مدت سال کا ایک ثلث حصہ ہے اور نصف سے کم کا انضباط ثلث کیساتھ
ہوا کرتا ہے اور نصف مدت کثیرہ شمار کی جاتی ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون ازواجھم الخ
جو لوگ اپنی بیویوں کیطرف زنا کی نسبت کرتے ہیں اور ان کے لیے گواہ نہیں ہوتے

[1] تمامها فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين والخامسة
ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين ويدرؤا عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات
بالله انه لمن الكاذبين والخامسة ان غضب الله عليها ان كان من الصادقين ١٢

عويمر العجلاني وهلال بن امية اعلم ان اهل الجاهلية كانوا اذا قذف الرجل امرأته
وكان بينهما في ذلك مشاقة رجعوا الى الكهان لان مبنى الملة الحنيفية على تركها واخمالها
ولان في الرجوع اليهم من غير ان يعرف صدقهم من كذبهم ضررا عظيما وامتنع ان يكلف
الزوج ما في بيته ويقوم عنده من المخايل ما لا يمكن ان يعرفه غيره وامتنع ان يجعل
الزوج بمنزلة سائر الناس يضربون الحد لانه مامور شرعا وعقلا بحفظ ما في حيزه
من العار والشنار مجبول على غيرة ان يزدحم على ما في عصمته ولان الزوج اقصى ما يقطع به
الريبة ويطلب به تحصين فرجها فلو كان هو فيما يؤاخذها به بمنزلة سائر الناس ارتفع
الامان وانقلبت المصلحة مفسدة وكان النبي صلى الله عليه وسلم لما وقعت
الواقعة مترددا فتارة لا يقضي بشيء لاجل هذه المعارضات وتارة يستنبط
حكمه مما انزل الله عليه من القواعد الكلية فيقول البينة او حدا في ظهرك

اور حضرت عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ سے اس باب میں حدیث مروی ہے معلوم کرو کہ اہل جاہلیت میں سے جب
کوئی مرد کسی عورت کیطرف تہمت منسوب کرتا تھا اور اُن دونوں میں باہم منازعت ہوتی تھی تو کاہنوں کے پاس جایا کرتے
تھے جیسا کہ ہند بن عتبہ کے قصہ میں ہوا تھا پھر جب اسلام آیا تو یہ بات ناممکن ہوئی کہ اُن کے لیے کاہنوں کے پاس جانے
کی اجازت دیجائے، اسلیے کہ ملت حنفیہ کا مبنیٰ ان مناقشات کے چھوڑنے اور اُن کے دور کرنے پر ہے اور نیز کاہنوں کے
پاس بلا انکا سچ وجھوٹ معلوم کیے جانے میں ضرر عظیم ہے اور یہ بات ناممکن تھی کہ خاوند کو چار گواہ بنانے ورنہ حد لگانے
کا حکم دیا جاتا اسواسطے کہ زنا تنہائی میں ہوا کرتا ہے اور خاوند اپنے گھر کا حال خوب جانتا ہے اور جو قرائن وغیرہ اسکو معلوم
ہیں دوسرے کو نہیں معلوم ہو سکتے اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ خاوند تمام اُن لوگوں کے مانند کیا جاوے جنپے حد ماری جاتی ہے
اسواسطے کہ خاوند شرعاً اور نیز عقلاً اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرنیکا مامور ہے اور اُسکی جبلت میں اس بات میں سے غیرت کرنا
داخل ہے کہ اُس کے ناموس پر دوسرا شخص مداخلت کرسکے۔ اور خاوند شک کے رفع کرنے اور عورت کی شرمگاہ کے محفوظ
رکھنے میں سب سے زیادہ مناسب تر اور اولیٰ ہے پس اگر خاوند عورت کے ساتھ کسی امر کا مواخذہ کرنے میں غیر لوگوں کے
برابر کیا جائے تو امن مرتفع ہوتی ہے اور مصلحت کا مفسدہ کیطرف انقلاب لازم آتا ہے اور جب یہ واقعہ پیش آیا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے اندر حکم دینے میں متردد تھے کبھی تو اُن معارضات کیوجہ سے کچھ حکم نہیں دیتے تھے
اور کبھی اُس کے حکم کا اُن قواعد سے استنباط کرتے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا تھا تو آپ نے
ہلال بن امیہ سے فرمایا البینۃ او حدا فی ظہرک یا تو بینہ ہے ورنہ تیری پشت پر حد ہے۔

١ مذكور في الصحيحين بطوله وحاصله انه قال رأيت مع امرأتي رجلا فما افعل فقال
النبي صلى الله عليه وسلم قد انزل فيك وفي زوجتك فأت بها فتلاعنا في المسجد بحضوره
صلى الله عليه وسلم واما حديث هلال بن امية فمذكور في البخاري بطوله والحاصل انه لما قذف
امرأته بشريك بن سحماء قال له النبي صلى الله عليه وسلم البينة او حدا في ظهرك فقال هلال والله
اني لصادق ولينزلن الله ما يبرئ ظهري من الحد فنزل جبريل بهذه الآية والذين يرمون
ازواجهم الآية ٢ ام معاوية رضي الله تعالى عنه ١٢ ٣ اي العلامات ١٢ ٤ اي لابد البينة

حتی قال المبتلی والذی بعثك بالحق انی لصادق ولینزلن الله ما یبرئ ظهری من الحد ثم انزل الله تعالی آیة اللعان والاصل فیه انه ایمان مؤكدة تبرئ الزوج من حد القذف وتثبت اللوث علیها تحبس لاجله ویضیق علیها به فان نكل ضرب الحد وایمان مؤكدة منها تبرئها فان نكلت ضربت الحد وبالجملة فلا احسن فیما لیس فیه بینة ولیس مما یهدر ولا یسمع من الایمان المؤكدة وجرت السنتان تذكره المراة تحقیقا للمقصود من الایمان وجرت السنتان لا تعود الیه ابدا فانهما بعد ما حصل بینهما هذا التشاجر وانطوت صدورهما علی اشد الوحر واشاع علیها الفاحشة لا یتوافقان ولا یتوادان غالبا والنكاح انما شرع لاجل المصالح المبنیة علی التواد والتوافق وایضا ففی هذه زجر علیهما من الاقدام علی مثل هذه المعاملة ؛

العدة

قال الله تعالی والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء الی آخر الآیات اعلم ان العدة كانت من المشهورات المسلمة فی الجاهلیة وكانت مما لا یكادون یتركونه وكان فیها مصالح كثیرة منها معرفة براءة رحمها من مائه لئلا تختلط الانساب فان النسب احد ما یتشاح به ویطلبه العقلاء وهو من خواص نوع الانسان ومما امتاز به من سائر الحیوان وهو المصلحة المرعیة فی باب

یہاں تک کہ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بلاشک سچا ہوں اور یقیناً خدا تعالیٰ ایسا کوئی حکم نازل فرمائیگا جسکی وجہ سے میری پشت حد سے بری ہو جائیگی پس خدا تعالیٰ نے آیت لعان نازل فرمائی اور اصل اس میں یہ ہے کہ وہ موکدہ قسمیں ہوتی ہیں جنکے سبب سے خاوند حد قذف سے محفوظ رہتا ہے اور عورتوں پر دھبہ لگ جاتا ہے اور پھر وہ قید میں رکھی جاتی ہے اور اسکو تنگ کیا جاتا ہے اور اگر خاوند قسموں کے کھانے سے انکار کرے تو اسپر حد قذف لگائی جاتی ہے اور اگر عورت بھی قسمیں کھالے تو بری ہو جاتی ہے اور انکار کرے تو اسپر حد لگائی جاتی ہے۔ اور الحاصل جس چیز میں بینہ نہیں ہوتی اور نہ وہ چیز ایسی ہوتی ہے کہ بالکل نہ جھوٹ سمجھی جائے اور اسکی سماعت نہ کیجائے اس چیز میں موکدہ قسموں سے زیادہ مناسب کوئی اور چیز نہیں ہے اور یہ قدیمی طریقہ جاری ہے کہ عورت اسکو بیان کرے تاکہ قسموں سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو اور یہ بھی قدیمی طریقہ جاری ہے کہ وہ عورت پھر کبھی خاوند کیطرف عود نہ کرے کیونکہ ان دونوں میں جب ایسا نزاع ہو چکا اور ان دونوں کے دل میں سخت پیچ پڑ گیا اور خاوند نے اس کی بدکاری مشہور کر دی تو غالباً اب کسی صورت سے انکے مابین محبت پیدا نہیں ہو سکتی اور نکاح انہیں مصلحتوں کے لیے وضع کیا گیا ہے جو محبت و موافقت پر مبنی ہیں اور نیز اسمیں دونوں کو ایسے معاملہ پر اقدام کرنے سے روکنا ہے۔

عدت کا بیان

اللہ پاک فرماتا ہے والمطلقات الخ الآیہ مطلقہ عورتیں تین قروء تک اپنی جانوں کو روکیں معلوم کرو کہ عدت منجملہ ان امور کے ہے جو زمانہ جاہلیت میں مسلم و مشہور تھی اور عدت ایسی چیز تھی جسکی انسے ترک ہونیکا احتمال نہ تھا اور اسمیں بہت سے مصالح ہیں منجملہ یہ کہ اسکے سبب سے رحم کا خاوند کے نطفہ سے پاک ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور نسب میں خلط نہیں لازم آتا کیونکہ نسب بھی ایک چیز ہے جسکی لوگوں کو خواہش ہوتی ہے اور عقلمند لوگ اسکے طالب ہوتے ہیں اور نسب نوع انسانی کے خواص میں سے ہے اور منجملہ ان چیزوں کے ہے جسکے سبب سے انسان اور حیوانات میں امتیاز ہوتا ہے

ب الاستبراء ومنها التنويه بفخامة امر النكاح حيث لم يكن امرا ينتظم الا بجمع رجال ولا ينفك
الا بتفتيش طويل ولولا ذلك لكان بمنزلة لعب الصبيان ينتظم ثم يفك في الساعة ومنها
ان مصالح النكاح لا تتم حتى يوطنا انفسهما على ادامة هذا العقد ظاهرا فان حدث حادث
يوجب فك النظام لم يكن بد من تحقيق صورة الادامة في الجملة بان تتربص مدة تجد
لتربصها بالا وتقاسي لها عناء وعدة المطلقة ثلاثة قروء وقيل هي الاطهار وقيل هي
الحيض وعلى انها الاطهار فمرجعه الى ان الطهر محل رغبة كما ذكرنا فجعل تكرارها علامة للادامة
والتروي وهو قوله صلى الله عليه وسلم في قصة الطلاق فتلك العدة التي امر الله
ان يطلق لها النساء وعلى انها حيض فالحيض هو الاصل في معرفة عدم الحمل فان لم تكن من
ذوات الحيض لصغر وكبر فثلاثة اشهر مقام ثلاثة قروء لانها مظنتها لان براءة
الرحم ظاهرة وسائر المصالح تتحقق بهذه المدة وفي الحامل انقضاء الحمل لانه يعرف
براءة رحمها والمتوفى عنها زوجها تتربص اربعة اشهر وعشرا ويجب عليها الاحداد في هذه المدة
وذلك لوجوه احدها انه لما وجب عليها ان تتربص ولا تنكح ولا تتطلب في هذه المدة
حفظا لنسب المتوفى عنها اقتضى ذلك في حكمة السياسة ان تؤمر بترك الزينة لان الزينة
تهيج الشهوة من الجانبين وهيجانها في مثل هذه الحالة مفسدة عظيمة

استبراء کے باب میں بھی مصلحت کی رعایت کی گئی ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ عدت سے لوگوں کو نکاح کی عظمت پر آگاہ
کرنا منظور ہوتا ہے اور انکو معلوم ہو جاتا ہے کہ نکاح ایسا امر نہیں ہے کہ جو بغیر لوگوں کے اجتماع کے قائم ہو سکے یا بغیر انتظار
دراز کے وہ منقطع ہو سکے کہ یہ بات نہ ہوتی تو نکاح مثل بچوں کے کھیل کے ہوتا ایک ہی ساعت میں قائم ہو کر اسی ساعت
میں منقطع ہو جایا کرتا اور از انجملہ یہ ہے کہ نکاح کی مصلحتیں اسیوقت پوری ہو سکتی ہیں جب خاوند و بیوی اس عقد کے
ثابت رکھنے پر ظاہر اپنے آپکو قائم کریں پھر اگر کوئی حادثہ پیدا ہو جائے جس کے سبب سے اس عقد کا انقطاع
ضروری ہو تو فی الجملہ اس دوام کی صورت کا باقی رکھنا جب بھی ضروری ہے باینطور کہ عورت کچھ مدت تک اپنے آپ کو
روکے رہے اور اسکو اسمیں کچھ تکلیف بھی وقت اٹھانی پڑے اور مطلقہ کی عدت تین قروء ہیں بعض کے نزدیک قروء
سے طہر مراد ہے اور بعض کے نزدیک حیض۔ اور اگر اس سے طہر مراد ہے تب تو یہ مطلب ہے کہ طہر رغبت کا زمانہ
ہوتا ہے جیسے ہم بیان کر چکے اور اسکی تکرار مدت لازمہ مقرر کی گئی تاکہ فکر کرنیوالا ان طہروں میں فکر کر سکے چنانچہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے طلاق کے بیان میں فرمایا ہے "فتلک" پس وہ زمانہ ہے کہ جسمیں خدا تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے اور
اگر اس سے حیض مراد ہے تو اسمیں یہ حکمت ہے کہ حمل کے نہونے کی صورت میں اصل حیض سے ہی معلوم ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت
ایسی ہے کہ اسکو حیض نہیں آتا خواہ بچپن کے سبب سے یا بڑھاپے کے سبب سے تو اسکے لیے تین مہینے تین حیض کے قائم مقام ہیں
کیونکہ ایک ماہ حیض کا مظنہ ہوتا ہے اور اسلیے کہ تین مہینے میں رحم کا خالی ہونا ظاہر طور پر معلوم ہو سکتا اور تمام مصلحتیں اس مدت
میں متحقق ہو سکتی ہیں اور حاملہ کی مدت وضع حمل ہے اسلیے کہ اس سے رحم کا خالی ہونا معلوم ہو جاتا ہے اور بیوہ کی مدت چار مہینے دس
روز ہیں اور اس مدت میں اسکو سوگ کرنا واجب ہے اور اسکے کئی سبب ہیں ایک تو یہ کہ جب اسپر یہ بات واجب ہوئی کہ اپنے
آپکو اس مدت تک روکے رہے اور نکاح اور اسکی بات چیت کسی سے نہ کرے تاکہ اسکے خاوند کا نسب محفوظ رہے پس حکمت سیاست
کا مقتضی ہوا کہ عورت کو ترک زینت کا بھی حکم دیا جائے اسلیے کہ زینت کیوجہ سے دونوں جانب میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور ایسی حالت میں شہوت کا غلبہ فساد عظیم ہے

وأيضا فان من حسن الوفاء ان تحزن على فقده وتصير تفلة شعثة وان تحد عليه فذلك من حسن وفائها وتحقيق معنى قصر بصرها عليه ظاهر ولم تؤمر المطلقة بذلك لانها تحتاج الى ان تتزين فيرغب زوجها فيها ويكون ذلك معونة في جمع ما افترق في شملها ولذلك اختلف العلماء في المطلقة ثلاثا هل تتزين ام لا فمن ناظر الى الحكمة ومن ناظر الى عموم لفظ المطلقة وانما عين في عدتها اربعة اشهر هي ثلاث اربعينات وهي مدة تنفخ فيها الروح في الجنين ولا يتأخر عنها تحرك الجنين غالبا وزيد عشر لظهور تلك الحركة وانضاف هذه المدة نصف مدة الحمل المعتاد وفيه يظهر الحمل بادي الرأي بحيث يعرفه كل من يرى وانما شرع عدة المطلقة قروءا وعدة المتوفى عنها زوجها اربعة اشهر وعشرا لان هنالك صاحب الحق قائم بامره ينظر الى مصلحة النسب ويعرف بالمخايل والقرائن فجاز ان تؤمر بما تختص به وتؤمن عليه ولا يمكن للناس ان يعلموا منها الامن جهة خبرها وههنا ليس صاحب الحق موجودا وغيره لا يعرف مكايدها كما يعرف هو فوجب ان يجعل عدتها امرا ظاهرا يستاوى في تحقيقه القريب والبعيد ويحقق الحيض لانه لا يمتد اليه الطهر غالبا اوداتما قال صلى الله عليه وسلم لا توطأ حامل

اور نیز وفاداری کا مقتضٰی ہے کہ خاوند کی مفارقت پر غم کرے اور خوشبو و زینت وغیرہ کا شوق نہ کرے اور اُس پر سوگ کرے کہ اُسمیں وفاداری اور ظاہر میں عفت کے معنی کا ثابت کرنا ہے اور مطلقہ کو سوگ کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ اُسکو زینت کرنے کی حاجت ہے تاکہ خاوند کو اُسکی طرف رغبت ہو اور انکے اجتماع میں جو فرق پڑا ہے پھر اُن کے جمع ہونیکا سبب ہو اسی لیے مطلقہ ثلث میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ سنگھار کرے یا نہیں پس کسی نے تو اصل حکمت کا خیال کیا ہے اور کسی نے لفظ مطلقہ کا خیال کیا ہے اور شارع نے بیوہ کی مدت چار مہینے اور دس روز اسلیے مقرر کی کہ چار مہینے کے تین چلے ہوتے ہیں اور اس مدت میں جنین کے اندر جان پڑجاتی ہے اور غالباً جنین اندر حرکت کرنے لگتا ہے اور دس روز اسپر اور زیادہ کیے گئے تاکہ وہ حرکت پورے طور پر ظاہر ہو جائے اور نیز یہ مدت حمل معتاد کی نصف مدت ہے جسمیں حمل پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر شخص دیکھکر اُس کو پہچان سکتا ہے اور مطلقہ کی مدت طہر یا حیض کے ساتھ اور بیوہ چار مہینے دس روز کے ساتھ اسلیے مقرر کی گئی کہ مطلقہ میں حقدار یعنے خاوند اپنے اختیار پر قائم ہوتا ہے جو نسب کی مصلحت اور قرائن کو جانتا ہے پس ممکن ہے کہ عورت کو اُس چیز کا حکم دیا جائے جو اُس کے لیے خاص ہے اور خاوند پر وہ امین سمجھی جائے اور اور لوگ اُس عورت کا حال معلوم نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ خود نہ بیان کرے اور بیوہ کے اندر خاوند موجود نہیں ہوتا اور دوسرا شخص اُسکا باطنی حال اور اُس کا فریب نہیں پہچان سکتا جسطرح خاوند پہچان سکتا ہے پس ضروری ہوا کہ اسکی مدت ایسا ظاہری امر مقرر کیا جائے جس کے معلوم کرنے میں سب قریب و بعید برابر ہوں اور حیض کو بھی وہ ثابت کردے کیونکہ غالباً یا دائماً طہر اسقدر بڑا نہیں ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا توطیٔ حامل حتی تضع الخ حاملہ عورت سے صحبت نہ کی جائے

سله اى غير متطيبة وقوله شعثة اى متغيرة الراس ۱۲ سله اى الاحداد ۱۲ سله اى الشارع وقوله فى عدتها اى المتوفى عنها زوجها ۱۲ سله اى فى المطلقة ۱۲
سله لمه فى سبابا اوطاس ۱۲

حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کیف یستخدمہ[1] و هو لا یحل لہ ام کیف یورثہ وهو لا یحل لہ اقول السر فی الاستبراء معرفۃ براءۃ الرحم وان لا تختلط الانساب فاذا كانت حاملا فقد دلت التجربۃ علی ان الولد فی هذه الصورة یاخذ شبهین شبہ من خلق من مائہ وشبہ من جامع فی ایام حملہ بین ذلک اثر عمر رضی اللہ عنہ و هو ایماء وهو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامریء یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ وقولہ علیہ السلام کیف یستخدمہ الخ معناه ان الولد الحاصل بعد جماع الحبلی فیہ شبهان لکل شبہ حکم یناقض حکم الشبہ الآخر فشبہ الاول یجعل الولد عبدا وشبہ الثانی یجعلہ ابنا وحکم الاول الرق ووجوب الخدمۃ علیہ لمولاه وحکم الثانی الحریۃ واستحقاق المیراث فلما کان الجماع سبب التباس احکام الشرع والولد نهی عنہ واللہ اعلم۔

جبتک اُس کا وضع حمل نہ ہو اور نہ غیر حاملہ سے جبتک کہ اسکو ایک حیض نہ آجائے ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیف یستخدمہ الخ باوجودیکہ اُس کے لیئے وہ حاملہ حلال نہیں ہے پھر کس لیئے خدمت لیتا ہے یا باوجودیکہ اُس کے لیئے حلال نہیں ہے کسطرح اسکو وارث دے سکتا ہے میں کہتا ہوں کہ استبراء کے اندر یہ راز ہے کہ رحم کا خالی ہونا اُس سے معلوم ہو جاتا ہے اور نسب کا اختلاط بھی نہیں ہوتا پس جب عورت حاملہ ہو تو تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی ہی صورت میں وہ بچہ دونوں کے مشابہ ہوتا ہے جس کے نطفہ سے ہے اُس کے ساتھ بھی اُس کو شباہت ہوتی ہے اور جس شخص نے ایام حمل میں اُس کی ماں کے ساتھ صحبت کی ہے اس کے ساتھ اسکو شباہت ہے حضرت عمرؓ کے قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف اشارہ فرمایا ہے لا یحل لامرء یؤمن الخ کسی کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ بات حلال نہیں ہے کہ دوسرے کی کھیتی اپنے پانی سے سیراب کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے۔ کیف الخ اُس کے یہ معنی ہیں کہ حاملہ کے ساتھ جو جماع کرنے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اُس کو دونوں شخصوں کی مشابہت ہوتی ہے اور ہر مشابہت کا حکم دوسری مشابہت کے خلاف ہوتا ہے پہلی کے ساتھ شباہت کا منشا یہ ہے کہ وہ بچہ غلام ہو اور دوسری کی شباہت چاہتی ہے کہ وہ اُس کا بیٹا ہو اور پہلی مشابہت کا حکم غلام ہونا اور مولا کے لیئے اُس پر خدمت کا واجب ہونا ہے اور دوسرے کا حکم حریت اور استحقاق میراث ہے پس جماع کے سبب سے اُس بچہ کے اندر احکام شرعیہ کا التباس لازم آتا ہے اِس لیئے جماع کرنے سے ممانعت کی گئی واللہ اعلم۔

---

[1] ای کاملۃ ١٢ — مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بامرأۃ حامل فسأل عنها فقالوا امۃ لفلان فقال ایلمّ بها قالوا نعم قال لقد هممت ان العنہ لعنا یدخل معہ فی قبره کیف یستخدمہ الخ وحاصلہ انہ اذا وطئها ثم جاءت بولد لزمان یحتمل فیہ ان یکون من الواطئ ومن زوجها الاول فان اقر الواطئ بالنسب یکون مورثا ولد الغیر وهو لا یحل وان کان للواطئ فان لم یقر بہ یبقی غلاما ویلزم منہ استخدام الولد وقطع النسب هو ایضا لا یحل فیجب علیہ ان لا یطأها حذرا من لزوم احد المحذورین اللازم من اختلاط الماء ١٢

تربیة الاولاد والمَمالِك

اعلم ان النسب احد الامور التي جبل على محافظتها البشر فلن ترى انسانا في اقليم من الاقاليم الصالحة لنشء الناس الا وهو يحب ان ينسب الى ابيه وجده ويكره ان يقدح في نسبته اليهما اللهم الا لعارض من دناءة النسب او غرض من دفع ضر او جلب نفع ونحو ذلك ويحب ايضا ان يكون له اولاد ينسبون اليه ويقومون بعده مقامه فربما اجتهد واشد الاجتهاد وبذلوا طاقتهم في طلب الولد فما اتفق طوائف الناس على هذه الخصلة الا لمعنى من جبلتهم ومبنى شرائع الله على ابقاء هذه المقاصد التي تجري مجرى الجبلة ويجري فيها المناقشة والمشاحة الاستيفاء لكل ذي حق حقه منها والنهي عن التظالم فيها فلذلك وجب ان يبحث الشارع عن النسب قال صلى الله عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر[1] الحجر فقيل معناه الرجم وقيل الخيبة اقول كان اهل الجاهلية يبتغون الولد بوجوه كثيرة لا تصححها قوانين الشرع قد بينت بعض ذلك[2] عائشة رضي الله تعالى عنها فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم سد هذا الباب وخيب العاهر وذلك لان من المصالح

اولاد اور غلام و لونڈی کی پرورش کے بیان میں

معلوم کرو کہ نسب منجملہ اُن امور کے ہے جن کی محافظت آدمی کی سرشت میں داخل ہے پس اقالیم صالحہ میں سے کسی اقلیم کے اندر جہاں آدمی پیدا ہوتے ہیں کسی انسان کو بھی نہ دیکھو گے کہ یہ بات اُسکو محبوب ہوگی کہ اُس کے باپ دادا کیطرف اُسکو منسوب کریں اور یہ بات اُسکو ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اُنکو اُن کیطرف نسبت کرنے میں کوئی عیب لگایا جائے بارخدایا مگر نسب کی دنائت یا ضرر کے دفع کرنے یا نفع کے حاصل کرنے وغیرہ کی غرض سے اور نیز اُسکو یہ بات بھی محبوب ہوتی ہے کہ اُسکی اولاد کو اُسکی طرف منسوب کریں اور اُس کے بعد اُسکی قائم مقام ہو پھر بسا اوقات اولاد کے طلب میں بے انتہا کوشش کیا کرتے ہیں اور اپنی تمام طاقت اُسکے حاصل کرنیمیں خرچ کرتے ہیں پس تمام لوگوں کا اتفاق اس خصلت پر یک ہی معنی کے سبب ہے جو اُنکی خلقت میں داخل ہیں اور شرائع الٰہی کا مبنیٰ اُن مقاصد کے باقی رکھنے پر کہ جو قائم مقام جبلت کے ہوتے ہیں اور جنکے اندر نزاع و حرص جاری ہوتی ہے اور نیز حقدار کے اُن مقاصد سے حق دلانے اور باہم ظلم سے روکنے پر اُنکا مبنیٰ ہے پس اسلیئے شارع کو نسب سے بحث کرنا ضروری ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الولد للفراش الخ لڑکا عورت کے لیئے اور مرد زناکار کو پتھر بعض نے اس سے سنگساری مراد لی ہے اور بعض نے نامرادی میں کہتا ہوں اہل جاہلیت بہت سے طریقوں سے جنکو قوانین شرعی ثابت نہیں کرتے اولاد طلب کیا کرتے اور بعض اُن طریقوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا ہے پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ باب بند کیا گیا اور زناکار کی امید منقطع کی گئی اسلیئے منجملہ اُن مصالح

---

[1] ای الزانی ۱۲ [2] ای الانحاء الاربعة ۱۲

الضرورية التي لا يمكن بقاء بني نوع الانسان الا بها اختصاص الرجل بامرأته حتى يسد باب ازدحام على الموطوأة رأسا ومن مقتضى ذلك ان يخيب من عصى هذه السنة الراشدة وابتغى الولد من غير اختصاص ارغاما لانفه وازدراء بامره وزجرا لمن يقصد مثل ذلك والى هذا الاشارة في قوله عليه السلام للعاهر الحجر ان اريد معنى الخيبة كما يقال بيده التراب وبيده الحجر وايضا فاذا تزاحمت الحقوق وادعى كل لنفسه وجب ان يرجح من يتمسك بالحجة الظاهرة المسموعة عند جماهير الناس والذي يتمسك بما يزيد العار عليه ويفتح باب ضرب الحد او يعترف فيه بانه عصى الله وكان مع ذلك امرا خفيا لا يعلم الا من جهة قوله فمن حق ذلك ان يحجر و يخمل وقد اعتبر النبي صلى الله عليه وسلم مثل هذا المعنى حيث قال في قصة اللعان ان كذبت عليه فهو ابعد لك واليه الاشارة في قوله وللعاهر الحجر ان اريد معنى الرجم بالحجارة قال صلى الله عليه وسلم من ادعى الى غير ابيه وهو يعلم انه غير ابيه فالجنة عليه حرام اقول من الناس من يقصد مقاصد دنية فيرغب عن ابيه وينتسب الى غيره وهو ظلم وعقوق لانه تخييب ابيه فانه طلب بقاء نسله المنسوب اليه المتفرع عليه وترك شكر نعمته واساءة معه وايضا فان النصرة والمعاونة لا بد منها في نظام الحي والمدينة ولو فتح باب

ضروریہ کہ جن پر نوع انسانی کا بقا موقوف ہے مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ مختص ہونا بھی ہے تاکہ ایک عورت پر کئی مردوں کے جمع ہونے کا باب مسدود کیا جائے لہٰذا مناسب ہوا کہ جو شخص اس سنت راشدہ کے بخلاف کرے اور بغیر اس خصوصیت کے اولاد طلب کرے اُسکو نامراد کیا جائے تاکہ اُسکی ذلت اور اس کا کچھ بس نہ چلے اور جو کوئی ایسا قصد نہ کرے وللعاہر الحجر سے اگر نامرادی کے معنی مقصود ہیں جیسے بیدہ التراب اور بیدہ الحجر کہا کرتے ہیں تو اسمیں اس کیطرف اشارہ ہے اور نیز جب حقوق کا مقابلہ ہو اور ہر شخص اپنے لیئے اس حق کا مدعی ہے تو ضرور ہو کہ جسکے پاس ایسی ظاہری حجت ہے جسکو تمام لوگ سُن سکتے ہیں اسکو ترجیح دیجائے اور جسکے پاس ایسی حجت ہے جو اسپر ملامت کے زیادہ ہونیکے سبب ہے اور وہ حد کے مارنیکا باب مفتوح کرتا ہے یا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور باینہمہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے جو اسکے صرف کہنے سے معلوم ہوتا ہے پس اس شخص کیلئے یہ بات نامناسب ہے[1] کہ اسکو محروم اور کالعدم کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی معنی کا لحاظ فرما کر لعان کے قصے میں فرمایا ہے ان کذبت الخ اگر تو اسپر جھوٹ بولتا ہے تو وہ (یعنی مہر کا تیری طرف عود کرنا) تجھسے دور ہے اور وللعاہر الحجر سے اگر سنگساری مراد ہے تو اسمیں اسی کیطرف اشارہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ادعی الخ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کیطرف اپنی نسبت کرے اور اسکو یہ بات معلوم ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے جنت اسپر حرام ہے میں کہتا ہوں کہ بعض لوگ مقاصد دنیہ کا خیال کرکے اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے شخص کیطرف اپنی نسبت کر دیتے ہیں اور یہ ظلم و نافرمانی ہے کیونکہ اسمیں باپ کی امید کا قطع کرنا ہے اسلیئے کہ آسنے اپنی نسل کا بقا جو اس کیطرف منسوب اور اس سے پیدا ہے چاہا ہے اور اسمیں باپ کی ناشکری اور اسکے ساتھ بدسلوکی ہے اور نیز نصرت اور معاونت قبائل اور شہروں کے انتظام کے لیئے ضروری چیز ہے اور اگر باپ کے انقطاع نسبت کا باب مفتوح کر دیا جائے

[1] یعنی عود مہر ابعد و بعدیت مہر قبل نفی الطلاق ۱۲

الانتفاء من الاب لاهملت هذه المصلحة ولاختلطت انساب القبائل وقال صلی اللہ علیه وسلم ايما امراة ادخلت على قوم من ليس منهم فليست من الله فى شئ ولن يدخلها الجنة وايما رجل جحد ولده وهو ينظر اليه احتجب الله منه وفضحه على رؤس الخلائق اقول لما كانت المرأة مؤتمنة فى العدة ونحوها مأمورة ان لا تلبس عليهم انسابهم وجب ان ترهب فى ذلك وانما عوقبت على هذا لانه سعى فى ابطال مصلحة العالم ومناقضة لما فى جبلة النوع وذلك بجالب بغض الملأ الاعلى حيث امروا بالدعاء لصلاح النوع وايضا ففى ذلك تضييع لذو تضييق وحمل لثقل الولد على آخرين والرجل اذا انكر ولده فقد عرضه للذل الدائم والعار الذى لا ينتهى حيث لا نسب له واضاع نسمته حيث لا منفق عليه وهو يشبه قتل الاولاد من وجه وعرض والدته للذل الدائم والعار الباقى طول الدهر ۔

العقيقة

واعلم ان العرب كانوا يعقون عن اولادهم وكانت العقيقة امرا لازما عندهم وسنة مؤكدة وكان فيها مصالح كثيرة راجعة الى المصلحة الملية والمدنية والنفسية فابقاها النبى صلى الله عليه وسلم وعمل بها ورغب الناس فيها فمن تلك المصالح التلطف باشاعة نسب

تو یہ مصلحت متروک ہو تی ہے اور قبائل کے نسب مخلوط ہوئے جاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جونسی عورت کسی قوم میں اس شخص کو داخل کر دے کہ وہ اُنمیں نہیں ہے تو خدا کے ہاں اُسکا نصیب نہیں اور کبھی خدا تعالے اُسکو جنت میں داخل کریگا اور جو شخص اپنے ولد کا انکار کرے حالانکہ وہ اسکیطرف نظر کرتا ہے تو خدا تعالے اپنے دیدار سے محروم کریگا اُس کو اور تمام خلائق کے روبرو اُسکو فضیحت کرے گا میں کہتا ہوں جبکہ عورت عدت وغیرہ کے اندر امانت دار اور اس بات پر مامور ہے کہ اُن کے انساب کو اُن پر مشتبہ نہ ہونے دے تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ اُس سے ڈرائی جاوے اور اس بارہ میں اُسپر عذاب دیے جانے کیوجہ یہ ہے کہ اُسمیں جہان کی مصلحت کے باطل کرنے میں سعی اور جبلت نوع کے ساتھ مناقضت ہے اور یہ بغض ملاء اعلیٰ کی جانب ہے کیونکہ اصلاح نوع کے وعا کرنے پر مامور ہیں اور علاوہ بریں اُسمیں اُسکے ولد کے لیئے تنگی اور تنگی ہے اور دوسروں پر اپنی اولاد کا بار ڈالنا ہے اور جب کوئی شخص اپنے بچہ کا انکار کرے تو البتہ اُسکو ذلت دائمی اور بے انتہا عار کے لیئے پیش کیا اسلیئے کہ اُسنے نسب کو ضائع کر دیا اور اُسکی جان کو گم کر دیا کیونکہ کوئی اُسکا خرچ اٹھانیوالا نہیں اور یہ صورت من وجہ قتل اولاد کی مشابہ ہوگئی اور اُسکی ماں کو بھی مدت العمر کے لیئے ذلت اور عار میں ڈالا

عقیقہ کے بیان میں

عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے اور عقیقہ میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنکا رجوع مصلحت ملیہ اور مدنیہ اور نفسیہ کیطرف تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو برقرار رکھا اور آپ نے بھی اُسپر عمل کیا اور اوروں کو بھی اس کی ترغیب دی منجملہ اُن مصلحتوں کے یہ ہے کہ عقیقہ میں نہایت خوبی کیساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہوتی ہے اور اشاعت نسب

بولد اولا بد من اشاعته لئلا يقال فيه ما لا يحبه ولا يحسن ان يدور في السكك فينادي انه ولد لي ولد فتعين التلطف بمثل ذلك ومنها اتباع داعية السخاوة وعصيان داعية الشح ومنها ان النصارى كان اذا ولد لهم ولد صبغوه بماء اصفر يسمونه معمودية وكانوا يقولون يصير الولد به نصرانيا وفي مشاكلة هذا الاسم نزل قوله تعالى صبغة الله ومن احسن من الله صبغة فاستحب ان يكون للحنيفيين فعل بازاء فعلهم ذلك يشعر بكون الولد حنيفيا تابعا لملة ابراهيم واسمعيل عليهما السلام واشهر الافعال المختصة بهما المتوارثة في ذريتهما ما وقع له عليه السلام من الاجماع على ذبح ولده ثم نعمة الله عليه ان فداه بذبح عظيم واشهر شرائعهما الحج الذي فيه الحلق والذبح فيكون التشبه بهما في هذا تنويها بالملة الحنيفية ونداء ان الولد قد فعل به ما يكون من اعمال هذه الملة ومنها ان هذا الفعل في بدء ولادته يخيل اليه انه بذل ولده في سبيل الله كما فعل ابراهيم عليه السلام وفي ذلك تحريك سلسلة الاحسان والانقياد كما ذكرنا في السعي بين الصفا والمروة قال صلى الله عليه وسلم مع الغلام عقيقة فاهريقوا عنه دما واميطوا عنه الاذى وقال صلى الله عليه وسلم الغلام مرتهن[1] بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق اقول

یک ضروری امر ہے تاکہ کوئی شخص اُسکی نسبت کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہے اور یہ بات نامناسب تھی کہ اسکا باپ گلی کوچوں میں پکارتا پھرتا کہ میرے اولاد ہوئی ہے پس اشاعت کے لیے یہی طریقہ بہت مناسب ہوا اور از انجملہ عقیقہ کے اندر سخاوت کے معنی کا اتباع اور بخل کی صفت کا عصیان پایا جاتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ نصاریٰ میں جب کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اسکو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے اور اسکو معمودیہ کہتے تھے اور انکا قول تھا کہ اسکے سبب سے وہ بچہ نصرانی ہوجاتا ہے اسی نام کے ساتھ مشاکلت کے طور پر خداوند پاک نے فرمایا ہے صبغۃ اللہ پس مناسب ہوا کہ حنیفیوں کے دین محمدی میں بھی اُن کے اِس فعل کے مقابل میں کوئی ایسا فعل پایا جائے جس سے اُس فرزند کا حنیفی اور ملت ابراہیمی و اسمٰعیلی کا تابع ہونا معلوم ہو اور جسقدر افعال حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے ساتھ مختص تھے اور برابر اُن کی اولاد میں چلے آتے ہیں اُنمیں سے سب سے زیادہ مشہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے ذبح کرنے پر آمادہ ہونا اور پھر خدا تعالیٰ کا اُس کے فدیہ میں ذبح عظیم کے ساتھ انعام کرنا ہے اور اِن دونوں کی شرائع میں سے زیادہ مشہور حج ہے جسکے اندر سر منڈانا اور ذبح کرنا ہوتا ہے پس ان باتوں میں اُن کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ملت حنیفی پر آگاہ کرنا اور اِس بات پر متنبہ کردینا ہے کہ اُس فرزند کے ساتھ اُس ملت کا برتاؤ کیا گیا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اُس کے شروع ولادت میں اُس کے ساتھ یہ فعل کرنے سے اسکے خیال میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ گویا اُس نے اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں دے دیا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اسمیں سلسلہ احسان اور نیازمندی و فرمانبرداری کو حرکت دینا ہے جیسا کہ صفا و مروہ کے مابین سعی کرنے میں ہم نے بیان کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مع الغلام الخ لڑکے کیساتھ عقیقہ ہے پس اسکی طرف سے خون بہاؤ اور اسکی طرف سے اُس کے آزار کو دفع کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الغلام الخ لڑکا اپنے عقیقہ میں گرو ہوتا ہے اسکے بدلہ ساتویں دن ذبح کیا جاوے اور نام رکھا جاوے اور سر منڈایا جاوے میں کہتا ہوں

[1] اي المرهون لا يتم الانتفاع والاستمتاع به دون فك ويحتمل انه اراد بذلك ان سلامة المولود ونشاءه على النعت المحبوب رهينة بالعقيقة وهذا هو المعنى ١٢ عه یعنے لڑکے کے لیے دو بکریاں ١٢

عه لڑکی کے لیے ایک بکری ذبح کرے ١٢

اما سبب الامر بالعقيقة فقد ذكرنا واما تخصيص اليوم السابع فلانه لابد من فصل بين الولادة و العقيقة فان اهله مشغولون باصلاح الوالدة والولد فى اول الامر فلا يكلفون حينئذ بما يضاعف شغلهم وايضا فرب انسان لا يجد شاة الا بسعي فلو سن كونها فى اول يوم لضاق الامر عليهم والسبعة ايام مدة صالحة للفصل المعتد به غير الكثير واما اماطة الاذى فلتشبه بالحج وقد ذكرنا واما التسمية فلان الطفل قبل ذلك لا يحتاج الى اسم وعق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن بشاة وقال يا فاطمة احلقي راسه وتصدقي بزنة شعره فضة اقول السبب فى التصدق بالفضة ان الولد لما انتقل من الجنينية الى الطفلية كان ذلك نعمة يجب شكرها واحسن ما يقع به الشكر ما يؤذن انه عوضه فلما كان شعر الجنين بقية النشأة الجنينية وازالته امارة للاستقلال بالنشأة الطفلية وجب ان يؤمر بوزن الشعر فضة واما تخصيص الفضة فلان الذهب اغلى ولا يجده الا غني وسائر المتاع ليس له بال بزنة شعر المولود واذن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى اذن الحسن بن على حين ولدته فاطمة بالصلاة اقول السر فى ذلك ما ذكرنا فى العقيقة من مصلحة الملية فان الاذان من شعائر الاسلام واعلام الدين المحمدي ثم لا بد من تخصيص المولود بذلك الاذان ولا يكون الا بان يصوت

عقیقہ کے حکم دینے کا سبب وہی ہے جو ذکر ہوا پھر ساتویں روز کی تخصیص اس لیے ہے کہ ولادت و عقیقہ میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ سب کنبہ اس زچہ و بچہ کی خبرگیری میں اول دن مصروف رہتا ہے پس ایسے وقت میں مناسب نہیں ہے کہ انکو عقیقہ کا حکم دے کر انکا شغل اور زیادہ کیا جائے اور نیز بہت سے لوگوں کو اسی وقت بکری دستیاب نہیں ہو سکتی بلکہ تلاش کرنے کی حاجت ہوتی ہے پس اگر پہلے ہی روز عقیقہ مسنون کیا جائے تو لوگوں کو دقت ہو لہذا سات روز کا فاصلہ ایک کافی او معتد بہ مدت ہے اور زیادہ نہیں ہے اور لیکن اماطۃ الاذی میں حجاج کے ساتھ مشابہت ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں اور ساتویں دن نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے لڑکے کے نام رکھنے کی کیا حاجت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کیطرف سے ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ ان کے سر کو منڈوا دو اور بوزن ان کے بالوں کے چاندی خیرات کر دو۔ میں کہتا ہوں کہ چاندی کے خیرات کرنے کا یہ سبب ہے کہ بچہ کا حالت جنینیہ سے منتقل ہو کر طفلیت کی طرف آنا خدا تعالیٰ کی نعمت ہے تو اس کا شکر واجب ہے اور بہترین شکر یہ ہے کہ اس کے بدلے کچھ دیا جائے اور جنین کے بال نشات جنینیہ کے بقیہ تھے ان کا دور ہونا نشات طفلیہ سے استقلال کی نشانی ہے اسلئے مامور ہونا واجب ہوا کہ ان کے بدلہ چاندی دیجائے اور چاندی کی خصوصیت یہ ہے کہ سونا گراں ہے سوائے امراء کے اور کسی کو دستیاب نہیں ہوتا اور چیزیں علاوہ اسکے ایسی نہیں ہیں کہ مولود کے بالوں کے برابر دے سکیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی کے کان میں نماز کی سی آذان جب حضرت فاطمہ ان کو جنی تھی پڑھی تھی۔ میں کہتا ہوں اس میں وہی راز ہے جو عقیقہ کے اندر مصلحت ملیہ ہم بیان کر چکے ہیں اسلیے کہ اذان شعائر۔

سلہ لے بشعر ١٢ سلہ لے باؤانہا ١٢

برق اذنه وايضا فقد علمت ان من خاصية الاذان ان يفر منه الشيطان والشيطان يؤذى الولد فى اول نشأته حتى ورد فى الحديث ان استهلاله لذلك **قال صلى الله عليه وسلم** عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة **اقول** يستحب لمن وجد لشاتين ان ينسك بهما عن الغلام وذلك ما عندهم ان الذكران انفع لهم من الاناث فناسب زيادة الشكر وزيادة التنويه به **قال صلى الله عليه وسلم** احب الاسماء الى الله عبد الله وعبد الرحمن

اعلم ان اعظم المقاصد الشرعية ان يدخل ذكر الله فى تضاعيف ارتفاقاتهم الضرورية ليكون كل ذلك السنة تدعو الى الحق وفى تسمية المولود بذلك اشعار بالتوحيد وايضا فكان العرب وغيرهم يسمون الاولاد بمن يعبدونه ولما بعث النبى صلى الله عليه وسلم مقيما لمراسم التوحيد وجب ان يسن فى التسمية ايضا مثل ذلك وانما كان هذان الاسمان احب من سائر ما يضاف فيه العبد الى اسم من اسماء الله تعالى لانهما اشهر الاسماء ولا يطلقان على غيره تعالى بخلاف غيرهما وانت تستطيع ان تعلم من هذا سر استحباب تسمية المولود بمحمد واحمد فان طوائف الناس اولعوا بتسمية اولادهم باسماء اسلافهم المعظمين عندهم وكاد يكون ذلك تنويها بالدين وبمنزلة الاقرار

اسلام ور علامات دین محمدی سے ہے پھر ضروری ہے خصوصیت ہو وے کی اس اذان کے ساتھ اور وہ یہی ہے کہ بطور کہ مولود کے کان میں آواز سے اسکو کہا جاوے اور علاوہ ازین یہ بھی معلوم ہے کہ اس اذان کی یہ خصوصیت ہے کہ شیطان اس سے بھاگتا ہو اور اول اسکے پیدا ہوتے ہی شیطان ایذا دیتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ مولود کا چلانا اسی سبب سے ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **عن الغلام شاتان** الخ لڑکے کیطرف سے دو بکریاں اور لڑکی کیطرف سے ایک بکری ہے میں کہتا ہوں کہ جو شخص دو بکریوں کو پائے اسکو مستحب ہے کہ لڑکے کیطرف سے ذبح کرے اور اس کا یہ سبب ہے کہ لوگوں کے نزدیک بہ نسبت لڑکیوں کے لڑکوں کا زیادہ تر نفع ہے لہذا دو کا ذبح کرنا زیادتی شکر اور زیادتی عظمت کے مناسب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **احب الاسماء** الخ یعنی خدا تعالے کے نزدیک محبوب ترین ناموں کے عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں معلوم کرو کہ مقاصد شرعیہ میں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ ان کے ارتفاقات ضروریہ میں خدا کا ذکر داخل ہوتا کہ یہ ایک زبان ہو کہ خدا سے برحق کیطرف بلاتی اور مولود کے اس قسم کے نام رکھنے میں توحید کی طرف اشارہ ہے اور نیز عرب وغیرہ اپنی اولاد کے وہی نام رکھتے تھے جنکی وہ عبادت کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث کیے گئے مراسم توحید کے قائم کرنے کے لیے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ نام رکھنے میں بھی مثل اس کے مسنون کیا جائے اور انہیں دونوں کا محبوب ہونا بہ نسبت اور تمام ناموں کے جنمیں لفظ عبد کا خدا کے ناموں میں سے کسی نام کی طرف منسوب ہو کیوں ہوا اسلیے کہ یہ دونوں نام سب ناموں سے زیادہ مشہور ہیں اور نیز یہ دونوں نام سوائے ذات خدا تعالی کے کسی پر نہیں بولے جاتے ہیں بخلاف اور ناموں کے اور ہمارے اس بیان سے لڑکے کا نام احمد و محمد رکھنے کے استحباب کی حکمت کو معلوم کر سکتا ہے اسلیے کہ تمام لوگ ہمیشہ سے اپنی اولاد کا نام اُن گذشتہ لوگوں کے نام پر رکھتے چلے آئے ہیں جو اُن کے نزدیک بزرگ تھے اور اسمیں دین پر آگاہ کرنا اور گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ فرزند دین ہے۔

سخت سے سخت ۱۲

بانه من اهله وقال صلى الله عليه وسلم اخنى الاسماء يوم القيمة عند الله رجل يسمى ملك الاملاك اقول السبب فيه ان اصل اصول الدين هو تعظيم الله وان لا يسوى به غيره وتعظيم الشئ مساوق لتعظيم اسمه ولذلك وجب ان لا يسمى باسمه لا سيما هذا الاسم الدال على اعظم التعظيم قال الله تعالى والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين الاية اقول لما توجهت ارادة الله تعالى الى ابقاء نوع الانسان بالتناسل وجرى بذلك قضاؤه وكان الولد لا يعيش في العادة الا بتعاون من الوالد والوالدة في اسباب حياته وذلك امر جبلي خلق الناس عليه بحيث يكون عصيانه مخالفة تغيير لخلق الله وسعيا في نقض ما اوجبته الحكمة الالهية وجب ان يبحث الشرع عن ذلك ويوزع عليهما ما يتيسر ويتأتى عليهما والمتيسر من الوالدة ان ترضع وتحضن فيجب عليها ذلك والمتيسر من الوالد ان ينفق عليه من طوله وينفق عليها لانه حبسها عن المكاسب شغلها بحضانة ولده ومعاناة التعب فيها فكان العدل ان تكون كفايتها عليه ولما كان من الناس من يستعجل الفطام وربما يكون ذلك ضارا بالولد حد الله له

کا اہل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اخنى الاسماء يوم القيمة الخ بدترین ناموں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جسکا نام ملک الاملاک ہو میں کہتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ دین کا اصل الاصول خدا تعالیٰ کی تعظیم اور اُس کے ساتھ کسی کو برابر نہ کرنا ہے۔ اور کسی چیز کی تعظیم کرنا اُس کے نام کی تعظیم کے مستلزم ہے لہذا واجب ہوا کہ خدا کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جائے خاصکر یہ نام جو بے انتہا درجہ کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے والوالدات الخ اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کو بطور تناسل کے نوع انسانی کا باقی رکھنا منظور ہوا اور اسکا حکم بقار کے اندر جاری ہوگیا اور عادت کے اعتبار سے بچہ جبتک اُس کے ماں باپ اُس کے زندگی کے اسباب میں معاونت نہ کریں زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ ایک جبلی امر ہے جو لوگوں کی سرشت میں داخل ہے کہ اسکی مخالفت خلق الہی کی تغییر اور اُس چیز کے بگاڑنے میں کوشش کرنا ہے جسکو حکمت الہی مقتضی ہے لہذا شرع کو اُس سے بحث کرنا ضروری ہوا کہ ان دونوں خاوند بیوی پر بحصہ رسدی اُن چیزوں کو مقرر کرے جو اُن دونوں سے بسہولت ادا ہوسکیں اور ماں سے یہ بات ہوسکتی ہے کہ اسکو دودھ پلائے اور اس کی تربیت کرے پس اُسپر یہی واجب کیا گیا اور باپ سے ہوسکتا ہے کہ اپنے مقدور کے موافق بچہ کا خرچ اٹھائے کیونکہ خاوند نے اُسکو تمام مشاغل اور مکاسب سے روک کر بچہ اُس کی پرورش میں دیا ہے اور وہ اُسکی پرورش میں محنت کرتی ہے پس انصاف کا مقتضی ہے کہ خاوند اُس کا خرچ اٹھائے اور چونکہ بہت سے لوگ جلد دودھ چھڑا دیتے ہیں اور اکثر اوقات بچے کو اُس سے ضرر پہنچتا ہے لہذا خدا تعالیٰ نے اُس کی ایک ایسی حد مقرر فرمادی جس کے بعد دودھ چھڑانے سے غالباً بچہ -

له اى افحشها والمراد انه يظهر اثره من العقاب والهوان يوم القيمة وقوله رجل هو بحذف مضاف اى اسم رجل ۱۲

تقلب لسلامة عنده وهو حولان كاملان ورخص فيما دون ذلك بشرط تشاور منهما فكثيرا ما يكون الولد بحيث يقدر على التغذي قبلها لكنه يحتاج الى اجتهاد وتحر وهما ارفق الناس به واعلمهم بسريرته ثم حرم المضارة من الجانبين لانه تضييق يفضي الى نقض التعاون فان احتاجوا الى الاسترضاع لضعف الوالدة او مرضها او لكون قد وقعت بينهما فرقة او لتلائمه ونحو ذلك من الاسباب فلا جناح فيه ويجب عند ذلك ايفاء الحق من الجانبين قيل يا رسول الله ما يذهب عني مذمة[1] الرضاع فقال صلى الله عليه وسلم غرة عبد او امة اقول ان المرضعة ام بعد الام الحقيقية وبرها واجب بعد بر الام حتى ان النبي صلى الله عليه وسلم بسط رداءه لمرضعته اكراما لها وربما لا ترضى بما يهدي اليها وان كثر وربما يستكثر الذي رضع القليل الذي يمنحها ويكون في ذلك الاشتباه فسئل النبي صلى الله عليه وسلم عن حد يضربه فضرب الغرة حدا وذلك ان المرضعة اثبتت حقا في ذمته لاجل اقامة بنيته وتصييرها انسانا كاملا ولاجل حضانته ومقاساة التعب فيه فيكون الجزاء الوفاق ان يمنحها انسانا يكون بمنزلة جوارحها فيما يريد من ارتفاقاته ويتحمل عنها مؤنة عملها وهو حد مستحب لا ضروري وقالت هند بنت عتبة ان ابا سفيان رجل شحيح لا يعطيني الا ان آخذ من ماله بغير اذنه فقال صلى الله عليه وسلم

صحیح و سالم رہ سکتا ہے اور وہ پورے دو سال ہیں اور اس سے کم میں بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دونوں اسمیں مصلحت سمجھ کر اس بات کو تجویز کریں کیونکہ بسا اوقات اس مدت سے پہلے بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے مگر یہ بات سوچنے اور غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے اور اسکے اندر غور کرنے کے لیے ماں باپ ہی زیادہ تر مناسب ہیں اور اس بچے کی خصلت سے وہی خوب واقف ہیں پھر خدا تعالیٰ نے جانبین سے ضرر رسانی کو بھی حرام کیا ہے کہ اسمیں تنگی تھی جس سے معاونت میں نقصان لازم آتا تھا پس اگر لوگوں کو بچے کی ماں کے ضعیف یا مریض ہونے کے سبب سے دودھ پلوانے کی حاجت پڑے یا خاوند و بیوی میں فرقت ہو گئی ہو اور اس کو دودھ پلانے کی خوشی نہ ہو یا اور کوئی سبب ہو تو کسی اور سے دودھ پلوانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور ایسے وقت میں جانبین سے ایفائے حق کا ضروری ہے اور کسی شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حق رضاع سے کس چیز کو دے کر میں بری ہو سکتا ہوں آپ نے فرمایا غرۃ الخ ایک غلام یا ایک باندی معلوم کرو کہ دایہ حقیقی ماں کے بعد ایک ماں ہوتی اور ماں کے ساتھ سلوک کرنے کے بعد اسکے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے حتی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضعہ دایہ کے لیے اپنی چادر کو اسکی عزت کے سبب سے بچھا دیا اور بسا اوقات وہ اس چیز سے راضی نہیں ہو سکتی جو بطور ہدیہ کے اسکو دی جائے اگرچہ وہ بہت ہو اور اکثر اوقات وہ دودھ پلائی ہوئی اولاد تھوڑی سی چیز کو بہت سمجھ سکتا ہے اور اسمیں ایک قسم کا اشتباہ تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی حد مقرر کرنیکا سوال کیا گیا تو آپ نے ایک باندی یا غلام کی حد معین فرمائی اسوجہ سے کہ مرضعہ حق اسکے ذمہ ثابت ہوتا ہے اسکے بنیہ کا قائم کرنا اور اسکا انسان کامل بنانا اور اسکی پرورش کرنا اور اسکی محنت اٹھانا پس اسکی پوری پوری جزا یہ ہے کہ دایہ کو ایک دودھ پینے والا انسان دیا جائے جو اسکے لیے تمام ضروریات کا ارادہ کرنے میں بمنزلہ اعضاء کے ہو اور اس مرضعہ کے کام و کاج کا بار اٹھائے اور یہ ایک حد استحبابی غیر ضروری ہے اور ہندہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان ایک بخیل شخص ہے اسکے مال سے بغیر اسکی اجازت کے جو کچھ میں لیوں وہ ملتا ہے ورنہ وہ مجھے کچھ نہیں دیتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[1] قولہ مذمۃ بکسر الذال ای ما یسقط عنی حق المرضعة حتی اکون قد ادیتہ کاملا وکانوا یستحبون ان یعطوا المرضعة عند الفصال شیئا

خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف **اقول** لما كانت نفقة الاولاد والزوجة يعسر ضبطها وكلها النبي صلى الله عليه وسلم اليها واكد اشتراط اخذها بالمعروف واهمل الرجوع الى القضاة مثلا لانه الحرج عند ذلك **قال** صلى الله عليه وسلم مروا اولادكم بالصلوة الحديث وقد مر اسراره فيما سبق واختلفت قضاياه صلى الله عليه وسلم في اللاحق بالحضانة عند المشاجرة منهما لانه انما ينظر الى الارفق بالولد والدين ولا ينظر الى من يريد المضارة ولا يلتفت الى المصلحة فان الحسد والضرار غير متبع فجاءت امرأة وقالت يا رسول الله ان ابني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء وحجري له حواء وان اباه طلقني واراد ان ينزعه مني **قال** صلى الله عليه وسلم انت احق به ما لم تنكحي **اقول** وذلك لانها اهدى للحضانة وارفق به فاذا نكحت كانت كالمملوكة تحته وانما هو اجنبي لا يحسن صحبته وخير غلاما بين ابيه وامه وذلك اذا كان مميزا **اعلم** ان الانسان مدني بالطبع ولا يستقيم معاشهم الا بتعاون بينهم ولا تعاون الا بالالفة والرحمة فيما بينهم ولا الفة الا بمواساة ومراعاة الخواطر من الجانبين وليس التعاون على مرتبة واحدة بل له مراتب تختلف باختلاف الالفة والصلة فاراد ضبط الارتباط الواقع بين المسلمين وحد رسول الله صلى الله عليه وسلم لهم فيما بينهم بخمس **فقال** حق المسلم على المسلم خمس

جسقدر تیرے اور تیری اولاد کے لیے کافی ہو سکے اُس سے حسب دستور اسقدر لے لیا کر۔ میں کہتا ہوں چونکہ اولاد اور بیوی کا نفقہ منضبط ہونا ایک دشوار امر تھا اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی رائے پر اسکو چھوڑ دیا اور اُسکے لینے میں دستور کی قید لگادی اور قاضی کیطرف رجوع کرنے کی حاجت باقی نہیں رہی کیونکہ ایسے وقت میں دقت تھی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **مروا اولادکم** الحدیث۔ جب تمہاری اولاد سات سات برس کی ہو جائے تو اُن سے نماز کے لیے کہو اس کے اسرار پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اس باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کی پرورش کرنے میں مختلف حکم دیے ہیں اسلیے کہ آپ نے اس بات کا لحاظ کیا ہے جو اولاد اور ماں باپ کے لیے مناسب ہے اور آسانی ہے اور جو شخص ضرر رسانی کا قصد کرے اور مصلحت کا قصد نہ کرے آپ نے لحاظ نہیں کیا کیونکہ حسد اور ضرر رسانی اتباع کے قابل نہیں ہوتی چنانچہ ایکمرتبہ آپ کی خدمت شریف میں ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرا بیٹا میرے ہی تو پیٹ میں رہا اور میرے ہی پستان کا دودھ پیا اور میرے ہی گود میں رہا اور اسکے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور مجھ سے ہی چھینا چاہتا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا **انت احق** الخ تو جبتک نکاح نہ کرے تو ہی اسکی مستحق ہے۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ ماں پرورش کرنا خوب جانتی ہے اور بچے پر شفیق ہوتی ہے اور نکاح کرنے کے بعد وہ دوسرے خاوند کی مملوکہ ہو جاتی ہے اور وہ ایک اجنبی آدمی ہے اور بھلائی کرنیکی اس سے امید نہیں اور ایک لڑکے کو آپ نے اختیار دیا کہ وہ خواہ باپ کے پاس رہے یا ماں کے پاس اور یہ جب کہ جب برائی بھلائی کرنیکی تمیز کرنے لگے۔ **معلوم کرو** کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اور باہمی معاونت بغیر اسکی زندگی قائم نہیں ہو سکتی اور معاونت بغیر باہمی الفت اور شفقت کے نہیں ہو سکتی اور الفت بغیر غمخواری ہمدردی کے جانبین سے خاطرداری کے بغیر نہیں ہو سکتی اور معاونت کا کوئی مرتبہ مقرر نہیں بلکہ اسکے مختلف مرتبے ہیں جنکے اختلاف سے بھلائی اور صلہ بھی مختلف ہوا کرتا ہے اور ان مرتبوں کا ارتباط ہے جو باہم مسلمانوں کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی باہم بھلائی کو پانچ چیزوں میں محدود کیا ہے اور فرمایا **حق المسلم علی المسلم خمس** یعنے مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں

ردّ السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس **وفي** رواية سنة السادسة إذا استنصحك فانصح له **وقال** صلى الله عليه وسلم اطعموا الجائع وفكوا العاني يعني الأسير **والسر في ذلك** أن هذه الخمس أو الست خفيفة المؤنة مورثة للألفة ثم الارتباط الواقع بين أهل الحي والجيران والأرحام فتتأكد هذه الأشياء فيما بينهم وتتأكد التعزية والتهنئة والزيارة والمهاداة وأوجب النبي صلى الله عليه وسلم أمورا يتقيدون بها شاؤا أم أبوا كقوله صلى الله عليه وسلم من ملك ذا رحم محرم فهو حر وكباب الديات ثم الارتباط الواقع بين أهل المنزل من الزوجة وما ملكت يمينه أما الزوجة فقد ذكرنا البر معها وأما ملك اليمين فجعل النبي صلى الله عليه وسلم بره على مرتبتين احداهما واجبة يلزمهم شاؤا أم أبوا والثانية ندب إليها وحث عليها من غير إيجاب أما الأولى **فقال** صلى الله عليه وسلم للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل ما لا يطيق وذلك لأنه مشغول بخدمته عن الاكتساب فوجب أن تكون كفايته عليه **وقال** صلى الله عليه وسلم من قذف مملوكه وهو بريء مما قال جلد يوم القيامة **وقال** عليه الصلوة والسلام من جدع عبده فالعبد حر عليه **أقول** وذلك ارشاد

سلام کا جواب دینا اور بیمار کی عیادت اور جنازہ کے پیچھے چلنا اور چھینکنے والے کے لیے دعا دینا اور ایک روایت میں چھٹی یہ ہے کہ جب تجھ سے خیرخواہی چاہے تو تو اس کی خیرخواہی کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اطعموا الخ یعنی بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھوڑاؤ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پانچ یا چھ چیزوں میں لوگوں کو کچھ ایسی دقت نہیں ہوتی اور ان سے باہمی الفت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ ارتباط ہے جو ایک قبیلہ یا محلہ کے اندر یا اقارب میں ہوتا ہے پس ان لوگوں میں یہ چیزیں بھی ضرور ہوتی ہیں اور تعزیت و تہنیت اور آمد و رفت اور باہمی تحفہ و تحائف بھی ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے ایسے امور واجب کیے جنکے وہ پابند ہوں خواہ انکے وہ طالب ہوں یا منکر جیسا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم محرم فھو حر جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو پس وہ حر ہے اور جیسے کہ دیتوں کے باب میں تھا پھر وہ میل جول کہ اہل کنبہ کے ہوتا ہے جیسے بیوی و غلام لونڈی لیکن بیوی کے متعلق بیان تو ہم انکو بیان کر چکے لیکن غلام و لونڈی کے متعلق بھلائی تو اسکے دو مرتبے گردانے ایک وہ جسکا کرنا ان کو ضروری ہو خواہ چاہیں یا نہ چاہیں اور دوسرے درجہ کی بھلائی یہ ہے کہ اس کا کرنا ان کو بہتر ہے ضروری نہیں لیکن پہلا مرتبہ وہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے للمملوک طعامہ الخ یعنے غلام کے لئے اسکا کھانا اور کپڑا ہے اور جو کام اس کی مقدور سے باہر ہو وہ اس سے نہ لیا جائے اور اس کا کپڑا کھانا اس لیے ہے کہ وہ سید کی خدمت کے سبب سے اپنے کسب کرنے سے مجبور ہے لہذا ضروری ہوا کہ غلام کا لباس و طعام اسپر واجب ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قذف مملوکہ وھو بریء مما قال جلد یوم القیمۃ جو شخص اپنے غلام پر تہمت لگائے حالانکہ وہ اسکے فعل سے بری ہے قیامت کے دن اسپر کوڑے لگائے جائینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من جدع الخ جو کوئی اپنے غلام کی ناک کان کاٹے پس اسپر اسکا غلام آزاد ہے میں کہتا ہوں اس میں یہ بات ہے کہ اس میں اس کے

لہ فانہا تعرف ملك ابن قدامہ في قتل الخطاء

ملکہ علیہ مزجرۃ عن ان یفعل ما فعل وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود اللہ **اقول** وذلک سد لباب الظلم والامعان فی التعزیر زیادۃ علی الحد او المراد النہی عن ان یعاقب فی حق نفسہ اکثر من عشر جلدات کترک مامور بہ ونحو ذلک والمراد بالحد الذنب المنہی عنہ لحق الشرع وہو قول القائل اصبت حدا وادی ان ہذا الوجہ اقرب فان الخلفاء لم یزالوا یعزرون اکثر من عشر فی حقوق الشرع واما الثانیۃ فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صنع لاحدکم خادمہ طعامہ ثم جاء بہ وقد ولی حرہ ودخانہ فلیقعدہ معہ فلیاکل فان کان الطعام مشفوہا قلیلا فلیضع فی یدہ منہ اکلۃ او اکلتین وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من ضرب غلاما لہ حدا لم یاتہ او لطمہ فان کفارتہ ان یعتقہ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ضرب احدکم خادمہ فذکر اسم اللہ فلیمسک **قال** صلی اللہ علیہ وسلم من اعتق رقبۃ مسلمۃ اعتق اللہ بکل عضو منہا عضوا منہ من النار **اقول** العتق فیہ جمع شمل المسلمین وفک عانیہم فجوزی جزاء وفاقا **قال** صلی اللہ علیہ وسلم من اعتق شقصا فی عبد عتق کلہ ان کان لہ مال **اقول**

انکے اوپر ملکیت جاتے رہنے سے اس مولاکے اس فعل سے جو اُسنے کیا ہے زجر و توبیخ ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یجلد الخ دس سے زیادہ کوڑے نہ مارا جائے گا بجز کسی حد حدود خدا تعالیٰ سے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دروازہ ظلم کا سد و دور کرنا ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس ذات کے متعلق دس کوڑوں سے زیادہ عذاب دینے سے نہی ہے جیسے کہ ماموربہ کو ترک کرنے وغیرہ کے اور مراد حد سے وہ گناہ ہے جسکی شرع کے حق میں نہی آئی ہے اور جیسا کہ کسی قائل کا یہ قول ہے کہ تو حد کو پہونچ گیا اور میرے گمان میں یہ وجہ قریب تر بفہم ہے اسلئے کہ خلفائے راشدین حقوق شرع کے اندر دس سے زیادہ تعزیر کیا کرتے تھے اور دوسرا مرتبہ بھلائی کا وہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذا صنع الخ جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے پھر وہ اُسکے پاس کھانا ایسی حالت میں لائے کہ اُسکو اُس کا دھواں و حرارت لگی ہے پس اُسکو مناسب ہے کہ اُسکو اپنے پاس بٹھالے اور اُسکے ساتھ کھانا کھائے اور اگر تھوڑا سا ہے تو ایک یا دو لقمہ اُس کھانے میں سے اُس کے ہاتھ پر رکھدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ ضرب غلاما الخ جو شخص اپنے غلام کو بلا کسی حد کے جسکا وہ مرتکب ہوا مارے یا اُسکے طمانچہ لگائے تو اُس کا یہ کفارہ ہے کہ اُسکو آزاد کردے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا ضرب الخ تم میں سے جب کوئی شخص اپنے خدمت گار کو مارے اور وہ خدا تعالیٰ کا نام زبان پر لائے تو اُسکو رک جانا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اعتق رقبۃ الخ جو شخص کسی مسلمان باندی غلام کو آزاد کردے تو خدا تعالیٰ اُسکے ہر عضو کے مقابل میں اُس کے عضو کو آگ سے آزاد کر دیگا۔ میں کہتا ہوں آزاد کرنے کے اندر مسلمانوں کی جماعت کا اکٹھا کرنا قیدی کو قید سے رہا کردینا ہے پس اُسکی پوری پوری جزا دیا جائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اعتق الخ جس شخص کا ایک غلام میں کچھ حصہ ہو اور وہ اُسے آزاد کردے تو اگر اُس کے پاس مال ہے تو وہ سب آزاد ہوجائے گا۔ میں کہتا ہوں۔

سلہ ای لا یستنکف عنہ ۱۲ سلہ ای کیلا ایکلوہ وقیل المشفوہ القلیل من قولہم رجل مشفوہ اذا کثر سؤال الناس ایاہ حتی نفد ما عندہ فحینئذ قولہ قلیلا بدل منہ وتفسیر لہ ۱۲ سلہ ای لطمہا ۱۲ سلہ تمام الحدیث وان لم یکن لہ مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ ۱۲

سببه ما وقع التصريح به في نفس الحديث حيث قال عليه السلام ليس لله شريك
يريد ان العتق جعله لله وليس من الادب ان يبقى معه ملك لاحد **قال صلى الله عليه وسلم**
من ملك ذا رحم محرم فهو حر **اقول** السبب فيه صلة الرحم فاوجب الله تعالى نوعا
منها عليهم لا يسع لهم تركه ولما كان هذا الاستملاك واستخدامه بمنزلة
العبيد جفاء عظيما **قال صلى الله عليه وسلم** اذا ولدت امة الرجل منه فهي معتقة
عن دبر منه **اقول** السر فيه الاحسان الى الولد لئلا يملك امه غير ابيه فيكون عليه
عار من هذه الجهة واوجب على العبد خدمة المولى وحرم عليه الاباق **قال صلى الله
عليه وسلم** ايما عبد ابق فقد برئت منه الذمة حتى يرجع وحرم على المعتق ان يوالي غير
مواليه واعظم ذلك كله حرمة حق الوالدين **قال صلى الله عليه وسلم** من اكبر الكبائر
عقوق الوالدين وبرهما يتم بامور الاطعام والكسوة والخدمة ان احتاجا واذا
دعاه الوالد اجاب واذا امره اطاع ما لم يامر بمعصية ويكثر زيارته ويتكلم معه
بالكلام اللين ولا يقول اف ولا يدعوه باسمه ويمشي خلفه ويذب عنه من اغتابه
او آذاه ويوقره في مجلسه ويدعو له بالمغفرة والله اعلم۔

اس کا سبب وہی ہے جسکی نفس حدیث میں تصریح واقع ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ
کا کوئی شریک نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آزاد کر دینا فی الواقع خدا تعالیٰ کی ملک میں اس کا دے دینا ہے اور یہ
بات خلاف ادب ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کی ملک باقی رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم محرم
میں کہتا ہوں اس کا سبب صلہ رحم ہے خدا نے صلہ رحم کی ایک قسم کو ان پر واجب کر دیا خواہ ان کی مرضی ہو یا نہ ہو اور واجب
کرنے کے لیے اس قسم کے صلہ رحم کو لیے خاص کیا کہ اپنے قریب کا مالک ہو جانا اور اس پر تصرف کرنا اور غلاموں کی سی اس سے
خدمت لینا اس پر بڑا ظلم ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا ولدت امۃ جب ایک شخص کی لونڈی کو اسی
شخص سے اولاد پیدا ہو تو وہ اسکے مرنیکے بعد آزاد ہوگی۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ راز ہے کہ اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ہے تاکہ
کوئی غیر شخص بجز اس کے باپ کے اسکی ماں کا مالک نہ ہو جسکے سبب سے اسکو عار لاحق ہو اور شارع نے غلام پر مولا کی
خدمت واجب کی اور بھاگنا اس پر حرام کیا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما عبد ابق فقد برئ الخ جو غلام
بھاگ گیا پس البتہ وہ اسلام کے عہد سے الگ ہو گیا جبتک واپس نہ آئے اور آزاد کیے ہوئے۔ شارع نے اس بات کو حرام کیا کہ
کہ بجز اپنے مولیٰ کے کسی اور کو اپنا والی نہ بنائے اور سب سے بڑھکر صلہ رحم والدین کے حقوق کی حرمت و عزت ہے
اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اکبر الکبائر الخ سب کبائر میں بڑھکر گناہ کبیرہ والدین کی نافرمانی ہے۔ اور
والدین کیساتھ سلوک کرنا چند امور سے پورا ہوتا ہے انکو کھلانا اور لباس دینا اور اگر انکو خدمت کی حاجت ہو تو خدمت کرنا اور جب
بلائیں تو انکا جواب دینا اور جب کسی بات کا بشرطیکہ وہ خلاف معصیت ہو حکم دیں انکی اطاعت کرنا اور کثرت سے انکی زیارت رکھنا
اور انکے ساتھ نرمی سے بات چیت کرنا اور اف بھی انکو نہ کہنا اور انکو نام لیکر نہ پکارنا اور انکے پیچھے پیچھے چلنا اور اگر انکا کوئی عیب
کرے یا کوئی دکھ پہونچائے انکی مدافعت کرنا اور نشست و برخاست میں وقار کرنا اور انکے لیے مغفرت کی دعا کرنا۔ واللہ اعلم

لے الحدیث تمامہ ان رجلا اعتق شقصا من غلام فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للہ شریک فاجاز عتقہ ۱۲
ﷺ الحقب محرز ۱۲ ﷺ ای ذمۃ الاسلام و عہدہ ۱۲

من ابواب سياسة المدن

اعلم انه يجب ان يكون في جماعة المسلمين خليفة لمصالح لا تتم الا بوجوده وهي كثيرة جدا يجمعها صنفان احدهما ما يرجع الى سياسة المدينة من ذب الجنود التي تغزوهم وتقهرهم وكف الظالم عن المظلوم وفصل القضايا وغير ذلك وقد شرحنا هذه الحاجات من قبل وثانيهما ما يرجع الى الملة وذلك ان تنويه دين الاسلام على سائر الاديان لا يتصور الا بان يكون في المسلمين خليفة ينكر على من خرج من الملة وارتكب ما نصت على تحريمه او ترك ما نصت على افتراضه اشد الانكار ويذل اهل سائر الاديان ويأخذ منهم الجزية عن يد وهم صاغرون والا كانوا متساوين في المرتبة لا يظهر فيهم رجحان احدى الفرقتين على الاخرى ولم يكن كابح يكبحهم عن عدوانهم والنبي صلى الله عليه وسلم ضبط انواع الحاجات في ابواب اربعة باب المظالم وباب الحدود وباب القضاء وباب الجهاد ثم وقعت الحاجة الى ضبط كليات هذه الابواب وترك الجزئيات الى راي الائمة ووصيتهم بالجماعة خيرا وذلك لوجوه منها ان متولي الخلافة [illegible] ما يكون جائرا فيما يتبع هواه ولا يتبع الحق فيفسد هو ويكون مفسدا على غيرهم

یہ باب سیاست شہروں کے متعلق ہے

معلوم کرو کہ مسلمانوں کی جماعت کے اندر مصلحتوں کے لیے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ مصالح بغیر اس کے پورے نہیں ہو سکتے اور وہ مصلحتیں اگرچہ کثرت سے ہوتی ہیں مگر دو قسموں میں منحصر ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ جس کا نتیجہ سیاست مدینہ ہے یعنی ان لشکروں سے مدافعت کرنا جو ان سے لڑے اور ان کو مقہور کرنا اور ظالم کو مظلوم سے روکنا اور قضیے جھگڑوں کو فیصل کرنا وغیرہ وغیرہ ان کے اور بھی اور ان حوائج کی تفصیل ہم تشریح کر چکے ہیں اور دوسری قسم جسے مقصود ملت کی اصلاح کرنی ہوتی ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ دین اسلام کی عظمت تمام ادیان پر جب ہی ہو سکتی ہے کہ جب باہم مسلمانوں کے کوئی خلیفہ ہو جو دین سے خارج ہونے والے اور اس چیز کے مرتکب ہونے والے کو جسکی حرمت منصوص ہے یا اس چیز کے ترک کرنیوالے کو جسکی فرضیت نص سے ثابت ہے سخت طور پر ملامت اور انکار کرے اور باقی تمام ادیان کے لوگوں کو ذلیل کردے اور ان سب پر دباؤ ڈال کر سب سے جزیہ لیا کرے ورنہ وہ مرتبہ میں برابر ہونگے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر ترجیح ظاہر نہ ہوگی اور کوئی چیز سرکشی سے ان کو روکنے والی نہ ہوگی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ان حوائج کو چار باب کے اندر منحصر کر دیا ہے باب مظالم، باب حدود، باب قصاص، باب جہاد، پھر ان ابواب کے کلیات منضبط کرنے اور جزئیات ائمہ کی رائے پر چھوڑ دینے اور ان کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرنے کی ضرورت ہوئی اور اس کے کئی اسباب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص خلیفہ بنتا ہے وہ اکثر ظالم ہوتا ہے

أشد تميزاً من مصلحتهم وصح فيما يفعل أنه تابع للحق وأنه رأى المصلحة في ذلك
فلا بد من كليات يذكرها لهم ويؤاخذهم بها ويرجع احتجاجهم عليه إليها ومنها أن
الخليفة يجب أن يصحح على الناس ظلم الظالم وأن العقوبة ليست زائدة على قدر الحاجة
ويصحح في فصل القضاء أنه قضى بالحق وإلا كان سبباً لاختلافهم عليه وأن يجد لذ
كان يضمر عليهم وأساءة في أنفسهم وحرجاً راجعاً إلى عدد ويضمروا عليه حقداً يرون
أن الحق بيدهم وذلك مفسدة شديدة ومنها أن كثيراً من الناس لا يدركون
ما هو الحق في سياسة المدينة فيجتهدون فيخطئون بعيداً وكثيراً من صلب شديد
يرى مبالغة في المزجرة قتلاً ومن سهل يرى القليل كثيراً ومن أذن إمعة يرى كل
ما يحكيه مدعي حقاً ومن متسرع كوّد يظن بالناس ظنوناً فاسدة ولا يمكن الاستقصاء
فإنه كالتكليف بالمحال فيجب أن تكون الأصول مضبوطة فإن اختلافهم في الأصول
ومنها أن النواميس إذا كانت ناشئة من الشرع كانت بمنزلة الصلاة والصيام في كونها
قربة إلى الحق ولم يذكر عهد القوم وبالجملة فلا يمكن أن يفوض الأمر بالكلية

ستمگار اور اپنی خواہش نفسانی کا تابع ہوتا ہے اور حق کی تابعداری نہیں کرتا جیسے رعایا میں فساد ڈال دیتا ہے اور اس کا
یہ فساد اس مصلحت سے بدرجہا زیادہ ہوتا ہے جسکے لیے خلافت ہوتی ہے اور وہ خلیفہ اپنے افعال میں یہ ثابت نہیں کرتا ہے
کہ وہ حق کے تابع ہے اور اُسی بات میں اُس نے مصلحت بھی دیکھی ہے پس ایسے کلیات کا ہونا ضروری ہے کہ جو شخص ان کی
مخالفت کرے اسکو وہ کلیات یاد دلائے جاویں اور ان کلیات کے ساتھ اس سے مواخذہ کیا جائے اور ان کلیات کے ذریعہ سے لوگ
اس خلیفہ پر حجت قائم کر سکیں اور از انجملہ یہ ہے کہ خلیفہ پر یہ بات واجب ہے کہ لوگوں کے سامنے ظالم کے ظلم کو ثابت
کرے اور نیز یہ بات ثابت کرے کہ سزا حاجت سے زیادہ نہیں ہے اور قضیوں کے فیصلہ کرنے میں اس بات کو ثابت
کر دے کہ میں نے ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوگی تو لوگ اس کی مخالفت میں اختلاف کرینگے اور جسکو ضرر
پہونچا ہے ان کے اور نیز ان کے اقارب کے دلوں میں خلیفہ کی طرف سے غصہ و جوش پیدا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ عذر کرینگے اور
ان کے دلوں میں خلیفہ کی طرف سے بغض پیدا ہو جائے گا اور یہ سمجھینگے کہ حق ان کی جانب ہے اور فساد عظیم کا سبب ہے
اور از انجملہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ سیاست مدن میں حق کیا ہوتا ہے پس وہ اجتہاد
کرتے ہیں اور بہت دور حق کے راستے سے پھر جاتے ہیں بعض آدمی تو نہایت سخت ذات کے ہوتے ہیں وہ نہایت ادنیٰ کی
زجر کو قتل خیال کرتے ہیں اور بعض آدمی ایسا نرم ہوتا ہے کہ ادنیٰ کو بھی بہت کثیر سمجھتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے
کانوں کے کچے ہوتے ہیں کہ جیسا مدعی نے کہا اسکو سچ سمجھنے لگتے ہیں اور بعض بد خصلت وتہمتی ہوتے ہیں کہ خواہ
مخواہ لوگوں کی نسبت بدظنی کرتے رہتے ہیں اور اس کا احاطہ ناممکن تھا کیونکہ یہ تکلیف بالمحال کے ہے پس ضروری
ہوا کہ اصول منضبط کیے جاویں اسلیے کہ اصول کے اندر اتنا خلاف نہیں ہے کہ جسقدر فروعات میں ہوتا ہے
اور از انجملہ یہ ہے کہ جب وہ قوانین شرع سے پیدا ہوتے ہیں تو وہ قربت الٰہی شمار کیے جاتے ہیں اور لوگوں کے اندر
حق کا ذکر پائے جانے میں نماز و روزہ کے مثل ہیں۔

لہ اي متعصب له، ملہ اي حقد ۱۲ سلہ بكسر الهمزة وتشديد الميم الذي لا رأي له فهو يتابع كل صاحب رأي وقيل هو مخفف
... ۱۲ ... ۱۲ ... صعب ۱۲

الی اولی انفس شہویۃ او سبعیۃ ولا یمکن معرفۃ العصمۃ و تحفظ عن الجور فی الخلفاء و المصالح التی ذکرناہا فی التشریع وضبط المقادیر کلہا متأتیۃ ہہنا واللہ اعلم ؛

الخلافۃ

اعلم انہ یشترط فی الخلیفۃ ان یکون عاقلا بالغا حرا ذکرا شجاعا ذا رای و سمع و بصر ونطق وممن سلم الناس شرفہ وشرف قومہ ولا یستنکفون عن طاعتہ قد عرف منہ انہ یتبع الحق فی سیاسۃ المدینۃ ہذا کلہ یدل علیہ العقل واجتمعت امم بنی آدم علی تباعد بلدانہم واختلاف ادیانہم علی اشتراطہا لما راوا ان ہذہ الامور لا تتم المصلحۃ المقصودۃ من نصب الخلیفۃ الا بہا واذا وقع شیٔ من اہمال ہذہ راوہ خلاف ما ینبغی وکرہتہ قلوبہم وسکتوا علی غیظ وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فارس لما ولوا علیہم امرأۃ لن یفلح قوم ولوا علیہم امرأۃ والملۃ المصطفویۃ اعتبرت فی خلافۃ النبوۃ امورا اخری منہا الاسلام والعلم والعدالۃ وذلک لان المصالح الملیۃ لا تتم بدونہا وہذا مما اجمع المسلمون علیہ والاصل فی ذلک قولہ تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف

الحاصل جو لوگ قوت شہوانیہ یا سبعیہ کے تابع ہوتے ہیں بالکل ان کو اختیار دیدینا ناممکن ہے اور خلفاء میں عصمت اور ظلم سے محفوظ رہنا تمیز نہیں ہو سکتا اور جن مصلحتوں کا ہم نے تشریع اور ضبط مقدار کے اندر بیان کیا ہے سب وہ موجود ہے واللہ اعلم

خلافت کا بیان

معلوم کرو کہ خلیفہ میں عاقل بالغ آزاد مرد شجاع ذی ہوش اور گویا ہونا اور ان لوگوں میں سے ہونا شرط ہے کہ لوگ اسکی اور اسکی قوم کی شرافت مانے ہوں اور اسکی فرمانبرداری سے عار نہ کرتے ہوں اور یہ بات جانتے ہوں کہ سیاست مدنی میں یہ حق کا اتباع کریگا۔ یہ سب باتیں عقل سے معلوم ہو سکتی ہیں اور یہ ایسے امور ہیں کہ تمام مختلف ملکوں اور مختلف ادیان کے لوگوں کا خلیفہ کے اندر ان باتوں کی شرط ہونے کا اتفاق ہے اسلئے کہ سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ خلیفہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان امور کے تمام نہیں ہو سکتی اور ان امور میں سے کوئی امر بھی اگر رہجاوے تو لوگ اسکو نامناسب خیال کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اسکا خلیفہ ہونا ناگوار گذرتا ہے اور اگرچہ وہ بظاہر سکوت کر لیتے ہیں مگر انکے دلوں میں ناخوشی ہوتی ہے چنانچہ ملک فارس میں جب لوگوں نے ایک عورت کو اپنا بادشاہ بنایا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم نے عورت کو اپنے اوپر حاکم بنایا وہ ہرگز فلاح کو نہ پہونچیگی اور ملت محمدیہ[1] نے علاوہ ان امور کے نبی کے خلیفہ ہونے میں چند اور امور کا بھی اعتبار کیا ہے جنمیں اسلام اور علم و عدالت بھی ہے اسلئے کہ دینی مصالح بدون ان امور کے نہیں ہوتے اسلئے کہ تمام مسلمانوں نے اسی پر اتفاق کیا ہے اور اسکی حجت یہ آیت ہے وعد اللہ الذین الخ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کیے ہیں ان سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے

[1] سلہ سے بنت کسرے ۱۲

الذين من قبلهم إلى قوله تعالى فأولئك هم الفاسقون ومنها كونه من قريش قال النبي صلى الله عليه وسلم الأئمة من قريش والسبب المقتضي لهذا أن الحق الذي أظهره الله على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم إنما جاء بلسان قريش وفي عاداتهم وكان أكثر ما تعين من المقادير و الحدود ما هو عندهم وكان المعد لكثير من الأحكام ما هو فيهم فهم أقوم به وأكثر الناس تمسكا بذلك وأيضا فإن قريشا قوم النبي صلى الله عليه وسلم وحزبه ولا فخر لهم إلا بعلو دين محمد صلى الله عليه وسلم وقد اجتمع فيهم حمية دينية وحمية نسبية فكانوا مظنة القيام بالشرائع والتمسك بها وأيضا فإنه يجب أن يكون الخليفة ممن لا يستنكف الناس من طاعته لجلالة نسبه وحسبه فإن من لا نسب له يراه الناس حقيرا ذليلا وأن يكون ممن عرف منهم الرياسات والشرف ومارس قومه جمع الرجال ونصب القتال وأن يكون قومه أقوياء يحمونه وينصرونه ويبذلون دونه الأنفس ولم تجتمع هذه الأمور إلا في قريش لا سيما بعد ما بعث النبي صلى الله عليه وسلم ونبه به أمر قريش وقد أشار أبو بكر الصديق رضي الله تعالى عنه إلى هذه فقال ولن يعرف هذا الأمر إلا لهذا الحي من قريش هم أوسط العرب دارا الخ وإنما لم يشترط كونه هاشميا مثلا لوجهين أحدهما أن لا يقع الناس

کہ وہ بلاشبہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنائیگا الخ اور انجملہ اسکا قریشی ہونا چاہیے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الائمۃ من القریش۔ ائمہ قریش میں سے ہونگے اور اسکا سبب یہ ہے کہ حق جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ظاہر کیا ہے وہ قریش کی زبان میں اور انھیں کی عادت کے موافق نازل ہوا ہے اور اکثر مقادیر اور حدود کی تعیین انھیں چیزوں کے ساتھ کی گئی ہے جو انھیں میں موجود تھیں اور بہت سے احکام انھیں کے معاملات کے متعلق نازل ہوئے ہیں پس سب سے زیادہ اُن احکام کو قائم کرنیوالے اور اُن سے دلیل پکڑنیوالے وہی لوگ ہیں اور نیز قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم اور آپ کا گروہ ہیں اور ان کا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونے میں ہے پس اُنکی غیرت دینی و نسبی دونوں پائی جاتی ہیں پس وہی لوگ شرائع کے قائم کرنے اور اُن سے استدلال کرنے کے قابل ہیں اور نیز خلیفہ کو ایسا شریف النسب والحسب ہونا چاہیے جس کی فرمانبرداری سے لوگ عار نہ کرسکیں اسلئے کہ جس شخص کا نسب عمدہ نہیں ہوتا ہے لوگ اُس کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں اور نیز خلیفہ اُن لوگوں میں سے ہونا چاہیے جن میں قدیم سے ریاست اور شرافت اور لوگوں کے جمع کرنے اور قتال کے قائم کرنے کا مادہ اور ملکہ چلا آیا ہے اور نیز اُس کی قوم کے لوگ قوی ہونے چاہیئے جو اُسکی حمایت و مدد کرسکیں اور اُسکی خاطر اپنی جانیں دے سکیں اور یہ سب امور بجز قریش کے کسی قوم کے نہیں پائے جاتے خاصکر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور قریش کا درجہ اور بے انتہا بلند ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا خلافت کا امر بجز قریش کے ہرگز کسی کے لیئے نہیں معلوم ہوتا وہ تمام عرب میں خاندانی اعتبار سے درمیانی ہیں الخ اور خلیفہ کا مثلاً ہاشمی ہونا دو وجہ سے شرط نہیں کیا گیا ایک تو یہ کہ لوگوں کو۔

له لے شرف ١٢ سه لے خلافۃ ١٢ سه قاله رضي الله عنه في قصة سقيفة بني ساعدة لما تكلم الأنصار منا أمير ومنكم أمير فخطب أبو بكر رضي الله تعالى عنه خطبة بليغة في مناقب قريش وحث عمر رضي الله عنه بعد على بيعة أبي بكر ايضا فاتفقوا عليه ١٢

لئلا يقولوا انه اوصى لاهل بيته كما تولى الملوك فيكون سببا للارتداد ولهذه العلة لم يعط النبي صلى الله عليه وسلم المفتاح للعباس بن عبد المطلب رضي الله عنه والاصل في ان المهم في الخلافة رضا الناس به واجتماعهم عليه وتوقيرهم اياه وان يقيم الحدود ويناضل دون الملة وينفذ الاحكام واجتماع هذه الامور لا يكون الا في واحد بعد واحد وفي اشتراط ان يكون من قبيلة خاصة تضييق وحرج فربما لم يكن في هذه القبيلة من تجتمع فيه الشروط وكان في غيرها ولهذه العلة ذهب الفقهاء الى المنع عن اشتراط كون المسلم في قرية صغيرة وجوزوا كونه من قرية كبيرة وتنعقد الخلافة بوجوه ببيعة اهل الحل والعقد من العلماء والرؤساء وامراء الاجناد ممن يكون له رأي ونصيحة للمسلمين كما انعقدت خلافة ابي بكر رضي الله عنه وبان يوصي الخليفة الناس به كما انعقدت خلافة عمر رضي الله عنه او يجعل شورى بين قوم كما كان عند انعقاد خلافة عثمان بل علي ايضا رضي الله تعالى عنهما او استيلاء رجل جامع للشروط على الناس وتسلطه عليهم كسائر الخلفاء بعد خلافة النبوة ثم ان استولى من لم يجمع الشروط لا ينبغي ان يبادر الى المخالفة لان خلعه لا يتصور غالبا الا بحروب ومضايقات وفيها من المفسدة اشد مما يرجى من المصلحة وسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عنهم فقيل افلا ننابذهم قال لا ما اقاموا فيكم الصلوة وقال الا ان

ان سے شک و شبہ نہ ہو اور یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ نبی کو اپنے گھرانے کی بادشاہت مقصود ہے جسطرح بادشاہ ہوا کرتے ہیں اور یہ بات لوگوں کے ارتداد کا سبب ہو جاتی یہی وجہ تھی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو کنجی عطا نہیں فرمائی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خلافت کے اندر نہایت ضروری امر خلیفہ سے لوگوں کا راضی ہونا اور اس پر اتفاق کرنا اور اسکی توقیر کرنا اور خلیفہ کا لوگوں پر حدود کا قائم کرنا اور دین کے خاطر قتال کرنا اور احکام نافذ کرنا ہے اور یہ سب امور کسی ایک شخص میں جمع ہو سکتے ہیں اسبات کے شرط کر دینے میں کہ خلیفہ ایک خاص قبیلہ سے ہو لوگوں کو دقت و حرج ہے کیونکہ بسا اوقات ہو سکتا ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی شخص ان اوصاف کا جامع نہ پایا جائے اور دوسرے قبیلہ میں ایسا شخص موجود ہو اسی وجہ سے فقہاء کہتے ہیں کہ چھوٹی سی بستی کا ہونے کیلئے اس شخص کی حیثیت کہ وہاں مسلم ہو شرط نہیں ہے اور بڑی بستی کی شرط ہے۔ اور خلافت کے انعقاد کی چند صورتیں ہیں ایک اہل حل و عقد یعنے علماء اور رؤساء اور لشکر کے افسروں کا جن کی رائے پختہ ہو ان لوگوں کا بیعت کر لینا جن کو مسلمانوں کی خیر خواہی میں دخل ہو جسطرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی ہے اور ایک صورت یہ کہ خلیفہ ان لوگوں کو دوسرے کے خلیفہ بنانے کی وصیت کرے جسطرح حضرت عمر کی خلافت ہوئی۔ یا خلافت کی بابت قوم کے اندر کسی خاص شخص کے لیے مشورہ کیا جائے جسطرح حضرت عثمان بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انعقاد ہوا یا کوئی شخص جو ان اوصاف کا جامع ہو لوگوں پر استیلاء اور تسلط کر کے خلیفہ ہو جائے جسطرح خلافت نبوت کے بعد اور خلفاء کی خلافت ہے پھر اگر کوئی ایسا شخص جو ان اوصاف کا جامع نہ ہو لوگوں پر غلبہ حاصل کر لے تو اسکی مخالفت پر بھی جرات نہ کرنی چاہیئے اسلیئے کہ غالباً اب وہ شخص بغیر لڑائی اور جھگڑوں کے خلافت سے معزول نہیں ہو سکتا ہے اور یہ فساد بہ نسبت اس مصلحت کے بہت بڑا ہے جو خلافت سے مقصود ہوتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم ان سے قتال کریں آپ نے فرمایا نہیں جبتک وہ تمہارے اندر نماز کو قائم رکھیں، اور فرمایا [illegible]

إلا أن تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان وبالجملة فإذا كفر الخليفة بإنكار ضروري من ضروريات الدين حل قتاله بل وجب وإلا لا وذلك لأنه حينئذ فاتت مصلحة نصبه بل يخاف مفسدته على القوم فصار قتاله من الجهاد في سبيل الله قال صلى الله عليه وسلم السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ما لم يؤمر بمعصية فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة أقول لما كان الإمام منصوبا لنوعين من المصالح اللذين بهما انتظم الملة والمدن وإنما بعث النبي صلى الله عليه وسلم لأجلهما والإمام نائبه ومنفذ أمره كانت طاعته طاعة رسول الله ومعصيته معصية رسول الله إلا أن يأمر بالمعصية فحينئذ ظهر أن طاعته ليست بطاعة الله وأنه ليس نائب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولذلك قال عليه السلام ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني قال صلى الله عليه وسلم إنما الإمام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به فإن أمر بتقوى الله وعدل فإن له بذلك أجرا وإن قال بغيره فإن عليه منه أقول إنما جعله بمنزلة الجنة لأنه سبب اجتماع كلمة المسلمين والذب عنهم وقال صلى الله عليه وسلم من رأى من أميره شيئا يكرهه فليصبر

جس صورت میں تم صریح کفر دیکھو اور خدا کی طرف سے تمہارے پاس اس کی دلیل موجود ہو۔ بالجملہ جب خلیفہ ضروریات دین میں سے کسی ضروری حکم کا منکر ہو کر کافر ہو جائے تو اس کے ساتھ قتال کرنا درست بلکہ واجب ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس کفر کے وقت میں اس کے خلیفہ بنانے سے جو مصلحت مقصود تھی وہ فوت ہو گئی بلکہ قوم میں اس کے فساد پھیلانے کا اندیشہ ہے پس اس کے ساتھ قتال کرنا خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سمع و طاعت یعنی ماننا اور بجا آوری کرنا مسلمان پر ان چیزوں میں جنکو وہ پسند کرے اور ناپسند کرے جب تک کہ اسکو معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ ماننا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ چونکہ امام دو قسم کی مصلحتوں کیلئے ہے جنکے سبب سے دین اور شہر کا انتظام مقرر ہوتا ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی انہیں دونوں مصلحتوں کی غرض سے مبعوث ہوئے ہیں اور امام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب اور آپکے حکم کا نافذ کرنیوالا ہے لہذا اسکی فرمانبرداری رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اسکی نافرمانی آپ کی نافرمانی ہے مگر جب امام معصیت کا حکم دے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس کی فرمانبرداری نہیں ہے اور وہ شخص آپ کا نائب نہیں ہے اسی لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے امیر کی اطاعت کی اور جو شخص امیر کی نافرمانی کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو اسکی نافرمانی کرے اس نے میری نافرمانی کی اور فرمایا ہے انما الامام جنۃ امام بمنزلہ ڈھال کے ہے جسکی پناہ سے قتال کیا جاتا ہے اور جسکے سبب سے لوگوں کو بچاؤ ہوتا ہے پھر اگر امام خدا کے خوف اور ہدایت کا حکم کرے تب تو اسکے لئے اجر کا اجر ہے اور اگر کچھ اور حکم کرے تو اسکی خرابی اسی پر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام کو بمنزلہ ڈھال کے اسلئے فرمایا کہ امام کے سبب سے سب مسلمان یکزبان ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی آفت نہیں آ سکتی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رأی من امیرہ شیئاً یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد الخ

له [illegible] ظاهرا [illegible] أي دليل من القرآن والسنة [illegible] [illegible] [illegible] من المسلمين ويستظهر به في القتال [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ[۱] جاھلیۃ اقول وذلک لان الاسلام انما امتاز من الجاھلیۃ بھذین النوعین من المصالح والخلیفۃ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھما فاذا فارق منفذھما ومقیمھما اشبہ الجاھلیۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا[۲] بنصیحۃ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ اقول لما کان نصب الخلیفۃ لمصالح وجب ان یؤمر الخلیفۃ بایفاء ھذہ المصالح کما امر الناس ان ینقادوا لہ لتتم المصالح من الجانبین ثم ان الامام لما کان لا یستطیع بنفسہ ان یباشر جبایۃ الصدقات واخذ العشور وفصل القضاء فی کل ناحیۃ وجب بعث العمال والقضاۃ ولما کان اولئک مشغولین بامر من مصالح العامۃ وجب ان تکون کفایتھم فی بیت المال والیہ الاشارۃ فی قول ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لما استخلف لقد علم قومی ان حرفتی[۳] لم تکن تعجز عن مؤنۃ[۴] اھلی وشغلت بامر المسلمین فسیاکل ال ابی بکر من ھذا المال[۵] ویحترف[۶] للمسلمین فیہ ثم وجب ان یؤمر العامل بالتیسیر وینھی عن الغلول والرشوۃ وان یؤمر القوم بالانقیاد لہ لتتم المصلحۃ المقصودۃ

جو شخص اپنے میر سے کوئی ناپسند بات دیکھے تو اُسکو صبر کرنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو کر مرجائے مگر جاہلیت کی موت مریگا۔ میں کہتا ہوں اسلام جاہلیت سے انہیں دو وجہ سے ممتاز ہے اور اُن دونوں مصلحتوں میں خلیفہ نائب رسول ہوتا ہے پس جب کسی شخص نے اُن مصلحتوں کے نافذ کرنے والے اور اُن کے قائم کرنے والے سے مخالفت کی تو وہ جاہلیت کے مشابہ ہو گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من عبد یعنی کوئی بندہ ایسا نہیں جسکو خدا تعالیٰ کسی رعیت کا اُسکو محافظ بنائے اور خیر خواہی کیساتھ وہ اُسکی حفاظت نہ کرے مگر جنت کی بو اُسکو نہ ملیگی۔ میں کہتا ہوں چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا مصلحتوں کے قائم کرنے کے لیے تھا لہذا ضروری ہوا کہ جیسے لوگوں کو خلیفہ کی فرمانبرداری کا حکم کیا گیا ہے اسیطرح خلیفہ کو بھی اِن مصلحتوں کے ایفاء کا حکم کیا جائے تاکہ جانبین سے مصلحتیں پوری ہو سکیں پھر چونکہ خلیفہ سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ خود صدقات کو بھی وصول کرے اور عشر بھی اور تمام اطراف کے مقدمات فیصل کرے لہذا عمال و قضاۃ کا بھیجنا ضروری ہوا اور چونکہ وہ سب کام چھوڑ کر مصالح عامہ میں سے ایک کام میں مشغول ہو گئے لہذا بیت المال میں اُنکا روزینہ مقرر کرنا ضروری ہوا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اُسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میری تجارت میرے کنبہ کا خرچ اٹھانے سے عاجز نہ تھی اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا لہذا اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے یعنی بیت المال سے کھائیگی اور وہ یعنی ابوبکر مسلمانوں کے لیے محنت کرے گا پھر ضروری ہوا کہ عامل کو سہولت سے کام لینے کا حکم دیا جائے اور فریب و رشوت سے اُسکو منع کیا جائے اور لوگوں کو اُس کی فرمانبرداری کا حکم کیا جائے تا مصلحت پورے طور سے حاصل ہو۔

[۱] لے مات علیٰ ہیئۃ یموت علیہا اہل الجاہلیۃ ۱۲ [۲] لے لم یحفظھا و لم یتعہدہا من حاطہ یحوطہ حوطا و حیاطۃ ۱۲

[۳] لے تجارتے ۱۲ [۴] لے نفقۃ ۱۲

[۵] لے بیت المال ۱۲

[۶] لے یعنی ابوبکر ۱۲

وھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیمۃ
وقال صلی اللہ علیہ وسلم من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا فما اخذ بعد ذلک فھو
غلول ولعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی والسر فی ذلک انہ ینافی المصلحۃ
المقصودۃ ویفتح باب المفاسد وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نستعمل من طلب العمل
اقول وذلک لانہ قلما یخلو طلبہ من داعیۃ نفسانیۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم
اذا جاءکم العامل فلیصدر وھو عنکم راض ثم وجب ان یقدر القدر الذی یعطی
العمال فی عملھم لئلا یجاوزہ الامام فیفرط او یفرط ولا یعدوہ العامل بنفسہ وھو
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لنا عاملا فلیکتسب زوجۃ فان لم یکن لہ خادم فلیکتسب
خادما فان لم یکن لہ مسکن فلیکتسب مسکنا فاذا بعث الامام العامل فی صدقات سنۃ
فلیجعل لہ فیھا ما یکفی مؤنتہ ویفضل فضل یقدر بہ علی حاجۃ من ھذہ الحوائج
فان الزائد لا حد لہ والمؤنۃ بدون زیادۃ لا یتعانی لھا العامل
ولا یرغب فیھا ؛

چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ الخ بعض لوگ خداتعالیٰ کے مال میں بغیر حق
کے تصرف کرتے ہیں پس قیامت کے دن ان کے لئے آگ ہے اور فرمایا ہے من استعملناہ علی عمل فرزقناہ الخ جس کسی کو
ہم کسی کام کے لیے مقرر کریں اور اسکو کچھ قوت دیں پھر بعد اس کے بھی اگر وہ لے تو خیانت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے راشی اور مرتشی پر لعنت کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رشوت کا لینا دینا مصلحت مقصودہ کے منافی اور باب مفاسد کے
مفتوح ہونے کا سبب ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نستعمل من طلب العمل جو شخص عامل ہونا چاہے
ہم اسکو عامل نہ کرینگے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ عامل ہونے کی خواستگاری اکثر خواہش نفسانی سے خالی نہ ہوگی اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جاءکم العامل فلیصدر الخ جب تمھارے پاس عامل آئے تو مناسب ہے کہ وہ
تم سے خوش ہوکر واپس ہو پھر یہ ضرور ہوا کہ عامل کو اُن کے عمل کے بدلہ میں جو کچھ دیا جائے اس کا اندازہ ہونا چاہیے تاکہ امام
اسمیں کمی بیشی نہ کریں اور نہ عامل خود اسمیں کچھ زیادتی کرسکے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لنا عاملا الخ
جو شخص ہمارا عامل ہو اسکو چاہیئے کہ ایک بیوی کرلے پھر اگر اُس کے پاس خدمتگار نہ ہو تو ایک خدمتگار رکھے پھر اگر اس کے
پاس گھر نہ ہو تو ایک گھر لے لے پس جب امام عامل کو سال بھر کے صدقات تحصیل کرنے کو بھیجے تو اسکو مناسب ہے کہ اُن
صدقات میں سے اسکو اسقدر مقرر کردے کہ جو اسکے خرچ کو بھی کافی ہوجائے اور اسقدر بچ بھی رہے کہ ان حوائج میں
سے کسی حاجت کو پورا کرسکے کیونکہ زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے اور بدون زیادتی کے صرف خرچ کے لیئے کافی ہو
جانے کے خاطر عامل عمل کی محنت گوارہ نہ کرسکے گا اور نہ اُس کی طرف توجہ کرسکے گا۔

ل اے یتصرفون علی بیت المال والغنائم ونحوہا بغیر حق والاخذ منہا زیادۃ علی ما شرع ۱۲
ٹ اے خیانۃ ۱۲
ٹ اے فلیرجع ۱۲

المظالم

اعلم ان من اعظم المقاصد التي قصدت ببعثة الانبياء عليهم السلام دفع المظالم من بين الناس فان تظالمهم يفسد حالهم ويضيق عليهم ولا حاجة الى شرح ذلك والمظالم على ثلاثة اقسام تعد على النفس وتعد على اعضاء الناس وتعد على اموال الناس فاقتضت حكمة الله ان يزجر عن كل نوع من هذه الانواع بزواجر قوية تردع الناس عن ان يفعلوا ذلك مرة اخرى ولا ينبغي ان يجعل هذه الزواجر على مرتبة واحدة فان القتل ليس كقطع الطرف ولا قطع الطرف كاستهلاك المال وان الدواعي التي تنبعث منها هذه المظالم لها مراتب فمن البديهي ان تعمد القتل ليس كالتسبب المنجر الى الخطأ فاعظم المظالم القتل وهو اكبر الكبائر اجمع عليه اهل الملل قاطبتهم وذلك لانه طاعة النفس في داعية الغضب وهو اعظم وجوه الفساد فيما بين الناس وهو تغيير خلق الله وهدم بنيان الله ومناقضة ما اراد الحق في عباده من انتشار نوع الانسان والقتل على ثلاثة اقسام عمد وخطأ وشبه عمد فالعمد هو القتل الذي يقصد به ازهاق روحه بما يقتل غالبا جارحا او مثقلا والخطأ ما لا يقصد فيه اصابته فيصيبه فيقتله كما اذا وقع على انسان فمات او رمى شجرة فاصابه فمات

مظالم کا بیان

معلوم کرو کہ جن مقاصد کے لیے انبیا علیہم السلام مبعوث کیے گئے ہیں اُن میں سے ایک مقصود اعظم یہ ہے کہ لوگوں میں سے باہمی مظالم دور ہو جائیں کیونکہ اُن میں باہم ظلم کا ہونا اُن کے حالات کے خراب ہونے اور دقت کے واقع ہونے کا سبب ہے اور یہ بات مستغنی عن البیان ہے اور مظالم کی تین قسمیں ہیں جان پر تعدی کرنا اور لوگوں کے اعضاء پر تعدی کرنا اور انکے مالوں پر تعدی کرنا پس حکمت الٰہی کا مقتضی ہوا کہ ان اقسام میں سے ہر قسم کی نہایت تاکید کے ساتھ پوری سزا کی جاوے جس کے سبب سے دوبارہ اُن کے مرتکب ہونے سے باز رہیں اور یہ بات نامناسب تھی کہ سب سزائیں ایک درجہ کی ہوتیں کیونکہ قتل کرنا ہاتھ یا پیر کے کاٹنے کے برابر نہیں ہو سکتا ہے اور ہاتھ پیر وغیرہ مال کے ہلاک کرنے کے برابر ہو سکتا ہے اور جن خواہشوں سے یہ مظالم پیدا ہوتے ہیں اُنکے مراتب مختلف ہوتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ کسی شخص کا عمداً قتل کرنا ایسا نہیں ہے جیسے تساہل ہو کہ خطا کا سبب ہو جائے پس سب سے بڑھ کر ظلم قتل ہے اور تمام اہل ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل سب گناہوں میں بڑھکر گناہ ہے کیونکہ جوش غضب میں نفس کی اطاعت ہے اور لوگوں میں فساد ڈالنے کا بڑا سبب ہے اور اس میں خلق الٰہی کی تغییر اور بناء الٰہی کا منہدم کرنا ہے اور خدا تعالے نے اپنے بندوں سے جو نوع انسانی کا پھیلانا چاہا ہے اُس میں اُسکی مخالفت پائی جاتی ہے اور قتل کی تین قسمیں ہیں قصداً خطاءً اور مشابہ قصد قتل عمد اُس قتل کا نام ہے جسمیں ایسی چیز سے جان کا نکالنا قاتل کا مقصود ہو جو اکثر خواہ اپنی تیزی سے خواہ اپنے بوجھ سے مار ڈالنے والی ہو اور قتل خطا اُس قتل کا نام ہے جسمیں اس انسان کا مارنا مقصود نہیں ہوتا مگر اتفاق سے وہ چیز اُس تک پہونچکر اُسکو قتل کردے

لہ نے اخراج ۱۲

وشبه العمد ان يقصد الشخص بما لا يقتل غالبا فيقتله كما اذا ضرب بالسوط او عصا فمات وانما جعل على ثلاثة اقسام لما اشرنا من قبل ان الزجر ينبغي ان يكون بحيث يقاوم الداعية والمفسدة وهما مراتب فما كان العمد اكثر فسادا واشد داعية وجب ان يغلظ فيه بما يحصل زيادة الزجر وما كان الخطأ اقل فسادا واخف داعية وجب ان يخفف في جزائه واستنبط النبي صلى الله عليه وسلم بين العمد والخطأ نوعا آخر لمناسبة منهما وكونه برزخا بينهما فلا ينبغي ان يدخل في احدهما في العمد فيه قوله تعالى ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما ظاهره انه لا يغفر له واليه ذهب ابن عباس رضي الله عنهما لكن الجمهور وظاهر السنة على انه بمنزلة سائر الذنوب وان هذه التشديدات للزجر وانه تشبيه لطول المكث بالخلود واختلفوا في الكفارة فان الله تعالى لم ينص عليها في مسألة العمد قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى لانه نزلت في حيين من احياء العرب احدهما اشرف من الآخر فقتل الاوضع من الاشرف قتلى فقال الاشرف لنقتلن الحر بالعبد والذكر بالانثى ولنضاعفن الجراح

مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر پتھر سے ... اور وہ مر جاوے یا کسی دوسری طرف کوئی تیر وغیرہ چھوڑے اور کسی انسان کے وہ تیر لگ کر اسکو ہلاک کردے اور مشابہ بالعمد کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی چیز سے مارے جو ہلاک کرنے والی نہیں ہے مگر وہ شخص اس سے ہلاک ہوجائے جیسے کوئی شخص کسی ... مثلاً [illegible] تقسیم اسلئے کی گئی ہیں کہ ہم پہلے اشارہ کرچکے ہیں کہ سزا ایسی ہونی چاہیئے جو داعیہ فعل اور مفسدہ کی مقاومت کرسکے اور داعیہ اور فساد کے مراتب مختلف ہیں پس چونکہ قتل عمد میں فساد زیادہ ہے اور اس کا داعیہ بھی قوی ہے لہذا سخت سزا کا دینا مناسب ہوا تاکہ پورے طور پر اسکے ارتکاب سے روکے اور قتل خطا میں چونکہ فساد بھی کم ہے اور داعیہ بھی خفیف ہے لہذا ضروری ہوا کہ اسکی سزا میں تخفیف کیجاے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمد اور خطا کے مابین ایک اور قسم کا استنباط فرمایا ہے اسلئے کہ وہ دونوں کے مابین واسطہ ہے اور دونوں کے ساتھ اسکو مشابہت ہے پس ان دونوں میں سے ایک میں داخل ہونا نامناسب ہے قتل عمد کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الخ اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو اسکی جزا جہنم ہے وہ ہمیشہ اسمیں ہمیشہ رہیگا اور اس پر خدا تعالیٰ کا غضب و اسکی لعنت ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے ظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاتل کی کبھی مغفرت نہ ہوگی اور حضرت ابن عباسؓ کا مذہب بھی یہی ہے مگر ظاہر سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے کہ اسکا حال بھی اور گناہوں کا سا ہے اور یہ تشدیدات زجر کے طور پر ہیں اور بہت زمانہ تک مدت دراز تک رہنے کو خلود کیساتھ تشبیہ پائی جاتی ہے اور اس کے کفارہ میں اختلاف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے قتل عمد کے مسئلہ میں کفارہ کی تصریح نہیں فرمائی اور اللہ پاک نے فرمایا ہے یا ایہا الذین الخ اے ایمان والو مقتولوں میں قصاص لکھا گیا ہے آزاد کے بدلہ میں آزاد کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت الخ یہ آیت عرب کے قبائل میں سے دو قبیلہ کے باب میں نازل ہوئی ہے ایک قبیلہ اس کی بہ نسبت دوسرے کے شریف تھا پس گھٹیا قبیلے کے لوگوں نے اس شریف قبیلہ کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا تو اشراف قبیلہ نے کہا کہ ہم بجائے غلام کے آزاد کو اور عورت کے بدلہ مرد کو مار ڈالینگے اور ہر ایک زخم جو ہم کو لگا ہوگا اس کے بدلہ میں دو چند لگاوینگے

ـه جمع تسیل ۱۲

ومعنى الآية والله اعلم ان خصوص الصفات لا تعتبر في القتلى كالعقل والجمال والصغر والكبر وكونه شريفا او ذا مال ونحو ذلك وانما تعتبر الاسامى والمظان الكلية فكل امرأة مكافئة لكل امرأة ولذلك كانت ديات النساء واحدة وان تفاوتت الاوصاف وكذلك الحر يكافئ الحر والعبد يكافئ العبد فمعنى القصاص من التكافؤ وان يجعل اثنان في درجة واحدة من الحكم لا يفضل احدهما على الآخر الا لقتل مكانه البتة[1] ثم اثبتت السنة ان المسلم لا يقتل بالكافر وان الحر لا يقتل بالعبد والذكر يقتل بالانثى لان النبي صلى الله عليه وسلم قتل اليهودي بجارية[1] وفي كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اقيال[2] همدان ويقتل الذكر بالانثى وسره ان القياس فيه مختلف ففضل الذكور على الاناث وكونهم قوامين عليهن يقتضي ان لا يقاد[3] بهن وان الجنس واحد وانما الفرق بمنزلة فرق الصغير والكبير وعظيم الجثة وحقيرها ورعاية مثل ذلك عسيرة جدا ورب امرأة هي خير من الرجال في محاسن الخصال تقتضي ان يقاد[4] فوجب ان يعمل على القياسين وصورة العمل بهما انه اعتبر المقاصة في القود وعدم المقاصة في الدية وانما فعل ذلك لان صاحب العمد

ترجمہ اور آیت کے معنی واللہ اعلم یہ ہیں کہ مقتولین میں صفات خاصہ کا مثل عقل اور جمال اور صغیر وکبیر اور شریف یا مالدار ہونے کا اعتبار نہیں ہے وعلیٰ ہذا القیاس بلکہ صرف نام اور مظان کلیہ کا اعتبار ہے اسلئے ہر عورت دوسری عورت کے برابر ہے لہذا سب عورتوں کی دیت ایک ہی مقرر کی گئی ہے اگرچہ اوصاف میں تفاوت ہو اور اسیطرح ہر مرد دوسرے حر کا مثل اور ہر غلام دوسرے غلام کا مانند ہے پس قصاص کے معنی برابری اور اس بات کے ہیں کہ دو شخص ایک ہی درجے میں سمجھے جائیں اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیجائے قصاص کے معنی اُسکے بدلہ میں قتل کرنیکے ہرگز نہیں ہیں۔ پھر سنت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان کافر کے عوض میں قتل نہ کیا جائے گا نہ غلام کے بدلے حر مگر مرد عورت کے بدلے قتل کیا جائے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی کے بدلہ یہودی کو قتل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدان کے حکام کیطرف جو نامہ روانہ فرمایا اس میں یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ عورت کے بدلہ مرد قتل کیا جائے اور اس کا سبب یہ ہے کہ قیاس اس صورت میں مختلف ہے کیونکہ مردوں کا عورتوں پر بزرگ اور حاکم ہونے کا تو یہ مقتضیٰ ہے کہ عورتوں کے بدلہ مردوں سے قصاص نہ لیا جائے اور دونوں کی جنس ایک ہی ہے صرف فرق صغیر وکبیر اور قوی الجثہ اور ضعیف کا سا ہے اور اس قسم کی رعایت کرنا ایک دشوار بات ہے اور بہت سی عورتیں باعتبار عمدہ عادات کے مردوں سے بہتر ہوتی ہیں اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عورتوں کے بدلہ ان سے قصاص لیا جائے پس ضروری ہوا کہ دونوں قیاسوں پر عمل کیا جائے اور عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قتل میں قصاص کا اعتبار کیا گیا ہے نہ دیت میں اور یہ اس لیے کیا گیا کہ عمداً قتل کرنے والے نے اُس کی جان

---

[1] كما في الصحيحين انه رض رأسها بالحجارة لما اعترف ۱۲

[2] جمع قيل وهو دون حاكم البلد ۱۲

[3] اى لا يؤخذ القصاص من الذكر بالانثى وفي بعض النسخ ان تكون مسلم عوض ان لا تقاد بها والحاصل واحد ۱۲ [4] اى اخذ القصاص ۱۲

قصدها وقصد التعدی علیها والمتعمد المتعدی ینبغی ان یذب عنها اتم ذب فانها لیست بذات شوکۃ وقتلها لیس فیه حرج بخلاف قتل الرجال فان الرجل یقاتل الرجل فکانت هٰذه الصورة احق بایجاب القود لیکون ردعا وزجرا عن مثله **وقال** صلی الله علیه وسلم لایقتل مسلم بکافر **اقول** والسر فی ذلک ان المقصود الاعظم فی الشرع تنویه الملة الحنیفیة ولا یحصل الا بان یفضل المسلم علی الکافر ولا یسوی بینهما **وقال** صلی الله علیه وسلم لایقاد الوالد بالولد **اقول** السبب فی ذلک ان الوالد شفقته وافرة وحدبه عظیم فاقدامه علی القتل مظنة انه لم یتعمده وان ظهرت مخایل العمد او کان یبیح[1] اباحة قتله ولبست دلالة هذه اقل من دلالة استعمال مالا یقتل غالبا علی انه لم یقصد ازهاق الروح وَاَمّا القتل شبه العمد فقال فیه صلی الله علیه وسلم من قتل فی عمیّة[2] فی رمی یکون فیهم بالحجارة او جلد بالسیاط او ضرب بعصا فهو خطأ[3] عقله عقل الخطأ **اقول** معناه انه یشبه الخطأ وانه لیس من العمد وان عقله مثل عقله فی الاصل وَاَمّا تمایزا فی الصفة او انه لافرق بینه وبینه فی الذهب والفضة ؛

کا قصد کیا اور اسپر تعدی کا قصد کیا اور جو شخص قصداً تعدی کرنے والا ہو تو اس تعدی کو اس سے پورے طور پر دفع کرنا چاہیئے عورت صاحب شوکت نہیں ہے اور اسکے قتل کرنے میں کوئی دقت واقع نہیں ہوتی بخلاف مردوں کے قتل کرنے کے کہ ایک مرد دوسرے سے قتال کرتا ہے لہٰذا یہ صورت قصاص واجب کرنے کے لیئے زیادہ مناسب ہوئی تاکہ پھر دوبارہ ایسے کام سے باز رہے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقتل مسلم بکافر۔ کہ کافر کے بدلے مسلمان نہ قتل کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرع کا مقصود اعظم ملت محمدی کا بلند کرنا ہے اور یہ بات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ مسلمان کو کافر پر فضیلت دیجائے اور ان میں باہم برابری نہ کیجائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقاد الوالد بالولد بیٹے کے بدلہ ماں باپ سے قصاص نہ لیا جائے گا اس کا سبب یہ ہے کہ والدین کی محبت اور شفقت اولاد پر نہایت ہوتی ہے پس والدین کا قتل پر اقدام کرنے میں ایسی بات کا ظن غالب ہوتا ہے کہ انھوں نے قتل کا قصد نہیں کیا اگرچہ قصد کرنے کی علامات[1] پائی جائیں یا وہ قتل کسی ایسے سبب سے ہوا ہے جسنے قتل کو مباح کر دیا اور جسطرح ایسے آلہ کا استعمال کرنا جو غالباً قتل نہیں کرتا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل نے جان سے مار ڈالنے کا قصد نہیں کیا والدین کا مارنا بھی اسبات پر اس سے کم دلالت نہیں کرتا اور اس قتل میں جو مشابہ بالعمد ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قتل فی عمیۃ فی رمی یکون فیہم بالحجارۃ او جلد الخ جو شخص کسی فتنہ میں مارا جائے جسکے اندر لوگوں میں پتھر یا کوڑا یا لٹھ چلے تو وہ قتل خطا ہے اور اس کی دیت وہی ہے جو قتل خطاء کی ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خطا کے مشابہ ہے اور وہ قصداً نہیں ہے اور اس کی دیت فی الحقیقت اسی کی دیت ہے۔ . . . . . . اور امتیاز صرف صفت کے اعتبار سے ہے یا یہ معنے ہیں کہ قتل خطاء اور اس میں سونا چاندی کے اعتبار سے کچھ فرق نہیں۔

---

[1] ای علامات ١٢ [2] قوله عمیة۔ بکسر العین وتشدید المیم المکسورة والیاء المشددة الفتنة وقیل الامر الذی لا یستبین وجهه ١٢ [3] ای مثله فی عدم الاثم ١٢

وَاختلفت الرّوَاية فى الدية المغلظة فقول ابن مسعود رضى الله عنه انها تكون ارباعًا[1] خمسا وعشرين جذعة وخمسا وعشرين حقة وخمسا وعشرين بنت لبون وخمسا وعشرين بنت مخاض وَعنه صَلى الله عَليه وسلم الا ان فى قتل العمد الخطا بالسوط او العصا مائة من الابل منها اربعون خلفة[2] فى بطونها اولادها وَفى رواية ثلاثون حقة وثلاثون جذعة واربعون خلفة وما صولحوا عليه فهو لهم وَاما القتل خطأ ففيه الدية المخففة المخمسة[3] عشرون بنت مخاض وعشرون ابن مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون حقة وعشرون جذعة وفى هذين القسمين انما تجب الدية على العاقلة فى ثلاث سنين وما كانت هذه الانواع مختلفة المراتب روعى فى ذلك التخفيف التغليظ من وجوه منها ان سفك دم القاتل بحكم[4] لا فى العمد ولم يجعل فى الباقيين الا الدية وكان فى شريعة اليهود القصاص لا غير فخفف الله على هذه الامة فجعل جزاء القتل العمد عليها احد الامرين القتل والمال فربما كان المال انفع للاولياء من التاثّر وفيه ابقاء نسمة مسلمة ومنها ان كانت الدية فى العمد واجبة على نفس القاتل وفى غيره تؤخذ من عاقلته لتكون مزجرة شديدة وابتلاء عظيما للقاتل يهلك ماله اشد اهلاك وانما تؤخذ فى غير العمد من العاقلة لان هدر الدم مفسدة عظيمة وجبر قلوب المصابين مقصود والتساهل من القاتل فى مثل هذا الاثم العظم ذنب

اور دیت مغلظہ میں روایتیں مختلف ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دیت مغلظہ میں چار قسم کے اونٹ دینے چاہئیں پچیس جذعہ اور پچیس حقہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت ہے کہ اگر کوڑے یا لاٹھی سے قتل عمد اخطاء سے قتل ہو جائے تو سو اونٹ ہوتے ہیں جن میں سے چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں اور ایک روایت میں تیس حقے اور تیس جذعے اور چالیس گابھن اونٹنیاں آئی ہیں اور اگر اپنے طور پر رضامندی سے جو کچھ کم و بیشی کرے تو جائز ہے اور قتل خطاء میں دیت خفیفہ آتی ہے جس میں پانچ قسم کے اونٹ دینے آتے ہیں ۲۰ بنت مخاض ۲۰ ابن مخاض ۲۰ بنت لبون ۲۰ حقے ۲۰ جذعے ان دونوں قسموں میں عاقلہ پر تین برس کے اندر دیت دینی واجب ہوتی ہے اور چونکہ ان اقسام کے مراتب مختلف ہیں اسلیے کئی وجہ سے تخفیف و تغلیظ کا قتل کے اندر لحاظ کیا گیا ایک تو یہ کہ قاتل کے مار ڈالنے کا حکم صرف قتل عمد میں دیا گیا اور باقی دو قسموں میں دیت کا حکم دیا گیا اور یہود کی شریعت میں بجز قصاص کے کچھ اور نہ تھا لہٰذا خدا تعالے نے اس امت کے لیے تخفیف کی پس قتل عمد کا بدلہ دو باتوں میں سے ایک مقرر کیا قتل یا مال کیونکہ بسا اوقات مال وارثوں کے لیے انتقام لینے سے زیادہ مفید ہوتا ہے اور نیز اس میں ایک مسلمان کی جان بچتی ہے اور ایک یہ کہ قتل عمد میں خود قاتل سے دیت لی جاتی ہے اور ان دو قسموں میں عاقلہ سے دیت لیجاتی ہے تاکہ اس میں سخت ممانعت پائی جائے اور قاتل کے لیے ابتلائے عظیم ہو جس سے پورے طور پر اس کے مال پر صدمہ پہونچے اور غیر عمد میں عاقلہ (کنبہ والوں) سے اسلیے دیت لی جاتی ہے کہ کسی کا خون کرنا نہایت عظیم فساد ہے اور مصیبت زدوں کے قلوب کی تسلی شرع کو مقصود ہے ایسے وقت میں قاتل سے تساہل کرنا گناہ عظیم ہے میں ہیں۔

---

[1] ای اربعۃ اصناف ۱۲ [2] ای حامل ۱۲ [3] ای خمسۃ اصناف ۱۲ [4] ای الانتقام ۱۲

يستحق التضييق عليه ثم لما كانت الصلة واجبة على ذوي الارحام اقتضت الحكمة الالهية ان يوجب شيء من ذلك عليهم اشدّ الايجاب وانما تعين هذا لمعنيين احدهما ان الخطأ وان كان مأخوذاً به لمعنى التساهل فلا ينبغي ان يبلغ به اقصى المبلغ فكان احق ما يوجب عليهم عن ذي رحمهم ما يكون الواجب فيه التخفيف عليه والثاني ان العرب كانوا يقومون بنصرة صاحبهم بالنفس والمال عند ما يضيق عليه الحال ويرون ذلك صلة واجبة وحقاً مؤكداً ويرون تركه عقوقاً وقطع رحم فاستوجبت عادتهم تلك ان تعين لهم ذلك ومنها ان جعل دية العمد معجلة في سنة واحدة ودية غيره مؤجلة في ثلاث سنين لما ذكرنا من معنى التخفيف والاصل في الدية انه يجب ان تكون مالاً عظيماً يغلبهم وينقص من مالهم ويجدون له بالاً عندهم ويكون بحيث يؤدونه بعد مقاساة الضيق ليحصل الزجر وهذا القدر يختلف باختلاف الاشخاص وكان اهل الجاهلية قدروها بعشرة من الابل فلما رأى عبد المطلب انهم لا ينزجرون بها بلغها الى مائة وابقاها النبي صلى الله عليه وسلم على ذلك لان العرب يومئذ كانوا اهل ابل غير ان النبي صلى الله عليه وسلم عرف ان شرعه لازم للعرب والعجم وسائر الناس وليسوا كلهم اهل ابل فقدر من الذهب الف دينار ومن الفضة اثني عشر الف درهم ومن البقر مائتي بقرة ومن الشاء الفي شاة والسبب في هذا ان مائة رجل اذا وزع عليهم الف دينار

اس کو تنگ کرنا ضروری ہے پھر چونکہ ذوی الارحام پر صلہ رحم واجب ہے اسلئے حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہوا کہ اس دیت سے کچھ نہ کچھ انپر واجب کیا جائے اور دو سبب سے یہ بات متعین ہوئی ایک تو یہ کہ خطا پر اگرچہ تساہل کی وجہ سے مواخذہ کرنا چاہیئے مگر انتہا درجہ کا مواخذہ کرنا مناسب ہو پس لوگوں پر اُن کے ذی رحم کی طرف سے جو چیز واجب کی جائے وہ ایسی چیز ہونی چاہیئے جس میں اُسپر تخفیف ضروری ہے اور دوسری یہ کہ عرب کے لوگ مصیبت کے وقت جان و مال سے اپنے ساتھ کے آدمی کی مدد کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے اور اس کو ایک صلہ ضروری اور لازمی حق سمجھتے تھے اور اس کے ترک کو بڑی نافرمانی اور قطع رحم خیال کرتے تھے پس اُن کی اس عادت کا مقتضیٰ ہوا کہ اُن کے لیئے یہ امر مقرر کیا جائے اور ازانجملہ یہ ہے کہ قتل عمد کی دیت سال بھر کے اندر اندر واجب کی اور غیر عمد کی تین برس تک مہلت دینے میں ایک قسم کی تخفیف پائی جاتی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور دیت میں اصل یہ ہے کہ اُس میں بہت سارا مال واجب ہونا چاہیئے جسکا ادا کرنا اُن پر بار گذرے اور اُن کے کمی پڑے اور لوگوں کے نزدیک اُسکی قدر ہو اور اس قدر مال ہونا چاہیئے کہ جسکو بہت محنت اٹھا کر ادا کر سکیں تاکہ زجر کے معنے اس میں پائے جاویں اور یہ مقدار اشخاص کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے اور اہل جاہلیت نے دیت میں دس اونٹ مقرر کر رکھے تھے پس عبد المطلب نے جب یہ دیکھا کہ اس قدر مال ادا کرنے سے لوگ باز نہیں رہتے تو سو اونٹ دیت میں مقرر کر دیئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا اسواسطے کہ ان دنوں عرب میں اونٹوں کی کثرت تھی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اسبات کو معلوم کیا آپ کی شریعت تمام عرب او عجم بلکہ تمام دنیا پر لازم ہے اور تمام ملکوں میں اونٹوں کی کثرت نہیں ہوتی لہذا آپنے سونے سے ہزار دینار اور چاندی سے بارہ ہزار درہم دیت کے لیئے مقرر فرمائے اور گائے بیل سے دو سو اور بکریوں سے دو ہزار دیت لیئے مقرر فرمائے اور اس کا سبب یہ ہے کہ تین برس کے اندر سو مردوں پر اگر ہزار دینار تقسیم کیے جاویں

فی ثلاث سنین اصاب کل واحد منهم فی سنۃ ثلاثۃ تردد نانیر وشیٔ ومن الدراہم ثلاثون درہم وشیٔ وھذا شیٔ لایجدون لاقل منه بالا والقبائل تتفاوت فیما بینھا یکون منھا الکبیرۃ ومنھا الصغیرۃ وضبط الصغیرۃ بخمسین فانهم ادنی ما تقری بهم القریۃ ولذلک جعل القسامۃ خمسین یمینا متوزعۃ علی خمسین رجلا والکبیرۃ ضعف خمسین فجعلت الدیۃ مائۃ لیصیب کل واحد بعیرا وبعیران او بعیر وشیٔ فی اکثر القبائل عند استواء حالھم والاحادیث التی تدل علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا ارخصت الابل خفض من الدیۃ واذا اغلت رفع منھا فمعناھا عندی انه کان یقضی بذلک علی اھل الابل خاصۃ وانت ان تتبعت عامۃ البلاد وجدتھم ینقسمون الی اھل تجارات واموال وھم اھل الحضر واھل رعی وھم اھل البدو ولا یجاوزھم حال الاکثرین قال اللہ تعالیٰ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ الایۃ اقول انما وجب فی الکفارۃ تحریر رقبۃ مؤمنۃ او اطعام ستین مسکینا لیکون طاعۃ مکفرۃ لہ فیما بینه وبین اللہ فان الدیۃ مزجرۃ تورث فیه الندم بحسب تضییق الناس علیه والکفارۃ فیما بینه وبین اللہ تعالیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لایحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینه التارک للجماعۃ اقول الاصل المجمع علیه فی جمیع الادیان

تو یک سال میں کافی آدمی میں دینار سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اور دراہم سے کچھ اوپر تیس درہم ہوتے ہیں اور یہ اتنی مقدار ہے کہ اس سے کم کے اوا کرنے میں لوگوں کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی اور قبائل متفاوت ہوتے ہیں کوئی بڑا کوئی چھوٹا جس چھوٹے کا اندازہ پچاس آدمیوں سے کیا گیا ہے اسلئے کہ کم از کم اتنے آدمیوں سے قریہ آباد ہوتا ہے اسلئے کہ قسامت میں پچاس قسمیں مقرر ہوئیں جو پچاس شخصوں پر منقسم ہوتی ہیں اور بڑے قبیلہ کا اندازہ پچاس سے دو چند کیا گیا اسلئے دیت میں سو اونٹ مقرر کیئے گئے تاکہ ہر شخص ایک اونٹ یا دو اونٹ یا ایک سے کچھ زیادہ اکثر قبائل میں اگر وہ مستوی الحال ہوں ادا کریں اور جن احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب اونٹوں کی ارزانی ہوتی تھی تو دیت میں کمی فرماتے تھے اور اگر انکی گرانی ہوتی تھی تو آپ بڑھا دیا کرتے تھے میرے نزدیک انکے معنی یہ ہیں کہ یہ کا یہ اشارہ انہیں لوگوں کے ساتھ خاص تھا جہاں اونٹوں کی پیداواری ہوتی تھی اور اگر تم اکثر شہروں کی تفتیش کروگے تو لوگوں کی یہ قسمیں نکلیں گی ایک اہل تجارت واموال اور یہ لوگ شہری ہوتے ہیں اور ایک اہل مویشی اور وہ دیہاتی ہوتے ہیں اور اکثر لوگوں کا حال اس سے خالی نہیں ہوتا۔ اللہ پاک فرماتا ہے ومن قتل مومنا خطاء الخ جو مومن کو قتل کر ڈالے تو اسکو ایک بردہ مومن آزاد کرنا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کفارہ میں مسلمان بردہ کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا اسلیئے واجب ہوا تاکہ فیما بینه وبین اللہ قربت کا سبب ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص مسلمان ہے اور اسبات کی گواہی دیتا ہے کہ بجز خدا تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں تو اس شخص کا خون کرنا حلال نہیں ہو تا مگر تین باتوں میں سے ایک بات کے ساتھ جان کے بدلے جان اور بیوی والا زنا کار اور تارک دین وجماعت کا میں کہتا ہوں تمام ادیان میں

انه انما يجوز القتل لمصلحة كلية لا تتأتى بدونه ويكون تركها اشد فسادا منه وهو قوله تعالى والفتنة اشد من القتل وعند ما تصدى النبي صلى الله عليه وسلم للتشريع وضرب الحدود وجب ان يضبط المصلحة الكلية المسوّغة للقتل ولو لم يضبط وترك سدى لقتل منهم من ليس قتله من المصلحة الكلية ظنا انه منها فضبط بثلاث القصاص فانه مزجرة وفيه مصالح كثيرة قد اشار الله تعالى اليها بقوله ولكم في القصاص حياة يا اولي الالباب والثيب الزاني لان الزنا من اكبر الكبائر في جميع الاديان وهو من جملة ما تقتضيه الجبلة لان الانسان عند سلامة مزاجه مجبول على الغيرة ان يزاحم على موطوئته كسائر بهائم الا ان الانسان استوجب ان يعلموا به اصلاح النظام فيما بينهم فوجب عليهم ذلك والمرتد اجترأ على الله ودينه وناقض المصلحة المرعية في نصب الدين وبعث الرسل واما ما سوى هؤلاء الثلاث مما ذهب اليه الامر مثل الصائل ومثل المحارب من غير ان يقتل احدا عند من يقول بالتخيير بين اجزية المحارب فيمكن ارجاعه الى احد هذه الاصول واعلم انه كان اهل الجاهلية يحكمون بالقسامة وكان اول من قضى بها ابو طالب كما بين ذلك ابن عباس رضي الله عنه وكان فيها مصلحة عظيمة فان القتل ربما يكون في المواضع الخفية والليالي المظلمة حيث لا تكون البينة فلو جعل مثل هذا

یہ قاعدہ متفق علیہ ہے کہ قتل کسی مصلحت کلیہ کے سبب سے درست ہوتا ہے جو بغیر قتل کے حاصل نہیں ہوتی اور جس کا ترک قتل سے بھی زیادہ خرابی کا سبب ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بڑھکر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب احکام مقرر فرمائے اور حدود کی حدیں کی تو ضروری ہوا کہ اس مصلحت کلیہ کا جو قتل کو جائز کرتی ہے انضباط کیا جائے ورنہ اس کا انضباط نہ کیا جاتا اور مہمل چھوڑ دیئے جاتے تو قتل کر ڈالتا بہت شخص یہ مصلحت کلیہ سمجھکر قتل کر سکتا تھا کہ جسکے قتل میں مصلحت کلیہ نہ ہوتی پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے اسکا انضباط فرمایا۔ ایک تو قصاص کہ وہ زجر کا سبب ہوتا ہے اور اس میں بہت اسباب ہیں اللہ پاک نے بھی اس کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے ولکم فی القصاص الخ اور تمہارے لیے اے عقلمندوں قصاص کے اندر زندگی ہے اور وہ شخص جو بیوی والا ہو کر زنا کرے اسلئے کہ زنا تمام ادیان میں اکبر الکبائر سے ہے اور یہی جبلت انسانی کا اصلی مقتضی ہے کیونکہ انسان جبکہ اس کا مزاج سالم ہو اسکی خلقت میں اسبات سے غیرت داخل ہوتی ہے کہ کوئی شخص اسکی موطوءہ پر مداخلت کرے جیسے اور بہائم میں ہوتا ہے مگر انسان کے لیے یہ بات ضروری تھی کہ جس سے باہمی انتظام قائم رہے وہ بات انکو معلوم ہو جائے تیسرے یہ بات واجب کی گئی تیسرے مرتد کہ اس نے خدا تعالےٰ اور اسکے دین پر جرأت کی اور دین قائم کرنے اور رسولوں کے بھیجنے کی جو مصلحت ملحوظ تھی اس شخص نے اسکی مخالفت کی اور ان تین کے ماسوا جسکی امت قائل ہے اور محاربہ کرنیوالا بلا اسبات کے کہ کسی کو قتل کرے جو شخص محارب کی سزا میں تخییر کا قائل ہے تو اسکا رجوع ان اصول میں سے کسی کی طرف ممکن ہے اور معلوم کرو کہ اہل جاہلیت بھی قسامت کا حکم کرتے تھے اور اول جس نے قسامت کا حکم دیا ہے وہ ابو طالب ہیں چنانچہ ابن عباس نے بیان کیا ہے اسلئے کہ قتل بسا اوقات ایسے پوشیدہ مقامات اور تاریک شبوں میں ہوتا ہے کہ جہاں اسپر بینہ نہیں قائم ہو سکتی پھر اگر اس قسم کے قتل کی کچھ باز پرس نہ کی جائے تو

القتل هذا لاجترأ الناس عليه ولعمّ الفساد، ولو اخذ بدعوى اولياء المقتول بلا حجة لادعى ناس على كل من يعادونه فوجب ان يؤكد بايمان جماعة عظيمة تفرّق بها قرينة وهم خمسون رجلا فقضى بها النبي صلى الله عليه وسلم واشباهها واختلف الفقهاء في العلة التي تدور عليها القسامة فقيل وجود قتيل به اثر الجراحة من ضرب او خنق في موضع هو في حفظ قوم كمحلة ومسجد ودار وهذا ماخوذ من قصة عبد الله بن سهل وجد قتيلا فقيرًا يتشحط في دمه وقيل وجود قتيل وقيام لوث على احد انه قاتل باخبار المقتول او شهادة دون النصاب ونحوه وهذا ماخوذ من قصة القسامة التي قضى بها ابو طالب **قال** صلى الله عليه وسلم دية الكافر نصف دية المسلم **اقول** السبب في ذلك ما ذكرنا قبل انه يجب ان ينوه بالملة الاسلامية وان يفضل المسلم على الكافر ولان قتل الكافر اقل فسادا بين المسلمين واقل معصية فانه كافر مباح الاصل وانما يندفع بقتله شعبة من الكفر وهو مع ذلك ذنب وخطيئة وافساد في الارض فناسب ان تخفف ديته وقضى صلى الله عليه وسلم في الاملاص[1] بغرة عبد او امة اعلم ان الجنين فيه وجهان كونه نفسا من النفوس البشرية ومقتضاه ان يقع في عوضه النفس وكونه طرفا وعضوا من امه لا يستقل بنفسه ومقتضاه ان يجعل بمنزلة سائر الجروح في الحكم بالمال فروعي الوجهان فجعلت ديته مالا هو آدمي

تو لوگوں کو اس پر جرأت ہو جاتی اور فساد زیادہ ہو جاتا، اور اگر بلا دلیل مقتول کے وارثوں کا دعویٰ مسموع ہو تو لوگ محض اپنے دشمنوں کو مار ڈالنے کا دعویٰ کر دیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم کر کے ثابت و برقرار رکھا۔ اب فقہا میں اس علت کے اندر اختلاف ہو گیا جس پر قسامت کا مدار ہے۔ بعض کے نزدیک اس کی علت ایک مقتول کا جس میں زخم یعنی چوٹ یا گلا گھونٹنے کا اثر موجود ہو کسی ایسے مقام میں پایا جانا ہے جو ایک قوم کی حفاظت میں ہے جیسے محلہ اور مسجد اور مکان اور یہ علت عبد اللہ بن سہل کے قصہ سے ماخوذ ہے کہ انہوں نے ایک مقتول کو خیبر میں خون کے اندر تڑپتا ہوا دیکھا اور بعض کے نزدیک اس کی علت ایک مقتول کا پایا جانا اور کسی پر قتل کے شبہ کا قائم ہونا خود مقتول کے بیان کرنے سے یا نصاب سے کم کسی کی گواہی دینے سے وغیرہ ذلک اور یہ اس قسامت کے قصہ سے ماخوذ ہے جس کا ابو طالب نے حکم دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دیۃ الکافر نصف دیۃ المسلم کہ کافر کا خونبہا مسلمان کے خونبہا سے نصف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا سبب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ ملت اسلامیہ کی عظمت اور مسلمان کو کافر پر فضیلت دینا ضروری ہے اور نیز کافر کے قتل کرنے سے مسلمانوں کے اندر چنداں فساد نہیں پڑتا اور کافر کے قتل کرنے کا گناہ بھی کم ہے کیونکہ وہ کافر اور مباح الاصل ہے اور اس کے قتل کرنے سے کفر کا شعبہ دور ہوتا ہے مگر با ایں ہمہ اس کا قتل کرنا گناہ اور خطا اور ملک میں فساد پھیلانا ہے تو یہی مناسب ہوا کہ اس کی دیت میں تخفیف کی جائے اور اگر کوئی شخص کسی عورت کا حمل گرا دے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بردہ غلام یا باندی کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ معلوم کرو کہ جنین کے اندر دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ نفوس بشریہ میں سے ایک نفس ہے اور اس کا مقتضی ہے کہ اس کے بدلے میں بھی ایک نفس واجب ہو اور ایک یہ کہ وہ اپنی ماں کا ایک ٹکڑا اور ایک عضو ہے جو بغیر ماں کے قائم نہیں رہ سکتا اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ مال کا حکم دینے میں مثل اور زخموں کے سا ہو پس دونوں باتوں کا لحاظ کر کے اس کی دیت ایک مال جو آدمی ہے گردانی گئی۔

---

[1] الاملاص ان یزلق الجنین عن بطن المرأۃ قبل ولادتہ ۱۲

وذلك غاية العدل. وأما التعدي على أطراف الإنسان فحكمه مبني على أصول: أحدها أن ما كان منها عمدا ففيه القصاص إلا أن يكون القصاص فيه مفضيا إلى الهلاك فذلك مانع من القصاص، وفيه قوله تعالى: النفس بالنفس والعين بالعين والأنف بالأنف والأذن بالأذن والسن بالسن والجروح قصاص، حتى إن لعين بمرآة محماة والسن بالمبرد ولا تقلع السن في القلع خوف زيادة الأذى، وفي الجروح إذا كان كالموضحة تقصا يقبض على سكين بقدر عمق الموضحة، فإن كان كسر العظم فلا قصاص لأنه يخاف منه الهلاك، وجاء عن بعض التابعين لطمة بلطمة وقرصة بقرصة. والثاني أن ما كان إزالة قوة نافعة في الإنسان كالبطش والمشي والبصر والسمع والعقل والباءة ويكون بحيث يصير الإنسان به كلا على الناس ولا يقدر على الاستقلال بأمر معيشته، ويلحق به عار فيما بين الناس، ويكون مثلة يغير بها خلق الله ويبقى أثرها في بدنه طول الدهر، فإنه يجب فيها الدية كاملة، وذلك لأنه ظلم عظيم وتغيير لخلقه ومثلة به وإلحاق عار به، وكان الناس لا يقومون بنصرة المظلوم بأمثال ذلك كما يقومون في باب القتل، ويحترم الظالم والحاكم وعصبة المظلوم، فاستوجب ذلك أن يؤكد الأمر فيه ويبلغ مزجره أقصى المبالغ.

اور یہ نہایت انصاف ہے اور انسان کے اعضاء پر تعدی کرنے کا حکم کئی اصول پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ ان میں سے جو عمد ہو تو اس میں برابر بدلہ لیا جاوے مگر جس صورت میں برابر بدلہ لینے سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو اس میں برابر بدلہ نہ لیا جائے گا چنانچہ خدا پاک فرماتا ہے النفس بالنفس والعین بالعین یعنی جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک اور دانت کے بدلے دانت اور زخم برابر کا بدلہ ہے یہاں تک کہ آنکھ کے بدلے میں آنکھ گرم آئینہ سے زائل کر دی جایئے اور دانت کے بدلے دانت ریتی سے گھسنا چاہیئے دانت اکھاڑنا نہیں چاہئے اسلئے کہ اکھاڑنے میں زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے اور زخم اگر اسقدر ہو جس سے ہڈی نظر آنے لگے تو بقدر اسکی گہرائی کے چھری ناپ کر اسی جگہ سے زخم کریں اور اگر ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کا بدلہ نہیں ہے اسلئے کہ اسکے عوض لینے میں ہلاکت کا خوف ہے اور بعض تابعین سے طمانچہ کے بدلے میں طمانچہ اور چٹکی کے بدلے چٹکی لینا مروی ہے دوسرے یہ کہ جس چیز میں انسان کے کسی نفع پہنچانے والی قوت کا زائل ہو جیسے پکڑنا اور چلنا اور دیکھنا اور سننا اور سمجھنا اور جماع کرنا اور جس کے سبب سے انسان لوگوں کے اوپر بار ہو جائے اور اپنی معاش بلا دوسرے کی استعانت کے حاصل نہ کر سکے اور لوگوں میں اسکے سبب سے عار لاحق ہو اور اس کا ایسا مثلہ کرنا ہو جس سے خلق الہی کی تغییر لازم آتی ہے اور مدت العمر تک اس کا اثر جسم میں باقی رہے تو اس میں پوری دیت واجب ہوتی ہے اسلئے کہ اس میں سخت ظلم اور خلق اللہ کی تغییر مثلہ کرنا اور عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے اور چونکہ لوگ اس قسم کے مظلوم کی مدد کے لئے ایسے نہیں ہوتے جیسے قتل کے بارے میں اس کی مدد کرتے ہیں اور خود ظالم اور نیز حکام اور ظالم اور مظلوم کا گروہ ان باتوں کو کوئی بڑا ظلم نہیں سمجھتے لہذا ضروری ہوا کہ شارع اس میں تاکید کرے اور انتہا درجہ اس میں زجر کرے۔

---

[1] أي يؤخذ القصاص بها ۱۲ [2] أي سوهان ۱۲ [3] تقرص أحدك لحم إنسان بأصبعك حتى تؤلمه ۱۲ [4] قطع الأنف أو الأذن والأطراف ۱۲

والاصل فیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کتابہ الی اہل الیمن فی الانف اذا اوعب جدعہ الدیۃ وفی الاسنان الدیۃ وفی الشفتین الدیۃ وفی البیضتین الدیۃ وفی الذکر الدیۃ وفی الصلب الدیۃ وفی العینین الدیۃ **وقال** علیہ السلام فی العقل الدیۃ؛ ثم ما کان اتلافا لنصف ہذہ المنفعۃ ففیہ نصف الدیۃ فی الرجل الواحدۃ نصف الدیۃ وفی الید الواحدۃ نصف الدیۃ وما کان اتلافا لعشرہا کاصبع من اصابع الیدین والرجلین ففیہ عشر الدیۃ وفی کل سن نصف عشر الدیۃ وذلک لان الاسنان تکون ثمانیۃ وعشرین وستۃ وعشرین والکسر الذی یکون بازاء نسبۃ الواحد الی ذلک العدد مما یحتاج الی التعمق فی الحساب فاخذنا العشرین واوجبنا نصف عشر الدیۃ والثالث ان الجروح التی لا تکون ابطالا لقوۃ مستقلۃ ولا لنصفہا ولا تکون مثلۃ وانما ہی تبرأ وتندمل لا ینبغی ان تجعل بمنزلۃ النفس ولا بمنزلۃ الید والرجل فیحکم بنصف الدیۃ ولا ینبغی ان تہدر ولا یجعل بازائہ شیء فاقلہا الموضحۃ اذ ما کان دونہا یقال لہ خدش وخمش لا جرح والموضحۃ ما یوضح العظم ففیہ نصف العشر لان نصف العشر اقل حصۃ یعرف من غیر امعان فی الحساب وانما یبنی الامر فی الشرائع علی السہام المعلوم مقدارہا عند الحاسب وغیرہ والمنقلۃ فیہا خمسۃ

در اصل اس میں یہ حدیث ہے کہ جب حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو نامہ روانہ فرمایا تو اس میں یہ بھی لکھا تھا فی الانف اذا اوعب - جب جڑ سے کاٹ لی جائے تو اس میں دیت ہے اور دانتوں و لبوں و خصیتین و ذکر و پشت و چشموں میں دیت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی العقل الدیۃ - کہ عقل میں دیت ہے پھر جس میں منفعت میں سے نصف منفعت کا تلف کرنا ہو تو اس میں نصف دیت ہے پھر ایک پیر میں نصف دیت اور ایسے ہی ایک ہاتھ میں نصف دیت ہے اور جس میں منفعت کے دسویں حصہ کا تلف ہونا پایا جائے مثلاً ہاتھ یا پیر کی انگلیوں میں ایک انگلی کا کاٹ ڈالنا ہو تو اس میں دسواں حصہ ہے اور ہر دانت میں بیسواں حصہ ہے اسلئے کہ دانت اٹھائیس یا چھبیس ہوتے ہیں اور کسر کا اس عدد کے اعتبار سے ایک کے مقابل لانا پوشیدہ امر ہے جس میں حساب کے اندر تعمق کی ضرورت ہے لہذا ہم نے بیس کا عدد مقرر کر لیا اور دیت کا بیسواں حصہ ہر دانت کے حصہ کر دیا اور تیسرے یہ کہ جن زخموں میں نہ کسی پوری قوت کا باطل کرنا ہو اور نہ نصف کا اور نہ اسمیں مثلہ ہو بلکہ وہ صرف زخم ہو جو چند روز میں بھر سکتا ہے تو اس زخم کا بمنزلہ جان یا بمنزلہ ہاتھ پیر کے کر دینا کہ نصف دیت کا واجب کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ اس سے کوئی چیز نہ واجب کیجائے پس زخم کا مرتبہ کم از کم موضحہ ہو اسلئے کہ جو اس سے کم ہے اسکو خراش وغیرہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں زخم نہیں کہتے اور موضحہ اس زخم کو کہتے ہیں جس میں ہڈی نظر آنے لگے تو اسمیں دیت کا بیسواں حصہ ہے اسلئے کہ بیسواں حصہ ان حصوں میں سے کمتر وہ حصہ ہے جو بلا غور کئے حساب میں معلوم ہو جاتا ہے اور شرع کا مبنی ان حصص پر ہے جنکی مقدار محاسب و غیر محاسب جانتے ہیں اور جس زخم میں ہڈی ٹوٹ جائے اور اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اسمیں پندرہ -

---

لہ ... واستوعب قطعہ والبیضتان الخصیتان ۱۲ ؎ ای یبطل ۲ ؎ خدش الجلد وخمشہ قشرہ ... بعود ونحوہ وقولہ الموضحۃ وہی الجراحۃ التی ترفع اللحم عن العظم وتوضحہ ۱۲ ؎ منقلۃ شجۃ التی تکسر العظم وتنقلہ من محلہ والجائفۃ الجرح الذی یصل الی الجوف من اذان والبطن ... شجۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی جلدۃ فوق الدماغ ۱۲

عشر بعیرا لانها اقل ما یعتد به فی الجراحات والجائفة والآمة اعظم الجراحات فمن حقهما ان یجعل فی کل واحدة منهما ثلث الدیة لان الثلث نفس ربعه دون النصف قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم هذه وهذه سواء یعنی الخنصر والابهام وقال الثنیة والضرس سواء اقول والسبب فی ذلک ان لکل عضو منفعة مقصودة صعب ضبطها فوجب ان یدار الحکم علی الاسامی والنوع واعلم ان من القتل والجرح ما یکون هدرا وذلک لاحد وجهین اما ان یکون دفعا للتعدی والاصل فیه قوله صلی اللہ علیه وسلم فی جواب من قال یا رسول اللہ ارایت ان جاء رجل یرید اخذ مالی قال فلا تعطه مالک قال ارایت ان قاتلنی قال قاتله قال ارایت ان قتلنی قال فانت شهید قال ارایت ان قتلته قال هو فی النار وعض انسان انسانا فانتزع المعضوض یده من فمه فندرت ثنیته فاهدرها صلی اللہ علیه وسلم فهذا اصل ان الصائل علی نفس الانسان او عرضه او ماله یجوز دفعه بما امکن فان انجر الامر الی قتل لا اثم فیه فان الانفس السبعیة کثیرا ما یتغلبون فی الارض فلو لم یدفعوا لضاق الحال وقال صلی اللہ علیه وسلم لو اطلع فی بیتک احد ولم تاذن له فحذفته بحصاة ففقأت عینه ما کان علیک من جناح

اونٹ ہیں کیونکہ یہ تو اس میں ہڈی تک زخم پہنچ گیا ہو دوسرے ہڈی ٹوٹ گئی تیسرے وہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی پس یہ زخم منزلہ تین موضحہ زخموں کے ہیں اور جائفہ اور آمہ یعنی وہ زخم جو پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے اور وہ زخم جو یافوخ تک ہو یہ دونوں بہت بڑے زخم ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک میں تہائی دیت واجب ہونی چاہیے اسلئے کہ نصف سے کم کا اندازہ ثلث سے ہو سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یہ اور یہ برابر ہیں یعنی خنصر اور انگشت بزرگ اور فرمایا ہے ثنیہ اور ضرس برابر یعنی آگے کا دانت اور داڑھ برابر ہیں میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ ہر عضو کے ساتھ جو منفعت مقصود ہے اسکا انضباط دشوار ہے لہٰذا نام اور نوع پر حکم کا مدار کرنا ضروری ہوا معلوم کرو کہ بعض دفعہ قتل اور زخم ہدر ہوتا ہے یعنی وہ ضائع ہوتا ہے اسکا بدلہ کچھ نہیں لیا جاتا اور اسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ قتل و زخم کسی تعدی کو دفع کرنے کیلئے ہو جو انسان کو ناحق ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے قصد سے آئے تو آپ اسمیں کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا تو اس کو اپنا مال مت دے اس نے عرض کیا اور جو وہ مجھ سے مقاتلہ کرنے لگے تو آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا تو اس سے مقاتلہ کر پھر اس نے عرض کیا اگر وہ مجھے قتل کر ڈالے آپ نے فرمایا کہ تو شہید ہے پھر اس نے عرض کیا کہ اگر میں اس کو قتل کر ڈالوں تو آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا تو وہ دوزخ میں جائیگا اور ایک آدمی نے ایک آدمی کو کاٹا وہ جسکے کاٹا تھا اس نے کاٹنے والے کے منہ میں سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا دانت بھی اسکے ساتھ کھنچ لیا تو آپ نے اس دانت کا قصاص ہدر فرمایا الحاصل اگر کوئی شخص کسی کی جان یا اس کے عضو یا مال پر حملہ کرے تو جس طرح سے ممکن ہو اس کا دفع کرنا درست ہے حتیٰ کہ اگر قتل تک بھی نوبت پہنچے تو کچھ گناہ نہیں اسلئے کہ درندہ صفت لوگ اکثر ملک میں غلبہ کرتے ہیں پھر اگر ان کی مدافعت نہ کی جائے تو لوگوں کی حالت بہت تنگ ہو جاوے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واضح ہو کہ اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو نے اسکو اجازت نہ دی ہو تو تو اسکو کنکری مارے جس سے اسکی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں

الشجة واحدة الشجاج وهی لا تکون الا فی الوجه والراس وعلی اطراف الوجه والراس وتعدد فی کلام العرب الاذرع۔ ملة ای غیر مضروب بقصاص وقوله هو فی النار ای ولا شیء علیک وان ... والجناح الاثم والبهیمة ...

واما ان يكون بسبب ليس فيه تعمد لاحد وانما هو بمنزلة الآفات السماوية والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار اقول وذلك لان البهائم تسرح بسرحها فاذا اصابت احدا لم يكن ذلك من صنع مالكها وكذلك اذا وقع في البئر وانطبق عليه المعدن ثم ان النبي صلى الله عليه وسلم سجل عليهم ان يحتاطوا لئلا يصاب احد منهم مخطئا فان من القرف التلف ومنه نهيه صلى الله عليه وسلم عن الخذف قال انه لا يصاد به صيد ولا ينكأ به عدو ولكنه قد يكسر السن ويفقأ العين وقال صلى الله عليه وسلم اذا مر احدكم في مسجدنا او في سوقنا ومعه نبل فليمسك على نصالها ان يصيب احدا من المسلمين منها شئ وقال صلى الله عليه وسلم لا يشير احدكم الى اخيه بالسلاح فانه لا يدري لعل الشيطان ينزع من يده فيقع في حفرة من النار وقال صلى الله عليه وسلم من حمل علينا السلاح فليس منا ونهى عليه السلام ان يتعاطى السيف مسلولا ونهى ان يقد السير بين اصبعين ۔ واما التعدي على اموال الناس فاقسام غصب واتلاف وسرقة ونهب اما السرقة والنهب فستعرفهما واما الغصب فانما هو تسلط على مال الغير معتمدا على شبهة واهية لا يثبتها الشرع او اعتمادا

نہیں ہے اور ایک صورت قصاص نہ لینے کی یہ ہے کہ وہ قتل یا زخم ایسے سبب سے ہو جس میں کسی طرف سے تعدی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ بمنزلہ آفت سماوی کے ہو اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار یعنی بے زبان جانور کا زخم ہدر ہے اور معدن ہدر ہے اور کنواں ہدر ہے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ جانور چرنے کے لیے چھوڑ دیے جاتے ہیں اگر کسی کو زخمی کر دیں تو وہ انکے مالک کا فعل نہ سمجھا جائیگا ایسے ہی اگر کوئی شخص کنوئیں میں گر پڑے یا کان کے نیچے دب جائے تو وہ بھی اسکے مالک کا فعل نہیں ہے پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انپر احتیاط کرنا لازم کر دیا تاکہ کسی کو انمیں سے خطا سے ضرر نہ پہنچے کیونکہ مرض کے قریب ہونے سے جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہے اور اسی لیے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پتھر پھینکنے سے نہی فرمائی اور فرمایا ہے لا یصاد بہ صید نہ اس سے شکار کیا جاتا ہے اور نہ اس سے کسی دشمن کو زخمی کیا جائے لیکن اس سے دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا مر احدکم فی مسجدنا الخ تم میں سے جب کسی کا ہماری مسجد یا بازار میں گذر ہو اور اس کے پاس تیر ہو تو انکو پیکان کی طرف سے تھامے رہے تاکہ مسلمانوں میں سے کسیکو اس سے ضرر نہ پہنچے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یشیر احدکم الخ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اسلیے کہ اسکو معلوم نہیں کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چھین لے پھر وہ شخص آگ کے گڑھے میں جا پڑے اور آپ نے فرمایا ہے من حمل علینا السلاح فلیس منا جو کوئی ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فرمایا ہے کہ ننگی تلوار لی دی جائے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ دو انگلیوں سے تسمہ کو کتر ڈالے اور لوگوں کے مال پر تعدی کرنے کی چند قسمیں ہیں غصب کرنا اور ہلاک کرنا اور چرانا اور لوٹنا چوری اور لوٹ کا حال تو تمکو عنقریب معلوم ہوگا اور غصب کے معنی غیر کے مال پر ایک واہی شبہہ پر بھروسہ کر کے جس کو شرع ثابت نہیں کرتی یا اس بھروسہ پر کہ۔

له سرحه محرکة ... في الحديث ... فوما سكن اليه عليه السلام ... فصار نحو لو ان من القرف التلف كقوله ... [illegible] ٢ه قوله ان يصيب ... خطأ وكراهة ان يصيب ويترع عنه ... ٣ه اي تشق ويقطع ... [illegible]

على أن لا يظهر على الحكام جلية الحال ونحو ذلك فإن جريان بعض هذه في المعاملات ولا يبتني عليه الحدود ولذلك كان غصب ألف درهم لا يوجب القطع وسرقة ثلاثة دراهم توجبه وأما الإتلاف فيكون عمدا وشبه عمد وخطأ لكن الأموال لما كانت دون الأنفس لم يجعل لكل واحد منها حكما وكفى الضمان عن جميعها زجرا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أخذ شبرا من الأرض ظلما طوقه يوم القيامة من سبع أرضين **أقول** قد علمت مرارا أن الفعل الذي ينتقض المصلحة المدنية ويحصل به الأذى والتعدي يستوجب لعن الملأ الأعلى ويتمثل العذاب بصورة الفعل ومجاوره **وقال** صلى الله عليه وسلم على اليد ما أخذت **أقول** هذا هو الأصل في باب الغصب والعارية يجب رد عينه فإن تعذر فرد مثله ودفع عليه السلام صحفة كسرت وأمسك المكسورة **أقول** هذا هو الأصل في باب الإتلاف وظاهره من السنة أنه يجوز أن يغرم في المتقومات بما يحكم به العامة والخاصة أنه مثلها كالصحفة وقضى عثمان رضي الله عنه بحضور الصحابة في المغرور[1] أن يفدي أولاده بمثل أولاده وقال صلى الله عليه وسلم من وجد عين ماله عند رجل فهو أحق به ويتبع البيع من باعه **أقول** السبب

حکام کو حقیقت حال ظاہر نہ ہو گی یا اسی طرح کسی اور طریقہ پر تسلط کرنا پس غصب اس قابل ہے کہ اسکو معاملات میں شمار کیا جائے اور حدود کا مبنیٰ نہ کیا جائے اسی لیے ہزار درہم کے غصب کرنے سے تو ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہوتا اور تین درہم کی چوری سے واجب ہو جاتا ہے اور مال کے تلف کرنے کی تین صورتیں ہیں عمد اور خطا اور مشابہ بعمد مگر چونکہ اموال کا درجہ جان سے کم ہے اسلئے ہر مال کا جدا جدا حکم نہیں مقرر کیا گیا اور تاوان سب مالوں کا بدلہ زجر کے لیے کافی ہو گیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اخذ شبرا الخ جو شخص ظلم سے بقدر ایک بالشت کے زمین لے گا قیامت کے دن ساتوں زمین طوق کے طور پر اس کے گلے میں ڈالی جائیگی میں کہتا ہوں چند مرتبہ تم کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے جس فعل میں مصلحت مدنیہ کی مخالفت اور ایذا و تعدی پائی جائے وہ فعل ملاء اعلیٰ کی لعنت کا مستوجب ہوتا ہے اور عذاب عمل کی صورت یا اس کے قریب قریب صورت میں متمثل ہوتا ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علی الید ما اخذت. ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی ہے میں کہتا ہوں غصب اور عاریت کے باب میں یہ حدیث اصل ہے پس بعینہ اس چیز کا واپس کرنا واجب ہے اگر بعینہ اس کا واپس کرنا متعذر ہو تو اسکے مثل کا دینا واجب ہوتا ہے اور کسی شخص کی ایک رکابی ٹوٹ گئی تو آپ نے اس کے بدلے ایک رکابی دے دی اور ٹوٹی ہوئی کو رہنے دیا میں کہتا ہوں اتلاف کے باب میں یہ حدیث اصل ہے اور ظاہر سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ متقومات میں تاوان لینا جسکو عام و خاص کہہ دیں کہ اس کے مثل ہے درست ہے جیسے رکابی کے بدلے رکابی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے مغرور بہ باندی کا حکم دیا کہ اپنی اولاد کے مثل فدیہ دے۔ اور مغرور وہ شخص ہے جسکو کوئی عورت یہ دھوکہ دے کر میں حرہ ہوں اس سے نکاح کرلے اور فی الحقیقت کسی کی باندی ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من وجد عین مالہ عند رجل الخ جو شخص بعینہ اپنا مال کسی کے پاس پائے تو وہ اس کا حقدار ہے اور خریدنے والا اس شخص کا پیچھا کرے جس نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اس حکم کا سبب۔

[1] هو الذي غرته امرأة بنفسها وذكرت أنها حرة فولدت أولادا فادعى مالكها الجارية وأولادها وقوله يتبع البيع أي المشتري البائع

والمعنى لهذا الحكم انه اذا وقعت هذه الصورة تعين ان يكون في كل جانب الضرر والجور فاذا وجد متاعه عند رجل فان كانت السنة ان يصبر حتى يجد بائعه ففيه حرج عظيم لصاحب المتاع فان الغاصب او السارق اذا اعثر على خيانته ربما يحتج بانه اشترى من انسان يذب بذلك عن نفسه وربما يكون السارق والغاصب وكل بعض اناسه بالبيع لئلا يؤاخذ هو ولا البائع وفي ذلك فتح باب ضياع حقوق الناس وربما لا يجد البائع الا بعد غيبة هذا المشتري فيؤاخذه فلا يجد عنده شيئا فيسكت على غبنه وان كان السنة ان يقبضه في الحال ففيه ضرر للمشتري لانه ربما يبتاع من السوق لا يدري من البائع واين محله ثم يستحق ماله ولا يجد البائع فيسكت على غبنه وربما يكون له حاجة الى المتاع ويكون في قبض المستحق اياه وحوالته على البائع فوت حاجته فلما دار الامر بين ضررين ولم يكن بد من وجود احدهما وجب ان يرجع الى الامر الظاهر الذي تقبله افهام الناس من غير ريبة وهو هنا ان يحق على هذه العين والغبن يختص في العين المتعلق به اذا قامت البينة وارتفع الاشكال وعلى هذا القياس ينبغي ان تعتبر القضايا وقضى صلى الله عليه وسلم ان على اهل الحوائط حفظها بالنهار وان ما افسدت المواشي فهو ضامن على اهلها

اور معنی یہ ہے کہ جب یہ صورت واقع ہو تو ہر جانب میں ضرر اور ظلم کا اعتبار ہے پس جب کوئی شخص اپنا مال کسی کے پاس دیکھے ایسے وقت میں اگر یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا کہ جب تک اسکا بائع نہ ملے اُس وقت تک یہ شخص اُس کے مال کو نہ لیگے تو اصل مالک کا اس میں ضرر عظیم تھا اسلیئے کہ غاصب یا سارق کی جب خیانت معلوم ہوتی ہے تو غالبا اپنی جان بچانے کی غرض سے وہ یہ حجت پیش کر سکتا تھا کہ میں نے ایک شخص سے اسکو خرید لیا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ سارق و غاصب اپنے اور نیز بائع کے بچاؤ کے لیے کسی شخص کو بیع کا وکیل کر دیا کرتا اور اس میں لوگوں کی حق تلفی کا دروازہ کھولنا تھا اور اکثر اوقات بائع اُس وقت ملتا کہ جب وہ مشتری موجود نہ ہوتا پس مالک اُس سے مطالبہ کرتا وہ اُسکے پاس کچھ نہ پاتا اور نا امید ہو کر سکوت کر لیتا اور اگر یہ حکم ہوتا تو اُسی وقت اپنی چیز پر قبضہ کر لیتا تو اُس میں مشتری کا ضرر تھا کیونکہ بسا اوقات خریدنے والا بازار میں سے کوئی چیز خریدتا ہے اور نہیں جانتا کہ بائع کا نام و نشان کیا ہے پھر اُس کے مال میں کسی کا حق نکلتا ہے اور بائع کا اُس کو پتہ نہیں لگتا اور نا امید ہو کر سکوت کر لیتا ہے اور بسا اوقات اُس کو اُس چیز کی حاجت ہوتی ہے اور حقدار کے اُسپر قبضہ کرنے اور بائع کے اُسپر حوالہ کر دینے میں وہ حاجت فوت ہو جاتی ہے پس جبکہ امر درمیان دو ضرروں کے دائر ہوا اور ایک کا پایا جانا ان دونوں میں سے خواہ مخواہ ضروری ہوا تو ایسے ظاہری امر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا جسکو بلاشبہ لوگوں کی عقل قبول کرے اور وہ اسجگہ یہ ہے کہ حق اس چیز کے ساتھ متعلق ہو گیا اور غبن اُس غبن کے معاوضہ میں جسکے متعلق ہے روک لیا جائے بشرطیکہ بینہ قائم ہو اور اشکال مرتفع ہو جاوے اور قضیوں کا اسی طرح انتقاد کرنا مناسب ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مالیوں پر حکم دیا کہ دن میں باغوں کی نگہبانی کریں اور مویشی جو نقصان کریں اُس کا تاوان مویشی والوں پر ہے ۔

اقول السبب المقتضی لهذا القضاء انه اذا افسدت الماشیة حوائط الناس [illegible] حجة علی
صاحبه فصاحب الماشیة یحتج بانه لا بد ان یسرح ماشیته فی المرعی والا [illegible]
و [illegible] مع کل بهیمة من یحفظها یفسد علیهم الارتفاق المقصود وانه لیس له اختیار فیما
تفسده بهیمته وان صاحب الحائط هو الذی قصر فی حفظ ماله وترکه بمضیعة وصاحب
الحائط یحتج بان الحائط لا یکون الا خارج البلاد [illegible] ولا بد [illegible]
حاله وان صاحب الماشیة هو الذی سرحها فی الحائط او قصر فی حفظها فلما دار الامر [illegible]
وکان لکل واحد جور وعذر وجب ان یرجع الی العادة [illegible]
[illegible] والعادة ان یکون فی کل حائط فی النهار من یعمل فیه و [illegible]
فی اللیل فیترکونه ویبیتون فی القری والبلاد وان اهل الماشیة یجمعونها [illegible]
فی بیوتهم [illegible] فی النهار للرعی فاعتبر الجور [illegible] العادة [illegible]
صلی الله علیه وسلم عن الثمر المعلق فقال من اصاب بفیه من ذی حاجة غیر متخذ [illegible]
[illegible] علیه [illegible] الناس [illegible]
[illegible] نفوسهم [illegible] الاکل من الثمر المعلق [illegible]
[illegible] انسان محتاج اذ لم یکن هناك [illegible]

میں کہتا ہوں اس حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ جب مویشی نے لوگوں کے باغ کا نقصان کیا تو ہر ایک کے پاس عذر ہے
مویشی والا تو یہ حجت کر سکتا ہے کہ اس کو چرنے کے لیے مویشی کا چھوڑنا ضروری ہے ورنہ مویشی [illegible]
ساتھ ساتھ رہنا اور اس کی حفاظت کرنا تدابیر ضروریہ میں خلل انداز ہوتا ہے اور مویشی نے جو نقصان کیا ہے اس میں [illegible]
کچھ بس نہیں ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مالی نے خود اپنے مال کی حفاظت میں کوتاہی کی اور [illegible] کے چھوڑ دیا اور
مالی یہ حجت پیش کر سکتا ہے کہ باغ شہر سے باہر ہوا کرتے ہیں ان کی نگرانی اور انہیں [illegible] اور اس کے انتظام
میں رہنا تنگی حالت کے خراب ہونے کا سبب ہے اور مالک مویشی نے یا تو خود [illegible] یا خود [illegible]
نگرانی میں کوتاہی کی ہے پس جب یہ امر باہم دونوں کے دائر ہو اور ہر ایک کی طرف سے [illegible] ہو تو ضرور ہوا کہ
دستور پر نظر کیجائے جو ہمیشہ سے اُن سب میں جاری ہے اور اس دستور سے تجاوز کرنے پر جور کی بنا رکھی جائے اور دستور یہ
ہے کہ دن میں ہر باغ میں کوئی شخص باغ کے کاروبار اور اس کی درستی و حفاظت کے لیے رہتا ہے اور شب میں [illegible]
کو خالی چھوڑ کر قریوں و شہروں میں شب باشی کرتے ہیں اور مالکان مویشی شب میں گھروں میں مویشی کو جمع رکھتے ہیں اور
پھر دن کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں پس اُن کے اس دستور عام سے تجاوز کرنا ظلم سمجھا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے کسی شخص نے اس پھل کی نسبت جو محفوظ نہ ہو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جو کوئی شخص محتاج اس کو منہ سے کھالے
اور جھولی نہ بنائے تو اس پر کچھ مضائقہ نہیں معلوم کرو کہ لوگوں میں باہمی نظام کے واقع کرنے کی یہ صورت ہے کہ جو کوئی
کسی کو ضرر پہونچائے اور تعدی کرے اس کا ہاتھ پکڑا جاوے یہ کہ اُن کے حرص و کینہ کی [illegible] جائے پس اس پھل کے
میں جو معلق اور غیر محفوظ اور تھوڑا سا پھل اگر کوئی محتاج آدمی اس کو پیٹ بھر کے کھالے تو اس سے مالک کو [illegible] نہیں
گذرتا بشرطیکہ وہ آدمی دستور کی حد سے تجاوز نہ کرے اور جھولی نہ باندھے ورنہ اینٹ پتھر سے پھلوں کو۔

سلہ [illegible] الاہلاد [illegible] والمعنی ان مفلس اذا کل من التمر ولم یاخذ منه [illegible] علیه [illegible]

بالحجارة فان العرب يوجبون مسامحة في مثله فمن ادعى في مثل ذلك فانه اتبع الشح وقصد الضرار فلا يتبع واما من اكل من ثمر مسقوف واتخاذ خبنة او رمى الاشجار او مجاوزة الحد في الاتلاف بوجه من الوجوه ففيه التعزير والغرامة واحاديث ابن السبيل والاقيسة فيه متعارضة وقد بين النبي صلى الله عليه وسلم فقسها تارة على متاع المخزون في الصون فنهى عن حلبه وتارة على الثمر معلق والاشياء غير محرزة فاباح منه بقدر الحاجة لمن لم يجد صاحب المال ليستاذنه والاصل فيما اختلف فيه الاحاديث واختلفت العلل ان يجمع باعتبار تلك العلل فحيثما جرت العادة ببذل مثله وليس هناك شح وتضييق او مس حاجة جدا ولا فلا وعلى مثل ذلك ينبغي ان يخرج تصرف الزوجة في مال زوجها والعبد في مال سيده :

الحدود

اعلم ان من المعاصي ما شرع الله فيه الحد وذلك كل معصية جمعت وجوها من المفسدة بان كانت فسادا في الارض واقتضاضا على طمانينة المسلمين وكانت لها داعية في نفوس بني آدم لا تزال تهيج فيها ولها ضراوة لا يستطيعون

جھاڑے عرب کا مقتضی ایسے امور میں مسامحت کرنا ہے اور ایسی باتوں کا جو شخص دعویٰ کرے تو یہ اس کا بخل اور حرص اور لوگوں کو تکلیف دینی ہے لہٰذا اس کے دعویٰ کی پروا نہ کیجائیگی اور اگر وہ پھل کوئی شخص کھا جاوے جو محفوظ رکھا ہوا ہے یا جھولی بھر لے یا اینٹ پتھر سے پھل جھاڑے یا اور کسی طرح سے حد سے تجاوز کرے تو اس میں تعزیر اور تاوان آتا ہے۔ مسافر کا دودھ دینے میں قیاسات متعارض ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بیان فرمایا ہے پس حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس مال پر قیاس کیا جو گھر میں حفاظت سے رکھا ہو سو اسکے اس کے دودھ پینے سے منع فرمایا اور کبھی ثمر معلق اور غیر محفوظ چیزوں پر اس کو قیاس فرما کر اسکو بقدر حاجت مباح فرمایا ہے اگر مالک نہ ملے جس سے اجازت لیجائے اور احادیث کے اندر جو اختلاف ہے اور علتیں بھی ظاہر ہو گئی ہیں ان میں اصل یہی ہے کہ ان علتوں کے اعتبار سے ان کی تطبیق دی جائے پس اگر ایسی چیز کے خرچ کرنے اور اس کی کچھ پرواہ نہ کرنے کا دستور ہو اور اس میں لوگوں کو کچھ دقت نہ ہو اور حاجت ہو تو اس کا کام میں لانا درست ہے ورنہ درست نہیں ہے اور اسی بنا پر بیوی کا خاوند کے مال میں اور غلام کا سید کے مال میں تصرف کرتا ہے :

اس باب میں وہ حدیثیں ہیں جن میں حدود کا بیان ہے

معلوم کرو کہ بعض معاصی میں خدا تعالیٰ نے حد مقرر فرمائی ہے اور وہ ایسے معاصی ہیں جن میں فساد کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں ایک تو ان میں ملک کا فساد اور لوگوں کی آسائش کا قطع کرنا ہوتا ہے اور ان کے لئے بنی آدم کے نفوس کے اندر داعیہ ہوتا ہے ہمیشہ اس کا ہیجان ہوتا رہتا ہے۔

سلہ لے تبین ۱۲ سلہ لے قطع وضراوۃ وعادۃ ۱۲

لا تدعهم بعد أن أشربت قلوبهم بها وكان فيه ضرر لا يستطيع المظلوم دفعه عن نفسه
في كثير من الأحيان وكان كثير الوقوع فيما بين الناس فمثل هذه المعاصي لا يكفي
فيه الترهيب بعذاب الآخرة بل لابد من إقامة ملامة شديدة عليها وإيلام ليكون بين أعينهم[1]
ذلك فيردعهم عما يريدونه كالزنا فإنه يهيج من الشبق والرغبة في جمال النساء وهيئاتهن
وفيه عار يلحق أهله وفيه خروج عن موضوع تعيين المناكح
وهي مظنة مقاتلات والحرب فيما بينهم ولا يكون عامة ذلك إلا بمراضاة الزانية والزاني وفي
الخلوات حيث لا يطلع عليها إلا بعض الناس فلو لم يشرع فيه حد وجعل له مخلص لم يمتنع وكالسرقة
فإن الإنسان كثيرا ما لا يجد كسبا صالحا فيجنح إلى السرقة وهي ضراوة في نفوسهم ولا
يكون إلا في خفية بحيث لا يراه الناس بخلاف الغصب فإنه يكون بالجهر وشبهة تنبيها
الناس وفي ذلك تضعيف معاملات بينهما وعلى ... فصد ومنعه من المعاملات
وكقطع الطريق فإنه لا يستطيع المظلوم ذب عن نفسه وماله ولا يكون في بلاد المسلمين
وتحت شوكتهم فيدفعوا فلابد لمثله أن يزاد في الجزاء والعقوبة وكشرب الخمر فإن
شرهه وفيها فساد في الأرض وزوال عقولهم التي بها صلاح معادهم ومعاشهم
وكالقذف فإن المقذوف ينادي أذى شديدا ولا يقدر على دفعه بنفسه ويكون لأجله

اور اُنکے لیئے عادت ہو جاتی ہے جبکہ اس سے اُنکے قلوب رنج جاتے ہیں تو اس سے باز رہنا
اُن کے بس میں نہیں رہتا ہے اور اس میں ضرر اوقات بہ ضروری ہوتا ہے مظلوم اپنی طرف سے اُس کے دفع کرنے میں
بے بس ہو جاتا ہے اور یہ آدمیوں کے مابین کثیر واقع ہوتا رہتا ہے تو اس قسم کے معاصی میں عذاب آخرت
کا ڈرانا کافی نہیں ہو سکتا ہے بلکہ آدمیوں کے سامنے اس قسم کے معاصی پر ملامت اور رنج کا ہونا چاہیئے تاکہ جس کا
وہ ارادہ کرتے تھے اس سے باز رہیں جیسے زنا ہے کہ وہ عورتوں کے حسن و جمال کی طرف رغبت اور شہوت کے غلبہ سے ہوتا
ہے اور اس کے اہل کے لیئے اس کے اندر نہایت درجہ کی عار ہے اور ایک موضوع آدمیوں کے تعین کرنے سے
جبلت انسانیہ کی تغیر ہے اور اس کے سبب ان کے مابین لڑائیوں اور کشت و خون کا مظنہ ہے اور زنا اکثر زانیہ و زانی
کی رضامندی سے ہوا کرتا ہے اور خلوت کی وجہ سے صرف بعض لوگ ہی اس پر مطلع ہوتے ہیں پھر اگر حد مقرر نہ کی جاتی
تو یہ ترک کیونکر حاصل ہو سکتی تھی اور جیسے سرقہ اسلیئے کہ انسان اکثر اوقات کسب صالح نہیں پاتا ہے تو چوری کی
طرف میل کرتا ہے اور سرقہ کے لیئے اُن کے نفسوں کے اندر عادت ہوتی ہے اور سرقہ بدون دیکھے آدمیوں
کے ہوتا ہے بخلاف غصب کے کہ اس میں ایک ہی دلیل اور شبہہ ہوتا ہے کہ جسکو شریعت نہیں ثابت کرتی
ہے اور مابین آدمیوں کے اور اُن کے ... ہر قسم کے معاملات ہوتے رہتے ہیں اسی لیئے غصب بمنزلہ اور
معاملات کی ایک معاملہ ہی جیسے رہزنی، کیونکہ مظلوم اپنی جان اور مال بچانے کی اس سے طاقت نہیں رکھتا ہو اور یہ ہر دی مسلمانوں کی بلاد میں
نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اپنی حکومت اور قوت کیوجہ سے اسکی مدافعت کر سکتے ہیں تو ... کی جزا ... مقرر ہونا چاہیئے اور جیسے شراب
کا پینا اسلیئے کہ اسمیں بھی نہایت حرص ہوتی ہے اور اسکی وجہ سے ملک میں فساد اور انکی عقول کا زوال ہوتا ہے کہ
جنکے سبب سے انکی معاش و معاد کی اصلاح ہوتی ہے اور جیسے قذف یعنی تہمت زنا کی لگانا کیونکہ جسکو تہمت لگائی
جاتی ہے وہ نہایت درجہ کی تکلیف و رنج پاتا ہے اور اس کے دفع کرنے پر قتل وغیرہ کے بغیر بے بس ہو جاتا ہے کیونکہ

[1] اشتدت بحرص یعنی نشید الحرص علی الشئی والف ... سبل ... سے مشتق ہے حرص ۱۲

ان قتل قتل به وان ضرب ضرب به فوجب في مثله زجر عظيم ثم بعد اما قتل وهو زجر لا زجر فوقه واما قطع وهو ايلام شديد وتفويت قوة لا يتم الاستقلال بالمعيشة دونها طول عمره ومنه وعار ظاهر اثره يراه الناس لا يمحي فان النفس تتأذى من وحشة لنفس لواعلة في الحمية بمعنى الايلام كالبقر والحبل والتي فيها حيف بجاه ودعة نحو ذلك وربما اشتمل من الايلام فوجب جمع هذين الموجبين في الحدود ودون ذلك الايلام بالضرب المفضي مع الحد وحز زبره كالتغريب وعدم قبول الشهادة والتبكيت **واعلم** انه كان من شرائع من قبلنا القصاص في القتل والرجم في الزنا والقطع في السرقة فهذه الثلاث متوارثة في الشرائع السماوية واطبق عليها جماهير الانبياء والامم ومثل هذا يجب ان يؤخذ بها ولكن الشريعة المصطفوية تصرفت فيها نحو آخر فجعلت مزجرة كل واحد منها على ضربين احدهما الشديدة البالغة وهي المبالغة ومن حقها ان تجعل في المعصية الشديدة ودونها **ومن حقها** ان تجعل فيما كانت المعصية دونها ففي القتل القود والدية والاصل فيه قوله تعالى ذلك تخفيف من ربكم **قال** ابن عباس رضي الله عنهما كان فيهم القصاص ولم يكن الدية وفي الزنا الجلد وكان اليهود لما ذهبت شوكتهم ولم تقدر

تو اس کی وجہ بھی اس کے سبب سے مار جائے اور اگر پیٹے تو اس کی وجہ سے پیٹا جائے لہذا ایسے جرم میں کوئی عظیم جو بڑی سزا ہے سزا قتل ہے اور ایسی سزا ہے کہ اس کے اوپر کوئی اور سزا نہیں ہے دوسرے کسی عضو کا کاٹ ڈالنا جس میں سخت درجہ کی تکلیف ہوتی ہے اور اس کی قوت کا زائل کر دینا ہے کہ جس کے بغیر مدت العمر تک معاش حاصل کرنے کی طاقت دوسرے سے نہیں ہو سکتا اور یہ سزا اور عار ہے جس کا اثر لوگوں کے سامنے ظاہر ہے جو ختم نہیں ہوتا ہے نفس وحشت سے متاثر ہوتا ہے کہ تو وہ نفس ہے جو قوت بہیمیہ کے اندر منہمک ہو اسکو الم پہنچا تا ہر چیز سے باز رکھتی مثل ذلت و بخل اور جس نفس کے اندر حب جاہ ہوتی ہے اسکو تکلیف جسمانی سے بھی زیادہ عار ایک کا درجہ رکھتی ہے تکلیف جسمانی سے زیادہ نہیں ہوتی ہے پھر ان دونوں وجہوں کا حدود کے اندر اکٹھا ہونا لازم ہوا اور ایک حد کی صورت یہ ہے جو قطع سے کم ہو جیسے صرف مار پیٹ سے ہی تکلیف کا پہنچنا مقصود ہے جسمیں عار ہو اور اس کا اثر ظاہر ہو مثلاً جلا وطن کرنا اور شہادت کا قبول نہ کرنا اور طعنہ دینا۔ اور معلوم ہو کہ شرائع سابقہ میں قتل کی سزا قصاص اور زنا کی سزا سنگسار کرنا اور چوری کے عوض ہاتھ کاٹنا بھی پس یہ سزائیں شرائع سماویہ میں متوارث چلی آئی تھیں اور تمام انبیاء اور ان کی امتیں اس پر متفق تھیں تو ضرور ہے کہ ان کو خوب مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور کبھی ان کو ترک نہ کرنا چاہیے مگر شریعت مصطفویہ نے ان میں ایک دوسری قسم کا تصرف کیا ہے اور ہر ایک کی سزا کی دو قسمیں کی ہیں ایک تو بڑی بھاری سزا ہے کہ اس سے زیادہ اور تصور نہیں اور یہ سزا وہاں دینی چاہیے جہاں گناہ بھی بڑا بھاری ہو اور دوسری وہ ہے جو پہلی سے کم ہے اور یہ وہاں ہو گی جہاں معصیت بھی پہلی معصیت سے کم ہو پس قتل کی سزا قصاص اور دیت ہے اور اسکی دلیل یہ آیت ہے ذلک تخفیف الخ کہ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت میں قتل کی سزا صرف قصاص تھی نہ دیت اور زنا میں کوڑے مارنا تھا اور یہودیوں کی جب شوکت جاتی رہی اور سنگسار ی پر ان کا بس نہ چلا تو

سلہ کہ ناسارہوں اوطنی اجتثہ سے لیتو ج ۲

على الوجه ابتدعوا التجبية والتحميم فصار ذلك تحريفاً لشريعتهم فجمعت لنا بين شريعتين من شرائعنا السماوية والابتداعية وذلك غاية رحمة الله بالنسبة الينا وفي السرقة العقوبة وغير مرتبة على ما جاء في الحديث ومن جملة انواع المعاصي لم يضرب عليها كالنمرد وغيره فجعل ههنا احداً من هذه ايضاً بمنزلة تلك المعاصي وان زاد في عقوبته قطع الطريق

واعلم ان الناس على طبقتين ولسياسة كل طبقة وجه خاص طبقة هم مستقلون امرهم بايديهم وسياسة هؤلاء ان يؤخذوا على اعين الناس ويوجعوا ويلزم عليهم عار شديد ويهانوا ويحقروا وطبقة هم بايدي ناس آخرين اسراء عندهم وسياسة هؤلاء ان يؤمر سادتهم ان يحفظوهم عن الشر فانه يظهر لهم وجه فيه حبسهم عن فعلهم ذلك وهو قوله صلى الله عليه وسلم اذا زنت امة احدكم فليضربها الحد **وقوله** عليه السلام اذا سرق عبد احدكم فليبعه ولو بنش فضبطت الطبقتان بوصف ظاهر فالاولى الاحرار والثانية الارقاء ولو كان من السادة من يعتدي على عبده ويحتج بانه زنى او سرق ونحو ذلك فكان الواجب في مثله ان يشرع على الارقاء دون ما على الاحرار ليقطع هذا النوع وان لا يجعل وفيما دون ذلك والحد يكون

تو انھوں نے تجبیہ و تسخیم کو ایجاد کیا (تجبیہ کے یہ معنی ہیں کہ زانی زانیہ کو گدھے پر الٹا سوار کرا کے لوگوں کے سامنے پھرا دیں تسخیم منہ کالا کر دینے کو کہتے ہیں) تو یہیں شرائع سابقہ کی تحریف ہوئی مگر ہمارے ہاں دونوں شرائع کا مجموعہ کیا گیا شریعت سماویہ و ابتداعیہ کا اور یہ ہمارے لیے نہایت رحمت ہے اور سرقہ میں عذاب دینا اور اس سے وچند تاوان لینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور نیز ان شریعت میں جملہ کے چند اقسام کو مثل قذف اور شراب خمر کو اضافہ کیا اور ان کے لیے بھی حد مقرر کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ انہیں معاصی کے ہیں اور زنی کی سزا رہا وہ مقرر کی اور معلوم کرو کہ لوگوں کے دو درجے ہیں اور ہر درجہ کی سیاست کا خاص طریقہ ہے ایک لوگ ہیں جو بذات خود مستقل اور مختار ہیں اور ان کی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ لوگوں کے سامنے گرفتار کیے جائیں اور ان کو تکلیف پہونچائی جائے جس سے ان کو نہایت سخت عار لاحق ہو اور ان کی اہانت اور ذلت پائی جاوے اور ایک وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے قبضہ میں ہیں اور ان کے پاس بمنزلہ قیدیوں کے ہیں اور ان کی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ ان کے مالکوں کو حکم دیا جاوے کہ بری باتوں سے ان کی نگرانی رکھیں اس میں ان کے لیے ایسا طریقہ ظاہر ہوگا جو ان کو ایسے افعال سے باز رکھیگا چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زنت الخ الحدیث تم میں سے جب کسی کی باندی زنا کرے تو اسکو مارنا چاہیے اور فرمایا ہے اذا سرق الخ پس دونوں درجوں کو ایک ظاہری وصف سے منضبط کر دیا پہلے درجے کے لوگ حر ہیں دوسرے درجے کے غلام ہیں پھر یہ بھی احتمال تھا کہ سید اپنے غلام پر ظلم کرتا اور کہہ دیتا کہ اس نے زنا یا چوری وغیرہ کی ہے اس واسطے غلام کی سزا حر سے کم مقرر کی تاکہ یہ نوع ظلم کی دفع ہو جاوے اور ما دون الحد میں ان کو اختیار دیا گیا

لہ التجبیۃ ان یحمل الزانیان على حمار ویخالف بین وجوههما ای بجعل القفا لقفاء ویطاف بهما فی الاسواق وکان القیاس ان یقابل بین وجوههما لانه من الجبهة والتجبیة ایضاً ان ینکس راسه الخ وصوب شارح التجبیة التحمیم ثم مصحح و التسخیم تسوید الوجه والمعروف لفظ التحمیم مکان التسخیم ۱۲

كفارة لاحد وتعين ان العاصي اما ان يكون منقادا للامر لله وحكمه مسلما وجهه لله وقد قال
في حقه توبة عظيمة ودليله حديث لقد تاب توبة لو قسمت على امة محمد لوسعتهم وكان يكون
ايلاما له وشيئا عليه وسر ذلك ان يعمل فقضى في حكمة الله ان يجزى في نفسه وما [illegible]
مقيم الحد خليفة الله في الارض [illegible] قال الله تعالى الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما
مائة جلدة الآية **وقال** عمر رضي الله عنه ان الله بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالحق وانزل عليه
الكتاب فكان مما انزل الله آية الرجم رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده والرجم في كتاب
الله حق على من زنى اذا احصن من الرجال والنساء **اقول** انما جعل حد المحصن الرجم وحد
غير المحصن الجلد لانه كما انتم التكليف ببلوغ خمس عشرة سنة ونحوها ولم يتم دون ذلك لعدم
تمام العقل وتمام الجثة وكونه من الرجال فلذلك ينبغي ان تتفاوت العقوبة مرتبة على التكليف
بالنسبة نقص وصبي [illegible] رجلا كاملا مستقلا بامره مستبدا [illegible] محصن كامل وغير
المحصن ناقص فصار واسطة بين الاحرار الكاملين وبين العبيد ولم يعتبر [illegible] الا في الرجم
خاصة لانه اشد عقوبة شرعت في حق الله **واما القصاص** فحق الناس وهم محتاجون
عليه فلا يضيع حقوقهم واما حد السرقة وغيره فليس بمنزلة الرجم ولان المعصية من انعم الله

کفارہ ہو لی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ماعز بن مالک کی نسبت وارد ہے لقد تاب توبۃ لو قسمت علی امۃ محمد
لوسعتہم اُس نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام امت پر تقسیم کی جائے تو اُن کو کافی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ سبب تکلیف کا ہوسکتا ہو اور اسکو اس فعل سے روکنا مقصود ہوتا ہے اور اُس میں یہ راز ہے کہ حکمت الٰہی کا مقتضی یہ ہے
کہ اُس شخص کی جان یا مال سے اس عمل کی سزا دی جائے پس حد کا قائم کرنا جزا دینے میں خدا تعالیٰ کا نائب ہے
اللہ پاک فرماتا ہے زانیہ اور زانی کو ... ہر ایک کے دونوں میں سے سو کوڑے مارو اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں
کہ خدا تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حق دیکر بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی جس میں آیت رجم بھی تھی چنانچہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد سنگسار کیا اور جو شخص زنا کرے اور محصن ہو خواہ مرد ہو یا
عورت کتاب الٰہی میں اس کا سنگسار کرنا حق ہے میں کہتا ہوں محصن کی حد سنگسار کرنا اور غیر محصن کے کوڑے لگانا اسلئے
مقرر کیے گئے جسطرح پندرہ برس کی عمر وغیرہ سے آدمی بالغ ہو کر پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اُس سے قبل پورا پورا
مکلف نہیں ہوتا اسلیئے کہ اُسکی عقل اور جسم اور رجولیت کا کمال اس سے پہلے نہیں ہوتا ہے اسیطرح اُن عقوبتوں میں بھی
تفاوت ہونا چاہیے جو کمال عقل اور مرد کامل اور استقلال اور خودمختاری کے سبب سے پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور
اسلیئے کہ محصن کامل ہے اور غیر محصن ناقص ہے پس غیر محصن حر کامل اور غلام کے مابین واسطہ ہوا اور صرف سنگسار کرنے
میں اس واسطہ کا اعتبار کیا گیا اسلیئے کہ وہ حق الٰہی کے بارہ میں جو سزا مقرر کی گئی ہے اُن سب میں سخت ہے اور قصاص
چونکہ حق العباد میں سے ہے اور اُن کو اپنے حقوق کے لینے کی حاجت ہے اسلیئے اُن کی حق تلفی نہ کی جائے گی اور حد سرقہ
وغیرہ بمنزلہ سنگساری کے نہیں ہے اور نیز جس شخص سے گناہ صادر ہوتا جسپر خدا تعالیٰ نے انعام کیا ہے

لہ [illegible] ۱۲ سکہ قولہ ماعز بن مالک الاسلمی کان [illegible] فرجم فلبثوا یومین او ثلاثۃ ثم جاء رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال استغفروا لماعز بن مالک لقد تاب الخ ۱۲

وفضله على كثير من خلقه ... ومن ذلك أنه لما كان من حقها أن يزاد في العقوبة لهما
وما تقرر اصطلاحهم أن يجعل حد الزنا عددا كثيرا مضبوطا يحصل به الزجر والإيلام وإنما
عوقب بالتغريب لأن العقوبة المؤثرة تكون على وجهين ما يؤلم في البدن وإلحاق حياء وخجالة
وعار وهجر مألوف في النفس والأول عقوبة جسمانية والثاني عقوبة نفسانية ولا تتم العقوبة
إلا بجمع الوجهين قال الله تعالى فإذا أحصن فإن أتين بفاحشة فعليهن نصف
ما على المحصنات من العذاب **أقول** السر في تنصيف العقوبة على الأرقاء أنهم يفوض
أمرهم إلى مواليهم فلو شرع فيهم مزجرة بالغة أفضى إلى أن ينفتح ذلك باب العدوان بأن
يقتل مولى عبده ويحتج بأنه زنى ولا يكون سبيل المؤاخذة عليه فنقص من حدهم
ما لا يفضي إلى الهلاك والذي ذكرناه في الفرق بين المحصن وغيره يتأتى هنا
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر
بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم وعمل به علي **أقول**
اشتبه على الناس هذا الحديث فظنوه معارضا لرجمه الثيب وعدم جلده وعندي أنه ليس
بمعارض له وإن الآية عامة لكن السنة للإمام الاقتصار على الرجم عند وجوبهما

اور بہت سی مخلوقات پر اسکو فضیلت دی ہے زیادہ ترقبیح و شنیع ہے اسلئے کہ وہ نافرمانی ہے پس اس میں سزا کا بڑھانا مناسب ہوا اور کوڑے کی حد سو درّے مقرر کئے گئے جیسے عدد سو کا بڑی و منضبط مقدار ہے جس سے زجر و تکلیف بخوبی حاصل ہو سکتی ہے اور جلا وطن کی سزا اسلئے دی گئی کہ سزا کا اثر دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو جسمانی تکلیف کے اعتبار سے اور ایک حیا و شرمندگی اور عار کے لاحق کرنے اور ایک مالوف چیز کے علیحدہ کرنے سے پہلی سزائے جسمانی اور دوسری نفسانی ہے اور پوری پوری سزا یہی ہے کہ دونوں جمع کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا احصن الخ جب ان سے فحش صادر ہو تو محصنات سے انکو نصف عذاب دیا جائیگا۔ میں کہتا ہوں کہ غلاموں پر نصف سزا کے مقرر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ غلاموں کا معاملہ ان کے مالکوں کے سپرد ہوتا ہے پس اگر کامل درجہ کی زجر ان کے لئے مقرر کیجائے تو اس سے باب ظلم مفتوح ہوتا ہے بایں طور کہ سید اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اور یہ کہدے کہ وہ زانی تھا اور پھر اس سے مواخذہ کرنے کی کوئی صورت نہ ہو اسلئے لونڈی و غلام کی حد اس قدر کم مقرر کیگئی کہ جس سے ہلاک کی نوبت نہیں آتی اور محصن و غیر محصن کا فرق جو ہم نے بیان کیا ہے وہ یہاں بھی پایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خذوا عنی الخ مجھ سے سیکھو مجھ سے سیکھو خدا تعالیٰ نے عورتوں کے لئے راستہ مقرر کیا ہے کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اسکا حکم سو درّے لگانا اور سال بھر کے لئے جلا وطن کرنا اور بیاہا ہوا بیاہی کے ساتھ اگر زنا کرے تو اسکا حکم سو درّے لگانا اور سنگسار کرنا ہے۔ **حضرت علی** کرم اللہ وجہہ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے میں کہتا ہوں لوگوں کو اس حدیث میں اشتباہ ہوا اور اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثیب کو سنگسار کرنے اور اسکے درّے نہ لگانے کے ساتھ مخالف سمجھا۔ میرے نزدیک یہ حدیث آپ کے فعل کے متناقض نہیں ہے۔ اور آیت عام ہے مگر امام کو رجم اور سو درّوں کے واجب ہونے کی صورت میں صرف رجم پر اقتصار کرنا مسنون ہے۔

له ... ١٢ له ...

وانما مثله مثل القصر في السفر فانه لو اتم جاز لكن يسن له القصر وانما شرع ذلك لان
الرجم عقوبة عظيمة تتضمن ما دونها وكذا وبهذا يجمع[1] بين قوله صلى الله عليه وسلم هذا و
عمل علي رضي الله عنه وبين عمله صلى الله عليه وسلم واكثر خلفائه في الاقتصار على
الرجم وحديث جابر امر بالجلد ثم اخبر انه محصن فامر به فرجم يدل عليه فانه انما قدم
على الجلد لانه لا يجوز مثله[2] مع كل زان وعندي ان التغريب يحتمل العفو وبه يجمع بين الاحاديث
لما قال ماعز بن مالك رضي الله عنه طهرني قال صلى الله عليه وسلم لعلك قبلت او غمزت او نظرت قال لا
يا رسول الله قال انكتها[3] قال نعم فعند ذلك امر برجمه **اقول** هذا موضع الاحتياط وقد يطلق
الزنا على ما دون الفرج كقوله صلى الله عليه وسلم فزنا اللسان كذا[4] وزنا الرجل كذا فوجب التثبت
والتحقق في مثل ذلك واعلم ان المقر على نفسه بالزنا المسلم نفسه لاقامة الحد تائب وان لم يكن
لازماً له في حصر ان لا يحد لكن هنا وجوه مقتضية لان يقام عليه الحد منها انه لو كان الاقرار والتوبة
ولا يقرر الحد لم يعجز كل زان ان يحتال اذا استشعر بمؤاخذة الامام بان يعترف
فيندرئ عنه الحد وذلك منافية للمصلحة ومنها ان التوبة انما تتم بان يتصف بفعل

اور اس کا حال ایسا ہے جیسا سفر میں قصر کرنا کہ اگر پوری نماز پڑھے تو بھی جائز ہے مگر قصر کرنا سنت ہے۔ اور یہ اس لیے
مقرر کیا گیا کہ رجم بڑی بھاری سزا ہے اور اس سے جو کم سزا ہے وہ اس میں شامل ہے اور اس بیان سے اس حدیث
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس پر عمل کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر آپ کے خلفاء کے فعل میں تطبیق ہو
سکتی ہے۔ انہوں نے رجم پر اقتصار کیا ہے اور حضرت جابرؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے
درے لگانے کا حکم دیا پھر کسی نے اس کا محصن ہونا بیان کیا تو آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا وہ سنگسار کر دیا گیا۔ کیونکہ
درے لگانے پر اقدام کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زانی کے درے لگانا درست ہے اور میرے نزدیک جلا وطن کرنے میں
عفو کا احتمال ہے۔ اور احادیث میں تطبیق کی یہی صورت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ماعز بن مالک نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے آپ مجھے پاک کر دیجئے تو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا، یا تو نے اس کو پکڑا ہوگا یا اس کی طرف دیکھا ہوگا تو ماعز نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں تو آپ نے فرمایا
کیا تو نے اس کے ساتھ دخول کیا تو ماعز نے جواب دیا ہاں۔ تب آپ نے ماعز کے سنگسار کرنے کا حکم کیا۔ میں کہتا ہوں حد مارنے
میں احتیاط کا مقام ہے اور زنا کا اطلاق شرمگاہ کے سوا پر بھی آیا کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
زبان کا زنا یہ ہے اور پیر کا زنا یہ ہے لہذا ایسی صورت میں اس کا ثابت کرنا اور اس کی تحقیق ضروری ہوئی۔ معلوم کرو کہ جو
شخص زنا کا اقرار کرتا ہے اور حد قائم کرنے کے لیے اپنی جان کو سپرد کرتا ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے والا اس گناہ سے ہے
اس پر حد نہ لگانی مناسب تھی مگر یہاں کئی سبب اس پر حد قائم کرنے کے مقتضی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر توبہ کے ظاہر کرنے اور
اقرار دینے سے حد دفع ہو جاتی ہے تو ہر زانی امام کے مواخذہ کی خبر پا کر اقرار کے حیلہ سے حد کو دفع کر سکتا تھا اور اس میں
مصلحت کا مناقضہ ہے دوسرے یہ ہے کہ توبہ کامل طور سے اس وقت ہوتی ہے جو ایک فعل سے جو نہایت

---

[1] وليس [illegible] سبب بالسبب [illegible] عبر التحصين والرجم [illegible] التحصين ١٢
[2] تعيينا لحكم بالآية ١٢ [3] [illegible] ١٢ [4] [illegible] ١٢
[5] اي الكلام والرجل كذا اي الخطاء ١٢

شاق عظيم لا يتأتى الا من مخلص وذلك قول النبي صلى الله عليه وسلم في ماعز [illegible]
لقد تاب توبة لو قسمت بين امة محمد لوسعتهم وقال عليه السلام في الغامدية لقد تابت
توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له ومع ذلك فيستحب الستر عليه وهو قوله صلى الله عليه وسلم
لهزال لو سترته بثوبك لكان خيرا لك وان يؤمر هو ان يتوب فيما بينه وبين الله [illegible]
الحد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا زنت امة احدكم فتبين زناها فليجلدها الحد
ولا يثرب عليها ثم ان زنت فليجلدها الحد ولا يثرب عليها **اقول** السر في ذلك [illegible]
[illegible] ان يذب عن حريمه [illegible] ومجبول على ذلك خلقه [illegible]
الاعند الامام بما استطاع السيد اقامته في كثير من الصور ولم يتحقق [illegible]
ولو لم يحد مقدار معين للحد فتجاوز الى حد الاهلاك [illegible]
على الحد فلذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم لا يثرب قال صلى الله عليه وسلم اقيلوا
ذوي الهيئات عثراتهم الا الحدود **اقول** المراد بذوي الهيئات [illegible]

شاق ہونا بجز مخلص کے کسی سے عمل میں نہیں آ سکتا [illegible] توبہ کی نوبت [illegible] حضرت [illegible]
کے بارے میں [illegible] رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد تاب توبۃ لو [illegible]
الغامدیہ لقد [illegible] اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر صاحب مکس بھی توبہ کرتا تو بخشا جاتا [illegible]
ہے چنانچہ آپ نے ہزال سے فرمایا لو سترتہ بثوبک [illegible]
[illegible] مناسب ہے کہ اسکو [illegible] حد کے واقع کرنے [illegible]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زنت امۃ [illegible] جب کسی کی کنیز [illegible] زنا [illegible] ظاہر
ہو جائے تو اسکو باندی پر حد لگانا چاہیے اور صرف اسکی توبیخ نہ کرے پھر اگر [illegible] پھر حد لگائے [illegible]
میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ انسان کو شرعاً اپنے حرم سے معاصی کے دور کرنے کا حکم ہے اور یہ بات انسان کی سرشت
میں داخل ہے اور اگر امام ہی کے سامنے حد مقرر ہوتی تو بہت سی صورتوں میں سید حد کو قائم نہ کر سکتا [illegible] مال و
اسباب کی حفاظت نہ ہو سکتی اور اگر حد کی کوئی مقدار مقرر نہ ہوتی تو تا ہلاکت تک نوبت ہو جا سکتی تھا یا
حد سے زیادہ تکلیف دے سکتا تھا اسلیے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یثرب [illegible] آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقیلوا ذو الھیات [illegible] ذوالھیات سے حدود کے سوا [illegible]
لغزشیں معاف کر دیا کرو میں کہتا ہوں ذو الھیات سے صاحب مروت لوگ مراد ہیں یا [illegible]

۱۲ المکس ۱۲ ۱۲ الخراج الناقص العداوۃ و الزلات و المعاصی واعمال العثرات الحرم و اقیلوا الاھل و عله

لہ ماعز قیلہ من بنی [illegible] امرأۃ ماء [illegible] الی خالد بن الولید [illegible] فتضمخ [illegible]
فقال صلی اللہ علیہ وسلم مہلا یا خالد لقد تابت [illegible] والمکس الضریبۃ التی یاخذھا العاشر [illegible]
الشریعۃ [illegible] وھو [illegible] فی ماعز [illegible] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] من الستر
وھو [illegible] ای لا یکشف [illegible]

ان يعلم من رجل صلاح في الدين وكانت العثرة امرا فرط منه على خلاف عادته ثم ندم فمثل هذا ينبغي ان يتجاوز عنه او يكونوا اهل نجدة وسياسة وكبراء الناس فلو اقيمت العقوبة عليهم في كل ذنب قليل وكثير لكان في ذلك فتح باب التشاجر والاختلاف على الامام والبغي عليه فان النفوس كثيرا ما لا تحتمل ذلك واما الحدود فلا ينبغي ان تهمل الا اذا وجد لها سبب شرعي تندرئ به ولو اهملت لتناقضت المصلحة وبطلت فائدة الحدود وقال صلى الله عليه وسلم في مخدج يزني خذوا له عثكالا[1] فيه مائة شمراخ فاضربوه به ضربة اعلم ان من لا يستطيع ان يقام عليه الحدود لضعف في جبلته فان ترك سدى كان نقضا لتلك الحدود فانما اللائق بالشرائع اللازمة التي جعلها الله تعالى بمنزلة الامور الجبلية ان يجعل كمؤثر بالخاصية ويعض عليها بالنواجذ وايضا فان في بعض الامر ميسور لا يضر ومرة في تركه واختلف في حد اللواطة فقيل هي من الزنا وقيل يقتل حديث من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به قال الله تعالى والذين يرمون المحصنات ثم لم ياتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا من بعد ذلك فان الله غفور رحيم

کہ کسی شخص سے صلاح دین کی امید ہوتی ہے اور اُس شخص سے عادت کے خلاف لغزش کے طور پر کسی امر میں کوتاہی ہو جاتی ہے جو اُس کو ندامت ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اُس سے درگذر کرنا مناسب ہے یا وہ شخص بہادر اور لوگوں میں معزز و صاحب رعب ہوتا ہے پس اگر ہر چھوٹے بڑے گناہ میں اُسکو سزا دیجائے تو اُس میں عداوت اور لوگوں کی بغاوت اور امام میں اختلاف کرنے کا دروازہ مفتوح کرتا ہے کیونکہ بہت سے لوگ اُس کے متحمل نہیں ہوتے مگر حدود جو ہیں اُن کی بابت یہ ہے کہ ترک نہ کیجائے بجز اس صورت کے کہ کوئی سبب شرعی جس سے حد مندفع ہوتی ہے پائی جائے اور اگر حدود کے اندر بھی درگذر کیجائے تو مصلحت فوت ہوتی ہے اور حدود کا فایدہ فوت ہوتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے باب میں جو پیدائش کے اعتبار سے ضعیف الجثہ ہو اور زنا کرے فرمایا ہے خذوا لہ عثکالا الخ اس کے لیے ایک بڑی سی ڈالی جس میں ایک سو ٹہنیاں ہوں لیکر ایک مرتبہ سے اُسکو مار دو معلوم کرو جو کوئی ضعیف الخلقت ہونے کے سبب سے اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اُس پر حد قایم کی جائے گر ایسے شخص سے بالکل بازپرس نہ کی جائے تو حدود کے استحکام میں نقص لازم آتا ہے اسلیے کہ شرایع لازمی جن کو خدا تعالیٰ نے بمنزلہ خلقی امور کے مقرر کیا ہے اُن کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ موثر بالخاصیت کی طرح سمجھی جاویں اور لوگ نہایت مضبوطی سے اُن کو تھامیں اور نیز جس چیز میں تھوڑی سی تکلیف اور آسانی ہے اُس کے چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے لواطت کی حد میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ زنا کی قسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسکی سزا قتل ہے جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم لوط کی قوم کا کام کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول بہ کو قتل کرو اور اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء الخ جو لوگ کہ بیاہی عورتوں کو تہمت بدکاری کی لگاتے ہیں پھر وہ تہمت لگانے والے چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو اُن کے اسی کوڑے مارو اور آیندہ کو کبھی اُن کی گواہی مت قبول کرو اور وہی تو فاسق لوگ ہیں مگر ہاں جب لوگوں نے اُسکے بعد توبہ کی اور اچھی باتیں اختیار کیں تو بلاشک خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے

---

[1] عثکال عذق النخل العظیم یکون فیہ اغصان صغار ویقال لکل واحد منہا شمراخ بالکسر وسدی مہملا ١٢

وفي حكم المحصنات المحصنون بالإجماع والمحصن حر مكلف مسلم عفيف عن وطء يحد به
واعلم أن ههنا وجهين متعارضين وذلك أن الزنا معصية كبيرة يجب إخمادها وإقامة الحد عليها والمؤاخذة بها وكذلك القذف معصية كبيرة وفيه إلحاق عار عظيم يجب إقامة الحد عليها ويشتبه القذف بالشهادة على الزنا فلو أخذنا القاذف ليقيم عليه الحد يقول أنا شاهد على الزنا وفيه بطلان لحد القذف والذي هو شاهد على الزنا يذب عن نفسه المشهود عليه بأنه قاذف يستحق الحد فلما تعارض الحدان في هذه المحل عند سياسة الأمة وجب أن يفرق بينهما بأمر ظاهر وذلك كثرة المخبرين فإنهم إذا كثروا قوي ظن الشهادة والصدق وضعف ظن القذف فإن القذف يستدعي جمع ضغن في الدين وغل بالنسبة إلى المقذوف ويبعد أن يجتمعا في جماعة من المسلمين وإنما لم يكتف بعدالة الشاهدين لأن العدالة مأخوذة في جميع الحقوق فلا يظهر بها التعارض أثر وضبطت الكثرة بضعف نصاب الشهادة وإنما جعل حد القذف ثمانين لأنه ينبغي أن يكون أقل من الزنا فإن إشاعة الفاحشة ليست بمنزلة فعلها وضبط النقصان بعدد ظاهر وهو عشرون فإنه خمس المائة[1] وإنما جعل من تمام حده عدم قبول الشهادة لما ذكرنا أن الإيلام

اور اس پر اجماع ہے کہ محصن مردوں کو بھی محصنات کا حکم ہے، اور محصن کی تعریف یہ ہے کہ حر مکلف اور مسلمان ہو اور ایسے جماع سے پاک ہو جس پر حد قائم کی جاتی ہے۔ معلوم کرو کہ یہاں دو باتیں متعارض پائی جاتی ہیں وہ یہ ہے کہ زنا ایک عظیم گناہ ہے جس کا مٹانا اور اس پر حد قائم کرنا اور اس پر مواخذہ کرنا ضروری ہے اور اسی طرح زنا کی طرف نسبت کرنا بھی ایک بڑا گناہ ہے اور اس کے اندر ایک بڑی عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے جس پر حد کا قائم کرنا ضروری ہے اور چونکہ قذف کو زنا پر شہادت دینے کے ساتھ مشابہت ہے پس اگر کسی قاذف کو حد قائم کرنے کے لیے گرفتار کیا جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں زنا کا گواہ ہوں اور اس میں قذف کا بطلان لازم آتا ہے اور جو شخص زنا کا گواہ ہے مشہود علیہ یہ کہہ کر اس سے پیچھا چھڑا سکتا ہے کہ یہ زنا کی تہمت لگاتا ہے اور خود یہ حد کا مستحق ہے پس جب سیاست امت کے وقت ان دونوں حدوں میں فی محلہ تعارض ہو تو ایک ظاہری امر سے ان دونوں میں تمیز ضروری ہوئی اور وہ امر مخبرین کی کثرت ہے جب مخبرین کی کثرت ہوئی تو گواہی اور درستی کا گمان قوی ہوا اور تہمت کا گمان ضعیف ہو گیا، اسلئے کہ تہمت میں دو باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ایک تو دین کے اندر ضعف اور دوسرے مقذوف کے ساتھ عداوت کا ہونا اور ان دونوں خصلتوں کا مسلمانوں کی ایک جماعت میں جمع ہونا بعید ہے اور شاہدین عادل پر اکتفا نہ کیا گیا، اسلئے کہ عدالت تمام حقوق میں معتبر ہے پس تعارض کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوتا اور کثرت کا نصاب شہادت سے دوچند کے ساتھ انضباط کیا گیا۔ اور حد قذف اسی کوڑے مقرر کیے گئے اسلئے کہ زنا سے بہرحال اس کی معصیت کم ہے اسلئے کہ ایک گناہ کا مشہور کرنا بمنزلہ اس کے کرنے کے نہیں ہے اور حد زنا میں ایک مقدار ظاہری سے کمی کا انضباط کیا گیا یعنی بیس سے کیونکہ وہ عدد سو کا پانچواں حصہ ہے اور اس حد کا تتمہ ہمیشہ کے لیے گواہی کا قبول نہ کرنا اسلئے مقرر کیا کہ سابقاً بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ تکلیف کی۔

[1] من الهداية ١٢ — اى التي هي حد الزنا ١٢

قد يكون جسمانی ونفسانی وقد اعتبر الشرع جمعهما فی جميع الحدود ولكن جمع مع حد الزنا التغريب لأن الزنا عند سياسة ولاة الأمور وغيرة الأولياء لا يتصور إلا بعد مخالطة وممازجة وطول صحبة وائتلاف فجزاؤه المناسب له ان يجلى عن محل الفتنة وجمع مع حد القذف عدم قبول الشهادة لأنه اخبار وشهادة اخبار مجوزی بما هو من جنس المعصية فان عدم قبول شهادة من القاذف عقوبة وعدم قبولها من سائر العصاة لفوت العدالة والرضا وبعد فقد ذكرنا ان القاذف لا يعجز ان يقول انا شاهد فيكون هذا الباب ان تعاقب بمثل ما جنى وجمع فی حد الخمر التبكيت واختلفوا فی قوله تعالى الا الذين هل الاستثناء راجع الى عدم قبول الشهادة ام لا والظاهر مما مهدنا ان الفسق لما انتهى وجب ان ينتهی اثره وعقوبته وقد اعتبر الخلفاء فی حد الزنا تنصيف العقوبة على الارقاء قال تعالى السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم ‏

واعلم ان النبی صلى الله عليه وسلم بعث مبينا لما انزل اليه وهو قوله تعالى لتبين للناس وكان اخذ مال الغير اقساما منها السرقة ومنها قطع الطريق ومنها الاختلاس ومنها الخيانة ومنها الالتقاط ومنها الغصب ومنها ما يقال له قلة المبالاة والورع فوجب ان يبين النبی صلى الله عليه وسلم حقيقة السرقة متميزة عن هذه الامور وطريق التمييز ان

دوسری جسمانی اور نفسانی اور شرع نے جملہ حدود میں اُن کے جمع کرنے کا لحاظ کیا مگر حد زنا کے ساتھ جلاوطن کرنے کو جمع کیا گیا کیونکہ زنا حکام کی حکومت اور اولیاء کی غیرت کے وقت میں زیادہ تر متصور ہو سکتا ہے جب دونوں میں باہم میل جول اور اتحاد اور الفت ہو تو اُس کے مناسب سزا یہی ہے کہ اُس فتنہ کے مقام سے الگ نکال دیا جائے اور حد قذف کے ساتھ عدم قبول شہادت کو جمع کیا گیا اسلیئے کہ قذف میں بھی ایک خبر دینا اور گواہی ہے تو قذف کو اسی جانب سے سزا دی گئی جو کہ معصیت کے قبیلہ سے ہے اسلیئے کہ قاذف کی شہادت قبول نہ کرنا اُس کے لیے یہ سزا ہے اور باقی گنہگاروں سے بسبب عدالت اور رضامندی کے فوت ہونے کے نہیں قبول کی جاتی ہم بیان کر چکے ہیں کہ قاذف کہہ سکتا ہے کہ میں گواہ ہوں پس تہمت کا باب اسی طرح مسدود ہو سکتا ہے کہ جس چیز سے اُس نے جنایت کی تھی اسی کی چیز سے اُسکو سزا دینی چاہیئے اور حد خمر میں توبیخ بھی مقرر کی گئی ہے اور آیت الا الذین میں اختلاف ہے کہ یہ استثناء عدم قبول شہادت کیطرف راجع ہے یا نہیں اور ہمارے بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب فسق کی انتہا ہوئی تو اسکا اثر اور اُس کی سزا بھی منتہی ہونی چاہیئے اور خلفاء نے حد زنا کے اندر غلاموں کے لیے نصف سزا دینے میں اُس کا اعتبار کیا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا الخ چور اور چورنی کا ہاتھ کاٹ دو یہی جزا ہے اُن کے لیئے کی عذاب خدا تعالےٰ کی طرف سے اور خدا تعالےٰ غالب اور حکمت والا ہے معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وحی کے بیان کرنے کے لیئے مبعوث کیئے گئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لتبین الخ تاکہ بیان کرو گے تم اُسکو لوگوں کے لیئے اور مال غیر کے لینے کی صورتیں ہیں چوری۔ رہزنی۔ اُچکنا۔ خیانت۔ کسی کی پڑی ہوئی چیز اُٹھا لینا۔ غصب۔ اور ایک وہ جسکو قلت مبالات اور کم تقوی کہتے ہیں پس ضرور ہوا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم چوری کی حقیقت کا بیان فرمائیں تاکہ ان امور سے تمیز حاصل ہو اور تمیز کا طریقہ یہ ہے

سلہ نوح ۱۲

ان ينظر الى ذاتيات هذه الاسامى التى لا توجد فى السرقة ويقع بها التفارق فى عرف الناس ثم تضبط السرقة بامور مضبوطة معلومة يحصل بها التميز منها والاحتراز عنها فقطع الطريق والنهب والمحاربة سماة تنبئ عن اعتماد القوة بالنسبة الى المظلومين واختيار مكان او زمان لا يلحق فيه الغوث من جماعة المسلمين والاختلاس ينبئ عن اختطاف على اعين الناس وفى مرأى منهم ومسمع والخيانة تنبئ عن تقدم شركة ومباسطة واذن بالتصرف فيه ونحو ذلك والالتقاط ينبئ عن وجدان شئ فى غير حرز والغصب ينبئ عن غلبة بالنسبة الى المظلوم لا معتمدا على الحرب والهرب ولكن على الجدل وظن ان لا يرفع قضيته الى الولاة ولا ينكشف عليهم جلية الحال وقلة المبالاة والورع يقال فى الشئ التافه الذى جرى العرف ببذله ومواساته بين الناس كالماء والحطب فضبط النبى صلى الله عليه وسلم الاحتراز عن هذه الاسامى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقطع يد السارق الا فى ربع دينار[1] وروى انه قطع فى مجن ثمنه ثلاثة دراهم وقطع عثمان رضى الله عنه فى اترجة قومت بثلاثة دراهم من صرف اثنى عشر درهما والحاصل ان هذه التقديرات الثلاثة كانت منطبقة على شئ واحد فى زمانه صلى الله عليه وسلم ثم اختلفت بعده ولم يجز العجز

کہ ان تمام چیزوں کی ذاتیات کیطرف غور کی جائے جو چوری میں نہیں پائی جاتیں اور لوگوں کے عرف میں ان سے امتیاز حاصل ہوتی ہے پھر چند امور منضبط معلومہ کے ساتھ چوری کی حقیقت کا انضباط کیا جائے جنکے سبب سے اسکو تمیز ہوجائے پس رہزنی اور غارت گری اور جبر یہ کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو بہ نسبت مظلوم کے ظالم کا اپنی قوت پر اعتماد اور ایسے مکان یا زمانہ کے اختیار کرنے کی خبر دیتے ہیں جنہیں وہ مظلوم مسلمانوں کی جماعت سے فریاد نہیں کر سکتے اور اچکنا لوگوں کے روبرو اور ان کے دیکھتے ہوئے کسی چیز کے لے جانے کی خبر دیتا ہے اور خیانت میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں پہلے شرکت یا بے تکلفی اور باہمی ایک دوسرے سے ... تب بھی تصرف کر رہا ہے اور پڑی چیز کے اٹھا لینے سے ایسی چیز کا اٹھا لینا معلوم ہوتا ہے جو کسی کی حفاظت میں نہ تھی اور غصب میں مظلوم پر ظالم کا ایسا غلبہ معلوم ہوتا ہے جسکا مدار بھاگنے یا لڑنے پر نہیں ہوتا بلکہ زبان درازی اور اس بات کے گمان پر اس کا مدار ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ حکام تک نہ پہونچے گا اور حقیقت حال انپر ظاہر نہ ہوگی اور قلت مبالات اور بے احتیاطی کا اطلاق ان ادنی ادنی چیزوں کے استعمال پر ہوتا ہے عرف میں جنکے برتنے اور باہمی معاونت کا ان چیزوں میں دستور جاری ہے جیسے پانی و ایندھن وغیرہ لہذا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ذاتیات سے امتیاز کا انضباط فرمایا پھر اور فرمایا ہے کہ چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر ربع دینار میں اور ایک روایت میں آیا ہے انہ قطع فی الخ یعنے مال مسروقہ اتنا ہو جو ڈھال کا ثمن ہو سکے تو ہاتھ کا قطع کرنا چاہیے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے چرانے میں جسکا ثمن تین درہم تھا چور کا ہاتھ قطع کیا اور حضرت عثمان نے ایک ترنج میں جسکی قیمت تین درہم تھی ہاتھ قطع کر دیا تھا اور حاصل یہ ہے کہ یہ تینوں مقداریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی چیز پر منطبق تھیں پھر کچھ بعد انکے اختلاف ہوا ڈھال غیر منضبط ہونیکے سبب کوئی تحدید قیاس نہیں

[1] قوله ربع دينار اى وكان ربع الدينار يومئذ ثلاثة دراهم وثمن المجن ۱۲

لعدم انضباطه فاختلف المسلمون في الحديثين الآخرين فقيل ربع دينار **وقيل** ثلاثة دراهم **وقيل** بلوغ المال الى احد القدرين وهو الاظهر عندي وهذا شرعه النبي صلى الله عليه وسلم فرقا بين التافه وغيره لامر لا يصلح التقدير بجنس دون جنس لاختلاف الاسعار في البلدان واختلاف الاجناس نفاسة وخساسة بحسب اختلاف البلاد فرب شيء يباح لقوم وتافه عندهم مال عزيز عند آخرين فوجب ان يعتبر التقدير في الثمن **وقيل** يعتبر بهما دون الحطب وان كان قيمته عشرة دراهم لا يقطع فيه **وقال** صلى الله عليه وسلم لا قطع في ثمر معلق ولا في حريسة جبل فاذا آواه المراح والجرين فالقطع فيما بلغ ثمن المجن **وسئل** عن الثمر المعلق فقال عليه السلام من سرق منه شيئا بعد ان يؤويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع **اقول** فهم النبي صلى الله عليه وسلم ان الحرز شرط القطع وسبب ذلك ان غير المحرز يقال فيه الالتقاط فيجب الاحتراز عنه **قال** صلى الله عليه وسلم ليس على خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع **اقول** فهم النبي صلى الله عليه وسلم انه لا بد في السرقة من اخذ المال مختفيا والا كان نهبا او خطفا وان لا يتقدم فيها شركة ونحوها والا كان خيانة او شبيه الخطف وفي الآثار في عبد يسرق مال سيده انما هو مالك بعضه في بعض **وقال**

نہیں ہے پس باقی دونوں حدیثوں میں امت میں اختلاف ہوئی بعض ربع دینار کے قائل ہوئے اور بعض لوگ تین درہم کے اور بعض نے اس مقدار کا اس طرح پر انضباط کیا کہ ان دونوں مقداروں میں سے کسی مقدار تک مال پہنچ جائے اور میرے نزدیک یہی زیادہ ترظاہر ہے اور اس مقدار کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ اعلیٰ چیز میں فرق کر کے مقرر فرمایا ہے اسلیے کہ کوئی جنس خاص اندازہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی کیونکہ مختلف بلاد میں ایک چیز کا نرخ مختلف ہوتا ہے اور نیز اختلاف بلاد کے لحاظ سے نفاست وخساست میں مختلف ہوتی ہیں پس جو چیز ایک قوم کے نزدیک مباح وادنیٰ چیز ہے دوسروں کے نزدیک وہی چیز ایک قابل قدر مال ہوتا ہے لہذا ثمن کے اعتبار سے اندازہ کا لحاظ ضروری ہوا اور بعض کہتے ہیں دونوں کے اندازہ کا اعتبار کرنا چاہیئے اور لکڑی میں چور کا ہاتھ قطع نہ کیا جائے اگرچہ لکڑی کی قیمت دس درہم ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا قطع فی ثمر معلق ولا (یعنی جو ثمار معلق ہیں ان میں قطع نہیں ہے اور نہ ان مویشی میں جو پہاڑ کے اندر رہتی ہیں پس جب مویشی باڑہ میں آجاویں اور جب ثمار کا ڈھیر لگا دیا جائے تو اگر انکی قیمت ڈھال کے ثمن کو پہونچ جاوے تو انمیں بھی قطع ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو جتلا دیا کہ قطع کرنے میں حفاظت شرط ہے اور جو شک ہے سبب ہے کہ جو چیز غیر محفوظ ہے اس کے لینے کو التقاط کہتے ہیں پس اس سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اور رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس علے خائن ولا منتهب الخ خائن پر قطع نہیں ہے اور نہ لوٹنے والے اور نہ اچکنے والے پر۔ میں کہتا ہوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سمجھا دیا کہ چوری کے اندر پوشیدہ طور پر مال لینا شرط ہے اور نہ لوٹ کرنا یا اچکنا ہوتا ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ پہلے سے انمیں شرکت یا کوئی اور حق لازم نہ ہو ورنہ وہ خیانت یا اپنے حق کا استیفاء ہوگا اور صحابہؓ سے مروی ہے کہ اگر غلام اپنے مولا کا مال چرالے تو وہ فرماتے ہیں انما هو مالك بعضه الخ یعنی یہ مال ہے بعض بعض کے اندر اور قطع نہ کیا۔

لہ یعنی بالتمام ہی محرز یا جبل اذا سرقت فلا قطع فیہا لعدم الحرزۃ والمراد بالمراح المراح الذی تاوی الیہ الماشیۃ باللیل والجرین موضع التمر الذی یجفف فیہ

صلى الله عليه وسلم في سارق اقطعوه ثم احسموه **اقول** انما امر بالحسم[1] لئلا يسري فيهلك فان الحسم سبب عدم السراية وامر عليه السلام باليد فعلقت في عنق السارق **اقول** انما فعل هذا للتشهير وليعلم الناس انه سارق وفرقا بين ما يقطع اليد ظلما وبين ما يقطع حدا **وقال** صلى الله عليه وسلم في سرقة دون النصاب عليه العقوبة وغرامة مثليه **اقول** انما امر بغرامة المثلين لانه لا بد له من ردع وعقوبة مالية وبدنية فان الانسان ربما يرتدع بالمال اكثر من الجسد وربما يكون الامر بالعكس فجمع بين ذلك ثم غرامة مثله يجعل كأن لم يكن سرق وليس فيه عقوبة فلذلك زيدت غرامة اخرى لتكون مناقضة لقصده في السرقة واتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بلص قد اعترف اعترافا ولم يوجد معه متاع فقال ما اخالك سرقت قال بلى فاعاد عليه مرتين او ثلاثا فامر به فقطع وجيء به فقال استغفر الله وتب اليه فقال استغفر الله واتوب اليه قال اللهم تب عليه ثلاثا **اقول** السبب في ذلك ان العاصي المعترف بذنبه لنادم عليه فيستحق ان يخفف في الحد عنه **وقد ذكرنا** قال الله تعالى انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله الآية **اقول** المحاربة لا تكون الا معتمدة على القتال بالنسبة الى الجماعة التي وقع العدوان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے باب میں کہ **اقطعوہ** الخ اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اس کو تیل میں داغ دو میں کہتا ہوں داغ دینے کا حکم اسلیے ہے کہ قطع کرنیکا اثر سرایت کرکے وہ شخص ہلاک نہ ہوجائے کیونکہ داغ دینے سے زخم سرایت نہیں کرتا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے لیے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ گردن میں لٹکا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا۔ میں کہتا ہوں یہ شہرت کے لیے کیا گیا تاکہ لوگ اسکا چور ہونا معلوم کرلیں اور ظلم اور حد کے قطع کرنے میں فرق ہوجاوے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چوری میں جو نصاب سے کم ہو اسکو سزا دینے اور دو چند تاوان دینے کا حکم فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں دو چند تاوان دینے کا حکم اسلیے دیا کہ چور کو اس سے روکنا ہے اور اسکو مالی اور بدنی سزا دینا ضرور ہے اسلیے کہ انسان کو بسا اوقات جسمانی تکلیف مالی تکلیف سے زیادہ رنج دیتی ہے اور بسا اوقات اس کے برعکس ہوتا ہے اسلیے دونوں تکلیفیں جمع کی گئیں اگر صرف مسروقہ کے برابر تاوان کا حکم ہوتا تو چوری کرنا نہ کرنا برابر ہوتا اور کچھ سزا نہ ہوتی اسلیے دو چند تاوان دینے کا حکم دیا گیا تاکہ یہ اسکو بھی چوری کا قصد کرنے سے روکے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور پکڑا ہوا آیا اور اس نے چوری کا اقرار کیا مگر اس کے پاس مال مسروقہ برآمد نہ ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میرے خیال میں تو تو نے چوری نہیں کی ہے اس نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اس سے یہی ارشاد فرمایا تب آپ نے اس کے ہاتھ قطع کرنے کا حکم دیا اور ایک مرتبہ ایک مجرم کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہو کہ میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اسکی طرف توبہ کرتا ہوں اس نے کہا میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس سے توبہ چاہتا ہوں تو آپ نے تین مرتبہ خدا تعالے سے یہ دعا کی اللھم تب علیہ الخ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب گنہگار اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور وہ اس پر نادم ہے تو مناسب ہے کہ کسی حیلہ سے حد اس پر سے دور کردی جائے اور ہم اس کا حال پہلے بیان کرچکے ہیں اللہ نے فرمایا یحاربون اللہ ورسولہ الآیۃ میں کہتا ہوں محاربت کا مدار ایک جماعت مظلومہ سے قتال کرنے پر ہوتا ہے اور چوری کی حد سے اس حد کے مقرر کرنے کا

[1] الحسم ان يغمس في الدهن الذي اغلي ... منه

عليها والسبب في مشروعية هذا الحد اشد من حد السرقة ان اجتماع اكثير من بني آدم لا يخلوا من انفس تغلب عليهم الخصلة السبعية مع جراءة شديدة وقتال واجتماع فلا يبالون بالقتل والنهب وفي ذلك مفسدة اعظم من السرقة لانه يتمكن اهل الاموال من حفظ اموالهم من السراق ولا يتمكن اهل الطريق من التحفظ من قطاع الطريق ولا يتيسر لولاة الامور وجماعة المسلمين نصرتهم في ذلك المكان والزمان ولان داعية الفعل من قطاع الطريق اشد واغلظ فان القاطع لا يكون الا جرئ القلب قوي الجنان ويكون فيه هنالك اجتماع واتفاق بخلاف السراق فوجب ان تكون عقوبته اغلظ من عقوبته والاكثرون على ان الجزاء على الترتيب وهو الموافق لقوله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم المؤمن الا لاحدى ثلاث لحديث وقيل على التخيير وهو الموافق لكلمة او وعندي ان قوله صلى الله عليه وسلم المفارق للجماعة يحتمل ان يكون قد جمع العلتين والمراد ان كل علة تعيد الحكم كما جمع النبي صلى الله عليه وسلم بين المعنيين فقال لا يخرج الرجلان يضربان الغائط كاشفين عن عورتهما يتحدثان فكشف العورة سبب اللعن والتحدث في مثل تلك الحالة ايضا سبب اللعن؛ قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون

سبب زیادہ تر قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی آدم کے مجمع میں خواہ مخواہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں خصلت سبعی غالب ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں سخت جرأت، و قتال اور اجتماع کا مادہ ہوتا ہے، وہ قتل کرنے اور غارتگری میں بے باک ہوتے ہیں اور اسکا فساد چوری کے فساد سے زیادہ ہے کیونکہ لوگ چوروں سے اپنے مالوں کو محفوظ رکھ بھی سکتے ہیں مگر رستوں کے چلنے والے رہزنوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے اور نہ حکام لوگ اور مسلمانوں کی جماعت اس مکان اور اُس وقت میں اُنکی مدد با آسانی کر سکتی ہے اور نیز قطع الطریق کو جو داعیہ ان کے فعل پر آمادہ کرتا ہے وہ زیادہ تر سخت و مستحکم ہوتا ہے اس لئے کہ رہزن وہی آدمی ہوتا ہے جو بڑا دلیر اور قوی الجثہ آدمی ہو اور نیز ان لوگوں کا باہم اجتماع و اتفاق رہتا ہے بخلاف چوروں کے تو ضروری ہو کہ رہزن کی سزا چوری کی سزا سے زیادہ تر سخت مقرر کیجئے اور اکثر کے نزدیک سزا میں ترتیب کرنی چاہئے اور وہ قول اس حدیث کے موافق ہے لا یحل الخ اور بعض کے نزدیک سزا کے اندر اختیار ہے اور یہ قول لفظ او کے مناسب ہے اور میرے نزدیک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المفارق للجماعة اس میں دو علتوں کے جمع کر دینے کا احتمال پایا جاتا ہے اور مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر علت حکم کے منتج ہے جس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دو علتوں کو جمع کیا ہے لا یخرج جو دو شخص پاخانہ کرنے کو ستر کھولے ہوتے باہر نہ جائیں۔ پس ستر کا کھولنا لعنت کا سبب ہے اور باتیں کرنا بھی ایسی حالت میں لعنت کا سبب ہے اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا الخ اے ایمان والو شراب و جوا اور بت اور نیز پانسے نجس چیزیں ہیں شیطان کے کام سے بس اُس سے پرہیز کرو شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔

سلہ مرنامہ مے معالم ۱۲ سے منا الحدیث المذکور سابقا مدرق لدینہ التارک للجماعۃ ۴

—·—

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ **اقول** بين الله تعالى ان في الخمر مفسدتين
مفسدة في الناس فان شاربها يلاحي القوم ويعتدي عليهم ومفسدة فيما يرجع الى
تهذيب نفسه فان شاربها يخوض في حالة بهيمية ويزول عقله الذي به قوام
الاحسان ولما كان قليل الخمر يدعو الى كثيره وجب عند سياسة الامة ان يدار
التحريم على كونها مسكرة لا على وجود السكر في الحال ثم بين النبي صلى الله عليه وسلم
ان الخمر ما هي فقال كل مسكر خمر وكل مسكر حرام وقال الخمر من هاتين الشجرتين
النخلة والعنبة وتخصيصهما بالذكر لما كان حال تلك البلاد **وسئل** عليه السلام
عن المزر[1] والبتع فقال كل مسكر حرام **وقال** صلى الله عليه وسلم ما اسكر كثيره فقليله
حرام **اقول** هذه الاحاديث مستفيضة ولا ادري اي فرق بين العنبي وغيره لان
التحريم ما نزل الا للمفاسد التي نص القرآن عليها وهي موجودة فيهما وفيما سواهما
سواء **وقال** صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها[2] لم يتب

انما یرید الخ بیشک شیطان کا یہی ارادہ ہے کہ تم میں شراب اور جوئے کے اندر عداوت اور بغض ڈالدے
اور خدا تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے باز رکھے پھر کیا تم باز رہنے والے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس
بات کو بیان فرما دیا کہ شراب میں دو قسم کی برائی ہے ایک تو لوگوں کے لیے برائی ہے کہ شارب الخمر لوگوں
سے لڑتا جھگڑتا اور ان کو ستاتا ہے اور ایک برائی کا انجام اس کی تہذیب نفس کی طرف رجوع
کرتا ہے کیونکہ شرابخور حالت بہیمی کے اندر غرق ہو جاتا ہے اور اس کی عقل جس پر نیکی کا مدار ہے
زائل ہو جاتی ہے اور تھوڑی شراب چونکہ بہت سی شراب کا شوق دلاتی ہے لہٰذا سیاست
امت کے لحاظ سے ضرور ہوا کہ حرمت کا مدار اسکے نشہ آور ہونے پر کیا جاوے اور فی الحال نشہ کے
موجود ہونے کا اعتبار نہ کیا جاوے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ شراب کیا چیز ہے اور فرمایا
کل مسکر خمر الخ ہر چیز نشہ آور شراب ہے اور ہر چیز نشہ آور حرام ہے اور فرمایا کہ شراب ان
دو درختوں سے ہوتی ہے چھوارہ اور انگور اور ان دونوں کا اس ملک کی حالت کے اعتبار سے ہے
اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مزر اور تبع کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور
چیز حرام ہے (مزر یمن کی شراب ہے جو جو سے بنتی ہے اور تبع اس شراب کو کہتے ہیں جو شہد
سے تیار کی جاتی ہے) اور آپ نے فرمایا ہے ما اسکر کثیرہ الخ یعنی جو چیز بہت سی نشہ آور ہو وہ
تھوڑی بھی حرام ہے میں کہتا ہوں یہ سب احادیث مستفیضہ ہیں اور میں اس بات کو نہیں جانتا کہ شراب انگوری
اور کسی اور شراب میں کیا فرق ہے کیونکہ شراب کی حرمت ان مفاسد کے سبب سے نازل ہوئی ہے جنکی قرآن پاک
میں تصریح کی ہے اور وہ مفاسد سب قسم کے شرابوں میں برابر پائی جاتی ہیں اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من شرب الخمر الخ جس کسی نے دنیا میں شراب پی اور شراب کا عادی ہو کر بغیر توبہ کے مرگیا

[1] المزر کمنبر [illegible] وسکون [illegible] الذرة والشعير [illegible] [2] [illegible] یدمنها [illegible] عليه عاكف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

لم يشربها في الآخرة **اقول** وسبب ذلك ان الغائص في الحالة البهيمية المدبر عن
الاحسان ليس له في لذات الجنان نصيب فجعل شرب الخمر وادمانها وعدم التوبة
منها مظنة للغوص وادير الحكم عليها وخص من لذات الجنان الخمر ليظهر تنافي اللذتين بادئ
الرأي وايضا ان النفس اذا انهمكت في اللذة البهيمية في ضمن فعل تمثل هذا الفعل
عنده ما شبحا لتلك اللذة يتذكرها بتذكره فلا يستحق ان تتمثل اللذة
الاحسانية بصورتها **وايضا** فامر الجزاء على المناسبة فمن عصى بالاقدام على
شيء فجزاؤه ان يولم بفقد مثل تلك اللذة عند طلبه لها واستشرافه عليها **قال**
صلى الله عليه وسلم ان على الله عهدا لمن شرب المسكر ان يسقيه من طينة الخبال و
طينة الخبال عصارة اهل النار **اقول** السر في ذلك ان القيح والدم من الاشياء
السيالة عندنا واحقرها واشدها نفرة بالنسبة للطبائع السليمة والخمر شيء سيال
فناسب ان يتمثل مقرونا بصفة القبح في صورة طينة الخبال وذلك كما قالوا في المنكر
والنكير انهما انما كانا ازرقين لان العرب يكرهون الزرقة **وقد ذكرنا** ان بعض الوقائع
الخارجية بمنزلة المنام في ذلك وقال صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر لم يقبل الله له
صلوة اربعين صباحا فان تاب تاب الله عليه **اقول** السر في عدم قبول صلاته ان ظهور

تو آخرت میں شراب نہ پیئے گا۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ جو کوئی صفت بہیمی میں غرق ہو گیا اور صفت احسان سے اسنے
بالکل پشت پھیر لی جنت کے لذائذ سے وہ شخص محروم رہیگا۔ پس شراب کا پینا اور اسکا عادی ہو جانا اور اس سے
تائب نہ ہونا قوت بہیمی میں مستغرق ہونے کا سبب گردان کر اسپر حکم دائر کر دیا گیا اور جنت کے لذائذ میں سے
شراب کو مخصوص کیا گیا تاکہ ظاہر میں دونوں لذتوں کی مخالفت مخصوص ہو جائے اور نیز جب نفس کو لذت بہیمی کے
اندر کسی فعل کے ضمن میں انہماک ہوتا ہے تو وہی فعل اس لذت کا اس شخص کے نزدیک صورت مثالیہ ہو جاتا
ہے جس کے یاد کرنے سے اسکو یاد کر لیتا ہے پس وہ شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ احسان کی لذت
اسکے لئے ظاہر ہو اور نیز فعل کی سزا اسکے مناسب ہوا کرتی ہے پس جس کسی نے ایک چیز پر اقدام کیا ہے۔ اسکی سزا یہ ہے کہ
اسکی خواہش اور امید کے وقت اس لذت کے معدوم کرنے سے اسکو تکلیف پہنچائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے ان علی اللہ عهدا الخ اللہ تعالے پر اس بات کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ پیئے گا اسکو خدا طینۃ الخبال پلائیگا
اور طینۃ الخبال دوزخیوں کا نچوڑ ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہو کہ پیپ اور خون بہنے والی اشیاء سے بدترین اور حقیر ترین
اور متنفر ترین اشیاء ہیں باعتبار نفرت طبیعت سلیمہ کے اور شراب بہنے والی چیز ہے اور مشابہ پیپ کے ہی صورت
خون پیپ جیسا کہ منکر نکیر کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ انکی آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں اسلئے کہ عرب لوگ نیلگوں سے بیزار ہیں
جیسا کہ خواب میں بعض چیزیں انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من شرب
الخمر کی چالیس دن کی صبح کی نماز خدا تعالیٰ نہیں قبول کرتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ پاک بھی اسکی توبہ
قبول کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ اسکی نماز نہ قبول ہونے میں یہ راز ہے کہ صفت

عه اسے طینۃ الخبال ۔

البهيمية وغلبتها على الملكية بالاقدام على المعصية اجتراء على الله وغوص نفسه في حالة
رذيلة تنافي الاحسان وتضاده ويكون سببا لفقد استحقاق ان تنفع الصلوة
في نفسه نفع الاحسان وان تنقاد نفسه للحالة الاحسانية وكان الشارب يؤتى به
الى النبي صلى الله عليه وسلم فيامر بعضهم فيضرب بالنعال والاردية[1] والايدي حتى يبلغ
اربعين ضربة ثم قال بكتوه فاقبلوا عليه يقولون ما اتقيت الله ما خشيت الله ما استحييت
من رسول الله صلى الله عليه وسلم وروى انه صلى الله عليه وسلم اخذ ترابا من الارض فرمى
به وجهه اقول السبب في نقصان هذا الحد بالنسبة الى سائر الحدود ان سائر الحدود
لوجود مفسدة بالفعل ان يكون سرق متاعا او قطع الطريق او زنى او قذف واما
هذا فهو الى مظنة الفساد دون الفساد فلذلك نقص عن المائة[2] وانما كان النبي صلى الله
عليه وسلم يضرب اربعين لانه مظنة القذف والمظنة ينبغي ان تكون اقل من نفس الشيء
بمنزلة نصفه ولما كثر الفساد جعل الصحابة رضي الله عنهم حده ثمانين اما لانه اخف
حد في كتاب الله فلا يجاوز غير المنصوص عن اقل الحدود واما لان الشارب يقذف
غالبا ان لم يكن زنى او قتل والغالب حكمه حكم المتيقن واما سر التبكيت فقد ذكرنا
من قبل قال النبي صلى الله عليه وسلم انما اهلك الذين من قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف
تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت
يدها وقال صلى الله عليه وسلم من حالت شفاعته دون حد من حدود الله فقد ضاد الله[3]

بہیمیت کا اس پر غالب ہو جانا اور ملکیت پر معصیت الٰہی کے مرتکب ہونے سے اسکا غالب ہو جانا خدا تعالیٰ پر جرأت کرنا اور اپنے نفس کو ایک
حالت خواری میں جو صفت احسان کے بالکل منافی اور مخالف ہے مستغرق کر دینا ہے جسکے سبب سے نماز کا نفع اسکے حق میں جاتا رہتا ہے
اور جب شراب پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گرفتار ہو کر آتا تھا تو آپ اُسکے مارنے کا حکم دیتے تھے اور جوتیوں اور کپڑے
اور ہاتھ سے اُسکو مار پیٹ کیجاتی تھی یہاں تک کہ چالیس ضربہ اُسکے لگتے تھے پھر آپ فرماتے تھے کہ اُسکو ملامت کرو تو لوگ اُسکی طرف
متوجہ ہوتے تھے تو ایسی ایسی باتیں کہتے تھے کہ تو نے خدا کا خوف نہیں کیا اور تو خدا سے نڈر ہو گیا اور تو نے رسول خدا سے کچھ حیا نہ کی
اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے خاک اُٹھا کر اُسکے منہ پر ماری میں کہتا ہوں بہ نسبت اور حدود کے
حد کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ اور معاصی میں اُسی وقت فوراً خرابی موجود ہوتی ہے مثلاً وہ شخص کسی کا مال چرا لیتا ہے یا رہزنی
کرتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کسی کو زنا کی طرف منسوب کرتا ہے اور شراب پینے میں فساد کا احتمال رہتا ہے کہ بالفعل فساد موجود نہیں ہوتا
اسواسطے سو سے کم شراب کی حد مقرر کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس درے اسواسطے مارتے تھے کہ اُس میں قذف
کا احتمال ہے اور جو ایک چیز کا مظنہ ہوتا ہے وہ اُس شے سے بمنزلہ نصف کے ہوتا ہے پھر جب فساد زیادہ ہو گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم
نے اسّی درے شراب کی حد مقرر کیے یا تو اسواسطے کہ کتاب الٰہی میں جسقدر حدود مقرر ہیں اسّی کی تعداد اُن سب میں ادنیٰ درجہ
کی ہے پس جو حد کہ قرآن میں منصوص نہیں ہے ادنیٰ درجہ کی حد سے وہ حد کم نہ ہونی چاہیے یا اسواسطے کہ شراب پینے والا
اکثر قذف و زنا و قتل نہیں کرتا ہے تو اور وہ اکثر زنا کی طرف منسوب کرتا ہے اور اکثر کو حکم یقین کا ہوتا ہے اور توبیخ کرنیکا بھید
ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیشتر لوگ اسی سبب سے ہلاک ہو گئے کہ جب اُنمیں کوئی معزز شخص
چوری کرتا تھا تو اُسکو چھوڑ دیتے اور اگر ناتوان آدمی چوری کرتا تو اُسپر حد قایم کرتے تھے اور خدا کی قسم کہ اگر فاطمہ دختر محمد کی بھی چوری کرے تو بلاشبہ میں
اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس آدمی کی سفارش حدود الٰہی میں سے کسی حد کی بابت حائل ہو گئی

[1] جمع رداء ای الثیاب ۱۲ [2] بل من الثمانین ۱۲ [3] ای خالف امرہ ۱۲

اقول علم النبي صلى الله عليه وسلم ان حفظ جاه الشرفاء والمسامحة معهم والذب عنهم
والشفاعة في امرهم امر توارد عليه الامم وانقادت لها طوائف الناس من الاولين
والآخرين فاكد في ذلك وسجل فان الشفاعة والمسامحة بالشرفاء مناقضة لشرع
الله الحدود ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لعن المحدود والوقوع فيه لئلا يكون
سببا لامتناع الناس من اقامة الحد ولان الحد كفارة والشيء اذا انقضى وتدورك بالكفارة
صار كان لم يكن وهو قوله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده انه لفي انهار الجنة ينغمس
فيها ويلحق بالحدود مزجرتان اخريان احداهما عقوبة هتك حرمة الملة والثانية الزجر
عن الامامة والاصل في الاولى قوله صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه وذلك
لانه يجب ان يقام اللائمة الشديدة على الخروج من الملة والا لانفتح باب هتك حرمة
الملة ومرضي الله تعالى ان تجعل الملة السماوية بمنزلة الامر الجبلي الذي لا ينفك عنه
وتثبت الردة بقول يدل على نفي الصانع او الرسل او تكذيب رسول او فعل تعمد به استهزاء
صريحا بالدين وكذا انكار ضروريات الدين قال الله تعالى وطعنوا في دينكم وكانت يهودية
تشتم النبي صلى الله عليه وسلم وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فابطل النبي صلى الله عليه وسلم
دمها وذلك لانقضاء ذمة الذمي بالطعن في دين المسلمين والشتم والايذاء الظاهر

اس شخص نے خدا تعالے کی مخالفت کی۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ شرفاء لوگوں کی
عزت کا محفوظ رکھنا اور ان کے ساتھ درگذر کرنا اور انکے معاملہ میں سفارش کرنا ہمیشہ سے متداول چلا آتا ہے
اور تمام اولین اور آخرین اس بات کے پیرو ہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نسبت بہت تاکید اور اہتمام
کیا اسواسطے کہ شرفاء کی سفارش کرنے اور درگذر کرنا ان حدود کی مخالفت کرنا ہے جنکو خدا تعالی نے
مقرر فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محدود پر لعنت کرنے اور اسمیں واقع ہونے سے نہی فرمائی ہے
تاکہ یہ سبب حد کے قائم کرنے سے لوگ باز نہ رہیں اور اسواسطے کہ حد گناہ کا کفارہ ہے اور جب
کسی شے کا کفارہ سے تدارک ہوگیا تو وہ شے کالعدم ہوگئی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ الخ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ وہ
جنت کی نہروں میں ڈوبا ہوا ہے اور حدود کے ساتھ دو قسم کی زجر اور بھی ہوتی ہیں ایک تو دین کی
ہتک عزت کی سزا اور ایک امامت سے روکنا پہلے کی دلیل یہ حدیث ہے من بدل دینہ الخ
جو کوئی اپنا دین بدل دے اسکو قتل کر ڈالو اسکی وجہ یہ ہے کہ دین سے باہر ہونے کی سزا میں سخت
ملامت کا قائم کرنا ضروری ہے ورنہ دین کی ہتک کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور خدا کو یہ منظور ہے کہ
ملت آسمانی بمنزلہ جبلی امر کے ہو جائے جو جدا نہیں ہو سکتا اور ارتداد اسی بات سے ثابت ہوتا ہے جسمیں خدا
یا رسولوں کی نفی یا کسی رسول کی تکذیب پر دلالت ہو یا ایسا فعل جس سے دین کے ساتھ صراحتاً استہزاء
مقصود ہو اور اسی طرح ضروریات دین کے انکار سے ارتداد ثابت ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے و
طعنوا الخ اور انہوں نے دین کے اندر عیب نکالا اور ایک یہودیہ سو آنحضرت صلعم کو کچھ برا بھلا کہا کرتی تھی تو ایک شخص نے اسکا گلا
دبادیا حتی کہ وہ مرگئی آپ نے جب سنا اسکے خون کو ہدر کردیا اسلیئے کہ دین اسلام میں عیب جوئی اور مسلمانوں کو ظاہری ایذا رسانی سے حفظ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انا بری من کل مسلم مقیم بین اظہر المشرکین لا ترائی ناراھُمَا
اقول السبب فی ذلک ان الاختلاط معھم وتکثیر سوادھم احدی النصرتین لھم ثم ضبط النبی
صلی اللہ علیہ وسلم البعد من احیاء الکفار بان یکون منھم بحیث لو اوقدت نار علی ارفع مکان
فی بلد ھؤلاء او حلتھم لم تظھر للآخرین والاصل فی الامامۃ قولہ تعالی فان بغت احداھما علی
الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا
الآخر منھما اقول السبب فی ذلک ان الامامۃ مرغوب فیھا طبعا ولا یخلو اجتماع الناس فی
الاقالیم من رجل یجترئ لاجلھا علی القتال ویجتمع لنصرتہ رجال فلو ترک ولم یقتل لقتل
الخلیفۃ ثم قاتلہ آخر فقتلہ وھلم جرا وبہ فساد عظیم للمسلمین ولا ینسد باب ھذہ المفسدۃ
الا بان تکون السنۃ بین المسلمین ان الخلیفۃ اذا انعقدت خلافتہ ثم خرج آخر ینازعہ حل
قتلہ ووجب علی المسلمین نصرۃ الخلیفۃ علیہ ثم الذی خرج من مظلمۃ یرید دفعھا
عن نفسہ وعشیرتہ او لنقیصۃ یتبینھا فی الخلیفۃ ویحتج علیہ بدلیل شرعی بعد ان لا یکون
مسلما عند جمھور المسلمین ولا یکون امرا من اللہ فیہ عندھم برھان لا یستطیعون انکارہ فھو
دون الامر الذی خرج یفسد فی الارض ویحکم السیف دون الشرع فلا ینبغی ان یجعلا بمنزلۃ

ہو جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا بری الخ جو مسلمان مشرکین کے اندر رہے میں اس سے بری
ہوں وہ دونوں ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھیں۔ میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اختلاط
کرنا اور ان کے گروہ کو بڑھانا بھی ایک قسم کی مدد ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کی بستیوں سے دوری
کو اس طرح منضبط فرمایا کہ اگر ایک فریق کے شہر یا محلہ میں اگر کسی بلند جگہ پر آگ روشن کیجائے تو دوسرے فریق کو ظاہر
نہ ہو اور دوسرے کی دلیل یہ آیت ہے فان بغت الخ جو ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی ہے پھر جس نے بغاوت کی
ہے اسپر مقاتلہ کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا بویع الخ اگر دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان دونوں
میں سے دوسرے خلیفہ کو مار ڈالو۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ امامت ایسی چیز ہے کہ انسان کی طبیعت کا میلان
اس کی طرف ہوتا ہے اور مختلف ولایتوں میں لوگوں کے اندر کوئی نہ کوئی ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جو امامت کی خاطر
قتال پر اسکو جرات ہوتی ہے اور کچھ لوگ اسکے بھی مددگار ہوتے ہیں پس اسکو اگر علی حالہ چھوڑ دیا جائے اور قتل
نہ کیا جائے تو وہ خلیفہ کو قتل کرے پھر کوئی اور اس سے قتال کرے اور وہ اسکو قتل کرے وعلی ہذا القیاس
مسلمانوں میں فساد عظیم برپا ہو پس اس مفسدہ کے انسداد کی یہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں اسکے متعلق ایک طریقہ
مقرر کیا جائے کہ جب ایک آدمی خلیفہ مقرر ہو جائے پھر دوسرا آدمی اس میں جھگڑا کرنے کے لیے آمادہ ہو تو اسکا
قتل روا ہے اور اسکے مقابل میں خلیفہ کی مدد کرنا مسلمانوں کو ضروری ہے پھر اسکے بعد وہ شخص ہے جو اپنی ذات
یا کنبے سے کسی ظلم کے دفع کرنے کے ارادہ سے بتاویل شرعی خلیفہ پر خروج کرے یا خلیفہ کے اندر کوئی نقصان
ثابت کرے اور دلیل شرعی سے اسپر حجت کرے مگر جمہور مسلمانوں کے نزدیک وہ دلیل مسلم نہ ہو اور نہ وہ خدا کا ایسا حکم ہو جو برہان قطعی سے
ثابت ہو جسکا انکار نہ کر سکیں پس اس شخص کا حال اس آدمی سے کم درجہ ہے جو ملک میں فساد پھیلانے کی غرض سے خروج کرے اور
شرع کو چھوڑ کر تلوار کو حکم قرار دے۔ پس دونوں شخص ایک مرتبہ کے نہ ہونے چاہئیں۔

واحدة فلذلك كان الاولى ان يبعث الامام اليهم فطنا ناصحا عالما يكشف شبهتهم او يرفع عنهم مظلمتهم كما بعث امير المؤمنين علي رضي الله عنه عبد الله بن عباس رضي الله عنه الى الحرورية فان رجعوا الى جماعة المسلمين فبها والا قاتلهم ولا يقتل مدبرهم ولا اسيرهم ولا يجهز على جريحهم لان المقصود انما هو دفع شرهم وتفريق جماعتهم قد حصل واما الثاني فهو من المحاربين وحكمه حكم المحارب:

القضاء

اعلم ان من الحاجات التي يكثر وقوعها وتشتد مفسدتها المناقشات في الناس فانها تكون باعثة على العداوة والبغضاء وفساد ذات البين وتهيج الشح على غمط الحق وان لا ينقاد للدليل فوجب ان يبعث في كل ناحية من يفصل قضاياهم بالحق ويقهرهم على العمل به شاؤا ام ابوا ولذلك كان النبي صلى الله عليه وسلم يعتني ببعث قضاته اعتناء شديدا ثم لم يزل المسلمون على ذلك ثم لما كان القضاء بين الناس مظنة الجور والحيف وجب ان يرهب الناس عن الجور في القضاء وان يضبط الكليات التي يرجع اليها الاحكام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اس لیے امام کو لازم ہے کہ اس مفسد کیطرف کسی دانا عالم کو نصیحت کیلئے بھیجے تاکہ اس شبہ کو دور کرے یا اس سے ظلم کو دفع کرے جس طرح امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حرورییہ کی طرف بھیجا پس اگر وہ شخص مسلمانوں کی جماعت کیطرف رجوع کرے فبہا ورنہ امام کو اس سے قتال کرنا چاہیے۔ مگر ان میں سے جو شخص بھاگ جائے اسکا تعاقب کر کے قتل نہ کرنا چاہیے اور نہ اُن کے قیدی قتل کرنے چاہئیں اور جو شخص زخمی ہو جائے اسکو بھی پھر قتل نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ مقصود دفع شر اور انکی جماعت کا پراگندہ کرنا تھا وہ حاصل ہوگیا اور دوسرا شخص محاربین میں سے ہے اور اسکا حکم محارب کا حکم ہے۔

قضاء کا بیان

معلوم کرو کہ جن حاجات کا بکثرت وقوع ہوتا ہے اور جنکا فساد سخت ہوتا ہے وہ لوگوں کے باہمی اُن مناقشات[1] ہیں وہی سب مناقشات عداوت اور بغض اور باہمی فساد کے باعث ہوتے ہیں اور انہیں سے حق تلف کرنے اور دلیل کے نہ ماننے کی خواہش پیدا ہوتی۔ جس سے ضرور ہوا کہ ہر طرف میں ایک ایسا شخص مقرر کیا جائے جو شرع کے موافق اُن کے مقدمات کو فیصلہ کرے اور اس فیصلہ پر عمل کرنے پر خواہ مخواہ انکو مجبور کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاۃ کے بھیجنے کا نہایت اہتمام رہا پھر آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور تمام مسلمانوں میں اس بات کا اہتمام رہا پھر چونکہ لوگوں کے فیصلہ کرنے میں ظلم اور جور کا احتمال ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ لوگوں کو فیصلے کے اندر ناانصافی کرنے سے خوف دلایا جائے جن کلیات کی طرف احکام کا رجوع ہوتا ہے وہ منضبط کیے جائیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

[1] مناقشت بمعنی جھگڑا اور لڑنا ۱۲ [illegible]

من جعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين أقول هذا بيان ان القضاء حمل ثقيل وان الاقدام عليه مظنة للهلاك الا ان يشاء الله وقال صلى الله عليه وسلم من ابتغى القضاء وسأله وكل الى نفسه ومن اكره عليه انزل الله عليه ملكا يسدده اقول السر فيه ان الطالب لا يخلو غالبا من داعية نفسانية من مال او جاه او التمكن من انتقام عدو و نحو ذلك فلا يتحقق منه خلوص النية الذى هو سبب نزول البركات قال صلى الله عليه وسلم القضاة ثلاثة واحد فى الجنة واثنان فى النار فاما الذى فى الجنة فرجل عرف الحق وقضى به و رجل عرف الحق فجار فى الحكم فهو فى النار و رجل قضى للناس على جهل فهو فى النار اقول فى هذا الحديث انه لا يستوجب القضاء الا من كان عدلا بريا من الجور والميل قد عرف منه ذلك عالما يعرف الحق لا سيما فى مسائل القضاء والسر فى ذلك واضح فانه لا يتصور وجود المصلحة المقصودة الا بهما قال صلى الله عليه وسلم لا يقضين حكم بين اثنين وهو غضبان اقول السبب المقتضى لذلك ان الذى اشتغل قلبه بالغضب لا يمكن من التامل فى الدلائل والقرائن ومعرفة الحق قال صلى الله عليه وسلم اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد فاخطأ فله اجر واحد اجتهد يعنى بذل طاقته فى اتباع الدليل و ذلك لان التكليف بقدر الوسع وانما وسع الانسان ان يجتهد وليس فى وسعه ان يصيب الحق البتة

من جعل الخ جو آدمی لوگوں کے درمیان قاضی مقرر کیا گیا بس وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ قضا نہایت بھاری بوجھ ہے اور اس کی طرف اقدام کرنا ہلاکت کی جگہ ہے الا ماشاء اللہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتغی الخ جو شخص قضا کو طلب کرے اور اس کی درخواست کرے وہ شخص اپنی ذات پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ نازل کرتا ہے کہ جو اس کی اصلاح کرتا رہتا ہے میں کہتا ہوں اس میں یہ راز ہے کہ جو شخص حکومت کا طالب ہوتا ہے تو اکثر مال یا جاہ کی خواہش یا کسی دشمن سے بدلہ لینے کی قوت کا حاصل ہونا وغیرہ اس کا منشا ہوتا ہے پس اس شخص سے خلوص نیت جو نزول برکات کا سبب ہے نہیں پائی جاتی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے القضاۃ ثلاثۃ الخ قاضی کی تین قسم ہیں ایک جنتی اور دو دوزخی ہیں جنتی وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے اور اسی کے موافق حکم دے اور جو شخص حق کو پہچان کر حکم دینے میں ظلم کرے وہ دوزخی ہے اور وہ شخص جو جاہل ہو کر حکم دے وہ بھی دوزخی ہے۔
میں کہتا ہوں اس حدیث میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قاضی صرف وہی شخص ہو جو عادل ہو اور ظلم … کی طرف … [illegible] … اور اس کی یہ بات مشہور ہو اور نیز وہ شخص عالم ہو جو احکام حق کو جانتا ہو خصوصاً قضا کے مسائل سے واقف ہو اور اس کا سبب ظاہر ہے اور وہی سبب ہے کہ قاضی کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان باتوں کے نہیں ہو سکتی اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقضین الخ کوئی شخص غصہ کی حالت میں دو شخصوں کے مابین فیصلہ نہ کرے میں کہتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ جب ایک شخص کا دل غصہ کی حالت میں مشغول ہو تو وہ شخص دلائل و قرائن کے معلوم کرنے میں پورے طور پر غور نہ کر سکیگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا حکم الحاکم الخ جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے پھر وہ چوک جائے تو اس کو ایک اجر ہے اور اجتہاد کے معنے یہ ہیں کہ وسع دلیل کی تلاش کرنی اور کوشش کرنے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ تکلیف بقدر وسع کے ہے اور انسان کی وسع میں صرف اس قدر ہے کہ جہاں تک ہو سکے دلیل تلاش کرے باقی یہ کہ حق کو ٹھیک پہچانا سو یہ امر اس کے بس میں نہیں ہے۔

وقال صلى الله عليه وسلم لعلي رضي الله عنه إذا تقاضى إليك رجلان فلا تقض للأول حتى تسمع كلام الآخر فإنه أحرى أن يتبين لك القضاء أقول وذلك لأنه عند ملاحظة الحجتين يظهر الترجيح واعلم أن القضاء فيه مقامان أحدهما أن يعرف جلية الحال التي تشاجرا فيه والثاني الحكم العدل في تلك الحادثة والقاضي قد يحتاج إليهما وقد يحتاج إلى أحدهما فقط فإذا ادعى كل واحد أن هذا الحيوان مثلاً ملكه قد ولد في يده أو هذا الحجر التقطه من جبل ارتفع الإشكال لمعرفة جلية الحال والقضية التي وقعت بين علي وزيد وجعفر رضي الله عنهم في حضانة بنت حمزة كانت جلية الحال معلومة وإنما كان المطلوب الحكم وإذا ادعى واحد على الآخر الغصب والمال متغير صفته وأنكر الآخر وقعت الحاجة أولاً إلى معرفة جلية الحال هل كان هناك غصب أولا وثانياً إلى الحكم هل يحكم برد عين المغصوب أو قيمته وقد ضبط النبي صلى الله عليه وسلم كلا المقامين بضوابط كلية أما المقام الأول فلا أحق فيه من الشهادات والأيمان فإنه لا يمكن معرفة الحال إلا بأخبار من حضرها أو بأخبار صاحب الحال مؤكداً بما يظن أنه لا يكذب معه قال صلى الله عليه وسلم لو يعطى الناس بدعواهم لادعى ناس دماء رجال وأموالهم ولكن البينة على المدعي؛

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ہے اذا تقاضی الیک الخ یعنے جب دو شخص تیرے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو جب تک تو دوسرے کی بات نہ سن لے اسوقت تک پہلے کے موافق فیصلہ مت کر کیونکہ دونوں کی بات سننے سے حکم اچھی طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسواسطے کہ دونوں کی دلیل کو ملاحظہ کرنے سے ترجیح ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور معلوم کرو کہ قضا کے دو درجے ہیں اول تو مدعی مدعا علیہ کے مقدمہ کی حقیقت حال کا معلوم کرنا اسکے بعد اس مقدمہ میں انصاف سے حکم دینا اور قاضی کو کبھی تو دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی صرف ایک کی۔ مثلاً اگر دو شخص ہیں اور ہر ایک اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ جانور میری ملک ہے اور میری ہی ملک میں پیدا ہوا ہے یا یہ پتھر میں نے پہاڑ سے اٹھایا ہے تو یہاں کچھ اشکال نہیں ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اور حضرت علی اور زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کے مابین حضرت حمزہ کی لڑکی کی پرورش کے باب میں جو مقدمہ پیش تھا وہاں وہ مقدمہ ظاہر تھا صرف حکم دینا باقی تھا۔ اور اگر ایک آدمی دوسرے پر غصب کا دعویٰ کرے اور مال کی صورت متغیر ہو اور دوسرا انکار کرے تو اولاً حقیقت حال معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی کہ وہاں غصب ہے یا نہیں اور اسکے بعد حکم دینے کی ضرورت ہوگی کہ بعینہ اس شے کے واپس کرنے کا حکم دیا جائے یا اسکی قیمت دینے کا اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قضا کے دونوں مقام کو قواعد کلیہ سے منضبط فرمایا ہے مقام اول میں تو گواہی اور قسم سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ حقیقت الحال بجز اس صورت کے نہیں معلوم ہو سکتی کہ یا تو کوئی شخص جو اس واقع میں موجود تھا اسکی خبر دے یا خود وہی مقدمہ والا ایسی تاکید سے اسکو بیان کرے کہ جس کے ساتھ کذب ہونے کا ظن نہ پایا جائے اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعطی الخ یعنے اگر لوگوں کو صرف دعویٰ کرنے سے دلایا جائے تو بلاشبہ لوگ آپس میں خون و مال کا دعویٰ کرنے لگیں مگر مدعی کے ذمہ بینہ اور

واليمين على المدعى عليه فالمدعي هو الذي يدعي خلاف الظاهر ويثبت الزيادة والمدعى عليه هو مستصحب الاصل والمتمسك بالظاهر ولا عدل ثم من ان يعتبر فيمن يدعي بينة وفيمن يتمسك بالظاهر ويدرأ عن نفسه اليمين اذ لم تقم حجة لاخرى وقد اشار النبي صلى الله عليه وسلم الى سبب مشروعية هذا الاصل حيث قال لو يعطى الناس الخ يعني كان سببا للتظالم فلا بد من حجة ثم انه يعتبر في الشاهد صفة كونه مرضيا عنه لقوله تعالى ممن ترضون من الشهداء وذلك بالعقل والبلوغ والضبط والنطق والاسلام والعدالة والمروءة وعدم التهمة قال صلى الله عليه وسلم لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا زان ولا زانية ولا ذي غمر على اخيه وترد شهادة القانع لاهل البيت وقال الله تعالى في القذفة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا الاية وفي حكم القذف والزنا سائر الكبائر وذلك لان الخبر يحتمل في نفسه الصدق والكذب وانما يترجح احد المحتملين بالقرينة وهي اما في المخبر او في المخبر عنه او غيرهما وليس شيء من ذلك مضبوطا يحق ان يدار عليه الحكم التشريعي الا صفات المخبر غير ما ذكرنا من الظاهر والاستصحاب به وقد اعتبر مرة حيث شرع للمدعي البينة والمدعى عليه اليمين ثم اعتبر عدد الشهود على اطوار

مدعا علیہ پر قسم لازم ہے پس مدعی وہ شخص ہوتا ہے جو ظاہر کے خلاف دعوے کر کے ایک نئی بات ثابت کرتا ہے اور مدعا علیہ اصل کا پابند اور ظاہر سے دلیل پکڑتا ہے پس ایسی صورت میں بجز ایک بات کے کوئی صورت انصاف کی نہیں ہے کہ مدعی سے بینہ کا اعتبار کیا جائے اور جو ظاہر سے استدلال کرتا ہے اور اپنے آپ کو بچاتا ہے در صورت مدعی کے پاس بینہ نہ ہونے کے اُس شخص سے قسم لی جائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قاعدہ کے مقرر ہونیکا سبب اشارۃً اس حدیث میں بیان فرمایا ہے لو یعطی الناس الخ یعنے یہ ظلم کا سبب ہے تو ایسی صورت میں حجت کا ہونا ضروری ہے پھر گواہ میں اس صفت کا ہونا معتبر ہے کہ لوگوں کے نزدیک وہ پسندیدہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ممن ترضون الخ گواہوں میں سے جسکو تم پسند کرو۔ اور یہ صفت عقل اور بلوغ اور حافظے کے ضبط اور گویائی اور اسلام اور عدالت اور مروت اور عدم تہمت سے ہوتی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا یجوز شہادۃ خائن الخ نہیں درست ہے گواہی خیانت کرنے والے کی اور خیانت کرنے والی کی اور نہ زانی اور نہ زانیہ کی اور نہ اُس شخص کی جو اپنے بھائی سے بغض رکھتا ہو اور جو شخص کسی کے گھر کا نوکر ہو اُسکی گواہی رد کی جائے گی اور اللہ جل جلالہ نے قذف کرنے والے کی نسبت فرمایا ہے و لا تقبلوا لھم شہادۃ ابداً الخ اور باقی کبائر کو بھی زنا اور قذف کا ہی حکم ہے اسواسطے کہ خبر میں فی نفسہٖ صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہے اور اُن دونوں میں سے ایک کو کسی قرینہ سے ترجیح ہوتی ہے اور وہ قرینہ یا تو مخبر میں ہوتا ہے یا تو اس میں جس سے خبر دی جاتی ہے یا کسی اور میں۔ اور اُن قرائن میں سے انضباط کے قابل جس پر حکم کا مدار کیا جائے بجز صفت مخبر کے کوئی چیز نہیں ہے البتہ ظاہر حال ملکیت اور ابقاء ما کان علی ما کان قابل انضباط ہے مگر مدعی کے لیے بینہ اور مدعا علیہ کے لیے قسم مقرر ہونے میں اُس کا اعتبار ہو چکا ہے اب وہی گواہوں کی تعداد اُن اطوار ـ

لہ ای حقد ۲ علقہ ھو الحقد والتابع بان کان فی خدمتہ لعداً والمتعلق بالقوم کالاجیر والوکیل ترد شہادتہ للتہمۃ ۱۲

ووزعها على انواع الحقوق فالزنا لا يثبت الا باربعة شهداء والاصل فيه قوله تعالى وَالذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا باربعة شهداء الاية وقد ذكر سبب مشروعية هذا من قبل ولا يعتبر في القصاص والحدود الا شهادة رجلين والاصل فيه قول الزهري رحمه الله تعالى جرت السنة من عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا تقبل شهادة النساء في الحدود ويعتبر في الحقوق المالية شهادة رجل وامرأتين والاصل فيه قوله تعالى فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان وقد نبه الله تعالى على سبب مشروعية الكثرة في جانب النساء فقال ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى يعني هن ناقصات العقل فلا بد من جبر هذا النقصان بزيادة العدد وقضى رسول الله بشاهد ويمين وذلك لان الشاهد العدل اذا الحق معه اليمين تأكد الامر وامر الشهادات لا بد فيه من توسعة وجرت السنة انه اذا كان ريب زكي الشاهدان وذلك لان شهادتهما انما اعتبرت من جهة صفاتهما المرجحة للصدق على الكذب فلا بد من تبينها وجرت السنة انه اذا كان ريب غلظت الايمان بالزمان والمكان واللفظ وذلك لان الايمان انما صارت دليلا على صدق الخبر من جهة اقترانها قرينة تدل على انه لا يقدم على الكذب معها فكان حقها اذا كان زيادة ريب طلب قوة القرائن فاللفظ زيادة

مختلفہ کے اعتبار سے مقرر کی گئی جسکو شارع نے مختلف حقوق کے اندر رکھا ہے پس زنا کا ثبوت چار گواہوں سے ہو سکتا ہے یہ آیت اُس کی دلیل ہے والذین یرمون الآیۃ الخ اور ہم سابق میں اُس کی مشروعیت کا سبب بیان کر چکے ہیں اور قصاص میں حدود میں صرف مردوں کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس کی دلیل زہری رحمۃ کا یہ قول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر یہ دستور جاری ہے کہ حدود میں صرف مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور حقوق مالیہ میں ایک مرد اور دو عورت کی گواہی کا بھی اعتبار ہوتا ہے بحکم آیہ فان لم یکونا الخ پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور جناب باریتعالی نے بجائے ایک مرد کے دو عورتوں کے مقرر کرنے کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ ان تضل احدٰھما فتذکر الخ اُن دونوں میں سے ایک چوک جائے تو اُن میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے یعنے عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں پس عدد بڑھا کر اُس کی کا پورا کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ ایک شاہد اور ایک قسم سے حکم دے دیا اس واسطے کہ شاہد عدل کے ساتھ اگر قسم بھی پائی جائے تو وہ امر ثابت ہوجاتا ہے اور گواہیوں کے امر میں توسع ضروری ہے اور یہ سنت جاری ہے کہ اگر شاہدین میں قاضی کو کسی قسم کا تردد ہو تو بطور خود اُن کا تزکیہ کرے اسواسطے کہ اُن کی گواہی کا اعتبار اُن کی صفات کی وجہ سے .... اُن کے صدق و کذب پر ترجیح ہے پس اُن کے صفات کا ظاہر ہوتا ضروری ہے اور یہ بھی یہ سنت جاری ہے کہ اگر شک ہو تو قسم کو زمانہ اور مکان اور لفظ سے خوب مضبوط کیا جائے اسواسطے کہ قسم صدق خبر کی دلیل اسی قرینہ کی وجہ سے ہوتی ہے جس کے ساتھ خبر دینے والا کذب پر اقدام نہیں کر سکتا پس مناسب ہوا کہ اگر زیادہ شک ہو تو قرائن کو قوی کیا جائے لفظ کے اعتبار سے مضبوط کرنے کی یہ صورت ہے ۔

الاسماء والصفات والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم احلف بالله الذي لا اله الا هو عالم الغيب
والشهادة ونحو ذلك والزمان ان يحلف بعد العصر لقوله تعالى تحبسونهما من بعد
الصلوة والمكان ان يقام بين الركن والمقام ان كان بمكة وعند منبر رسول الله صلى
الله عليه وسلم ان كان بالمدينة وعند المنبر في سائر البلدان وذلك لفضل هذه الامكنة
وتغليظ الكذب عندها ثم وقعت الحاجة الى ان يرهب الناس اشد ترهيب من ان يجترؤا
على خلاف ما شرع الله لهم لفصل القضايا ومعرفة جلية الحال والاصل في ذلك انه هيأ
ثلاثة اشياء احدها ان الاقدام على فعل نهى الله تعالى عنه وغلظ في النهي دليل قلة
الورع والاجتراء على الله فادير حكم الاجتراء على هذه الاشياء وانيط له اثره مثل وجوب
دخول النار وتحريم الجنة ونحو ذلك والثاني ان ذلك سعى في الظلم وبمنزلة السرقة وقطع
الطريق او بمنزلة دلالة السارق على المال ليسرق او ردء القاطع فتوجهت لعنة الله و
الملائكة والناس على السعاة في الارض بالفساد الى هذا العاصي فاستحق النار والثالث
انه مخالفة لما شرع الله لعباده وسعي في سد جريانه على ما اراد الله في شرائعه فان اليمين
انما شرعت معرفة للحق والبينة انما شرعت مبينة لجلية الحال فان جرت السنة بزور الشهادة
والايمان انسد باب المصلحة المرعية فمن ذلك كتمان الشهادة لقوله تعالى ومن يكتمها فانه آثم قلبه

کہ اسماء وصفات زیادہ بیان کیے جائیں اُس کی دلیل یہ آیت ہے احلف باللہ الذی لا الٰہ الا ھو
اور زمانہ سے تاکید کی یہ صورت ہے کہ بعد العصر حلف کرے بحکم آیۃ تحبسونھما من بعد الصلوۃ اور جگہ سے تاکید کی صورت
یہ ہے کہ اگر مکہ معظمہ میں ہو تو رکن اور مقام کے درمیان میں کھڑا کرکے اُس سے حلف لیں اور اگر مدینہ منورہ میں ہو تو
حضور نبوی کے منبر کے پاس کھڑا کرکے اُس سے گواہی لیں اور اور شہروں میں مساجد کے منبر کے پاس کھڑا کریں
کیونکہ ان مقامات کی فضیلت شرع سے ثابت ہے اور خصوصاً ان مقامات میں جھوٹ بکنے کا سخت گناہ ہے پھر اس
بات کی حاجت پڑی کہ لوگوں کو اس بات سے نہایت خوف دلایا جائے کہ خدا تعالیٰ کے اُن احکام کی مخالفت
کریں جنکو خدا تعالیٰ نے اُن کے مقدمات کے فیصل کرنے اور حقیقت حال کے معلوم ہونے کے لیے
مقرر فرمایا ہے اور ان ترہیبات میں اصل تین چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ جس فعل سے خدا تعالیٰ نے نہایت
شدت سے نہی فرمائی ہے اُس پر اقدام کرنا قلت ورع اور خدا تعالیٰ کے روبرو جرأت کرنے کی دلیل ہے
پس ان اشیاء پر جرأت کرنے کا حکم دائر کیا گیا اور جرأت کا اثر مثل وجوب دخول نار اور تحریم جنت وغیرہ کے اسپر وارد کیا
گیا دوسرے یہ کہ اُس میں ظلم کی کوشش پائی جاتی ہے اور اس کا حال سرقہ اور رہزنی یا چور کو چوری کی طرف رہبری
کرنے یا رہزن کو رہزنی پر آمادہ کرنے کے مثل ہے لہذا خدا تعالیٰ اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت جو زمین میں فساد
ڈالنے والے سے متعلق ہوا کرتی ہے اُس عاصی کی طرف متوجہ ہوئی اسلئے دوزخ کا مستحق ہوا اور تیسرے یہ کہ اس
میں اُن احکام کی جنکو خدا تعالیٰ نے اپنے عباد کے لیے مشروع کیا ہے مخالفت اور مرضی الٰہی کے موافق اُن کے
نہ جاری ہونے میں کوشش کرنا ہے کیونکہ قسم حق ظاہر کرنے کے لیے اور بینہ حقیقت حال بیان کرنے کے لئے مشروع
کیا گیا ہے پس اگر جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں کا دستور جاری ہو جائے تو مصلحت مقصودہ کا دروازہ بند ہوتا
ہے پس از انجملہ گواہی کا چھپانا ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یکتمھا الخ جو شخص اسکو چھپائیگا اس کا دل گنہگار

سلہ ای حضرۃ ۱۲

ومنها شهادة الزور بعده عليه السلام من الكبائر شهادة الزور ومنها اليمين الكاذبة لقوله صلى الله عليه وسلم من حلف على يمين صبر[1] وهو فيها فاجر ليقتطع بها حق امرئ مسلم لقي الله تعالى يوم القيمة وهو عليه غضبان ومنها الدعوى الكاذبة لقوله صلى الله عليه وسلم من ادعى ما ليس له فليس منا وليتبوأ مقعده من النار ومنها الاخذ بقضاء القاضي وليس له الحق لقوله صلى الله عليه وسلم انما انا بشر مثلكم وانكم تختصمون لعل[2] بعضكم ومنها الاعتياد بالمجادلة والوهن في القضية فان ذلك لا يخلو من افساد ذات البين لقوله صلى الله عليه وسلم ان ابغض الرجال الى الله الالد[3] الخصم ورغب لمن ترك المخاصمة في الحق والباطل جميعا فان ذلك مطاوعة لداعية السماحة وايضا كثيرا ما لا يكون الحق له ويظن ان الحق له فلا يخرج عن العهدة باليقين الا اذا وطن نفسه على ترك الخصومة في الحق والباطل جميعا وفي الحديث ان رجلين تداعيا دابة فاقام كل واحد منهما البينة انها دابته نتجها[4] فقضى بها رسول الله صلى الله عليه وسلم للذي في يده اقول والسر في ذلك ان المحتمل لما تعارضتا تساقطتا فيرجع المتاع

اور ازانجملہ جھوٹی گواہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبائر میں شمار کیا ہے اور ازانجملہ جھوٹی قسم ہے حدیث شریف میں آیا ہے من حلف علی یمین الخ جو شخص جس کی قسم پر حلف کرے اور وہ اس میں جھوٹا ہو اور اس کا مقصود اس سے کسی مسلمان کا حق تلف کرنا ہو تو وہ خدا تعالیٰ سے قیامت کے دن ایسی حالت میں ملیگا کہ خدا تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔ اور ازانجملہ جھوٹا دعویٰ ہے حدیث شریف میں [illegible] ہے جو شخص ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اس کو دوزخ میں اپنی جگہ ڈھونڈھنی چاہیے اور ازانجملہ بلا حق بحکم قاضی کسی چیز کا لے لینا ہے حدیث شریف میں آیا ہے انما انا بشر مثلکم الخ اور ازانجملہ [illegible] لیتا ہے [illegible] سے خالی نہیں ہے [illegible] ہے ان ابغض الخ مبغوض ترین لوگوں کا عنداللہ وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو ہے اور جو شخص حق [illegible] [illegible] کا پابند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک مخاصمت کی رغبت دلائی ہے اور نیز بسا اوقات [illegible] شخص کا حق نہیں ہوتا اور اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا حق ہے پس یقیناً عہدہ سے اسی وقت باہر ہو سکتا ہے جبکہ مخاصمت کو بالکل ترک کردے خواہ حق سے ہو یا ناحق ہو اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ دو شخصوں نے ایک چوپایہ میں دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اس بات پر بینہ قائم کیا کہ وہ میرا جانور ہے [illegible] جنا ہوا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور اس شخص کو دلایا جس کے قبضہ میں تھا میں کہتا ہوں [illegible] یہ راز ہے کہ جب دونوں حجتوں میں تعارض ہوا تو دونوں ساقط ہوگئیں اور جس کا قبضہ ہے

[1] یمین صبر بالاضافة اي اليمين التي الزم بها وحبس لاجلها وكانت لازمة له من جهة الحكم وفاجر كاذب وقوله ليقتطع اي يقصد القطع ۱۲ [2] تمام الحديث ولعل بعضكم اي يكون ألحن بحجته من بعض فاقضي له على نحو ما اسمع منه فمن قضيت له بشيء من حق اخيه فلا ياخذ منه فانما اقطع له قطعة من النار ۱۲ [3] اي شديد الخصومة والخصم بكسر الصاد من يكون كثير الخصومة ۱۲
[4] اي ارسل اليها الفحل واخذ الولد منها والمقام [illegible] اي الحكم العدل ۱۲

فی ید صاحب القبض لعدم ما یقتضی ردہ او نقول اعتضدت احدی البینتین بالدلیل الظاہر وہو القبض فرجحت واما المقام الثانی فشرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ اصولا یرجع الیہا والجملۃ فی ذلک ان جلیۃ الحال اذا کانت معلومۃ فالنزاع یکون اما فی طلب کل واحد شیئا ہو مباح فی الاصل وحکمہ ابداء الترجیح اما بزیادۃ صفۃ یکون فیہا نفع للمسلمین ولذلک الشیٔ او سبق احدہما الیہ بالقرعۃ مثالہ قضیۃ زید وعلی وجعفر رضی اللہ عنہم فی حضانۃ بنت حمزۃ رضی اللہ عنہ فقضی بہا لجعفر وقال الخالۃ ام وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاذان لاستہموا وکان صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد سفرا اقرع بین نسائہ واما ان یکون ہنالک سابقۃ من عقد او غصب یدعی کل واحد انہ احق ویکون لکل واحد شبہۃ وحکمہ اتباع العرف والعادۃ المسلمۃ عند جمہور الناس بتفسیر الاقاریر والفاظ العقود بما عند جمہورہم من المعنی وبعرف الزراع وغیرہ بما عندہم مثالہ قضیۃ البراء بن عازب دخلت ناقۃ حائطا وافسدت فیہ وادعی کل واحد انہ معذور فقضی بما ہو المعروف من عادتہم من حفظ اہل الحوائط اموالہم بالنہار وحفظ اہل المواشی مواشیہم باللیل ومن القواعد المبنیۃ علیہا کثیر

اُس کے پاس وہ شے باقی رہی کیونکہ اُس کے رد کرنے کا کوئی سبب نہیں پایا گیا یا ہم وہ کہتے ہیں کہ دونوں دلیلوں میں سے ایک دلیل کو قرینہ ظاہری یعنی قبضہ سے مدد ملگئی لہٰذا اسکو ترجیح دی گئی۔ اب رہا دوسرا مقام ثانی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصول فرمائے ہیں جنکی طرف اس مقام کا رجوع ہوتا ہے اور مجملاً اُس کا بیان یہ ہے کہ حقیقت حال معلوم ہوئی تو اب نزاع ایسی شے میں جو اصل میں مباح ہے اور ہر شخص اُس کا دعویٰ کرتا ہے ایسے وقت میں اُس کا حکم ترجیح کا ظاہر کرنا ہے خواہ وہ ترجیح کسی ایسی صفت سے ہو جس میں مسلمانوں کا اور نیز اُس شے کو نفع ہو یا ترجیح کی یہ صورت ہو کہ اُن دونوں میں سے ایک کا قبضہ بہ نسبت دوسرے کے پیشتر ہو یا قرعہ اندازی سے وہ ترجیح حاصل ہو جائے اُس کی مثال ایک تو زید و علی و جعفر رضی اللہ عنہم کا قصہ ہے حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی پرورش کے متعلق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر رضی اللہ عنہ کے واسطے پرورش کا حکم دیا اور فرمایا کہ خالہ ام بمنزلہ ماں ہے۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کو اذان اور صف اول کا ثواب معلوم ہو اور اُس ثواب کو قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ کر سکیں تو قرعہ اندازی کیا کریں اور نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تھے ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے اور ایک ترجیح کی صورت یہ ہے کہ بطور عقد یا غصب کے کسی کا قبضہ چلا آتا ہو اور ہر ایک اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں اُسکا حقدار ہوں اور اُس میں ہر ایک کو شبہ ہو اور اُس کا حکم یہ ہے کہ لوگوں میں جو دستور و عرف جاری ہے اسکا اتباع کیا جائے اور اقرار اور عقود کے الفاظ کی تفسیر انہیں معنی سے کیجاتی ہے جو جمہور کے نزدیک اُنکے معنی ہیں اور مزارعین وغیرہ انہیں کے دستور سے معلوم ہو سکتی ہے اُسکی مثال براء بن عازب کا قصہ ہے کہ اُنکی اونٹنی کسی باغ میں جا پڑی اور اُنکے باغ کا کچھ نقصان کر دیا اور ہر شخص معافی کا مدعی تھا اور اپنی معذوری ہونے کا بیان ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی عادت کے موافق اس مقدمہ میں حکم دیا اور عادت و دستور یہ ہے کہ مالک دن میں اپنے مال کی حفاظت کیا کریں اور مویشی والے شب میں اپنی مویشی کی حفاظت رکھیں اور جس کا قاعدہ ہے

لفظ [illegible]	[illegible]

من الاحکام ان الغنم بالغرم واصلہ ما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الخراج بالضمان[1] وذلک لعسر
ضبط المنافع وان قسم الجاھلیۃ ودماءھا وما کان فیھا لا یتعرض لھا وان الامر مستانف بعدھا
وان الید لا تنقض الا بدلیل اخر وھو اصل الاستصحاب وانہ ان انسد باب التفتیش فالحکم
ان یکون ما یقولہ صاحب المال او یترادا والاصل فیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم البیعان اذا اختلفا
بینھما والسلعۃ قائمۃ الحدیث وان الاصل فی کل عقد ان یوفی لکل احد وعلی کل احد ما التزمہ
بعقدہ الا ان یکون عقدا نھی الشرع وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون علی شروطھم الا
شرطا احل حراما او حرم حلالا ومن ھذا الباب ما شرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضیۃ بنت حمزۃ رض
فی الحضانۃ حیث قال رضی اللہ عنہ بنت عمی وانا اخذتھا وقال جعفر رض بنت عمی وخالتھا
تحتی وقال زید رضی اللہ عنہ بنت اخی فقضی بھا لجعفر رض وقال الخالۃ بمنزلۃ الام وقضیۃ
ابن ولیدۃ زمعۃ فی الدعوۃ حیث قال سعد ان اخی قد عھد الی فیہ وقال عبد بن زمعۃ ابن
ولیدۃ ابی ولد علی فراشہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ھو لک یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش و
للعاھر الحجر وقضیۃ زید رضی اللہ عنہ والانصاری فی شراج[2] الحرۃ فاشار صلی اللہ علیہ وسلم
الی امر لھما فیہ سعۃ یا زبیر ثم ارسل الی جارک فغضب الانصاری فاستوعی للزبیر حقہ
قال احبس الماء حتی یرجع الی الجدر وقضیۃ ناقۃ براء ابن عازب رضی اللہ عنہ دخلت

احکام ملی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ نفع تاوان کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی اصل وہ ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ آمدنی تاوان کے ساتھ ہے اسلیے کہ منافع کا انضباط دشوار ہے اور
جاہلیت کے قسامات اور خون اور جو کچھ زمانہ جاہلیت میں تھا اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا وہ جاہلیت کے بعد
از سر نو احکام قائم کیے جاویں گے اور قبضہ بلا کسی دوسری دلیل کے نہ توڑا جائے گا اور استصحاب یعنی ابقای ما
کان علی ما کان کی اصل یہی ہے اور یہ کہ اگر تفتیش کا طریقہ مسدود ہو جائے تو حکم وہ ہوگا جو مال والا چاہیگا یا دونوں
واپس لے لینگے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے البیعان الخ اور ہر عقد میں اصل یہ ہے کہ ہر ایک کےلیے
پورا پورا حق دلایا جائے اور عقد سے جو شخص جس چیز کا التزام کرے وہ اُسپر لازم ہے بجز اُس عقد کے جس
سے شارع نے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے المسلمون الخ یہ قدیم احکام
کا بیان ہو چکا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام ثانی کے متعلق مشروع فرمایا ہے۔ اور وہ قضایا جنہیں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمائے ہیں یہ ہیں منجملہ ان ایک قضیہ بنت حمزہؓ کی پرورش کے باب میں جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا
بنت اخی الخ اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت عمی الخ اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت الخ اور کہا کہ خالہ تو بمنزلہ ماں کے
ہوتی ہے اور ایک قضیہ ابن ولیدہ زمعہ کا دعوت کے باب میں جیسا کہ سعدؓ نے کہا ہے کہ میرے بھائی نے انہیں البتہ میرے ساتھ عہد کیا ہے
اور عبد ابن زمعہ ابن ولیدہ نے کہا کہ میرا باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے
ابن زمعہ وہ تیرے لیئے ہے الولد الخ اور منجملہ زبیرؓ اور ایک انصاری کا قضیہ پانی کے کول کے باب میں ہے پس
آپ نے ایسا حکم دیا کہ جسمیں دونوں کے لیے وسعت تھی کہ اے زبیرؓ اول تم اُس میں پانی لے لو پھر اپنے ہمسایہ کو چھوڑ
دو پھر انصاری غصہ ہو گیا زبیر کیلیئے اُس کا حق پورا کر دیا کہ تم پانی روکو کہ دیوار تک پر منڈھ پہنچے اور منجملہ براء ابن عازب کی اونٹنی کا قضیہ

---

[1] مرشدہ ۱۲ [2] تمام دلیں جیسا بیعیہ وتقول ما قال الجھول او تراد ان البیع ۱۲ [3] جمع شرجۃ مسیل الماء من الحرۃ الی السھل وقولہ فاستوعی ۱۲
ای استوفی واستعطیٰ وقولہ الجدر بفتح الجیم یعنی یرجع الماء الی اصل الجدار وقدرہ الی کعب ۱۲

حائط الرجل من الانصار فافسدت فيه فقضى صلى الله عليه وسلم ان على اهل الاموال حفظها بالنهار وعلى اهل المواشي حفظها بالليل وقضى صلى الله عليه وسلم بالشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة وقد ذكرنا فيما سبق وجوه هذه القضايا وقال صلى الله عليه وسلم اذا اختلفتم في الطريق جعل عرضه سبعة اذرع **اقول** وذلك ان الناس اذا عمروا ارضا مباحة فتصروا بها واختلفوا في الطريق فاراد بعضهم ان يضيق الطريق ويبني فيها وابى الاخرون ذلك وقالوا لابد للناس من طريق واسعة فقضى بان يجعل عرضه سبعة اذرع وذلك لانه لابد من مرور قطارين من الابل يمشي احدهما الى جانب وثانيهما الى الاخر واذا جاءت زاملة من ههنا وزاملة من هنالك فلابد من طريق تسعهما والا كان الحرج ومقدار ذلك سبعة اذرع وقال صلى الله عليه وسلم من زرع في ارض قوم بغير اذنهم فليس له من الزرع شيء وله نفقته **اقول** جعله بمنزلة اجير عمل له عملا نافعا والله اعلم۔

الجهاد

اعلم ان اتم الشرائع واكمل النواميس هو الشرع الذي يؤمر فيه بالجهاد وذلك ان تكليف الله عباده بما امر ونهى مثله كمثل رجل مرض عبيده فامر رجلا من خاصته

کہ وہ ایک باغ میں گھس گئی اور اس کا نقصان کیا تو آپ نے یہ حکم دیا کہ مالی لوگ دن میں اپنے باغ کی حفاظت کریں اور مویشی پالنے والے رات میں اپنی مواشی کی حفاظت کریں اور آپ نے شفعہ کا جب کہ شئے کی تقسیم نہ ہوئی ہو حکم دیا اگر حدود پڑ جائیں اور راستے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو اسمیں شفعہ نہیں ہے اور ان مقدمات کے وجوہ ہم قبل بیان کر چکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اختلفتم فی الطریق الخ جب تم راستے میں اختلاف کرو تو اس کی چوڑائی سات ذراع کیجائے۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ کسی مباح زمین کو آباد کرتے ہیں اور شہر ہو جاتا ہے اور راستے میں جھگڑا واقع ہوتا ہے بعض تو چاہتے ہیں کہ رستہ کو تنگ کریں اور اس میں اپنے مکانات بنائیں اور بعض اس بات سے مانع ہوتے ہیں اور کہتے ہیں لوگوں کے لیے فراخ رستہ ہونا چاہیے لہذا حکم دیا گیا کہ راستہ کا عرض سات ذراع کا ہونا چاہیے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹوں کی دو قطاریں ضرور اس راستہ سے گذر سکیں بایں طور کہ ایک ایک جانب سے اور دوسری دوسری جانب سے تو ایسی صورت میں اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کیواسطے بخوبی نکلنے کا راستہ ہو ورنہ دقت لازم آتی ہے اور اسکا اندازہ سات ذراع ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے جو کوئی شخص کسی کی زمین بلا اس کی اجازت کے کھیتی کر لے تو اسکو بجز اسکی حق محنت کے اور کچھ نہ ملیگا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بمنزلہ کمیری کے گردانا کہ مالک زمین کے لیے اس نے محنت کر دی۔ واللہ اعلم۔

جہاد کا بیان

معلوم کرو کہ تمام شرائع میں زیادت کامل اور تمام وہ شریعت ہے جسمیں جہاد کا حکم پایا جائے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امر و نواہی کے ساتھ مکلف کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کے غلام مریض ہو رہے ہیں اور اسنے اپنی خاص لوگوں میں سے ایک شخص کو یہ حکم دیا

سے بیرکل علیہ الطعام والمتاع الخ

ان يسقيهم دواء فلو انه قهرهم على شربه او اوجره في افواههم لكان حقا لكن الرحمة اقتضت ان يبين
لهم فوائد الدواء ليشربوه على رغبة فيه وان يخلط معه العسل ليتعاضد فيه الرغبة الطبيعية
والعقلية ثم ان هناك اناسا يغلب عليهم الشهوات الدنية والاخلاق السبعية ووساوس
الشيطان في حب الرياسات ويلصق بقلوبهم رسوم آبائهم فلا يسمعون تلك الفوائد ولا
يذعنون لما يأمر به النبي صلى الله عليه وسلم ولا يتأملون في حسنه فليست الرحمة في حق اولئك
ان يقتصر على اثبات الحجة عليهم بل الرحمة في حقهم ان يقهروا ليدخل الايمان عليهم على رغم
انفهم بمنزلة ايجار الدواء المر ولا قهر الا بقتل من له منهم نكاية شديدة وتمنع قوي او تفريق
منعتهم وسلب اموالهم حتى يصيروا لا يقدرون على شيء فعند ذلك يدخل اتباعهم وذراريهم
في الايمان برغبة وطوع ولذلك كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث قال عجب الله من قوم
يدخلون الجنة في السلاسل وايضا فالرحمة التامة الكاملة بالنسبة الى البشر ان يهديهم
الله الى الاحسان وان يكبح ظالمهم عن الظلم وان يصلح ارتفاقاتهم وتدبير
منزلهم وسياسة مدينتهم فالمدن الفاسدة التي يغلب عليها نفوس
سبعية ويكون لهم تمنع شديد انما هو بمنزلة الآكلة[1] في بدن الانسان

کہ اُن کو کوئی دوا پلائے پھر اگر وہ شخص اُن کو مجبور کر کے اُن کے منہ میں دوا ڈالے تو یہ بات نامناسب نہ ہوگی مگر رحمت
کا مقتضی ہے کہ اول اُن غلاموں سے اُس دوا کے فوائد بیان کر دے تاکہ خوشی کے ساتھ اُس دوا کو پی لیں اور نیز
اس دوا میں کوئی شیریں چیز مثلاً شہد شامل کر دے تاکہ رغبت طبعی اور نیز رغبت عقلی اسکی معین ہو جائے پھر اکثر لوگ ایسے
بھی ہوتے ہیں کہ ریاستوں کی محبت اور اُن کا شوق اور شہوات دنیہ اور اخلاق سبعی اور وساوس شیطانی اُن
پر غالب ہوتے ہیں اور اُن کے آباؤ و اجداد کے رسوم اُن کے قلوب میں مرتکز ہو جاتے ہیں تو اُن فوائد پر وہ کان نہیں
دھرتے اور جس چیز کا حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اُسمیں وہ فکر نہیں کرتے اور اُسکی خوبی میں انکو غور نہیں تا
تو اُن لوگوں کے حق میں رحمت کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ صرف اثبات حجت کا اُنپر اقتصار کیا جائے بلکہ رحمت اُن کے حق
میں یہی ہے کہ اُنپر جبر کیا جائے تاکہ خواہ مخواہ ایمان اُنپر ڈالا جائے جسطرح تلخ دوا کے پلانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مغلوب
کرنے کی یہی صورت ہے کہ جن لوگوں کی زیادہ ایذا رسانی اور اُن کو زیادہ زور قوت ہے قتل کیا جائے یا اُن کی قوت
کو متفرق کیا جائے اور اُن کے مال چھین لیے جائیں تاکہ وہ بالکل بے بس ہو جاویں ایسے وقت اُن کے اتباع اور ذریات
خوشی اور طاعت کے ساتھ ایمان میں داخل ہو سکتے ہیں لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو لکھ بھیجا کہ تجھ پر خادموں
کا وبال ہے اور اکثر اوقات اُن کا مقید و مغلوب کرنا اُن کے ایمان کا سبب ہوتا ہے اسی کیطرف آپ نے
اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے عجب اللہ من قوم یدخلون الخ یعنی جو لوگ جنت میں زنجیروں سے بندھے ہوئے داخل
ہونگے خدا کو وہ اچھے معلوم ہونگے اور نیز انسان کی رحمت بہ نسبت بشر کی رحمت تامہ کاملہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اُن
کو احسان کیطرف ہدایت کرے اور اُن کو ظالموں سے چھڑائے اور اُن ارتفاقات اور اُن کی تدبیر منزلی اور
اُنکی سیاست مدنی کی اصلاح فرمائے پس اُن کے مدن فاسدہ جو کہ ہیں جن پر نفوس سبعیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اُن
کے لیے نہایت درجہ کی قوت ہوتی ہے اور یہ بمنزلہ مرض آکلہ کے ہوتی ہے جو بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے۔

[1] ای الجذام یا [2] مرض معروف ۱۲

لا یصلح الا بقطعة والذی یتوجه الی اصلاح مزاجه واقامة طبیعته لا بد له من القطع والشر القلیل اذا کان مفضیا الی الخیر الکثیر واجب فعله ولك عبرة بقریش ومن حولهم من العرب کانوا ابعد خلق الله عن الاحسان واظلمهم علی الضعفاء وکانت بینهم مقاتلات شدیدة وکان بعضهم یاسر بعضا ومن کان اکثرهم مستامنین فی جزیرة العرب فی ... فجاهدهم النبی صلی الله علیه وسلم وقتل اشدهم بطشا واحدهم نفسا حتی ظهر امر الله وانقادوا وصاروا بعد ذلك من اهل الاحسان واستقامت امورهم فلو لم یکن فی الشریعة جهاد واولئك لم یحصل اللطف فی حقهم وایضا فان الله تعالی غضب علی العرب والعجم وقضی بزوال دولتهم ونفث فی روع[1] رسول الله صلی الله علیه وسلم وبواسطته فی قلوب اصحابه رضی الله عنهم ان یقاتلوا فی سبیل الله لتحصل ذلك المطلوب فصاروا فی ذلك بمنزلة الملائکة یسعون فی تتمیم امر الله تعالی عند الملائکة یسعی من غیر ان یعتقد فیهم قاعدة کلیة والمسلمون یقاتلون لاجل قاعدة کلیة ... الله تعالی وکان عملهم ذلك من اعظم الاعمال وصار قتل الکفرة ... الی الله کما ینسب قتل العاصی الی الامیر دون السیاف وهو قوله تعالی فلم تقتلوهم ولکن الله قتلهم

ترجمہ: اس کے قطع کیے اس کی صحت ہی ممکن نہیں اور جو شخص اس کے مزاج کی اصلاح ... طبیعت کے قائم کرنے کی طرف توجہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ اس کو قطع کرے اور تھوڑی سی قباحت جب بہت سی خیر تک پہنچانے والی ہو تو اس کا کرنا ضروری ہے اور تجھکو عبرت حاصل کرنا چاہیے قریش کے حال سے اور جو ان کے گرد عرب تھے کہ وہ احسان کے اعتبار سے سب سے بعید تر تھے اور ضعیفوں پر ظالم تھے اور ان کے درمیان سخت لڑائیاں ہوتے تھے اور بعض بعض کو قیدی بناتے تھے اور اکثر ایسے تھے کہ ... جزیرۂ عرب ... تو حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جہاد کیا اور ان کے سرکشوں کو جو ... مضبوط اور ... تھے قتل کیا تاکہ امر الٰہی ظاہر ہو گیا ... وہ لوگ فرمانبردار ہو گئے اور بعد اس کے وہ اہل احسان ہو گئے اور ان کے کام درست ہو گئے پس اگر ان لوگوں پر شریعت کے اندر جہاد نہ ہوتا تو یہ رحمت ان کے حق میں کیونکر حاصل ہوتی اور نیز خدا تعالیٰ جب عرب و عجم سے ناخوش ہو گیا اور ان کی دولت کے زائل کرنے کا حکم دے دیا پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر بالذات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب پر آپ کے واسطہ سے یہ بات القا فرمائی کہ اس کی راہ میں لڑیں تاکہ امر مطلوب حاصل ہو پس وہ اس بات میں ملائکہ کے مانند ہو گئے کہ خدا تعالیٰ کے احکام پورا کرنے میں کوشش کرتے رہتے ہیں اتنا فرق ہے کہ ملائکہ بلا تقریر کسی قاعدہ کلیہ کے کوشش کرتے ہیں اور مسلمان ایک قاعدہ کلیہ کے موافق جسکو خدا تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمایا ہے لڑتے ہیں اور ان کا یہ عمل سب اعمال سے بڑھکر ہے اور قتل ان کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اس کی نسبت حاکم کی طرف ہوتی ہے جیسے کسی مجرم کے قتل کی نسبت امیر کی طرف کی جاتی ہے نہ جلاد کی طرف چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و کان عندهم ذلك الخ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا اور لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور ...

---

[1] روع بمعنی قلب ۱۲

والی هذا السر اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال مقت عربهم وعجمهم الحدیث وقال علیه السلام لا کسری ولا قیصر یعنی المتمدنین بمدن الجاهلیة وفضائل الجهاد راجعة الی اصول منها انه موافقة تدبیر الحق والهامه فکان السعی فی اتمامه سبباً لشمول الرحمة والسعی فی ابطاله سبباً لشمول اللعنة والقعود عنه فی مثل هذا الزمان تفویت خیر کثیر ومنها ان الجهاد عمل شاق یحتاج الی تعب وبذل مال ومهجة وترک الاوطان والاوطار فلا یقدم علیه الا من اخلص دینه للہ وآثر الآخرة علی الدنیا وصحح اعتماده علی اللہ ومنها ان نفث مثل هذه الداعیة فی القلب لا یکون الا بتشبه الملائکة واصطناعهم بعد الکمال بعدهم عن شهوات البهیمیة واطلاعهم من رسوخ الدین فی قلبه فیکون معهم فالسلامة مددوه هذا حکمه ان کان الجهاد علی شرط وهو ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل یقاتل شجاعة ویقاتل حمیة فای ذلک فی سبیل اللہ فقال من قاتل لتکون کلمة اللہ هی العلیا فهو فی سبیل اللہ ومنها ان الجزاء یتحقق بصورة العمل یوم القیامة وهو قوله صلی اللہ علیہ وسلم لا یکلم احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیله الا جاء یوم القیامة وجرحه یثعب دماً اللون لون الدم

اسی کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے مقت عربهم وعجمهم الحدیث۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا کسریٰ نہ کسریٰ ہے نہ قیصر یعنے وہ لوگ دین جاہلیت پر تھے۔ اور جہاد کے فضائل کا مرجع چند اصول پر موقوف ہے از انجملہ یہ ہے کہ جہاد میں تدبیر الٰہی اور اُس کے الہام کے ساتھ اتفاق ہے پس اُس کے تمام کرنے میں کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے اور اُس کے ابطال میں کوشش کرنا شمول زحمت کا باعث ہے اور اس زمانہ میں جہاد کا ترک کرنا خیر کثیر کا ہاتھ سے فوت کرنا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد ایک دشوار عمل ہے کہ اس میں سخت تکلیف کے گوارا کرنے اور جان و مال خرچ کرنے اور وطن اور ضروریات سے علیحدہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے پس ایسی عبادت شاقہ پر وہی شخص پیش دستی کر سکتا ہے جو خدا تعالےٰ کے دین پر خلوص کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں اُس نے اختیار کر لیا ہے اور خدا تعالےٰ پر اُس کو ٹھیک ٹھیک بھروسا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ ایسی خواہش کا قلب میں واقع ہونا اسیوقت ہو سکتا ہے کہ اُس شخص کو تشبیہ بالملائکہ حاصل ہو اور اُس کمال سے اُس کو پورا حصہ ہو۔ اور شہوات بہیمیہ سے اُس کو بعد ہو اور دل سے رسوخ دین کی طرف اُس کو پورا پورا میلان ہو ایسا شخص بڑی سلامتی قلب پر خود دلیل ہوگا ۔

یہ تمام باتیں اسیوقت حاصل ہو سکتی ہیں کہ جہاد شرائط کے ساتھ پایا جائے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت سے مقاتلہ کرتا ہے اور کوئی شخص حمیت کے اعتبار سے مقاتلہ کرتا ہے پس ان دونوں میں سے خدا تعالےٰ کی راہ میں قتال کرنے والا کون سا ہے تو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں اس لئے جس سے خدا تعالیٰ کی بات اونچی ہو لڑے وہی شخص خدا کی راہ میں قتال کرنیوالا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ قیامت کے روز جزا اعمال کی صورتیں متشکل ہوگی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یکلم احد فی کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو خدا تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوا اور یہ بات خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اُسکی راہ میں کون زخمی ہوتا مگر قیامت کے روز جب وہ آئے گا اُس کے زخم سے خون جاری ہوگا رنگ تو اُس کا خون کا رنگ

سلہ حدیث ان اللہ مقت عربهم وعجمهم الا بقایا من اهل الکتاب ۱۲ سلہ یعنی جزو ۱۲ سلہ بہتے ہیں ۱۲

ولريح المسك ومنها أن الجهاد لما كان أمرا صعبا عند الله تعالى وهو لا يتم في العادة إلا بأشياء من النفقات ورباط الخيل والرمي ونحوها وجب أن يتعدى الرضا إلى هذه الأشياء من جهة إفضائها إلى المطلوب ومنها أن بالجهاد تكميل الشريعة وتوفيرها وجعله في الناس كالأمر اللازم فإذا حفظت هذه الأصول انكشف لك حقيقة الأحاديث الواردة في فضل الجهاد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين الحديث أقول سره أن ارتفاع المكان في دار الجزاء مثال لارتفاع المكانة عند الله وذلك بأن تكتسب النفس سعادة تامة من التشبه بالجبروت وغير ذلك وبأن يكون سببا لإشهار شعائر الله ودينه وسائر ما يرضى الله بإشهاره ولذلك كانت الأعمال التي هي مظنة هاتين الخصلتين جزاؤها الدرجات في الجنة فورد في تالي القرآن يقال له اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا وورد في الجهاد [illegible] عمله [illegible] رفع لديه فيجازى بمثل ما تضمنه عمله [illegible] وكثرة [illegible] وجه يتمثل درجة في الجنة وإنما كان كل درجة كما بين السماء والأرض [illegible]

اور مشک کی بو ہوگی۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ جہاد چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ امر ہے اور وہ عادت کے اعتبار سے بغیر خرچ کرنے اور گھوڑوں کے جمع کرنے اور تیر اندازی وغیرہ کے پورا نہیں ہوتا اس لیے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی ان چیزوں کی طرف بھی جو کہ اصل مطلوب کے اسباب ہیں پہنچ جائے۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ جہاد کی وجہ سے ملت کی تکمیل اور اس کی عزت ہوتی ہے اور لوگوں کے لیے جہاد ایک لازمی چیز کی طرح ہو جاتا ہے جب تم نے یہ اصول دریافت کر لیے تو تم کو ان احادیث کی حقیقت جو فضل جہاد میں وارد ہیں منکشف ہو جائے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ دار الجزا میں مکان کا بلند ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ کی صورت مثالیہ ہے اس واسطے کہ جبروتیت پر اطلاع پانے وغیرہ سے نفس کو سعادت حاصل ہوتی ہے اور نیز اس کا سبب یہ ہے کہ جہاد شعائر الٰہی اور اس کے دین اور تمام ان چیزوں کے جن کے مشہور ہونے میں خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے شہرت دین کا سبب ہے اور اسی لیے وہ اعمال جن میں ان دونوں صفت کا مظنہ ہے ان کی جزا جنت میں درجات کا حاصل ہونا ہے چنانچہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کے حق میں وارد ہوا ہے اس سے کہا جائے گا اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا اور جہاد کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ درجات بلند ہونے کا سبب یہ ہے اسلیے کہ اس کو عمل میں لانے سے دین میں رفعت حاصل ہوتی ہے تو اس کی جزا بھی مثل عمل کے ہوگی اور درجہ کے بلند ہونے کی بھی بہت سی وجہیں ہیں اور ہر ایک وجہ جنت میں درجہ کے ساتھ متمثل ہوگی اور ہر درجہ مثل ما بین السماء والارض ہوگا۔

سلہ تمامہ فی سبیل اللہ ما بین الدرجتین کما بین السماء والارض [illegible] سألتم اللہ فاسألوہ الفردوس فانہ اوسط الجنۃ واعلی الجنۃ وفوقہ عرش الرحمن ومنہ تفجر انہار الجنۃ ۱۲

عہ لے [illegible] فی بیان الجہاد [illegible]

——

ما تمكن فى علوم الملأ من البعد الفوقانى فتمثل فى دار الجزاء كما تمكن فى علومهم قال صلى الله عليه وسلم مثل المجاهد فى سبيل الله كمثل القانت الصائم اقول سره ان الصائم القانت انما فضل على غيره بانه عمل عملا شاقا لمرضاة الله وانه صار بمنزلة الملائكة ومتشبها بهم والمجاهد اذا كان جهده على ما امر الشرع به يشبههم فى كل ذلك فيما دون الاجتهاد فى الطاعات يسلم فضله الناس وهذا لا يفهمه الا الخاصة فشبه به لينكشف الحال ثم مست الحاجة الى الترغيب فى مقدمات الجهاد التى لا يتأتى الجهاد فى العادة الا بها كالرباط والرمى وغيرهما لان الله تعالى اذا امر بشئ ورضى به وعلم انه لا يتم الا بمقدمات كان موجبه الامر بها والرضا عنها وورد فى الرباط انه خير من الدنيا وما فيها وانه خير من صيام شهر وقيامه وان مات اجرى عليه عمله واجرى عليه رزقه وامن الفتان اقول اما سر كونه خيرا من الدنيا وما فيها فلان له ثمرة باقية فى المعاد وكل نعيم من نعيم الدنيا لا محالة زائل واما كونه خيرا من صيام شهر وقيامه فلانه عمل شاق يأتى على بهيميته لله وفى سبيل الله كما يفعل ذلك الصيام والقيام وسر اجراء عمله ان الجهاد بعضه مبنى على بعض بمنزلة البناء يقوم الجدار على الاساس

بعد فوقانی یعنی جنت کی بلندی کے اندر صورت پکڑ لیتی ہے جیسا کہ ان کے علوم میں متمکن تھا ویسا ہی دار الجزاء میں بھی متمثل ہوگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل المجاهد کہ خدا تعالیٰ کے راستہ پر جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسے قائم اللیل صائم الدہر میں کہتا ہوں اس میں یہ راز ہے کہ قائم اللیل صائم الدہر کو اپنے غیر پر اس لئے فضیلت ہوتی کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کی غرض سے مشکل کام میں لگا رہا اور یہ شخص اس فعل کی وجہ سے بمنزلہ ملائکہ کے ہو گیا۔ اور ان کے ساتھ اس نے مشابہت حاصل کر لیا اور مجاہد بھی موافق شرع کے جہاد کرے تو اس کو ہر طرح سے قانت اور صائم کے ساتھ مشابہت ہے سوائے اس کے کہ طاعتوں میں کوشش کرنے سے اس کے فضل کو سب لوگ مان لیتے ہیں اور اس کو خاص خاص لوگ جانتے ہیں سو قانت وصائم کے ساتھ اس کو مشابہت دی تاکہ اس کا حال منکشف ہو جائے۔ پھر حاجت ان مقدمات جہاد کی ترغیب کی جانب ہوئی کہ جہاد عادت رسم میں بغیر ان کے ممکن نہیں کہ حاصل ہو مثل رباط و رمی وغیرہ کے جیسے کہ خدا تعالیٰ جبکہ کسی چیز کا حکم دے اور اس کے کرنے سے راضی ہو اور اس بات کو جانتا ہے کہ وہ چیز بغیر ان مقدمات کے حاصل نہ ہوگی تو ضروری ہے ان کا بھی حکم فرما دے اور ان سے راضی ہو۔ رباط کے باب میں آیا ہے کہ یہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے اور یہ ایک مہینہ کے روزے اور اس کے قیام سے بھی بہتر ہے اور جو شخص مرجائے تو جو عمل کرتے ہوئے مرا ہے وہی اس پر جاری کیا جائے گا اور اس پر اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور قتال سے محفوظ رہیگا۔ میں کہتا ہوں اس کا دنیا وما فیہا سے بہتر ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس میں ثمرہ ہے جو قیامت میں باقی رہیگا اور دنیا کی جو نعمت ہے اس کو خواہ مخواہ زوال ہوتا ہے اور ایک مہینے کے روزے اور اس کے قیام سے بہتر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ ایک نہایت شاق عمل ہے جو قوت بہیمیہ پر نہایت گراں ہوتا ہے اور یہ عمل صرف خدا تعالے کے لیئے اور اس کی راہ میں ہوتا ہے جس طرح صیام و قیام اور اس کا عمل جاری رکھنے میں یہ راز ہے کہ جہاد کا ایک جزو دوسرے جزو پر مبنی ہوتا ہے جس طرح عمارت میں دیوار کا قیام بنیاد پر ہے

سلہ ۔۔۔ [illegible] استفراغ الجهد فى طاعة الله ۱۲

ويقوم السقف على الجدار، وذلك لأن الأولين من المهاجرين والأنصار كانوا سبب دخول قريش ومن حولهم في الإسلام ثم فتح الله على أيدي هؤلاء العراق والشام ثم فتح الله على أيدي هؤلاء الفرس والروم ثم فتح الله على أيدي هؤلاء الهند والترك والسودان فالنفع يترتب على الجهاد يتزايد حيناً فحيناً وصار بمنزلة الأوقاف والرباطات والصدقات الجارية، وأما الأمن من الفتان يعني المنكر والنكير فإن المهلكة منهما على من لم يطمئن قلبه بدين محمد صلى الله عليه وسلم ولم ينهض لنصرة دينه، والمرابط على سرحد هو حامل معظمه على تصديقه ناهض لعزيمة على تمشية نور الله. قال صلى الله عليه وسلم: من جهز غازياً في سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازياً في أهله فقد غزا. وقال صلى الله عليه وسلم: أفضل الصدقات ظل فسطاط في سبيل الله ونحو ذلك. أقول: السر في ذلك أنه عمل من أعمال المسلمين يترتب عليه نصرتهم وهو أمعن في الغزو والصدقة. وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يكلم أحد في سبيل الله والله أعلم بمن يكلم في سبيله إلا جاء يوم القيامة وجرحه يثعب دماً اللون لون الدم والريح ريح المسك. أقول: العمل يتصل بالنفس بهيئته وصورته ويجري فيه معنى التضاعف بالنسبة إلى العمل والجزاء مبناه على تمثل النعمة والراحة بصورة أقرب ما هنالك، فإذا جاء الشهيد يوم القيامة ظهر عليه عمله

اور چھت کا دیوار پر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اولین مہاجرین و انصار قریش وغیرہ کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب ہوئے پھر خدا تعالیٰ نے قریش کے ہاتھ پر عراق و شام کو فتح کیا پھر ان کے ہاتھ پر فارس و روم کو پھر فارس و روم کے ہاتھ پر ہند و ترکستان اور سوڈان کو فتح کیا پس جہاد پر جو نفع مرتب ہوتا ہے وہ دم بدم بڑھتا جاتا ہے اور اس کا اوقاف اور رباطات اور صدقات جاریہ کا سا حال ہے۔ اور فتان یعنی منکر نکیر سے امن پانے کی وجہ یہ ہے کہ منکر نکیر سے وہی شخص ہلاکت کی خطر میں ہوتا ہے کہ جس کے قلب کو دین محمدی پر اطمینان نہیں ہے اور نہ وہ کبھی دین کی مدد کے لیے اٹھتا ہے اور جو شخص جہاد کے لیے سرحد پر رہنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ شخص اس دین کی تصدیق کرتا ہے اور نور حق کے ساتھ ساتھ چلنے کا ارادہ رکھتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے من جهز غازیا کہ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو سامان درست کر دے تو اس کو ثواب جہاد کا ہوگا اور جو مجاہد کے پیچھے اس کے گھر کی خبرگیری کرتا رہا تو اس نے بھی جہاد کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہترین صدقہ خدا کی راہ میں سایہ کے لیے خیمہ دینا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ یہ کام مسلمانوں کے نفع کا ہے جس کا انجام ان کی مدد ہے اور جہاد اور صدقہ میں مسلمانوں کا نفع ہی مقصود ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یکلم احد فی سبیل اللہ الخ میں کہتا ہوں عمل کا نفس کے ساتھ بہیئتہ وصورتہ تعلق ہوا کرتا ہے اور اس عمل کے اعتبار سے زیادتی کے معنے نفس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور جزا و سزا کا بھی نعمت و راحت کی صورت قریبہ میں متمثل ہونے پر ہوتا ہے پس قیامت کے دن جب شہید پیش ہوگا اس کا عمل اس پر ظاہر ہوگا اور ۔۔

لہ یہ تمام بحث متعلق عشرہ و افضلیت الخیمہ ۱۲

وتنعم به بصورة ما في العمل وقال عليه السلام في قوله تعالى ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون الآية ارواحهم في جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح في الجنة حيث شاءت ثم تأوي الى تلك القناديل اقول الذي يقتل في سبيل الله يجتمع فيه خصلتان احداهما انه تبقى نسمته وافرة كاملة لم تضمحل علومها التي كانت منغمسة فيها في حياتها الدنيا وانما هو بمنزلة رجل مشغول بامر معاشه نام نومة بخلاف الميت الذي ابتلي بامراض شديدة تغير مزاجه وتنسيه كثيرا مما كان فيه والثانية انه تشمله الرحمة الالهية المتوجهة الى نظام العالم المستمد منها حظيرة القدس والملائكة المقربون فلما زهقت نفسه وهي ممتلئة من السعي في اقامة دين الله فتح بينه وبين حظيرة القدس فتح واسع ونزل من هنالك الانس والنعمة والراحة وتنفست الى حظيرة القدس نفسا متتاليا فيتمثل بجزاء حسب عمله وقد كثر من اجتماع هاتين الخصلتين امور عجيبة منها انه يتمثل له بدن طيرا خضرا لكونه صار من الملائكة بمنزلة الطير من دواب الارض في ظهور احكام تجنس اجمالا وكونه اخضر لحسن منظره ومنها انه تتمثل نعمته وراحته بصورة الرزق كما كان تتمثل النعمة في الدنيا بالفواكه والشواء ثم مست الحاجة الى تمييز

وہ کسی صورت سے اس پر انعام کیا جاوے گا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں کہ ولا تحسبن جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں اُن کو مردے مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے خدا کے پاس رزق حاصل کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا ہے ارواحھم فی جوف الخ اُنکی ارواح سبز جانوروں کے جوف میں ہیں جن کے لیے عرش میں قندیلیں لگی ہوئی ہیں جہاں چاہتے ہیں جنت میں چگتے ہیں پھر ان قندیلوں میں واپس آجاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاتا ہے اُس میں دو باتیں جمع ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس کی جان کامل اور وافر ہوتی ہے اور اُس کے علوم جن کے اندر دنیاوی زندگانی میں جان مستغرق رہتی ہے ان علوم میں کسی قسم کا نقصان نہیں آتا بلکہ اُس شخص کا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کاروبار میں مصروف ہو اور کسی اثنا میں وہ سو جائے بخلاف اُس میت کے جس نے بہت سے مرض کی تکلیف اٹھائی اور اُس کا مزاج صحت کی حالت سے بدل گیا اور بہت سے علوم سے اُس کو نسیان ہو گیا دوسرے یہ کہ وہ رحمت الٰہی جس سے حظیرۃ القدس اور ملاء اعلیٰ کے قلوب لبریز ہو رہے ہیں جو انتظام عالم کیطرف متوجہ رہتی ہے پھر اس شخص کو شامل ہو جاتی ہے پس جب اُس شخص کی روح نکلتی ہے اور دین الٰہی کے قائم کرنے کا شوق اُس میں بھرا ہوتا ہے تو ایک نہایت وسیع راستہ اُس شخص میں اور حظیرۃ القدس میں مفتوح ہو جاتا ہے اور وہاں سے اُنس اور راحت اور نعمت کا نزول اُس شخص پر ہوتا رہتا ہے اور حظیرۃ القدس کو اُس بندہ کیطرف ایک تنفس متتالی ہوتی ہے اور اُسکے عمل کے موافق اُسکی جزا متمثل ہو جاتی ہے پھر ان دونوں خصلتوں کے اجتماع سے عجیب و غریب امور پیدا ہوتے ہیں۔ از انجملہ یہ کہ اُسکا نفس کسی وجہ سے عرش میں معلق ہو کر متمثل ہوتا ہے اسلیے کہ وہ شخص حاملین عرش سے ہو جاتا ہے اور اُسکی ہمت اُسیطرف متوجہ رہتی ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اُسکے لیے سبز جانوروں کا تن متمثل ہوتا ہے سبز پرند ہونیکی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص ملائکہ کی مانند ہو جاتا ہے احکام جنس کے ظاہر ہونے میں ایسا رہتا ہے جیسے چارپایوں میں پرندہ اور سبز ہونیکی یہ وجہ ہے کہ سبزی کا رنگ آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اُسکی نعمت اور راحت رزق کی صورت میں ظاہر اور متمثل ہوتی ہے جسطرح دنیا میں نعمت میوہ جات وغیرہ کی صورت میں متمثل ہوتی ہے پھر اسبات کی ضرورت ہوئی کہ جو چیز نفس کو شایستہ کرتی ہے

ان اسحق و ماد فی امر حجتہ ۱۲ زہقت خرجت ۱۲ معنی یہ کہ ان کے احکام اجمالیہ تطیر سے دواب منفصل ہو فی الظہور مجملا کذا احکام الملکیۃ تظہر فیہ ۱۲ اللہ معلمہ و مخ الشہید ارجلا ۱۲

ما يعد تهذيب النفس مما لا يفيده وهو مشتبه به فان الشرع انما يامر بانتظام الحي والمدينة والملة وبتكميل النفوس قيل الرجل يقاتل للمغنم والرجل يقاتل للذكر والرجل يقاتل ليرى مكانه فمن في سبيل الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله اقول والسر فيه ما ذكرنا من ان الاعمال اجساد وان النيات ارواح لها وانما الاعمال بالنيات ولا عبرة بالجسد الا بالروح وربما تفيد النية فائدة العمل وان لم يقترن بها اذا كان فوت العمل لعذر دون تفريط منه وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان بالمدينة اقواما ما سرتم مسيرا ولا قطعتم واديا الا كانوا معكم حبسهم العذر وان كان من تفريط فانه لم ينبه لم يثم حتى يترتب عليها الاجر قال صلى الله عليه وسلم البركة في نواصي الخيل وقال صلى الله عليه وسلم الخيل معقود في نواصيها الخير الى يوم القيامة الاجر والغنيمة اعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث بالخلافة العامة وغلبة دينه على سائر الاديان لا يتحقق الا بالجهاد واعداد آلاته فاذا تركوا الجهاد واتبعوا اذناب البقر احاط بهم الذل وغلب عليهم اهل سائر الاديان قال صلى الله عليه وسلم من احتبس فرسا في سبيل الله ايمانا بالله وتصديقا بوعده

وہ چیز جس سے نفس کو شائستگی نہیں ہوتی مگر بظاہر اس کے مشابہ ہوتی ہے۔ شریعت کے نزدیک دو باتیں ہیں ایک تو قبائل اور شہروں اور دین کا انتظام اور دوسرے نفوس کی تکمیل کسی شخص نے آپ سے عرض کیا کہ کوئی شخص غنیمت کی خاطر لڑتا ہے اور کوئی شہرت کی خاطر اور کوئی اظہار شجاعت کے خاطر پس ان میں سے خدا کی راہ میں کون شخص لڑتا ہے تو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی بات کی بلند کرنے کی خاطر لڑے وہ خدا کی راہ میں لڑتا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ اجساد ہیں اعمال کی اور روح نیت ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے اور جسم کا بغیر روح کے اعتبار نہیں اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ صرف نیت پر عمل کا فائدہ ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ عمل کا قران نہ ہو یہ جب ہوتا ہے کہ اس عمل کا فوت ہونا اس کی کوتاہی سے نہ ہو بلکہ کسی مانع عارضہ کے پیش ہونے سے ہو چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی المدینۃ مدینہ میں ایسے ایسے گروہ ہیں کہ تم کسی جگہ کو نہ چلے ہو گے اور کوئی جنگل تم نے نہ قطع کیا ہوگا جو وہ تمہارے ساتھ نہ رہے ہوں عذر کے سبب وہ آپ رک گئے ہیں۔ اور اگر وہ عمل ایسے شخص کی کوتاہی سے فوت ہو تو اس کی نیت ہی ناتمام ہے پس اجر مترتب ہو سکتا ہے اور فرمایا ہے البرکۃ فی نواصی الخیل برکت گھوڑوں کی پیشانی میں ہے اور فرمایا ہے الخیل گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک بھلائی برقرار ہے اجر اور غنیمت معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے خلافت عامہ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دینا بجز جہاد کے اور سامان جنگ تیار رکھنے کے نہیں ہو سکتا ہے اور جب جہاد چھوڑ دیا اور بیلوں کی دم کے پیچھے ہو لئے تو اس وقت ہر طرف سے ان کو ذلت احاطہ کرے گی اور تمام اہل ادیان ان پر غالب آجائیں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ الخ جو شخص اللہ پر یقین رکھ کر اور اس کے وعدہ کو سچا سمجھ کر اس کی راہ میں ایک گھوڑا باندھے۔

ملہ ای الغنیمۃ ۱۲ ملہ ای الشجاعۃ والنجدۃ ۱۲

قال فان شبعه وريه وروثه وبوله في ميزانه يوم القيمة اقول ذلك لانه تعلق في عنقه وبرز له
وفي روثه وبوله فصار عمله ذلك متصورا بصورة هذه الاشياء فيظهر يوم القيمة كل ذلك
بصورته وهيئته قال صلى الله عليه وسلم ان الله يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة
صانعه يحتسب في صنعته الخير والرامي به ومنبله[1] وقال عليه السلام من رمى بسهم في سبيل
الله فهو له عدل محرر اقول ما علم الله تعالى ان كبت الكفار لا يتم الا بهذه الاسباب
استقل رضا الحق بارادة كبت الكفر والظلم الى هذه قال الله تعالى ليس على الاعمى حرج ولا
على الاعرج حرج ولا على المريض حرج وقال الله تعالى ليس على الضعفاء ولا على المرضى
ولا على الذين لا يجدون ما ينفقون حرج وقال صلى الله عليه وسلم لرجل أحي والداك
قال نعم قال ففيهما فجاهد اقول لما كان قيام الاصحاب على الجهاد بقصد رضاء الله وجب
ان لا يقوم به الا البعض وانما يعين غير المعذور بهذه العلل ان تعلق اصحابها حرجا وليس
لهم غنية معتد بها للاسلام بل ربما يخاف الضرر منهم قال الله تعالى الآن خفف الله عنكم
وعلم ان فيكم ضعفا اقول اعلاء كلمة الله لا يتحقق الا بان يوطنوا انفسهم بان يثبت

فان شبعه وريه وروثه وبوله الخ اس لئے کہ اس کا پیٹ بھرنا اور پانی پلانا اور اسکی
لید وپیشاب کی تکلیف گوارا کرنے کا تعلق اس کے ساتھ ہے پس یہ چیز کی صورت میں ظاہر ہوگا جس کی تکلیف گوارا کی ہے
پس قیامت کے دن یہ سب چیزیں اپنی اپنی صورت میں ظاہر ہوں گی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے ان اللہ یدخل بالسہم الخ خدا تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت میں داخل کرے گا
ایک جس نے ثواب کی نیت سے اس کو بنایا ہے اور ایک چلانیوالے کو اور ایک تیر دینے والے کو اور آپ نے فرمایا
من رمی الخ جو شخص خدا کی راہ میں ایک تیر پھینکے تو یہ مثل غلام کے آزاد کرنے کے ہوگا میں کہتا ہوں جب
کہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ کفار کا سرنگوں ومغلوب ہونا بغیر ان چیزوں کے نہیں پیدا ہو سکتا لہذا
خدا تعالیٰ کی رضامندی کفر وظلم کے دور کرنے میں ان چیزوں کی طرف بھی منتقل ہوئی اللہ پاک فرماتا ہے لیس
علی الاعمی حرج الخ نابینا پر کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نہ لنگڑے و مریض پر کچھ مضائقہ ہے اور نیز اللہ پاک فرماتا ہے
لیس علی الضعفاء الخ کمزور اور مریضوں پر کچھ حرج نہیں ہے اور نہ ان لوگوں پر جو خرچ کرنے کو کچھ نہیں
رکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے فرمایا الک والدان الخ کیا تیرے ماں باپ ہیں اس نے
عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا ان میں ہی جہاد کر میں کہتا ہوں چونکہ سب لوگوں کا جہاد کرنا ان کی ضروریات کی
خرابی کا سبب ہے لہذا ضروری ہوا کہ ان سب میں سے بعض لوگ جہاد کو ادا کریں اور وہ بعض وہ لوگ ہیں جو ان علتوں
سے خالی ہیں ایسے کہ جن میں علتیں پائی جاتی ہیں انپر جہاد کرنے میں دقت ہے اور نہ اسلام کو ان کے جہاد
سے قابل اعتبار نفع ہے بلکہ بسا اوقات ان سے ضرر کا خطرہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے الآن خفف
اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا الخ اب تم سے خدا تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور
جان لیا کہ تم میں ناتوانی ہے میں کہتا ہوں اعلاء کلمۃ اللہ اسی طرح ممکن ہے کہ مسلمان لوگ اپنی جانوں کو ثبات

[1] النبل بضم وفتح موحدة من يعطي السهم للرمي ثم يرده من الهدف الى الرامي ۱۲

والنجدة والصبر على مشاق القتال ولو جرت العادة بان يفر واحد عن واحد مثله لم
يتحقق المقصود بل ربما افضى الى الخذلان وايضا فالفرار جبن وضعف وهو اسوأ
الاخلاق ثم لا بد من بيان حد يتحقق به الفرق بين الواجب وغيره ولا تتحقق النجدة
والشجاعة الا اذا كان اسباب الهزيمة اكثر من اسباب الغلبة فقدر اولا بعشرة
امثال لان الكفار يومئذ كانوا اكثر ولم يكن المسلمون الا في شيء قليل فلو رخص لهم الفرار
لم يتحقق الجهاد اصلا ثم خفف الى مثلين لان الامر لا تتحقق النجدة والثبات فيما دون ذلك
ثم لما وجب الجهاد لاعلاء كلمة الله وجب ما لا يكون الاعلاء الا به ولذلك كان سد
الثغور وعرض المقاتلة ونصب الامراء على كل ناحية وثغر واجبا على الامام وسنة
متوارثة وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلفاؤه رضي الله عنهم في هذا
الباب سننا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امر اميرا على جيش او على سرية
اوصاه في خاصته بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا ثم قال اغزوا باسم الله في سبيل
الله قاتلوا من كفر بالله اغزوا ولا تغلوا الحديث وانما نهى عن الغلول لما فيه من كسر

دلیری و شجاعت کی مشقتوں پر صبر کرنے پر قرار دیا اور اگر یہ دستور جاری ہوتا کہ ایک شخص ایک کے مقابلہ سے بھاگ
جائیں تو مقصود نہ حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات ذلت کی نوبت پہنچتی اور نیز بھاگنا بزدلی اور کمزوری کی دلیل ہے اور
بدترین اخلاق میں سے ہے پھر ضرور ہوا کہ اس کی حد بیان کی جائے جس سے واجب اور غیر واجب میں فرق ہو جائے
اور دلیری و شجاعت اسی وقت پائی جاتی ہے کہ شکست کے اسباب غلبہ کے اسباب سے زیادہ ہوں پس اول
دس مثل سے اس کا اندازہ کیا گیا ہے اس واسطے کہ کفر اس وقت کثرت سے تھا اور مسلمان بہت تھوڑے سے
تھے پس اگر گریز کرنے کی ان کو اجازت دی جاتی تو جہاد بھی نہ ہوتا پھر مسلمانوں پر تخفیف کی گئی دو چند کی کیونکہ
ثبات و دلیری اس سے کم میں نہیں ممکن ہے پھر جہاد چونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کی وجہ سے واجب کیا گیا تو وہ چیز بھی واجب
ہوئی کہ جس کے بغیر اعلاء کلمۃ اللہ نہ ہو سکے اسی وجہ سے قلعوں کا بنانا اور مقابلہ کے لیے آمادہ رہنا اور تمام اطراف
و قلعوں میں افسروں کا مقرر کرنا امام پر ضروری اور دستور قدیم مقرر ہوا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے خلفاء نے اس باب میں بہت سے طریقے مقرر فرمائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی
لشکر یا فوج پر کسی کو سردار مقرر کرتے تھے تو خاص اس شخص کو خدا تعالے سے خوف کرنے اور ساتھ کے
مسلمانوں کو بھلائی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے خدا کی راہ میں خدا تعالے کے نام
سے جہاد کرو اور منکرین خدا تعالے سے مقاتلہ کرو اور جہاد کرو اور خیانت مت کرو۔ الحدیث۔ خیانت کرنے
سے آپ نے اسلیئے منع فرمایا کہ خیانت کرنے سے مسلمانوں کے دل شکستہ ہوں گے۔

سلہ تحریر و قولہ الحدیث تمامہ ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا واذا لقیت عدوک
من المشرکین فادعهم الی ثلاث خصال فایتهن ما اجابوک فاقبل منهم وکف عنهم الحدیث
رواه مسلم عن سلیمان بن بریدة بطوله ونهی ای الولید السابق ملک الاخذ لہ
مسبرا ۱۲

قلوب المسلمين واختلاف كلمتهم واختيارهم النهي على القتال وكثيرا ما نفضي ذلك الى
الهزيمة وعن الغدر لئلا يرتفع الامان من عهدهم و ذمتهم ولو ارتفع ذهب عظم الفتوح
وافرها وهي الذمة وعن المثلة لانه تغيير خلق الله وعن قتل الوليد لانه تضييق على المسلمين
واضرارهم فانه يوشى حيالعدو فيغالهم واتبع السابى فى الاسلام وايضا فانه لايمكنه
عدوا ولا مضرة والدعوة الى ثلاث خصال مترتبة الاولى الاسلام مع الهجرة و
الجهاد وحينئذ له ما للمجاهدين من الحق فى الفئ والمغنم الثانية الاسلام من غير
هجرة ولا جهاد الا فى النفير العام وحينئذ ليس له نصيب فى المغانم والفئ وذلك لان
الفئ انما يصرف الى الاهم فالاهم والعادة قاضية بان لا يسع بيت المال الصرف الى
المتوطنين فى بلادهم غير المجاهدين فلا اختلاف بين هذا وبين قول عمر رضى الله عنه
فلئن عشت فلياتين الراعى وهو بسرو حمير نصيبه منها لم يعرق فيها جبينه يعنى اذا
فتح كنوز الملوك وجئ من الخراج شئ كثير فبقى بعد حظ المقاتلة وغيرهم الثالثة ان يكونوا
من اهل الذمة ويؤدوا الجزية عن يد وهم صاغرون؛

اور باہم اُن میں اختلاف واقع ہوگا اور قتال چھوڑ کر لوٹ جائیں گے اور اکثر ایسے بسا اوقات شکست ہوگی
اور غدر کرنے سے آپ نے منع فرمایا کہ امن امان اُن کے عہد و ذمہ سے مرتفع نہ ہو اور اگر امن جاتی رہے
تو سب سے بڑی اور قریب فتح یعنی ذمہ اُن کے ہاتھوں سے جاتا رہا اور مثلہ سے آپ نے منع فرمایا کیونکہ اُس
میں خلق اللہ کی تغییر ہے اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا اسلیئے کہ اُس میں مسلمانوں کا حرج اور اُن کا ضرر ہے اسلیئے
کہ اگر زندہ رہے تو مسلمانوں کے قبضہ میں آکر اُن کے غلام بنیگے اور جن مسلمانوں کے پاس رہینگے اسلام میں
اُن کے تابع رہینگے اور نیز بچے اپنے دشمن کو نہ خود ضرر پہونچا سکتے ہیں اور نہ اپنے گروہ کی مدد کر سکتے ہیں اور حدیث
شریف میں جو تین خصلتوں کیطرف ترتیب وار بلانیکا حکم ہے اُن میں سے پہلی خصلت اسلام ہے ہجرت و جہاد کے
ساتھ اور اس وقت میں اُس شخص کے لیئے مجاہدین کے برابر فئی اور غنیمت میں حصہ ہے دوسری خصلت اسلام
ہے بلا ہجرت و جہاد کے سوائے اُس صورت کے کہ جہاں نفیر عام ہو اور اُس وقت غنیمت اور فئی میں اُس شخص کا حصہ
نہیں ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ فئی کے صرف کرنے کا وہاں موقع ہے جہاں نہایت ضرورت ہو اور عادت اس بات
پر حکم کرتی ہے کہ بیت المال میں اس قدر گنجایش نہیں ہوتی کہ جو لوگ سوائے مجاہدین کے شہروں میں رہتے ہیں۔
اُن کا خرچ اٹھائے پس اُس میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ اگر میں زندہ
رہا تو بلاشبہ چرانے والے کو بھی غنیمت میں سے حصہ پہونچیگا اگرچہ وہ حمیر کے کسی ٹیلہ پر رہتا ہو اور جسکی پیشانی پر اُس
غنیمت کے حاصل کرنے میں پسینہ تک نہ آیا ہو انتہی۔ یعنے جب بادشاہوں کے خزانے فتح کیئے جاویں گے
اور کثرت سے خراج آئے اور مقاتلین وغیرہ کے حصہ کے بعد باقی رہجائے تو پھر اور لوگوں کا حصہ ہے تیسرے یہ ہے
کہ وہ لوگ اہل ذمہ ہوں اور سب کے سب دے کو جزیہ عطا کریں۔

سلہ ای المامور بہا فی الحدیث المذکور ۱۲

سلہ السرو ما انحدر من الجبل و ارتفع عن الوادی وایضا اسم محلۃ من حمیر ۱۲

عہ ای الخصلۃ الثانیۃ من ثلاث خصال ۱۲

فبالأول تحصل المصلحتان من نظام العالم ورفع الظلم من بينهم ومن تهذيب نفوسهم بأن يحصل نجاتهم من النار ويكون ساعياً في تمشية أمر الله وبالثانية يحصل النجاة من النار من غير أن ينالوا درجة المجاهدين وبالثالثة زوال شوكة الكفار وظهور شوكة المسلمين وقد بعث النبي صلى الله عليه وسلم لهذه المصالح ويجب على الإمام أن ينظر في أسباب ظهور شوكة المسلمين وقطع أيدي الكفار عنهم ويجتهد ويتأمل في ذلك فيفعل ما أدى إليه اجتهاده ما لم يعارف هوا ونظيره عن النبي صلى الله عليه وسلم وخلفائه رضي الله عنهم لأن الإمام إنما جعل لمصالح ولا تتم إلا بذلك والأصل في هذا الباب سيرة النبي صلى الله عليه وسلم ونحن نذكر حاصل أحاديث الباب فنقول يجب أن يشحن ثغور المسلمين بجيوش يكفون من يليهم ويؤمر عليهم رجلاً شجاعاً ذا رأي ناصحاً للمسلمين وإن احتاج إلى حفر خندق أو بناء حصن فعله كما فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الخندق وإذا بعث سرية أمر عليهم أفضلهم أو أنفعهم للمسلمين وأوصاه في نفسه وبجماعة المسلمين خيراً كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل وإذا أراد الخروج للغزو عرض جيشه وتعاهد الخيل والرجال فلا يقبل من دون خمس عشرة سنة كما كان رسول الله صلى

پس پہلی خصلت میں دو مصلحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک ملک کا انتظام اور باہم ظلم کا رفع دفع اور دوسرے تہذیب نفس کہ وہ دوزخ سے نجات پائیں اور حکم الٰہی کی پیروی میں کوشش کریں اور دوسری خصلت میں دوزخ سے نجات کا حاصل ہونا۔ اگرچہ مجاہدین کے درجہ سے وہ لوگ محروم ہیں۔ اور تیسری خصلت میں کفار کی شوکت کا زائل ہونا اور مسلمانوں کی شوکت کا ظاہر ہونا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انہیں مصالح کے قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوئے اور امام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کی شوکت ظاہر ہونے اور کفار کے بے بس کرنے کے اسباب میں غور اور اجتہاد و تامل کرے اور جو اس کا اجتہاد حکم کرے اس پر عمل کرے بشرطیکہ وہ بات اس کی نظیر رسول خدا یا آپ کے خلفاء سے ثابت ہو اسلیے کہ امام مصلحتوں کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ اس کے بغیر تمام نہیں ہوتیں اور اصل اس باب میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور ہم ان احادیث کا حاصل بیان کرتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ امام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کے قلعوں کو اس قدر فوج سے جو ان کے گرد کے دشمنوں کو کافی ہو بھرے اور درست رکھے اور کسی ایسے شخص کو انپر حاکم مقرر کردے جو مسلمانوں کا خیر خواہ اور دانشمند بہادر شخص ہو اور خندق کے کھودنے یا قلعہ کے بنانے کی حاجت ہو تو اسکو بنائے یا کھودے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن ایسا کیا ہے اور جب کسی پلٹن کو روانہ کرے تو ایک شخص کو انپر سپہ سالار کردے جو ان سب میں افضل اور مسلمانوں کے حق میں نفع رساں ہو اور اس کو خود اس کے حق میں اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب جہاد کے لیے خروج کا ارادہ کرے تو اپنی فوج کا معائنہ کرے اور پیادہ و سوار کو درست کرے اور پندرہ سال سے کم عمر کا آدمی فوج میں نہ بھرتی کرے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

۱؎ لے عوام و جہال فساد او الہیات اعتقل لیلا ؟

عليه السلام يفعل ذلك ولا مخذلا وهو الذى يقعد الناس عن الغزو ولا مرجفا وهو الذى يحدث بقوة الكفار والاصل فيه قوله تعالى كره الله انبعاثهم فثبطهم وقيل اقعدوا مع القاعدين لو خرجوا فيكم ما زادوكم الا خبالا ولا مشركا لقوله صلى الله عليه وسلم انا لا نستعين بمشرك الا عند ضرورة ووثوق به ولا امرأة شابة يخاف عليها ويأذن للطاعنة فى السن لانه صلى الله عليه وسلم كان يغزو بام سليم ونسوة من الانصار يسقين الماء ويداوين الجرحى ويعبى الجيش ميمنة وميسرة ويجعل لكل قوم راية ولكل طائفة اميرا وعريفا كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفتح لانه اكثر ارهابا واقرب ضبطا ويعين لهم شعارا يتكلمون به فى البيات لئلا يقتل بعضهم بعضا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل ويخرج يوم الخميس او الاثنين فانهما يومان يعرض فيهما الاعمال وقد ذكرنا من قبل ويكلفهم من السير ما يطيقه اضعفهم الا عند الضرورة ويتخير لهم من المنازل اصلحها واوفرها ماء وينصب الحرس والطلائع اذا خاف العدو ويخفى من امره ما استطاع ويورى الا مع ذوى الرأى والنصيحة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنقطع الهجرة ما قوتل العدو وسمع عمر رضى الله عنه ان لا تلحقه حمية

[illegible] دستور تھا اور نہ اُس شخص کو فوج میں بھرتی کرے جو مخذل ہو یعنے لوگوں کو بھی جہاد سے ہٹاتا ہے ورنہ اُس شخص کو جو مرجف ہو یعنی کفار کی قوت کا ذکر کرتا ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے کرہ اللہ انبعاثہم فثبطہم وقیل [illegible] ہو اللہ تعالیٰ کو ان کا نکلنا پس ان کو روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھ جاؤ بیٹھنے والوں کے ساتھ اگر وہ تمہارے ساتھ خروج کرتے تھے تو بجز فساد کے اور کچھ نہ بڑھاتے اور نہ مشرک کو فوج میں بھرتی کرے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا لا نستعین الخ۔ ہم بلا شبہ کسی مشرک سے مدد نہیں چاہتے البتہ جس صورت میں ضرورت ہو۔ اور اسپر اعتماد ہو اور نہ جوان عورت کو جس سے فتنہ کا خوف ہو فوج میں اسبابِ کرے البتہ بوڑھی عورت کو اجازت دیدے کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ام سلیم اور انصار کی چند عورتوں کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے اور یہ عورتیں فوج کو پانی پلاتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور امام کو چاہیئے کہ فوج کے دو حصے یمین و یسار کرے اور ہر گروہ کا ایک جھنڈا اور ہر طائفہ کے لیئے ایک سردار اور اڑانے والا مقرر کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کیا تھا کیونکہ اس میں دشمنوں پر بھی زیادہ خوف ہوتا ہے اور فوج پر بھی قابو رہتا ہے اور نیز اُس کو چاہیئے کہ اُنکے لیے کچھ شناخت مقرر کرے کہ شبخون کرنے کے وقت باہم اسکو بولیں تاکہ کوئی کسی کو آپس میں قتل نہ کر ڈالے آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جمعرات یا پیر کے روز جہاد کیلئے خروج کرے کیونکہ اُن دونوں میں اعمال پیش ہوتے ہیں جیسے اسکو ہم بیان کر چکے ہیں اور اُن کو اسقدر راستہ چلنے کا حکم دے کہ ناتوان لوگ بھی اس کی طاقت رکھتے ہوں البتہ اگر ضرورت ہو تو اُس کے موافق حکم دے اور اُنکے لیئے وہ ایسا مقام تجویز کرے جو سب مقامات میں عمدہ و بہتر ہو اور پانی کی وہاں کثرت ہو اور اگر دشمن کا خوف ہو تو چاہیئے کہ پہرہ مقرر کرے اور کسی بلند جگہ پر کچھ لوگوں کو مقرر کرے جو دشمن کو دور سے دیکھتے رہیں اور حتی الامکان اپنا حال پوشیدہ رکھیں مگر جو لوگ خیر خواہ و عقلمند ہیں اُن سے پوشیدہ نہ رکھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] جب تک [illegible] جہاد رہیگا ہجرت منقطع نہ ہوگی [illegible] ہے جو حضرت عمر نے بیان فرمایا ہے [illegible] اس شخص کو

[illegible] فساد اور اسباب لشکر [illegible]

الشيطان فيلحق بالكفار ولانه كثيرا ما يفضى الى اختلاف بين الناس وذلك يخل بمصالحهم ويقاتل اهل الكتاب والمجوس حتى يسلموا او يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون ولا يقتل وليدا ولا امرأة ولا شيخا فانيا الا عند ضرورة كالبيات ولا يقطع شجرا ولا يحرق ولا يعقر الدواب الا اذا تعينت المصلحة فى ذلك كالبويرة قرية بنى النضير ولا يخيس بالعهد ولا يحبس البرد لانه سبب انقطاع المراسلة بينهم ويخدع فان الحرب خدعة ويبيتهم غادية ويرميهم بالمنجنيق ويحاصرهم ويضيق عليهم ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ذلك ولان القتال لا يتحقق الا بها كما لا حاجة الى شرحه ويجوز المبارزة باذن الامام لمن يثق بنفسه كما فعل على وحمزة رضى الله عنهما وللمسلمين ان يتصرفوا فيما يجدونه هنالك من العلف والطعام من غير ان يخمس لانه لو لم يرخص فيه لضاق الحال فاذا اسروا اسراء جرى الامر بين اربع خصال القتل والفداء والمن والارقاق يفعل من ذلك الاحظ وللامام ان يعطيهم الامان ولآحادهم والاصل فيه قوله تعالى وان احد من المشركين استجارك فاجره وذلك لان دخولهم فى الاسلام لا يتحقق الا بمخالطة المسلمين ومعرفة حججهم وسيرتهم وايضا فكثيرا ما تقع الحاجة الى تردد التجار واشباههم ومصالحتهم على

غیرت شیطانی کے لاحق ہونے اور کفار میں شامل ہو جانے کا اندیشہ ہے اور نیز یہ کہ اس سے بسا اوقات لوگوں میں نزاع واقع ہو جاتا ہے اور اس سے مصلحت میں خلل پڑ جاتا ہے اور امام کو اہل کتاب و مجوس سے مقاتلہ کرنا چاہیے کہ یا تو وہ اسلام لائیں یا ذلیل ہو کر سب کے سب جزیہ قبول کریں اور کسی بچے یا عورت یا بہت بوڑھے آدمی کو قتل نہ کریں مگر ضرورت کے وقت مثل شبخون کے اور درخت نہ کاٹیں اور آگ نہ لگا دیں اور مواشی کو ہلاک نہ کریں مگر جس وقت کہ مصلحت اس میں منحصر ہے جیسے بنو نضیر کے بویرہ میں کیا گیا اور امام کو چاہیے کہ نقض عہد نہ کرے اور سفیر کو قید نہ کرے کیونکہ اس سے باہمی خط و کتابت کا انقطاع ہوتا ہے اور چاہیے کہ لڑائی میں دھوکہ دیا کرے کیونکہ لڑائی دھوکہ کا کام ہے اور سحری میں ان پر ہجوم کرے اور گوپھن ان کی طرف پھینکے اور ان کا محاصرہ کرے اور ان کو تنگ کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سب باتیں ثابت ہیں اور نیز ظاہر ہے ان باتوں کے بغیر قتال نہیں ہوتا اور جس شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو امام کے حکم سے اسکو لڑنا درست ہے جیسے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہؓ نے کیا اور مسلمانوں کو وہاں سے جو دانہ گھاس ہاتھ آئے اس میں تصرف کرنا درست ہے اور اس میں سے خمس نہ لیا جائے گا اسلئے کہ اگر اس کی اجازت نہ دی جائے لوگوں کو دقت ہو اور جب کفار قید ہو کر آئیں تو چار باتوں میں سے امام کو ہر بات کا اختیار ہے چاہے قتل کرے چاہے فدیہ لے چاہے احسان رکھ کر چھوڑ دے چاہے آزاد کر دے ان میں سے جس بات میں نفع زیادہ دیکھے وہی عمل میں لائے اور امام کو جائز ہے کہ ان میں سے کسی کسی کو امن دیدے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے وان احد الخ اور اگر مشرکین میں سے کوئی پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے اور یہ اسلئے کہ ان کا اسلام میں داخل ہونا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط کرنے اور ان کے دلائل اور ان کی سیرت معلوم کرنے سے ہے اور نیز بسا اوقات تجار وغیرہ کی آمد و رفت کی حاجت ہوتی ہے اور امام کو جائز ہے کہ اگر مصلحت ہو اسی

[illegible] لہ ای تقدیمہ [illegible] الضمیر المجرور فی علیہم الی [illegible]

سکلہ [illegible] ال نفیع

ويعز المال فان المسلمين ربما يضعفون عن مقاتلة الكفار فيحتاجون الى الصلح وربما
يحتاجون الى مال يتقوون به او الى ان يؤمنوا من شر قوم فيجاهدوا الآخرين قال صلى
الله عليه وسلم لا الفين احدكم يجيء يوم القيامة على رقبته بعير له رغاء يقول يا رسول الله
اغثني فاقول لا املك لك شيئا قد ابلغتك ونحو ذلك قوله صلى الله عليه وسلم على رقبته فرس
له حمحمة وشاة لها يعار ونفس لها صياح ورقاع تخفق **اقول** الاصل في ذلك ان
المعصية تتصور بصورة ما وقعت فيه وما حمله فيثقله والتأذي به وما صورته فتفضحه
على رؤس الناس قال صلى الله عليه وسلم اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا
متاعه واضربوه وعمل به ابوبكر وعمر رضي الله عنهما **اقول** سره الزجر وكيلا الناس يفعلوا
مثل ذلك **واعلم** ان الاموال الماخوذة من الكفار على قسمين ما حصل منهم بايجاف
الخيل والركاب واحتمال اعباء القتال وهو الغنيمة وما حصل منهم بغير قتال كالجزية
والخراج والعشور الماخوذة من تجارهم وما بذلوا صلحا او هربوا عنه فزعا فالغنيمة
تخمس ويصرف الخمس الى ما ذكر الله تعالى في كتابه حيث قال واعلموا انما غنمتم من شيء
فان لله خمسه وللرسول ولذي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل فيوضع سهم
رسول الله صلى الله عليه وسلم بعده في مصالح المسلمين الاهم فالاهم وسهم ذوي القربى

نیز خود بہ پیر مال سے ہو کہ مسلمانوں کو بسا اوقات کفار کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں ہوتی اور صلح کی حاجت ہوتی ہے
اور بسا اوقات قوت حاصل کرنے کے لیے مال کی ضرورت ہے اور آنحضرت صلے علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا الفين
احدکم الخ نہیں پاؤں میں تم میں سے کسی کو ہرگز ایسا نہ پاؤں کہ قیامت کے دن آئے کہ اُسکی گردن پر اونٹ ہو اور وہ اونٹ
چلاتا ہو اور وہ شخص کہتا ہو کہ یا رسول اللہ میری خبر لیجئے تو میں اُس سے کہوں مجھے تیرے لئے کسی بات کا اختیار
نہیں ہے میں تجھ پر تبلیغ کر چکا اور اسی کی مثل حدیث شریف میں آیا ہے علی رقبتہ الخ کہ اُسکی گردن پر گھوڑا ہنہنا
تا ہو گا اور بکری میاتی ہوگی اور کوئی آدمی چلاتا ہوگا اور کپڑوں کے پارچے اڑتے ہوئے ہونگے میں کہتا ہوں
اس کی اصل یہ ہے کہ جس چیز میں گناہ واقع ہوا ہے اُسی کی صورت میں وہ متمثل ہو گا اور اُسکا اٹھانا اُسکے بار اور اُسکے
ساتھ تکلیف پانا ہوگا اور اسکی آواز دینا لوگوں پر اُس گناہ کو مشہور کر کے اُسکو سزا دینا ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وجدتم الرجل الخ یعنے جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اُس نے خیانت کی تو اُسکا سب اسباب
جلا دو اور مارو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسپر عمل کیا میں کہتا ہوں اسمیں اس خائن کو زجر کرنا
اور لوگوں کو ایسے فعل سے باز رکھنا ہے۔ اور معلوم کرو کہ کفار سے جو مال لیے جاتے ہیں اُنکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مال ہے جو
گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے اور قتال کے صدمات اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے اُسکا نام غنیمت ہے دوسرا وہ مال جو بغیر قتال
کے ایسے حاصل ہو جیسے جزیہ و خراج و عشور جو اُنکے تجار سے لیے جاتے ہیں اور وہ مال جو صلح کر کے وہ خرچ کرتے ہیں یا وہ پریشان ہو کر
اُسکو چھوڑ بھاگتے ہیں غنیمت میں خمس نکالا جاتا ہے اور وہ خمس اُن مواضع میں صرف کرنا چاہیے جنکا خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے
واعلموا انما الخ اور اسباب کو جان لو کہ تمنے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے پس خدا تعالیٰ اور رسول اور اقارب اور یتیموں اور مساکین
اور مسافر کے لیے ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکا حصہ مسلمانوں کے مصالح میں بہ ترتیب خرچ کرنا چاہیے اور ذوالقربیٰ کا۔

لہ ای صوت الابل والحمحمۃ صوت الفرس والیعار صوت الشاۃ ونفس ای مملوک ۱۲ شہ الرقاع بکسر الراء جمع رقعۃ وہی قطعۃ ۱۲
من الثوب ای علی رقبتہ ثیاب بعلہا من الغنیمۃ قولہ تخفق ای تضطرب وتتحرک من الخفق وہو اضطراب ال

في بني هاشم وبني المطلب الفقير منهم والغني والذكر والأنثى وعندي[1] أنه يخير الإمام في تعيين المقادير وكان عمر رضي الله عنه يزيد في فرض آل النبي صلى الله عليه وسلم في بيت المال ويعين المدين منهم والناكح وذا الحاجة وسهم اليتامى لصغير فقير لا أب له وسهم الفقراء والمساكين لهم يفوض كل ذلك إلى الإمام يجتهد في الفرض ويقدم الأهم فالأهم ويفعل ما أدى إليه اجتهاده ويقسم أربعة أخماسه في الغانمين يجتهد الإمام أولا في حال الجيش فمن كان نفله أوفق بمصلحة المسلمين نفل له وذلك بإحدى ثلاث أن يكون دخل دار الحرب فبعث سرية تغير على قرية مثلا فيجعل لها الربع بعد الخمس أو الثلث بعد الخمس فما قدمت به السرية دفع خمسه ثم أعطى السرية ربع ما بقي أو ثلثه وجعل الباقي في المغانم وثانيها أن يجعل الإمام جعلا لمن يعمل عملا فيه غناء عن المسلمين مثلا أن يقول من طلع هذا الحصن فله كذا من جاء بأسير فله كذا من قتل قتيلا فله سلبه فإن شرط من مال المسلمين أعطى منه وإن شرط من الغنيمة أعطى من أربعة أخماس وثالثها أن يخص الإمام بعض الغانمين بشيء لغنائه وبأسه كما أعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم سلمة بن الأكوع في غزوة ذي قرد[2] سهم الفارس والراجل جميعا

حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر خواہ محتاج ہوں یا غنی مرد ہوں یا عورت خرچ کرنا چاہیے اور میرے نزدیک مقادیر کے تعین کرنے میں امام کو اختیار ہے اور حضرت عمرؓ آل رسول کے لیے بیت المال سے زیادہ حصہ دیا کرتے تھے اور ان میں سے جو لوگ قرض دار اور ناکح اور حاجتمند ہوا کرتے تھے ان کی اعانت کیا کرتے تھے۔ یتیموں کا حصہ چھوٹے محتاج بچوں کو جنکا باپ نہ ہو دینا چاہیے، اور فقراء و مساکین کا حصہ فقراء و مساکین کو دینا چاہیے یہ امور امام کو سپرد ہیں جب کہ اپنے اجتہاد و رائے کے موافق اس کی تعیین کرے اور الاہم فالاہم کو مقدم کرے اور اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور پانچ حصوں میں سے باقی چار حصے غانمین میں تقسیم کرے اور اولاً لشکر کے حال میں غور کرنا چاہیے پس جسکو زیادہ دینا مسلمانوں کی مصلحت کے مناسب ہو اسکو زیادہ دیوے اور اسکی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ مثلاً امام دار حرب میں داخل ہو اور وہاں سے کسی قریہ کے لوٹنے کو کچھ فوج روانہ کی تو خمس کے بعد ربع یا ثلث اس کو مقرر کر دے پس وہ فوج جسقدر مال لے کر آئے اس کا خمس تو علیحدہ کرلے اور باقی کا ربع یا ثلث اس فوج کو دے کر اس سے جو باقی رہے وہ غنیمت میں شامل کر دے۔ دوسری یہ صورت ہے کہ امام کسی شخص کے لیئے ایسے کام کے بدلہ جسمیں مسلمانوں کا نفع ہو کچھ مقرر کر دے مثلاً امام کہدے کہ جو شخص اس قلعہ پر چڑھ جاوے تو اس کے لیئے اسقدر مال دیا جاوے گا، جو کسی کو قید کر لائے تو اس کو اسقدر مال دیا جائیگا یا جو کسی کو قتل کرے تو اس کا اسباب اسکو دیا جاویگا پس اگر مسلمانوں کے مال میں سے یہ مقرر کیا ہے تب تو اس میں سے دے اور اگر غنیمت میں سے شرط کیا ہے تو خمس نکالنے کے بعد جو باقی رہا ہے تو اس میں دے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ امام خاص کر بعض غانمین کو کچھ مال دیدے اسلیئے کہ دشمنوں کو اس سے خوف زیادہ ہو اور مسلمانوں کا اس سے نفع زیادہ ہو جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن اکوع کو جنگ ذی قرد میں سوار و پیدل کا حصہ عطا فرمایا اسلیئے کہ انکی ذات سے

[1] أي الذي عليه دين ١٢ [2] بالتحريك موضع على ليلتين من المدينة أغار فيه عبد الرحمن الفزاري على ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقتله [illegible] قتادة وسبى سلمة

نفع عظيم للمسلمين والاصح عندى ان السلب انما يستحقه القاتل بجعل الامام قبل القتال او تنفيله بعده ويرضخ دون السهم للنساء يداوين المرضى ويطبخن الطعام ويصلحن شأن الغزاة وللعبيد والصبيان واهل الذمة الذين اذن لهم الامام ان حصل منهم نفع للغزاة وان عثر على ان شيئا من الغنيمة كان مال مسلم ظفر به العدو ردّه عليه بلا شئ ثم يقسم الباقى على من حضر الوقعة للفارس ثلاثة اسهم وللراجل سهم وعندى انه ان راى الامام ان يزيد ركبان الابل او الرماة شيئا او يفضل العراب على البراذين بشئ دون السهم فله ذلك بعد ان يشاور اهل الراى ويكون امرا لا يختلف عليه لاجله وبه يجمع اختلاف سير النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه رضى الله عنهم فى الباب ومن بعثه الامير لمصلحة الجيش كالبريد والطليعة والجاسوس يسهم له وان لم يحضر الوقعة كما كان لعثمان يوم بموید واما الفئ فمصرفه ما بين الله تعالى حيث قال ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول ولذى القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل الى قوله رؤف رحيم ولما قرأها عمر رضى الله عنه قال هذه استوعبت المسلمين فيصرف الى الاهم فالاهم وينظر فى ذلك الى مصالح المسلمين لا مصلحة خاصة به واختلف السنن فى كيفية قسم الفئ

مسلمانوں کو بہت نفع پہنچتا تھا اور میرے نزدیک اصح یہ بات ہے کہ مقتول کے اسباب کا قاتل مستحق ہوتا ہے خواہ قبل از قتل امام کے مقرر کرنے سے خواہ بعد کو نفل کے طور پر دینے سے اور امام کو چاہیے کہ حصہ سے کسی قدر مال ان عورتوں کے لیے جو مریضوں کی دوادارو کرتی ہیں اور کھانا پکاتی ہیں ۔ اور مجاہدین کا کام کرتی ہیں اور غلاموں اور بچوں اور اہل ذمہ کے لیے جنکو امام نے اجازت دیدی ہے جدا کر دیں اگر مجاہدین کو اُن سے نفع پہنچا ہو اگر امام کو معلوم ہو کہ مال غنیمت میں سے کچھ مال کسی مسلمان کا ہے جسکو کفار ظفریاب ہو کر لے گئے تھے بغیر کچھ لیے وہ مال اُس کو دے دے اور باقی مال کو تمام ان لوگوں پر تقسیم کر دے جو لڑائی میں موجود تھے اسطرح کہ سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ اور میرے نزدیک اگر امام مناسب سمجھے اونٹ سوار یا تیر انداز کو کچھ زیادہ حصہ دے یا گھوڑے کے سوار کو بیل وغیرہ کے سوار پر ترجیح دے تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہے مگر اہل رائے سے اُنکو ایسے امر میں مشورہ کر لینا چاہیے تاکہ اُس کی وجہ سے لوگ اسکی امامت میں مختلف نہ ہو جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی سیرت میں اسباب کے اندر جو کچھ اختلاف ہے اس میں تطبیق کی وجہ یہی ہے اور جس شخص کو امام لشکر کی کسی مصلحت سے روانہ کرے اس کو بھی حصہ دے گرچہ وہ لڑائی میں موجود نہ ہو مثلاً قاصد یا طلیعہ یا جاسوس جسطرح جنگ بدر میں حضرت عثمانؓ کو غنیمت میں حصہ دیا گیا اور جو مال بطور فی حاصل ہو اسکو ان مواضع میں صرف کرنا چاہیے جسکا خدا تعالے نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری الخ اور جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا فرمایا کہ اُس نے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا اسے اہم فالاہم کیطرف صرف کرتے تھے اور فی صرف کرنے کے اندر مسلمانوں کی مصلحتوں کی طرف غور فرماتے تھے نہ اپنی کسی خاص مصلحت کی طرف اور فی کی تقسیم کرنے کی کیفیت مختلف طریقے ہیں

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتاه الفئ قسمه في يومه فاعطى الآهل حظين واعطى الاعزب[1] حظا وكان ابو بكر رضي الله عنه يقسم للحر وللعبد يتوخى كفاية الحاجة ووضع عمر رضي الله عنه الديوان على السوابق والحاجات فالرجل وقدمه والرجل وبلاؤه والرجل وعياله والرجل وحاجته والاصل في كل مثل هذا من الاختلاف ان يحمل على انه انما فعل ذلك على الاجتهاد فتوخى كل المصلحة بحسب ما راى في وقته والاراضي التي غلب عليها المسلمون للامام فيه الخيار ان شاء قسمها في الغانمين وان شاء اوقفها على الغزاة كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بخيبر قسم نصفها ووقف نصفه ووقف عمر رضي الله عنه ارض السواد وان شاء اسكنها الكفار ذمة لنا وامر النبي صلى الله عليه وسلم معاذا رضي الله عنه ان ياخذ من كل حالم دينارا او عدله معافر وفرض عمر رضي الله عنه على الموسر ثمانية واربعين درهما وعلى المتوسط اربعة وعشرين وعلى الفقير المعتمل اثني عشر ومن هنا يعلم ان قدره مفوض الى الامام يفعل ما يرى من المصلحة ولذلك اختلفت سيرهم وكذلك الحكم عندي في مقادير الخراج وجميع ما اختلف فيه سير النبي صلى الله عليه وسلم وخلفائه رضي الله عنهم وانما اباح الله لنا الغنيمة والفئ لما بينه النبي صلى الله عليه وسلم حيث قال لم تحل الغنائم لاحد من قبلنا ذلك بان الله راى ضعفنا وعجزنا فاحلها لنا وقال صلى الله عليه وسلم ان الله فضل امتي على الامم واحل لنا الغنائم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس روز فئی آتی اُسی روز اُسکو تقسیم کر دیتے تھے بیوی والیکو دو حصے اور غیر اہل والیکو ایک حصہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حر اور غلام دونوں میں تقسیم کرتے تھے اور اُن کو کفایت حاجت کا لحاظ تھا اور حضرت عمرؓ نے سوابق اور حاجتوں پر دیوان مقرر کیا تھا۔ اور اصل اُس میں یہ ہے کہ یہاں اُن کے یہ اختلافات جو واقع ہوئے وہ اسباب پر محمول ہیں کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق ایسا کیا تو موافق اپنی مصلحت وقت کے ہر ایک نے کوشش کی اور جن اراضیات پر مسلمان غالب آگئے انہیں امام کو اختیار ہے چاہے باہم غانمین کے تقسیم کر دے چاہے مجاہدین پر اُن کو وقف کر دے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا کہ نصف اُسمیں کی تقسیم کر کے نصف کو وقف کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارض سواد کو وقف کیا تھا۔ اور اگر امام چاہے تو اراضیات کو ہمارے کفار ذمیوں کے لیئے روک رکھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر بالغ سے دینار یا اُس کے برابر معافر لیا کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متمولین پر اڑتالیس درہم اور متوسطین پر چوبیس درہم اور غریب پر جو مزدوری کرتا ہو بارہ درہم مقرر کیے۔ اور اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہیے کہ اس کا اندازہ امام کی رائے پر ہے جو اُنکی مصلحت کا مقتضی ہو عمل میں لائے اور اسی لیئے اُنکی سیرتوں اور عادتوں میں اختلاف ہے اور میرے نزدیک خراج کے مقادیر میں بھی یہی حکم ہے اور تمام اُن امور میں جنمیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام خلفاء کی عادات مختلف ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہمپر غنیمت اور فئی کو مباح کر دیا اسکی یہی وجہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ہم سے پہلے کسی کیلئے غنیمت نہیں حلال کیگئی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمارے اندر ضعف اور عجز دیکھا تو غنائم کو ہمارے لیئے حلال کیا اور آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میری امت کو سب امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ہمارے لیئے غنیمتوں کو حلال گردانا۔

[1] لے الذی لا اہل لہ ۱۲ ؎ یتوخی یقصد والمعتمل الکاسب وکسب حفد ۱۲

وقد شرحنا في القسم الأول فلا نعيده والأصل في المصارف أن أمهات المقاصد أمور منها إبقاء ناس لا يقدرون على شيء لزمانة أو احتياج ولهم أو بعده منهم ومنها حفظ المدينة عن شر الكفار بسد الثغور ونفقات المقاتلة والسلاح والكراع ومنها تدبير المدينة وسياستها من الحراسة والقضاء وإقامة الحدود والحسبة ومنها حفظ الملة بنصب الخطباء والأئمة والوعاظ والمدرسين ومنها منافع مشتركة ككري الأنهار وبناء القناطر ونحو ذلك وأن البلاد على قسمين قسم تجرد لأهل الإسلام كالحجاز أو غلب عليه المسلمون وقسم أكثر أهله الكفار فغلب عليهم المسلمون بعنوة وصلح والقسم الثاني يحتاج إلى شيء كثير من جمع الرجال وإعداد آلات القتال ونصب القضاة والحرس والعمال والأول لا يحتاج إلى هذه الأشياء كاملة وافرة وأراد الشرع أن يوزع بيت المال المجتمع في كل بلاد على ما يلائمها فجعل مصرف الزكاة والعشر ما يكون فيه كفاية المحتاجين أكثر من غيرها ومصرف الغنيمة والفيء ما يكون فيه إعداد المقاتلة وحفظ الملة وتدبير المدينة أكثر ولذلك جعل سهم اليتامى والمساكين والفقراء من الغنيمة والفيء أقل من سهمهم من الصدقات وسهم الغزاة منها أكثر من سهمهم منها ثم الغنيمة إنما تحصل بمعاناة وإيجاف خيل وركاب فلا تطيب قلوبهم إلا أن يعطوا منها والنواميس الكلية المضروبة على كافة الناس

اور تحقیق ہم نے اس کی تشریح کر دی ہے پس یہاں اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور مصارف کی اصل یہ ہے کہ بڑا اصول مقاصد کے چند امور ہیں۔ ازانجملہ ان آدمیوں کا باقی رکھنا جو کسی چیز پر قادر نہیں ہیں خواہ اپاہج ہونے کی وجہ سے خواہ تنگدست ہونے کی وجہ سے یا اس سبب سے کہ ان کو اپنے مال سے بعد ہو گیا ہے۔ ازانجملہ شہر کی سرحدیں تمام رکھے اور لشکر و ہتھیاروں اور گھوڑوں کا خرچ شمار کر کفار سے محفوظ رکھنا ہے اور ازانجملہ شہر کا انتظام اور بندوبست کرنا اور پاسبانوں اور قضات و محتسبوں کا مقرر کرنا اور حدود کا قائم کرنا۔ اور ازانجملہ دین کی حفاظت کے لیے خطباء اور واعظین اور ائمہ اور مدرسین کا مقرر کرنا اور ازانجملہ منافع مشترکہ ہیں مثل نہروں کا نکالنا اور پل بنانا وغیرہ۔ دوسری بات یہ کہ شہر دو قسم کے ہیں ایک تو وہ شہر ہیں جن کے باشندے صرف مسلمان ہیں مانند ملک حجاز کے یا مسلمان غیر قوموں کی نسبت زیادہ رہتے ہیں۔ دوسرے وہ شہر ہیں جن کے اکثر باشندے کفار لوگ ہیں اور بزور تلوار یا صلح کر کے مسلمانوں نے ان شہروں پر قبضہ کیا ہے۔ دوسری قسم کے شہروں کے لیے فوج و ہتھیاروں اور پاسبانوں اور قضات اور عمال کی ضرورت ہے اور پہلے قسم کے شہروں میں ان چیزوں کی زیادہ حاجت نہیں ہے اور شرع کو یہ منظور ہے کہ بیت المال میں جو مال مجتمع ہے وہ ان شہروں پر مناسب طریقہ سے تقسیم کیا جائے پس زکوٰۃ اور عشر کا مصرف وہ مقرر کیا گیا جس میں اوروں کی نسبت محتاجوں کی زیادہ تر نفع ضرورت ہے اور غنیمت کا مصرف وہ لوگ مقرر کیے گئے جن سے لڑائی کا انتظام اور دین کی حفاظت اور شہر کا انتظام زیادہ تر ہے لہذا غنیمت میں سے یتیم اور مسکین اور فقیر کا حصہ بہ نسبت صدقات کے حصہ کے کم مقرر کیا گیا اور مجاہدین کا حصہ بہ نسبت صدقات کے غنیمت میں سے زیادہ مقرر کیا گیا۔ اور چونکہ غنیمت گھوڑے اور اونٹ اور لشکر کی مشقت سے حاصل ہوتی ہے پس جب تک ان لوگوں کو غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے وہ راضی نہیں ہو سکتے اور شرائع کلیہ میں جو لوگوں پر مقرر کی گئی ہیں ان کے اندر اکثر خلقت کے حال کا۔

ولا بد فيهما من النظر الى حال عامة الناس ومن ضم الرغبة الطبيعية الى الرغبة العقلية ولا يرغبون الا بان يكون هناك ما يجدونه ويبذل فلذلك كان اربعة اخماس الغنيمة للغانمين والفئ انما يحصل بالرعب دون مباشرة القتال فلا يجب ان يصرف على ناس مخصوصين فكان حقه ان يقدم فيه الاهم فالاهم والاصل في الخمس انه كان المرباع عادة مستمرة في الجاهلية ياخذه رئيس القوم وعصبته فتمكن ذلك في علومهم وما كادوا يجدون في انفسهم حرجا منه وفيه قال القائل شعر

وان لنا المرباع من كل غارة . تكون بنجد او بارض التهائم

فشرع الله تعالى الخمس لحوائج المدينة والملة نحوا مما كان عندهم كما انزل الآيات على الانبياء عليهم السلام نحوا مما كان شائعا ذائعا فيهم وكان المرباع لرئيس القوم وعصبته لنوائبهم ولانهم مشغولون بامر العامة محتاجون الى نفقات كثيرة فجعل الله الخمس لرسول الله صلى الله عليه وسلم لانه عليه السلام مشغول بامر الناس لا يتفرغ ان يكتسب لاهله فوجب ان تكون نفقته في مال المسلمين ولان النصرة حصلت بدعوة النبي صلى الله عليه وسلم والرعب الذي اعطاه الله اياه فكان كحاضر الوقعة ولذوي القربى لانهم اكثر الناس حمية للاسلام حيث اجتمع فيهم الحمية الدينية الى الحمية النسبية فانه لا فخر لهم الا بعلو دين محمد صلى الله عليه وسلم ولان في ذلك تنويه اهل بيت

ملحوظ رکھنا اور رغبت عقلی کے ساتھ رغبت طبعی کا ضم کرنا ضروری بات ہے اور ان کی رغبت طبعی اسی طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہے کہ وہ جس میں وہ کچھ مال دیا جائے لہذا پانچ حصوں میں سے چار حصے مال غنیمت غانمین کے لیے مقرر کیے گئے اور فئی بغیر جنگ کے محض رعب سے حاصل ہوتی ہے بلا مشقت حاصل ہوتی ہے لہذا اس کا خاص قسم کے لوگوں پر تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا بلکہ جو اہم ہو اس کو مقدم کیا جائے اور خمس کی اصل یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں یہ قدیم دستور تھا جو شخص قوم کا رئیس اور ان کا پشت پناہ ہوتا تھا وہ ربع کو لے لیا کرتا تھا یہ بات ان کے دلوں میں قرار پا چکی تھی اور یہ احتمال نہ تھا کہ اس کے نکالنے سے ان کے دلوں میں تنگی پیدا ہو اسی کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے **شعر** وان لنا المرباع من کل غارة الخ

ہر لوٹ میں ہمارا چوتھا حصہ ہے خواہ وہ نجد میں ہو خواہ تہامہ کے ملک میں ہو پس خدا تعالیٰ نے خمس کو ان کے قدیمی دستور کے قریب قریب شہر اور دین کی ضروریات کے لیے مقرر فرمایا جس طرح خدا تعالیٰ نے انبیاء پر ان کے دستور کے موافق آیات نازل فرمائی ہیں۔ اور وہ ربع اس شخص کو ملا کرتا تھا جو ان کا سردار اور پشت پناہ ہوتا تھا تاکہ اس میں ان کی عظمت و عزت ثابت ہو اور علاوہ بریں وہ شخص سب کے کام میں مصروف ہوتا ہے اور اس کو بہت خرچ کی حاجت ہوتی ہے پس خدا تعالیٰ نے وہ خمس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مقرر فرمائی اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ اپنے اہل و عیال کیلئے کسب کرتے لہذا ضرور ہوا کہ آپکا نفقہ مسلمانوں کے مال سے مقرر ہو۔ علاوہ بریں نصرت اور فتح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے رعب کی وجہ سے جو آپ کو اللہ پاک نے عنایت فرمایا تھا حاصل ہوتی ہے تو آپ کا حال ایسا ہوا کہ گویا آپ ہر جنگ کے اندر موجود رہے۔ اور دوسرا خمس ذوی القربیٰ کے لیے خدا تعالیٰ نے مقرر فرمایا کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ آنحضرت کے ذوی القربیٰ کو حمایت اسلام کی ہے اس واسطے کہ ان میں حمایت دینی اور حمایت نسبی دونوں موجود ہیں کیونکہ ان کا سارا فخر دین محمدی کے ہونے میں ہے اور نیز اس میں اہل بیت

النبي صلى الله عليه وسلم وتلك مصلحة راجعة إلى الملة وإذا كان العلماء والقراء يكون توقيرهم موصولا بالملة يجب أن يكون توقير ذوي القربى كذلك بالأولى وللمحتاجين وضبطهم بالمساكين والفقراء واليتامى وقد ثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم أعطى المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس وعلى هذا فتخصيص هذه الخمسة بالذكر للاهتمام بشأنهم والتوكيد أن لا يتخذ الخمس والفيء أغنياؤهم دولة فيهملوا جانب المحتاجين ولسد باب ظن السوء بالنبي صلى الله عليه وسلم وقرابته وإنما شرعت الأنفال والأرضاخ لأن الإنسان كثيرا ما يقدم على المهلكة إذا كان لا يطمع فيه وذلك ديدن وخلق للناس لا بد من رعايته وإنما جعل للفارس ثلاثة أسهم وللراجل سهم لأن عناء الفارس عن المسلمين عظيم ومؤنته أكثر وإن رأيت حال الجيوش لم تشك أن الفارس لا يطيب قلبه ولا تكفي مؤنته إذا جعلت جائزته دون ثلاثة أضعاف سهم الراجل لا يختلف فيه طوائف العرب والعجم على اختلاف أحوالهم وعاداتهم

قال صلى الله عليه وسلم لئن عشت إن شاء الله لأخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب وأوصى بإخراج المشركين منها أقول عرف النبي صلى الله عليه وسلم أن الزمان دول وسجال فربما ضعف الإسلام وانتثر شمله فإن كان العدو في مثل هذا الوقت في بيضة الإسلام ومحتده أفضى ذلك إلى هتك حرمات الله وقطعها فأمر بإخراجهم من حوالي دار العلم ومحل بيت الله

[illegible] اللہ علیہ وسلم کی توقیر پائی جاتی ہے اور یہ مصلحت ملت و دین کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اور جب کہ علماء اور قراء [illegible] توقیر ملت کی تعظیم ہے تو ذوی القربیٰ کی تعظیم بطریق اولیٰ دین کی تعظیم ہوگی۔ اور ایک محتاجوں کے لیے مقرر [illegible] نے محتاجوں کا ضابطہ مساکین و فقراء و یتامیٰ کے ساتھ فرمایا۔ اور حدیث شریف سے ثابت ہے [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خمس میں سے مؤلفۃ القلوب وغیرہم کو بھی عطا فرماتے تھے۔ اس تقدیر پر آیت کے اندر [illegible] پانچ کو ذکر فرمانا ان مصارف کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے اور اس بات کی تاکید کرنے کے لیے ہے [illegible] خمس اور فیٔ کو اغنیا لوگ محض ہاتھوں ہاتھ لینے والا مال نہ بنا لیں جس سے محتاجوں کا خیال نہ رکھا جائے اور تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اقارب کی طرف کسی کو بدگمانی کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اور انفال اور انعامات اس واسطے مقرر کیے گئے کہ بسا اوقات انسان بغیر طمع کے ہلاکت کی جگہ میں اپنے آپ کو نہیں ڈالتا ہے اور یہ ایسی خصلت و پیدائشی بات ہے جس کی رعایت ضروری ہے۔ اور گھوڑے کے سوار کو پیدل کے حصہ سے سہ چند اس واسطے مقرر کیا گیا کہ سوار سے مسلمانوں کو زیادہ تر قوت و نفع ہوتا ہے اور اس کو زیادہ تر مشقت کرنی پڑتی ہے اگر تم لشکروں کا حال دیکھو تو اس بات کا تم کو یقین ہو سکتا ہے کہ اگر سوار کو پیدل کے حصے سے سہ چند نہ دیا جائے اور کچھ کمی کی جائے تو وہ راضی نہیں ہو سکتا اور اس کی محنت کے اعتبار سے وہ ناکافی ہوتا ہے عرب و عجم باوجود اختلاف احوال و عادات کے اس بات پر متفق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لئن عشت الخ [illegible] اللہ تعالیٰ نے چاہا اور میں زندہ رہا تو بلا شبہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا اور مشرکوں کو وہاں سے نکال دینے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ زمانہ کا حال ایک سا نہیں رہتا۔ پس ایک وقت ایسا ہوگا کہ اسلام میں ضعف آجائے گا اور اس کی جمعیت منتشر ہو جائے گی پس اگر ایسے وقت دشمنانِ دین کا جزیرۂ عرب میں جو اسلام کا اصل الاصول ہے قیام رہا تو ضرور حرمات الٰہی کا ہتک اور قطع ہوگا لہٰذا آپ نے دار العلم کے حوالی و محل بیت اللہ سے نکالنے کا حکم دیا۔

لہ یعنی نوبت بنوبت یکون لہذا مرۃ ولہذا مرۃ [illegible]

وایضا المخالطة مع الکفار تفسد علی الناس دینهم وتغیر نفوسهم ولما لم یکن بد من مخالطة فی الاقطار امر بتنقیة الحرمین منهم وایضا انکشف علیه صلی الله علیه وسلم ما یکون فی اخر الزمان فقال ان الدین لیأرز الی المدینة الحدیث ولا یتم ذلک الا بان لا یکون هنالک من اهل سائر الادیان والله اعلم۔

من ابواب المعیشة

اعلم ان جمیع سکان الاقالیم الصالحة اتفقوا علی مراعاة آداب فی مطعمهم ومشربهم وملبسهم وقیامهم وقعودهم وغیر ذلک من الهیئات والاحوال وکان ذلک کالامر المفطور علیه الانسان عند سلامة مزاجه وظهور مقتضیات نوعه عند اجتماع افراد منه وترائی بعضها البعض وکانت لهم مذاهب فی ذلک فکان منهم من یسویها علی قواعد الحکمة الطبیعیة فیختار فی کل ذلک ما یرجی نفعه ولا یخشی ضرره بحکم الطب والتجربة ومنهم من یسویها علی قوانین الاحسان حسبما تعطیه ملته ومنهم من یرید محاکاة ملوکهم وحکمائهم ورهبانهم ومنهم من یسوی علی غیر ذلک وکان فی بعض ذلک منافع یجب التنبیه علیها والامر بها لاجلها وفی البعض الاخر

اور نیز کفار کے ساتھ اختلاط کرنے میں دین کے بگڑنے اور قلوب کے بدلنے کا اندیشہ ہے اور چونکہ یہ بات محال تھی کہ تمام ملکوں سے بوجہ مخالطت ان کو نکال دیا جاتا اس لئے صرف حرمین شریفین کو ان سے پاک کرنے کا حکم فرمایا۔ اور نیز آخر زمانہ میں جو دین کا حال ہونے والا تھا آپ پر وہ ظاہر کر دیا چنانچہ آپ نے فرمایا ان الدین لیارز الی المدینۃ اور پوری پوری حفاظت کی یہی صورت ہے کہ وہاں مسلمانوں کے سوا کوئی نہ رہے۔ واللہ اعلم۔

معیشت کے بیان میں

معلوم کرو کہ تمام اقالیم صالحہ کے باشندوں کا کھانے پینے اور پہننے اور قیام اور نشست اور تمام حالات اور حرکات میں آداب کے ملحوظ رکھنے پر اتفاق ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ بشرط سلامت مزاج و ظہور مقتضائے نوعی کے باہمی اجتماع اور دیکھا دیکھی کے لحاظ سے گویا ہر ایک جبلت میں داخل ہے اور ان آداب کی رعایت میں لوگوں کے طریقے مختلف ہیں بعض فرقے حکمت طبعی کے قواعد کے موافق ان آداب کی رعایت کرتے ہیں اور تمام احوال و افعال میں ان آداب کا بیان کرتے ہیں کہ طب اور تجربہ کے اعتبار سے ان میں نفع ہی کی امید ہوتی ہے اور ضرر کا خوف نہیں ہوتا۔ اور بعض فرقے قوانین احسان کے موافق جیسے جس طرح ان کا دین ان کو حکم کرتا ہے ان آداب کو عمل میں لاتے ہیں اور بعض فرقوں کو اپنے بادشاہوں اور حکماء اور درویشوں کے سے آداب عمل میں لانے مقصود ہوتے ہیں اور بعض لوگ دوسرے طریق کے موافق انکا برتاؤ کرتے ہیں۔ چونکہ ان میں سے بعض آداب میں منافع مترتب ہوتے ہیں اس لئے ان پر آگاہ کرنا اور ان منافع کے لحاظ سے ان کا حکم دینا ضروری ہوا اور بعض آداب میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔

مفاسد يجب أن ينهى عنها لأجلها وينبه عليها وبعضها لآخر غفل من المعينين يجب أن يبقى على الإباحة ويرخص فيه فكان سنها والتفتيش عنها أحد المصالح التي بعث النبي صلى الله عليه وسلم لها والعمدة في ذلك أمور منها أن الاشتغال بهذه الأشغال ينسي ذكر الله ويكدر صفاء القلب فيجب أن يعالج هذا السم بترياق وهو أن يسن قبلها وبعدها ومعها أذكار تردع النفس عن طمأنينتها بها بأن يكون فيها تذكر منعم حقيقي وتميل الفكر إلى جانب القدس ومنها أن بعض الأفعال والهيئات تناسب أمزجة الشياطين من حيث أنهم لو تمثلوا في منام أحد أو يقظته لتلبسوا ببعضها لا محالة فتلبس الإنسان بها معد للتقرب منهم وانطباع ألوانها الخبيثة في نفوسهم فيجب أن يمنع عنها كراهة أو تحريما حسبما تحكم به المصلحة كالمشي في نعل واحد والأكل باليد اليسرى وبعضها مطردة للشياطين مقربة من الملائكة كالذكر عند ولوج البيت والخروج منه فيجب أن يحض عليها ومنها الاحتراز عن هيئات يتحقق فيها التأذي بحكم التجربة كالنوم على سطح غير محجور وترك المصابيح عند النوم وهو قوله صلى الله عليه وسلم فإن الفويسقة تضرم على أهلها ومنها مخالفة الأعاجم فيما اعتادوه من الترفه البالغ والتعمق في الاطمئنان بالحياة الدنيا فإنه أسهاهم ذكر الله وأوجب الإكثار من طلب الدنيا وتشبح اللذات في نفوسهم فيجب أن يخص رؤوس أنواعه بالتحريم كالحرير والقسي والمياثر و

سے ضروری ہے کہ ان سے منع کیا جائے اور لوگوں کو ان خرابیوں پر آگاہ کیا جائے اور بعض آداب میں دوسری باتوں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی لہٰذا ضروری ہوا کہ ان کو مباح چھوڑا جائے اور ان کی اجازت دی جائے ان آداب کی تنقیح و تفتیش بھی منجملہ ان مصالح کے ٹھہری جن کے پورا کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث کیا گیا ہے دراصل یہ چند باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان اشغال میں مصروف ہونے سے ذکر الٰہی سے نسیان ہوتا ہے اور قلب کی صفائی میں کدورت پیدا ہوتی ہے پس ضروری ہوا کہ اس سم کا کسی تریاق سے علاج کیا جاوے اور وہ تریاق یہ ہے کہ ان اشغال میں مشغول ہونے سے قبل اور بعد اور بحالت اشتغال میں چند اذکار مقرر کیے جائیں تاکہ قلب کو ان اشغال کے ساتھ پورا اطمینان حاصل نہ ہو جاوے اور ان اذکار میں منعم حقیقی کا ذکر اور جانب قدس کی طرف میلان فکر پایا جائے۔ اور ایک یہ ہے کہ بعض افعال، ہیئات و مزاج شیطانی سے مناسبت ہوتی ہے اس طور پر کہ اگر کسی کے خواب یا بیداری میں شیطان متمثل ہو کر ظاہر ہوں لامحالہ ان افعال میں سے کسی نہ کسی فعل کے ساتھ وہ متلبس ہوتے ہیں پس انسان کو ایسے افعال کے ساتھ متلبس ہونا شیاطین کے ساتھ قربت اور شیاطین کے اوصاف قبیحہ کے اس شخص کے ذہن میں منقش ہونے کا سبب ہیں پس ضروری ہوا کہ ان افعال سے خواہ کراہۃً خواہ تحریماً حسب مقتضائے مصلحت کے موافق منع کیا جائے اور وہ افعال یہ ہیں کہ مثلاً ایک جوتہ پہن کر چلنا اور بائیں ہاتھ سے کھانا وغیرہ ذلک۔ اور بعض افعال و حرکات انسان کو شیاطین سے دور اور ملائکہ سے قریب ہونے کا سبب ہوتے ہیں مثلاً گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اس قسم کے افعال پر رغبت دلانا ضروری ہوا اور ایک ان میں سے یہ ہے کہ جیسے کہ تجربہ ہو گیا ہے کہ ایذا رسانی ہوتی ہے مثلاً مکان کی چھت پر بغیر پردہ کے سونا اور سوتے وقت چراغ کا گل نہ کرنا چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چوہیا گھر کو جلا دیتا ہے اور ایک ان عادتوں میں مخالفت کرنا ہے کہ جن کے وہ لوگ عادی ہیں۔ [illegible] کہ بہت عیش کرے اور دنیا [illegible] یاد الٰہی بھلاتے ہیں اور کثرت سے دنیا کے طلب [illegible] کا سبب [illegible] ان کو حاصل ہو سب سے تکلفات میں [illegible] مثلاً حریر اور قسی اور میاثر

الارجوان والثياب المصنوع فيها الصور واواني الذهب والفضة والمعصفر والخلوق ونحو ذلك وان يعم سائر عاداتهم بالكراهية ويستحب ترك كثير من الارفاه ومنها الاحتراز عن هيات تنافي الوقار وتلحق الانسان باهل البادية ممن لم يتفرغوا لاحكام النوع ليحصل التوسط بين الافراط والتفريط ؛

الأطعمة والأشربة

اعلم انه لما كانت سعادة الانسان في الاخلاق الاربعة التي ذكرناها وشقاوته في اضدادها وجب حفظ الصحة النفسانية وطرد المرض النفساني والفحص عن اسباب تغير مزاجه الى احدى الوجهتين فمنها افعال تتلبس بها النفس وتدخل في جذرها وبحثنا عن جملة صالحة من هذا الباب ومنها امور تولد في النفس هيئات ردية توجب مشابهة الشياطين والتبعد من الملائكة وتحقق اضداد الاخلاق الصالحة من حيث يشعرون ومن حيث لا يشعرون فتلقت النفوس الملحقة بالملأ الاعلى التاركة للالواث البهيمية من حظيرة القدس بشاعة تلك الامور كما تلقى الطبيعة كراهية المر والبشع فاوجب لطف الله ورحمته بالناس ان يكلفهم برؤوس تلك الامور الذي هو منضبط منها واثرها جلي غير خاف فيهم ولما كان اقوى اسباب تغير البدن والاخلاق المأكول وجب ان يكون رؤوسها من هذا الباب فمن بعد ذلك انز

اور ارجوان اور وہ کپڑے جنمیں حیوانات کی صورتیں بنی ہوئی ہوں۔ اور سونے چاندی کے برتن اور معصفر سے سرخ کئے ہوئے کپڑے اور خلوق وغیرہ اور باقی اور عادات کو عام مکروہ کیا ہے اور عیش کی کثر چیزوں کا ترک کرنا مستحب ہے اور ازانجملہ اُن ہیات سے اجتناب چاہیئے جو منافی وقار کے ہیں اور نیز اُن ہیات سے جو انسان کو دیہاتوں میں ملحق کر دیتی ہیں اُن لوگوں میں سے جو احکام نوع کے لیئے ہیں فارغ ہوئے ہیں تاکہ افراط اور تفریط میں میانہ روی حاصل ہو۔

کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان

معلوم کرو جب کہ انسان کی سعادت انہیں اخلاق اربعہ کے اندر ہے جنکو ہم ذکر کر چکے ہیں اور اسکی شقاوت اُنکے اضداد کے اندر ہے لہذا حفظ صحت نفسانی اور دفع ہونے امراض نفسانیہ کے لیئے واجب ہوا کہ اُن اسباب سے جو مزاج انسانی کو دو جانبوں میں سے کسی ایک کی طرف بدل دیتے ہیں۔ ازانجملہ وہ افعال ہیں جنکے ساتھ نفس متصف ہو جاتا ہے اور اُسکے جذر میں داخل ہو جاتے ہیں ان افعال کا ہم کافی بیان کر چکے ہیں اور ایک وہ امور ہیں جن سے نفس میں صفات ردیہ جو شیاطین کے ساتھ مشابہت اور ملائکہ سے بعد پیدا ہونے کا سبب ہوتے اور اخلاق صالحہ کے خلاف صفات کو پیدا کرتے ہیں خواہ اس شخص کو اس بات کی حس ہو یا نہ ہو پس جو نفوس ملحق بملاء اعلیٰ اور الواث بہیمیہ سے جدا ہیں حظیرۃ القدس سے ان امور کی بدمزگی کا ادراک مثل ادراک طبیعت کو تلخی اور بدمزگی ناگوار ہونے کا ادراک ہوتا ہے ایسے امور کی نسبت خداتعالیٰ کے الطاف اور اُسکی رحمت کا مقتضی ہوا کہ ان امور کے اصول اور چیزوں کے ساتھ جیسے وہ امور منضبط ہیں اور اُنکا اثر ظاہر ہے کسی پر پوشیدہ نہیں ہے لوگوں کو مکلف کیا جائے اور چونکہ تغیر بدن اور اخلاق کے تغیر کے اسباب میں سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ اصول غذا کے لحاظ سے ہوں پس ان سب سے زیادہ تر قوی الاثر۔

تناول الحيوان الذی مسخ قوم بصورته وذلك ان الله تعالى اذا لعن الانسان وغضب
عليه اورثت غضبه ولعنه فيه وجود مزاج هو من سلامة الانسان على طرف شاسع
وصقع بعيد حتى يخرج من الصورة النوعية بالكلية فذلك احد وجوه التعذيب فى بدن
الانسان ويكون خروج مزاجه عند ذلك الى مشابهة حيوان خبيث يتنفر منه الطبع
السليم فيقال فى مثل ذلك مسخ الله قردة وخنازير فكان فى حظيرة القدس
علم متمثل ان بين هذا النوع من الحيوان وبين كون الانسان مغضوبًا عليه
بعيدا من الرحمة مناسبة خفية وان بينه وبين الطبع السليم الباقى على فطرته بونا
بائنا فلا جرم ان تناول هذا الحيوان وجعله جزء بدنه اشد من مخامرة النجاسات
والافعال المهيجة للغضب ولذلك لم يزل تراجمة حظيرة القدس نوح فمن بعده
من الانبياء عليهم الصلوة والسلام يحرمون الخنزير ويامرون بالتبعد منه الى ان
ينزل عيسى عليه السلام فيقتله ويشبه ان الخنزير كان ياكله قوم فطفقت الشرائع
بالنهى عنه وهجر امره اشد ما يكون والقردة والفارة لم تكن تؤكل قط فكفى ذلك عن التاكيد
الشديد وهو قوله صلى الله عليه وسلم فى الضب[1] ان الله غضب على سبط من بنى اسرائيل
فمسخهم دواب يدبون فى الارض فلا ادرى لعل هذا منها وقال الله تعالى جعل منهم

ایسے جانور کو کھانا ہے جسکی صورت میں کوئی قوم مسخ کی گئی ہے اسلئے کہ جب خدا تعالیٰ کی لعنت اور اس کا غضب
کسی انسان کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو اسکے سبب سے انسان کے اندر ایک ایسا مزاج پیدا ہو جاتا ہے جو صحت انسانی
سے اسقدر بعید ہوتا ہے کہ وہ شخص انسان کی صورت نوعیہ سے بالکل خارج ہو جاتا ہے پس یہ بدن انسانی کے عذاب دینے
کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے اور ایسے وقت میں اسکا مزاج انسانی صورت سے نکلکر کسی خبیث جانور کی
صورت پکڑ جاتا ہے جس سے طبیعت سلیم کو نفرت ہوتی ہے ایسے وقت میں کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس شخص کو
مسخ کر کے بندر یا خنزیر بنا دیا۔ پس حظیرۃ القدس میں اسکے متعلق یہ علم متمثل ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے جانور اور انسان
کے مغضوب علیہ اور رحمت حق سے بعید ہونے میں ایک مناسبت خفیہ ہے۔ اس میں اور اس طبیعت سلیمہ میں جو اپنی
فطرت پر باقی ہے نہایت درجہ کا بعد ہے پس لامحالہ ایسے جانور کا کھانا اور اس کو اپنے بدن کا جزو کر دینا نجاست کے
ساتھ اختلاط کرنے اور ان افعال کے عمل میں لانے سے جو ہیجان میں لاتے ہیں زیادہ تر برا ٹھہرے گا لہذا ہمیشہ سے حظیرۃ القدس
کے ترجمان یعنی حضرت نوح سے لیکر تمام انبیاء علیہم السلام خنزیر کو حرام کرتے اور لوگوں کو اس سے بعید رہنے کا حکم
کرتے چلے آئے ہیں تا آنکہ عیسیٰ علیہ السلام اسکو نازل ہو کر قتل ہی کر ڈالیں گے اور غالباً خنزیر کو کوئی فرقہ کھایا کرتا تھا لہذا شرائع
میں نہایت شدت کے ساتھ نہی کی گئی اور اس کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور بندر اور چوہا ایسے جانور ہیں کہ ان کو
ہرگز کوئی قوم نہیں کھاتی اسلئے انکے نہی کرنے میں تاکید شدید کی ضرورت نہ ہوئی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
گوہ کی نسبت فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ پر جب غصہ ہو گیا تو ان کو چارپایوں کی صورت میں جو
زمین پر چلتے ہیں مسخ کر دیا نہیں معلوم کہ شاید گوہ بھی انہیں میں سے ہو اور خدا تعالیٰ نے فرماتا ہے جعل
منھم یعنی کر دیا ان میں سے

[1] ای الضب الحشاش الحشرات ۱۲

القردة والخنازير وعبد الطاغوت ونظيره ما ورد من كراهية المكث بارض وقع فيها الخسف او العذاب وكراهية هيئات المغضوب عليهم فان مخامرة هذه الاشياء ليست دون مخامرة النجاسات والتلبس بها ليس اقل تاثيرا من التلبس بالهيئات التي يقتضيها مزاج الشيطان ويتلوه تناول حيوان جبل على الاخلاق المضادة للاخلاق المطلوبة من الانسان حتى صار كالمسخ فيها بحضرته وصار يضرب به المثل وصارت الطبائع السليمة تستخبثه وتابى تناوله اللهم الا قوم لا يعبأ بهم والذي تأمل فيه هذا المعنى وظهر ظهورا بينا وانقاد له العرب والعجم جميعا اشياء منها السبع المجبولة على الخدش والجرح والصولة وقسوة القلب ولذلك قال عليه السلام في الذئب ياكله احد ومنها الحيوانات المجبولة على ايذاء الناس والاختطاف منهم والانتهاز فرص للاغارة عليهم وقبول الهام الشياطين في ذلك كالغراب والحدأة والوزغ والذباب والحية والعقرب ونحو ذلك ومنها حيوانات تتعيش بالنجاسات او الجيفة ومخامرتها وتنتهي حتى امتلأت ابدانها بالنتن ومنها الحمار فانه يضرب به المثل في الحمق والهوان وكان كثير من اهل الطبائع السليمة من العرب يحرمونه ويشبه الشياطين وهو قوله صلى الله عليه وسلم اذا سمعتم نهيق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان فانه رأى شيطانا وايضا قد اتفق

بندر اور خنزیر اور پرستش کرنے والے شیطان کے اور اسی کی مثل یہ ہے کہ جس زمین میں خسف یا عذاب نازل ہوا ہے اُس زمین میں ٹھہرنا مکروہ ہے اور مغضوب علیہم کے ہیأت بنانا مکروہ ہے کیونکہ ان اشیاء کے ساتھ اختلاط کرنا نجاسات کے ساتھ اختلاط کرنے سے کم نہیں ہے۔ اور ان اشیاء کے ساتھ متلبس ہونے کا اثر اُن ہیأت کے ساتھ متلبس ہونے کے اثر سے کم نہیں ہے جو مزاج شیطانی کا مقتضی ہے اور اُن کے بعد اُس جانور کا کھانا ہے جس کی سرشت میں ایسے افعال داخل ہیں۔ جو اُن اخلاق کے مضاد ہیں جو انسان سے مطلوب ہیں حتیٰ کہ فی الحقیقت بمنزلہ مسخ کے ہو گیا اور اُس کی وجہ سے اُن کی صورت طبیعت بگڑتی ہے اور وہ ضرب المثل ہو گیا ہے اور طبائع سلیمہ اُس کو خبیث جانتی ہیں اور اُس کے کھانے سے اعراض کرتی ہیں مگر ہاں خدایا وہ گروہ جو قابل اعتبار کے نہیں ہیں اور وہ جانور جس میں اس معنی کا کمال ہو گیا اور اس کا ظہور بیّن ہو گیا اور تمام عرب و عجم نے اُس کو مان لیا وہ چند ہیں از انجملہ ایک وہ حیوان سبعی ہیں جن کی خلقت میں خدش یعنی چھیلنا نچوں وغیرہ سے اور زخم اور دبدبہ اور قساوت قلبی ہے اسی لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑیے کے باب میں فرمایا ہے او یاکلہ احد کیا اُس کو کوئی کھاتا ہے اور از انجملہ وہ حیوانات ہیں جن کی خلقت میں آدمیوں کو تکلیف پہونچانا اور اُن سے کسی چیز کا اُچک لے جانا اور اُن پر لوٹ کرنے کی غرض سے فرصت کے منتظر رہنا اور اُس میں الہام شیطانی کا قبول کرنا ہے جیسے کوا اور چیل اور چھپکلی اور مکھی اور سانپ اور بچھو وغیرہ اور از انجملہ وہ حیوانات ہیں جن کی خلقت میں ذلت اور گڑھوں میں چھپا رہنا ہے مثل چوہے اور حشرات الارض کے اور از انجملہ وہ حیوانات ہیں جو نجاستوں اور ناپاکیوں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور اُس میں رہتے ہیں اور وہی کھاتے پیتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے بدن اُسی سے بھرے رہتے ہیں اور از انجملہ گدھا ہے اور وہ بلاشبہ ذلت اور حماقت میں ضرب المثل ہے اور کثر اہل عرب جن کی طبائع سلیمہ تھی اُس کو حرام سمجھتے تھے اور شیاطین کے ساتھ اُس کو مشابہت دیتے تھے چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سمعتم الخ جبکہ تم گدھے کا چلانا سنو تو خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو اس لیے کہ اُس نے شیطان کو دیکھا ہے اور تمام اطبا نے اتفاق کر لیا ہے۔

ن هذه الحيوانات لها مخالفة مزاج نوع الانسان لا يسوغ تناولها طبا **واعلم** ان هذه
امور مبهمة تحتاج الى ضبط الحدود وتمييز المشكل **منها** ان المشركين كانوا يذبحون
لطواغيتهم يتقربون به اليها وهذا نوع من الاشراك فاقتضت الحكمة الالهية ان ينهى
عن هذا الاشراك ثم يؤكد التحريم بالنهي عن تناول ما ذبح بها ليكون كابحا عن ذلك الفعل
وايضا فان قبح الذبح يسرى فى المذبوح لما ذكرنا فى الصدقة ثم ان المذبوح
للطواغيت امر مبهم فضبط بما اهل لغير الله به وبما ذبح على النصب وبما ذبحه غير المتدين
بتحريم الذبح بغير اسم الله وهم المسلمون واهل الكتاب وجد ذلك ان يوجب ذلك ذكر اسم الله
عند الذبح لا يتحقق الفرقان بين الحلال والحرام بادى الرأى الا عند ذلك **وايضا**
فان الحكمة الالهية لما اباحت لهم الحيوانات التى هى مثلهم فى الحياة وجعل لهم الطول
عليها اوجبت ان لا يغفلوا عن هذه النعمة عند ازهاق ارواحها وذلك ان يذكروا اسم
الله عليها وهو قوله تعالى ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام **ومنها** ان
الميتة حرام فى جميع الملل والنحل اما الملل فاتفقت عليها لما تلقت من حظيرة القدس من
تحريم الخبائث واما النحل فلما ادركوا ان كثيرا منها يكون بمنزلة السم من اجل انتشار اخلاط
سمية تنافى المزاج الانسانى عند النزع ثم لا بد من تمييز الميتة من غيرها فضبط

[illegible] جانور [illegible] مزاج نوع انسان کے مخالف ہیں لہٰذا طب کے اعتبار سے بھی انکو کھانا نہ چاہیے۔ اور معلوم کرو کہ
[illegible] چند [illegible] ہیں اُن کے حدود کے ضبط کرنے اور مشکل کی تمیز کرنے کی حاجت پڑی۔ از انجملہ یہ ہے کہ مشرکین بلا
[illegible] اپنے معبودوں اور ٹھاکروں کے لیے اُن کو ذبح کرکے اُن کی طرف اس سے تقرب حاصل کرتے تھے اور یہ بھی ایک نوع کا شرک
[illegible] مقتضی ہوئی کہ اس شرک سے نہی کی جائے پھر اس تحریم کی اس طرح پر تاکید کیجائے کہ طواغیت کیلئے
[illegible] کے کھانے سے لوگوں کو ممانعت کردی جائے تاکہ اس فعل سے باز رہیں اور نیز ذبح کرنے کی قباحت
[illegible] میں سرایت کرجاتی ہے اس کیوجہ ہم صدقہ میں بیان کرچکے ہیں پھر وہ ذبیحہ للطواغیت چونکہ ایک امر مبہم تھا
[illegible] [illegible] کے ساتھ جس پر غیر خدا کا نام لیاگیا ہو اور اس جانور کے ساتھ جو تھانوں پر ذبح کیاجاتا اور اس جانور کے ساتھ جسکو مسلمان اور
[illegible] سوائے کسی ایسے شخص نے جسکے دین میں خداتعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیکر ذبح کرنے کی حرمت نہیں ہے ذبح کیا انضباط فرمایا اسلیئے لازم ہوا
[illegible] وقت خدا کا نام ذکر کرنا واجب ہو کیونکہ حلال حرام میں بادی الرائے فرق اسی صورت سے ہو سکتا ہے نیز جب حکمت الٰہیہ نے انسان کیلئے ان حیوانات کو
[illegible] حیات میں انکے مثل ہیں مباح کردیا اور ان جیوانات پر اسکو فوقیت عطا فرمائی لہٰذا واجب ہوا کہ ان حیوانات کی جان نکلتے وقت اس نعمت
سے غافل نہوں اور غافل نہونے کی یہی صورت ہے کہ خدا کا نام ذکر کریں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لیذکروا الخ تاکہ خدا کا نام ذکر
[illegible] ان سے [illegible] جو خداتعالیٰ نے انپر عطا فرمائی ہے۔ بہیمۃ چار پایوں سے۔ اور از انجملہ یہ ہے
کہ تمام ملت و نحل میں مردار جانور حرام ہیں ملل حقہ کا اسبات پر اسواسطے اتفاق ہے کہ حظیرۃ القدس سے
[illegible] اس بات پر تلقی ہوئی ہے کہ وہ چیزیں خبیث ہیں اور مذاہب باطلہ کا اسواسطے اتفاق ہے
[illegible] عقل میں اکثر مردار چیزوں میں اثر سمی ہوتا ہے مردار جانور کے بدن میں دقت اخلاط
سمیہ پھیل جاتے ہیں جنکو انسانی مزاج سے منافات ہوتی ہے پھر اسبات کی ضرورت ہوئی کہ مردار کو غیر
[illegible] سے جدا کیا جاوے پس اسکو انضباط۔

طلہ اے ا فراج ۱۲

بما قصد ازهاق روحه لا لاكل فجر ذلك الى تحريم المتردية والنطيحة وما اكل السبع فانها كلها خبائث موذية ؛ ومنها ان العرب واليهود كانوا يذبحون وينحرون وكان المجوس يخنقون ويبعجون والذبح والنحر سنة الانبياء عليهم السلام توارثوهما وفيهما مصالح منها اراحة الذبيحة فانه اقرب طريق لازهاق الروح وهو قوله صلى الله عليه وسلم فليرح ذبيحته وهو سر النهي عن شريطة الشيطان ومنها ان الدم حد النجاسات التي يغسلون الثياب اذا اصابها ويتحفظون منها والذبح تطهير للذبيحة منها والخنق والبعج تنجيس لها به ؛ ومنها انه صار ذلك احد شعائر الملة الحنيفية يعرف به الحنيفي من غيره فكان بمنزلة الختان وخصال الفطرة فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم مقيما للملة الحنيفية وجب الحفاظ عليه ثم لا بد من تمييز الخنق والبعج من غيره ولا يتحقق الا بان يوجب الحد وان يوجب الحلق واللبة اما ما نهى عنه لاجل حفظ الصحة النفسانية والمصلحة الملية اما الذي نهى عنه لاجل التشبه ... السموم والمفترات فحالها ظاهر واذا تمهدت هذه الاصول حان ان نشتغل بالمقصود

فنقول ما نهى الله عنه من الماكول صنفان صنف نهي عنه لمعنى في نوع الحيوان وصنف نهي عنه لفقد شرط الذبح فالحيوان على اقسام اهلي مباح ... الابل و...

مانیطو کیا گیا کہ غیر مذبوح وہ ہے جسکی جان کھانے کی غرض سے نکالی جائے اس باعث سے اُس جانور کا کھانا حرام ہے ... سینگ لگکر یا بلندی سے گر کر مرجائے یا کوئی درندہ اُسکو کھالے کیونکہ یہ سب خباثت اور موذی چیزوں میں ہیں۔ ازانجملہ یہ ہے کہ عرب اور یہود تو ذبح اور نحر کیا کرتے تھے اور مجوس گلا مروڑ کر یا پیٹ پھاڑ کر کھایا کرتے تھے اور ذبح و نحر انبیاء علیہم السلام کا ہمیشہ سے طریقہ چلا آتا تھا اور اُس کے اندر بہت سی مصلحتیں تھیں ایک تو یہ کہ اُس میں ذبیحہ کو زیادہ تر تکلیف نہیں پہنچتی کیونکہ جان نکالنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس چاہیے کہ اپنے ذبیحہ کو آرام دیوے اور شریطۃ الشیطان یعنے نیم بسمل کرکے چھوڑ دینے سے آپ نے نہی فرمائی ہے اُس میں یہی راز ہے اور ایک یہ ہے کہ خون منجملہ نجاسات کے ہے جن کے لگ جانے سے کپڑے کو دھو ڈالتے ہیں اور اُن سے بچتے رہتے ہیں اور ذبح کرنے میں ذبیحہ کا اُس نجاست سے پاک رہنا ہوتا ہے بخلاف گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے کے کہ اُس میں وہ جانور متلطخ بالنجاست ہوجاتا ہے۔ اور ایک یہ بات ہے کہ ذبح کرنا ملت ابراہیمی کے شعار میں سے ہے جسکی وجہ سے اُس دین کا آدمی اور دین والوں سے متمیز ہوسکتا ہے پس ذبح کرنا ختنہ اور خصال فطرت کے مانند ٹھہرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خدا تعالےٰ نے ملت ابراہیمی کے قائم کرنے کے لیے مبعوث فرمایا ہے اس واسطے آپ کے اوپر اُس کا محفوظ رکھنا فرض ہوا پھر گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے سے تمیز ضروری ہوئی اور اُس کی یہی صورت ہے کہ کسی تیز چیز سے کاٹنا اور وہ بھی حلق اور گردن کی جڑ میں یہ وہ چیزیں ہیں جنسے صحت نفسانی کے محفوظ رکھنے اور مصلحت دینی کے قائم رکھنے کیلئے منع کیا اور وہ چیزیں جنسے بدنی کو نقصان پہونچتا ہے مثل سموم اور مفترات اُنسے ممانعت کرنیکا حال ظاہر ہے اور جب یہ اصول ممہد ہوچکے تو اب ہم مفصل طور پر بیان کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ جس چیز کو ماکولات سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہو اُسکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ قسم ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی قسم کے جانور کو کسی صفت کی وجہ سے جو اُس قسم میں پائی جاتی ہے حرام فرمایا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جسکو ذبح کی شرط نہ پائے جانے سے حرام کیا ہے اب حیوانات کی کئی قسمیں ہیں ایک تو گھریلو جانوروں میں سے اونٹ و گائے بیل بکری بھیڑ مباح کیے گئے

وهو قوله تعالى احلت لكم بهيمة الانعام و ذلك لانها طيبة معتدلة المزاج موافقة لنوع الانسان
واذن يوم خيبر في الخيل ونهى عن الحمر و ذلك لان الخيل يستطيبه العرب والعجم و هو
افضل الدواب عندهم ويشبه الانسان والحمار يضرب به المثل في الحمق والهوان و هو
يرى الشيطان فينهق وقد حرمه من العرب اذكاهم فطرة واطيبهم نفسا واكل صلى الله
عليه وسلم لحم الدجاج وفي معناها الاوز والبط لانها من الطيبات والديك يرى الملك
فيصقع و يحرم الكلب والسنور لانهما من السباع و ياكلان الجيف والكلب شيطان
و الثاني حتى يحل منه ما يشبه بهيمة الانعام في اسمها و وصفها كالظباء و
بقر الوحشي والنعامة واهدى له صلى الله عليه وسلم لحم الحمار الوحشي فاكله و
الارنب فقبله واكل الضب على مائدته لان العرب يستطيبون هذه الاشياء واعتذر
في الضب تارة بانه لم يكن بارض قومي فاجدني اعافه وتارة باحتمال المسخ ونهى عنه
تارة وليس فيها عندي تناقض لانه كان فيه وجهان جميعا كل واحد كاف في العذر
لكن ترك ما فيه الاحتمال ورع من غير تحريم واراد بالنهي الكراهة التنزيهية ونهى
عن كل ذي ناب من السباع لخروج طبيعتها من الاعتدال والشكاسة اخلاقها و
قسوة قلوبها وطير سباح منه الحمام والعصفور لانهما من المستطاب ونهى عن كل

چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے احلت الخ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور پاک اور معتدل المزاج اور مزاج انسانی کے موافق ہوتے
ہیں اور خیبر کے دن گھوڑے کے کھانے کی اجازت دی گئی اور گدھے کے کھانے سے نہی کی گئی اسلئے کہ تمام عرب و عجم گھوڑے
کو پسند کرتے ہیں اور تمام حیوانات میں گھوڑے کو فضیلت دیتے ہیں اور انسان کے ساتھ اس کو مشابہت ہے اور
گدھے کی حماقت اور ذلت میں ضرب المثل ہے اور اس کی خاصیت ہے کہ شیطان کو دیکھ کر رینگتا ہے۔ اور عرب کے پاکیزہ اور
ذکی الفطرت لوگ اس کو حرام جانتے تھے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا ہے اور مرغابی
اور بطخ بھی مرغی کے مثل ہے اسلئے کہ یہ بھی پاک چیزیں ہیں اور مرغ کی خاصیت ہے کہ فرشتہ کو دیکھ کر بانگ دیتا ہے اور کتا
بلی حرام کیے گئے اسلئے کہ یہ دونوں درندوں میں داخل ہیں اور مردار چیزوں کو کھاتے ہیں اور کتا شیطان ہوتا ہے اور
دوسری قسم وحشی یعنی جنگلی جانور ہیں ان جانوروں میں سے جو جانور نام وصفت میں بہیمۃ الانعام کے مشابہ ہیں مثلاً ہرن
و نیل گائے و شتر مرغ۔ اور ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی نے بطور ہدیہ کے گورخر کا گوشت بھیجا تو آپ نے
تناول فرمایا اور کسی شخص نے خرگوش کا گوشت آپ کی جانب بھیجا آپ نے اسکو قبول فرمایا اور ایک مرتبہ آپ کے دسترخوان پر
گوہ کا گوشت کھایا اسلئے کہ عرب کے لوگ ان چیزوں کو پاک طیب جانتے تھے۔ اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کے نہ
کھانے کی بابت یہ عذر کیا کہ میری قوم کے ملک میں یہ نہیں تھی اسلئے مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی اور ایک مرتبہ احتمال مسخ
کے ساتھ معذرت فرمائی اور ایک مرتبہ اس سے نہی فرمائی اور میرے نزدیک ان میں کچھ تناقض نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں
دونوں وجہ پائی جاتی ہیں کہ عذر کے لیئے ہر ایک کافی ہے مگر مشتبہ چیز کا ترک کرنا تبرع میں داخل ہے پر وہ چیز حرام نہیں ہے اور
نہی سے آپ کی مراد کراہت تنزیہی ہے اور آپ نے تمام درندوں کے کھانے سے نہی فرمائی ہے اسلئے کہ ان کی
طبیعت اعتدال سے خارج اور ان کی عادات بد اور ان کے دل میں رحمت نہیں ہوتی اور پرندوں میں
سے کبوتر اور چڑیا کو مباح کیا اسلئے کہ یہ پاک جانور ہیں نہی فرمائی ہے۔

سلہ [illegible] ۱۲ سلہ [illegible] ۱۲

ذی مخلب وسمی بعضها فاسقا فلا یجوز تناوله ویکره ما یاکل الجیف والنجاسة وکل ما
یستخبثه العرب لقوله تعالی یحرم علیهم الخبائث واکل الجراد فی عهده صلی الله علیه وسلم
لان العرب یستطیبونه والجری یباح منه ما یستطیبه العرب کالضب والعنبر وما
یستخبثه العرب وتسمیه باسم حیوان محرم کالخنزیر ففیه تعارض الدلائل والتعفف
افضل **وسئل** صلی الله علیه وسلم عن السمن مات فیه الفارة فقال القوها وما حولها
وکلوه **وفی روایة** اذا وقعت الفارة فی السمن فان کان جامدا فالقوها وما حولها
وان کان مائعا فلا تقربوه **اقول** المیتة وما تؤثر منها خبیث فی جمیع الامم والملل
فاذا تمیز الخبیث من غیره القی الخبیث واکل الطیب وان لم یکن التمیز حرم کله ودل الحدیث
علی حرمة کل نجس ومتنجس ونهی علیه السلام عن اکل الجلالة والبانها **اقول** ذلک
لانها لما شربت النجاسة وانتشرت فی اجزائها کان حکمها حکم النجاسات او حکم من یتعیش
بالنجاسة **قال** صلی الله علیه وسلم احلت لنا میتتان ودمان اما المیتتان الحوت والجراد
والدمان الکبد والطحال **واقول** الکبد والطحال عضوان من اعضاء بدن البهیمة
لکنهما یشبهان الدم فازاح النبی صلی الله علیه وسلم الشبهة فیه ولیس فی الحوت والجراد
دم مسفوح فلذلک لم یشرع فیهما الذبح وامر صلی الله علیه وسلم بقتل الوزغ وسماه فاسقا

شکاری پرندے کے کھانے سے نہی فرمائی اور بعض جانوروں کو آپ نے فاسق سے تعبیر فرمایا ہے لہذا اُس کا کھانا بھی جائز
نہیں ہے اور جو جانور مردار اور نجاست کھاتا ہے یا عرب لوگ اُس کو خبیث جانتے ہیں اُس کا کھانا مکروہ ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے
اور حرام کرتا ہے اُن پر خبیث چیزیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ٹڈی کھایا کرتے تھے کیونکہ عرب اُس کو پاک
جانتے تھے اور ایک قسم دریائی جانور ہیں اُن میں سے جنکو عرب پاک جانتے ہیں اُن کا کھانا مباح کیا گیا ہے مثلاً مچھلی اور
عنبر اور جنکو وہ ناپاک سمجھتے ہیں اور حرام جانور سے اُن کا نام رکھتے ہیں مثلاً خنزیر تو اُنہیں دلائل متعارض ہیں مگر اجتناب اولیٰ
ہے اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے گھی کی نسبت جس میں چوہا مر گیا تھا سوال کیا تو آپ نے فرمایا اُس چوہے کو
اور اُس کے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالو اور باقی کو کھالو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر گھی میں چوہا پڑ جائے پس اگر وہ گھی جما
ہوا ہے تب تو اُس چوہے اور اُس کے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالیں اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اُس کے گرد نہ پھٹکو۔ میں کہتا ہوں مردار
اور وہ چیز جس میں مردار کا اثر ہو جائے تمام ملتوں اور امتوں میں خبیث ہو جاتی ہے پس اگر خبیث دوسری پاک چیز سے
متمیز ہو تو اُس پاک کو کھالیا جائے اور ناپاک پھینک دیا جائے اور اگر متمیز نہ ہو تو وہ سب حرام ہو جاتی ہے اور حدیث سے
ثابت ہوتا ہے کہ ہر نجاست اور ہر وہ چیز جس میں نجاست پڑی ہو حرام ہو جاتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
اُس جانور کے کھانے اور اُس کے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے جو نجاست کھاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی یہ وجہ ہے
جبکہ اُس کے اعضاء نے نجاست کو جذب کر لیا اور اُس کے اجزاء میں پھیل گئی تو اُس کا حکم مثل نجاست یا اُس جانور کے
ہو گیا جو نجاست میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احلت لنا میتتان الخ
ہمارے لیے دو میت اور دو خون حلال کیے گئے ہیں لیکن دو میت مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔ میں کہتا
ہوں کبد اور طحال دو عضو ہیں اعضاء بدن بہیمہ سے مگر یہ دونوں خون کے مشابہ ہیں تو آپ نے اس کے اندر جو شبہ
تھا اُس کو دور کر دیا اور مچھلی ٹڈی میں دم مسفوح یعنے بہتا ہوا خون ہی نہیں ہے لہذا اُن کے اندر ذبح مشروع نہیں
کیا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور آپ نے اُس کا نام فاسق رکھا۔

سلہ دیکھو اقسام الحیوان [illegible] مسلم [illegible] سلہ [illegible] ازالہ

قال كان ينفخ على ابراهيم **وقال** من قتل وزغا في اول ضربة كتب له كذا وكذا حسنة وفي الثانية دون ذلك وفي الثالثة دون ذلك **اقول** بعض الحيوان جبل بحيث يصدر منه افعال و هيئات شيطانية وهو اقرب الحيوان شبها بالشيطان واطوعه لوسوسته وقد علم النبي صلى الله عليه وسلم ان منه الوزغ ونبه على ذلك بانه كان ينفخ على ابراهيم لانقياده بحسب الطبيعة لوسوسة الشيطان وان لم ينفع نفخه في النار شيئا وانما رغب في قتله لمعنيين احدهما ان فيه دفع ما يؤذى نوع الانسان فمثله كمثل قطع اشجار السموم من البلد ونحو ذلك مما فيه جمع شملهم والثاني ان فيه كسر جند الشيطان ونقض وكر وسوسته وذلك محبوب عند الله وملائكته المقربين وانما كان القتل في اول ضربة افضل من قتله في الثانية لما فيه من الحذاقة والسرعة الى الخير والله اعلم. **قال** الله تعالى حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله به والمنخنقة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب وان تستقسموا بالازلام ذلكم فسق **اقول** فالميتة والدم لانهما نجسان والخنزير لانه حيوان مسخ بصورته قوم وما اهل لغير الله به وما ذبح على النصب يعني الاصنام مقطعا لدابر الشرك وكان قبح الفعل يسري في المفعول به والمنخنقة وهي التي تختنق فتموت والمتردية وهي التي تقع من علو الى

اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونک مارتا تھا۔ اور آپ نے فرمایا ہے من قتل وزغ الخ جو شخص پہلی ضرب میں گرگٹ کو مار دے تو اُس کے لیے ایسا اور ایسا لکھا جائے گا یعنے سو نیکیاں لکھی جاویں گی اور دوسری مرتبہ میں اُس سے کم اور تیسری مرتبہ میں اس سے کم۔ میں کہتا ہوں بعض حیوان کی خلقت میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ اُن سے افعال اور ہیات شیطانیہ صادر ہوتی ہیں اور وہ حیوانات قریب بہ شیطان کے ہوتے ہیں اور وسوسہ کے اعتبار سے وہ اُس کے قریب ہوتے ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معلوم کر لیا تھا کہ گرگٹ بھی انہیں حیوانات میں سے ہے اور اس بات پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونکتا تھا اُس سے کرنے کے لیے یہ اُس کا مقتضائے طبعی تھا شیطان کے وسوسے کے سبب سے اگرچہ اس کے پھونکنے سے آگ کے اندر کچھ اثر نہ تھا اور اس کے قتل کرنے میں آپ نے دو وجہ سے رغبت دلائی ایک تو یہ کہ اُس میں نوع انسانی کی ایذا کا دفع ہے تو اُس کا حال ایسا ہو گیا جیسے شہروں سے درختوں سمی کو قطع کرتے ہیں اور سوائے اس کے جس میں یہ خصوصیت پائی جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ اُس میں لشکر شیطانی کا توڑنا ہے اور اُس کے وسوسہ کا دور کرنا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ اور مقربین کے نزدیک پسندیدہ ہے اُس کا مار ڈالنا اول ضربہ میں دوسری مرتبہ مارنے سے اسلیے افضل ہے کہ اس میں حذاقت اور سرعت الی الخیر پائی جاتی ہے واللہ اعلم اللہ پاک نے فرمایا ہے حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ الخ میں کہتا ہوں کہ میتہ یعنی مردار اور خون کے مُردار ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ دونوں نجس ہیں اور خنزیر کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا جانور ہے کہ اُس کی صورت میں ایک قوم مسخ ہو چکی ہے وما اھل لغیر اللہ بہ۔ اور جو اصنام کے نام پر ذبح کیے جاتے ہیں اُس میں قطع شرک ہے اور اسلیے کہ فعل کی برائی مفعول بہ میں سرایت کرتی ہے اور منخنقہ وہ جانور ہے کہ جس کا گلا مروڑا جاوے اور وہ مر جاوے اور موقوذہ وہ جانور ہے جو بغیر چھری کے مارا جاوے مثل لکڑی اور پتھر سے اور متردیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گرے۔

الاسفل والنطیحۃ وھی التی قتلت نطحا بالقرون وما اکل السبع یعنی منہ لانہ ضبط المذبوح الطیب بما قصد ازھاق الروح باستعمال المحدد فی حلقہ او لبتہ ونحو ذلک ومخرج هذه الاشیاء **وایضا** فان الدم المسفوح ینتشر فیہ ویتنجس جمیع البدن الا ما ذکیتم ای وجدتموہ قد اصیب ببعض هذه الاشیاء وفیہ حیاۃ مستقرۃ فذبحتموہ وکان ازھاق ذلک الروح بالذبح وان تستقسموا بالازلام ای تطلبوا علم ما قسم لکم من الخیر والشر بالقداح التی کان اھل الجاھلیۃ یجیلونھا فی احدھا افعل والثانی لا تفعل والثالث غفل فان ذلک افتراء علی اللہ واعتماد علی جھل ونھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تصبر بھیمۃ وعن اکل المصبورۃ **اقول** کان اھل الجاھلیۃ یصبرون البھائم یرمونھا بالنبل وفی ذلک ایلام غیر محتاج الیہ ولانہ لم یصرف قربانا الی اللہ ولا شکرا بنعم اللہ **قال صلی اللہ علیہ وسلم** ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیء فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ ولیحد احدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ **اقول** فاختیار اقرب طریق لازھاق الروح اتباع داعیۃ الرحمۃ وھی خلق یرضی بھا رب العالمین ویتوقف علیھا اکثر المصالح المنزلیۃ والمدنیۃ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم ما یقطع من البھیمۃ وھی حیۃ فھی میتۃ **اقول** کانوا یجبون اسنمۃ الابل ویقطعون الیات الغنم

کی طرف گر پڑے اور نطیحہ وہ جانور ہے جو سینگ سے مار کر مر جاوے اور ما اکل سبع یعنی درندے کے کھانے سے جو بچے یہ سب حرام ہیں۔ اس واسطے کہ ذبیحہ طیبہ کا انضباط شارع نے اس صفت کے ساتھ فرمایا ہے کہ جس سے حلق یا لبہ میں تیز ہتھیار جان نکالنے کے قصد سے استعمال کیا جائے پس اس سے لازم ہوا کہ ان سب صورتوں میں جو اس کے سوا ہیں وہ جانور حرام ہو اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں اس جانور کا بہتا ہوا خون اس کے تمام بدن میں پھیل جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کا تمام گوشت ناپاک ہو جاتا ہے۔ الا ما ذکیتم یعنی کہ وہ جانور کہ جسکو اس طرح کی چوٹ لگے یا زخم ہو اور پھر پایا جاوے اور وہ زندہ ہو اور پھر تم اس کو ذبح کر لو اور جان کا نکلنا ذبح کرنے کی وجہ سے ہو تو وہ حلال ہے۔ وان تستقسموا بالازلام یعنی تمہاری قسمت میں جو برائی یا بھلائی ہے جوئے کے تیروں سے تم اس کو معلوم کرنا چاہو جاہلیت میں اس بات کے معلوم کرنے کو وہ تیر پھینکا کرتے تھے ایک تیر میں افعل یعنی کر اور ایک میں لا تفعل یعنی مت کر اور ایک میں غفل یعنی خالی لکھا ہوتا تھا اور اس کے اندر خدا تعالیٰ پر افترا اور اپنے جہل پر اعتماد پایا جاتا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے نہی فرمائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے نہی فرمائی ہے کہ نشانہ بازی کے لیے کسی جانور کو باندھ دیا جاوے اور پھر تیر لگا کر اس کو مار ڈالیں اور اس کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اہل جاہلیت جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کیا کرتے تھے اور اس میں بلا ضرورت اس جانور کو ستانا تھا اور نہ وہ خدا کے لئے قربانی یا کسی نعمت کا شکریہ تھا اس لئے حرام ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان لکھا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور تم میں کوئی ہو اس کو چاہئے کہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچایا کرے۔ میں کہتا ہوں اقرب طریقے جان نکالنے کا اختیار کرنا داعیہ رحمت کا اتباع ہے اور یہ وہ خلق ہے جس سے پروردگار عالم راضی ہے اور بہت سے مصالح منزلیہ اور مدنیہ موقوف ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کسی جانور کا عضو کاٹا جاوے اور حالانکہ وہ زندہ ہو تو اسکو مردہ کا حکم ہے۔ میں کہتا ہوں وہ لوگ اونٹوں کے کوہان اور دنبیوں کی چکتیاں کاٹ لیا کرتے تھے۔

وفی ذلک تحدیث مناقضۃ لما شرع اللہ من الذبح فنہی عنہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من قتل عصفوراً فما فوقہ بغیر حقہ سألہ اللہ عز وجل عن قتلہ قیل یا رسول اللہ وما حقہ قال ان یذبحہ فیاکلہ ولا یقطع رأسہ فیرمی بہ اقول ههنا شیئان مشتبہان لا بد من التمییز بینہما احدہما الذبح للحاجۃ واتباع داعیۃ اقامۃ مصلحۃ نوع الانسان والثانی السعی فی الارض بافساد نوع الحیوان واتباع داعیۃ قسوۃ القلب واعلم انہ کان الاصطیاد دیدن العرب وسیرۃ فاشیۃ فیہم حتی کان ذلک احد المکاسب التی علیہا معائشہم فاباحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین کراہتہ بقولہ من اتبع الصید غفل واحکام الصید مبنیۃ علی انہ محمول علی الذبح فی جمیع الشروط الا فیما یعسر التحفظ علیہ ویکون اکثر سعیہم هدراً لو اشترط فلا یشترط التسمیۃ علی ارسال الجارح والرمی ونحوہ ویشترط اہلیۃ الصائد ولا یشترط الذبح ولا الحلق واللبۃ وعلی تحقیق ذاتیات الاصطیاد کارسال الجارح معہ قصداً دون ظفرہا بالصید اتفاقاً لا اصطیاداً وکون الجارح لم یاکل منہ فان اکل و ادرک حیاً وذکی حل والا لا وذلک تحقیقاً لمعنی المعلم وتمییزہ من کل سبع وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن احکام الصید والذبائح فاجاب

اور اس میں عذاب دینا تھا اور چونکہ یہ عمدہ طریقہ جو خدا تعالیٰ نے ذبح کا مشروع کیا تھا اسکے خلاف تھا تو آپ نے اس سے نہی فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق مار ڈالے تو اللہ عز وجل اس کے قتل سے استفسار فرمائے گا آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکا حق کیا ہے آپنے فرمایا اسکا حق یہ ہے کہ اسکو ذبح کرلے اور اسکو کھائے اور یہ نہ کرے کہ اسکے سر کو قطع کر دے پھر اسکو پھینک دے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جگہ دو چیزیں مشتبہ ہیں باہم انکی تمیز ضروری ہے ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرنا حاجت کی وجہ سے ہو اور مصلحت نوع انسانی کے داعیہ کا تابع ہو اور دوسرا یہ ہے کہ ملک میں نوع حیوانی کے فاسد کرنے میں سعی ہو اور قساوت قلبی یعنے بے رحمی کے داعیہ کا اتباع ہو اور معلوم کرو کہ شکار بازی عرب کی عادت اور ان کی سیرت فاشیہ تھی حتے کہ شکار بازی منجملہ ان کے ان پیشوں کے جن پر ان کی معاش موقوف ہے ایک پیشہ تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مباح کر دیا اور اسکی کثرت میں جو برائی تھی اسکو اپنے قول کے ساتھ ظاہر کر دیا من اتبع الخ جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا اسنے لہو کا کام کیا اور شکار کے احکام اس بات پر مبنی ہیں کہ تمام شروط میں شکار کرنا ذبح کرنے پر محمول ہے بجز اس شرط کے کہ جس کا نبھانا دشوار ہے۔ اور اسکے لگانے میں اکثر کوشش شکار کرنے میں بیکار جاتی ہے لہذا شکاری جانور کے چھوڑتے یا تیر پھینکتے وقت تسمیہ کو مشروط کیا گیا اور شکار کرنے والے کی اہلیت شرط کی گئی اور ذبح کرنا اور حلق یا گردن شرط نہ کیا گیا اور ایک اس بات پر مبنی ہے کہ شکار کرنے کی ذاتیات اسمیں پائی جائیں مثلاً سکھائے ہوئے جانور کا قصداً شکار پر چھوڑنا اور اگر یہ بات نہ ہوئی تو اتفاق سے اس شکار کا دبا لینا ہوگا۔ اور شکار کرنا نہ ہوگا۔ اور ایک یہ کہ اس شکار کو کھا نہ لیا ہو اور کچھ کھا لیا ہے تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ زندہ ملگیا ہو اور آدمی نے اس کو ذبح کرلیا ہو تب وہ حلال ہے ورنہ حرام ہے تاکہ معلم کے معنے پائے جائیں۔ اور ما اکل السبع سے تمیز ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب شکار اور ذبائح کے احکام دریافت کئے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بالتحريم على هذه الاصول قيل انا بارض قوم اهل كتاب افناكل في آنيتهم وبارض صيد
صيد بقوسي وبكلبي الذي ليس بمعلم وبكلبي المعلم فما يصلح لي قال صلى الله عليه وسلم
اما ما ذكرت من آنية اهل الكتاب فان وجدتم غيرها فلا تاكلوا فيها وان لم تجدوا
فاغسلوها وكلوا فيها وما صدت بقوسك فذكرت اسم الله فكل وما صدت بكلبك المعلم
فذكرت اسم الله فكل وما صدت بكلبك غير المعلم فادركت ذكاته فكل قوله صلى الله
عليه وسلم فان وجدتم غيرها فلا تاكلوا فيها **اقول** ذلك تحريا للنظافة وراحة للقلب من
الوساوس **وقيل** يا رسول الله انا نرسل الكلاب المعلمة **قال** صلى الله عليه وسلم
اذا ارسلت كلبك فاذكر اسم الله فان امسك عليك فادركته حيا فاذبحه وان ادركته
قد قتل ولم ياكل منه فكله فان اكل فلا تاكل فانما امسك على نفسه وان وجدت مع
كلبك كلبا غيره وقد قتل فلا تاكل فانك لا تدري ايهما قتله **قيل** يا رسول الله
ارمي الصيد فاجد فيه من الغد سهمي **قال** صلى الله عليه وسلم اذا علمت ان سهمك قتله
ولم تر فيه اثر سبع فكل **وفي رواية** واذا رميت سهمك فاذكر اسم الله فان غاب
عنك يوما فلم تجد فيه الا اثر سهمك فكل ان شئت وان وجدته غريقا في الماء فلا تاكل
قيل انا نرمي بالمعراض **قال** صلى الله عليه وسلم [illegible]

کہ ہم اہل کتاب کے ملک کے باشندے ہیں کیا ہم انکے برتنوں میں کھایا کریں اور ہم شکار کے ملک میں رہتے ہیں اپنی کمان اور اپنے غیر معلم
وغیر معلم سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کیا بات مناسب ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کے برتنوں کا جو تو نے
حال بیان کیا پس اگر تمکو اور برتن میسر ہوں تب تو ان برتنوں میں کھاؤ اور اگر میسر نہوں تو انہیں کو دھو کر کھایا کرو
اور خدا تعالی کا نام لیکر اپنی کمان سے جو تو شکار کرے اسے کھایا کر اور خدا کا نام لیکر اپنے سدھائے ہوئے کتے سے جو
تو شکار کرے اسکو کھایا کر اور جو بغیر سدھائے کتے سے شکار کرے اور اس شکار کو زندہ پائے اسکو ذبح کرکے کھالے۔ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ اگر تم کو اور برتن بہم پہونچیں تو ان میں مت کھایا کرو میں کہتا ہوں اس میں اسی
بات کا قصد کرنا اور وساوس سے دل کا مطمئن کرنا ہے اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سدھے
ہوئے کتوں کو چھوڑا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو خدا کا نام لیلیا کر پس اگر وہ کتا شکار کو
تیرے لئے پکڑ رکھے اور تو پہونچکر اس شکار کو زندہ پائے تب تو اسکو ذبح کر لے اور اگر تو اسکو جا کر مرا ہوا پائے اور کتے نے
اسکو نہ کھایا ہو تو پھر اسکو کھالے اور اگر کتے نے اسکو کھا لیا ہو تو تو مت کھا کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لئے پکڑ رکھا
اور اگر تو اپنے کتے کے پاس جا کر اور کوئی کتا دیکھے اور شکار مر گیا ہو تو اسکو مت کھا کیونکہ تجکو اس بات کی خبر نہیں کہ
ان دونوں میں سے کس نے اسکو مارا ہے۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شکار کیطرف تیر
پھینکتا ہوں اور پھر کل کو وہ تیر اس شکار میں گھسا ہوا مجھ کو ملتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تجکو یقین ہو کہ تیرے تیر سے مرا ہے
اور کسی درندہ کا اثر تجھے اسمیں نہ معلوم ہو تو اسکو کھالے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جب تو اپنے تیر کو پھینکے تو
خدا کا نام لیلیا کر پھر اگر ایک دن تک وہ شکار تجھ کو نہ ملے اور پھر اسکے بعد ملے اور صرف تو اپنے ہی تیر کا اثر دیکھے تو اگر تو
چاہے تو اسکو کھالے۔ اور اگر شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا دیکھے تو اسکو مت کھا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ ہم معراض (وہ
تیر ہے جس میں بھال اور پر نہوں) مارتے ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كل ما خزق[1] وما أصاب بعرضه فقتل فإنه وقيذ[2] فلا تأكل قيل يا رسول الله إن هنا أقواما حديث عهدهم بشرك يأتونا بلحمان لا ندري أيذكرون اسم الله عليها أم لا قال صلى الله عليه وسلم اذكروا أنتم اسم الله وكلوا **أقول** أصله أن الحكم على الظاهر **قيل** إنا لاقو العدو غدا وليست معنا مدى[3] أفنذبح بالقصب **قال** صلى الله عليه وسلم ما أنهر[4] الدم وذكر اسم الله فكل ليس السن والظفر وسأحدثك عنه أما السن فعظم وأما الظفر فمدى الحبش وند[5] بعير فرماه رجل بسهم فحبسه فقال صلى الله عليه وسلم إن لهذه[6] الإبل أوابد[7] كأوابد الوحش فإذا غلبكم منها شيء فافعلوا به هكذا **أقول** لأنه صار وحشيا فكان حكمه حكم الصيد **وسئل** صلى الله عليه وسلم عن شاة أبصرت جارية بها موتا فكسرت حجرا فذبحتها فأمر بأكلها **قيل** إن من الطعام طعاما أتحرج[8] منه قال لا يتخلجن[9] في صدرك شيء ضارعت فيه النصرانية قيل يا رسول الله ننحر الناقة ونذبح البقرة والشاة فنجد في بطنها الجنين أنلقيه أم نأكله قال صلى الله عليه وسلم كلوه إن شئتم فإن ذكاته ذكاة أمه:

کہ جو جانور تیر کی نوک سے مرے اسکو کھا لے اور جو جانور تیر کی چوڑان سے چوٹ لگ کر مر جائے تو وہ جانور موقوذہ ہے اس کو مت کھا اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں چند قومیں نو مسلم ہیں اور وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور ہم کو نہیں معلوم کہ آیا اسپر وہ خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم خود خدا کا نام لیکر کھا لیا کرو میں کہتا ہوں اسکی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے۔ اور پھر کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ہم کل دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے۔ کیا ہم بانس سے ذبح کر لیا کریں۔ فرمایا جو چیز خون کو بہا دے اور اسپر خدا کا نام لیا جائے اسکو کھا لے بجز دانت و ناخون کے۔ اور انکا حال میں ابھی تجھ سے بیان کرتا ہوں دانت تو ایک ہڈی ہے۔ اور ناخون حبشہ کی ایک چھری ہے اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا اور ایک شخص نے تیر مار کر اسکو روک لیا تو آپ نے فرمایا اس اونٹ کو وحشی جانوروں کی طرح آدمیوں سے نفرت ہوتی ہے پس اگر انکی کوئی بات تمکو مجبور کرے تو انکے ساتھ ایسا ہی کرو میں کہتا ہوں چونکہ وہ وحشی ہو گیا تو اسکا حکم مثل حکم شکار کے ہو گیا اور ایک بکری کے باب میں آپ سے سوال کیا گیا کہ جسکو ایک چھوکری نے دیکھا کہ اسپر آثار موت کے جاری ہو رہے ہیں تو اسنے ایک پتھر کو توڑ کر اسکو ذبح کیا آپ نے اسکے کھانے کا حکم فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ کھانوں میں سے بعض ایسے کھانے ہوتے ہیں کہ جس سے ہم حرج سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ تیرے دل میں کسی بات کا اختلاج نہ کر اس میں نصرانیت کی مشابہت کی تو نے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو نحر کرتے ہیں اور گائے بکری کو ذبح کرتے ہیں ہم اور انکے پیٹوں میں ہم بچہ پاتے ہیں اسکو پھینک دیں یا کھا لیں آپ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو اسکو کھا لو۔ اسکا ذبح وہی ہے جو اسکی ماں کا ذبح ہے:

[1] خزق بالمعجمة اي نفذ جارحا۔ [2] قوله وقيذ اي موقوذ يعني الذي يقتل بغير المحدد كالعصا ۱۲ [3] جمع مدية السكين ۱۲
[4] اي اراق ۱۲ [5] اي فر ۱۲ [6] اللام بمعنى من ۱۲ [7] جمع آبدة بمعنى نافرة ۱۲ [8] اي لا اكل حرج وجامع الحرج وهو الاثم او احد في نفسه ضيقا من اكله ۱۲ [9] قوله لا يتخلجن اي لا يتحرك في قلبك الشك وضارعت شابهت ۱۲

آدابُ الطّعام

واعلم أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم علّم آداباً یتأدبون فیہا فی الطعام فقال صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم کیلوا طعامکم یبارک لکم **وقال** علیہ السلام اذا اکل احدکم طعاما فلا یاکل من اعلی الصحفۃ ولکن لیاکل من اسفلہا فان البرکۃ تنزل من اعلاہا **اقول** من البرکۃ ان تشبع النفس وتقر العین ویجتمع الخاطر ولا یکون ہاعاً کالذی یاکل ولا یشبع وتفصیل ذلک انہ ربما یکون رجلان عند کل منہما مائۃ درہم احدہما یخشی العیلۃ ویطمع فی اموال الناس ولا یہتدی لتصرف عند فیم یصرف فی دینہ ودنیاہ والآخر متعفف یحسبہ الجاہل غنیا مقتصد فی معیشتہ مہتد فی نفسہ فالثانی بورک لہ فی مالہ والاول لم یبارک لہ **ومن البرکۃ** ان یصرف الشیء فی الحاجۃ ویکفی عن امثالہ وتفصیلہ انہ ربما یکون رجلان یاکل کل واحد رطلا فیصرف طبیعۃ احدہما الی تغذیۃ البدن ویحدث فی معدۃ الآخر آفۃ

کھانے کے آداب کا بیان

معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے اندر آداب سکھائے ہیں جن کو لوگ عمل میں لایا کریں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برکۃ الطعام الخ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے کلی کرنی اور اس کے بعد کلی کرنے میں ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیلوا طعامکم الخ اپنے غلہ کو ماپ لیا کرو تمہارے لیے برکت دی جائے گی۔ اور فرمایا ہے اذا اکل احدکم الخ تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو رکابی کے اوپر سے نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت اس کے اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں برکت کے یہ معنی ہیں کہ نفس سیر ہو جائے اور آنکھوں کو سرور ہو اور دل کو تسلی ہو اور زیادہ حریص نہ ہو جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا ہے اس کا مفصل بیان یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس سو درہم ہیں مگر ان میں سے ایک کو تو اپنے تنگدست ہو جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے اور لوگوں کے مال میں اس کو طمع رہتی ہے اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں موقع محل نہیں دیکھتا کہ اس کو دین یا دنیا میں نفع ہو اور دوسرا ایک متعفف آدمی ہے جو جاہل لوگ جانتے ہیں یہ دولتمند آدمی ہے اور میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور اس کا دل مطمئن رہتا ہے۔ پس دوسرے شخص کے مال میں برکت دی گئی اور پہلے کے مال میں برکت نہیں دی گئی اور برکت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی چیز کو اپنی ضرورت میں خرچ کرے تو وہ شے اس کے لیے بہ نسبت اپنے مثل کے زیادہ کافی ہوگی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ہر ایک ان میں سے ایک رطل کھانا کھاتا ہے مگر ایک کی طبیعت غذا کو جزو بدن کر لیتی اور دوسرے کے معدہ میں جا کر آفت ہوتی ہے۔

ف۱ [illegible] ۱۲

فلا ينفعه ما اكل بل ربما صار ضدا وربما يكون لكل منهما مال فيصرف احدهما في مثل
ضيعة كثيرة الريع ويهتدي لتدبير المعاش والثاني يبذر تبذيرا فلا يقع من حاجته
في شيء وان لهيئات النفس وعقائدها مدخلا في ظهور البركة وهو قوله صلى
الله عليه وسلم فمن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذي ياكل
ولا يشبع ولذلك تزلق رجل الماشي على الجذع في الجو دون الارض فاذا اقبل
على شيء بالهمة واراد ان يقع كفاية عن حاجته وجمع نفسه في ذلك كان سبب قرة
عينه واجتماع خاطره وقنعت نفسه وربما يسري ذلك الى الطبيعة فصرفت فيما
لا بد منه فاذا غسل يديه قبل الطعام ونزع النعلين واطمأن في مجلسه واخذه
اعتدادا به وذكر اسم الله افيضت عليه البركة واذا اكل الطعام وعرف مقداره واقتصد
في صرفه وصرفه على عينه كان ادنى ان يكفيه اقل مما لا يكفي الاخرين واذا جعل لطعامه
هيئة منكرة تعافها الانفس ولا تعتد به لاجلها كان ادنى ان لا يكفيه اكثر مما يكفي الاخرين
كيف ولا اظن ان احدا يخفى عليه ان الانسان ربما ياكل الرغيف كهيئة المتكئ او ياكله
وهو يمشي ويحدث فلا يجد له بالا ولا يرى نفسه قد اعتدت ولا تشبع به نفسه

اور اس کا کھانا اس کے لیے مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے اور بسا اوقات دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے کہ ایک
شخص اس مال کو ایسے اسباب کے خریدنے میں صرف کرتا ہے جس میں زیادہ نفع ہے اور تدبیر زندگانی میں موقع
محل کا لحاظ رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو فضول صرف کرتا ہے اور اس کی ضرورت میں وہ مال کچھ کام نہیں آتا اور ہیئات
نفسانیہ اور عقائد نفسانیہ کو برکت کے ظاہر ہونے میں ایک قسم کا اثر ہوتا ہے چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
فمن اخذہ باشراف نفس الخ یعنی جس شخص نے اس کو حرص نفسانی کے ساتھ لیا اس میں اس کو برکت نہ دی جاوے گی اور
وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر ہوا میں کسی لکڑی کو ٹیک لگا کر رکھ دیا جاوے تو اس
پر چلنے والے کا پیر پھسل جاتا ہے اور اگر اسی لکڑی کو زمین پر رکھ دیا جاوے تو نہیں پھسلتا پس جب ایک شخص کسی چیز کی طرف قصد
کرتا ہے اور اس کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ چیز اس کے لیے کافی ہو جاوے اور اسباب پر اپنے نفس کو مطمئن کر دیتا ہے تو یہ
اس کی خوشی اور اطمینان خاطر اور قناعت کا سبب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ امر طبیعت کے اندر سرایت کرتا ہے اور وہ طبیعت
ضروریات میں اس کو صرف کرتی ہے پس جب ایک شخص نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور جوتا پیروں سے اتار کر علیحدہ
کر دیا اور باطمینان خاطر بیٹھ گیا تو ان باتوں کا اس نے خوب لحاظ کیا اور خدا کا زبان سے نام لیا تو اس پر برکت کا فیضان
ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص غذا پر کہ اس کی مقدار اس کو معلوم ہوتی ہے اور میانہ روی کے ساتھ اس کو اپنی ذات پر
صرف کرتا ہے تو کم از کم اس کو اس قدر غذا کافی ہو سکتا ہے جو دوسروں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور جب غذا کو بے
احتیاطی کے ساتھ ذلیل بنائے جس سے دل میں اس کی بیقدری ہو جاتی ہے اور اس کے سبب سے وہ ایک بیقدر چیز
ہو جاتی ہے اور کم از کم غذا جو اس کے لیے کافی ہو سکتا ہے وہ اس غذا سے جو اوروں کے لیے کافی ہو سکتا ہے زیادہ ہونا
چاہیے اور میرے گمان میں یہ بات ضروری ہے کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان بسا اوقات ایک روٹی
حاجت سے زیادہ کھا جاتا ہے یا چلتے پھرتے اور باتیں کرتے اس کو کھا لیتا ہے اور اس کے کھانے کا کچھ اثر
نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ اس کے بدن میں جزو بدن ہوتا معلوم ہوتا ہے اور نہ اس سے اس کی نیت
سیر ہوتی ہے

وان امتلات المعدة وربما يا خذ مقدار رطل جزافا فيكون الزائد يستوى وجوده وعدمه ولا ينفع من الحاجة فى شئ ويجد الطعام بعد حين وقد ظهر فيه النقصان وبالجملة لوجود البركة وعدمها اسباب طبيعية يعد فى ضمنها ملك كريم او شيطان رجيم وينفخ فى ميكة روح ملكى او شيطانى والله اعلم: **اما** غسل اليد قبل الطعام ففيه ازالة الوسخ واما غسلها بعده ففيه ازالة الغمر وكراهية ان يفسد عليه ثيابه او يجد شيئا من سمها او تلدغه هامة وهو قوله صلى الله عليه وسلم من بات وفى يده غمر لم يغسله فاصابه شئ فلا يلومن الا نفسه: **وقال** صلى الله عليه وسلم اذا اكل احدكم فلياكل بيمينه واذا شرب فليشرب بيمينه **وقال** صلى الله عليه وسلم لا ياكل احدكم بشماله ولا يشرب بشماله فان الشيطان ياكل بشماله ويشرب بشماله **وقال** صلى الله عليه وسلم ان الشيطان يستحل الطعام ان لا يذكر اسم الله عليه **وقال** فيمن صفته ما زال الشيطان ياكل معه فلما ذكر اسم الله استقاء ما فى بطنه **وقال** عليه السلام ان الشيطان يحضر احدكم عند كل شئ من شانه حتى يحضره عند طعامه فاذا سقطت من احدكم اللقمة فليمط ما كان بها من اذى ثم لياكلها ولا يدعها للشيطان **اقول** من العلم الذى اعطاه نبيه حال الملائكة والشياطين وانتشارهم فى الارض يتلقى هؤلاء من الملاء الاعلى الهامات خير يوحونها الى بنى ادم وينبجس من مزاج الشياطين ارادة فاسدة تميل الى

اگرچہ معدہ بھر جائے اور بسا اوقات ایک رطل کے قدر اندازہ سے لیا جاتا ہے پس حقیقت میں جو ایک رطل سے زیادہ ہے اس کا وجود وعدم یکساں رہا اور وہ کسی کام میں نہ آیا مگر کچھ مدت کے بعد جب اُس غلہ کو دیکھا تو اُس کو معلوم ہوئی۔ الحاصل برکت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اندر اسباب طبعی ہیں جن کے ضمن میں کوئی فرشتہ بزرگ یا شیطان مردود در کار رہتا ہے اور ان اسباب کی صورت میں روح ملکی یا شیطانی پھونک دی جاتی ہے واللہ علم۔ اور کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی وجہ یہ ہے کہ اُس میں میل دور ہو جاتا ہے۔ و کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے کھانے کی بو اور دسومت زائل ہو جاتی ہے اور اسبات کا اندیشہ جاتا رہتا ہے کہ ہاتھوں سے اُس کے کپڑے خراب ہوں یا کوئی درندہ اُس کے ہاتھ کو چاٹ ڈالے یا سانپ بچھو وغیرہ کاٹ لے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من بات وفى يده الخ جس شخص کا ہاتھ کھانے میں سنا ہوا ہو اور اُس کو بغیر دھوئی ہوے سوجائے اور پھر اُسکو کچھ تکلیف پہنچے تو اُس کو چاہیے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے اذا اكل احدكم الخ تم میں سے جب کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو داہنے ہاتھ سے پیئے اور حدیث شریف میں آیا ہے لا ياكل احدكم الخ تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور بائیں ہاتھ سے نہ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اور پیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان الشيطان يستحل الخ کھانے پر خدا کا نام لینے سے شیطان اُس کو حلال کر لیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کھانے پر خدا کا نام لینا بھول جائے اور کھالے تو اُس کو کہنا چاہیئے بسم اللہ اولہ وآخرہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیئے فرمایا ہے کہ شیطان برابر اُس کے ساتھ کھاتا رہتا ہے اور جب یہ خدا کا نام لیتا ہے جو کچھ اُس کے پیٹ میں ہوتا ہے قے کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کیساتھ اُنکے تمام حالات میں شیطان ساتھ رہتا ہے حتی کہ کھانے وقت بھی اُسکے پاس آکر موجود ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کے پاس لقمہ گر پڑے تو شیطان کے لیئے اُس کو نہ چھوڑے اور اُس لقمہ کو خاک شاے صاف کرکے کھالے میں کہتا ہوں منجملہ ان علوم کے جو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ملائکہ اور شیاطین اور اُنکے زمین پر منتشر رہنے کا علم بھی ہے یہ لوگ ملاء اعلیٰ سے بدوباتوں کا فیضان الہام کے طور پر حاصل کر لیتے ہیں اور پھر بنی آدم سے ان الہاما کو بیان کر دیتے ہیں اور شیاطین کے مزاج میں ارادہ فاسدہ پیدا ہوتے رہتے ہیں

الأقذار والظلمات الفاسدة ومعصية حكم الوقار وما تقتضيه الطبيعة السليمة فيفعلون
ذلك ويوحون إلى أوليائهم من الإنس فمن حال الشياطين أنهم إذا تمثلوا في المنام أو
اليقظة تمثلوا بهيئات منكرة تنفر منها الطبيعة السليمة كالأكل بالشمال وكصورة
الأجدع ونحو ذلك ومنها أنه قد تنطبع في نفوسهم هيئات دنية تنبجس في بني آدم من
بهيمية كالجوع والشبق فإذا حدث فيهم اشتد نحوا إلى اختلاط بتلك الحاجات وتلبس بها
ومحاكاة ما يعمله الإنس عندها ويتخيلون في ذلك قضاء الشهوة فيقضون بذلك
أوطارهم فيصير الولد الذي حصل من جماع اشترك فيه الشياطين وقضوا عنده
أوطارهم قليل البركة مائلا إلى الشيطنة والطعام الذي باشروه وقضوا به أوطارهم قليل
البركة لا ينفع الناس بل ربما يضرهم وذكر اسم الله والتعوذ بالله مضاد بالطبع لهم ولذلك
يخنسون عند ذكر الله والتعوذ به وقد اتفق لنا أنه زارنا ذات يوم رجل من أصحابنا فقربنا
إليه شيئا فبينا يأكل إذ سقطت كسرة من يده وتدهدهت في الأرض فجعل يتبعها
وجعلت تتباعد منه حتى تعجب الحاضرون بعض العجب وكابد هو في تتبعها بعض الجهد ثم إنه
أخذها وأكلها فلما كان بعد أيام تخبط الشيطان إنسانا وتكلم على لسانه

جن کا حاصل اقذار و ظلمات فاسدہ سے لگاؤ اور حکم وقار اور طبیعت سلیمہ کے مقتضیٰ کی مخالفت کرنے پر ہوتا ہے وہ ان کاموں
کو عمل میں لاتے ہیں اور اُن کی طرف توان کے پیرو ہیں انسان میں سے ان کو الہام کرتے ہیں منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے کہ خواب یا
بیداری میں جب وہ کسی کو متمثل ہوتے ہیں تو ایسی ہیئت میں ان کا ظہور ہوتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے
مثلاً بائیں ہاتھ سے کھانے یا کنکٹے وغیرہ کی صورت میں۔ ومنجملہ ان احوال کے یہ ہے کہ کبھی شیاطین کے نفس میں اُن صفات
دنیہ کا انتقاش ہوتا ہے جو بنی آدم کے اندر قوت بہیمیہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً بھوک اور شہوت جماع وغیرہ جب یہ
صفات اُن کے اندر پیدا ہوتی ہیں تو ان صفات کے پیدا ہونے کے بعد اُن کو ان حوائج کے ساتھ اختلاط اور تلبس اور
انسان کو ان حوائج کے وقت جو کام کرنا پڑتا ہے کسی کام کے نقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے خیال میں ان
افعال کے ساتھ وہ شیاطین اپنی قضائے حاجت کرتے ہیں اس اعتبار سے جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے جس میں
شیاطین کی شرکت ہوتی ہے اور اس میں وہ شیاطین بھی قضائے شہوت کرتے ہیں قلیل البرکت ہوتی ہے اور شیطنت
کی طرف اس کو میلان ہوتا ہے اور اسی طرح جس کھانے میں شیاطین کا اشتراک اور اُن کی ضرورت کا پورا کرنا ہوتا ہے
اس کھانے میں بھی برکت کم ہوتی ہے اس کھانے سے لوگوں کو نفع نہیں حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ مضر ہو جاتا ہے
اور خدا کا نام لینا اور پناہ مانگنا بالطبع اُن کی مخالفت کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص خدا کو یاد کرے اور اس کی پناہ مانگے
شیاطین اُس سے ہٹ جاتے ہیں اور ہم کو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارا ایک دوست ملاقات کے لیے آیا اور کچھ
کھانا اس کے سامنے رکھا اس کے کھانے کا ایک ٹکڑا اس کے ہاتھ میں سے گر پڑا اور زمین میں لڑھک گیا وہ شخص اُس
کے اٹھانے کو چلا جتنا وہ چلتا تھا وہ اس سے دور ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ حاضرین کو کسی قدر تعجب ہوا اور
اس کو بھی اس کے پکڑنے میں کسی قدر محنت کرنی پڑی مگر وہ اس کو اٹھا کر کھا گیا پھر وہ چند روز کے بعد ایک شخص پر
شیطان یعنے جن آگیا اور وہ جن اس شخص کی زبان سے کلام کرنے لگا۔

له مطوع للانف ۱۲ سله ملبس ۱۲ سله ای یستمو و یتاخرون من الخنس هو الرجوع والتاخر ۱۲ سله ای تدحرجت ۱۲

فكان فيما تكلم انى مررت بفلان وهو يأكل فاعجبني ذلك الطعام فلم يطعمني منه شيئا فخطفته من يده فنازعني حتى اخذه مني وبينا يأكل اهل بيتنا اصول الجزر اذ ندّ هدهد بعضها فوثب عليه انسان فاخذه واكله فاصابه وجع في صدره ومعدته ثم تخبطه الشيطان فاخبر على لسانه انه كان اخذ ذلك المتندهدة وقد قرع اسماعنا شيء كثير من هذا النوع حتى علمنا ان هذه الاحاديث ليست من باب ارادة المجاز وانما اريد بها حقيقتها والله اعلم۔ **قال صلى الله عليه وسلم** اذا وقع الذباب في اناء احدكم فليغمسه كله ثم ليطرحه فان في احد جناحيه شفاء وفي الآخر داء وفي رواية وانه يتقي بجناحه الذي فيه الداء۔ **اعلم** ان الله تعالى خلق الطبيعة في الحيوان مدبرة لبدنه فربما دفعت المواد المؤذية التي لا تصلح ان تصير جزء البدن من اعماق البدن الى اطرافه ولذلك نهى الاطباء عن اكل اذناب الدواب فالذباب كثيرا ما يتناول اغذية فاسدة لا تصلح جزء البدن فتدفعها الطبيعة الى اخس عضو منه كالجناح ثم ان ذلك العضو لما فيه من المادة السمية يندفع الى الحك ويكون اقدم اعضائه عند الهجوم في المضايق ومن حكمة الله تعالى انه لم يجعل في شيء سما الا جعل فيه مادة ترياقية يحفظ بها بنية الحيوان

اثنائے کلام میں اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ فلاں شخص پر میرا گذر ہوا وہ کھا رہا تھا تو مجھ کو وہ کھانا اچھا معلوم ہوا اور اُس نے مجھ کو کچھ نہیں کھلایا تو اُس کے ہاتھ میں سے میں نے اُس کو اُچک لیا تو اُس نے مجھ سے سخت جھگڑا کیا آخر کو وہ مجھ سے چھین لے گیا اور ایک مرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجریں کھا رہے تھے ناگاہ کوئی گاجر اُن میں سے گر کر ڈھلک گئی جھٹ پٹ ایک شخص اُس کو اُٹھا کر کھا گیا پھر اُس کے سینہ و پیٹ میں درد شروع ہوا اور سیر جن آ کر بولنے لگا اور اُس نے بیان کیا کہ میں نے وہ گری ہوئی گاجر لی تھی اور اس قسم کی باتیں بہت سی ہمارے کان میں پڑی ہیں جن سے ہم کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ احادیث اپنے معنی حقیقی پر محمول ہیں اُن احادیث کے قبیلہ سے نہیں جن میں معنی مجازی مراد ہیں واللہ اعلم۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسہ کلہ ثم لیطرحہ فان فی احد جناحیہ شفاء وفی الآخر داء وفی روایۃ الخ جب کہ تمہارے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو سب مکھی کو ڈبا کر پھر اُس کو پھینک دے کیونکہ اُس کے ایک پر میں شفا اور دوسری میں بیماری ہے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ مکھی اُس پر سے بچتی ہے جس میں بیماری ہے۔ معلوم کرو کہ خدا تعالےٰ نے حیوان کے اندر اُس کی طبیعت کو تدبیر بدن کے لیے پیدا کیا ہے وہ طبیعت بسا اوقات مواد موذیہ کو جو جزو بدن ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کی طرف اور کر دیتے ہیں یہی سبب ہے کہ اطبا جانوروں کی دُم کھانے سے منع کرتے ہیں اور مکھی بسا اوقات خراب غذا جو جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی کھاتی رہتی ہے اور اُس کی طبیعت اُس مادہ فاسدہ کو اُس کے عضو خسیس کے پیسے پر کی طرف پھینکتی ہے پھر وہ عضو جس میں یہ مادہ سمیہ ہوتا ہے تالو کی طرف دفع ہوتا ہے اور یہی عضو وقت ہجوم تنگیوں کے مقدم ترین اعضا کا ہوتا ہے اور خدا کی یہ حکمت ہے کہ جس چیز میں زہر رکھا ہے تو اُس میں مادہ تریاقیہ بھی رکھا ہے تا کہ اُس کے سبب سے وجود اُن کا ہلاکت سے محفوظ رہے اور اگر ہم

ولو ذكرنا هذا المبحث من الطب لطال الكلام وبالجملة فسم الذباب فى بعض الاحيان وعند تناول بعض الاغذية محسوس معلوم وتحرك العضو الذى تندفع اليه المادة اندفاعا معلوم وان الطبيعة يختلج فيها ما يقاوم مثل هذه المواد المؤذية معلوم ايضا فما الذى يستبعد من هذا المبحث وما اكل رسول الله صلى الله عليه وسلم على خوان[1] ولا فى سكرجة ولا خبز له مرقق ولا راى شاة سميطا بعينه قط ولا اكل متكئا وما راى منخلا كانوا ياكلون الشعير غير منخول **اقول** اعلم ان النبى صلى الله عليه وسلم بعث فى العرب عاداتهم وسط العادات ولم يكونوا يتكلفون تكلف العجم والاخذ بها احسن وادنى ان لا يتعمقوا فى الدنيا ولا يعرضوا عن ذكر الله وايضا فلا احسن لاصحاب الملة من ان يتبعوا سيرة ائمتها فى كل نقير وقطمير **قال** صلى الله عليه وسلم ان المومن ياكل فى معى واحد[2] والكافر ياكل فى سبعة امعاء **اقول** معناه ان الكافر همه بطنه والمومن همه اخرته وان الحرى بالمومن ان يقلل الطعام وان تقليله خصلة من خصال الايمان وان شره الاكل[3] خصلة من خصال الكفر ونهى صلى الله عليه وسلم ان يقرن الرجل بين تمرتين **اقول** النهى عن القران يحتمل وجوها منها انه لا يحسن المضغ عند جمع تمرتين وانه ادنى ان تؤذى احدى اللواتين

اس بحث طبی کو بیان کریں تو کلام دراز ہو جائے گا اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ مکھی کے کاٹنے کا زہر بعض زمانوں اور بعض غذاؤں کے کھانے کے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور جس عضو کی طرف یہ مادہ اندفاع ہوتا ہے اس کا حرکت کرنا معلوم ہوتا ہے اور طبیعت جن کے اندر وہ چیز جو ان مواد موذیہ کی مقاومت و مقابلہ کرے یوشیدہ ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے پس کون سی چیز ہے جو اس بحث سے مستبعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خوان پر تناول فرمایا اور نہ پیالے کے اندر اور نہ کبھی باریک و پتلی چپاتی آپ کے لیے پکائی گئی اور نہ کبھی سالم بکری بھنی ہوئی کو دیکھا اور نہ کبھی تکیہ لگا کر کھایا اور نہ کبھی چھلنی دیکھی بلا بھوسی اور بیر چھنے ہوئے تو نوش فرماتے تھے معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث کیے گئے اور ان عادات درمیانی عادت تھی وہ عجمیوں کی سے تکلفات نہیں کرتے تھے اور ان کا اختیار کرنا عمدہ بات ہے اور ادنیٰ اس کا یہ ہے کہ دنیا میں تعمق نہ کریں و خدا تعالے کی یاد سے نہ اعراض کریں اور نیز صاحبان ملت کے لیے یہ بات پسندیدہ نہیں کہ امام اپنے کے کم اور زیادہ میں پیروی کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المومن یاکل فی معی واحد الخ بلاشک مومن آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ کافر کا قصد تو پیٹ کا بھر لینا ہے اور مومن کا قصد اپنی آخرت ہے تو مومن کو یہی سزاوار ہے کہ کھانے میں کمی کرے اور اس کا کھانے میں کمی کرنا منجملہ خصال ایمان کے ایک خصلت ہے اور کھانے میں شدید الحرص ہونا منجملہ خصال کفر کے ایک خصلت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے کہ ایک شخص دو چھواروں کو کھانے میں جمع نہ کرے۔ میں کہتا ہوں نہی دو چھواروں کو جمع کرنے کی کئی سبب کی محتمل ہے ازانجملہ یہ ہے کہ دو چھواروں کے جمع کرنے میں مضغ یعنے چبانا اچھی طرح سے نہ ہوگا اور یہ صورت سب سے کم ہے کہ خوب ضبط نہ ہونے کی وجہ سے وہ گٹھلیاں اس کو تکلیف دیتی بخلاف اس کے جب ایک ہی گٹھلی ہو۔

[1] الخوان بالكسر ما يؤكل عليه الطعام مرتفع عن الارض وكان الاكل عليه من عادة المتكبرين والسكرجة بضمتين وتشديد الراء القصعة الصغيرة والمرقق المدقق الخبز السميد او الملين والسميط المشوى مع الجلد بعد ازالة الشعر بالماء الحار ١٢

[2] جمع امعاء وهى بالفارسية روده وهو مثل لزهد المومن فى الدنيا وحرص الكافر ولا يعنى كثرة الاكل وقيل للمومن يسمى عند الاكل فيكفيه الادنى من الطعام والكافر بخلافه ١٢ فر [3] شدة الحرص وقوله يقرن اى يجمع بين تمرتين فى الاكل ١٢

لنقصان ضبطهما بخلاف السواد الواحدة **ومنها** ان هيئة من هيئات النمرة والحرص ومع
انه سنتشار على اصحابه وفطنة ان يكرهه اصحابه ويزول هذا المعنى باذن فقال
صلى الله عليه وسلم لا يجوع اهل بيت عندهم التمر **وقال** عليه السلام بيت لا تمر فيه جياع
اهله **وقال** عليه الصلوة والسلام نعم الادام الخل **اقول** من تدبير المنزل ان
يجمع في بيته ما يجده رخيصا في السوق كالتمر في المدينة والحبوب والجوز ونحوها في سواد
بلادنا فان وجد طعاما ما يشتهيه فيها والا كان الذي عنده كنا فالهم ويسر في بيوت
ذلك كانوا على شرف الجوع وكذلك حال الادام **قال** صلى الله عليه وسلم من اكل ثوما او بصلا
فليعتزلنا وفي بقدر فيه خضرات لها ريح فقال لبعض اصحابه كل فاني اناجي من لا تناجي
اقول الملائكة يحبون النظافة والطيب **وكل** شئ يهيج خلقا فيجب منه من
اضداد ذلك وفرق النبي صلى الله عليه وسلم بين ما كان هو شريعة للمحسنين المتطلعين
لهم انوار الملكية وبين غيرهم **قال** صلى الله عليه وسلم ان الله ليرضى من العبد ان يأكل
الاكلة فيحمده عليها ويشرب الشربة فيحمده عليها قد مر سره **وقد روي** من
الحمد صيغ ايها فعل فقد ادى السنة منها الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه

اور ایک یہ ہے کہ یہ ہیئت منجملہ ہیئات شدت و حرص کے ہے اور اس میں اپنے آپ کو دوستوں پر اختیار کرنا ہے اور
سبب کا احتمال ہے کہ اس کے مصاحب اس بات کو برا سمجھیں مگر ہاں جب وہ اپنے مصاحبوں سے اس بات
میں اجازت لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یجوع اھل البیت جن کے ہاں
چھوارے ہیں ان کے گھر کے لوگ بھوکے نہ رہینگے اور نیز آپ نے فرمایا ہے بیت لا تمر الخ جس گھر میں چھوارے
نہیں اُس کے گھر والے بھوکے مرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نعم الادام الخل کہ بہتر سالن
کا سرکہ ہے میں کہتا ہوں کہ اسمیں تدبیر منزل ہے کہ اپنے گھر میں کچھ چیز جمع کرے جو بازار میں ارزاں ہو جیسے مدینہ
میں چھوارے اور ہمارے ملک کے دیہات میں کاشتکاروں کی جڑیں وغیرہ میں رکھنا جس کی طرف طبیعت رغبت کرتی
ہے پاسکے فبہا ورنہ جو چیز اس کے پاس ہو وہی اس کی روزی ورستر ہو جائے گا ہر روہ ایسا نہ کریں گے تو بھوک
کے وقت تکلیف اٹھائینگے اور یہی حال سالنوں کا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اکل ثوما الخ
جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو وہ ہم سے جدا رہے اور ایک ہنڈی آپ کے سامنے پیش کی گئی جس میں وہ ترکاریاں تھیں
جن میں بو آتی تھی تو آپ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم کھا لو میں اُس کو نجات دیتا ہوں جس کو تم نہیں دیتے میں کہتا
ہوں ملائکہ لطافت اور پاکیزگی کو محبوب جانتے ہیں اور ہر ایک اس چیز کو جو عادت پاکیزہ کو برانگیختہ کرے اور اس کے
خلاف سے نفرت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان شریعت محسنین کے جن میں انوار ملکیت کے
رہتے ہیں اور مابین اُنکے غیر کے فرق کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالی اُس بندہ سے جو ایک
لقمہ کھائے اور اُس پر خدا کا شکر کرے اور ایک گھونٹ پانی پیئے اور اُس پر خدا کا شکر کرے راضی ہوتا ہے اسکا راز سابقا گذر چکا ہے اور
حمد کے باب میں چند طریقے مروی ہیں جو انسان بجالایا اُس نے سنت کو ادا کر دیا از انجملہ یہ ہے الحمد للہ حمدا کثیرا الخ

لہ قولہ شیئا تاما الے خیرا ۱۲

لہ قولہ المتاطلع الے المشرق ۱۲

غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا ومنہا الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا وما کانت الضیافۃ بابا من ابواب السماحۃ وسبب جمع شمل المدینۃ والملۃ مؤدیا الی تودد الناس وان لا یتضرر ابناء السبیل وجب ان تعد من الزکوۃ ویرغب فیہا ویحث علیہا قال صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ثم مست الحاجۃ الی تقدیر مدۃ الضیافۃ لئلا یحرج الضیف ویعد القلیل منہا کثیرا فحد رأس الاکرام بیوم ولیلۃ وھو کجائزۃ وجعل آخر الضیافۃ ثلاثۃ ایام ثم بعد ذلک صدقۃ:

المسکرات

واعلم ان ازالۃ العقل بتناول المسکر یحکم العقل بقبحہ لا محالۃ اذ فیہ تردی النفس فی ورطۃ البہیمیۃ والتبعد من الملکیۃ فی الغایۃ وتغییر خلق اللہ حیث افسد عقلہ الذی خص اللہ بہ نوع الانسان ومن بہ علیہم وافساد المصلحۃ المنزلیۃ والمدنیۃ واضاعۃ المال والتعرض لہیئات منکرۃ یضحک منہا الصبیان وقد جمع اللہ تعالی کل ھذہ المعانی تصریحا وتلویحا فی ھذہ الآیۃ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم

غیر مکفی الخ اور از انجملہ یہ ہے الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا۔

اور مہمانی کرنا منجملہ اسباب جوانمردی کے ایک باب ہے اور عادات مدینہ وملیہ کے جمع کرنے کے لئے ایک سبب ہے اُس کی وجہ سے باہمی آدمیوں کی دوستی ہوتی ہے اور مسافر لوگ بھی ضرر نہیں پاتے ہیں تو اُس کا باب زکوٰۃ میں شمار کرنا ضروری ہوا اور ضروری ہے کہ اس میں رغبت اور حرص دلائی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کان یؤمن باللہ الخ جو شخص خدا تعالیٰ اور دن آخرت پر ایمان لائے تو چاہیئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اب یہ حاجت لاحق ہوئی کہ مہمان نوازی کی مدت معین کی جائے تاکہ مہمان کے سبب سے میزبان کو دقت نہ واقع ہو یا مہمان تھوڑے کو بہت نہ شمار کرے لہٰذا ایک رات دن کی اُس کی خاطرداری کی مدت مقرر کی گئی اور وہ بمنزلہ صلہ کے ہے اور منتہائے مدت تین روز مقرر کیے گئے۔

مسکرات کا بیان

معلوم کرو کہ کسی نشہ آور چیز کے کھانے سے عقل کا زائل کرنا لامحالہ عند العقل ایک قبیح فعل ہے اسلیے کہ اس میں نفس کو ورطہ بہیمیت میں ڈالدینا و ملکیت سے نہایت دور بعید ہو جانا ہے اور نیز اُس میں خلق الٰہی کی تغییر ہے اسیئے کہ اُس شخص نے ایک عقل کو جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے نوع انسان کو مخصوص و ممنون کیا ہے بگاڑ دیا اور نیز اس میں مصلحت منزلیہ اور مدنیہ کا بگاڑنا اور مال کا ضائع کرنا اور ہیئات قبیحہ کا اپنے اوپر طاری کرنا اور مضحکہ اطفال بننا ہے خدا تعالیٰ نے ان سب باتوں کی کو صراحۃ اور اشارتاً اس آیت کریمہ میں جمع فرمایا ہے

لہ تعدمن قبل ۱۲ کہ ای سہل دخولہ فی الجوف و قولہ مخرجا ای من انفضلۃ ۱۲ کہ بان یقیم عند المضیف فیوقعہ فی الحرج و قولہ الجائزۃ ای العطیۃ والصلۃ ۱۲

العادات والآیۃ ولذلک اتفق جمیع الملل والنحل علی قبحہ بالمرۃ ولیس الامر کما یظنہ من لا بصیرۃ
لہ من حسن النظر الی الحکمۃ العملیۃ لما فیہ من تقویۃ الطبیعۃ فان ھذا الظن من باب اشتباہ الحکمۃ
الطبیۃ بالعملیۃ والحق انھما متغایرتان وکثیرا ما یقع بینھما تجاذب وتنازع کالقتال یحرمہ الطب
لما فیہ من التعرض لتلک البنیۃ الانسانیۃ التی یجب حفظھا فی الطب وربما اوجبتہ الحکمۃ العملیۃ
اذا کان فیہ صلاح المدینۃ او دفع عار شدید وکالجماع یوجبہ الطب عند التوقان وخوف
التاذی من ترکہ وربما حرمتہ الحکمۃ العملیۃ اذا کان فیہ عار او منابذۃ سنۃ راشدۃ واھل
الرای من کل امۃ وکل قرن یذھبون الی ترجیح المصلحۃ علی الجمہور ومن لا یعتبرھا ولا
یتقید بھا میلا الی صحۃ الجسم فاولئک عندھم سفھاء ماجنون وما مثلھم الا اختلاف ھم فی ذلک وقد علمنا
اللہ تعالی ذلک حیث قال فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما نعم تناول المسکر اذا
لم یبلغ حد الاسکار ولم تترتب علیہ المفاسد یختلف فیہ اھل الرای والشریعۃ القویمۃ المحمدیۃ
التی ھی الغایۃ فی سیاسۃ الامۃ وسد الذرائع وقطع احتمال التحریف نظرت الی ان قلیل الخمر
یدعو الی کثیرھا وان النھی عن المفاسد من غیر ان ینھی عن ذات الخمر لا ینجع فیھم وکفی شاھدا
علی ذلک ما کان فی المجوس وغیرھم وانہ ان فتح باب الرخصۃ فی بعضھا لم ینتظم سیاسۃ الملۃ اصلا
فنزل التحریم الی نوع الخمر قلیلھا وکثیرھا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہی سبب ہے کہ تمام ملل ونحل کا یقیناً اُس کی قباحت پر اتفاق ہے اور بعض فاقد البصیرت لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ
حکمت علمیہ کے اعتبار سے وہ ایک عمدہ چیز ہے کیونکہ طبیعت کی تقویت ہوتی ہے اُن کا یہ گمان حکمت طبیہ کی حکمت
علمیہ کے ساتھ اشتباہ کے قبیل سے ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دونوں متغائر ہیں اور اکثر اوقات اُن دونوں میں کشاکشی اور
تنازع پیدا ہو جاتا ہے مثلاً قتال ایسی چیز ہے کہ طب کے اعتبار سے منع ہے کیونکہ اُس میں بدن انسانی کا قطع کرنا ہے
طب کے اعتبار سے جس کی حفاظت واجب اور ضروری ہے اور اصلاح ملک یا عار شدید کے دور کرنے کی غرض سے
حکمت علمیہ بسا اوقات اُس کو ضروری جانتی ہے اسیطرح جماع ایک ایسی چیز ہے کہ غلبہ شہوت اور اُس کے چھوڑنے سے ضرر
کے اندیشہ کی صورت میں حکمت طبیہ اُسکو واجب کرتی ہے اور بسا اوقات عار کے لاحق ہونے یا سنت راشدہ کی مخالفت پائے جانے
سے حکمت علمیہ اُسکو حرام سمجھتی ہے اور ہر فرقہ اور ہر قرن کے دانشمند لوگوں کے نزدیک مصلحت کو ترجیح ہے اور یہ عقلمند
لوگ اُس شخص کو جو مصلحت سے نفع نہ حاصل کرے اور صحت جسمانی حاصل کرنے کے لیے اُس کی پابندی چھوڑ دے بالاتفاق
فاسق وفاجر اور بدکردار جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمکو اس آیت میں اس بات کی تسلیم فرمائی ہے فیھما اثم کبیر الخ
اُن دونوں میں گناہ عظیم ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں اور اُن کا گناہ اُن کے نفع سے زیادہ بڑا ہے البتہ نشہ آور
چیز کے استعمال کرنے میں جس صورت کے اندر حد سکر کو نہ پہونچے اور اُسپر مفاسد مترتب نہ ہوں عقلاء کا اختلاف ہے
اور شریعت حقہ محمدیہ جو سیاست امت وفساد کے اسباب بند کرنے اور احتمال تحریف کے قطع کرنے میں درجہ کمال
کا رکھتی ہے اُس نے اسبات کا لحاظ فرمایا کہ تھوڑی شراب بہت سی کیطرف پہونچاتی ہے اور جب تک نفس کو شراب
سے نہی نہ کی جائے مفاسد سے نہی کرنا کچھ موثر نہیں ہے اُس کے لیے مجوس وغیرہ کا پورا حال شاہد ہے اور نیز اگر بعض
شراب کی اجازت کا دروازہ مفتوح کر دیا جائے تو سیاست ملیہ کا انتظام ہرگز نہیں ہو سکتا لہذا مطلق شراب کے ساتھ
حرمت متعلق کی گئی خواہ قلیل ہو یا کثیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه[1]

اقول لما كانت المصلحة فی تحريم شئ اخماله ونزل القضاء بذلك وجب ان ينهى عن كل ما ينوّه امره ويروّجه فی الناس ويحملهم عليه فان ذلك مناقضة للمصلحة ومضادة[2] بالشرع وقد استفاض عن النبی صلى الله عليه وسلم والصحابة رضی الله عنهم احاديث كثيرة من طرق لا تحصى وعبارات مختلفة فقال الخمر من هاتين الشجرتين النخلة والعنبة واجاب صلى الله عليه وسلم من سأل عن البتع والمزر[3] وغيرهما فقال كل شراب اسكر فهو حرام وقال عليه الصلوة والسلام كل مسكر خمر وكل مسكر حرام وما اسكر كثيره فقليله حرام وما اسكر منه الفرق[4] فملء الكف منه حرام وقال من شهد نزول آية الله فی تحريم الخمر نزل تحريم الخمر وهی من خمسة العنب والتمر والحنطة والشعير والعسل والخمر ما خامر العقل وقال لقد حرمت الخمر حين حرمت وما نجد خمر الاعناب الا قليلا وعامة خمرنا البسر[5] والتمر اقول ما اصح حين نزلت فوالذی ينقضی فی شربه وانما يعتبر خصوصيته بعد الحرمة فی تحريم كونه مزيلا للعقل

خدا نے شراب پر اور اس کے پینے والے اور پلانیوالے اور بیچنے والے اور خریدنے والے اور نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے اور لیجانے والے اور منگوانے والے پر خدا تعالےٰ کی لعنت ہے۔ میں کہتا ہوں جب کسی چیز کے حرام کرنے اور اس کے نیست ونابود کرنے میں مصلحت قرار پاگئی اور اس کی بابت حکم بھی نازل ہوگیا تو ضرور ہوا کہ ان چیزوں سے بھی روکا جائے جن سے اس کی قدر لوگوں میں دستور اور رغبت پائی جائے کیونکہ یہ اس مصلحت کی ضد ہے اور شرع کے ساتھ عداوت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ سے بہت سی احادیث بے شمار طریقوں اور مختلف عبارتوں سے منقول ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے الخمر من هاتين الخ شراب ان دو درختوں سے بنتی ہے چھوارے کا درخت اور انگور کا درخت اور ایک شخص نے اپنے تبع اور مزر وغیرہ کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جو نشہ لائے وہ حرام ہے اور آپ نے فرمایا ہے ہر نشہ آور شراب ہے اور نشہ آور حرام ہے اور جو چیز بہت سی نشہ لائے وہ تھوڑی سی بھی حرام ہے اور جسکا ایک پیالہ نشہ لائے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے اور جن لوگوں نے نزول آیت کا مشاہدہ کیا ہے ان کا قول ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی ہے اس وقت میں شراب پانچ چیزوں سے بنا کرتی تھی انگور۔ چھوارہ۔ گیہوں۔ جو۔ شہد۔ اور خمر یعنے شراب اس چیز کا نام ہے جو عقل کو محو کردے اور بعض کا قول ہے کہ جب شراب حرام کی گئی ہے تو شراب انگوری بہت کم میسر ہوتی تھی اور کثر شراب کدر چھوہاروں اور خشک چھواروں سے ہوا کرتی تھی اور جب آیت کا نزول ہوا ہے تو لوگوں نے شراب کے مٹکے جو کہ چھواروں کے بنے ہوئے تھے چھوڑ دئے اور قوانین شرع کا یہی مقتضی ہے کہ بمعلق شراب حرام ہوا اسلئے کہ شراب انگوری کے خاص ہونے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں حرام ہونے کی وجہ صرف عقل کا زائل کرنا۔

[1] اے الذی تحمل الخمر اليه ۱۲ [2] اے معاداة ۱۲ [3] قوله والمزر هو بياض من شمل ۱۲
[4] قوله الفرق بفتح الفاء والراء وسكون الراء ايضا ظرف يسع ستة عشر رطلا والمراد منه الكثير ۱۲
[5] قوله البسر هو ثمرة النخل قبل ان تكون رطبا والدنان بالكسر جمع دن وهو الزير اى الظرف الكبير للخمر من خزف والفضيخ بالمعجمات شراب يتخذ من البسر المفضوخ يعنى المكسور بل بكسر وذهب عنه الماء ويترك حتى يغلي ۱۲

يدعوا اليه في كثيره فيجب به القول ولا يجوز [illegible] سواء [illegible] ذهب وخبث [illegible] نجد من غير تعب
ويستحي فلا يجد [illegible] وكانوا [illegible] ولا نعلم [illegible] في اول الامر
[illegible] معتذورين [illegible] الاثم ولا حرج [illegible] وصح حديث [illegible]
[illegible] ومسلمين من ذلك **وسئل** رسول الله
صلى الله عليه وسلم عن الخمر [illegible] **وقيل** [illegible] انه ليس بدواء ولكنه
داء **قوله** لما كان الناس مولعين بالخمر وكانوا يحبون [illegible] مصلحة [illegible]
على كل حال لئلا يبقى عذر لاحد ولا حيلة ونهى صلى الله عليه وسلم عن خليط التمر والبسر وعن خليط
الزبيب والتمر وعن خليط الزهو والرطب **اقول** السر في ذلك [illegible] الاسكار يسرع به بسبب الخلط
[illegible] المشروب [illegible] مسكرا وكان رضي الله عنه [illegible]
شراب ثلاثا ويقول انه [illegible] **اقول** ذلك [illegible] فيما
[illegible] وكثير [illegible]
على معدة [illegible] الكسر [illegible]
[illegible] على معدة [illegible] حصصت بينهم [illegible] ولم تتم [illegible]
وادعى على صحته المافقة بحاو [illegible] المزاح **اولا** ثم يجب [illegible] وقال صلى الله عليه وسلم

اور قبیل کا کثیر کی طرف راجع ہو جاتا ہے بہ مطلق شراب کی [illegible] اس زمانہ میں کسی شخص کو بازار
میں جو شراب [illegible] سکارت [illegible] ہو بہت بعید [illegible]
کو شروع میں یہ حدیث نہ پہونچی تھی [illegible] یہ حدیث شام میں پہونچی [illegible] ہمارے
مانند یہ بات ظاہر [illegible] یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہونچ گئی [illegible] میری امت کے
لوگ شراب پیا کریں گے اور شراب کے سوا [illegible] کا نام رکھینگے [illegible] تعالےٰ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے شراب سے [illegible] کی نسبت سوال کیا تو آپ نے [illegible] سائل
نے کہا میں دوا کے لیئے اس کو بناتا ہوں تو آپ نے فرمایا وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے میں کہتا ہوں چونکہ لوگ شراب
کے حریص تھے اور اس کے پینے کے بڑے [illegible] تھے اسلیئے مصلحت [illegible]
کسی کو کوئی حیلہ اور عذر باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]
نبیذ ہو اور رطب منع [illegible] سرخی [illegible] اور رطب تازہ پکے ہوئے چھوارہ کو
کہتے ہیں میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ ملنے کے سبب سے [illegible] جلد [illegible] ہو جاتی ہے جسکے سبب سے

[illegible] کہ وہ مسکر نہیں ہے حالانکہ وہ مسکر ہوتی ہے اور [illegible] کسی چیز کو [illegible]
[illegible] اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی اور طبیعت کو خوب گوارا ہوتا ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ
وجہ ہے کہ معدہ میں جب تھوڑا تھوڑا پانی پہونچتا ہے تو طبیعت [illegible] اچھی طرح صرف کرتی ہے اور جب دفعۃً
بہت سا پانی اسپر غلبہ کرتا ہے تو [illegible] آدمی کے معدہ میں جب بہت سا پانی دفعۃً
پہونچتا ہے تو مقدار کثیر کی مزاحمت [illegible] ضعیف ہو جاتی ہے اور اس شخص کی برودت [illegible] زیادہ ہو جاتی ہے بخلاف
اس صورت کے کہ [illegible] پانی پہونچے [illegible] آدمی کے معدہ میں جب دفعۃً پانی پہونچتا ہے تو ان دونوں میں مدافعت ہوتی
[illegible] مثانہ [illegible] مزاحمت ہوتی ہے

عن الشرب من في السقاء وعن اختناث الاسقية اقول وذلك لانه اذا انثنى فم القربة فشرب منه فان الماء يندفق وينصب في حلقه دفعة وهو يورث الكُباد ويضر بمعدته ولا يتميز عنده في دفق الماء وانصبابه نحو قذاة ونحوها ويحكى ان انسانا شرب من في سقاء فدخلت حية في جوفه ونهى صلى الله عليه وسلم ان يشرب الرجل قائما وروي انه عليه السلام شرب قائما اقول هذا النهي نهي ارشاد وتأديب فان الشرب قاعدا من الهيئات الفاضلة واقرب لجموم النفس والري وان تصرف الطبيعة الماء في محله والآخر فعل لبيان الجواز وقال عليه السلام الايمن فالايمن اقول اراد بذلك قطع المنازعة فانه لو كانت السنة تقديم الافضل ربما لم يكن الافضل مسلما بينهم وربما يجدون في انفسهم من تقديم غيرهم حاجة ونهى صلى الله عليه وسلم ان يتنفس في الاناء او ينفخ فيه اقول ذلك لئلا يقع في الماء من فمه او انفه ما يكرهه فيحدث هيئة منكرة قال صلى الله عليه وسلم سموا اذا انتم شربتم واحمدوا اذا انتم رفعتم قد مر سره

اس کے برتن سے منہ لگا کر پانی پینے سے اور مشک وغیرہ کے دہانے موڑ کے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے جب مشک کا منہ موڑ کے کوئی شخص اس سے پانی پیے تو پانی اس میں سے اچھل کر دفعتاً اس کے حلق میں پہونچیگا اور اس سے درد جگر پیدا ہوتا ہے اور معدہ کو ضرر پہونچتا ہے اور نیز پانی کے دفعتاً منہ میں آنے سے تنکا وغیرہ تمیز نہیں ہوتا اور منقول ہے کہ ایک شخص نے مشک کو منہ لگا کر پانی پیا تھا تو ایک سانپ اس کے حلق میں پانی کے ساتھ ساتھ چلا گیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا میں کہتا ہوں یہ نہی تادیب اور ارشاد کے لیے ہے کیونکہ بہترین صورت بیٹھ کر پینا ہے اور سیرابی اور نفس کو سیری اس سے عمدہ طرح حاصل ہوتی ہے اور طبیعت کی اس پانی کو محل پر صرف کرنے کی بہترین صورت یہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان جواز کے لیے ہے اور آپ نے فرمایا ہے الایمن فالایمن داہنی طرف کا پس داہنی طرف کا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے آپ کی مراد قطع منازعت ہے اس لیے کہ اگر افضل کا مقدم کرنا مقرر کیا جاتا تو اکثر ایسا ہوتا کہ ایک شخص کی فضیلت کو سب لوگ نہ مانتے اور بسا اوقات غیر کے مقدم کرنے سے دوسرے کے دل کو رنج پہونچتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ پھونکنے یا سانس لینے سے منہ یا ناک سے کسی ناگوار چیز کے گرنے کا خیال ہوتا ہے جس کے سبب سے ایک ہیئت قبیحہ پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سموا اذا انتم الخ جب کوئی چیز پیو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جبکہ تم کھانا کھا چکو تو خدا تعالیٰ کا شکر کیا کرو اس کا راز ہم بیان کر چکے ہیں۔

؎ … القربة … لا يشرب منها … وورد الاباحة ايضا فهي عند الضرورة والنهي عن الاعتياد ۱۲

؎ اي وجع الكبد ۱۲ ؎ اي قولوا بسم الله الرحمن الرحيم ۱۲

اَللِّبَاسُ وَالزِّيْنَةُ وَالْاَوَانِي وَنَحْوُهَا

اَعْلَمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نظر الى عادات العجم وتعمقهم في الاطمئنان بلذات الدنيا فحرم رؤسها واصولها وكره ما دون ذلك لانه علم ان ذلك مفض الى نسيان الدار الآخرة مستلزم للاكثار من طلب الدنيا فمن تلك الرؤس اللباس الفاخر فان ذلك اكبر همهم واعظم فخرهم وتحته عشر من وجوه منها الاسبال في القمص والسراويلات فانه لا يقصد بذلك الستر والتجمل اللذان هما المقصودان في اللباس وانما يقصد به الفخر واراءة الغنى ونحو ذلك والتجمل ليس الا في قدر ما يستر البدن **قال** صلى الله عليه وسلم لا ينظر الله يوم القيامة الى من جر ازاره بطرا **وقال** صلى الله عليه وسلم ازرة المؤمن الى انصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين وما اسفل من ذلك ففي النار **ومنها** الجنس المستغرب الناعم من الثياب **قال** صلى الله عليه وسلم من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه يوم القيامة ونحوه مثل ما ذكرنا في الخمر ونهى صلى الله عليه وسلم عن لبس الحرير والديباج وعن لبس القسي والمياثر والارجوان

لباس اور زینت اور ظروف وغیرہ کا بیان

معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عجم کی عادات اور ہمایہ دنیا داری کے اندر منہمک ہونے میں اُن کے تکلفات پر نظر ڈالی تو انہیں سے جو سب کی جڑ اور سب کی اصل ہیں اُن کو حرام کیا اور جو اُن سے کم درجہ کے تکلفات ہیں اُن کو مکروہ کیا اسلیے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ چیزیں دار آخرت کی بھلانے والی اور طلب دنیا کی کثرت سے مستلزم ہیں۔ منجملہ ان اصول کے لباس فاخرہ ہے کیونکہ سب سے زیادہ اُن کو اسی کا اہتمام ہوتا ہے اور اسی سے اُن کو بڑا فخر ہوتا ہے اور اُس سے کئی طرح پر بحث کی گئی ہے۔ ازانجملہ کرتا اور ازار بہت نیچا کرنا ہے کیونکہ اس سے ستر اور زیبائش جو جو لباس سے مقصود ہوتی ہے اُس کو مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف فخر اور اپنی تونگری وغیرہ دکھانا مقصود ہوتا ہے اور زیبائش صرف اسیقدر میں ہے جو بدن کے برابر ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینظر اللہ الخ جو شخص اترانے کی غرض سے اپنی ازار کھینچتا چلے تو قیامت کے دن اللہ پاک اُس کی طرف نظر نہ کرے گا اور نیز فرمایا ہے ازرۃ المؤمن الخ مومن کی ازار اس کی پنڈلیوں کے نصف نصف تک ہوتی ہے نصف اور ٹخنوں کے مابین جو کچھ ہو اسپر مضایقہ نہیں ہے اور جو اس سے نیچی ہے تو وہ آگ میں ہے۔ اور ازانجملہ نہایت نادر اور نازک قسم کے کپڑے ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لبس الحریر الخ جس نے دنیا میں حریر پہن لیا تو وہ قیامت کے دن اسکو نہ پہنے گا اُس کی وجہ وہی ہے جو ہم شراب میں بیان کر چکے ہیں حریر اور دیباج کے پہننے اور قسی اور میاثر اور ارجوان کے پہننے سے منع فرمایا ہے

لہ ادرنا تم الکمیۃ و ولٹ الزینۃ والمراد من النوع واللباس من اخلاق للمؤمنین ۱۲ ؎ لے تکبر و تفاخر ۱۲ ؎ یجمع متفرقہ ۱۲

ورخص فی موضع اصبعین او ثلاث لانہ لیس من باب التداوی وربما احتاج الی ذلک و
رخص للزبیر وعبد الرحمن بن عوف فی لبس حریر لحکۃ کانت بہما لانہ لم یقصد حینئذ الا الرفاہیۃ
ولم یقصد الاستمتاع ومنہا ثوب مصبوغ بلون مطلوب یحصل بہ الفخر والبطر ونہی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن معصفر و مزعفر وقال ان ہذہ من ثیاب اہل النار وقال
صلی اللہ علیہ وسلم لا یحب [illegible] طیب النساء لون لا ریح لہ ولا اختلاف بین
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان البذاذۃ من الایمان وقولہ علیہ السلام من لبس ثوب شہرۃ فی الدنیا
البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من ترک لبس ثوب جمال
تواضعا کساہ اللہ حلۃ الکرامۃ وبین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ
ورأی رجلا شعثا فقال ما کان یجد ہذا ما یسکن بہ راسہ ورأی رجلا علیہ ثیاب وسخۃ
فقال ما کان یجد ہذا ما یغسل بہ ثوبہ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا آتاک اللہ مالا فلیر
اثر نعمۃ اللہ وکرامتہ علیک لان ہنالک شیئین مختلفین فی الحقیقۃ قد یشتبہان بادی
الرأی احدہما مطلوب والآخر مذموم فالمطلوب ترک الشح [illegible] باختلاف عادات
الناس فالذی ہو فی الملوک شح ربما یکون اسرافا فی حق الفقیر وترک الشح یختلف باختلاف
طبقات الناس فالذی ہو فی الملوک شح ربما یکون [illegible] فی حق الفقیر

[illegible] کتان [illegible] کی اجازت دی ہے کیونکہ [illegible] نہیں ہے۔ قسی وہ کپڑا ہے جو
کتان وحریر سے بنا ہوتا ہے [illegible] جیسی [illegible] ایک چھوٹا تکیہ ہوتا ہے جسکو سوار نیچے رکھ لیتا ہے شاید اس
سے یہاں وہ تکیہ مراد ہے جو حریر سے ہو [illegible] ہے۔ ارجوان ایک سرخ رنگ ہے اور یہاں سرخ کپڑا مراد ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر حضرت عبد الرحمن بن عوف کو حریر کے پہننے کی اجازت عطا فرمائی جبکہ
انکے بدن میں خارش ہوگئی تھی اور اس کے پہننے سے ترفع مقصود نہ تھا بلکہ خارش کا جاتا رہنا مقصود تھا۔ ازانجملہ وہ
کپڑا ہے جو کسی ایسے رنگ سے رنگا ہوا ہو جس سے سرور و فخر پیدا ہوتا ہے اور اسمیں دکھاوا پایا جاتا ہے اس لیئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسم کے رنگے ہوئے اور زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے سے نہی فرمائی اور فرمایا کہ یہ دوزخیوں کے لباس میں
سے ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے [illegible] خبردار رہو کہ مردوں کی خوشبو وہ ہو ہے جسمیں رنگ نہو
اور عورتوں کی خوشبو وہ رنگ ہے جسمیں خوشبو نہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات میں کہ من ترک
[illegible] زینت کا ترک کرنا ایمان سے ہے [illegible] جس نے شہرت کے لیئے دنیا میں کپڑا پہنا قیامت
کے دن خدا تعالی اسکو ذلت کا کپڑا پہنائیگا اور ان ارشادات میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ ان اللہ یعنی خدا تعالی کو یہ بات پسند
ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر نظر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے سر کو منتشر دیکھا تو آپنے فرمایا اسکو ایسی
چیز نہیں ملتی جس سے بالوں کو درست کرے اور ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپنے فرمایا کہ اسکو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے
اپنے کپڑے کو دھوئے اور آپنے فرمایا ہے کہ جب خدا تعالی تجھکو مال دے تو مناسب ہے کہ اسکی نعمت کا اور اکرام کا اثر تیرے اوپر نظر آئے کیونکہ ان

لہ باب من کتان وحریر منسوب الی قریۃ قس بفتح القاف وایا ما ترجم میثرۃ
وہی وسادۃ صغیرۃ یجعلہا الراکب تحتہ ولعلہ ارید بہا التی تکون من الحریر
والنہی عن التکلف والارجوان صبغ احمر والمراد بہ الثوب الاحمر والمیاثر ۱۲

والزينة والتفاخر بالثياب وكسر قلوب الفقراء ونحو ذلك وفي الفاظ الحديث اشارات الى هذه المعاني كما لا يخفى على المتامل ومناط الاجر ردع النفس عن اتباع داعية البطر والفخر وكان صلى الله عليه وسلم اذا استجد ثوبا سماه باسمه عمامة او قميصا او رداء ثم يقول اللهم لك الحمد كما كسوتنيه اسألك خيره وخير ما صنع له واعوذ بك من شره وشر ما صنع له وقد حرم من زي اليوس لحلي المترفه وهما اصلان احدهما ان الذهب هو الذي يفاخر به العجم ويفضي جريان الرسم بالتحلي به الى الاكثار من طلب الدنيا دون الفضة فلذلك شدد النبي صلى الله عليه وسلم في الذهب وقال ولكن عليكم بالفضة فالعبوا بها والثاني ان النساء محتاجات الى التزين ليرغب فيهن ازواجهن ولذلك جرت عادة العرب والعجم جميعا بان يكون زينتهن اكثر من زينتهم فوجب ان يرخص لهن اكثر مما يرخص لهم ولذلك قال صلى الله عليه وسلم احل الذهب والحرير للاناث من امتي وحرم على ذكورها وقال صلى الله عليه وسلم في خاتم ذهب في يد رجل يعمد احدكم الى جمرة من نار فيجعلها في يده ورخص عليه السلام في خاتم الفضة لا سيما للذي سلطان وقال ولا تتمه مثقالا ونهى صلى الله عليه وسلم النساء عن غير المقطع من الذهب وهو ما كان قطعة واحدة كبيرة قال صلى الله عليه وسلم من احب ان يحلق جبينه حلقة من النار فليحلقه حلقة

اور نیز شارع کو تجمل اور تعمق بالبہائم کی عادات کا ترک کرنا۔ اور پاکیزگی اور پسندیدہ اخلاق کا اختیار کرنا مطلوب ہے، اور مذموم تکلفات اور دکھاوے کے لئے کپڑا پہننا اور کپڑوں سے باہم فخر کرنا اور فقراء کی دلشکنی کرنا وغیرہ امور ہیں اور الفاظ حدیث میں ان معانی کی طرف اشارے واقع ہوئے ہیں جیسا کہ متامل پر واضح ہے اور اجر کا مدار داعیۂ تکبر اور فخر کے اتباع سے نفس کے باز رکھنے پر ہے اور آنحضرت صلعم جب کوئی جدید لباس پہنتے تھے اسکا نام عمامہ یا کرتہ یا چادر لیکر فرماتے تھے اللہم لک الحمد کما کسوتنیہ اسالک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ اسکی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے اور عجم ان اصول کے اعلیٰ درجہ کا زیور ہے اور یہاں دو اصل ہیں ایک تو یہ کہ سونا ایک ایسی چیز ہے جس پر عجمی لوگ فخر کرتے ہیں اور اگر سونے کے زیور پہننے کا دستور جاری ہو تو کثرت سے طلب دنیا کی ضرورت پڑے بخلاف چاندی کے اسلئے آنحضرت صلعم نے سونے کی بابت تشدد فرمایا اور فرمایا ولیکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا۔ مگر تم چاندی کو اختیار کرو اس کو کھیلا کرو۔ دوسری اصل یہ ہے کہ عورتوں کو آراستگی کی (بڑی) ضرورت ہوتی ہے کہ انکے خاوندوں کو رغبت ہو یہی سبب ہے کہ تمام عرب وعجم میں بہ نسبت مردوں کے عورتوں کی آراستگی کا زیادہ دستور ہے اسلئے ضروری ہوا کہ عورتوں کو بہ نسبت مردوں کے زیادہ تر زینت کی اجازت دی جائے لہذا حضور صلعم نے فرمایا احل الذہب والحریر للاناث من امتی وحرم علی ذکورہا سونا اور حریر میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں کو حرام کیا گیا۔ ایک شخص کے ہاتھ میں حضرت صلعم نے سونے کی انگوٹھی دیکھ کر فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص آگ کے انگارہ کا ارادہ کرکے اس کو ہاتھ میں کر لیتا ہے چاندی کی انگوٹھی کو مردوں کے لیے بھی آپ نے اجازت عطا فرمائی ہے خاصکر صاحب حکومت کے لئے اور فرمایا کہ برابر ایک مثقال کے اسکو مت پورا کرو اور آنحضرت صلعم نے عورتوں کو سونے غیر مقطع سے منع فرمایا اور غیر مقطع وہ ہے جو ایک ہی ٹکڑے کا بنی ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا اور جو

لہ فصمتا ماکہ تکون فی النحو اکم القصفیل او اعلام الثیاب فاغامہا ح ۱۲ ملہ تطوق دحلقۃ ای فی الاذن وکالذوف دالحلق خلقۃ

من ذهب وذكر على هذا الاسلوب تطويق وسوار وكذا جاء النص بقلادة من ذهب وخرص من ذهب وسلسلة من ذهب وبين المعنى في هذا الحكم حيث قال اما انه ليس منكن امرأة تحلى ذهبا تظهره الا عذبت به وكان لام سلمة رضي الله عنها اوضاح من ذهب والظاهر انها كانت متقطعة وقال صلى الله عليه وسلم احل الذهب للاناث منا واحل في الجملة هذا ما يوجب مفهوم هذه الاحاديث ولم اجد لها معارضا ومذهب الفقهاء في ذلك معلوم مشهور والله اعلم بحقيقة الحال ومنها التزين بالشعور فان الناس كانوا مختلفين في امره فالمجوس كانوا يقصون اللحى ويوفرون الشوارب وكانت سنة الانبياء عليهم السلام خلاف ذلك فقال صلى الله عليه وسلم خالفوا المشركين وفروا اللحى واحفوا الشوارب وكان ناس يحبون التشعث والتمهن والهيئة البذة ويكرهون التجمل والتزين وناس يتعمقون في التجمل ويجعلون ذلك احد وجوه الفخر وغمط الناس فكان الخمال مذمومهم جميعا ووجب تعيين احد المقاصد الشرعية فان مبنى الشرائع على التوسط بين المنزلتين والجمع بين المصلحتين وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الفطرة خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط ثم مست الحاجة الى توقيت ذلك ليمكن الانكار على من خالف السنة

اصولی قاعدہ جنس اور گنگن

ذکر کیا اور اسی طرح سونے کے ہار اور سونے کی کان کی بالیوں اور سونے کے توڑے کے بارہ میں تصریح آئی ہے اور آنحضرت صلعم نے اس حکم کی وجہ بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ تم میں سے کوئی عورت دکھلانے کے لیئے زیور نہیں پہنتی مگر اسی زیور سے وہ عذاب دیجاویگی حضرت ام سلمہ کے پاس سونے کی ایک ہیکل تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ مقطع کے قسم سے تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ عورتوں کے لیئے سونا حلال ہے اسکے یہی معنے ہیں۔ کہ فی الجملہ حلال ہے یہ جو کچھ کہ ہم نے بیان کیا ان احادیث کا مفہوم ہے۔ اور مجھکو ان احادیث کا کوئی معارض نہیں ملا اور فقہاء کا اس میں مذہب ہے وہ معلوم و مشہور ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

اور از انجملہ بالوں کی زینت ہے اسکے اندر لوگوں کے مختلف طریقے تھے۔ مجوس تو داڑھیوں کو ترشواتے اور مونچھوں کو بڑھاتے تھے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اسکے خلاف تھا۔ اسلیئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں خالفوا المشركين او فروا اللحى واحفوا الشوارب مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب ترشواؤ۔ اور کچھ لوگ پراگندہ بالی سے اور ذلت اور بیکت رہنے کو پسند کرتے تھے اور آرایش و زینت سے انکو نفرت تھی اور کچھ لوگ آرایش میں نہایت تکلف کرتے تھے اور اسکو ایک فخر کی بات سمجھتے تھے۔ اور دوسری لوگوں کو ذلیل سمجھتے تھے۔ پس ان سب طریقوں کا مذمت وار ہونا منجملہ مقاصد شرعیہ کے ٹھہرا۔ کیونکہ شرائع کا مبنی افراط اور تفریط کا بین حالت پر اور ان دونوں مصلحتوں کے جمع کرنے پر ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الفطرة خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط فطرة پانچ چیزیں ہیں ختنہ کرنا اور موئے زیر ناف لینا۔ اور مونچھ کا ترشوانا اور ناخنوں کا ترشوانا اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا۔ پھر اسکے معین کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ اس طریقے کے مخالف انکار متوجہ ہو سکے۔

کما رواه ابو داود من قوله ايما امرأة تقلدت قلادة من ذهب قلدت في عنقها مثلها من النار يوم القيامة ۔ وهو [illegible] للخرق بين اسطم وغيره ۱۲ مجمع البحار ۱۲ ۔ یکملون ویکثرون ۔ یعنی زینت میں ۔

[illegible]

ولئلا يفضي التوسع الى الحلق والنتف كل يوم والتهاون الى تركها سنة ووقت في قص الشارب
وتقليم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة ان لا يترك اكثر من اربعين ليلة وقال صلى الله
عليه وسلم ان اليهود والنصارى لا يصبغون وكان اهل الكتاب يسدلون والمشركون يفرقون فسدل
النبي صلى الله عليه وآله وسلم ناصيته ثم فرق بعد فالسدل ان يرخي ناصيته على وجهه وهي هيئة
البلهاء والفرق ان يجعل ضفيرتين ويرسل كل ضفيرة الى صدغ ونهى صلى الله عليه وآله وسلم عن القزع
اقول السر فيه انه من هيئات الشياطين وهو نوع من المثلة تقذرها النفس الا المغلوب لاعتيادها
وقال صلى الله عليه وسلم من كان له شعر فليكرمه ونهى عن الترجل الا غبا يريد التوسط
بين الافراط والتفريط وقال صلى الله عليه وسلم لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات
والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله ولعن صلى الله عليه وآله وسلم المتشبهين من الرجال
بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال **اقول** الاصل في ذلك ان الله تعالى خلق كل
نوع وصنف مقتضيا لظهور احكام في البدن كالرجال تلتحي وكالنساء يضعفن الى نوع
من الحرب والخفة فاقتضاؤها للاحكام معنى في المبدأ هو بعينه كراهية اضدادها ولذلك
كان المرضي بقاء كل نوع وصنف على ما تقتضيه فطرته وكان تغيير الخلق سببا للعن

مبادا ایسا نہ ہو کہ شروع لوگ ہر روز بال مونڈا کریں اور اکھیڑا کریں اور تہاون لوگ سال سال بھر تک خبر نہ لیں اور نیز لب
لہذا مونچھوں کے اور ناخنوں کے ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف کے بال مونڈنے کی مدت مقرر کی گئی کہ
چالیس روز سے زیادہ دیر نہ کرے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ان الیہود الخ یہود و نصاریٰ نہیں رنگتے ہیں پس تم
انکی مخالفت کرو یعنی تم حنا سے رنگا کرو اور اہل کتاب سدل کیا کرتے تھے۔ اور مشرک لوگ فرق کیا کرتے تھے۔
پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدل کیا اور بعد کو فرق کیا۔ سدل کے معنے پیشانی کے بالوں کا منہ پر
چھٹا رکھنا ہے اور یہ ایک بیگی کی صورت ہے۔ اور فرق بالوں کے دو حصے کرکے ہر حصہ کنپٹی کی طرف پہنچا دینے
کو کہتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوٹی رکھنے سے منع فرمایا یہ ہیئت شیطانی اور ایک قسم
مثلہ ہے جسکو تمام نفوس بجز انکے عادی ہو کر مالوف ہو گئے ہیں مکروہ جانتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا
ہے من کان له شعر فلیکرمه جس کسی کے بال ہوں تو انکی عزت کرنی چاہیے۔ اور آنحضرت صلعم نے کنگھی کرنے
سے بجز تیسرے روز کے منع فرمایا ہے اور آپکی مراد افراط و تفریط میں توسط ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے لعن
الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق الله گودنے والیوں اور گدوانے
والیوں اور منہ کے بال اکھیڑنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے ریتنے والیوں پر جو خلق الٰہی کو بدلتی
ہیں۔ خدا تعالیٰ کی لعنت کی ہے۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنانے مردوں اور مردانی عورتوں پر لعنت
کی ہے میں کہتا ہوں وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر نوع اور ہر صنف کو اسکے بدن میں ظہور احکام کا مقتضی بنایا
ہے مثلاً مردوں کو امرداڑھی وغیرہ کا اور عورتوں کے اندر خوش وضعی و صورت کی باہمی سنجی کی بجنت پیدا کی ہے پس انکی استعداد کے
اعتبار سے جاسکے مادہ میں پائی جاتی ہے کچھ احکام کا مقتضی ہونا بعینہ ان احکام کی اضداد سے نفرت کرنا ہوتا ہے لہذا ہر نوع

ولذلك كره النبي صلى الله عليه وسلم انزاء الحمر على الخيل فمن الزينة ما يكون كالمقوية
لفعل الطبيعة والموطئة له والممشية اياه كالكحل والترجل وهو محبوب ومنها ما يكون كالمخالف
لفعلها كتشبه الانسان هيئة الدواب ومنها ما يكون تعمقا في ابداء ما لا تقتضيه الطبيعة وهو
غير محبوب اذا خلي الانسان وفطرته عده مثلة ومنها اصطناع التصاوير في ثياب الجدران
والانماط فنهى عنها النبي صلى الله عليه وسلم ومدار النهي شيئان احدهما انها احد وجوه الارفاه والزينة
وانهم كانوا يتفاخرون بها ويبذلون اموالا خطيرة فيها فكانت كالحرير وهذا المعنى موجود في صورة
الشجر وغيرها وثانيهما ان اتخاذ هذه الصور وجريان الرسم بالرغبة فيها يفتح باب
عبادة الاصنام وينوه امرها ويذكرها لاهلها وما نشأت عبادة الاصنام في اكثر الطوائف الا من هذا
وهذا المعنى يختص بصورة الحيوان ولذلك امر بقطع رأس التماثيل لتصير كهيئة الشجر وخفت
فساد صناعة صورة الاشجار قال صلى الله عليه وسلم ان البيت الذي فيه الصورة لا تدخله الملائكة
وقال صلى الله عليه وسلم كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفسا فيعذبه في جهنم وقال صلى الله عليه
وسلم من صور صورة عذب وكلف ان ينفخ فيها وليس بنافخ اقول لما كانت التصاوير فيها معنى
الاصنام وقد تحقق في الملأ الاعلى داعية غضب ولعن على الاصنام وعبدتها وجب ان

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے خچر پیدا ہونے کیلئے گھوڑی کو گدھے کا جفت کرانے سے نہی فرمائی ہے۔ بعض قسم کی
آرائش تو ایسی ہوتی ہے جس میں طبیعت کے فعل کی تقویت اور اسکی تائید اور اسکی پیروی ہوتی ہے مثلاً سرمہ لگانا اور
کنگھی کرنا اور یہ آرائش پسندیدہ چیز ہے اور بعض قسم کی آرائش فعل طبیعت کے مخالف ہوتی ہے جیسے انسان کو حیوانات
کی ہیئت بنانا اور بعض قسم کی وہ زینت ہے جس میں تکلف کرکے نئی نئی چیزوں کا ایجاد پایا جائے طبیعت جسکی
مقتضی نہیں ہے اس قسم کی آرائش بھی ناپسندیدہ ہے۔ اگر انسان کو اس کی فطرت کے ساتھ چھوڑ دیا جائے
تو انسان خود اسکو مثلہ خیال کرے اور زائد کپڑوں اور دیواروں اور فرشوں میں تصاویر کا بنانا بھی آنحضرت صلعم
نے اسکی بھی نہی فرمائی ہے اور اس نہی کا مدار دو باتوں پر ہے۔ ایک تو یہ کہ اس میں ترفہ اور آرائش کی صورت ہے اس سے کہ
وہ لوگ تصاویر سے فخر کیا کرتے تھے اور ان کی خاطر بہت صرف کیا کرتے تھے پس اسکا حال بھی حریر کی مانند ہوا اور یہ
درخت وغیرہ کی تصویروں میں بھی موجود ہے دوسری بات یہ ہے کہ تصویروں میں مشغول رہنا اور انکا بنانا اور انکی طرف
رغبت کرنیکا دستور جاری ہونا ایسا امر ہے کہ اس سے بت پرستی کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور اس میں بتوں کی عظمت اور
بت پرستوں کے لیے انکی یاددہانی اور اکثر امتوں میں بت پرستی کے جاری ہونے کا منشا یہی واقع ہوا ہے اور یہ بات صرف
حیوانات کی تصویروں میں پائی جاتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے مورتوں کے سر کاٹنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ درخت
کی صورت جیسی ہو جاویں اور درختوں کی تصویروں میں اسقدر قباحت نظر نہیں آتی اور فرمایا ان البیت الذی فیہ الصورۃ لا
تدخلہ الملئکۃ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں آتے اور فرمایا ہے کل مصور فی النار ہر مصور آگ میں ہے
جو جو تصویر اس نے بنائی ہے ہر ایک کے بدلے میں اسکے لیے ایک نفس مقرر کیا جائیگا وہ اسکو جہنم کے اندر عذاب دیگا اور فرمایا من
صور صورۃ الخ یعنی جس نے کوئی صورت بنائی ہو اسکو عذاب دیا جائیگا اور کہتے جائیں گے کہ اس میں جان ڈال اور وہ جان نہ ڈال
سکے گا۔ میں کہتا ہوں چونکہ تصاویر کے اندر بتوں کے معنے پائے جاتے ہیں اور ملاء اعلی میں بتوں اور بت پرستوں کے لیے

بسبب المشابهة۔ واذا حشر الناس يوم القيمة باعمالهم تمثل عمل المصوّر بالنفوس التى تصورها فى نفسه وارادحكايتها فكانها اقرب ما هنالك وظهر اقدامه على المحاكاة وسعيه ان يبلغ بها غاية ما يمكن فى صورة التكليف بان ينفخ فيها الروح وليس بنافخ ومنها الاشتغال بالملهيات وهو ما يلهى النفس عن همّ آخرته ودنياه ويضيع الاوقات كالمعازف والشطرنج واللعب بالحمام واللعب بتحريش البهائم ونحو ما فان الانسان اذا اشتغل بهذه الاشياء لها عن طعامه وشرابه وحاجته وربما كان حاقنا ولا يقوم للبول فان جرى الرسم بالاشتغال بها اضاعت من كان على المدينة ولم يتوجهوا الى اصلاح نفوسهم واعلم ان الغناء والدف فى الوليمة ونحوها عادة العرب والعجم ودينهم وذلك لما يقتضيه الحال من الفرح والسرور فليس ذلك من الملهيات انما الملهيات ما كان فى زمنه صلى الله عليه وسلم فى العجم وفى ترفه العجم واما كان الاشتغال بدلالته على الفرح والسرور المطلوبين كالمزامير قال صلى الله عليه وسلم من لعب بالنردشير فقد عصى الله ورسوله وقال صلى الله عليه وسلم من لعب بالنردشير فكانما صبغ يده فى لحم خنزير ودمه وقال صلى الله عليه وسلم ليكونن من امتى اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف وقال صلى الله عليه وسلم اعلنوا النكاح واضربوا عليه بال

کی مانند کوان سے نفرت ہو۔ جب تمام لوگ قیامت کے روز اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اٹھائے جائیں گے تو اس وقت مصور کا عمل اُن نفوس کی صورت میں متمثل ہوجائے گا تصویر بنانے کے وقت جنکا اُس نے تصور کیا تھا اور جن کی نقل بنانی چاہی تھی۔ اس واسطے انہیں نفوس کی صورت میں ظاہر ہونا نہایت مناسب ہے اور اس مصور نے ان حیوانات کی نقل بنانے پر جو اقدام کیا ہے اور نسبات میں کوشش کی ہے کہ نقل بنانے میں کمال کے مرتبے کو پہنچا دے۔ قیامت کے روز اُسکا ظہور اس طرح پر ہوگا کہ اس سے کہا جائیگا اس تصویر میں جان ڈال وہ نہ ڈال سکیگا اور منجملہ غم غلط کرنیوالی چیزوں میں مشغول رہنا ہے یعنی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جنکی وجہ سے نفس کو دنیا و آخرت سے بے فکری ہوجاتی ہے اور اوقات ضائع ہوتی ہیں مثلاً معزف اور شطرنج اور کبوتر بازی اور جانوروں کا لڑانا کیونکہ انسان جب ان چیزوں میں مشغول ہوجاتا ہے۔ تو اُسکو کھانے اور پینے کی اور اور ضروریات کی خبر نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات پیشاب پاخانہ روکے بیٹھا رہتا ہے اور وہاں سے نہیں اٹھتا پھر اگر ایسی چیزوں میں مشغول رہنے کا دستور عام ہوجائے تو تمام شہر والے شہر پر بھاری پڑجائیں اور اپنی جان کی درستی کی ان کو خبر نہ رہے معلوم کرو کہ راگ اور دف اور ولیمہ وغیرہ کے اندر تمام عرب و عجم کی عادات اور خصلت میں داخل ہے۔ اسواسطے کہ یہ سرور اور خوشی کے حال کا مقتضی ہے اور ان چیزوں میں سے نہیں ہے جس سے دنیا و دین خراب ہوجائے۔ ویران چیزوں میں مایہ الاستعمال یہ ہے کہ جو چیزیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تمام اہل عجم اور تمام اوباش لوگوں میں فرح اور سرور سے جو ایک مطلوب چیز ہیں زائد ہوں وہ چیزیں لہو و لعب اور دین و دنیا کی خراب کرنے والی ہیں۔ مثلاً مزامیر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے من لعب بالنرد شیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ جس نے شطرنج کھیلا گویا اُس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے لیکونن من امتی یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف میری امت میں بلاشبہ کچھ گروہ ایسے ہوں گے جو فرج اور حریر اور شراب اور کھیل کی چیزوں کو حلال سمجھیں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالدف نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دف بجاؤ

والملاهي نوعان محرم وهي آلات مطربة كالمزامير ومباح وهو الدف والغناء في الوليمة ونحوها من حوادث السرور
ان احدا، وهو في الاصل يقصد به تحميس الابل لكن المراد ههنا مطلق تنشيط الغناء والايقاد فهو مباح
ومنها المباسطات دون المسابقات واما اللعب بآلات الحرب كالمناضلة وتاديب الفرس واللعب بالرماح وغير
من الادب الحقيقة لما فيه من مقصود شرعي وقد لعبت الحبشة بالحراب في المسجد بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم في
مسجده وقال صلى الله عليه وسلم يتبع حمامة شيطان يتبع شيطانة ونهى صلى الله عليه وسلم عن التحريش بين البهائم ومنها الافراط في
كثير من المراكب والفرش لا يقصد بذلك كفاية الحاجة بل مراءاة الناس والفخر عليهم فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم فراش للرجل وفراش لامرأته والثالث للضيف والرابع للشيطان وقال صلى الله عليه وسلم يكون ابل للشياطين
وبيوت للشياطين قال ابو هريرة رضي الله تعالى عنه اما ابل الشياطين فقد رأيتها يخرج احدكم بنجيبات معه قد
اسمنها ولا يعلو بعيرا منها ويمر باخيه قد انقطع به فلا يحمله. وكان اهل الجاهلية مولعين باقتناء الكلاب بجميع
كلاب وهو حيوان ملعون تتأذى منه الملائكة فان له مناسبة بالشياطين كما قلنا في الاوزغ فحرم النبي صلى
الله عليه وسلم اقتناءه وقال من اتخذ كلبا الا كلب ماشية او صيد او زرع انتقص من اجره كل يوم قيراط

پس ملاہی دو قسم کی ہیں ایک حرام یہ وہ کھیل کی چیزیں ہیں جو طرب اور سرور پیدا کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں
مثلاً مزامیر اور ایک مباح وہ ولیمہ وغیرہ میں اظہار سرور کی غرض سے دف بجانا اور گانا ہے اور حدی اصل میں تو
وہ ہوتی ہے جو اونٹوں کے اندر جولانی کرنے کی غرض سے پڑھی جاتی ہے مگر یہاں مطلق خوش الحانی اور گنگنانا و ہونٹوں
کے ساتھ کسی چیز کا پڑھنا مراد ہے وہ بھی مباح ہے اس واسطے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے دنیا و آخرت سے بے
فکری ہو جائے بلکہ وہ ملال دور کرنے والی چیز ہے اور آلات جنگ سے بازی کرنا مثل تیر زنی کرنا یا گھوڑے کا
پھلنا یا نیزہ بازی کرنا تو فی الحقیقت یہ چیزیں کھیل میں تو داخل نہیں کیونکہ ان سے مقصود شرعی حاصل ہوتا ہے
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو آپ ہی کی مسجد میں ایک مرتبہ حبشیوں نے پٹا کھیلا ہے۔ اور
ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو کبوتر کے پیچھے پیچھے جاتا دیکھا تو آپ نے فرمایا ایک شیطان
جو لینے شیطان کے پیچھے جا رہا ہے اور آنحضرت نے جانوروں کے لڑانے سے نہی فرمائی ہے از انجملہ حاجت سے
زیادہ صرف دکھانے اور فخر کرنے کے لیے سواریوں اور فرش فروش کا اکٹھا کرنا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے فرش علیحدہ ایک بستر مرد کے لیے ہوتا ہے اور ایک اسکی بیوی کے لیے اور تیسرا
مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یکون الخ یعنے اونٹ
شیاطین کے لیے اور بعضے گھر شیاطین کے لیے ہوتے ہیں اور ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں شیاطین کے لیے اونٹ
تو میں نے دیکھے ہیں تم میں سے کوئی شخص عمدہ عمدہ اونٹنیوں کو فربہ کر کے اپنے ساتھ لے کر نکلتا ہے اور ان
میں سے کسی پر سوار نہیں ہوتا اور راستہ میں اس کو کوئی بھائی مسلمان ملتا ہے جس کے پاس سواری نہیں ہوتی ہو
تو وہ اس کو بھی سوار نہیں کرتا اور اہل جاہلیت کو کتے پالنے کا بڑا شوق تھا اور کتا ایک ملعون جانور ہے جس سے
ملائکہ کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ اس کو شیاطین کے ساتھ بہت مشابہت ہے جیسا کہ چھپکلی کے اندر ہم نے بیان
کیا ہے لہذا آپ نے اس کے گھر میں رکھنے سے منع فرمایا اور فرمایا من اتخذ الخ جو کوئی کتا رکھے بجز کتے کے جو مواشی یا
کھیتی کے لیے ہو تو ہر روز اسکے اجر میں سے ایک قیراط گھٹتا رہتا ہے۔

وفي رواية قيراطان وفي حكم الكلب القرد واحاديثها اقول السر أنه خرج انه بعد تبعيده ونفيه
الملائكة والقيراط خرج مخرج المثل يريد به الجزء القليل ومن ثم لم يكن بين قوله صلى الله عليه وآله وسلم
قيراطان وقوله قيراط تناقض ومنها استعمال اواني الذهب والفضة قال صلى الله عليه وسلم الذي يشرب في آنية
الفضة انما يجرجر في بطنه نار جهنم وقال صلى الله عليه وسلم لا تشربوا في آنية الذهب والفضة ولا تأكلوا في صحافها فانها
لهم في الدنيا ولكم في الآخرة وقد ذكرنا قبل ما ينكشف به سره وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمروا الآنية واوكوا
الاسقية واجيفوا الابواب واكفتوا صبيانكم عند المساء فان للجن انتشارا وخطفة واطفئوا المصابيح عند الرقاد
فان الفويسقة ربما اجترت الفتيلة فاحرقت اهل البيت وفي رواية فان الشيطان لا يحل سقاء ولا يفتح
بابا ولا يكشف اناء وفي رواية فان في السنة ليلة ينزل فيها وباء لا يمر باناء ليس عليه غطاء او سقاء ليس عليه وكاء
الا نزل فيه من ذلك الوباء اقول اما انتشار الجن عند المساء فشيء تحكم به قلوب المكاشفين وفي اصل الفطرة تخصصهم
من نسب الظلمة ابتهاج وسرور فينتشرون واما ان الشيطان لا يحل وكاء فلأن كثيرا من تصرفاتهم
ضمن فعل الطبيعة كما ان الهواء اذا دخل في البيت دخل الجني معه واذا انحدر انحجز امر في تدهده
اكثر مما تقتضيه العادة ونحو ذلك واما ان في السنة ليلة ينزل

اور ایک روایت میں دو قیراط ہے اور بندر وغیرہ
خنزیر کے پالنے کا بھی حکم کتے کے پالنے کے مانند ہے میں کہتا ہوں اجر کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قوت بہیمی کو مدد پہنچتی ہے اور
ملکیت مغلوب ہوتی رہتی ہے اور قیراط بقدر کو تمثیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اس سے جزء قلیل مراد ہے لہذا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قیراط اور دو قیراط کے ساتھ بیان کرنے میں کچھ منافات نہ ہوئی۔ اور ازانجملہ سونے چاندی کے
ظروف کا استعمال کرنا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے الذی یشرب الخ جو شخص چاندی کے
برتن میں پیتا ہے بلا شبہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا تشربوا
الخ سونے اور چاندی کے برتن میں مت پیو اور نہ اس کی رکابیوں میں کھاؤ کیونکہ یہ تو وہ دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے
وہ آخرت میں ہیں اور سابقا ہم جو بیان کر چکے ہیں اس سے انکی وجہ صاف صاف معلوم ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خمروا الآنیۃ الخ یعنی کھلے ہوئے برتنوں کو ڈھانک دیا کرو اور مشکیزوں کو منہ باندھ دیا
کرو اور دروازے بند کر دیا کرو اور اپنے بچوں کو اکٹھا کر لیا کرو کیونکہ جن پھیلے رہتے ہیں اور اچکتے پھرتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں
کو گل کر دیا کرو اس واسطے کہ فویسقہ یعنے چوہا اکثر فتیلے کو کھینچ لیتا ہے اور گھر والوں کو پھونک دیتا ہے اور ایک روایت میں اس کے
ساتھ یہ بھی آیا ہے فان الخ کیونکہ شیطان مشک کو نہیں کھولتا۔ اور دروازہ کو کھولتا ہے اور نہ برتن کو کھولتا ہے اور ایک روایت
میں آیا ہے فاما الخ کیونکہ سال بھر میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے پھر اس وبا کا جس کسی برتن بغیر ڈھکنے یا بغیر بندھی
مشک پر گذر ہوتا ہے تو ضرور اس میں اس وبا میں سے کچھ نازل ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شام کے وقت جنات کے پھیلنے کا یہ سبب ہے
کہ وہ اصل فطرت کے اعتبار سے ظلمانی ہیں پس جب انہیں تاریکی پھیلنے سے انکو بہجت اور سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ جا بجا
منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم نے جو یہ فرمایا ہے کہ شیطان بند چیز کو نہیں کھولتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر دیکھا ہے کہ
شیاطین کا اثر افعال طبیعیہ کے ضمن میں ہوا کرتا ہے مثلاً کسی گھر میں ہوا کا گذر ہو تب تو جنات اکثر اس کے ساتھ گھر میں گھس
جاتے ہیں یا کسی چیز کو دھکا دے کر دھکیلا جاوے اور اس کے لڑھکانے میں کوشش کی جائے تو مقتضائے عادت سے زیادہ وہ چیز آگے
کے اثر سے لڑھک جاتا ہے وعلی ہذا القیاس کہ آنحضرت صلعم نے جو یہ فرمایا ہے کہ سال بھر میں ایک شب ایسی ہوتی ہے جس میں وبا کا نزول الخ

مرض الوباء فعمت ... ثم حدث بعد زمن طويل وتمت بتسلط هذا الهواء وقد شاهدت ذلك مرة احسست بهوا
خبيث ... صداع في ساعة ... وصل الى تمكنت كثيرا من الناس فمرضوا واستعدوا لحدوث ورم
ذوات الميل ومنها التطاول في البنيان وتزويق البيوت وزخرفتها وكانوا يتكلفون في ذلك غاية التكلف
ويبذلون اموالا خطيرة فعالجه النبي صلى الله عليه وسلم بالتغليظ الشديد فقال ما انفق المؤمن من نفقة الا اجر فيها
الا نفقته في هذا التراب وقال صلى الله عليه وسلم ان كل بناء وبال على صاحبه الا ما لا الا ما لا يعني الا ما لا بد منه
وقال صلى الله عليه وسلم ليس لي او ليس لنبي ان يدخل بيتا مزوقا وقال عليه الصلوة والسلام ان الله لم يامرنا ان
نكسوا الحجارة والطين وكان الناس قبل النبي صلى الله عليه وسلم يتمسكون في امراضهم وعلاجهم بالطب والرقى و
في تعرف المغيبات بالفال والطيرة والخط وهو الرمل والكهانة والنجوم وتعبير الرؤيا وكان في بعض ذلك اعمال اشياء
فنهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم وابطل الرقى والطب حقيقته التمسك بطبائع الادوية الحيوانية والنباتية
والمعدنية والتصرف في الاخلاط نقصا او زيادة والقواعد الشرعية تصححه اذ ليس فيه شائبة شرك ولا فيه ضرر
الدين والدنيا بل فيه نفع كثير وحرمت على الناس الخمر لانه بالمداومة يتخمر اذ للخمر ضراوة لا تنقطع والمداومة يجب
ان السند ... ممكن العلاج بغيره فشدد فيها لما يفضي الى التسلسل والمداومة انتہی یعنے ہیں کہ مدت دراز کے بعد ایک ایسا

وقت پیدا ہو جاتا ہے جس میں ہوا بگڑ جاتی ہے اور میں نے ایکمرتبہ اسکا مشاہدہ کیا ہے اسکی یہ صورت ہوئی کہ مجھکو ایک ہوا
خبیث ہوئی معلوم ہوئی جس سے اسیوقت میرے سر میں درد پیدا ہو گیا۔ اور از آنجملہ بلند بلند مکان بنانا اور انکی زیب و زینت
کرنے اسباب میں بھی لوگ نہایت تکلف کرتے تھے اور مال کثیر اس میں صرف کرتے تھے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے نہایت سخت حکم سے اسکا علاج کیا اور فرمایا ما انفق المؤمن کوئی خرچ ایسا نہیں کرتا جس میں
اسکو اجر نہ دیا جائیگا بجز اس خرچ کے جو اس مٹی میں کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان
کل بناء وبال علی صاحبہا الا ما لا الا ما لا یعنی ان مالا بد منہ ہر عمارت اپنے بنانے والے پر وبال ہے مگر مالا مگر مالا
یعنے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لیس لی او لیس لنبی انا میرے لیے
جائز نہیں یا کسی نبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی آراستہ گھر میں داخل ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
ان اللہ لم یامرنا الخ خدا تعالے نے ہم کو اسبات کا حکم نہیں دیا ہے کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر لوگوں کا دستور تھا کہ اپنی امراض اور مصائب میں طب اور منتر سے کام لیا کرتے تھے
اور کسی آئندہ چیز کے معلوم کرنے میں فال اور شگون اور خطوط سے کام لیا کرتے تھے اسکا نام رمل ہے اور سر کہانت
اور نجوم اور تعبیر خواب سے کام لیتے تھے اور انکے اندر بعض ناجائز امور تھے لہذا ان سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ اور باقی کو مباح کیا لیکن طب کی حقیقت ادویہ حیوانیہ یا نباتیہ یا معدنیہ کے طبائع کے موافق
عمل کرنا اور اخلاط کے اندر تصرف کرکے انہیں کمی بیشی کرنا ہے اور قواعد شرعیہ سے اسکا ثبوت ہوتا ہے اسواسطے
کہ اس میں شرک کی آمیزش نہیں ہے اور نہ اس میں دین و دنیا کا کچھ نقصان ہے بلکہ اس میں بہت منفعت اور
لوگوں کی جماعت کا بہتر کرنا ہے مگر شراب سے علاج کو ممنوع کیا گیا ہے اسواسطے کہ شراب کی جس کو چاٹ
لگجاتی ہے پھر اسکا چھوڑنا دشوار ہوتا ہے اسی طرح خبیث ادویہ یعنی سمیات سے حتی الامکان علاج کرنا منع
ہے کیونکہ بسا اوقات ان سے جان جاتی رہتی ہے۔

بالكلية أمكن بعينه لأن الحرق بالنار حال لا سبب في تشبيه الملائكة، ولا أصل فيما روي عن

النبي صلى الله عليه وسلم من العجائب النجومية كانت عند العرب وإنما حقيقتها أنها

كلمات لها تحقق في المثال وأثر والمواعيد لها تقدم ما لم يكن فيها شرك إلا بما أو كانت من

القرآن أو السنة أو متشابهًا من التضرع إلى الله والتعوذ به وحقيقة أثر التمائم من

كونها تصدر عن خصيصة من الهمة بأسماء وكذا النظر يعني ذكر حديث نهيه عن الرقى

والتمائم والتولة[1] محمول على أن فيه شركًا أو ذكرًا في سبب بعثه نهيه عن الأذى

جل شأنه وأما الفأل والطيرة فحقيقتها أن الأمر واقع بما لا

بلونه وقاله حمية سرعة انتقاس فيها ومنها الألفاظ التي يتفوه بها من غير

قصد معتد به وهي أشباح الخواطر الخفية التي تنقصد إليها الأذهان ومنها الوقائع الجوية

كان أسبابها في الأكثر من الطبيعة ضعيفة وإنما تخصص تصويرها دون صورة بأسباب

فلكية أو انعقاد أمر في الملأ الأعلى وكان العرب يستدلون بها على ما يأتي وكان فيه

تخمين وإثارة وسواس بل ربما كانت مظنة للكفر بالله وإن لم تتضح المصلحة إلى حق

نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الطيرة وقال خيرها الفأل يعني كلمة صالحة يسمعها (...)

اور نیز الامکان مرغ رنیا بھی منع ہے کیونکہ آگ سے جلانا ایسی چیز ہے جس سے ملائکہ کو نفرت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے جو عجیب کلمات مروی ہیں ان کی وہی تجربات ہیں جو عرب کے نزدیک ہے اور ان کی حقیقت ان کلمات کا احتمال

رکھنا ہے عالم مثال میں جن کے لیے تحقق اور اثر ہوتا ہے اگر یہ کلمات شرک سے خالی ہوں تو ان کے پڑھنے کا کوئی ڈر نہیں بالخصوص

خصوصاً جبکہ وہ کلمات قرآن و حدیث سے ہوں یا جیسے تضرع الی اللہ اور اس کے ساتھ پناہ مانگنا ہے۔ اور نظر بد کی

حقیقت میں اس نفس کی خاصیت سے اثر ہوتا ہے جو دیکھنے والے کی تاثیر نفس سے اس کو پہنچتا ہے حکم لگا دیا جاتا ہے کسی چیز

کے اندر پیدا ہوتا ہے اور یہی جماعت کے نظر کا حال ہے اور جن احادیث میں منتر اور تعویذ اور گنڈے سے بھی روکا

ہوا ہے وہ ان صورتوں کے ساتھ متعلق ہے جن میں شرک پایا جاتا ہے اور منتر وغیرہ کے پڑھنے ہونے کی وجہ سے

بارگاہ الٰہی سے غفلت ہو جائے اور شگون بد یا شگون نیک کی حقیقت یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ میں جب کسی امر کا فیصلہ پایا جاتا ہے

(بسا اوقات وہ اور حقیقت جو اپنی جبلت کے اعتبار سے سریع التأثر ہیں) سرعت کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اس امر کو بھانپ کر

لیتے ہیں وہ ان کے دلوں کے خواطر و خیالات ہیں اور ایک الفاظ ہیں جو مقصود بالذات ہونے بغیر ایک

واقعات ہیں یعنے وہ واقعات جو ہیں وہ فضا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں کیونکہ طبیعت کے اعتبار سے ان

واقعات کے اسباب بہت ضعیف ہوا کرتے ہیں اور ان کا ایک صورت کے ساتھ خاص ہونا اور دوسری کے ساتھ نہ ہونا اسباب

فلکیہ یا ملأ اعلیٰ میں کسی امر کے ثابت ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور عرب کے لوگ ان باتوں سے واقعات آئندہ پر

استدلال کیا کرتے تھے چونکہ اس بات میں صرف تخمین کو دخل ہوتا ہے اور وہم کا اس میں دخل ہے بلکہ بسا اوقات کفر

اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ خدا تعالیٰ سے کفر کی نوبت پہنچ جائے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی سے بالکل

منع فرمایا اور فرمایا خیرها الفأل یعنی ان میں فال ہے یعنی کوئی نیک کلمہ جو نیک آدمی کی زبان سے نکلے

---

[1] بكسر التاء و فتح الواو ما يحبب المرأة إلى زوجها من السحر وغيره ١٢

انسان صاحب ... تلك المنح ... ولا يعرف ... اصل ... العرب ...
سببا ... [illegible] ... اسباب ... [illegible]
فضا ... [illegible] ... لانه ... [illegible] ... ظاهرة ... والملكة
... [illegible] ... اسباب عادية لا غيبية وانما ... [illegible]
... [illegible] ... ظاهرة على
... [illegible] ... الملأ
... [illegible] ... حيث ...
... في ذلك ... [illegible] ... ادعى ... احد ... [illegible]
... عليه ... [illegible] ... صلى الله عليه وسلم ... عن الكهانة وهو
الاخبار عن بعض ... [illegible] ... ان الاخبار ... [illegible]
... [illegible] ... قد قضي في السماء فتسترق الشياطين السمع فتسمعه فتوحيه
الى الكهان فيكذبون معها مائة كذبة ... [illegible] ... في ملأ الاعلى ... منه
... [illegible] ... الملائكة ... [illegible] ... ذكره الجن ثم ... على
... [illegible] ... الذي ليس ... وجودها

... [illegible] ... دوسرے کو ... سے
... [illegible] ... ایک سبب ... [illegible]
... [illegible] ... تک ... [illegible]
... [illegible] ... حکم الٰہی سے ... [illegible] ... اور ... [illegible]
... [illegible] ... کرسکتے ہیں کہ ... اسباب غیبی نہیں ہیں بلکہ اسباب عادیہ ہیں
... [illegible] ... ہے ... [illegible]
... [illegible] ... کی بے قیمت چیزیں ... [illegible] ... اس واسطے
کہ احادیث ... [illegible] ... عورت
... [illegible] ... کے اندر ... [illegible] ... کے اندر ... [illegible]
... [illegible] ... کسی ... [illegible] ... کے پاس
... [illegible] ... نفس ... [illegible]
... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible] ... جنات کی ... کرنے سے ... [illegible] ... کاہن
... [illegible] ... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کا حال
... [illegible] ... اور وہ اس امر کا ... [illegible] ... آسمان میں
جسکا علم ... [illegible] ... اور ... [illegible] ... آتے ہیں اور کاہنوں سے آکر کہتے
ہیں ... [illegible] ... اور الہام کی قابلیت رکھنے
... [illegible] ... ہوتا ہے بعض جنات ... [illegible] ... ملائکہ سے انکو معلوم کرلیتے ہیں ... [illegible]
... [illegible] ... نہیں ہے کہ ... [illegible] ... وہ چیزیں ... [illegible] ... ہوتی ہیں۔

بل على أن يتوغل فيها فإنها مظنة للخطأ والشرك وأنت ترى قوماً من ... فيما تركه ...
منهم ... فنفي ... أما الأنواء والنجوم فلا يبعد أن يكون لها حقيقة ... ثابت
... إنما لي ... عن الاشتغال بها لأن الحقيقة ... وأما ... فلها ... تأثيرات ...
... مستغنين وعدم القبول بذلك التأثيرات لا القول بعدمها أصلاً ... ولأن
منها ما يلحق بسبب ... كاختلاف الفصول باختلاف أحوال الشمس ونحو
ذلك ومنها ما يدل عليه الحدس والتجربة ونحوهما مثل ما يدل على حرارة
الزنجبيل وبرودة الكافور ولا يبعد أن يكون تأثيرها على نحو تأثير الطبائع فكما أن
لكل نوع طبائع مختصة به من الحر والبرد واليبوسة والرطوبة يتمسك في دفع الأمراض
فكذلك للأفلاك والكواكب طبائع وخواص كحر الشمس وبرودة القمر وقد جاءت ... الكواكب
في محل ظهرت قوتها في الأرض ... ظهرت عادات ... واحد ...
يرجع إلى طبيعتها واستخف ... والرجل إذا اختص بالحرارة ... معنى
في مزاجه فلا ينكر أن يكون لحلول قوى الزهرة والمريخ ... ذلك ... ثم الخفية
وما يرجع ... قوة روحانية مركبة مع الطبيعة ... نفسانية في جنين ...
... إلى السموات ... الجنين ...

بلکہ حاصل ان سے نہی کی نفی ہے کہ ان سب میں خطا اور شرک ... کا اندیشہ ہے جیسا کہ ... فرمایا ہے قل فیہما
اثم کبیر ... گناہ عظیم ہے ... لوگوں کے ... زیادہ ...
ہے ... رہے ... تو یہ بات بعید نہیں ہے کہ ان کی ... حاصل ہو ... کیونکہ ... نے ... لگے ... رہتے ہیں
... ہے ان کی حقیقت کی نفی بالکلیہ نہیں کی ہے اور اسی طرح ... ان چیزوں میں مشغول ہونا اور مشغلین کی
مذمت اور ان تاثیرات کا قبول نہ کرنا ... آیا ہے ... ان چیزوں کا معدوم ہونا ثابت نہیں ہوتا علاوہ ازیں ان
میں سے بعض اشیاء ایسی ہیں جو ... کے ... ہیں ... کو ... محل میں مثلاً شمس و قمر کے حالات
مختلف ہونے سے فصول کا مختلف ہونا و علی ہذا القیاس اور بعض باتیں تجربہ ... سے ثابت ہوتی ہیں جس طرح
تجربہ وغیرہ سے مثلاً سونٹھ کی حرارت و کافور کی برودت ثابت ہوتی ہے اور ... طریقہ سے ہوتی ہے
ایک طریقہ طبیعت کے قریب قریب ہے یعنی جس طرح ہر نوع کے لیے طبائع مختلف ہوتی ہیں ... کے ساتھ مختص
ہوا کرتی ہیں یعنی حرارت و برودت اور رطوبت و یبوست اور امراض کے دفع کرنے میں انہیں طبائع سے کام لیا جاتا
ہے ... افلاک اور کواکب کے لیے بھی طبائع خاص ... ہیں مثلاً آفتاب کے لیے حرارت اور چاند کے لیے برودت
اور جب ان کواکب کا اپنے اپنے محل میں گذر ہوتا ہے ... ان کی قوت کا ظہور ہوتا ہے ... کے لیے ... عادات
اور ... مخصوص ہیں ان کا ... کی طبیعت ... ہوا کرتی ہے ... طبائع ... ہو ...
اوصاف مختص ہیں مثلاً حرارت ... کا ... ہونا اس کا ... بھی ... اسی طرح ... سے ...
... طبائع خفیہ کا اثر ہوتا ہے ... زہرہ اور مریخ وغیرہ کے ... زمین میں حلول کرنے ...
... قوت روحانیہ ... طبیعت ... قریب ہے ... جنین کے اندر ...
... قوت نفسانی ... سماوات ... کا حال ...

تہیأت القوی لان یفیض علیہا صور حیوانیۃ او انسانیۃ ولحلول تلک القوی بحسب الاستعدادات الفلکیۃ لوم ولکل نوع خواص فامعن قوم فی ہذا العلم فحصل لہم علم النجوم یعرفون بہ الوقائع الآتیۃ غیر ان القضاء اذا انعقد علی شیء ففی حد قوۃ الکواکب متصور مبتدیء واذا اخرت قریبۃ من تلک الصورۃ والتاثیر للہ قضاؤہ من غیر ان یتحرر مقتضاہ والکواکب فی خواصہا یجری عادۃ اللہ لا لزوم العقلی ویشبہ بالامارات والعلامات ولکن الناس جمیعا لو طرقوا فی ہذہ الحلوقۃ لاشبہ بدا اخفی صار مظنۃ الکفر باللہ وعدم الایمان فحسبی ان لا یقول صاحب توغل ہذا العلم مطرنا بفضل اللہ ورحمتہ من عندہم بل یقول مطرنا بنوء کذا وکذا فیکون ذلک صادا عن تحققہ بالایمان الذی ہو الاصل ثم اذا لم یتوغل فی علم النجوم فانہ لا یضرہ جہلہ اذ اللہ مدبر العالم علی حسب حکمتہ سواء علم ذلک او لم یعلم ذلک اذا وجب فی ملۃ ان یخمل ذکرہ وینہی عن تعلمہ ویشیع لمن تعلم من النجوم اقتبس شعبۃ من السحر زاد ما زاد ومثل ذلک مثل التوراۃ لا یقیس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ارادۃ ینظر فیہا انکو محرفین وسلمۃ لعدم لاتقیات القرآن العظیم ولذلک تحو عنہ ہذا ما ادی الیہ رأینا وتفحصنا فان ثبت من السنۃ ما یدل علی خلاف ذلک فالامر علی ما فی السنۃ

اس میں قوت قبول کرنا آنا صورت حیوانیہ اور بعض اس صورت انسانیہ کے قبول کرنے کے قابل باقی ہے در استعدادات فلکیہ کے بموجب ان قوی کا حلول کسی طرح ہوتا ہے اور ہر قسم کے خواص مختلف ہوتے ہیں۔ جب کچھ لوگ اس کے اندر غور کرنا شروع کیا تو انکو ستاروں کا علم یعنے علم نجوم حاصل ہوگیا اور اسکے ذریعہ سے آئندہ واقعات انکو معلوم ہونے لگے مگر جب مقتضائے الٰہی اسکے خلاف مقرر ہوجاتی ہے تو ستاروں کی قوت ایک دوسری صورت میں جو اسی صورت کے قریب ہوتی ہے منصور ہوجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم پورا ہوکر رہتا ہے اور کواکب کے خواص کا عدم بھی قائم رہتا ہے ۔ شریعت میں اس نکتہ کو اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ کواکب کے خواص میں لزوم عقلی نہیں ہے بلکہ عادت الٰہی اسی طرح جاری ہے اور یہ خواص بمنزلہ امارات و علامات کے ہیں مگر جب کثرت سے لوگوں کو اس علم میں توغل ہوگیا اور سب اسمیں مشغول ہوگئے تو اس واسطے انمیں کفر اور خدا تعالیٰ پر ایمان کے قائم رہنے کا احتمال پیدا ہوا کیونکہ جو شخص اس علم میں مشغول ہو رہا ہے وہ تو ذرہ برابر یہ بات کہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی رحمت سے یہ مینہ برسا ہے بلکہ وہ تو ضرور یہی کہیگا کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے برسا ہے لہٰذا یہ امر اسکے اس ایمان سے جو نجات کا دارومدار ہے ضرور مانع ہوگا اور اگر کسی شخص کو اس علم سے واقفیت نہ ہو تو اسکو اسکی ناواقفیت کچھ مضر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہی دنیا کا مدبر ہے جو مقتضائے حکمت کی مطابق انتظام کرتا ہے خواہ کوئی اس سے واقف ہو یا نہ ہو پس ضرور ہوا کہ شریعت میں ایسا علم پست و نابود کردیا جائے اور لوگوں کو اسکے سیکھنے سے ممانعت کردی جائے اور یہ بات ظاہر کردی جائے کہ جس نے نجوم سیکھی اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جسقدر زیادہ سیکھے گا اسی قدر اس کا وبال بڑھیگا اسکا حال توریت و انجیل کا سا حال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ غصہ کیا جو انکے دیکھنے کا قصد کرے کیونکہ ان دونوں میں تحریف ہوگئی ہے اور ان کتب کے دیکھنے میں احتمال ہے کہ آدمی انکو دیکھ کر قرآن عظیم کی فرمانبرداری ترک کردے اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ممانعت فرمادی یہ جو کچھ ہمنے بیان کیا ہماری رائے ہے اور ہمارا تفحص ہے پس اگر سنت سے اسکے خلاف کچھ ثابت ہو تو جو سنت سے ثابت ہو وہی ٹھیک ہے

وأما الرؤيا

فهي على خمسة أقسام بشرى من الله، وتمثل نوراني للحسنات والرذائل المندرجة في النفس على وجه ملكي، وتخويف من الشيطان وحديث نفس من مقتضى العادة التي اعتادته النفس في اليقظة تحفظها المتخيلة وتظهر في الحس المشترك ما يترتب فيها وخيالات طبيعية لغلبة الاخلاط وتنبه النفس بأذى يتأذى البدن. فالبشرى من الله حقيقتها أن النفس الناطقة إذا انتهزت فرصة من غواشي البدن بسبب خفية لا يكاد يتفطن بها الأحد تأملا، وإذا استعدت لأن يفيض عليها من منبع الجود والخير كمالها العلمي فاض عليها شيء على حسب استعداده ومادة العلم المخزون عنده وهذه الرؤيا تعليم إلهي كالمعراج المنامي الذي رأى النبي صلى الله عليه وسلم فيه ربه في أحسن صورة فعلمه الكفارات والدرجات وكالمعراج المنامي الذي انكشف فيه عليه صلى الله عليه وسلم أحوال الموتى بعد الممات كما رواه جابر بن سمرة رضي الله عنه وكعلمه ما سيكون من الوقائع الآتية في الدنيا. وأما الرؤيا الملكية فحقيقتها أن في الانسان ملكات حسنة وملكات قبيحة ولكن لا يدرك حسنها وقبحها إلا من التفت إلى الصورة الملكية فمن تجردها تظهر له حسناته وسيئاته في صورة مثالية

خواب کا بیان

خواب کی پانچ قسم ہیں ایک خواب بشارت الٰہی ہوتی ہے اور ایک ان حسنات و رذائل سے متمثل ہونے سے عبارت ہے جو ملکی طریقہ پر نفس کے اندر مندرج ہوتے ہیں اور ایک صرف تخویف شیطانی ہوتی ہے اور ایک صرف تخیلات نفسانی ہوتے ہیں حالت بیداری میں جو نفس عادی ہوتا ہے قوت متخیلہ میں وہ خیالات محفوظ رہتے ہیں اور وہ خیالات مجتمعہ حس مشترک میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایک خیالات طبعیہ جو غلبہ اخلاط اور نفس کو ان اخلاط سے ایذا پہونچنے پر تنبیہ حاصل ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کی خواب یعنے بشارت الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو حجابات بدنی سے بذریعہ اسباب خفیہ کے جو قابل کسی طرح نہیں ہو سکتے جب فرصت حاصل ہوتی ہے تو اُس میں اس بات کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جس قسم کے علوم اُس کے پاس مخزون اور مجتمع ہوتے ہیں اور یہ خواب تعلیم الٰہی ہوا کرتی ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں معراج ہوئی اور خدا تعالیٰ کو ایک بہت عمدہ صورت میں آپ نے دیکھا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو کفارات درجات کی تعلیم فرمائی اور ایک مرتبہ اور آپ کو خواب میں معراج ہوئی اور دنیاوی زندگی سے علیحدہ ہونیکے بعد مُردوں کا جو حال ہوتا ہے وہ آپ پر ظاہر ہوا چنانچہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے واقعات آئندہ کا جو کچھ علم ہوا وہ بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اور خواب ملکی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر دو قسم کے ملکات ہیں حسنہ اور قبیحہ مگر ان ملکات کے حسن و قبح سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جسکو صورت ملکی کی طرف تجرد حاصل ہو اور پس تجرد حاصل ہونیکے بعد اسکے اپنے حسنات اور سیئات صورت مثالیہ میں ظاہر ہوتے ہیں یا اس شخص

هدى ربى الله تعالى واعمال الانبياء والبارى وجه الرسول صلى الله عليه وسلم وآصله
الانبياء لامثال الموكولين فى صور الانوار وصفها الطاعات المكتسبة فى عمة وجوارحه
تظاهر فى صورة نور كالعيانات وتمثل البعض للمؤمن كرؤى الله او الرسول او الملائكة
فى صورة قبيحة او فى صورة لغضيب ولبعرف بمنزله اعتاده خلا وصحن ولفه
لن تتكمل وكذلك الانوار التى جمعت بسبب الطهارة تظهر فى صورة الشمس والقمر
وآثار التخويف من الشيطان فى صورته وتوقف من الحيوانات الملعونة كالقردة والفيل والكلاب
والسود من الناس وكذلك حالات الوتر وكذلك وتشابهت فلا قاعد يساوى البعض
جنبه الذى كان عليه واما البشرى فلها تعبير بعده فيه معرفة تخيل اى شئ منزلة
معنى فقد ينتقل الذهن من المسمى الى الاسم كرؤية النبى صلى الله عليه وسلم كان فى دار
عقبة بن رافع فاتى برطب ابن طاب قال عليه الصلوة والسلام فاولت الرفعة لنا فى الدنيا
والعاقبة فى الآخرة وان ديننا قد طاب وقد ينتقل الذهن من الملابس الى اللابس
كالسيف للقتال وقد ينتقل الذهن من الوصف الى جوهر مناسب له كمن غلب عليه حب
الا النبى صلى الله عليه وسلم بمعارض ذهبت ولا بجة فلا انتقال من شئ الى شئ

کبھی خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہیں خواب میں یعنی متبرک ہوتی ہے ذریعہ سے جو صورت سے کہ دیکھا جو کہ حقیقت کو دیکھا ہو اور کبھی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ آنحضرت کا اتباع اور فرمانبرداری ہوتی ہے اور وہ فرمانبرداری ہوتی ہے
جو اس کے دل میں مرکوز ہوتی ہے اور کبھی وہ شخص خواب میں انوار کو مشاہدہ کرتا ہے اور اس کی اصل وہ عبادات مکتسب ہوتی
ہیں جو اسکے سینہ اور اعضاء میں مرکوز ہو رہی ہیں یہی عبادات انوار اور پاکیزہ چیزوں کی صورت میں مثل شہد اور دودھ
کے ظاہر ہوتی ہیں پس جو کوئی خواب میں خدا تعالیٰ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بری صورت یا غضب کی حالت میں دیکھے تو
اسکو سمجھنا چاہیے کہ اسکا عقیدہ ناقص اور ضعیف ہے اور اسکا عمل کامل نہیں ہے اور طہارت کی وجہ سے جو انوار حاصل ہوتے
ہیں کبھی وہ شمس و قمر کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور جو خواب تخویف شیطانی ہوتا ہے اسکی اصل حیوانات ملعونہ مثل
بندر ہاتھی اور کتے یا کالے آدمیوں کا خواب میں دیکھنا ہے ان کو چاہیے کہ جب خواب میں ایسی چیزیں
دیکھے تو خدا کی پناہ مانگے یعنی اعوذ باللہ پڑھے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور جس کروٹ سے وہ لیٹا ہے
وہ کروٹ بدل دے اور جو خواب بشارت الٰہی کے قبیل سے ہوتی ہے اس کے لئے تعبیر ہوا کرتی ہے اور تعبیر کا بہتر طریقہ
خیالات کا معلوم کرنا ہے کہ کس چیز میں کس چیز کا خطرہ پیدا ہوا اور اس سے کیا مقصود ہے کرتا ہے پس کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ
اسم سے ذہن منتقل ہو جاتا ہے جس طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے آپ کو عقبہ بن رافع کے گھر میں دیکھا
اور اسی خواب میں آپ کے پاس کوئی ابن طاب کے تازہ تازہ چھوہارے لایا اور یہ ایک قسم کے خاص چھوہارے ہیں پس آپ
نے اسکی تعبیر یہ کی کہ دنیا میں رفعت اور آخرت میں عاقبت کے ساتھ ہیں اور ہمارا دین
طیب یعنی پاکیزہ ہو گیا اور کبھی وہ چیز دنیا میں استعمال ہوتی ہے اس سے لازم کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے مثلاً کوئی
شخص خواب میں تلوار کو دیکھے تو اسکی تعبیر قتال ہوگی اور کبھی ایک وصف سے ایک ذات کی طرف جو اس وصف کے مناسب
ہو ذہن منتقل ہو جاتا ہے جس طرح کسی شخص کو مال کی محبت غالب ہو تو خواب میں سونے کے ڈھیر کی صورت
میں دیکھے الحاصل ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف ذہن کے منتقل ہونے کی مختلف

عمو رتفتی هد الرؤیا جزء من النبوة لانها ضرب من افاضة غيبية وتدل من الحق الى الحق وهو تمثل النبوة واما ... [illegible]

آدابُ الصُّحبة

اعلم انه لما وجبت سلاسل الارتفاقات ووقع الحاجات فی معاشرة الناس والارتفاق بهم ... آداب ... [illegible] ... طوائف العرب والعجم على جدة وان اختلفوا فی الصور والاشباح فمكن البحث عنها ... [illegible] ... المصالح التی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible] ... الناس ... [illegible] ... فضل الكبير ... [illegible] ... [illegible] ... الا استنباطا من القرآن ... [illegible] ... السنة ... [illegible] ... [illegible] ... وكان المجوس يقولون ... [illegible]

... اور یہ خواب نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے ... [illegible] ... [illegible]

آداب صحبت کا بیان

معلوم کرو کہ ... [illegible] ... باہم ... کا وقوع ہوا ... [illegible] ... ہم ... ذکر ... آداب ... عرب و عجم ... [illegible] ... [illegible] ... حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق کی طرف مبعوث ہوئے ... [illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... ضرورت ہو کر ... کے ساتھ ... دوست رہیں ... [illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... تو ... [illegible] ... دیہات کا طریقہ ... [illegible] ... ذکر کرتے تھے

[illegible] ... ہزار سال ... [illegible] ... ۱۲

تقتضى ان يذهب فى ذلك الى ما جرت به سنة الانبياء عليهم الصلوة والتسليم عن الملائكة وكان من قبيل الدعاء والذكر دون الاطمئنان بالحياة الدنيا كطول الحياة وزيادة الثروة ودون الافراط فى التعظيم حتى يتاخم الشرك كالسجدة وتقبيل الارض فذلك هو السلام فقد قال النبى صلى الله عليه وسلم لما خلق الله آدم قال اذهب فسلم على اولئك النفر وهم نفر من الملائكة جلوس فاستمع ما يحيونك به فانها تحيتك وتحية ذريتك فذهب فقال السلام عليكم فقالوا السلام عليك ورحمة الله قال فزادوه ورحمة الله اقول فيه تنبيه على ان ذلك معناه والله اعلم حسبما يؤدى اليه اجتهاده فاصاب الحق فقال السلام عليكم وقوله هذا تحيتك يعنى هذا من حيث الله عرف ان ذلك مأثور من حظيرة القدس وقال الله تعالى فى قصة الجنة سلام عليكم طبتم فادخلوها خالدين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا اولا ادلكم على شئ اذا فعلتموه تحاببتم افشوا السلام بينكم اقول بين النبى صلى الله عليه وسلم فائدة السلام وسبب مشروعيته فان التحابب فى الناس خصلة يرضى بها الله تعالى فافشاء السلام ذريعة صالحة لانشاء المحبة وكذلك المصافحة وتقبيل اليد ونحو ذلك قال صلى الله عليه وسلم يسلم الصغير على الكبير والمار على القاعد والقليل

تقاضا یہی ہے کہ اس طریقہ کو اختیار کیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت سے ہو اور انھوں نے فرشتوں سے اس طریقہ کو سیکھا ہے اور وہ از قبیل دعا اور ذکر الٰہی کے قبیل سے ہے دنیوی زندگی میں دل لگانے کے قبیل سے نہیں ہے مثلاً درازی عمر اور دولت کی تمنا کرنا اور نہ اس میں کثرت سے تعظیم ہے جو آدمی کو شرک کے قریب کر دے جیسا کہ سجدہ کرنا اور زمین بوسی ہے اور سلام ہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا فرمایا جاؤ ان فرشتوں کی جماعت کو سلام کرو جو بیٹھے ہوئے ہیں اور سنو کہ وہ تم کو کس چیز سے تحیہ کرتے ہیں پس آدم علیہ السلام نے جا کر السلام علیکم کہا پس فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ فرمایا آپ نے پس زیادہ کیا فرشتوں نے ورحمۃ اللہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ یہ سلام کرو واللہ اعلم اس کے یہ معنی ہیں کہ جو ان کے ساتھ اپنی رائے کے موافق پیش آئیں ان کی رائے صواب ہوئی اور انھوں نے کہا السلام علیکم اور اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ یہ تحیہ تیرا ہے یعنی وجوہ اس واسطے کہ انھوں نے معلوم کیا کہ حظیرۃ القدس سے اس کا نشان ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنت کے بیان میں فرمایا ہے سلام علیکم سلام تمھارے اوپر تم خوش ہوئے اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم نہ داخل ہو گے تم جنت میں جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور ایمان نہ لاؤ گے جب تک باہم محبت نہ کرو گے کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب اس کو عمل میں لاؤ تو آپس میں دوست ہو جاؤ باہم سلام کا رواج دو۔ اقول میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا فائدہ اور اس کی مشروعیت کا سبب بیان فرمایا کیونکہ باہم محبت پیدا ہونا ایسی خصلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے پس سلام کا رواج محبت پیدا کرنے کا اچھا ذریعہ ہے اور ایسا ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ

ا[illegible]

على كثير وقال صلى الله عليه وسلم يسلم الراكب على الماشي اقول اختلف في [illegible] الناس [illegible]
الراكب صاحب [illegible] والحقير العظيم [illegible] النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] ذلك عمر [illegible]
عليه [illegible] على غلمان فسلم عليهم ومر على نسوة فسلم عليهن [illegible]
[illegible] هو اعظم منه [illegible] جمع [illegible] المدينة [illegible]
[illegible] فجعل وظيفة الكبار التواضع ووظيفة الصغار التوقير [illegible]
من [illegible]
[illegible] واعظم في نفسه [illegible] قال [illegible]
اليهود ولا النصارى بالسلام واذا لقيتم احدهم في طريق فاضطروه الى اضيقه اقول
سره ان احدى المصالح التي بعث النبي صلى الله عليه وسلم لها [illegible]
وجعلها على الملل واعظمها لا تتحقق الا بان يكون [illegible] صلى الله عليه
وسلم فمن قال السلام عليكم عشر ومن زاد ورحمة الله عشرون ومن زاد وبركاته
ثلاثون [illegible] ومغفرته اربعون وقال هكذا تكون الفضائل اقول [illegible]
تتميم ما شرع الله له السلام من التبشيش والتأليف والموادة والمداعاة [illegible] ذكر [illegible]
على الله وقال صلى الله عليه وسلم يجزئ عن الجماعة اذا مروا ان يسلم احدهم

سلام کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوار پیادہ چلنے والے کو سلام کرے۔ میں کہتا ہوں کہ [illegible]
[illegible] آتا ہے وہ دوسرے کو سلام کرتا [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
[illegible] گذر ہوا اور ان کو سلام کیا اور عورتوں پر آپ کا گذر ہوا تو آپ نے انکو سلام کیا [illegible]
[illegible] شخص [illegible] سے زیادہ [illegible]
[illegible] کا طریقہ [illegible] کا طریقہ مقرر کیا [illegible] چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] جو شخص [illegible] بڑوں کی عظمت [illegible]
[illegible] کو سلام کرے [illegible] مقرر فرمایا کہ سوار [illegible] کے لیے
تواضع کا طریقہ مقرر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تبدء وا الیہود الخ یہود و نصاری کو سلام مت
کرو اور جب ان میں سے تم کو کوئی راستہ میں مل جائے تو انکو تنگ رستہ کی طرف مجبور کرو۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ منجملہ
مصلحتوں کے جنکے اتمام کے لیے حضور نبوی کی بعثت ہوئی ہے ملت اسلامیہ کی عظمت و تمام ملل سے اس کو اعلیٰ [illegible]
کرانا ہے اور یہ بات اسطرح پائی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں کو تمام ملت والوں پر [illegible] فضیلت [illegible] آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی السلام علیکم الخ السلام علیکم کی دس نیکیاں ہیں اور جو شخص ورحمۃ اللہ کہے بیس نیکیاں اور جو
شخص وبرکاتہ بھی کہے تیس نیکیاں ہیں اور جو شخص ومغفرتہ بھی زیادہ کرے تو چالیس درجہ ثواب ہے اور فرمایا اسیطرح فضیلتیں ہوا
کرتی ہیں یعنے جسقدر الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اسیقدر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں زیادتی ثواب کی وجہ اور اس کا منشا
یہ ہے کہ اس میں اس چیز کا تمام کرنا ہے جسکو خدا تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور وہ بشاشت و الفت اور دوستی اور دعا اور ذکر
اور خدا تعالیٰ پر کلام کا حوالہ کرنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یجزئ عن الجماعۃ الخ جماعت کے لیے
جب وہ ہو کر گذریں اسقدر کافی ہے کہ ان میں سے ایک شخص سلام کرے۔

[illegible]

يجزئ عن الجلوس ان يرد احدهم **اقول** ذلك لان الجماعة واحدة في المعنى وتسليم واحد منهم يدفع الوحشة ويؤنس بعضهم بعضاً قال صلى الله عليه وسلم اذا انتهى احدكم الى مجلس فليسلم فان بدا له ان يجلس فليجلس ثم اذا قام فليسلم فليست الاولى باحق من الآخرة **اقول** سلام الوداع فيه فوائد منها التمييز بين قيام المتاركة والكراهية وقيام الحاجة على نية العود مثل تلك الصحبة ومنها ان يتدارك بعض ما كان يقصده وبقي من الحديث ونحو ذلك ومنها ان لا يكون ذهابه من التسلل والتستر في المصافحة وقوله مرحباً بفلان ومعانقة القادم ونحوها ازدياد في المودة والتبشبش ورفع الوحشة والتدابر **قال** صلى الله عليه وسلم اذا التقى المسلمان فتصافحا وحمدا الله واستغفراه غفر لهما **اقول** وذلك لان التشبيك فيما بين المسلمين وتوادهم وتلاطفهم واشاعة ذكر الله فيما بينهم يرضي بها ربهم واما القيام فاختلف فيه الاحاديث **فقال** صلى الله عليه وسلم من سره ان يتمثل له الرجال قياماً فليتبوأ مقعده من النار **وقال** صلى الله عليه وسلم لا تقوموا كما يقوم الاعاجم يعظم بعضهم بعضاً **وقال** صلى الله عليه وسلم في قصة سعد قوموا الى سيدكم وكانت فاطمة رضي الله عنها اذا دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها في مجلسه

اور بیٹھے ہوئے لوگوں کو اسقدر کافی ہے کہ ان میں سے ایک شخص سلام کا جواب دے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت حقیقت کے اعتبار سے ایک چیز ہے اور اس میں ایک کا سلام کرنا باہمی نفرت کو دور کر دیتا ہے اور باہم الفت پیدا کر دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا انتھی احدکم تم میں سے جب کوئی شخص کسی مجلس کیطرف پہونچے تو اگر اس کے دل میں بیٹھنے کا قصد ہو تو بیٹھ جائے اور جب کھڑا ہو تو اس کو چاہیے کہ سلام کرے پس پہلا سلام کرنا دوسری مرتبہ سلام کرنے سے زیادہ تر منزاوار اور اولیٰ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں رخصت کیوقت سلام کرنے میں چند فوائد ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وحشت کراہیت اور ملال سے کھڑے ہونے نیز تعظیم میں تمیز ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرورت کیوجہ سے قیام کیا ہے اور پھر جو کوئی بات کہنے کو باقی رہجاتی ہے اُس کو پورا کرے اور منجملہ ان فوائد کے یہ ہے کہ اس کا جانا خفیہ طور پر نہ ہو اور مصافحہ کرنے و مرحبا کہنے اور معانقہ وغیرہ کرنے میں یہ راز ہے کہ مصافحہ وغیرہ سے محبت بڑھتی ہے اور خوشی پیدا ہوتی ہے اور باہمی وحشت اور نفرت دور ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا التقی الخ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور خدا تعالےٰ کی حمد کریں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگیں تو ان دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اسواسطے ہے کہ مسلمانوں میں خوشی پیدا ہونا اور ان میں محبت اور مہربانی کا پایا جانا اور خدا تعالیٰ کے ذکر کا ان میں جاری ہونا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے اور قیام میں احادیث مختلف ہیں پس آپ نے فرمایا ہے۔ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی تعظیم میں کوئی شخص کھڑا رہے تو اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقوموا الخ مت کھڑے ہو جیسے کھڑے ہوتے ہیں عجمی بعض بعض کی تعظیم کے لیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے قصہ میں قوموا الخ کھڑے ہو تم طرف سردار اپنے کے اور حضرت فاطمہؓ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں تو آپ انکے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتے تھے

سلہ یعنی آدمی کی تعظیم کے بارہ کا

وإذا دخل صلى الله عليه وسلم عليها قامت وأخذت بيده فقبلته وأجلسته في مجلسها أقول عندي لا اختلاف فيها في الحقيقة فإن المعاني التي يدور عليها الأمر والنهي مختلفة فإن العجم كان من أمرهم أن تقوم الخدم بين أيدي ساداتهم والرعية بين أيدي ملوكهم وهو من تعمقهم في التعظيم حتى كاد يتاخم الشرك فنهوا عنه وإلى هذا وقعت الإشارة في قوله عليه السلام كما يقوم الأعاجم وقوله عليه السلام من سره أن يتمثل له الناس بين يديه قياما ... فأما إذا كان نصب ذلك للخدمة أو كان لبشاشة واهتزاز إليه وإكراما وتطييبا لقلبه من غير أن يتمثل بين يديه فلا بأس فإنه ليس يتاخم الشرك **وقيل** يا رسول الله الرجل منا يلقى أخاه أينحني له قال لا وسببه أنه يشبه الركوع في الصلاة فكان بمنزلة سجدة التحية قال الله تعالى يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على أهلها **وقال** الله تعالى يا أيها الذين آمنوا ليستأذنكم الذين ملكت أيمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم ثلاث مرات إلى قوله كما استأذن الذين من قبلهم ثم تستأنسوا أي تستأذنوا **أقول** السر في الاستيذان كراهية أن يهجم الإنسان على عورات الناس وأن ينظر منهم ما يكرهونه **وقال** النبي صلى الله عليه وسلم في بعض حديثه إنما جعل الاستيذان لأجل البصر فكان من حضر ن مختلف باختلاف الناس

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے تھے تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جایا کرتی تھیں اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر چومتی تھیں اور اپنی جگہ آپ کو بٹھاتی تھیں۔ میں کہتا ہوں ان میں فی الحقیقت اختلاف نہیں ہے اور جس معنی پر امر و نہی کا مدار ہے وہ مختلف ہے اسواسطے کہ عجمیوں کا قاعدہ تھا کہ ان کے خدمتگار ان کے سامنے کھڑے رہا کرتے تھے اور رعیت بادشاہوں کے روبرو کھڑی رہا کرتی تھی اور وہ اُن کی تعظیم میں افراط تھی یہاں تک کہ شرک میں واقع ہونے کا احتمال تھا لہذا اس سے ممانعت کی گئی اور اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ واقع ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تم کھڑے مت ہو جیسے عجمی کھڑے ہوتے ہیں اور جس شخص کو یہ اچھا معلوم ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں ... اور اگر کوئی خدمت کے لیے کھڑا ہوتا ہے یا خوشی سے اس کی طرف اٹھتا ہے یا اس کی تعظیم اور اس کے دل کی خوشنودی مقصود ہو نہ یہ بات کہ اس کے سامنے خدمت کے لیے کھڑا ہو تو اس میں مضائقہ نہیں اسلیے کہ اس میں شرک کی آمیزش نہیں ہے اور کسی نے عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شخص ہم میں سے اپنے بھائی سے ملے آیا اس کے واسطے جھک جائے فرمایا نہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ جھکنا رکوع نماز کے مشابہ ہے پس وہ بمنزلہ سجدہ تحیہ کے ہے اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین الخ اے ایمان والو گھروں میں بجز اپنے گھروں کے داخل مت ہو یہاں تک کہ اجازت لو اور سلام کرو ان گھر والوں پر اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین الخ اے ایمان والو چاہیے کہ وہ لوگ جو تمہارے ہاتھوں کے مملوک ہوئے ہیں تم سے اجازت لیں اور وہ لوگ جو تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے الی قولہ کما استاذن الذین پس خدا تعالیٰ کا قول تستانسوا تستاذنوا کے معنی میں ہے۔ میں کہتا ہوں استیذان اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ یہ بات تم کو ناپسندیدہ ہے کہ لوگ آدمیوں کی شرمگاہوں پر مطلع ہوں اور وہ چیز جو ان کو گوارا نہ ہو دیکھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ استیذان بینائی کے لیے مقرر کیا گیا ہے پس مناسب ہے کہ لوگوں کے مختلف ہونے سے وہ بھی مختلف ہو پس

تمم الاجنبی الذی لا تخالطہ بہم وحیثہ ومن حقہ ان لا یدخل حتی یصرح بالاستئذان بصرح لہ بالاذن ولذلک علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلدۃ بن الحنبل رجلا من بنی عامر ان یقول السلام علیکم ادخل قال صلی اللہ علیہ وسلم الاستئذان ثلاثا فان اذن لک والا فارجع ومنہم ناس احرا لیسوا بالمحارم لکن بینہم خلطۃ وصحبۃ فاستئذانہم دون استئذان الاولین ولذلک قال صلی اللہ علیہ وسلم لعبد اللہ بن مسعود اذنک علی ان ترفع الحجاب وان تستمع سوادی حتی انہاک ومنہم صبیان وممالیک لا یحتجب الناس منہم فلا استئذان ہہنا الا فی اوقات جرت العادۃ فیہا بوضع الثیاب وانما خص اللہ تعالی ہذہ الاوقات الثلاث لانہا مواضع التبذل بخلاف نصف اللیل مثلا وقال صلی اللہ علیہ وسلم رسول الرجل الی الرجل اذنہ وذلک لانہ عرف بذلک بخلوہ لما ارسل الیہ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجہہ ولکن من رکنہ الایمن او الایسر فیقول السلام علیکم السلام علیکم وذلک لان الدور لم یکن علیہا یومئذ ستور ومن آداب الجلوس والنوم والعطاس ونحوہا قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یقیم الرجل الرجل من مجلسہ ثم یجلس فیہ ولکن یقول تفسحوا وتوسعوا اقول وذلک لانہ رصد ومن کبر واعجاب بنفسہ

[illegible] میں کہ اُس سے اور اُن سے میل جول نہیں ہے اور اُس کیلئے مناسب ہے کہ جب تک آواز سے اجازت مانگے اور کہدے اُس کو اجازت نہ ملجائے داخل نہ ہو اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلدہ بن حنبل کو جو بنی عامر میں سے ایک شخص کو تعلیم فرمایا کہ یہ کہے السلام علیکم ادخل اور فرمایا ہے کہ استیذان تین مرتبہ ہے پس اگر تجکو اذن دیا جائے تو بہتر ورنہ لوٹ آ اور بعض ایسے لوگ ہیں کہ اگرچہ محارم نہیں ہے مگر انہیں میل جول اور دوستی ہے پس ان کا اجازت لینا اگلوں کے استیذان سے کم ہے اسیواسطے آپ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا تیرا اذن میرے اوپر یہ ہے کہ تو پردہ کو اٹھادے اور یہ کہ تو میرے کلام کی آواز یہانتک کہ میں تجکو منع کروں اور بعض انہیں سے لڑکے اور غلام ہیں کہ ان سے پردہ فرض نہیں ہے لہذا انکے لئے استیذان کی ضرورت نہیں ہے مگر ان اوقات میں کہ عادۃً کپڑے اُتار دئے جاتے ہیں اور خدا تعالے نے ان تین اوقات کو اسواسطے خاص کیا ہے کہ وہ اوقات لوگوں اور غلاموں کے تنہائی کے ہیں بخلاف آدھی رات کے مثلاً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسول الرجل الخ آدمی کی طرف آدمی کا قاصد اُس کا اذن ہے اسواسطے کہ اُس نے معلوم کرلیا اُس چیز کو جس کیطرف وہ بھیجا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تھے تو دروازے کے سامنے سے نہ آتے تھے پس فرماتے تھے السلام علیکم اور یہ اسواسطے تھا کہ ان لوگوں کے گھروں کے سامنے پردے نہ تھے اور منجملہ آداب کے بیٹھنے اور سونے اور عطس کرنے کے آداب ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یقیم الرجل الخ کوئی شخص کسی کو اسکی جگہ سے اٹھا کر آپ نہ بیٹھے بلکہ کہے کشادہ ہو کر اور کھل کر بیٹھو میں یہ اسواسطے ہے کہ کسی کو اٹھا کر بیٹھنا غرور اور خودپسندی کی بات ہے۔

لہ السواد بالکسر السر والکلام الخفی ای تسمع کلامی الدال علی کونی فی البیت وقولہ حتی انہاک ای عن الدخول ان کان منک مانع ۱۲

ويجد به الآخر وحرا وضغينة وقال صلى الله عليه وسلم من قام من مجلسه ثم رجع إليه فهو أحق به أقول من سبق إلى مجلس أبيح له من مسجد أو رباط أو بيت فقد تعلق حقه به فلا يهيج حتى يستغني عنه كالموات وقد مر هذا لك وقال صلى الله عليه وسلم لا يحل لرجل أن يفرق بين اثنين إلا بإذنهما أقول وذلك لأنهما ربما يجمعهما المساورة ومناجاة فيكون الدخول بينهما مقبضا لهما وربما يتأذيان بذلك فيكون جلوسه بينهما إيحاشا لهما وقال صلى الله عليه وسلم لا يستلقين أحدكم ثم يضع إحدى رجليه على الأخرى وروي أنه صلى الله عليه وسلم في المسجد مستلقيا واضعا إحدى قدميه على الأخرى أقول كان القوم يأتزرون والمؤتزر إذا رفع إحدى رجليه على الأخرى لا يأمن أن تنكشف عورته فإن كان لابس سراويل أو يأمن من انكشاف عورته فلا بأس بذلك وقال صلى الله عليه وسلم مضطجع على بطنه إن هذه ضجعة يبغضها الله أقول وذلك لأنها من هيئات المتكبرين وقال صلى الله عليه وسلم من بات على ظهر بيت ليس عليه حجاب فقد برئت منه الذمة أقول وذلك لأنه يعرض نفسه للهلاك إلى التهلكة وقد قال الله تعالى ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وقال صلى الله عليه وسلم ملعون على لسان محمد صلى الله عليه وسلم من قعد وسط الحلقة قيل المراد منه الماجن الذي يقيم نفسه مقام السخرية ليكون ضحكة وهو لا محالة عمل الشيطان

اور دوسرے کے دل میں اس سے رنج اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام الخ جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور پھر وہیں آیا تو اس کا وہ سزاوار زیادہ ہے۔ میں کہتا ہوں جو شخص پہلے بیٹھ گیا اور وہ جگہ اس کے لیے مباح تھی خواہ مسجد ہو یا خانقاہ یا گھر پس اسکا حق اس سے متعلق ہو گیا پس جب تک اس کو اس جگہ کی حاجت ہو اس وقت تک برگشتہ نہ کیا جاوے اور اس کا حال بنجر زمین کا سا ہے جو کوئی بھی ہو آباد کر لیتا ہے وہی اسکا مستحق ہے اور پہلے اسکا حال گذر چکا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یحل لرجل ان یفرق الخ کسی شخص کو روا نہیں کہ دو شخصوں کے بیچ میں انکو علیحدہ کرکے بیٹھے مگر انکی اجازت سے۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ دو شخص اکثر دوستانہ اور خوشنودی اور مسرت کی باتیں کرنے کے لیے پاس پاس بیٹھ جاتے ہیں پس ان دونوں کے بیچ میں بیٹھنا انکے دل کو مکدر کرتا ہے اور کبھی وہ باہم محبت کرنے کی باتیں کرتے ہیں پس انکے درمیان میں بیٹھنا انکو متنفر کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یستلقین الخ تم میں سے چت لیٹ کر ایک پیر کو دوسرے پیر پر نہ رکھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے چت لیٹے ہوئے اور ایک قدم کو دوسرے پر رکھے ہوئے دیکھا ہے میں کہتا ہوں لوگ لنگی باندھا کرتے تھے اور لنگی باندھنے والا جب ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھتا ہے تو وہ شرمگاہ کے کھلنے سے مامون نہیں ہوتا پس اگر پاجامہ پہنے ہوئے ہو یا شرمگاہ کے کھلنے سے مامون ہو تو اس طرح لیٹنے میں مضائقہ نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو الٹا لیٹا تھا فرمایا ایسا لیٹنا ہے خدا تعالی کو ناگوار ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ لیٹنا ایک تکبر اور نخوت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من بات الخ جو شخص گھر کی چھت پر رات کو سووے اور اس چھت پر کوئی آڑ نہ ہو تو اس سے ذمہ بری ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی جان کے ہلاک کرنے کا سامان کیا اور اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالا اور خدا تعالی فرماتا ہے لا تلقوا الخ اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ملعون الخ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھے ملعون ہے بعض کے نزدیک اس سے ماجن مراد ہے جو اپنے کو مسخرہ پن میں ڈالتا ہے تاکہ اس سے مسخراپن کریں اور یہ شیطانی کام ہے

ويحتمل ان يكون المعنى ان يدبر على طائفة ويقبل على ناحية فيجد بعضهم في نفسه من ذلك كراهية
واختلاط الرجال مع النساء في الطريق فقال صلى الله عليه وسلم للنساء استأخرن فانه ليس
لكن ان تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق فكانت المرأة تلصق بالجدار ونهى صلى الله عليه
وسلم ان يمشي الرجل بين المرأتين اقول وذلك خوفا من ان يمس الرجل امرأة ليست بمحرم
او ينظر اليها قال صلى الله عليه وسلم اذا عطس احدكم فليقل الحمد لله وليقل اخوه او صاحبه
يرحمك الله فليقل يهديكم الله ويصلح بالكم وفي رواية ان لم يحمد الله فلا تشمتوه و
قال صلى الله عليه وسلم شمت اخاك ثلاثا فما زاد فهو زكام اقول انما شرع تحميد العاطس
لمعنيين احدهما انه من الشفاء لخروج الابخرة الغليظة من الدماغ وثانيهما انه سنة
آدم عليه السلام وهو معرف لكونه بعد على سنن الانبياء عليهم السلام جامع العزيمة
على ملتهم ولذلك وجب التشميت وكان من حقوق الاسلام وانما سن جواب التشميت
لانه من مقابلة الاحسان بالاحسان وقال صلى الله عليه وسلم انما التثاؤب من الشيطان
فاذا تثاءب احدكم فليرده ما استطاع فان احدكم اذا تثاءب ضحك منه الشيطان
اقول وذلك لان التثاؤب ناشئ من كسل الطبيعة وغلبة الملال والشيطان يجد
في مثل ذلك فرصته

اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ایک گروہ کی طرف پشت اور ایک کی طرف منہ کرے اور اس
سے لوگوں کے دل کو ناگوار گذرے اور جبکہ مرد و عورت ملے ہوئے چلتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا
استأخرن پیچھے کو ہٹو تم کو روا نہیں ہے کہ راستے کے درمیان میں چلو بلکہ تم کو لازم ہے کہ راستے سے ادھر ادھر
بچو پس عورتیں دیواروں کو چمٹنے لگیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے
کہ کوئی مرد دو عورتوں کے بیچ میں ہو کر گذرے۔ میں کہتا ہوں یہ اس لئے ہوا ہے کہ مرد عورت سے لگ جائے
اور وہ عورت غیر محرم ہے یا اس کی طرف دیکھے اور فرمایا ہے اذا عطس الخ تم میں سے جب کوئی چھینکے تو اسکو
الحمد للہ کہنا چاہئے اور اس کے بھائی کو یا اس کے صاحب کو یرحمک اللہ کہنا چاہئے اور پھر اس کو یہدیکم اللہ الخ
کہنا چاہئے اور ایک روایت میں ہے اور اگر الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب مت دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے شمت الخ اپنے بھائی کی چھینک کا تین مرتبہ جواب دو اور جو زیادہ ہو تو وہ زکام ہے۔ میں کہتا ہوں
چھینکنے کے وقت حمد اسواسطے مقرر کی گئی ہے کہ ایک تو وہ دلیل شفا ہے کہ اس سے دماغ کے بخارات غلیظہ نکل جاتے ہیں
دوسرے یہ کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور حمد کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ شخص تابع سنن انبیاء
علیہم السلام ہے اور ملت انبیا پر دوڑتا ہوا ہے اور اسواسطے جواب دینا واجب ہوا اور وہ حقوق اسلام سے ہوا اور
جواب دینے والے کے لیئے جواب دینا اسواسطے مقرر کیا گیا کہ اس میں مقابلۃ الاحسان بالاحسان ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما التثاؤب الخ جمائی لینا تو شیطان کی طرف سے ہے پس تم میں سے جب
کوئی جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اسکو روکے اور تم میں سے جب کوئی جمائی لیتا ہے تو اس سے
شیطان ہنستا ہے۔

میں کہتا ہوں جمائی سستی طبیعت اور غلبہ ملال سے پیدا ہوتی ہے اور شیطان کو اس میں موقع ملتا
ہے۔

؎ تحققن الطریق [illegible] وسط [illegible] الطریق [illegible] حاشیہ ۱۲

وفتح الفم وصوت هاه يضحك منه الشيطان وهو من الهيئات المنكرة **قال** صلى الله عليه وسلم إذا تثاءب أحدكم فليمسك بيده على فيه فإن الشيطان يدخل **اقول** الشيطان يهيج ذبابا أو بقة فيدخله في فيه وربما تشنج أعصاب وجهه وفمه وأيا ما كان فهو أذية **قال** صلى الله عليه وسلم لو يعلم الناس ما في الوحدة ما أعلم ما سار راكب بليل وحده **اقول** أراد عليه السلام كراهية التهور والاقتحام في المهالك من غير ضرورة وأما بعث الزبير رضي الله عنه وحده طليعة فلمكان ضرورة **وقال** صلى الله عليه وسلم لا تصحب الملائكة رفقة فيها كلب ولا جرس **وقال** صلى الله عليه وسلم الجرس مزامير الشيطان **اقول** الصوت الحديد يشتد به يوافق الشيطان وحزبه ويكرهه الملائكة معنى يطيبه مزاجهم **وقال** صلى الله عليه وسلم إذا سافرتم في الخصب فأعطوا الإبل حظها من الأرض وإذا سافرتم في السنة فأسرعوا عليها السير وإذا عرستم بالليل فاجتنبوا الطريق فإنها طرق الدواب ومأوى الهوام بالليل **اقول** هذا كله ظاهر **قال** صلى الله عليه وسلم السفر قطعة من العذاب يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه فإذا قضى نهمته من وجهه فليعجل إلى أهله **اقول** يريد عليه السلام كراهية أن يتبع محقرات لأمر فيطيل مكثه لأجلها **وقال** صلى الله عليه وسلم إذا أطال أحدكم الغيبة فلا يطرق أهله ليلا حتى

اور منہ کھولے اور آہ کی آواز سے شیطان ہنستا ہے اسواسطے کہ وہ ایک قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاوب الخ جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اسکو چاہیئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اسواسطے کہ شیطان گھس جاتا ہے میں کہتا ہوں شیطان مکھیوں اور مچھروں کو اسکے منہ میں گھسا دیتا ہے اور اکثر اوقات منہ کے عضلات سکڑ جاتے ہیں اور ہم نے ایسا دیکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعلم الناس الخ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ وحدت میں کیا بات ہے جو میں جانتا ہوں تو سوار رات کو تنہا نہ چلے میں کہتا ہوں آپ کی مراد مہلکات میں پڑجانا اور ان کی دلیری کرنا بلا ضرورت ایک ناپسندیدہ امر ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت زبیر کو مقدمۃ الجیش کرکے تنہا بھیجا تھا تو اس کی ضرورت تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصحب الخ نہیں ساتھ ہوتے فرشتے ان رفیقوں کے جن میں کتا اور گھنٹہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجرس الخ گھنٹہ شیطان کے مزامیر ہیں میں کہتا ہوں جو آواز تیز اور سخت ہو شیطان اور اس کے گروہ کے موافق ہے اور ملائکہ کو اس سے نفرت ہے اور ان دونوں کے اصل مزاج کا مقتضی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سافرتم الخ جب تم سبزی میں سفر کیا کرو تو اونٹ کو اسکا حق دیا کرو جو زمین میں ہے اور جب تم قحط میں سفر کرو تو اسکو جلد جلد چلاؤ اور جب اخیر رات میں نزول کرو تو راستہ سے الگ ہو کیونکہ وہ دواب کے گذرگاہ ہے اور حشرات کا ماویٰ میں کہتا ہوں یہ سب ظاہر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے السفر قطعۃ الخ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے تم میں سے ایک کو نیند اور کھانے پینے سے باز رکھتا ہے پس جبکہ پورا کرچکے اپنی حاجت کو جس کے سامنے ہے تو اسکو چاہیئے اپنے اہل کو جلدی سے چلا آئے میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ آدمی حقیر چیزوں کے پیچھے پڑا رہے اور ان کی وجہ سے اسکو زیادہ دیر تک سفر کرنا پڑے اور آنحضرت نے فرمایا ہے اذا اطال الخ جب تم میں سے کوئی بہت غیبت کرے تو اسکو چاہیئے رات کو گھر میں نہ آوے

اقول كثيرا ما ينفر الانسان نفرة طبيعية من اجل التشعث ونحوه فيكون سببا للتغيظ عليهم ومنها آداب الكلام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اخنى[1] الاسماء يوم القيامة عند الله رجل يسمى ملك الاملاك وقال لا مالك الا الله وقال صلى الله عليه وسلم في تكنية بابي الحكم ان الله هو الحكم واليه الحكم اقول انما نهى عن ذلك لانه افراط في التعظيم يتاخم الشرك قال صلى الله عليه وسلم لا تسمين غلامك يسارا ولا رباحا ولا نجيحا ولا افلح فانك تقول اثم هو فلا يكون فيقول لا وقال جابر رضي الله عنه اراد النبي صلى الله عليه وسلم ان ينهى ان يسمى بيعلى وبركة وبافلح وبيسار وبنافع وبنحو ذلك ثم رأيته سكت بعد عنها ثم قبض ولم ينه عن ذلك اقول سبب كراهية التسمية بهذه الاسماء انه تفضي الى هيئة منكرة هي في الاقوال بمنزلة الاجدع ونحوه في الافعال وهو قوله عليه السلام الاجدع شيطان ووجه الجمع بين الحديثين انه لم يعزم في النهي لم يؤكد ولكنه نهى نهي رشد بمنزلة المشورة وظهرت مخايل[2] النهي فقال الراوي نهى اجتهادا منه ومن حفظ حجة على من لم يحفظ وارى ان هذا الوجه اوفق لفعل الصحابة رضي الله عنهم فانهم لم يزالوا يسمون بهذه الاسماء قال صلى الله عليه وسلم سموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي فاني انما جعلت قاسما اقسم بينكم اقول لو كان احد يسمى باسم النبي صلى الله عليه وسلم

میں کہتا ہوں بسا اوقات انسان کو بسبب پراگندہ ہونے اون وغیرہ کے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ ان دونوں کے تکدر حال کا باعث ہوتی ہے از انجملہ کلام کرنے کے آداب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اخنی الاسماء الخ سب سے بدتر ناموں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک ہو اور فرمایا اپنے کوئی نہیں بادشاہ مگر خدا تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الحکم کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے ان الحکم الخ کہ حکم خدا تعالیٰ ہی ہے اور اسی کی طرف حکم ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنیت سے اس واسطے منع فرمایا کہ اس میں تعظیم بکثرت پائی جاتی ہے اور وہ شرک کے قریب کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسمین الخ۔ اپنے لڑکے کا نام یسار ہرگز مت رکھو اور نہ رباح اور نہ نجیح اور نہ افلح پس تو کہتا ہے کہ وہ یہاں ہے اور نہیں ہوتا پس کہا جاتا ہے نہیں۔ و جابر نے فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد اس بات سے منع کرنا تھا کہ نام نہ رکھا جاوے ساتھ یعلیٰ اور برکت اور نافع وغیرہ کے پھر میں نے آپکو دیکھا اس منع کرنے سے خاموش ہو رہے پھر آپکی وفات ہو گئی اور اس سے منع نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں ان ناموں کا مکروہ ہونا اس واسطے ہے کہ وہ ایک ہیئت منکرہ کی طرف پہونچاتے ہیں کہ وہ ہیئت اقوال میں ایسی ہے جیسے اجدع وغیرہ افعال میں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الاجدع الخ کہ شیطان ہے اور احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ آپ نے نہی میں تاکید نہیں کی مگر ارشاد کے طور پر بمنزلہ مشورہ کے اس سے منع فرمایا اور نہی کے علامات آپکو ظاہر ہوئے پس راوی نے کہا کہ از روئے اجتہاد کے منع کیا جس نے اسکو محفوظ کیا حجت ہے اس شخص پر جس نے محفوظ نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک یہ وجہ صحابہ کے فعل کے موافق ہے اس واسطے کہ وہ ہمیشہ اس قسم کے نام رکھا کرتے تھے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سموا الخ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو اور فرمایا کہ اپنے نہیں کہ دیا گیا میں قاسم کر اس واسطے کہ تم میں تقسیم کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اگر کسی کا نام نبی کے نام پر ہوتا تو اس کو کہا جاتی

[1] اي افحش وقوله رجل اي اسم رجل وملك الاملاك اي شاهنشاه وقوله يتاخم الشرك اي يقرب منه وقوله يسارا اي من اليسر ورباحا من الربح ۱۲۔
[2] اي علامات وقوله اقسم بينكم اي العلم والغنيمة وغيرها ۱۲

لكان مظنة ان تشتبه الاحكام ويدلس في نسبتها ورفعها واذ قيل قال ابو القاسم ظن ان الآمر
هو النبي صلى الله عليه وسلم وربما كان المراد غيره وايضا ربما يسب الرجل باسمه ويدعى به فيتنبه
في الملاحات فان كان مسمى باسم نبي كان في ذلك هيئة منكرة ثم هذا المعنى اكثر تحققا في
الكنية منه في العلم لوجهين احدهما ان الناس كانوا ممنوعين شرعا وممتنعين ديدنا
من ان ينادوا النبي صلى الله عليه وسلم باسمه وكان المسلمون ينادونه يا رسول الله صلى الله عليه
وسلم واهل الذمة يقولون يا ابا القاسم وثانيهما ان العرب كانوا لا يقصدون بالاسم التنبيه
ولا التحقير واما الكنى فكانوا يقصدون بها احد الامرين كابي الحكم وابي الجهل ونحو ذلك
وانما اكتنى النبي صلى الله عليه وسلم بابي القاسم لانه قاسم فكان كنيته غيره [illegible] وبهذا الوجه
وانما رخص النبي صلى الله عليه وسلم لعلي ان يسمي ولده باسمه بعده ويكنيه بكنيته لارتفاع
الالتباس والتدليس بانقراض القرن قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقولن
احدكم عبدي وامتي كلكم عبيد الله وكل نسائكم اماء الله ولكن ليقل غلامي وجاريتي
وفتاي وفتاتي ولا يقل العبد ربي ولكن ليقل سيدي اقول التطاول في الكلام والازراء
بالناس منشؤه الاعجاب والكبر وفيه كسر قلوب الناس وايضا فما عبر في الكتب الالهية عن
النسبة التي هي للخلق الى الخالق بالعبدية والربوبية كان استعمالها فيما بينهم سوء ادب

تھا کہ احکام میں اشتباہ واقع ہوتا اور ان احکام کی نسبت اور رفع کرنے میں تلبیس واقع ہوتی اور جب کہا جاتا کہ ابو القاسم نے
یہ گمان ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے اور بسا اوقات مراد کوئی اور ہوتا۔ اور بسا اوقات آدمی کو نام لیکر کوئی
گالی دیتا ہے اور لڑائی جھگڑوں میں اس کے عیب سے ڈر کھینچتا ہے پس اگر کسی کے نام پر نام ہوتا نہیں بلکہ ہیئت منکرہ پائی
جاتی ہے پھر یہ بات کنیت کے اعتبار سے اکثر پائی جاتی ہے بہ نسبت نام کے بدو وجہ ایک تو یہ وجہ ہے کہ لوگوں کو شرعًا
اس بات سے ممانعت تھی اور عادت کے اعتبار سے بھی اس بات سے باز رہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نام
لیکر پکاریں اور مسلمان یا رسول اللہ کہکر ندا کرتے تھے اور ذمی لوگ کہتے تھے یا ابا القاسم دوسرے عرب نام سے کر
بزرگی یا حقارت کا قصد نہ کیا کرتے تھے بلکہ کنیت سے بزرگی یا حقارت کا قصد کرتے تھے جیسے ابو الحکم اور ابو جہل کہ اول
میں تشریف اور دوسرے میں تحقیر مقصود ہے وعلی ہذا القیاس۔ اور آپ کی کنیت ابو القاسم اس واسطے ہوئی کہ آپ قاسم تھے پس
دوسرے کی یہ کنیت رکھنا ایسا ہوا جیسا آپ سے برابری کرنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کی رخصت کہ آپ کے
بعد اپنے لڑکے کا نام آپ کے نام پر رکھیں اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت کریں اسواسطے دی کہ التباس دفع ہو گیا کیونکہ
آپ کا زمانہ گذر گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یقولن الخ چاہیے کہ تم میں سے کوئی نہ کہے عبد
میرا اور امت میری بلکہ تم سب خدا ہی کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں خدا تعالے کی بندیاں ہیں بلکہ اس کو یہ کہنا
چاہیے غلام میرا اور لونڈی میری اور جوان میرا اور جوان میری اور غلام کو چاہیے کہ یہ نہ کہے رب میرا بلکہ اس کو یہ
کہنا چاہیے کہ سید میرا۔ میں کہتا ہوں کلام میں درازی کرنی اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا سبب کبر اور خود پسندی ہے اور اس
میں لوگوں کی دلشکنی ہے اور نیز چونکہ کتب الٰہیہ میں اس نسبت کو جو خالق اور مخلوق کے اندر پائی جاتی ہے عبدیت اور
ربوبیت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے لہٰذا لوگوں کو باہم اس کا استعمال کرنا بے ادبی ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا الکرم ولکن قولوا العنب والحبلة ولا تقولوا یا خیبة الدھر فان اللہ ھو الدھر **وقال** اللہ تعالی یؤذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار **اقول** لما نھی اللہ تعالی عن الخمر ووضع امرھا اقتضی ذلک ان یمنع عن کل ما ینوہ امرھا ویخیل حسنھا ثم العنب مادة الخمر واصلھا وکان العرب کثیرا یسمونھا بنت کرم ویروجونھا بذلک وکان اھل الجاھلیة ینسبون الوقائع الی الدھر وھذا نوع من الشرک وایضا ربما یریدون بالدھر مقلب الدھر فالسخط راجع الی اللہ وان اخطؤا فی العنوان **قال** صلی اللہ علیہ وسلم لا یقولن احدکم خبثت نفسی ولکن لیقل لقست نفسی **اقول** الخبث کثیرا ما یستعمل فی الکتب الالھیة بمعنی خبث الباطن وسوء السریرة فھذہ الکلمة بمنزلة ھیآت سیئة **قال** صلی اللہ علیہ وسلم فی زعموا بئس مطیة الرجل **اقول** یرید کراھیة ان یذکر الاقاویل من غیر ثبت **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کی نسبت فرمایا ہے کہ کرم مت کہا کرو بلکہ عنب اور حبلہ کہا کرو اور یہ مت کہو یا خیبۃ الدھر یعنی اے زمانہ کی بے نصیبی کیونکہ خدا تعالیٰ ہی تو دہر ہے اور اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ دہر کو برا کہکر ابن آدم مجھکو ایذا دیتا ہے دہر تو میں ہی ہوں میرے ہاتھ میں ہی امر ہے میں رات و دن کو لوٹتا پلٹتا ہوں میں کہتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ نے شراب سے نہی فرما دی اور وہ ایک بری ہوئی چیز ہوگی تو مناسب ہوا کہ جس بات میں اُس کی عظمت پائی جائے اور جس بات سے اُس کی عمدگی کا بیان ہو سکے اُس سے بھی ممانعت فرمائی جائے اور انگور شراب کی اصل اور مادہ ہے اور عرب کا دستور تھا کہ اکثر اوقات شراب کو بنت کرم سے تعبیر کیا کرتے تھے اور اُسی نام سے اُس کو مشہور کرتے تھے اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ واقعات دہر یعنے زمانہ کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور یہ ایک قسم کا شرک تھا اور نیز اکثر دہر سے مقلب دہر اُنکو مراد ہوا کرتا تھا بہرحال دہر کے برا کہنے کا مآل خدا تعالیٰ سے ناخوشی کی طرف تھا اگرچہ اس کے عنوان میں وہ خطا کرتے تھے مانا تھا اور حدیث شریف میں آیا ہے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا بلکہ اُس کو یہ کہنا چاہیے کہ میرا نفس بگڑ گیا میں کہتا ہوں کہ اکثر خباثت کا استعمال کتب آسمانی میں خباثت باطنی اور بد خیثی پر ہا ہے لہذا کلمہ بمنزلہ ہیات سیئہ کے ٹھہرا اور اگر کوئی شخص کسی بات کو اسطرح پر بیان کرے کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ بات اسطرح ہے تو اُس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی زعموا الخ برا ذریعہ آدمی کا ہے یعنے صرف لوگوں کے گمان کرلینے سے ، بات کا بیان کردینا برا ہے میں کہتا ہوں اس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ آپ کو یہ بات ناگوار ہے کہ کوئی شخص بلا ثبوت کسی بات کو ذکر کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان یہ بات مت کہو کہ جو خدا نے چاہا اور فلاں نے چاہا

[illegible] مصیبۃ فی الجاھلیۃ تقولون یا خیبۃ الدھر [illegible]

[illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲

[illegible] الاغراض فتوصل [illegible]

[illegible] ۱۲

وقولوا ما شاء الله ثم شاء فلان اشول التسويتين ... فكان اذا لاق ... الدلالة سوء ادب **واعلم** ان التشدق والتقعر في الكلام والاكثار من الشعر والمزاح وتزجية الوقت بالسمر ونحوها احدى ... الذين ... ويقيم به التفاخر والمراء فكان ... ذكرهما النبي صلى الله عليه وسلم ... في ذلك من الآفات ... فيما لا يتحقق ... معنى ... تاسيه بادي الرأي قال صلى الله عليه وسلم هلك المتنطعون قالها ثلاثا **وقال** صلى الله عليه وسلم الحياء والعي شعبتان من الايمان والبذاء والبيان شعبتان من النفاق **اقول** ... والتقعر والتطاول في الكلام **وقال** صلى الله عليه وسلم ان احبكم ... يوم القيامة احاسنكم اخلاقا وان ابغضكم الي وابعدكم مني ... مساويكم اخلاقا الثرثارون المتشدقون المتفيهقون **وقال** صلى الله ... فان الجواز هو خير **وقال** صلى الله عليه وسلم ... **وقال** صلى الله عليه وسلم لحسان ان روح القدس لا يزال يؤيدك ... عن الله ورسوله **وقال** عليه السلام ان المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه والذي نفسي

... کہو جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر فلان نے چاہا ... کیونکہ ... کے ... سوء ادب ... معلوم کرنا چاہیے ... غور کرنا ... اور بلاغت میں ... اور شعر اور مزاح کی کثرت ... ان امور کے ہیں جو ... دنیا ... سے بیکار کرتے ہیں اور ... باہمی تفاخر ... ہوتا ہے ... اس واسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو ناپسند فرمایا اور ان کے نقصانات بیان فرمائے وجہ قدح میں کراہت کے معنی نہیں ... مقدار کی اجازت عطا فرمائی گرچہ بادی الرائے میں ... اشتباہ ... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هلک الخ فضول باتوں میں غور کرنے والے برباد ہوگئے تین مرتبہ اس کلمہ کو ارشاد فرمایا اور فرمایا ہے الحیاء الخ حیا ... کر باتیں کرنا ایمان کے دو شعبے ہیں اور بے حیائی اور بیان ... زبان سے ... نفاق کے دو شعبے ہیں ... کی مراد بے حیائی اور حمق اور تطاول کلام کا ترک کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احبکم الخ تم میں سے مجھکو زیادہ ... قیامت میں مجھ سے زیادہ تر قریب وہ لوگ ہیں جنکے اخلاق عمدہ ہیں ... تم میں سے مجھکو زیادہ تر مبغوض اور مجھ سے زیادہ ... وہ لوگ تم میں سے وہ ہیں جو بداخلاق اور بڑے باتونی ... ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ... نے ... گفتگو میں اعتدال اور اختصار ... کرنا بہتر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ... حضرت حسان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک تو مشرکین کے مقابلہ میں خدا اور رسول کی جانب سے مخاصمت کریگا (کفار کا مقابلہ) تو روح القدس ہمیشہ تیری مدد کریگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کیا کرتا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے

... الکلام ... فی الکلام ... المتفیهقون ... التکبر ...

... الکلام ... اللسان ... البیان ... عدم ...

فكأنما ترمونهم به نضح النبل وقد ذكرنا في الاحسان من اصول آفات اللسان ما يتضح به احاديث
حفظ اللسان كقوله صلى الله عليه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا او ليسكت
وقوله عليه الصلوة والسلام سباب المسلم فسوق وقتاله كفر وقوله صلى الله عليه وسلم أتدرون
ما الغيبة ذكرك اخاك بما يكره قيل أفرأيت ان كان في اخي ما اقول قال ان كان فيه ما تقول
فقد اغتبته وان لم يكن فيه فقد بهته وقال العلماء يستثنى من تحريم الغيبة امور ستة
التظلم لقوله تعالى لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم والاستعانة على تغيير
المنكر ورد العاصي الى الصواب كاخبار زيد بن ارقم بقول عبد الله بن ابي واخبار ابن مسعود
بقول الانصار معناه حنين والاستفتاء كقول هند ان ابا سفيان رجل شحيح وتحذير
المسلمين من الشر كقوله صلى الله عليه وسلم بئس اخو العشيرة وكجرح المجروحين وكقوله
صلى الله عليه وسلم اما معاوية فصعلوك واما ابو الجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه والتنفير من
مجاهر بفسق كقوله صلى الله عليه وسلم ما اظن فلانا وفلانا يعرفان من امر ديننا شيئا
والتعريف كالاعمش والاعرج وقالوا الكذب يجوز اذا كان تحصيل المقصود لا يمكن الا به
وهو قوله صلى الله عليه وسلم ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس فينمي خيرا او يقول خيرا ؛

کہ تمہارے اشعار مشرکین کی ہجو میں تیر مارنے کا حکم رکھتے ہیں۔ احسان کے باب میں جہاں ہم نے زبانی آفات کے اصول
و قواعد بیان کئے ہیں وہاں حدیثیں ظاہر کردی ہیں جن سے حفظ لسان ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ جس کو خدا و روز آخرت پر ایمان ہے اسکو چاہیئے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے اور آنحضرت نے فرمایا تم جانتے ہو غیبت
کیا چیز ہے غیبت اس بات کا بیان کرنا ہے جو تیرے بھائی کو ناگوار ہو اس پر آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر میرے
بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں کیا یہ بھی غیبت ہے فرمایا وہ بات کہنا جو اس میں ہے یہی تو غیبت ہے اور
اگر تو نے وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان کیا۔ علما کا قول ہے کہ حرام غیبت سے چھ امور مستثنےٰ
ہیں۔ اول اپنا ظلم ظاہر کرنا۔ خدا فرماتا ہے خدا بری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر جو شخص مظلوم ہے۔ دوسرے
کسی ایسی حالت میں کہ بری بات ظاہر کرنے سے کسی امر منکر کا بدل دینا منظور ہو۔ اور عاصی کو بہتری کی طرف لوٹانے کا قصد کیا
جائے جیسے زید بن ارقم نے عبد اللہ بن ابی کا قول آنحضرت سے نقل کردیا تھا اور عبد اللہ بن مسعود نے حنین کی غنیمتوں
کے متعلق انصار کا قول بیان کردیا تھا۔ تیسری فتوی لینے میں جیسے ہند نے کہا کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے چوتھی مسلمانوں
کو کسی شر سے محفوظ کرنا جیسے آنحضرت نے فرمایا۔ اس خاندان کا بھائی برا ہے یا جیسے حدیث میں زخمیوں کا زخمی
کرنا آیا ہے۔ اور جیسے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ معاویہ تنگدست ہیں اور ابو جہم اپنے کندھے سے عصا نہیں اتارتا۔
پانچویں فاسق کے شر سے متنفر کرنا۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں فلاں فلاں شخصوں کو نہیں جانتا ہوں کہ ہمارے
حال سے کچھ بھی واقف ہیں۔ چھٹی کسی کی حالت بیان کرنا جیسے فلاں شخص اعمش ہے یا لنگڑا ہے۔ اور علما نے یہ بھی
کہا ہے کہ جب کوئی مقصود بغیر کذب کے حاصل ہی نہ ہو سکتی ہو۔ تو وہاں کذب جائز ہے آنحضرت نے فرمایا ہے
وہ شخص کذاب نہیں ہے جو لوگوں میں اصلاح کرنے کے لیے کسی نیک بات کو ظاہر کرے یا کوئی نیک بات کہدے۔

[illegible]

وَمِمَّا يَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْمَبْحَثِ أَحْكَامُ النُّذُوْرِ وَالْأَيْمَانِ

وَالْجُمْلَةُ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّهُمَا مِنْ دَيْدَنِ النَّاسِ وَعَادَاتِهِمْ عَرَبِهِمْ وَعَجَمِهِمْ لَا تَجِدُ وَاحِدًا مِّنَ الْأُمَمِ إِلَّا يَسْتَعْمِلُهَا فِيْ مَظَانِّهَا فَوَجَبَ الْبَحْثُ عَنْهَا وَلَيْسَ النَّذْرُ مِنْ أُصُوْلِ الْبِرِّ وَلَا الْأَيْمَانُ وَلٰكِنْ إِذَا أَوْجَبَ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهِ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَجَبَ أَنْ لَا يُفَرِّطَ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَفِيْمَا ذُكِرَ عَلَيْهِ اسْمُ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْذُرُوْا فَإِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ يَعْنِيْ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا أُحِيْطَ بِهِ رُبَّمَا يَسْهُلُ عَلَيْهِ إِنْفَاقُ شَيْءٍ فَإِذَا أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْ تِلْكَ الْمَهْلَكَةِ كَانَ كَأَنْ لَمْ يَمَسَّهُ ضُرٌّ قَطُّ فَلَا بُدَّ مِنْ شَيْءٍ يُسْتَخْرَجُ بِهِ مَا الْتَزَمَ عَلٰى نَفْسِهِ مَا يُؤَكِّدُ عَزِيْمَتَهُ وَيُنَوِّهُ بِنِيَّتِهِ وَالْحَلْفُ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَضْرُبٍ يَمِيْنٌ مُنْعَقِدَةٌ وَهِيَ الْيَمِيْنُ عَلٰى مُسْتَقْبَلٍ مَقْصُوْدٍ عَاقِدًا عَلَيْهِ قَلْبُهُ وَفِيْهَا قَوْلُهُ تَعَالٰى وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمَانَ وَلَغْوُ الْيَمِيْنِ قَوْلُ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ وَأَنْ يَحْلِفَ عَلٰى شَيْءٍ يَظُنُّهُ كَمَا حَلَفَ فَتَبَيَّنَ بِخِلَافِهِ وَفِيْهِمَا قَوْلُهُ تَعَالٰى لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ وَهِيَ الَّتِيْ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِيْهَا لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَهِيَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مُسْتَحِيْلٍ عَقْلًا كَصَوْمِ أَمْسِ وَالْجَمْعِ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ

اسی مبحث کے متعلق نذروں اور قسموں کے احکام میں

اس میں مختصر امر یہ ہے کہ نذریں ماننا اور قسمیں کھانا لوگوں کی عادات میں سے ہے عرب ہوں یا عجم کسی فرقہ اور امت کو تم نہ پاؤ گے کہ اپنے موقعوں پر انکا استعمال نہ کرتے ہوں اس واسطے انکے مباحث کی ضرورت ہوئی یہ نذریں اور قسمیں نیکی کے اصول سے نہیں ہیں لیکن جب کسی نے اپنے اوپر ایک شے کا لازم قرار دے لی اور خدا کا نام اس کے لیے ذکر کیا تو ضروری ہوا کہ خدا کی عظمت میں اور اس شے میں جس پر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہے کوتاہی نہ کی جائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نذریں مت مقرر کیا کرو اس لیے کہ نذر سے کوئی امر مقدر نہیں دور ہو سکتا ہے ان کے سبب سے بخیل کی جانب سے کوئی شے نکل جایا کرتی ہے یعنے انسان جب کسی حالت میں گھر جاتا ہے تو اس وقت اسکو کسی قدر خرچ کرنا آسان معلوم ہوا کرتا ہے جب خدا اس کو مہلکہ سے نجات دیدیتا ہے تو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی تکلیف نے اسکو کبھی چھوا بھی نہ تھا اس لیے ضرور ہے کہ جس شے کو اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اسکو اس سے باہر کرے اس سے قصد اور عزم میں پختگی اور استحکام ہوتا ہے۔ قسم کی چار قسمیں ہیں ایک یمین منعقدہ یہ اس قسم کا نام ہے جو کسی آئندہ شے کے لیے کھائی جائے وہ شے ممکن بھی ہو اور دل میں اس کے متعلق فیصلہ کر لیا ہو اس کو خدا تعالے فرماتا ہے کہ خدا تم سے ان قسموں کا مواخذہ کریگا جو تم نے منعقد کی ہونگی دوسرے لغو یمین جیسے کہ لوگ بلا قصد کہدیا کرتے ہیں۔ واللہ بالله بلے واللہ یا ایسی شے پر قسم کھا بیٹھیں جسکی نسبت گمان ہو اور بعد کو اسکے خلاف ثابت ہو اسمیں خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ خدا لغو قسم میں مواخذہ نہیں کرتا تیسری یمین غموس کہ قصداً جھوٹی قسم ایسی شے پر کھائی جائے کہ اس سے ناحق کسی مسلمان کا مال ہضم کر لیا جائے یہ قسم کبائر میں سے ہے چوتھی وہ قسم جو کسی محال عقلی پر کھائی جائے جیسے یہ کہنا کہ گذشتہ کل کا روزہ رکھونگا یا دو ضدوں کا جمع کرنا یا

واعادة كاحياء الميت ونحو ذلك لا ينعقد واختلف في الضرب بين الذين ليس فيهما نص هل فيهما كفارة **قال** رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله وليصمت **وقال** صلى الله عليه وسلم من حلف بغير الله فقد اشرك **اقول** الحلف باسم شيء لا يتحقق حتى يعتقد فيه عظمة وفي اسمه بركة والتفريط في جنبه واهمال ما ذكر اسمه عليه اثم **قال** صلى الله عليه وسلم من حلف فقال في حلفه باللات والعزى فليقل لا اله الا الله ومن قال لصاحبه تعال اقامرك فليتصدق **اقول** اللسان ترجمان القلب ومقدمه ولا يتحقق التهذيب بالقلب حتى يؤاخذ بحفظ اللسان **وقال** صلى الله عليه وسلم اذا حلفت على يمين فرأيت غيرها خيرا منها فكفر عن يمينك وأت الذي هو خير **وقال** عليه الصلوة والسلام لان يلج احدكم بيمينه في اهله آثم له عند الله من ان يعطي كفارته التي افترض الله عليه **اقول** كثيرا ما يحمل الانسان على الحلف ضيق في نفسه وعلى الناس ويبقى ذلك من المصلحة وانما شرعت الكفارة منبهة لم يعده ممكنه في عمله **وقال** صلى الله عليه وسلم يمينك على ما يصدقك عليه صاحبك **اقول** هذا لئلا يقتطع مال امرئ مسلم بان يتأول فاليمين يقول مثلا والله ليس في يدي من مال فلان شيء يريد ليس في يدي وان كان في تصرفه وقبضه وهذا تحيل

سی محال عادی کی قسم کھانی جیسے مثلاً مردہ کو زندہ کرنا اُنہیں کی حقیقت بالکل بدل دینا اور ان دونوں قسموں میں جن میں کوئی نص نہیں ہے اختلاف ہے کہ ان میں قسم کا کفارہ آتا ہے یا نہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے باپ دادوں کی قسمیں نہ کھایا کرو جس کو قسم کھانی ہو وہ خدا کی قسم کھائے یا خاموش رہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے خدا کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا۔ میں کہتا ہوں کہ کسی کے نام کی قسم جب ہی کھائی جاتی ہے کہ اُس میں عظمت اور بزرگی کا اعتقاد ہو۔ اس کے نام میں برکت خیال کیجائے اُس میں کوتاہی اور جس امر کے لیے وہ نام ذکر کیا گیا ہے اُس کو فروگذاشت کرنا گناہ تصور کیا جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور قسم میں لات و عزی کہے تو اُس کو چاہیے کہ اس کے بعد لا الہ الا اللہ کہے اور جو اپنے رفیق سے کہے آؤ قمار بازی کریں تو اُس کو چاہیے صدقہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ زبان دل کی ترجمان ہوا کرتی ہے اور اُس کی مقدمہ ہوتی ہے دل تہذیب جبتک حاصل نہیں ہوسکتی کہ زبان کی محافظت کا لحاظ کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھائے اُس کے بعد دوسرے امر کو بہتر معلوم ہو تو قسم کا کفارہ دے کر اُسی بہتر شے کو عمل میں لانا چاہیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم قسم کھا کر اپنے اہل میں اُس کے امضا کا اصرار کیا کرتے ہو اُس میں خدا کے نزدیک اُس سے زیادہ گناہ ہے کہ اُس کا کفارہ جو خدا نے اُس پر فرض کیا ہے ادا کیا جائے میں کہتا ہوں اکثر لوگ کسی بات پر قسم کھا بیٹھتے ہیں جس سے اپنے نفس پر اور لوگوں پر سختی کرنے اور تنگی سے اُس کو پورا کرتے ہیں اور یہ امر مصلحت کے خلاف ہے اور کفارہ صرف اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ مکلف کی نفسانی حالت کو روک دے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیری قسم اسی حالت پر ہوگی کہ تیرا مقابل یعنے مدعی اُس کی تصدیق کرے۔ میں کہتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال غصب کرنے کے لیے حیلہ کیا جاتا ہے اور قسم میں تاویل کی جاتی ہے۔ مثلاً یوں قسم کھاتا ہے کہ واللہ میرے ہاتھ میں تیرے مال کا کوئی حصہ نہیں ہے اس سے قصد یہ ہوتا ہے کہ خاص میرے ہاتھ میں نہیں ہے اگرچہ میرے قبض و تصرف میں ہو ظلم اُس پر آمادہ کرتا ہے

[illegible]

وقال صلى الله عليه وسلم من حلف فقال ان شاء الله لم يحنث **اقول** حينئذ لم يتحقق عقد القلب ولا جزم النية وهو المعنى في الكفارة **قال** الله تعالى لا يؤاخذكم الله باللغو في ايمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الايمان فكفارته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام ذلك كفارة ايمانكم اذا حلفتم **اقول** قد مرّ سرّ وجوب الكفارة من قبل فراجع و[illegible] على تمام المبهم وفيه قوله صلى الله عليه وسلم اوف بنذرك بلا وجوب لما اتى من قصة ابى اسرائيل ونذر طاعة في موضع بعينه او بهيئة بعينها وفيه قصة ابى اسرائيل نذر ان يقوم ولا يقعد ولا يستظل ولا يتكلم ويصوم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مروه فليتكلم وليستظل وليقعد وليتم صومه وقصة من نذر ان ينحر ابلا ببوانة ليس بها وثن ولا عيد لاهل الجاهلية قال اوف بنذرك ونذر معصية وفيه قوله صلى الله عليه وسلم من نذر نذرا في معصية فكفارته كفارة يمين ونذر مستحيل وفيه قوله صلى الله عليه وسلم من نذر نذرا لا يطيقه فكفارته كفارة يمين والاصل في هذا الباب ان الكفارة شرعت منبهة [illegible] مزيلة ما حاك في صدره فمن نذر بطاعة فليفعل ومن [illegible] عليه ذلك ووجد في صدره حرجا وجبت الكفارة والله اعلم۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور ان شاء اللہ کہہ دے وہ حانث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس وقت میں دل کا قطعی فیصلہ و قصد مستحکم نہیں ہوا کرتا۔ اور کفارہ کے لیے اسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا لغو قسموں میں تم سے مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کا تم نے مستحکم قصد کیا ہے ان کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دیا جائے۔ جو تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا ان کا لباس یا ایک بردہ آزاد کیا ہو جسکو اس کی قدرت نہ ہو وہ تین روزے رکھے تمہاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ کفارہ واجب ہونے کا راز پہلے گذر چکا ہے۔ توجہ۔ نذر کی چند قسمیں ہیں (۱) نذر مبہم۔ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نذر مبہم ہو تو اس کا کفارہ وہی قسم کا کفارہ ہے (۲) نذر مباح۔ اس کے متعلق آپ نے فرمایا نذر کو پورا کیجئے پورا کرنا واجب نہیں ہے ابو اسرائیل کا قصہ اس سے متعلق ہے (۳) کسی خاص جگہ۔ یا خاص صورت میں کسی طاعت ادا کرنے کے لیے نذر کی جائے اس کے متعلق ابو اسرائیل کا قصہ ہے انہوں نے نذر کی تھی۔ میں کھڑا رہوں گا نہ بیٹھوں گا نہ سایہ میں آؤں گا نہ بولوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم دو کہ باتیں کرے اور سایہ میں رہے اور بیٹھے اور روزہ پورا کرلے اور ایک شخص نے نذر کی تھی کہ مقام بوانہ میں جہاں نہ کوئی بت ہے نہ اہل جاہلیت کا میلہ وغیرہ ایک اونٹ ذبح کروں تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرے (۴) نذر معصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی معصیت کی نذر کریگا اس کا کفارہ وہی ہے جو یمین کا ہے (۵) نذر محال۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ایسی چیز کی نذر کرے جسکو ادا نہ کر سکے اس کا کفارہ بھی یمین کا سا ہے۔ نذر کے باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کفارہ اس لیے مشروع ہوا ہے کہ گناہ کا کھوٹ جاتا رہے اس کے سینہ میں جو چیز رہی ہے وہ جاتی رہے۔ جو شخص کسی طاعت کی نذر کرے وہ پورا کرے اور جو شخص [illegible]

مِنْ أَبْوَابٍ شَتَّى

قد فرغنا والحمد لله رب العالمين عما اردنا ايراده فى هذا الكتاب وشرطناه على انفسنا ولا استوعب المذكور جميع ما هو مكنون فى صدورنا من اسرار الشريعة فليس كل وقت يسمح القلب بمكنونات السرائر وينفتح اللسان بمكنونات الضمائر ولا كل حديث يذاع للعامة ولا كل شئ يحسن ذكره بغير تمهيد مقدماته ولا استوعب ما جمع الله فى صدورنا جميع ما انزل على قلب النبى صلى الله عليه وسلم وكيف يكون لمورد الوحى ومنزل القرآن نسبة مع رجل من افنيهات ذلك ولا استوعب ما جمع الله فى صدره صلى الله عليه وسلم جميع ما عند الله تعالى من الحكم والمصالح المرعية فى احكامه تعالى وقد اوضح عن ذلك خضر عليه السلام حيث قال ما نقص علمى وعلمك الا كما نقص هذا العصفور من البحر فمن هذا الوجه ينبغى ان يعرف فى تمامة امر المصالح المرعية فى الاحكام الشرعية وانه لا منتهى لها وان جميع ما يذكر فيها غير واف بوجب حصرها ولا كاف بحقيقة شانها ولكن ما لا يدرك كله لا يترك كله ونحن لا نشتغل بشئ من السير والفضائل والمناقب عند التيسير دون الاستيعاب والله الموفق والمعين واليه المرجع والمآب ؛

مختلف ابواب

جن امور کے بیان کرنے کا ہم نے اس کتاب میں قصد کیا تھا اُس سے ہم فارغ ہو گئے والحمد للہ رب العالمین جو اُس میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے اُن تمام اسرار شریعت کا استیعاب نہیں ہوا ہے جو ہمارے سینوں میں مخفی ہیں اس لیے کہ دل میں ہر وقت یہ فیاضی نہیں ہوتی کہ اسرار کا انکشاف کر دیا کرے زبان ہمیشہ دلی راز دل کا اظہار نہیں کرتی ہے اور عوام اس قابل ہی نہیں ہوے کہ ہر ایک نکتہ کا اُن کو مخاطب کریں اور ہر شے اس قابل نہیں ہوتی کہ بغیر تمہید اور مقدمات کے اُس کو معرض بیان میں لائیں اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جو راز ہمارے دلوں میں ہیں وہ اُن علوم کے برابر ہیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل کیے گئے ہیں اس درجہ والے کو جس پر وحی اور قرآن نازل ہوتا تھا ہی امت کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے بہہات دیگر ان دونوں کی حالت میں بڑا فرق ہے اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جن علوم کو اللہ تعالے نے آپ ہی میں مجمل طور پر جمع کیا تھا وہ اُن حکموں اور مصلحتوں کا پورا مجموعہ ہوں جو احکام الٰہی میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اس نسبت کو حضر علیہ السلام نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ میرے اور تیرے (حضرت موسیٰ) کے علم کو خدا کے علم سے ایسی نسبت ہے جیسے اس سمندر کے ساتھ اس چڑیا کی چونچ میں ہے ان مرتبوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان مصلحتوں کا کتنا پایہ بلند ہے جن کا احکام شریعت میں لحاظ کیا گیا ہے یقیناً ان کی کوئی نہایت نہیں ہے جتنا ان کا ذکر کیا جائے اُن مصلحتوں کا حق پورا ادا نہیں ہو سکتا ہے ورنہ انکی پوری واقفیت کے لئے کافی ہو سکتا ہے لیکن مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اب ہم کسیقدر اجمالی طور پر ایک حصہ سیرت اور فضول اور مناقب کا بیان کرتے ہیں استیعاب سے بیان کرنا ہم کو مقصود نہیں ہے۔

والله الموفق والمعين واليه المرجع والمآب۔

سالہ لے بدرج و قوامی لے یخت جیرہ ۱۲

سِيَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبينا محمد صلى الله عليه وسلم بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي نشأ من افضل العرب نسبا وانه هم شجاعة واوسعهم سخاوة واوضحهم لسانا واذكاهم جنانا وكذلك الانبياء عليهم السلام لا تبعث الا في نسب قومها فان الناس معادن كمعادن الذهب والفضة وجودة الاخلاق يرثها الرجل من آبائه ولا يستحق النبوة الا الكاملون في الاخلاق وقد اراد الله بعثهم ان يظهر الحق ويقيم بهم الامر العوجاء ويجعلهم ائمة والاقرب لذلك اهل النسب الرفيع والطف مرعى في امر الله وهو قوله تعالى الله اعلم حيث يجعل رسالته ونشأ معتدلا في الخلق والخلق كان ربعة ليس بالطويل ولا بالقصير ولا الجعد القطط ولا السبط كان جعدا رجلا ولم يكن بالمطهم ولا بالمكلثم وكان في وجهه تدوير ضخم الراس وللحية شثن الكفين والقدمين

رسالت مآب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ آپ تمام عرب میں بزرگ خاندان اور نسب میں پیدا ہوئے سخی اور بہادری میں سب سے زیادہ توانا تھے۔ زیادہ فیاض سب سے زیادہ خوش بیان۔ سب سے زیادہ آپ کا دل صاف اور پاک تھا ایسے ہی تمام انبیاء اپنے خاندان میں عالی نسب ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آدمی ایسے ہوتے ہیں جیسے کانیں سونے اور چاندی کی۔ اور اخلاق کی خوبی آدمی کو اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں ملا کرتی ہے اور نبوت کا استحقاق نہیں لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے جن کے اخلاق کامل ہوں۔ انبیاء کی بعثت سے خدا کی مراد یہ ہوتی ہے کہ سچائی اور حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فرقہ کج درست ہو جائے خدا ان کو لوگوں کا پیشوا بنائے وہاں منصب کے لیے زیادہ موزوں وہی ہوا کرتے ہیں جو صفتیں خاندان سے ہوں خدا تعالیٰ فرماتا ہے خدا خوب جانتا ہے جہاں رسالت کو رکھتا ہے اللہ یعلم حیث الخ آپ کے خلق اور خُلق میں اعتدال تھا میانہ قد تھے نہ زیادہ دراز نہ کوتاہ موئے مبارک نہ بالکل گھونگر دار تھے نہ چھوٹے ہوئے بلکہ بین بین چہرہ مبارک میں گولائی تھی سر مبارک بڑا ریش مبارک دراز شانے اور قدم پُر گوشت۔

لہ بفتح الراء وسكون الموحدة معتدل القامة والقطط بفتح الطاء الاولى وكسرها شديد الجعودة كما يكون للحبشة والسبط بكسر الموحدة وسكونها مسترسل الشعر والرجل بكسر الجيم بين السبوطة والجعودة والمطهم كمعظم الفاحش السمن والمكلثم المدور الوجه غاية التدوير وقوله تدوير أي تدوير قليل وقوله ضخم الراس اي عظيمه واللحية كذا وسكون الثانية لك غليظ الكفين وهو مدح في الرجال وقوله شثن اي غليظهما كان يحصل بالحمزة والكو دين حجم كرد [illegible] القيام

لہ في مفصل والمراد ضخم الاعضاء ١٢

مشربا بحمرة ضخم الكراديس قوي البطش والباءة اصدق الناس لهجة والينهم عريكة
من رآه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه اشد الناس تواضعا مع كبر النفس و
ارفقهم باهل بيته وخدمه خدمه انس رضي الله عنه عشر سنين فما قال له
اف ولا لم صنعت ولا الا صنعت وان كانت الامة من اماء اهل المدينة لتأخذ بيده
فتنطلق به حيث شاءت وكان يكون في مهنة اهله ولم يكن فاحشا ولا لعانا ولا
سبابا وكان يخصف نعله ويخيط ثوبه ويحلب شاته مع كونه ذا عزيمة
نافذة قبله القيل لا يغلبه امر ولا تفوته مصلحة وكان اجود الناس
واصبرهم على الاذى واكثرهم رحمة بالناس لا يصل الى احد منه شر
لا من يده ولا من لسانه الا ان يجاهد في سبيل الله وكان الزمهم باصلاح تدبير
المنزل ورعاية الاصحاب وسياسة المدينة بحيث لا يتصور فوقه يعرف لكل شيء
قدره وكان دائم النظر الى الملكوت مستهترا بذكر الله يعرف ذلك من فلتات لسانه في جميع
حالاته مؤيدا من الغيب مباركا يستجاب دعاؤه وتفتح عليه العلوم من حظيرة القدس
ويظهر منه المعجزات من وجوه استجابة الدعوات وانكشاف خبر المستقبل وظهور البركة
فيما يبرك عليه وكذلك الانبياء صلوات الله عليهم يجبلون على هذه الصفات ويتفاوتون

چہرہ کا رنگ سرخی مائل تھا۔ اعضاء میں فربہی تھی۔ سب سے زیادہ طبیعت میں نرم دلی تھی آپ ولہجہ میں سب سے
زیادہ صداقت جو شخص فوراً آپ کو دیکھتا آپ کی عزت کرتا اور جاکر جو آپ سے ملتا جلتا تو آپ پر فدا ہو جاتا۔
بزرگ نفسی کے ساتھ نہایت خاکسار۔ اپنے اہل بیت پر نہایت نرم دل تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس
سال تک آپ کی خدمت کی لیکن کبھی ان کو اُف تک نہ کہا اور کبھی نہیں کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔
اہل مدینہ کی کوئی کنیز کسی خدمت میں حاضر ہوتی اور جہاں چاہتی لے جاتی اپنے اہل کی خدمت خود کر دیا کرتے تھے۔
فحش امر یا لعنت کرنا یا بدگوئی کرنا آپ کی عادت نہ تھی۔ اپنی کفش مبارک خود ہی سی لیا کرتے۔ کپڑا خود ہی سی لیتے بکری
کو تو دودھ لیا کرتے حالانکہ بڑے اولوالعزم تھے۔ کوئی شئے آپ کو مغلوب نہ کر سکتی تھی۔ اور کوئی مصلحت آپ سے فوت
نہ ہوتی تھی سب سے زیادہ فراخ دل تھے تکلیف برداشت کرنے میں سب سے زیادہ مستقل اور ثابت قدم لوگوں پر بہت ہی
مہربان کسی کو آپ کی ذات سے برائی نہیں پہنچی تھی۔ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے مگر جب خدا کی راہ میں جہاد کرتے
تھے۔ تدبیر منزل کی درستی کا بڑا اہتمام کرنے والے اپنے اصحاب کا بڑا لحاظ کرتے سیاست مدن کے بڑے نگران کہ جس سے
زیادہ متصور نہیں ہو سکتا ہے ہر شئے کے اندازہ سے واقف۔ عالم ملکوت کی جانب ہمیشہ متوجہ ذکر الٰہی کے فریفتہ آپ
کی گفتگو در تمام حالات سے ذکر الٰہی کے آثار نمایاں رہتے تھے۔ جناب غیب سے آپ کی اعانت اور تائید ہوتی۔ دعا
آپ کی قبول ہوتی حظیرۃ القدس سے علوم کا فیضان ہوتا رہتا تھا معجزات ظاہر ہوتے رہتے مثلاً دعاؤں کی قبولیت
آئندہ واقعات کی پیشین گوئی جس شئے میں برکت کی درخواست کرتے اس میں برکت ہوتی ایسے ہی تمام
انبیاء علیہم السلام کی سرشت میں یہ اوصاف ہوا کرتے ہیں اُن کی۔

سلہ ۱ [illegible] ۲ [illegible] ۳ [illegible]

الیہا فطرۃ فطرہم اللہ علیہا ذکرہ ابراہیم علیہ السلام فی دعائہ وبشر بفخامۃ امرہ وبشر بہ موسی وعیسی علیہما السلام وسائر الانبیاء صلوات اللہ علیہم ورأت امہ کأن نورا خرج منہا فاضاء الارض فعبرت بوجود ولد یملک تظہر دینہ شرقا وغربا وہتفت الجن واخبرت الکہان والمنجمون بوجودہ وعلو امرہ وودت الوقائع الجویۃ کانکسار ایوان کسری وعلی شرفہ واحاطت بہ دلائل النبوۃ کما اخبر ہرقل قیصر الروم ورأوا آثار البرکۃ عند مولدہ وارضاعہ وظہرت الملائکۃ فشقت عن قلبہ وملأتہ ایمانا وحکمۃ وذلک بین عالم المثال والشہادۃ فلذلک لم یکن الشق عن القلب ہلاکا وقد بقی منہ اثر المخیط وکذلک کل ما اختلط فیہ عالم المثال والشہادۃ وما خرج مع ابی طالب الی الشام فرآہ راہب شہد بنبوتہ لآیات رآہا فیہ ولما شب ظہرت مبادئ الملکیۃ وصف بروائع لہ وسددہ اللہ خلقا برغبتہ عن ... فیہ مواساۃ ... وکان من میاسیر نساء قریش وکذلک من حماہ اللہ تعالی فی عبادۃ ولما ... زارہ علی عاتقہ کعادۃ العرب فانکشفت عورتہ سقط مغشیا علیہ ونہی عن کشف عورتہ فی غشیتہ وذلک شعبۃ من النبوۃ ونوع من الموحدۃ ... حبب الیہ الخلاء ...

فطرت ہی اُن امور کیجانب اُن کو جھکا دیا کرتی ہے اپنی دعا میں حضرت ابراہیم نے آپ کا ذکر کیا تھا اور آپ کے ... کی بشارت دی تھی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے آپ کے وجود کی خوشخبری دی تھی اور باقی انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم نے آپ کی اطلاع دی تھی۔ آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے اندر سے روشنی نکلی اور تمام زمین اُس سے نورانی ہوگئی۔ اس کی تعبیر دی گئی کہ ایک بابرکت بچہ پیدا ہوگا جس کا دین مشرق سے مغرب تک پھیل جائیگا۔ جنوں نے آپ کے پیدائش کی خبر دی۔ کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی پیدائش اور ترقیات کی خبر دی اور واقعات جو نے آپ کی اعزاز و سربلندی کیجانب ... کسریٰ ... ریزہ ریزہ ہوگئے۔ نبوت کی دلیلیں آپ کے اندر جمع ہوگئیں جیسے کہ ہرقل قیصر روم نے اس کی خبر دی۔ آپ کی پیدائش اور شیر خوارگی کے زمانے میں لوگوں نے برکت کے آثار مشاہدہ کیے فرشتوں نے ظاہر ہوکر آپ کے قلب مبارک میں چاک دیا اور ایمان و حکمت سے اُس کو بھر دیا۔ عالم مثال اور عالم شہود کے بین بین یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اُس لیے چیرہ دیے سے ہلاکی کا خطرہ پیش نہیں آیا اور بخیہ کا اثر باقی رہا جو واقعات عالم مثال اور عالم شہادت کی آمیزش سے ہوتے ہیں اِن کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ جب ابو طالب سفر شام میں آپ کو اپنے ہمراہ لیگئے تو راہب نے آپ کے اندر نبوت کی علامتیں دیکھکر نبوت کا اقرار کیا۔ جب شباب شروع ہوا تو فرشتوں سے تناسب اور توافق نمایاں ہونے لگا ہم مجھی آواز کے ذریعے کبھی فرشتے ہمی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے ظاہری ... حضرت خدیجہ کو آپکے ساتھ ہمدردی کا خیال پیدا ہوگیا یہ قریش کی مالدار عورت تھیں جب خانۂ کعبہ کو درست کرتا ... سے کعبہ کا سامان لا رہا تھا جب عرب کے ساتھ تعمیر میں شریک تھے اور حادثات عرب ہوا ... ستر ہوگئے اور بے ستر ہوتے ہی بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے اور غشی کی حالت میں بھی منع فرمایا کہیں ستر کا وحا ... طاقت بھی قیاس کے ماننا کرنے کی یہ بھی ایک قسم ہے۔ اس کے بعد آپ خلوت کو پسند فرمانے لگے۔

[illegible]

الليالي ذوات العدد ثم يأتي أهله ويتزود لمثلها لعزوفه عن الدنيا وتجرده إلى الفطرة التي فطر الله عليها وكان أول ما بدئ به الرؤيا الصالحة فكان لا يرى رؤيا إلا جاءت مثل فلق الصبح وهذه شعبة من شعب النبوة ثم نزل الحق عليه وهو بحراء ففزعت طبيعته بأن تشوشت البهيمية من سنتها لغلبة الملكية فذهبت به خديجة إلى ورقة فقال هذا الناموس الذي نزل على موسى ثم فتر الوحي وذلك لأن الإنسان يجمع جهتين جهة البشرية وجهة الملكية فيكون عند العروج من الظلمات إلى النور مزاحمات ومصادمات حتى يتم أمر الله وكان يرى الملك تارة جالسا بين السماء والأرض وتارة واقفا في الجو تصل أجنحته إلى الكعبة وعموم أنوار الملكوت تلم بالنفوس المستعدة للنبوة فكلما انفلتت برق منها بارق ملكي حسبما تقتضيه الوقت كما تتعلق نفوس العامة ... في الرؤيا ببعض الأمور قيل لرسول الله ﷺ كيف يأتيك الوحي فقال أحيانا يأتيني مثل صلصلة الجرس وهو أشده علي فيفصم عني وقد وعيت ما قال وأحيانا يتمثل لي الملك رجلا فأعي ما يقول **أقول** أما الصلصلة فحقيقتها أن الحواس إذا صادمها تأثير قوي تشوشت فتشويش قوة البصر أن يرى ألوانا حمرة وصفرة وخضرة ونحو ذلك وتشويش قوة السمع أن يسمع أصواتا مبهمة كالطنين والصلصلة

مقام حرا میں چند راتوں تک عبادت کرتے رہتے پھر اہل کے پاس تشریف لا کر توشہ لے جاتے۔ دنیا سے بے رغبتی اور دیگر تمام فرمائے۔ بلا ضرورت دنیا سے آپکی توجہ کو ہٹا دینا اسی وجہ سے تھا کہ آپ کی فطرت جانب عبودیت تھی جس پر خدا تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اول آغاز رویائے صالحہ سے ہوا آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر اس کا ایسا ظہور ہوتا جیسے صبح کا سپیدہ یہی نبوت کی طاقت کا ظہور تھا۔ اسکے بعد مقام حرا میں حضرت جبرئیل اور وحی کا نزول شروع ہوا۔ اور غلبہ ملکیت کے وقت طبیعت کا قانون ہے کہ اس میں حیرت اور پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ سو تب آپ میں بھی گھبراہٹ پیدا ہوئی اسواسطے حضرت خدیجہ آپکو ورقہ بن نوفل کے پاس لیکر گئیں اور یہ حالت بیان کی انہوں نے کہا یہ وہی ناموس الٰہی ہے وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ پر نازل ہوتا رہا۔ اسکے بعد چند روز تک وحی منقطع ہو گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان میں دو مختلف طاقتیں جمع ہوتی ہیں ایک بشری دوسری ملکی جب تاریکیوں سے نور کی جانب خروج ہوتا ہے تو مختلف مزاحمتیں اور الجھنیں پیش آتی ہیں یہانتک کہ وہ منزل ختم ہو جاتی ہے۔ آپ فرشتہ کو کبھی آسمان و زمین میں بیٹھا ہوا دیکھتے تھے کبھی ہوا میں کھڑے ہوئے کہ ان کا بازو کعبہ تک ممتد ہوتا تھا۔ ملکوت الٰہی کا راز یہ ہے کہ جن نفوس میں نبوت کی استعداد ہوتی ہے ملکیت اسکی روح کے سامنے مستحضر ہو جاتی ہے بدنی مشاغل سے آزادی ہوتی ہے انکے سامنے ملکی بجلی درخشاں ہونے لگتی ہے جیسا وقت کا اقتضا ہوتا ہے ویسے ہی یہ حالت پیدا ہوتی ہے جیسے عوام لوگوں کو آزادی کی حالت میں خواب کے ذریعے بعض امور کا انکشاف ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ پر نزول وحی کس طرح ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کبھی گھنٹی کی جھنکار کی طرح اسکی صورت ... گرانی ہوتی ہے اس کے ختم ہونے تک میں اس کی بات کو محفوظ کر لیتا ہوں اور کبھی مجھ کو فرشتہ بصورت انسان نظر آتا ہے وہ کہتا جاتا ہے اور میں یاد کرتا جاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اس آواز کی حقیقت یہی ہے کہ جب کوئی زبردست تاثیر حواس پر اثر کرتی ہے تو ان میں ایک تشویش و شورش پیدا ہو جایا کرتی ہے جیسا کہ بینائی میں تشویش یہ پیدا ہوتی ہے کہ مختلف رنگ کی سرخی زرد و سبز وغیرہ نظر آنے لگتی ہیں اسی طرح سماعت کا ظہور ہوتا ہے کہ جھنجھناہٹ کی آواز جیسے بھنبھناہٹ جھنکار

له [illegible] ورقہ بن نوفل [illegible]

له صلصلہ ۱۲ [illegible] صوت الحديد [illegible]

والمهمة فاد الی الارحم اعلم [illegible] خفية [illegible]
واستهادة ولذلك كان يرى [illegible] بعضهم دون بعض [illegible]
اخفاء، فآمنت خديجة وابوبكر الصديق [illegible] وامت [illegible]
وصدع بما تؤمر [illegible] وانذر عشيرتك الاقربين [illegible]
[illegible] تعصب عليه الناس [illegible]
فى كل ذلك [illegible] المؤمنين بالنصر [illegible]
ويولون الدبر وقال [illegible]
[illegible] ايذ [illegible]
[illegible] قبل [illegible] خديجة [illegible]
كلمة بنى هاشم فرعون [illegible] فى صدر [illegible]
بروية وفكره مذهب [illegible]
فاستعجل وذهب الى الطائف [illegible]
الى مكة بعهد زمعة [illegible]
فى امنيته ان [illegible] فيما يتعدى [illegible]
ما اراد الله [illegible] كشف حقيقة الحال [illegible]

وغیرہ محسوس ہوتی ہیں جب یہ [illegible] باقی [illegible]
کرتا ہے جہاں عالم مثال اور عالم شہود دونوں کے احکام [illegible] جامع ہوتے ہیں [illegible]
تھے اور بعض نہیں دیتے تھے۔ اس بات کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]
آپ نے اسلام کی تعلیم شروع کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر صدیق [illegible]
کیا۔ پھر ارشاد ہوا فاصدع بما تؤمر [illegible]
کو ڈرا [illegible] آپ نے [illegible] کی بہبود کو [illegible]
سے کی زبان اور ہاتھ سے ایذائیں دیئے گئے [illegible]
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہایت استقلال کے ساتھ [illegible] کا مژدہ [illegible]
شکست اور بربادی کا خوف دلاتے رہے [illegible]
انھوں نے اور بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کیا اور قسمیں کھائیں [illegible]
میں خوب [illegible] مسلمانوں کو [illegible] وسعت کی [illegible]
وسعت اور کشادگی ہوگی جب حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب [illegible]
اسکی وجہ سے انکو بے اطمینانی پیش آئی [illegible] آپ کے قلب میں القا کیا [illegible]
طائف [illegible] ہجرت کا آپ نے قصد فرمایا۔ [illegible]
لیکے وہاں آپکو نہایت سخت تکلیف دی [illegible]
میں [illegible] اور آیت نازل ہوئی وما ارسلنا [illegible]
کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں کوئی شے ملا دی [illegible]
ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور شیطان کا اس میں ملا دینا [illegible] اصلی حالت [illegible]

[illegible]

واسری به الی المسجد الاقصی ثم الی سدرة المنتهی والی ما شاء الله وکل ذلك بجسده صلی الله علیه وسلم فی الیقظة ولکن ذلك فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع لاحکامهما فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة اجسادا ولذلك بان لکل واقعة من تلك الوقائع تعبیر وقد ظهر لحزقیل وموسی وغیرهما علیهم السلام نحو من تلك الوقائع وکذلك لاولیاء الامة لیکون علو درجتهم عند الله کحالهم فی الرؤیا والله اعلم اما شق الصدر وملؤه ایمانا فحقیقته غلبة انوار الملکیة وانطفاء لهب الطبیعة وخضوعها لما یفیض علیها من حظیرة القدس واما رکوبه علی البراق فحقیقته استواء نفسه النطقیة علی نسمته التی هی کمال الحیوانی فاستوی راکبا علی البراق کما غلبت احکام نفسه النطقیة علی البهیمیة وتسلطت علیها واما سیره الی المسجد الاقصی فلانه محل ظهور شعائر الله ومتعلق همم الملأ الاعلی ومطمح انظار الانبیاء علیهم السلام فکانه کوة الی الملکوت واما ملاقاته مع الانبیاء صلوات الله علیهم ومفاخرته معهم فحقیقتها اجتماعهم من حیث ارتباطهم بحظیرة القدس وظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال واما رقیه الی السموات سماء بعد سماء فحقیقته الانسلاخ الی مستوی الرحمن منزلة بعد منزلة ومعرفة حال الملائکة الموکلة بها ومن لحق بهم من افاضل البشر والتدبیر الذی اوحاه الله فیها والاختصام الذی یحصل فی ملئها

اسی اثنا میں مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور جو خدا کی مرضی تھی وہاں تک سیر ورفع ہوئی یہ تمام امور بدن کے ذریعے ہوئے بیداری کی حالت میں۔ لیکن ایسے موقع میں جو عالم مثال وشہود میں برزخ کی طرح واقع ہے جس کے احکام اس میں جمع تھے۔ بدن پر تا روح کے احکام طاری ہوئے۔ روح اور روحانی امور بدنوں کی صورت میں پیش آئے اس واسطے ان واقعات میں ہر ایک واقعہ کی ایک تعبیر ہے حضرت حزقیل اور حضرت موسیٰ وغیرہ انبیا علیہم السلام کو بھی ایسے ہی واقعات پیش رہے تھے۔ اولیائے امت کو ایسے امور پیش آتے ہیں تاکہ ان کے درجے مقامات کی حالت ایسی ہو جیسے خواب میں دوسروں کے حالات ہوا کرتے ہیں واللہ اعلم۔ شق صدر اور ایمان سے اس کے بھر دینے کے معنی یہ ہیں کہ ملکی طاقت کے انوار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہوگئے اور طبیعت کی آگ فرو ہوگئی اور طبیعت اس قابل ہوگئی کہ جن علوم کا حظیرۃ القدس سے افاضہ کیا جائے۔ ان کو مطیعانہ اخذ کرسکے۔ اور براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نسمہ جس میں کمال حیوانی ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلا اور غلبہ ہوگیا۔ براق مضبوط ہوکر سوار ہوئے یعنے بہیمیت پر نفس ناطقہ کے احکام مسلط ہوگئے اور مسجد اقصیٰ کیطرف سیر کرنا اس طرح ہوا کہ وہ مسجد شعائر الٰہیہ کے ظاہر ہونے کا موقع ہے ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق رہتی ہیں۔ انبیا علیہم السلام کی توجہ کا وہ آماجگاہ ہے یا وہ ملکوت کے لئے ایک روشندان ہے۔ اور انبیا علیہم السلام سے ملاقات کرنا اور ان سے مفاخرت کرنا اسکی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے ارتباط وتعلق سے سب کا اجتماع ہوا اور ان سب میں کمالات نبوت کے اوصاف میں آپ کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہوئی۔ اور آسمان پر بترتیب ایک شے دوسرے پر صعود کرنے کے معنے یہ ہیں کہ خاص قرارگاہ جلالت الٰہیت تک منزل بمنزل آپ نے ترقی کی۔ ملائکہ سے تعارف ہوا جو وہاں مقرر ہیں۔ ان بزرگ روحانیوں سے لقاء ہوا جو آدمیوں میں سے فرشتوں میں منسلک ہوگئے ہیں ان تدابیر کا آپ کو علم حاصل ہوا۔ جن کی وہاں وحی کی گئی اس خصومت کو دریافت کیا جو ان منازل میں حاصل ہوتی ہے۔

وأما بكاء موسى فليس بحسد ولكنه مثال لفقد عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصل مما هو في وجهه وأما سدرة المنتهى فشجرة الكون وترتيب بعضها على بعض واجتماعها في تدبير واحد كاجتماع الشجرة في الغاذية والنامية ونحوهما ولم تتمثل حيوانا لأن التدبير الجملي التشبيه بسياسة الكلي أفراده وإنما أشبه الأشياء به الشجرة دون الحيوان فإن الحيوان فيه قوى تفصيلية والإرادة فيه أصرح من سنن الطبيعة وأما الأنهار فأصلها رحمة نازلة في الملكوت بحذاء الشهادة وحياة ونماء فلذلك تعين هنالك بعض الأمور النافعة في الشهادة كالنيل والفرات وأما الأنوار التي غشيتها فتدبيرات إلهية وتدليات رحمانية تتعلق في الشهادة حيثما استعدت لها وأما البيت المعمور فحقيقته التجلي الإلهي الذي يتوجه إليه سجدات البشر وتضرعاتهم يتمثل بيتا على حذو ما عندهم من الكعبة وبيت المقدس ثم أتي بإناء من لبن وإناء من خمر فاختار اللبن فقال جبريل هديت للفطرة ولو أخذت الخمر لغوت أمتك وهو صلى الله عليه وسلم جامع أمته ومنشأ ظهورهم وكان اللبن اختيارهم الفطرة والخمر اختيارهم لذات الدنيا وأمر بخمسين صلوات بلسان التجوز لأنها خمسون باعتبار الثواب ثم أوضح الله مراده تدريجا ليعلم أن الحرج مدفوع وأن النعمة كاملة وتمثل هذا المعنى مسندا إلى موسى عليه السلام فإنه أكثر الأنبياء معالجة للأمة ومعرفة بسياستها

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا حسد سے نہ تھا۔ بلکہ وہ اس حالت کی مثال تھی جو دعوت عامہ کے جاتے رہنے سے اُن کو پیش آئی اور جس کمال کے وہ خواستگار تھے اس کے پورا ہونے میں ایک حصہ کمی رہ گئی۔ سدرۃ المنتہیٰ سے وجود کا درخت مراد ہے جس کے حصوں میں ترتیب ہوتی ہے اس کی تمام طاقتیں ایک ہی تدبیر میں جمع ہوتی ہیں جیسے قوت غاذیہ نامیہ وغیرہما کی سب قوتیں صورت شجری میں جمع ہو کر رہتی ہیں اور اس حالت کو جس میں مجموعی اور اجمالی تدبیر کی طرف اشارہ ہو اور اس کے تمام افراد میں موجود و کلیت ہو لہٰذا وہ درخت سا درخت ہے نہ حیوان۔ حیوان میں تفصیلی طاقتیں ہوتی ہیں اور ارادہ جو طبیعت کے قوانین کو صریح اور ظاہر حالت میں کر دیا کرتا ہے۔ اس درخت کی جڑ میں نہروں سے مراد وہ عالم ملکوت کی رحمت ہے جسکا وہاں سے فیضان مسلسل رہتا ہے۔ عالم شہادت کی جانب وہ جاری اور ساری رہتی ہے۔ اس کا اثر زندہ رکھنا اور زندگی کو بالیدہ کرتا ہے۔ اسی لیے وہاں بعض نافع موسومیں نکلیں جیسے نیل و فرات اور جو انوار اس درخت کو تغشیہ کیے ہوئے ہیں۔ وہ الٰہی انتظامات اور رحمانی تدابیر ہیں جنکی عالم شہادت میں برتنے کی استعداد کے موافق چمک دمک رہتی ہے اور بیت المعمور تجلی الٰہی کا نام ہے جس کی جانب آدمیوں کے سجدہ و سجدہ کی عاجزانہ حالتیں متوجہ رہتی ہیں۔ اس کی تشبیہ بیت کے ساتھ کعبہ اور بیت المقدس کی مثال پر دی گئی ہے۔ ان امور کے بعد معراج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ظرف دودھ کا اور ایک شراب کا پیش کیا گیا آپ نے دودھ والا پسند فرمایا۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ فطرت کی جانب ہدایت پا گئے۔ اگر شراب کا پسند کرتے تو امت گمراہ ہو جاتی۔ اس لیے کہ دودھ میں اشارہ تھا کہ آپ کی امت فطرت کو پسند کرے گی اور شراب میں اشارہ تھا کہ دنیوی لذت پسند کرے گی۔ اور معراج ہی میں پچگانہ نمازیں فرض کی گئیں۔ اور ثواب کے لحاظ سے وہ پچاس ہیں۔ پس آہستہ آہستہ خداوند کریم نے ان پچاس کی تعداد کو عاید فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نعمت بھی کامل ہو گئی اور تنگی بھی رفع ہو گئی۔ اور اس معنی کو حضرت موسیٰ کی جانب اس واسطے منسوب کیا کہ تمام انبیاء میں امت کی اصلاح اور سیاست سے زیادہ

ثم كان النبي صلى الله عليه وسلم يستخفي من جميع العرب فوفق الله الانصار لذلك فبايعوه بيعة العقبة الاولى والثانية ودخل الاسلام كل دار من دور المدينة واوضح الله على نبيه ان ارتفاع دينه بهجرته الى المدينة فمعهم وترادف عليه فريش فمكروا به ليقتلوه او يثبتوه او يخرجوه فظهرت آيات لكونه محبوبا مرادا مقصودا عليه السلام دخل هو وابوبكر الصديق رضي الله عنه الغار لدغ ابوبكر رضي الله عنه عقرب فعالج النبي صلى الله عليه وسلم فشفى من ساعته وما وقف الكفار على الغار حجبهم الله بقدرته عن ذلك المكان وما ادركهما سراقة بن مالك دعا عليه ورسخت فرسه في بطنها في جلد من الارض بان خسف الارض بقرب من الله فكمل بلاده عميه وسامر وخيمة ام معبد درت لبنها لكن من شياه ام معبد فلما قدم المدينة جاءه عبد الله بن سلام فسأله عن ثلاث لا يعلمهن الا نبي فما اول اشراط الساعة وما اول طعام اهل الجنة وما ينزع الولد الى ابيه او الى امه فقال صلى الله عليه وسلم اما اول اشراط الساعة فنار تحشر الناس من المشرق الى المغرب واما اول طعام ياكله اهل الجنة فزيادة كبد حوت واذا سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد واذا سبق ماء المرأة نزعت فاسلم عبد الله وكان افضل الاحبار اليهود ثم عهد النبي صلى الله عليه وسلم اليهود وامن شرهم واسس بناء المسجد وعلم المسلمين الصلاة واوقاتها

وقت تھے ہجرت کے بعد سے خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقبال اور سب سے تقویت و امداد طلب کرتے رہے لیکن انصار کو خدا نے اسلام کی توفیق دی اور انہوں نے بیعت کی ایک عقبہ اولیٰ میں دوسری عقبہ ثانیہ میں اور ان کے بعد اسلام مدینہ منورہ کے ہر ایک گھر میں داخل ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے نبی پر صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ دین کی ترقی جب ہی ہوگی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کیجائے اس لیے ہجرت کا پورا قصد فرما لیا۔ جب قریش میں غصہ کی آگ اور زیادہ روشن ہوئی تو مختلف منصوبے کرنے لگے کہ آپ کو قتل کر دیں یا قید کر لیں یا آپ کو نکال دیں لیکن آپ خدا کے محبوب برکت والے تھے خدا نے آپ کے کامیاب ہونے کا فیصلہ کر دیا تھا۔ اس لیے چند معجزات کا ظہور ہوا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو ابوبکر صدیق کے پاؤں میں سانپ نے ڈسا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا دی فوراً ان کو آرام ہو گیا کفار جب غار کے منہ پر آ کھڑے ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو بیکار کر دیا اور سمجھ نہ سکے آنحضرت کبھی غار سے ہٹا لیا جب سراقہ بن مالک دونوں حضرات کا تعاقب کر کے پہنچے اور بددعا کی جس سے ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے زمین خدا کی قدرت سے پھٹ گئی تو بے حد عاجز ہو گئے (بعد ان کے ہاتھ سے بکری کا دودھ بھی ظاہر ہوا) جب ام معبد کے خیمہ پر پہنچے تو ایک بکری جو خشک تھی اور دودھ کے قابل نہ تھی جب مدینہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو عبد اللہ بن سلام نے تین سوال کئے جس کا جواب سوائے نبی کے دوسرا کوئی نہیں جانتا ہے اول یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی دوسرے جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا تیسری کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے آنحضرت نے فرمایا اول علامت قیامت کی آگ ہے جو مشرق سے مغرب تک لوگوں کو جمع کرے گی اور پہلا کھانا اہل جنت کا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا۔ اور جب مرد کا نطفہ رحم میں پہلے پہنچتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔

اور عورت کا نطفہ پہلے پہنچتا ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس پر عبد اللہ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا اور تمام علمائے یہود میں سے افضل تھے پھر آپ نے یہود سے صلح کی اور ان کے شر سے نجات ملی مسجد کی تعمیر شروع کی اور لوگوں کو نماز اور اوقات نماز کی تعلیم دینے لگے۔

وشرع فيها ما يحصل به الاعلام من الصلاة ذوى عبد الله بن زيد في منامه الاذان وكان سبب [illegible]
[illegible] القبلة رسول الله صلى الله عليه وسلم وان كان [illegible] له وجه [illegible]
وعمرة والصوم و [illegible] الزكوة وعلمهم حدودها وحرّضهم على تحقيق الاسلام [illegible]
[illegible] وطائفة لا يؤمنون [illegible] كفر و [illegible] فقام الاسلام [illegible]
وشد المسلمين بعضهم بعض [illegible] المواخاة [illegible] واسوأ [illegible] موحدة
متفق كلمتهم فيتألفون للجهاد ويمتنعون من عدوهم وكان [illegible]
داى الله فيهم اجتماعا ونجدة اوحى الى نبيه [illegible] ووقعت
واقعة بدر [illegible] على ماء فامطر [illegible] هل يجد [illegible]
[illegible] بكون [illegible]
رات صلى الله عليه وسلم [illegible] الله [illegible]
فقال هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان [illegible]
موضع يد رسول الله صلى الله عليه وسلم وضرب الملائكة [illegible]
لمكنت قلوب المؤمنين ونرعب قلوب المشركين فكان [illegible]
واسرهم وقطع حبل الشرك واهلكت [illegible] فريش [illegible]
للاقتال مع القائما [illegible] فتح [illegible] الشرك [illegible]

[illegible] گیا کہ نماز کی اطلاع [illegible] جو عبداللہ بن زید نے [illegible] دیکھا [illegible]
سکے [illegible] سے [illegible] کا انتظار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ عبداللہ سفیر وہ [illegible] لوگوں کو
[illegible] روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا اور زکوٰۃ کے حدود کی تعلیم دی۔ لوگوں کو [illegible] اسلام [illegible] کی
[illegible] وطنوں سے [illegible] کریں [illegible] ہاں [illegible]
[illegible] لوں کی [illegible] سے مسلمانوں میں [illegible]
میں [illegible] کی امداد اور باہم [illegible] کا باعث ہو لازم کر دیا [illegible] وحدت پیدا ہو جائے
[illegible] جہاد کر سکیں اور اپنے دشمنوں کے [illegible]
وسعد [illegible] خاندان [illegible] جب [illegible] مسلمانوں میں [illegible]
[illegible] کی خوب ہوشیاری سے [illegible] جب جنگ بدر [illegible]
مسلمانوں کے پاس پانی [illegible] نے وہاں خوب مینہ برسایا لوگوں سے آنحضرت [illegible]
[illegible] مقابلہ [illegible]
[illegible] جب آپ نے دشمن کی کثرت کا ملاحظہ کیا تو خدا تعالیٰ سے [illegible] اور آپ کو [illegible]
وحی سے اس واقعہ کی اطلاع دی گئی جہاں [illegible] مقتول ہو کر [illegible] آپ نے فرمایا فلاں جگہ فلاں شخص [illegible] ہوگا
[illegible] دست مبارک رکھ کر فرماتے جاتے تھے کہ یہاں وہ ہوگا اور یہاں وہ ہوگا بس کوئی [illegible]
اس جگہ سے ہٹا ہو جو آپ نے اپنے ہاتھ سے تعیین کر دی تھی۔ فرشتے [illegible] لوگوں کی آنکھوں کے سامنے [illegible]
[illegible] ہو جاتے [illegible] اور [illegible] کی عظیم الشان فتح ہوئی [illegible]
[illegible] اور شرک کی طاقت کو پست کر دیا [illegible] منتخب لوگ [illegible] اس جنگ کا نام قرآن نے
[illegible] شرک کی [illegible] سے فدیہ لینے کی طرف [illegible]
[illegible] کے جلائے وطن کرنے کی تقریب پیش آئی۔

لہ [illegible]

وجلاء اليهود فإنه لم يكن يصفو دين الله بالمدينة وهم مجاورو ها فكان منهم نقض العهد من
بني النضير وبني قينقاع وقتل كعب بن الأشرف وألقى الله في قلوبهم الرعب فلم يعرجوا من [illegible] هم
بمصر وشجع قلوبهم فأقام الله أمر اهم على نبيهم وكان أول توسيع عليهم وكان أبو رافع تاجر
الحجاز يؤذي المسلمين فبعث إليه عبد الله بن عتيك فيسر الله له قتله فلما خرج من بيته انكسرت
ساقه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابسط رجلك فمسحها فكأنها لم يشتكها قط ولما
اجتمعت الأسباب [illegible] من وجوه كثيرة
فجعل لواقعة استشهاد [illegible] رسول الله صلى الله عليه وسلم
فيها من [illegible]
[illegible] طالوت [illegible]
لئلا [illegible] فاستشهد [illegible]
[illegible] النبي صلى الله عليه وسلم [illegible]
[illegible] استجاب المشهور [illegible] على ذلك يكون كل امرء في الله وبالله و
لله ونزل في القرآن [illegible] بلغوا قومنا [illegible] فرضي عنا ورضينا عنه [illegible]
ثم نتج بعد ولما أحاطت بهم الأحزاب وحفر الخندق فظهرت رحمة الله بهم من وجوه كثيرة
رد الله كيدهم في نحورهم ولم يضروا المسلمين شيئا وبورك في طعام جابر رضي الله عنه

یہودی جبتک مدینہ کے ہوا میں رہتے وین حق کے خالص اور بے غش ہونے کی کوئی صورت نہ تھی انہوں نے عہد
شکنی کی اس لیے آنحضرتؐ نے بنی نضیر اور بنی قینقاع کو جلا وطن کر دیا اور کعب بن اشرف کو قتل کروا دیا اور ان کے دلوں پر
یسا رعب ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں کی جانب رخ نہ کیا جنہوں نے مدد دینے کے وعدے کیے تھے اور خوب ان کے دلوں کو
[illegible] مسلمانوں کو [illegible]
[illegible] آنحضرتؐ نے [illegible]
[illegible]
[illegible] کا اقتضا [illegible]
مسلمانوں کی شکست ہو [illegible] اس واقعہ سے بڑی مذہبی بصیرت [illegible]
[illegible] آپ نے فرمایا تھا [illegible]
لوگوں کو وہاں سے [illegible] کا کام پورا ہو [illegible] اپنے نبی کو [illegible] آپ کو
خواب میں [illegible] تلوار [illegible] کی [illegible] طالوت کی نظیر
ہو گئی جس میں بااخلاص لوگ غیروں سے تمیز ہو گئے [illegible] اعتماد نہ کیا جائے اور جب
حضرت عاصم رضی اللہ عنہ [illegible] شہید ہوئے [illegible] دشمن اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکے۔
[illegible] صحابہ [illegible] اس قسم کی مجلت
تھی جو بشریت کے اقتضا سے ہوا کرتی ہے۔ خدا نے [illegible] کے تمام امور [illegible] اور محض خالصۃً
للہ ہونے چاہئیں انہیں کوئی [illegible] جب عرب کے بڑے بڑے قبائل نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا اور
خندق کھودی گئی تو بھی مختلف عنوانوں سے رحمت الٰہی کا ظہور ہوا۔ خدا نے کفار ول کے مکروں کو کامیاب نہ ہونے
دیا اور مسلمانوں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہونچی اور حضرت جابر کے کھانے میں اتنی برکت ہوئی

فی صاع من شعیر وبھیمۃ حتی الف رجل وکشفت قصور کسریٰ وقیصر فی ضربۃ الحجر وبرقتہا وھبت ریح شدیدۃ فی لیلۃ مظلمۃ والقی الرعب فی قلوبہم فانہزموا وحاصر بنی قریظۃ فنزلوا علی حکم سعد رضی اللہ عنہ وامر بقتل مقاتلتہم وسبی ذراریہم [illegible] وکانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم رغبۃ طبیعیۃ فی زینب رضی اللہ عنہا [illegible] کانت فیہ مضنۃ دینیۃ یطعنوا ان محمداً [illegible] الادعیاء [illegible] فاذکرہا اللہ سبحانہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ویخطب یوم الجمعۃ اذ قام اعرابی فقال یا رسول اللہ ھلک المال وجاع العیال فادع اللہ [illegible] فی السماء [illegible] کامثال الجبال فمطر [illegible] فقالوا [illegible] حوالینا ولا علینا لا یشیر الی ناحیۃ الا انفرجت [illegible] وکثر ظہور البرکۃ فیما بارک علیہ [illegible] ام سلیم [illegible] متمثلۃ [illegible] والعدو واتہم [illegible] فی تلک الغزوۃ [illegible] واقام الحد علی من اشاع الفاحشۃ علیہا [illegible] وخوف فی قلوب المطیعین وراٰی [illegible] الجنۃ والنار [illegible] جدار القبلۃ [illegible] حکم [illegible] فی مکان خاص واراہ اللہ فی رؤیاہ ما یقع بعد الفتح من دخولہم مکۃ محلقین ومقصرین لا تخافون فرغبوا فی العمرۃ

کی ایک صاع جو [illegible] قریب ایک ہزار آدمیوں نے خوب سیر ہو کے کسریٰ اور قیصر کے ایوانات پتھر کی ضرب سے جو شرارہ اٹھا انہیں نظر آئے [illegible] آپ نے بشارت دی اور [illegible] تاریک میں [illegible] بنی قریظہ کا محاصرہ کیا [illegible] حضرت سعد کے فیصلہ پر وہ اپنے قلعوں سے نیچے اتر آئے [illegible] ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے [illegible] آنحضرت کو حضرت زینب کی جانب طبعی میلان تھا [illegible] کیلئے [illegible] آنحضرت سے کر دیا ایک مرتبہ جمعہ کے روز آپ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہوگئے اور کنبہ بھوکا مرتا ہے آپ بارش کی دعا فرمائے اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ ہاتھ اٹھا کر آپ دعا مانگنے لگے ابھی آپ نے ہاتھوں کو نیچے نہ کیا تھا کہ بادل پہاڑوں کی طرح گھر گئے اور سات روز تک بارش کی جھڑی لگ گئی [illegible] تب آپ نے فرمایا حوالینا الخ ہمارے اطراف میں پڑے ہم پر نہ پڑے [illegible] اور بادل پھٹ جاتا [illegible] آپ نے برکت کی [illegible] فرمائی ہے [illegible] حضرت [illegible] اور ام سلیم [illegible] مصطلق کی لڑائی میں [illegible] اور دشمن پر خوف طاری ہوگیا [illegible] حضرت عائشہ صدیقہ [illegible] اور خدا کی رحمت سے آپ کی براءت ثابت ہوئی [illegible] آپ کی جانب سے [illegible] قائم کیا گیا ایک بار [illegible] خدا [illegible] الشاب [illegible] ایک نشان تھا [illegible] اس نماز میں آپ نے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا [illegible] اور خواب میں [illegible] آپ [illegible] کے ساتھ مکہ میں [illegible] عمرہ کا [illegible]

سلہ الصغیر [illegible] ۱۲ سلہ [illegible] ۱۲ سلہ [illegible] ۱۲

ولما بان وجهاً وكان ذلك تقرب من الله للصلح الذي هو سبب لفتوح كثيرة وهم لا يشعرون
[illegible] عائشة رضي الله عنها في معاد صدر أبي بكر وعمر رضي الله عنهما
عند موت النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] قول فمنه فردّ [illegible] يقول عمر رضي
الله عنه [illegible] بقول أبي بكر ثم قال لا [illegible] اجتمع رأي هؤلاء وهؤلاء لا [illegible]
[illegible] ولم يكن عندهم [illegible] زكوة فوضع
عليه السلام يده [illegible] أصابعه [illegible] الحديبية [illegible]
[illegible] الرضوان [illegible] المخلصين
[illegible] النبي صلى الله عليه وسلم [illegible]
[illegible] السلام خليفة الله في الأرض
[illegible] وسلم [illegible] وأصاب [illegible] الأكوع
[illegible]
[illegible]
[illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible] الله في روعه
[illegible] على [illegible] رسومهم تقرب إلى الله

[illegible] تقرب صلح کی ہوئی جو بڑے بڑے فتوحات کا سبب تھی۔ [illegible]
[illegible] کے شبہات دور ہوئے [illegible] وہاں صرف ایک برتن
[illegible] اُس برتن میں رکھدیا اور آپ کی انگلیوں میں سے پانی کی دھار
[illegible] بہت [illegible] برکت کی دعا فرمائی۔ تب تمام
[illegible] اس کے بعد خدا تعالیٰ نے خیبر کو فتح کیا
[illegible] جس سے تمام [illegible] کھا سکیں۔ اس سے
[illegible] اور بہت سے [illegible]
[illegible] خدا تعالیٰ نے آپ کو [illegible] کر دیا [illegible]
[illegible] اُنہوں نے [illegible] کی
[illegible] اس وقت آپ نے [illegible] وہ
اُس اونٹ کی طرح [illegible] جب آپ فارغ ہو گئے تو اُن کو [illegible] واپس
[illegible] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہو جائے [illegible] اُس کے دل پر رعب
[illegible] آپ نے اُس کے ہاتھ باندھ دیئے۔
[illegible] میں فیصلہ ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اُس کا القا ہو کہ تمام بڑے
بڑے سرکش [illegible] ہو جائے [illegible] نابود ہو جائیں اس لیے اس میں
[illegible] کی بارگاہ میں تقرب حاصل کیا۔

[illegible] ۳ [illegible] الاخبار۔

ما استجيب في ذلك فكتب الى قيصر وكسرى وكل جبار عنيد فاما كسرى فدعا عليه فمزقه الله كل ممزق وبعث صلى الله عليه وسلم زيدا وجعفرا وابن رواحة الى مؤتة[1] فكشف عليه حالهم فنعاهم عليه السلام قبل ان ياتي الخبر ثم بعث الله نصرا بفتح مكة بعد ما فرغ من جهاد احياء العرب فنقضت قريش عهودها ودعوا وارادوا وحاطب ان يخبرهم فنبأ الله بذلك رسوله وفتح مكة ولو كره الكافرون ودخل عليهم الاسلام من حيث لم يحتسبوا ولما التقى المسلمون والكفار يوم حنين وكانت لهم جولة استقدم رسول الله واهل بيته نساء استقامة ورماهم بتراب فبورك في رميه فما بقي منهم انسان الا ملأ عينيه ترابا فولوا مدبرين ثم القى الله سكينته على المسلمين فجمعوا واحتموا واجتاحوا العدو وقال رجل يدعي الاسلام وقاتل اشد القتال هو من اهل النار فكاد لبعض الناس يرتاب ثم ظهر انه قتل نفسه وسحر النبي صلى الله عليه وسلم فدعا الله ان يكشف عليه جليته فجاء في منامه رجلان واخبراه عن السحر والساحر والمادة ومحل الصورة فقال يا رسول الله اعدل فانكشف عليه حاله وحال قومه فقال صلى الله عليه وسلم يخرج من ضئضئ هذا قوم يمرقون من الدين آيتهم رجل اسود احدى عضديه مثل ثدي المرأة فقاتلهم علي رضي الله عنه ووجد الموصوف كما قال ودعا لابي هريرة

قیصر و کسریٰ اور تمام معاند سرکشوں کو نامے تحریر فرمائے۔ کسریٰ نے نامہ سے سوا ادبی کی۔ اس لیے آپ نے اس پر بددعا کی اور اس کو خدا نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید و حضرت جعفر و حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم موتہ (مقام ملک شام میں) کو روانہ فرمایا اور ان پر وہاں جو حالت گزری وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو گئی۔ آپ نے اس سے پیشتر کہ کوئی خبر وہاں سے پہنچے ان کی وفات کی خبر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام قبائل عرب کے جہاد سے فارغ ہو گئے اور قریش نے عہد شکنی کی اور کروائی روش اختیار کی تو آپ نے فتح مکہ کا اہتمام فرمایا اور حاطب بن ابی بلتعہ صحابی نے اہل مکہ کو آپ کے ارادہ پر مطلع کرنا چاہا تو خدا نے اپنے رسول کو اس پر آگاہ کر دیا اور آپ نے مکہ کو فتح کیا اور گو کہ اہل مکہ میں اس طریقہ سے اسلام پھیل گیا کہ اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا جنگ حنین میں جب مسلمانوں اور کافروں میں مٹ بھیڑ ہوئی اور کفار نے جولانی کی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خاندان نے نہایت ہی استقلال ظاہر فرمایا۔ آپ نے ان پر خاک پھینکی۔ اس میں یہ برکت تھی کہ کوئی شخص نہیں بچا جس کی آنکھ میں وہ گرد نہ پہنچی ہو۔ اسی وجہ سے وہ لوٹ ہو گئے اس کے بعد خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل میں جمعیت اور اطمینان پیدا کیا اور سب نے سمٹ کر نہایت کوشش کی اور فتح کر لیا۔ آپ نے ایک شخص کی نسبت جو مدعی اسلام تھا اور اس نے بہت ہی سخت مقابلہ کیا تھا فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ قریب تھا کہ بعض لوگوں کو آپ کے ارشاد میں شک پیدا ہو لیکن بعد میں ظاہر ہو گیا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ اور آپ پر جادو کیا گیا آپ نے خدا سے دعا مانگی کہ اصلی حالت ظاہر ہو جائے تو خواب میں دو شخصوں نے آپ کو جادو اور جادو کرنے والے کی کیفیت ظاہر کر دی۔ اور ذوالخویصرہ نے کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم فرمائیے۔ پس آنحضرت کو اس شخص کا اور اس کی قوم کا انجام منکشف ہو گیا کہ لوگوں میں سے ایک بہتر فرقہ سے جنگ کریں گے ان کی شناخت کا نشان یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہے جس کی رنگت سیاہ ہوگی اور اس کا ایک بازو ویسا ہوگا جیسے عورت کا پستان حضرت علی نے ان سے مقابلہ کیا اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی اس کی صفت آپ نے پائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے آپ نے دعا فرمائی۔

[1] بالضم موضع بمشارف الشام فيه كانت تعمل السيوف ۱۲ قاموس رح ۲

۲ بتصرف ۱۲ اسم ۱۲ عثمان صحابی ۱۲

فامنت في يومهم وقال عليه السلام يوماً لم يبسط احد منكم ثوبه حتى اقضي مقالتي هذه
ثم يجمعه الى صدره فينسى من مقالتي شيئاً ابداً فبسط ابو هريرة فما نسي بعد شيئاً وضرب
عليه السلام بيده على صدر جرير وقال اللهم ثبته فما سقط عن فرسه بعد وكان لا يثبت
على الخيل وارتد رجل عن دينه فلم تقبله الارض وكان عليه السلام يخطب مسنداً
الى جذع فلما صنع له المنبر واستوى عليه صاح الجذع حتى ضمه وركب فرساً بطيئاً
وقال وجدنا فرسكم هذا بحراً فكان بعد ذلك لا يجارى ثم احكم الله دينه وتواردت
الوفود وتواترت الفتوح وبعث العمال على الناس وبعث القضاة في البلاد وتمت الخلافة
فنفث في روعه ان تتم النعمة بخروجه في جنود لا تحصى الى تبوك ليتم على الروم فيقع الرعب في
قلوبهم وكانت في شدة وفي وقت العسرة فجعلت تمييزاً بين المؤمنين
والمنافقين ومر عليه الصلوة والسلام على حديقة لامرأة في وادي القرى فخرصها
وخرصها الصحابة رضي الله عنهم فكان كما قال عليه السلام ولما وصل
الى ديار ثمود نهى عن الماء وقد امرهم ان لا يخرج احد فخرج رجل
فالقته الريح بجبل طيء وضل ناقته صلى الله عليه وسلم فقال بعض المنافقين لو كان
نبياً لعلم موضع ناقته فانبأه الله بقول المنافق وبمكان البعير وتخلف ناس من المخلصين زهداً

دو تین دن وہ ایمان لے آئے۔ ایک روز آپ نے فرمایا جب تک کہ میں اپنی اس تقریر کو ختم کروں جو شخص اپنا کپڑا پھیلا
کر اپنے سینے سے لگا لے گا وہ کبھی کوئی بات نہ بھولیگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا کر سینے سے لگا لیا۔ پھر کبھی
ان کو اپنے ذہن میں نسیان نہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہاتھ جریر کے سینہ پر مار کر فرمایا ثابت رکھ
اس کو تھامے رکھ۔ اس کے بعد وہ کبھی گھوڑے سے نہیں گرے اور پہلے وہ گھوڑے پر خوب نہیں جم سکتے تھے۔ ایک شخص مرتد
ہو گیا تھا تو اس کو زمین نے قبول نہیں کیا۔ آنحضرت ایک ستون پر سہارا دے کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا اور اس پر
تشریف فرما ہوئے تو ستون میں گریہ و درد پیدا ہو گیا یہاں تک کہ آپ نے اس کو پکڑ کر چمٹا لیا۔ ایک مرتبہ آپ ایک سست گھوڑے
پر سوار ہوئے فرمانے لگے ہم نے تمہارے گھوڑے کو رفتار میں بحر کی طرح پایا اس کے بعد سے کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں
کر سکتا تھا۔ ان امور کے بعد خدا نے اپنے دین کو خوب مستحکم کر دیا اور ایلچیوں کی پیاپے آمد و رفت شروع ہو گئی اور
متواتر فتوحات ہوئے ہیں۔ تمام قبائل عرب پر حکام و عمال کا تقرر فرمایا۔ شہروں میں قاضی مقرر کر دیئے گئے
اور خلافت مکمل حالت میں ہو گئی۔ اس اطمینان کے بعد آپ کے قلب مبارک میں القا کیا گیا کہ مقام تبوک کی طرف نہضت
فرمائی جائے تاکہ رومیوں پر آپ کی شوکت و جلالت ظاہر ہو اور ان اطراف کی طاقتیں مطیع ہو جائیں۔ یہ جنگ نہایت
ہی تنگی کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی اسکی وجہ سے سچے مخلص اور منافق میں تمیز ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک عورت کے باغیچہ پر گذرے جو وادی القریٰ میں تھا اس باغیچہ کا اندازہ آپ نے بھی فرمایا۔ اور دیگر صحابہ نے بھی فرمایا
لیکن جیسے آپ نے ارشاد کیا تھا اسی کے موافق برآمد ہوا۔ جب دیار حجر کے قریب پہونچے تو لوگوں کو اسکے پانیوں سے
ممانعت فرمادی تاکہ قوم لعنت سے لوگ متنفر ہوں۔ ایک دو شب کو آپ نے ممانعت فرمادی کہ کوئی آدمی باہر نہ جائے۔ اتفاقاً ایک شخص
باہر چلا گیا تو اسکو ہوا نے طے کی پہاڑیوں میں پھینک دیا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہو گیا تو ایک منافق کہنے
لگا کہ اگر نبی ہوتے تو اپنے اونٹ کی جگہ معلوم کر لیتے کہ کہاں ہے۔ اسپر خدا تعالیٰ نے آپ کو اس منافق کے
قول اور مقام اونٹ سے آگاہ کر دیا۔ اور بعض مخلص اپنے زہد اور غفلت کی وجہ سے رفاقت نبوی سے تخلف کیا تھا۔

وضاقت عليهم الأرض بما رحبت فعفا الله عنهم واتفق ملك أيلة في أسر خالد من حيث لم يحتسب فلما قوي الإسلام ودخل الناس في دين الله أفواجا أوحى الله إليه أن ينبذ عهد كل معاهد من المشركين ونزلت سورة براءة وأراد أن ينفي اليهود والنصارى من جزيرة العرب ثم خرج إلى الحج وحضره معه نحو من مائة ألف وأربعة عشر ألفا فعلمهم مناسك الحج وبين لهم أحكام الشرك ولما تم الأمر شيئا واقترب أجله بعث الله جبرئيل في صورة رجل بين الناس فسأل النبي عن الإيمان والإسلام والإحسان والساعة وأماراتها فأجاب النبي صلى الله عليه وسلم وصدقه جبرئيل ليكون ذلك كالفذلكة لما مضى ولما مرض لم يزل يذكر الرفيق الأعلى ويحن إليهم حتى توفاه الله ثم تكفل أمر من بعده فنصب قوما … ثم قاتلوا المرتدين … حتى تم أمر الله وهم كارهون وصلى الله على … وعلى آله وصحبه وسلم.

الفتن

أعلم أن الفتن على أقسام: فتنة الرجل في نفسه بأن يقسو قلبه فلا يجد حلاوة الطاعة ولا لذة المناجاة وإنما الإنسان ثلاث شعب: قلب هو مبدأ الأحوال كالغضب والجرأة والحياء والمحبة والخوف والقبض والبسط ونحوها، وعقل هو مبدأ العلوم التي ينتهي إليها الحواس كالبديهيات …

لیکن بعد میں یہ تینوں آنحضرت کی ہمراہی سے رہ گئے اور بہت ہی نادم ہوئے جیسے کہ قصور ہو گیا وغیرہ اور حضرت خالد سے تبدیر کو ایسی طرح کا پہلے سے گمان ہی نہ تھا جب سب کے بعد پورا قبضہ ہو گیا اور لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہونے لگے تو خدا تعالٰی نے اپنی وحی سے آپ کو حکم فرمایا کہ مشرکین سے جو معاہدے ہیں ان کو توڑ دیا جائے اور سورۂ براءت کا نزول ہوا۔ جزیرۂ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو آپ نے نکال دینا چاہا ۔۔۔ قریب ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے جن کو مناسک حج بتائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے آپ کی معیت میں ۔۔۔ زمانۂ شرک کی تحریفات کو دور کیا جب تمام احکام اسلام کی تکمیل ہو چکی ۔۔۔ قریب ہو گیا تو خدا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا۔ سب لوگ ان کو دیکھتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے دریافت کیا کہ ایمان و اسلام و احسان کی حقیقت کیا ہے اور قیامت کا حال دریافت کیا آپ بیان فرماتے رہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی تصدیق کرتے گئے گویا دین کا تتمہ و تکملہ تھا۔ جب آپ مریض ہوئے تو برابر رفیق اعلیٰ کو یاد کرتے رہے اور ملا اعلیٰ کی جانب نہایت شوق و اشتیاق فرماتے رہے یہاں تک کہ خدا نے آپ کو وفات دی اور آپ کی حفاظت دین کا متکفل ہو گیا ایسے لوگوں کو اس نے قائم کیا جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے تھے انہوں نے مرتدین سے جنگ آزمائی کی یہاں تک کہ اس کے حکم کی تکمیل ہو گئی اور اس کا وعدہ پورا ہو گیا۔

فتنوں کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیے کہ فتنوں کے مختلف اقسام ہیں (۱) ذاتی فتنہ یعنی یہ کہ آدمی کے دل میں قساوت آ جائے اس کو طاعت میں کچھ حلاوت اور مناجات میں کوئی لذت محسوس نہ ہو۔ انسان کے تین حصے ہیں۔ اول دل جو تمام حالات انسانی غصہ دلیری حیا وغیرہ۔ محبت، خوف، انقباض و انبساط وغیرہ کا مبدا ہے۔ دوسرا عقل جو تمام ان علوم کا مبدا ہے جن پر حواس کی انتہا ہوتی ہے مثلاً بدیہی احکام جو۔

البديهية من التجربة والحدس ونحوهما والنظرية من البرهان والخطابية ونحوهما وطبيعية بد
اقتضاء النفس ما لا بد منه ولا بد من جنسه في بقاء البنية كالدعية المنبجسة في شهوة الطعام
والنوم والجماع ونحوها والقلب مهما غلب عليه خصال بهيمية فكان قبضه وبسطه نحو
قبض البهائم وبسطها الحاصلين من طبيعتها ووهمها كان قلبا بهيميا ومهما قبل من الشياطين
وسوستهم في النوم واليقظة يسمى الإنسان شيطان الإنس ومهما غلب عليه خصال
الملكية يسمى قلبا إنسانيا فيكون خوفه ومحبته وما يشبههما مائلة إلى حقائق حقة
حصلها ومهما قوي صفاؤه وعظم نوره كان روحا فيكون بسطا بلا قبض وألفة بلا قلق
وكانت أحواله ثابتة وكانت الخواطر الملكية كالدعية المنبجسة للأمور المكتسبة و
مهما غلبت خصال البهيمية على العقل صار جريزة وأحاديث نفس تميل إلى الحظوظ داعية للطبيعة
بحديث نفسه بالجماع إن كان فيه شبق وبأنواع الطعام إن كان فيه جوع ونحو ذلك وحتى
الشيطان فيكون أحاديث النفس تميل إلى فك النظامات الفاضلة وشك في معتقدات
حقة والإهابات منكرة تعافها النفوس السليمة ومهما غلبت عليه خصال الملكية
في الجملة كان عقلا من قبله التصديق بما يجب تصديقه من العلوم الارتفاقية أو
الإحسانية بديهة أو نظرا ومهما قوي نوره وصفاؤه كان سرا من قبله نزول علوم فائضة
من الغيب رؤيا وفراسة وكشفا وهتفا ونحو ذلك ومهما مال إلى المجردات البرية من

تجربہ اور حدس وغیرہ سے معلوم ہوں یا علوم نظری ہوں دلیل خطابت وغیرہ سے مستفاد ہوں نیز کہ طبیعت جو کہ تمام نفسانی
رغبتوں کا مبدء ہے تو وہ رغبتیں قیام بدن کے لئے خود ضروری ہوں یا اُن کی جنس کی ضرورت ہو مثلاً وہ خواہشیں جو
کھانے پینے خواب ہم بستری کی وجہ سے پیدا ہوا کرتی ہیں جب قلب پر بہیمی خصلتیں غالب ہو جاتی ہیں تو اسکے تمام امور
انقباض اور انبساط کے متعلق ایسے ہی ہونگے جیسے بہائم کے جو طبیعت اور اوہام کی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں ایسے
دل کو بہیمی کہتے ہیں اور جب دل شیطانیت سے بیداری اور خواب میں شیطانی وسوسوں کو قبول کرنے لگے تو ایسے
انسان کو شیطان الانس کہتے ہیں اور جب دل پر فرشتوں کے سے صفات غالب ہوں تو اس کو قلب انسانی کہتے
ہیں اسوقت اسکے تمام جذبات خوف و محبت وغیرہ اعتقادات حقہ کی جانب مائل ہوا کرتے ہیں جنکو اس نے حاصل کیا
تھا جب قلب کیحالت نہایت صاف اور اسکی نورانیت اور لمعان کامل ہو جاتی ہے تو قلب روح ہو جاتا ہے تب بغیر
انقباض کے ہمیشہ انبساط رہتا ہے اور بغیر اضطراب اور بے چینی کے اطمینان اور سکون ہوتا ہے تمام ملکی خاصیتیں اسکی عادت اور
طبیعت ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے کسب سے پیدا ہوتی ہیں اور جب بہیمی عادات عقل پر غالب ہوتی ہیں
تو وہ شہوت بن جاتا ہے نفسانی جنبشوں میں مبتلا رہتا ہے طبیعت کے دواعی کیطرف اسکی کشش رہتی ہے اگر خواہش
نفس کی جنبش پیدا ہوتی ہے تو مجامعت کے خیال میں رہتا ہے بھوک معلوم ہونے لگے تو کھانے کے خیال میں پڑا رہتا ہے و علی ہذا
وہ شیطانی وسوسوں سے جب مغلوب ہوتا ہے تو ہر قسم کے جو اسطا ماں اسکے افعال اچھے نظم کو توڑ کر سچے اعتقادات میں
شبہات پیدا کرتا ہے وراں بد افعال کی طرف کوشش رہتی ہے جس سے نفوس سلیمہ متنفر رہتے ہیں اور جب ملکی خصائل کا اجمالی طور پر
غلبہ ہوتا ہے تو عقل کے لوازم سے ہوتا ہے کہ جن علوم کی تصدیق ضروری ہے اسکی تصدیق کیجاتی ہے جنکا تعلق تدابیر نافع اور ان
تدابیر سے ہوتا ہے جو احسان سے متعلق ہیں انکا ثبوت بدیہی ہو یا نظری طور پر اور جب اسکی نورانیت اور اسکا جلا بہت ترقی کر جاتی
تو نفس کیحالت کو سر کہتے ہیں اسوقت میں وہ مختلف طریقوں سے خواب۔ فراست کشف آواز غیبی وغیرہ کے ذریعہ سے ان
علوم کا ادراک کرتا ہے جسکا فیضان عالم غیب سے ہوتا ہے۔

من الزمان والمكان كان خفيفا ومنها ما عند الطبع الى الخصال البهيمية ككون نفسه [illegible]
بالسوء ومنها كانت مزاجه بين البهيمية والسبعية [illegible] وكون كان نفسه [illegible]
ومنها اتصفت بالشرور ومنها ما عنده من تدبير الامور بوافقه كانت نفسه مطمئنة [illegible]
من معرفة لطائف الانسان والله اعلم وفتنة الرجل في اهله وهي فسادت تدبير المنزل اليه
الاشارة في قوله صلى الله عليه وسلم ان ابليس يضع عرشه الى ان قال ثم يجئ احدهم فيقول [illegible]
تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته فيدنيه منه [illegible] وفتنة تموج كموج البحر وهي [illegible]
تدبير المدينة وطمع الناس في الخلافة من غير حق وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان قد
يئس ان يعبده المصلون في جزيرة العرب ولكن في التحريش بينهم وفتنة ملية وهي ان يموت الحواريون
من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ويستند الامر الى غير اهله فيتعمقون رهبانهم واحبارهم [illegible]
[illegible] ويجالسهم ولا يامرون بالمعروف ولا ينهون عن المنكر [illegible]
قوله صلى الله عليه وسلم ما من نبي الا كان له حواريون الحديث وفتنة مستطيرة [illegible]
من الانسانية ومقتضاها فاركاهم واجدهم [illegible] متقضيات الطبع [illegible]
اصلحها والتشبه بالمجردات والتمني اليهم بوجه من الوجوه [illegible] الى البهيمية [illegible]
ويكونوا لسبب [illegible] لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء وفتنة الوقائع التي [illegible]

اور جب اُس کا میلان ان مجردات کی طرف ہو تا ہے جو زمان اور مکان سے بری ہیں تو نفس کو کسی [illegible]
کشش جبلی عادات میں محو ہو جاتی ہے تو اُس وقت [illegible]
[illegible] کا فیصلہ کبھی اس جانب ہو کبھی [illegible]
اُس حکومت کے بغاوت نہ کرے اُسکی ہر ایک جنبش شریعت کے موافق ہو [illegible]
ایک انسانی ضد ہے جس کا تعلق اُس کے اہل سے ہوتا ہے یعنی تدبیر منزل کا بگڑ جانا [illegible]
اسی کی طرف اشارہ ہے کہ ابلیس پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا ایک شخص [illegible]
فلاں شخص کو نہیں چھوڑا جب تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہ کر دی [illegible]
[illegible] اور ایک فتنہ وہ ہے جو دریا کی موج کی طرح موجزن اور متلاطم ہوتا ہے وہ تمدن کی [illegible]
لوگوں کا ناحق خلافت میں طمع کرنا آنحضرت نے فرمایا کہ شیطان [illegible]
[illegible] ایک فتنہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] علماء اور درویش [illegible]
[illegible] جاہلیت کے رنگ [illegible]
[illegible]
[illegible] اُنکی اور اعلیٰ [illegible]
[illegible] اپنے آپ کو مجردات کے مشابہ [illegible]
[illegible] دونوں کے درمیانی حالت میں ہوں لا الی ہؤلاء ولا الی ہؤلاء۔
اور ایک فتنہ واقعات [illegible]

كالطوفانات العظيمة من الوباء والخسف والنار المنتشرة في الاقطار ونحو ذلك وقد بين النبي صلى الله عليه وسلم اكثر الفتن قال لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم وقال عليه السلام يذهب الصالحون الاول فالاول ويبقى حفالة كحفالة الشعير لا يباليهم الله بالة **اقول** علم النبي صلى الله عليه وسلم انه اذا بعد العهد من النبي وانقرض الحواريون من اصحابه وسد الامر الى غير اهله لا بد ان تجري الرسوم حسب الدواعي النفسانية والشيطانية وتعمهم جميعا الا من شاء الله منهم **وقال** صلى الله عليه وسلم ان هذا الامر بدأ نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم ملكا عضوضا ثم كائن جبرية وعتوا وفسادا في الارض يستحلون الحرير والفروج والخمور يرزقون على ذلك وينصرون حتى يلقوا الله **اقول** فالنبوة انقضت بوفاة النبي صلى الله عليه وسلم والخلافة التي لا سيف فيها بمقتل عثمان والخلافة بشهادة علي كرم الله وجهه وخلع الحسن رضي الله عنه والملك العضوض مشاجرات الصحابة بني امية ومظالمهم الى ان استقر امر معاوية والجبرية والعتو خلافة بني عباس فانهم مهدوا على رسوم كسرى وقيصر **وقال** صلى الله عليه وسلم تعرض الفتن على القلوب كالحصير عودا عودا فاي قلب اشربها نكتت فيه نكتة سوداء واي قلب انكرها نكتت فيه نكتة بيضاء حتى تصير

مثلاً ہولناک طوفانوں کا ظاہر ہونا وبا کا پھیلنا، زمین کا دھنس جانا، دور تک اطراف عالم میں آتش زدگی کا ہونا اور مثل ونحو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر فتنوں کی تفصیل اور تشریح بیان فرما دی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ تم اگلے لوگوں کے تمام طریقوں میں ان کی پیروی کرو گے جیسے بالشت بالشت کے ساتھ اور گز گز کے برابری کرتا ہے حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے اور آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیک لوگ درجہ بدرجہ فنا ہوتے جائیں گے اور بقدر بھس جو کے ایسے باقی رہتے جائیں گے جیسے جو کی بھوسی خدا تعالیٰ کو ان کی کچھ بھی پروا نہ ہوگی۔ میں کہتا ہوں آنحضرت کو معلوم ہو گیا تھا کہ جب نبوت کا زمانہ منقرض اور ختم ہو جائیگا اور آپ کے صحابہ میں حواریوں کے درجہ کے لوگ باقی نہ رہیں گے۔ اور نااہل لوگ منصب پر بنائے جائیں گے۔ تو ضرور ہے کہ نفسانی اور شیطانی تحریکات اور دواعی کے موافق رسمیں پھیل جائیں گی اور وہ ان تمام ماسوا اللہ سب میں عام ہو جائیں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بدایت نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے پھر خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا پھر اس کے بعد ظالم حکومت ہوگی پھر اس حکومت کے بعد ظلم اور سرکشی اور زمین پر فساد ہوگا ریشم اور شرمگاہوں اور شراب کو لوگ جائز اور درست سمجھیں گے اسی حالت پر ان کو رزق دیا جائیگا اور ان کی مدد کی جائیگی جب تک کہ وہ خدا سے ملیں۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوت کا اختتام ہو گیا اور خلافت جس میں باہم مسلمانوں میں تلوار نہ تھی حضرت عثمان کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصل خلافت حضرت علی کی شہادت اور حضرت امام حسن کی معزولی سے ختم ہو گئی اور ملک عضوض سے مراد بنی امیہ کا وہ زمانہ ہے جس میں صحابہ کی لڑائیاں رہیں اور وہ ان پر زیادتیاں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی حکومت قائم ہو گئی اور جبر و سرکشی کا زمانہ عباسیوں کا ہے اس لیے کہ انہوں نے کسریٰ اور قیصر کی رسم و آئین کے موافق خلافت کی بنیاد ڈالی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنے دلوں پر پیش ہوں گے وہ دلوں کو گھیر لیں گے جیسے چٹائی کی بناوٹ میں ایک جزو دوسرے جزو سے گتھا ہوا ہوتا ہے جن دلوں میں وہ فتنے سرایت کر جائیں گے۔ ان میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جائیگا اور جو قلوب ان سے بیگانہ رہیں گے ان میں سپید نقطہ پیدا ہوگا اس طرح دو قسم کے دل ہو جائیں گے

سوسمار ایک جانور ہے ۱۲ — [illegible]

على قلبين ابيض مثل الصفا فلا تضره فتنة ما دامت السموات والارض والأخر اسود مربادا كالكوز مجخيا لا يعرف معروفا ولا ينكر منكرا الا ما اشرب من هواه **اقول** هواجس نفسانية وشيطانية تنبعث فى القلوب والاعمال تفسد بها وتكتنفها ولا تكون حينئذ دعوة حثيثة الى الحق فلا ينكرها الا من حصل فى قلبه هيئة مضادة لها وتعم من سوى ذلك وتختلط بتلابيبه **وقال** صلى الله عليه وسلم ان الامانة نزلت فى جذر قلوب الناس ثم علموا من القرآن ثم علموا من السنة وحدث عليه السلام عن رفعها فقال ينام الرجل النومة فتقبض الامانة من قلبه فيظل اثرها مثل اثر الوكت ثم ينام النومة فتقبض الامانة فيبقى اثرها مثل المجل كجمر دحرجته على رجلك فنفط فتراه منتبرا **اقول** المراد والله اعلم بالامانة ههنا الاسلام واختيار قومهم للانقياد والاذعان وجمع الهمة على موافقة حكم الله ثم كانت الاحكام المفصلة فى الكتاب والسنة تفصيلا لذلك الاذعان الاجمالى ثم انها تخرج من صدورهم على غفلة منها وذهول شيئا فشيئا فيرى الانسان اظرف ما يكون واعقله وليس فى قلبه مقدار شئ من الامانة لا بالنسبة الى دين الله ولا بالنسبة الى معاملات الناس وقول حذيفة رضى الله عنه قد

یہ سپید پتھر کی طرح صاف ہے جسے اس کو کوئی فتنہ مضرت نہیں پہنچا سکے گا جب تک زمین و آسمان قائم ہیں۔ دوسرا سیاہ گرد آلود مثل اوندھے کوزے کے ہوگا کسی نیکی کو نہیں پہچانے گا اور کسی برائی کا انکار نہیں کرے گا مگر صرف اسی کو جو اس کی خواہش نفسانی سے اس کے دل میں سرایت کر گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب فتنے برپا ہوتے ہیں تو نفسانی اور شیطانی وسوسوں کا دلوں میں جوش ہوتا ہے جن سے اعمال اور دل بگڑ جاتے ہیں اور اس وقت حق کی دعوت نہیں ہوتا جو حق پر مستعد کرے اسی سبب سے انہیں وسوسوں کو اس شخص کے سوا جس کے دل میں ان کی مخالف ہیئت پیدا ہو گئی ہو کوئی برا نہیں سمجھتا اور وہ مخالف رنگ لوگوں کو گھیر لیتے ہیں یہاں تک کہ ان کا عام ظہور ہو جایا کرتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں نازل ہوئی ہے پھر ان کو علم قرآن و حدیث کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور امانت کے جاتے رہنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ آدمی سوئے گا اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی اس کا اثر دھبے کی طرح رہ جائے گا پھر سوئے گا تو امانت کا نور زائل ہو کر ایسا نشان رہ جائے گا جیسے آبلہ جو پاؤں پر انگارے کے لڑھکنے سے پڑ جاتا ہے کہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کو ظاہر کرے تو ایک قوم کو اس کے لئے مہذب کیا اور اطاعت وفرمانبرداری کا ان کو مرتاض و مستعد بنایا اور حکم الٰہی کے موافق ان کی ہمت اور عزم کو جمع کیا یہ اجمالی فرمانبرداری کی احکام کی قرآن وحدیث میں پوری تفصیل کر دی گئی پس کے بعد رفتہ رفتہ غفلت اور بے پروائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت نہایت ہوشمندی اور فراست میں دیکھا جاتا ہے کہ اس کے دل میں دین الٰہی اور لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات میں ذرہ بھر بھی امانت کا نہیں ہے ارشاد ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک زمانہ گزرا ہے

---

[1] بفتح الواو وسکون الکاف جمع وکتۃ وھی الاثر فی الشئ من غیر لونہ والمجل رغاط الجلد من العمل وقولہ منتبرا ای مرتفعا وارتفاع وجعل مثل الامانۃ ثم زوال الامانۃ عن القلوب شیئا فشیئا فاذا زال اول جزء منھا زال نورہا وخلفتہ ظلمۃ کالوکت وہو اعراض لون مخالف للون الذی قبلہ فاذا زال شیء آخر صار کالمجل واشتد اثر الظلمۃ بعد کالذی قبلہ ۱۲

[2] فقد صار کالمجل واشتد بالظلمۃ بعد کالوکت ... زوال الامانۃ ۱۲

يا رسول الله يكون بعد هذا الخير شر كما كان قبله شر[1] قال نعم قلت فما العصمة قال السيف قلت وهل بعد السيف بقية قال نعم يكون امارة على اقذاء[2] وهدنة على دخن قلت ماذا قال ثم ينشأ دعاة الضلال فان كان لله في الارض خليفة جلد ظهرك[3] واخذ مالك فاطعه والا فمت وانت عاض على جذل شجرة اقول الفتنة التي يكون العصمة فيها السيف ارتداد العرب في ايام [illegible] بكر رضي الله عنه واما [illegible] فلما جرت التي وقعت في ايام عثمان وعلي رضي الله عنهما وهدنة على دخن الصلح الذي وقع بين معاوية والحسن بن علي رضي الله عنه ودعاة الضلال يزيد بالشام ومختار بالعراق ونحو ذلك حتى استقر الامر على عبد الملك وذكر صلى الله عليه وسلم فتنة الاحلاس قيل وما فتنة الاحلاس[4] قال هي هرب وحرب قال ثم فتنة السراء دخنها من تحت قدمي

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اس [illegible] سے پہلے تاریکی پھیلی ہوئی تھی کیا بعد کو بھی ہو جائے گی آپ [illegible] نے فرمایا ہاں [illegible] جائیگی میں نے کہا [illegible] سے نجات کیسے حاصل ہوگی آپ نے فرمایا تلوار نجات دے [illegible] میں نے [illegible] بعد [illegible] بھی [illegible] باقی رہیگی آپ نے فرمایا ہاں ناخوشی اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی [illegible] فساد [illegible] میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا گمراہی کیطرف لوگ بلائیں گے اگر اسوقت میں کوئی خلیفہ [illegible] [illegible] پیٹ پر کوڑے لگائے اور تجھ سے مال وصول کرے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ افسوس و غم کیساتھ [illegible] میں کہتا ہوں وہ زمانہ جس میں نجات تلوار سے حاصل ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت [illegible] عرب مرتد ہو گئے تھے [illegible] ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت [illegible] خلافت میں پیش آئے اور [illegible] کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہؓ اور حضرت امام حسن رضی اللہ [illegible] [illegible] اور گمراہی کی طرف بلانا [illegible] ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں [illegible] یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان کی حکومت مستقل ہو گئی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ [illegible] [illegible] احلاس کا ذکر فرمایا آپ سے عرض کیا گیا کہ اس میں کیا ہوگا آپنے فرمایا [illegible] اور جنگ کرنا [illegible] آپ نے فرمایا

کہ [illegible] ہوگا اس کا ظہور ایسے شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا جو کہیگا۔

[1] [illegible] الاسلام ۱۲ [2] ای کدر والخصة الجواه ۱۲ [3] ای یکون الرجل امیرا على قذی اعین الناس ای [illegible] وقوله [illegible] بالصلح [illegible] الصلح والدخن محركة الدخان والمراد منه الخداع [illegible] ۱۲ [4] [illegible] وتحذل الاصل ۱۲

[illegible] جمع [illegible] البعير [illegible] الزومها وقوله هرب [illegible] بعضهم عن بعض وحرب بالحركة [illegible] مال الانسان بحيث لا يبقى له شيء [illegible] وقيل [illegible] وتزلزله [illegible] [illegible] وقوله دخنها اى ظهورها ۱۲

رجل من اهل بيتي يزعم انه مني وانا منه [illegible] يسقون ثم يصطلح الناس على رجل كورك على ضلع ثم فتنة الدهيماء لا تدع احدا من هذه الامة الا لطمته فاذا قيل انقضت تمادت اقول يشير والله اعلم ان تكون فتنة الاحلاس قتال اهل الشام عبد الله بن الزبير بعد هربه من المدينة وفتنة السراء اما تغلب المختار وافراطه في القتل والنهب يدعو ثارا هل البيت فقوله [illegible] يزعم انه مني يعني من حزب اهل البيت وناصريهم ثم اصطلاحهم بعد موت مروان وورثه او خروج ابي مسلم الخراساني يدعو بني العباس يزعم انه يسعى في خلافة اهل البيت ثم صلحوا على السفاح والفتنة الدهيماء تغلب الجنكيزية على المسلمين ونهبهم بلاد الاسلام وبين النبي صلى الله عليه وسلم شراط الساعة وهي ترجع الى نوع الفتن التي مر ذكرها وشيوعها وكثرة [illegible] تلف من القرون واما نجي النقصان من حيث يجي اهلاك وشرح هذا بقول قال صلى الله عليه وسلم ان من اشراط الساعة ان يرفع العلم ويكثر الجهل ويكثر الزنا ويكثر شرب الخمر ويقل الرجال ويكثر النساء حتى يكون لخمسين امراة القيم الواحد والحشر في لسان الشريعة يقول على معنيين حشر الناس الى الشام وهو واقع قبل القيامة حين يلجئ الناس عند وجه [illegible] بتقريبات وبعضهم بما يسوقهم وحشر هو البعث بعد الموت وقد ذكرنا من قبل سر ذلك والله اعلم

کہ مجھ میں سے ہے حالانکہ مجھ میں سے نہ ہوگا یقیناً میرے قریبی متقی لوگ ہیں اُس کے بعد تمام لوگ ایک شخص سے صلح کر لینگے لیکن اُس کی حالت کچھ متغیر نہ ہوگی اور اس کے بعد فتنہ دہماء ہوگا کوئی شخص اُمت اُس کے طمانچے سے محفوظ نہ رہیگا جب لوگ کہینگے کہ اب فتنہ ختم ہوگیا اُس وقت وہ اور بڑھ جائیگا [illegible]

ہوں کہ فتنہ احلاس واللہ اعلم وہ ہے جو اہل شام نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے کی جب وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں آ گئے تھے اور فتنہ سراء سے مراد مختار کا غلبہ اور اس کا حد سے [illegible] قتل و غارت کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ یہ گمان کریگا کہ وہ مجھ میں سے ہے یعنی یہ کہ اہل بیت کے گروہ انصار میں سے ہوگا اس کے بعد مروان اور اس کے وارثوں کے بعد صلح ہوگی [illegible] ابومسلم خراسانی کا عباسیوں کے مقابلے کے لیے خروج کرنا مراد ہے اُس کا بھی یہی قول تھا کہ میں اہل بیت کی خلافت کرنا چاہتا ہوں۔ اُس کے بعد سفاح پر صلح ہوگئی اور فتنہ دہماء سے چنگیزیوں کا مسلمانوں پر غالب ہونا مراد ہے اُنھوں نے ممالک اسلام میں خوب غارت گری کی +

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علامات بیان فرمائے ہیں ان علامات کی بنا بھی انہیں فتنوں پر ہوتی ہے جن کا اوپر ذکر ہو چکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے علامات سے ہے کہ علم اُٹھ جائیگا جہل کی کثرت ہوگی زنا و شراب کی زیادتی ہو جائیگی مرد کم ہو جائیں گے عورتیں زیادہ ہو جائینگی۔ پچاس پچاس عورتوں پر ایک شخص کی حکومت ہوگی۔ زبان شریعت میں حشر کے معنی دو آتے ہیں ایک لوگوں کا شام میں جمع ہونا قیامت سے پیشتر واقع ہوگا جب زمین پر لوگوں کی قلت ہوجائیگی تو بعض لوگ مختلف تقریبوں کی وجہ سے اور بعض لوگ آگ کی وجہ سے وہاں جمع ہونگے۔ دوسرے حشر کے معنی ہیں بعد موت کے زندہ ہونا اس سے پیشتر ہم معاد کے اسرار بیان کر چکے ہیں واللہ اعلم

[illegible] سے مراد [illegible]

[illegible]

الفتن العظيمة التي خبر بها النبي صلى الله عليه وسلم الأولى فتنة أمارتها قتل عثمان وذلك صادق
تشاجرت الصحابة بعده [illegible] حتى استقرت الخلافة لمعاوية [illegible]
[illegible] وهو الذي يعرف أمره وينكر لأنه كان على سيرة الملوك [illegible]
[illegible] الخلفاء قبله [illegible] الدعاة إلى أبواب جهنم وذلك صادق [illegible]
[illegible] سبب الخلافة بعد موت معاوية إلى أن استقرت الخلافة لعبد الملك [illegible]
فتنة [illegible] واجرية [illegible] فذلك صادق بخروج بني العباس على بني أمية إلى أن استقرت
خلافة العباسية [illegible] واحدة والجبرية [illegible]
[illegible] إذا [illegible] حتى رجع الناس في فسطاطين وذلك صادق
بخروج [illegible] جنكيزية [illegible] بني العباس [illegible] الحق والأحاديث
الواردة [illegible] وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تدور رحى
الإسلام [illegible] فسبيل من هلك وإن يقم لهم [illegible]
[illegible] قوله [illegible] الإسلام

جن بڑے بڑے فتنوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی [illegible] حکومت کا یہ
وقت [illegible] جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہؓ میں شورش
رہی [illegible] کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت قائم ہو گئی [illegible] اس خلافت کی حدیث [illegible]
حضرت معاویہ [illegible] سے متعلق ہے [illegible] کہ ان کے [illegible] کی [illegible] ان سے الگ رہنا
[illegible] حضرت سلاطین [illegible] کے روشن پر۔ دوسرا فتنہ اختلاف سے [illegible]
[illegible] حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد لوگوں
[illegible] یہاں تک کہ عبدالملک کی حکومت جم گئی۔
[illegible] عباسیوں نے بنی امیہ پر خروج کیا یہاں تک کہ خلافت عباسیہ کی
[illegible] بیٹے [illegible] جو عام
طور پر سب ہی کو [illegible] جلے گا [illegible] دو حصوں میں
[illegible] وہ چنگیزی ترکوں کا [illegible] انہوں نے عباسی خلافت کو پاش پاش کر دیا اور جو حدیثیں
فتنوں کے بارے میں وارد ہیں ان میں سے وہی پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اسلام کی چکی
[illegible] جیسی اگلوں کی ہوئی اور اگر ان کا دین
[illegible] تو ستر برس باقی [illegible] ان کی آئندہ [illegible] گذشتہ [illegible]
[illegible] قول کے اسلام کی [illegible] گردش کرتی رہے گی یعنی اسلام کی پوری قوت [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] حاشیہ الاصل رہ گئے [illegible] ۱۲
[illegible] ۱۲ [illegible]
[illegible] الاعوام [illegible] ۱۲

باقیہ لحدود والجہاد فی هذه الامة وذلك صادق من ابتداء وقت الجهاد و [illegible] الی
مقتل سیدنا عثمان رضی الله عنه و [illegible] فی خمسة وثلاثین [illegible] الله سبحانه
الیه مجملا وقوله فان یهلکوا [illegible] وان الامر [illegible] انما
فی هلاك الامة وبطلان امورهم قوله [illegible] الیه [illegible] معاویة
رضی الله عنه وبعده قامت فتنة دعاة الضلال وقوله [illegible] الامر
وانه یکون تحت بطن بباطن فیه [illegible] والله اعلم وقال رسول
الله صلی الله علیه وسلم یقاتلکم قوم صغار الاعین [illegible] ثلاث مرات [illegible]
معاداان العرب [illegible] ویغلبوکم [illegible] لامر
ان [illegible] العرب من بلادهم [illegible] علی [illegible]
من قومهم حتی یلحقوهم بجزیرة العرب اما فی السباقة الاولی [illegible] هرب
من قاتلهم یفر من بین ایدیهم وذلك صادق بقتال [illegible] العباسیة
الذین کانوا ببغداد ونجا العباسیة الذین فروا الی مصر و [illegible] السباقة [illegible]
فینجو بعض ویهلك بعض وذلك صادق بوجود تیمور [illegible] هلاك [illegible]

حدود قائم ہونگے جہاد تمام امت میں ہوگا اور یہ حالت جہاد کی ابتدا اور [illegible] جب تک [illegible] سیدنا
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے [illegible] میں تعداد کے لحاظ سے [illegible] کہ اس کے متعلق
اجمالی [illegible] ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ اگر سب [illegible] اور وقتیں
آپس کی [illegible] کو شک ہوگا [illegible] تمام امت تباہ [illegible]
بتلائے جنت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتقال تک کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد دعاۃ الضلال کا [illegible]
ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھے دو لوگ [illegible] آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہونگی [illegible]
[illegible] تین مرتبہ [illegible] جزیرہ عرب سے [illegible] پہلی دفعہ [illegible] جائے گا [illegible]
[illegible] ہلاک ہونگے تیسری مرتبہ وہ بالکل استیصال کر دینگے اس کے معنی [illegible] رہینگے
غالب آجائیں گے اس کی وجہ سے باہم ان میں عداوتیں اور رنجشیں پیدا ہونگی جس کا [illegible]
شہروں سے عرب کو دور کر دینگے۔ اور اس پر بھی قناعت نہ کرینگے بلکہ [illegible] عرب کے اندر [illegible]
حتی تلحقوهم بجزیرة العرب سے یہی مراد ہے اُن کے اول بار کی جنگ میں بھاگنے والے
کو نجات مل جائیگی یعنی جو مقابلہ نہ کرے گا وہ بچ جائیگا [illegible] صادق
ہوئی جو عباسی بغداد میں تھے ہلاک ہوگئے اور جو مصر کو بھاگ گئے تھے [illegible]

دوسری مرتبہ فرمایا گیا کہ بعض بچیں گے بعض ہلاک ہونگے۔ [illegible] تیمور [illegible]

ہے جس نے ملک شام کو پامال کر دیا اور عباسیوں کو تہ و بالا کر دیا۔

[illegible] حتی یلحقوهم بجزیرة العرب فاما فی السباقة الاولی فینجو من هرب [illegible] فی [illegible] بعض ویهلك
بعض [illegible] کما قال۔

وتمنی لداللہ مصطلون وذلك لما في بغلبة العثمانية على جميع العمل والله اعلم۔

المَنَاقِبُ

الاصل في مناقب الصحابة رضي الله عنهم امور منها ان يعلم النبي صلى الله عليه وسلم عن هيئة نفسانية تعد الانسان لدخول الجنان كما اطلع على ابي بكر رضي الله عنه انه ليس فيه خيلاء ومن اكمل الخصال التي تكون ابواب الجنة ثمانية فقال ارجوان تكون منهم يعني الذين يدعون من الابواب جميعا وقال صلى الله عليه وسلم لعمر رضي الله عنه ما لقيك الشيطان سالكا فجا قط الا سلك فجا غير فجك وقال صلى الله عليه وسلم ان يك من امتي احد من المحدثين فانه عمر ومنها ان يرى في المنام او ينفث في روعه ما يدل على رسوخ قدمه في الدين كما راى بلالا رضي الله عنه يتقدمه في الجنة وراى قصرا لعمر رضي الله عنه في الجنة وراه قمص بقميص سابغ واوله صلى الله عليه وسلم تعبيره بالدين والعلم ومنها حب النبي صلى الله عليه وسلم اياهم وتوقيرهم ومواساته معهم وسوابقهم في الاسلام فذلك كله ظاهر وانه لم يكن

اور تیسری بار سب کا استعمال کرینگے شاید حکومت پر نیاوق سے بہ تمام وا پکومت پر غالب آگئے۔

واللہ اعلم

مناقب کا بیان

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب میں اصل چند امور ہیں ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وہ نفسانی ہیئت اور حالت معلوم ہو کہ جس کی وجہ سے آدمی جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جایا کرتا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بابت آپ کو معلوم ہو گیا ان میں تکبر نہیں ہے اور انہوں نے ان اوصاف کو کمل کر لیا ہے جن کی صورت مثالی جنت کے دروازے ہوتے ہیں جب آپ نے فرمایا مجھے کو امید ہے تو ان لوگوں میں سے ہے یعنے ان لوگوں میں سے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کو کبھی راستے میں چلتا ہوا شیطان نہیں ملا وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہو لیتا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں اگر کوئی محدث اور ملہم بالغیب ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خواب کے ذریعہ سے کسی کا حال آپ کو معلوم ہو جائے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ان کا استقبال کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ان کا ایک محل ہے اور بڑی لمبی چوڑی قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علم و دین سے تعبیر فرمائی ہے جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ علم اور دین سے ان کا حصہ ہوگا۔ تیسری صورت یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی محبت ظاہر فرمائیں ان کی توقیر کریں۔ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کریں اسلام کے بارے میں ان کی خدمات اور قدیم اوصاف ظاہر ہو جانے ہوں ان سب امور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کے سب لوگ

لا لامتلاء القلب من الایمان ۔ واعلم ان فضل بعض القرون علی بعض لا یمکن ان یکون من
جهة کل فضیلة وهو قوله صلی الله علیه وآله وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدری اوله خیر ام
آخره وقوله صلی الله علیه وآله وسلم انتم اصحابی واخوانی الذین یأتون بعدی وذلک ان الاعتبارات
متفاوتة والوجوه متجاذبة ولا یمکن ان یکون تفضیل کل احد من القرن الفاضل علی کل احد من
القرن المفضول کیف ومن القرون الفاضلة ناس منهم منافق وفاسق ومنهم الحجاج ویزید
ابن معاویة ومختار واغیلمة من قریش الذین یهلکون الناس وغیرهم ممن بین النبی صلی الله
علیه وسلم سوء حالهم ولکن الحق ان جمهور القرن الثانی ونحو ذلک والملة تثبت بالنقل والتوارث
ولا توارث الا بان یعظم الذین شاهدوا مواقع الوحی وعرفوا تأویله وشاهدوا سیرة النبی صلی
الله علیه وسلم ولم یخلطوا امره بتعمق ولا تهاون ولا ملة اخری وقد اجمع من یعتد به من الامة
علی ان افضل الامة ابو بکر الصدیق ثم عمر رضی الله عنهما وذلک لان سر

متحقق ہو گا کہ دل تو ایمان سے خوب معمور کرتے ہیں۔ بعض زمانوں کی بعض پر فضیلت او فوقیت من
کل الوجوہ نہیں ہو سکتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کی صفت بارش کی
سی ہے معلوم نہیں جاتا کہ پہلا حصہ اچھا ہے یا اخیر مثل امتی الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میرے
صحابہ ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئینگے۔ انتم اصحابی واخوانی الذین الخ اسکی وجہ یہی ہے کہ مختلف حیثیات اور
مختلف وجوہ ہر زمانہ میں موجود ہوا کرتی ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عمدہ اور بزرگ زمانے کے ہر شخص کو دوسرے مفضول
زمانہ پر فوقیت اور فضیلت ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قرون بالاتفاق عمدہ و بزرگ تھے ان میں بعض لوگ فاسق
اور منافق بھی تھے۔ انہیں زمانوں میں حجاج۔ یزید بن معاویہ۔ مختار ہیں اور قریش کے نوجوان جو لوگوں کو ہلاک
کرنے والے تھے اور انکے سوا وہ اور جن کی بداعمالیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ لیکن اس میں
شک نہیں ہے کہ قرن اول کے جمہور لوگ قرن دوم کے جمہور لوگوں سے افضل اور بہتر تھے۔ اور مذہب کا ثبوت
اور وجود نقل سے ہوا کرتا ہے کہ ایک دوسرے کا وارث ہو جاتا ہے۔ اور توارث جب ہی ممکن ہے کہ
ان لوگوں کی تعظیم و توقیر کی جائے جنہوں نے وحی کے موقعوں کا معاینہ کیا تھا۔ ان کی تفسیر اور تاویل انکو
معلوم تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو آنکھ سے دیکھا تھا۔ اس میں تعمق اور سستی کو
مخلوط نہیں کیا تھا۔ دوسرے مذہب کی آمیزش سے اس کو پاک رکھا تھا۔ اور تمام لوگوں کا جو امت
محمدیہ میں شمار اور اعتبار کے قابل ہیں اس پر اتفاق ہے کہ امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے
افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ ہیں انکے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اسلیے کہ نبوت

النبوة لرجناحان تلقى العلم عن الله تعالى وبثه فی الناس اما التلقى عن الله فلا نبراله النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی ذلك احد واما بثه فانما تحقق بسیاسة وتالیف ونحو ذلك فلا شك ان الشیخین رضی الله تعالی عنهما اکثر الامة فی هذه الامور فی زمان النبی صلی الله علیه وآله وسلم وبعده والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب ویكن هذا آخر ما اردنا ایراده فی كتاب حجة الله البالغة والحمد لله تعالی اولا وآخرا وظاهرا وباطنا وصلی الله علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین ۰ آمین ثم آمین

بلخــتمين

اس لیے کہ نبوت میں دو حصے ہوا کرتے ہیں کہ علوم کو خدا کی جانب سے حاصل کرنا اور لوگوں کو انکی اشاعت کرنا پہلے حصہ میں نبی کا کوئی ہمسر و شریک نہیں ہوتا اور ان علوم کا شائع کرنا بانتظام تالیف قلوب سے حاصل ہوا کرتا ہے اور اسمیں کچھ شک شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور آپکے بعد کوئی شخص اس امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں ایسا نہیں ہے کہ اس حصہ میں شیخین رضی اللہ تعالی عنہما سے سبقت اور فوقیت حاصل ہو واللہ اعلم بالصواب

الحمد للہ والمنۃ کہ ترجمہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم تمام شد

قال مصحح الاصل

خاتمة الطبع کتاب حجة الله البالغة جلد دوم

الحمد لله الذی لیس فی ملکه وملکوته ذرة الا وهی علی قدرته حجة بالغة والصلوة والسلام علی خیر خلقه الذی شمس اسرار شریعته من افق قلوب العلماء اشارته بازغة وعلی آله واصحابه الذین اهتدوا بهدیه واستنوا بسنته الرائقة السابقة **وبعد** فیقول العبد الضعیف **محمد حسن الصدیقی** ان هذا الكتاب المسمی **حجة الله البالغة** جل عن الوصف الفاظه ومعانیه وانه لحری بتقریظ ابن المصنف فانه كان اعرف الناس بما فیه وما یحویه کیف لا والولد سر لابیه فقال رحمه الله والله ان هذه الكلمات الله التامة وحجج البالغة العامة التی اوصلت غلغلة سه

كتاحروف غلبات لم تفل   متعلقات فی ذری اهل القلل

الى صماخ معتكف صومعة الصدق والصفا ولعمري انها جوامع الكلم بلغت زمزمة سـ٥
نحن الكلام وسر الشرع معنانا نحن الكليم وطور العقل مغنانا . الى سماع المعتزلي زاوية
الادراك والاستيفاء قد صدرت من معدن الولاية وخرجت من مخرج الهداية اعني به الشيخ
الاجل الابجل ذا الملكات الانسية والنعمات القدسية ذكي الامة وحكيمها الموسوم في
الملا الاعلى بابى الفياض وحيد زمانه وفريد اوانه الشيخ احمد المشهود بولي الله ابن عبد
الرحيم قدس الله اسرارهما وافشى ابرارهما انتهى وقد امرني بطبعه صاحب المناقب والمحامد زبدة
الاماثل والاماجد هازم البدع واهلها ومروج السنة ومنتسبيها ذو النجابة والرياسة الجلا[له]
والنفاسة الذي جمع الله له السعادة وقصر عليه دوات السيادة اعني به جناب جامع كلمة الموحدين
الراغب الى اشاعة علوم الدين الحامي للملة البيضاء والشرع المتين منشي محمد جمال الدين مدار
مهام رياسة بوفال اسلكه الله واياي مسالك اليقين ومناهج الكمال فشمرت عن ساعد
الجد واقتعدت غارب الجهد في تصحيحه وحل مشكلاته وتحشيته وكشف عويصاته و
تتميم احاديثه المختصرة ووضع علامات العطف والضمائر على الفاظه البعيدة المنتشرة و
ربما طويت كشحي عن بسط الاحاديث على وجه الكمال روما للاختصار وكسلا على الكفاية بمقتضى الحال
فانها كافية للمقام شافية من وراء الاقتناع اتية ولما لم يتيسر للمصنف النظر الثاني عليه وتطاول
ايدي النساخ اليه ترديت عبارته بزي التحريف وكادت تغشاها ظلمة الاندراس لو لم يدركها
ضوء التعريف فامعنت النظر في تطبيقها وركبت مطية السعي في تحقيقها فجاء بحمد الله ما يقر
الابصار ويروق الانظار ويفرح النظار ويعجب الاخيار وكان الفراغ من طبعه في شهر ربيع الاول سنة
ست وثمانين بعد الالف والمائتين من هجرة الرسول الثقلين عليه ازكى صلوات رب المشرقين و
المغربين وقد امدني في طبعه بارسال نسخة لي هذه جماعة من العلماء جزاهم الله احسن الجزاء منهم
وحيد دهره وفريد عصره صاحب صفات الملكية والخلق الحسن المولوي احمد حسن المرادابادي
فانه اعانني بعدة نسخ من الكتاب وقابل بعضها ببعض ويسر على الاسباب ومنهم الفاضل اللوذعي
والعلامة الالمعي والواصل من العلم الى اقصى ذراه المفتي المولوي محمد سعد الله المرادابادي ايضا
ومنهم قدوة العلماء وزبدة الفضلاء ناصر الملة السمحة والشرع المتين المفتي مولوي محمد رياض الدين
الكاكوري ومنهم الحبر الجليل والكامل النبيل الصارف همته الى تهذيب الناسخ الملوين مولوي
ارشاد حسين المجددي الرامفوري فالمرجو من الناظرين ان لا ينسوني واياهم بصالح دعواتهم
في اخص اوقاتهم هذا ولم آل جهدا في تصحيحه وتحري سوء تنقيحه ولكن لما لم يكن للكاتب

ـــــــــــــــــــــــــــ
سلمه اي قول مولوي عبد العزيز ١٢

في العلوم العربية ملكة واصابة لما من عليه من الاغلاط في الكتابة على ان الخلو عن السهو خارج عن مقدرة البشر وانما هو شان خالق القوى والقدر فالمأمول ممن حصل له الاطلاع على الغلط والنسيان ان يستره بذيل الاحسان وان يصلحه اصلاح ذي المروءة والامتنان وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

وهذه قطعة التاريخ للمحشي عفا الله تعالى عنه

احمد الله قاضي الاوطار معطي العلم مجلي الافكار
واصلي على النبي الهادي سيد الخلق احمد المختار
بعد هذا فانها حكم جمعت للكرام الاخيار
رحم الله من افاد بها ما سمعنا بمثلها الاخبار
واذا تم طبعها كملا وبدا لعامها الابصار
فاذا هاتف يقول اكتب حجة الله هاذه الاسرار

۱۶ ۶۶ ۷۱۱ ۴۹۳ سنة ۱۲۸۶

وله ايضا في النثر حجة الله البالغة مكملة

۱۶ ۶۶ ۱۰۶۹ ۱۳۵ سنة ۱۲۸۶

اللهم اغفر وارحم لمصنفه وكاتبه ولمن سعى في حسن تصحيحه واهتمامه ولمن امر بطبعه بنعمتك وبرحمتك التامة آمين يا رب العالمين

يقول راجي عفو ربه البارئ عبد الجواد خلف المصحح بالمطبع الخيرية

بسم الله الرحمن الرحيم نحمدك اللهم يا ذا النعمة السابغة والحكمة البالغة سبحانك علمت حقائق الاشياء طرا وجعلت لكل شيء حكمة وسرا ونشكرك على جزيل آلائك الباهرة وتتابع نعمائك المتواترة ونصلي ونسلم على من ارسلته رحمة للعالمين واطلعته على مكنون اسرار كتابك المبين فاظهر خفاياه ونشر طواياه فاشرقت شموس انواره وظهرت كنوز اسراره المؤيد بالمعجزات الساطعة والبراهين القاطعة شمس المعارف البازغة **حجة الله البالغة** افصح من نطق بالضاد وافحم من كل عاند وضاد المصطفى المنتخب من خلاصة معد وعدنان سيدنا محمد وعلى آله واصحابه فرسان البلاغة في ميدان العرفان وبعد فقد تم طبع هذا الكتاب الجليل الذي ليس له في بابه مثيل لانه من حكم واسرار العبادات بالعجب العجاب والآيات البينات على دقة نظر مؤلفه واطلاعه وتضلعه في العلوم وطول باعه كيف لا وهو نسيج وحده ودهره وتاليف فريد عصره العلامة المحقق الذي ركنه المدقق مولانا الشيخ احمد المعروف بشاه ولي الله المحدث دهلوي جزاهم الله احسن الجزاء على مقصده لا الاخروي بالمطبعة الخيرية العامرة بمصر المعزية القاهرة لمالكها ومديرها الكامل المهاب حضرة السيد عمر حسين الخشاب وذلك في اواخر شهر صفر سنة ۱۳۲۳ من هجرة سيد الانام وختام الرسل الكرام سيدنا محمد مصباح الهدى وبدر التمام المتمم شيخ الهي بخش محمد جلال الدين تاجر الكتب كتبخانه بازار دهلي

مجموعہ خوابنامہ تعطیر الانعام ترجمہ اردو

کتاب کامل التعبیر

خوابوں کی حقیقت اور ان کی صحیح تعبیرات کے علم میں کتاب کامل التعبیر ایک مستند اور معتبر کتاب مانی گئی ہے۔ اس میں پہلے خوابوں کی اصل وجوہ اور حقیقت کا حال مذکور ہے اس کے بعد خوابوں کے تمام اقسام اور علامات نہایت واضح بیان کئے گئے ہیں۔ دنیا کے تقریباً جملہ اہل مذاہب خوابوں کی حقیقت اور ان کی تعبیرات کے قائل ہیں جو یہ کتاب کامل التعبیر حضرت علامہ ابو الفضل حسین بن ابراہیم محمد تفلیسی نے اپنے سلطان وقت شہنشاہ قزل ارسلان کے حضور میں حضرت میں مرتب کرکے پیش کی تھی اور قدیم فارسی زبان میں اس وقت تک پاس موجود ہے لیکن اہل ملک چند اور خصوصاً اردو دان لوگوں کو شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اس کتاب مستطاب کا اردو ترجمہ شایع کردیا جس سے اب ہر ایک اردو دان بکمال آسانی و سہولت ہر ایک خواب کی حقیقت اور اس کی تعبیر سے واقف ہوسکتا ہے۔

اس کتاب میں قریباً ۲۰ سے زیادہ علم خواب کے علما۔ معبرین سلف کی کتب خاص کا عطر مجموعہ خاصکر حضرت دانیال اور حضرت امام جعفر صادق اور حضرت محمد بن سیرین اور حضرت جابر مغربی وابراہیم کرمانی وابراہیم بن اشعث وغیرہ کے رسائل خواب کا پورا پورا خلاصہ موجود ہے جس سے خوابوں کی کل حقیقت اور ان کے اصل فلسفے اور ان کی صحیح تعبیر معلوم کرلینے کا ایک کھلا ہوا اتفاق نظر آتا ہے اور اس کو میں خوابوں کا حال دریافت کرنے کے واسطے بترتیب حروف تہجی ساتھ ہی ایک مفصل انڈکس بھی تیار کرکے شامل کیا گیا ہے جو کہ ناظرین کی سہولیت کے لیے ایک عمدہ رہنما ہے۔ یہ کتاب اپنے اصل مضمون میں ساڑھے چھ سو صفحوں پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ باین ہمہ قیمت مجلد صرف تین روپے اور غیر مجلد کی فقط عہ مقرر ہے جو واجبی سے۔ شائقین علم خواب و تعبیر ضرور ہمسے منگوا کر مستفید ہوں۔

آئینہ مذہب امامیہ ترجمہ اردو

تحفہ اثنا عشریہ

یہ بے نظیر کتاب حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی تصنیف ہے جس کے استفادہ کو اردو دان مسلمان محروم تھے ہم نے بصرف زر کثیر اس کا اردو میں ترجمہ شائع کیا ہے تاکہ ہر مسلم اس سے مستفید ہو سکے۔ اصل جب تک انسان کسی فرقہ یا مذہب کی پیدائش سے آگاہ نہ ہو اس کے متعلق بیان کرنے سے قاصر ہے یہ کتاب کیا ہے مذہب امامیہ یعنی شیعہ کا آئینہ ہے۔ شیعہ مذہب کی پوری تاریخ اور اس کے بانی کا کچا چٹھا اہل سنت کے پیش کرتی ہے حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کو بارہ ابواب پر تقسیم کیا ہے اور جملہ فرقہ کے تخریج پر اور ان کے عقائد پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً باب اول پیدائش شیعہ مذہب اور ان کے فرقے مثلاً فرقہ غلاۃ جو بیس ۲۰ ہیں زیدیہ وغیرہ حسینیہ وغیرہ فرقے پہلا فائدہ۔ دوسرا فائدہ۔ تیسرا فائدہ۔ دوسرا باب شیعہ مذہب طریق گمراہی و فریب میں وغیرہ وغیرہ تقطیع کلاں عہ قیمت ۸

جلاء المرآت شرح مرآت العارفین

اس کتاب کی شرح علامہ مولوی شمس الدین صاحب قادری بٹالوی نے اردو زبان میں نہایت عمدگی سے کی ہے گو مضمون نہایت گہرا اور عوام الناس کے سمجھنے سے بالاتر ہے مگر اہل علم کم استعداد شائقین کے لیے بہت مفید ہے یہ کتاب اسرار تصوف اور حقائق و دقائق الٰہیہ کا حقیقی معنوں میں سرچشمہ ہے اور وسیع تبیع ہے اس میں تجلی اولی اور ثانی اور حضور علیہ السلام کے مقامات کو تصوف کے رنگ میں بیان کیا ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود وغیرہ کو بڑی تشریح اور تفصیل سے ادا کیا ہے اور عالم جبروت عالم لاہوت اور عالم ملکوت اور دیگر مشکل مقامات کو نہایت خوبی سے حل کیا ہے۔ گویا دریائے تصوف کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ہے قیمت صرف عہ

درخواست بنام شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور سے نام کریں

شیخ جلال الدین پبلشر نے حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام شیخ حسن الدین پرنٹر چھپوا کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کی